شہید اعظم

حصہ اول

یعنی

حضرت امام حسین علیہ السلام کی سوانح عمری

مؤلفہ

سید ریاض علی ریاض

مؤلف

الکرار و امامت تاریخی حیثیت سے وغیرہ

باہتمام ضیاء محمود عباد علی منیجر و مالکان کے

مطبع اکسیر اعظم واقع محلہ مقیم گنج بنارس میں چھپی

(بماہ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ مطابق نومبر ۱۹۱۳ء)

ناچیز کوشش اُس قدردانی کے شکریہ مین پیش کیجاتی ہے جو الکرّار کے

ظاہر ہوئی۔ نیز شہید اعظم حصہ اوّل کے زیر طبع ہونیکی اطلاع پر قوم کے

ن نے جس طرح اسکا خیر مقدم کیا وہ ہر طرح ہمت افزا ہے۔ شکریہ

مؤلف

معذرت

ن متأسف ہون کہ یہ حصہ کتابت اور طبع کا اس سے بہتر نمونہ پیش نکر

اتب اور مطبع بدلنا پڑا۔ غلطیان بھی رہ گئین۔ انمین زیادہ تر ایسی ہین

تما۔ حاشیہ کی غلطیان عموماً وہ ہین کہ چھاپنے مین حروف اُڑ گئے ہین۔

ریاض
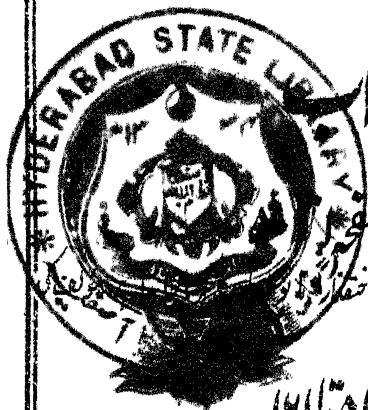
انڈکس ابواب

مقدمہ از صفحہ [illegible]

[illegible] ان مختلف مضامین کے اشارے جنھیں مؤلف اختصار [illegible]

[illegible] علاقات -

باب اول از صفحہ ۱۵ تا ۱۶۱

(ولادت حسین کے قبل سے رحلت رسول تک (رسول کی تعمیر نہ سلطنت)

[illegible] اسلام کی بعثت کے وقت مذاہب کی حالت - نبوت بعض انبیا اور اُنکے اصول کے متعلق اشارے - خانہ کعبہ - عرب کی معاشرتی ملکی - اخلاقی - مذہبی اور علمی حیثیت - نبی عربی کے متعلق اشارے - نصب حجر اسود - وطن قریش عرب - خلف الفصول حضرت [illegible] توجیہ - خاندان ہاشم کا متعلق شجرہ اور عربوں کے ساتھ احسانات - نبی عربی کی طفلی - ابو طالب - قریش کا ابوطالب کے پاس وفد اور رسول کا جواب - حضرت خدیجہ کا عقد اور اُنکی مدد کا درجہ - علی کی ولادت - فاطمہ زہرا کی ولادت - وراثت صفات - بشیر و نذیر انبیا - مسئلہ شفاعت - ذو العشیرہ - عرب کے بندہ زر ہونیکی مثالین - ہجرت حبشہ شعب ابو طالب - دعوت اسلام - مدینہ مین اسلام - ہجرت نبی - جنگ بدر - عقد مواخات - غزوہ عشیرہ - علی و فاطمہ کا عقد - واقعہ عریفں - بنی قینقاع - ولادت حسن - جنگ اُحد - واقعہ رجیع - حمرا الاسد - غزوہ بنی نضیر - ولادت حسین - حدیث افک - جنگ خندق - صلح حدیبیہ - فتح خیبر - خمس اور بنو ہاشم - فدک - فتح مکہ - غزوہ حنین [illegible] طائف - موتہ - وادی الرمل - غزوہ تبوک - واقعہ عقبہ - سورہ برات - مباہلہ اہلبیت - حسین کے متعلق [illegible] - واقعہ بنو ضلیع - علی یمن بھیجے گئے - حجۃ الوداع - واقعہ عقبہ کی ملتوی وجہ - دروازونکے [illegible] است جیش اسامہ - ازواج رسول کا دو گروہ - امامت مسجد کا واقعہ فتنونکا [illegible] قرطاس - ہادی کی آخری وصیت

باب اول کا خلاصہ (واقعات کا نشو) از صفحہ ۱۶۱ تا ۱۸۰

واقعات اور تبصرہ - شہدائے مذاہب اور تاریخی شجاعون کا تذکرہ - مثالین کہ قومین اپنے مشاہیر کی

حسین اور افریقہ۔ مال غنیمت اور مروان۔ ابن عاص کا عزل۔ فتح قبرس۔ ولید کی شکایت۔ نفوذ ثالث ذمیرہ طبرستان اور حسین۔ احراق مصاحف۔ خلیفہ گر اور خلیفہ۔ جناب امیر اس زمانہ کے متعلق۔ اصحاب رسول کا وفد۔ عمال کے ساتھ برتاؤ۔ ابوذر کا شام اور مدینہ سے اخراج۔ رحلت ابوذر۔ سعید کا طرز عمل۔ مالک اشتر کی جلا وطنی۔ شکایتی وفود۔ مشورہ۔ اہل کوفہ کی صلاح۔ اہل کوفہ کے نام خلیفہ کا خط اور اسکا جواب۔ رسول کی انگوٹھی۔ عام شکایات اور جناب امیر کی وساطت۔ خلیفہ کی تقریر۔ صلاح اور معاویہ۔ مصر کا وفد خلیفہ کا محمد ابن ابی بکر کی تقرری اور قتل کا فرمان۔ اصحاب پر اسکا اثر۔ مقدمہ۔ جماعت کو عزل کا اختیار نہ دینے کے لئے ابن عمر کی صلاح۔ علی کی سفارت کا اثر اور پھر خلیفہ اور مروان کا طرز عمل۔ علی کنارہ کشی کا عہد کرتے ہیں۔ وفود کے تصفیہ کن شرائط۔ خلیفہ اور محاصرین کا مکالمہ۔ علی نے پانی بھیجا۔ حضرت عائشہ حج کے لئے روانہ ہوئیں طلحہ اور عثمان۔ حسنین محافظ در۔ محمد ابن ابی بکر اور عثمان۔ رحلت۔ انتقام۔ اسوقت کے عمال۔

باب چہارم کا نشو اور واقعات کا خلاصہ از صفحہ ۳۰۵ تا ۳۴۳

شرح و تنقید واقعات

باب پنجم۔ از صفحہ ۳۴۳ تا ۳۸۸

رسول کے بعد کے نظام کا سکون اور دوبارہ حرکت

علی کی خلافت کے لئے بلافصل خواہش کی مثال۔ خلافت کا پیشکش اور علی۔ متخلفین بیعت۔ علی کی بیعت کے واقعات تقسیم بیت المال اور مساوات۔ آپنے جلنے کی شکایت۔ تخلف اور اسکی وجہ۔ معاویہ اور دریافت حالات۔ بنی امیہ شام جانے لگے۔ طلحہ و زبیر بصرہ اور کوفہ کی حکومت طلب کرتے ہیں۔ عائشہ رحلت عثمان اور خلافت علی سنکر۔ تہیہ خروج۔ امامت نماز کا جھگڑا اور تصفیہ۔ حضرت ام سلمہ اور عائشہ۔ ابوموسیٰ اور بیعت علی۔ علی کے عمال کی روانگی۔ شام کے قاصد کا بیان۔ شورش کی خبریں اور علی بھی آمیہ اور اصحاب جمل میں اختلاف۔ اصحاب جمل اور بصرہ۔ جناب امیر کی روانگی۔ علی کے قاصد اور ابوموسیٰ۔ سوید بن علی کوفی مددگار اور علی۔ اصحاب جمل کی آمادگی جنگ۔ احنف کا سوال۔ جناب امیر کا خطبہ اور اصحاب جمل کے نام خط۔ جواب اور سفارت علی کا جنگی خطبہ۔ تعبیہ جنگ۔ زبیر اور علی۔ جنگ جمل۔ امیرالمومنین کا اعلان اور اسیران جنگ کے ساتھ برتاؤ۔ حضرت عائشہ کے بعض خیالات اور کوششیں۔ فتح کا اثر۔ کوفہ۔ معاویہ کی چھیڑ۔ صفین کی تیاری۔ ابن عاص اور معاویہ کا سمجھوتہ۔ شرجیل ابن سمط الکندی ابن عمر معاویہ کے پاس۔ فوجوں کی روانگی صفین میں جناب امیر کا خواب۔ کنار فرات جنگ۔ سفارت۔ قاتلان عثمان کا سوال اور جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہید اعظم

یعنی

حضرت امام حسین علیہ السلام کی سوانح عمری

پہلا حصہ

مقدمہ

واقعہ بسبب اور نتیجہ۔

کسی بڑے واقعہ کے قبل اُسکے اسباب مجتمع ہوتے رہتے ہیں اور اُسکے وقوع کے بعد اُسکے نتائج ایک زمانہ تک اثر دکھاتے رہتے ہیں اگر کسی بڑے واقعہ کے دیکھنے کے بعد اُسکے نتائج پر غور نکرنا غفلت اور کم نظری ہے اُسیطرح اُسکی نسبت اس ضعف تصور سے کام لینا کہ وہ بڑے اسباب کا نتیجہ تھا۔ نتیجہ کو بغیر سبب کے مہیا کردینا ہوگا۔

پیش نظر تحریر متذکرہ صدر خیال کا نتیجہ ہے۔

شہادت حسینؑ کی عظمت بمقابل ملل ماضیہ۔

یہ ہم سب لوگوں کو اچھی طرح ذہن نشین ہوگیا ہے کہ حسینؑ کی شہادت ایک ایسا واقعہ عظیم ہے جیسا نہ کبھی کہیں ہوا! ورنہ خود تاریخ اسلام اسکا مقابل لاسکی ملل ماضیہ درآنکی تاریخ اگر اُسیطرح قبول کرلیجائے جسطرح اُسوقت ہمارے سامنے موجود ہے جب بھی اُنکا کوئی شہید یا سلسلہ شہدا مشکل ہے ہمارے شہید کی عظمت و شرافت اعمال کے مقابلہ کا حوصلہ کرسکے گا! عیسائی مذاہب اور اُنکی تکلیفین حسینؑ کے انبوہ مصائب پر پھیلتی ہوئی نظرمین بھی بھر جائینگی اور کسی یسعیاہ کا چیرنے والا تنہا آرہ اُن بیشمار حربونکے سامنے گونگا ہوجائیگا جنپر ہمارے شہید کا خون ہے یا کسی صلیب سیوع مسیح کی چند کیلین حسینؑ کے جسم اقدس مین چبھنے والے بیشمار تیر اور نیزے کی انیونکے سامنے بے حقیقت ہونگی ہمارے شہید کی تاریخ ہے اس حیثیت کی تاریخ جو دشمنونکے قلم اور زبان نے ہمارے حوالہ کی حسین کا دوست واقعہ نگار کوئی زندہ نہ چھوڑا گیا! اگر کوئی واقعہ نگاری کرسکتا تھا تو علی ابن الحسین اور مخدرات عصمت! امام

حسین کی شہادت کے واقعات کیونکر ملے

زین العابدین علیہ السلام اپنی قید سے بہت پہلے بستر علالت پر مقید تھے۔ اور پردہ نشین بیبیان حسینؑ کی زندگی تک
بیرونی حالات سے بہت کچھ بے خبر تھین لیکن حسینؑ کی شہادت کے بعد نہ صرف علی ابن الحسین اپنے بستر بیماری سے کھینچ کر
لائے گئے۔ وہ اسکے بعد کے واقعات دیکھین بلکہ مخدرات عصمت نے بھی یہ دیکھا کہ ہمین اپنے تقاضاے غیرت کے
خلاف عام لوگون کا نگاہین دیکھنی ہو گئی

افراد اور انکے خصائل پر اجتہاد کی آسانی

کوئی وقت ہو اسکے متعلق سمجھئے کہ ضرورت کے موافق ان مظلومون کی تاریخ ہی فن تاریخ کا ترقی کیا ہوا زمانہ
تھا اور خیال کیجئے انکے پیشتر کے اولیا اور شہدا کا زمانہ اس حیثیت کا نہ تھا جس سے واقعات اور افراد کے خصایل پر اجتہاد
تاریخی کی ایسی آسانیان ہون جیسی انکے زمانہ مین تھین خود اسلام جو اس واقعہ سے ۶۰ برس قبل سے
نشو و نما پا رہا تھا اُسکے متعلق ایک فرانسیسی مورخ بہت کچھ صحیح ریمارک کرتا ہے کہ یہ ایک مذہب کا تعجب خیز
منظر پیش نظر کرتا ہے جس کا دن کی صاف روشنی مین وجود ہو رہا ہے یہ سب تاریخی زمانہ کی آنکھون کا دیکھا واقعہ ہے

شہادت حسین سے بہت سے واقعات کا اصلی رنگ معلوم ہو گیا۔

حسین کی شہادت نے تاریخ اسلام پر عام اس سے کہ وہ گذشتہ ہو یا آیندہ ایسی تیز روشنی ڈالی جس سے بہت سے ایسے
واقعات کا اصلی رنگ معلوم ہو گیا جو بغیر اس قوی اشارہ کے بے توجہی سے گذر جاتے۔ بلکہ انکی غرض اور حقیقت
بمشکل چھپائے چھپ سکتی ہے۔

مولف کا کام

جو کچھ مجھے اپنے اس سب سے پر غم فرض کے متعلق کرنا ہے وہ یہ ہے کہ مین اس دعوی پر قناعت نہ کرون کہ شہادت حسینؑ
ایک واقعہ عظیم ہے بلکہ یہ دکھاؤن بھی کہ حقیقتاً یہ نہ صرف اسلام بلکہ عالم کی تاریخ کے مشہور واقعات مین
ایک سرمایۂ عبرت اور عظیم سانحہ ہے جس حد تک حسین کی سوانح عمری بلا کسی زیادہ غیر متعلق اثر کے قبول کر سکے
میرا فرض اسی پر تمام نہ ہو جائے گا کہ مین سانحہ کو بحیثیت اسکے سانحہ ہونیکے بیان کر دون اور بس نہیں یہ کوشش تو
بہت کچھ یہ احتمال رکھے اس جائز مورخانہ اعتراض کی تابع ہوگی کہ واقعہ کو صرف بیان کر دینا قصہ خوانی سے
زیادہ مفید نہین ہے۔ بلکہ اس کتاب کی یہ غرض بھی ہوگی کہ واقعہ نہ صرف بحیثیت واقعہ بیان کیا جائے بلکہ اسکے اسباب
پیش پر بھی جذبۂ احتیاط سے نظر ڈالی جائے۔ اس سے امید کیجاتی ہے کہ جب حجاب دور کر دیے جائینگے تو واقعہ اپنی
مجموعی حیثیت سے اُس سے زیادہ سمجھ مین آئیگا جسقدر صرف بحیثیت واقعہ سمجھ جانے کے سمجھ مین آتا کیونکہ
اب نہ صرف اسباب بلکہ نتایج نے بھی اسکے سمجھنے مین مدد دی ہوگی

اسباب شہادت کا خاصہ

فطرتی ہے اس خیال کا پیدا ہونا کہ "انا قتیل العبرة" کہنے والے کے اسباب شہادت جسکی گونج ہی پر ایک عالم
شاہد اور مظلومیت پر ایک زمانہ اشک حسرت بہا رہا ہے نہایت مسلسل خلاف انسانیت سبب ہونگے

ایسی مصلحت کے تابع ہونگے جسمین شخصی اور قومی شرافت سے تجاہل کیا جا سکتا ہوگا اور خودغرضیونکی حفاظت
کیسے ہی کریہہ اور ظالمانہ فعل کے کرنے سے رعشہ نہ پیدا کرتی ہوگی بلکہ تدبیرین کسی تھرتھراہٹ کے پیدا ہونے تو نتیجہ
حاصل کرنے کے جوش مین کمزوری سمجھتے ہونگے اور اپنی عدم ہمدردانہ ضد کو استقلال سمجھکر اپنے فعل کا جواز اور
اپنا اطمینان کر لیتے ہونگے۔ اگرچہ اس جواز اور انکے اس اطمینان نے کیسا ہی فساد اور کیسی ہی
تکلیف انکی روش کے خلاف شخص یا اشخاص کیلئے کیون نہ پیدا کردی ہو۔ یا۔ وہ زمانے کیلئے
کیسی ہی بری مثال کیون نہ ہو۔

افسوس ایسا ہی تھا۔ مثالین شاذ نہین ہین۔ اور اگر کسی دالنست مین شاذ ہون بھی تو وہ انداز
اور اسباب جنسے مثالونکی سی صورت تیار ہوتی ہے کسی طرح شاذ نہین ہین۔

حسین کے پہلے اور حسین کے زمانہ کی مصلحت کا فرق

وہ اسباب جنکا نتیجہ شہادت حسین تھی اپنی ساخت کے لحاظ سے کبھی نرم لیکن خندی اور مسلسل اور کبھی
سخت لیکن رشتے کے قطع کرنے والے نہ تھے۔ ایسا نہ ہونا سوچی ہوئی مصلحت بلکہ نامقبولیت پیدا نہ کرنیکا
خیال تھا ورنہ حسین۔ یا انکے پہلے انکی مصلحت کے محرک یا دوسرے لفظونمین۔ وہ جنکی مصلحت کے حسینؑ
عامل تھے بہت پیشتر قتل ہوگئے ہوتے۔ اس سے ظاہر ہوگا کہ عین مصلحت مین فرق نہ تھا۔ اگر تھا تو سختی کے
درجہ کا۔ اختیار اور حکومت کے ساتھ رشتہ کو قطع کردینے کی سی سختی نہ کرنے کیوجہ سے گذشتہ تدبیرین کامیاب
ہوئے۔ اس وجہ سے کہ ظاہری بے عنوانیونکے نہ ہونے کے سبب سے لوگ تجاہل مین رہے۔ یا۔ لوگ اس تدبیری
اندرونی رفتار ناموافقت کی گرفت اور صحیح اندازہ نہ کرسکے۔ درانحالیکہ جسوقت حسینؑ شہید ہوئے رشتے اسقدر
کھچ گئے تھے کہ بجز ٹوٹ جانے کے کوئی صورت نہ رہگئی تھی۔ یہہ کچھ اتفاقی اور لاعلمانہ نہ تھا۔ بلکہ اسوقت کے مدبرین
گذشتہ روش اور اسکے اثر کو تولنے کے بعد۔ اب اس حد تک سختی کرنے کو اپنے لیئے مخدوش نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ
سمجھتے تھے کہ حسینؑ کی مصلحت ایسی اور اسقدر کمزور ہوتی چلی آئی ہیکہ اس سے کسی قسم کا خوف نہین ہے
اور اسمین اب اٹھان کی قوت باقی نہین ہے اسلیئے اس حالت کو کچھہ دنون اور عالم نزع مین رہنے دینا ایک
اپنے لیئے غیرضروری اور مخدوش وجود کے۔ بقائی کیطرف رجعت کیجئے تو ہم کو۔ لوریان دینا۔ ہے۔

بنی امیہ کی تباہی کا سبب

ملکی رقابت کے اس لطیف توہم نے۔ درانحالیکہ ملکی رقابت کا خواب بھی نہین دیکھا جا سکتا تھا۔
بنی امیہ کو تباہ کرنیکی حد تک تباہ کیا۔ طلباے تاریخ کے لیئے تصور کی یہہ سب سے حیرت خیز خوراک ہوگی کہ
اس حالت مین جسکی بے توقی کا صحیح اندازہ کیا گیا تھا کسطرح ایسی بے رکاو قوت پیدا ہوگئی جو مرتب

فوجون کے ریلے۔ خزانون کی پُرقوت امداد اور سیاسی موقع شناس نگاہون کے اندازہ پر غالب آگئی ایک آگ تھی جیسے عالم غیب سے نظر نہ آنیوالی مقدس ہوا نے چپن دامن سے ہوا دیری تھیں۔ آگ بھڑکی تھی اُسکی روشنی اپس وپیش دکھائی تھی اُسکی سخت گرمی دشمنان آل رسالت کی ہڈیون کے مغز جلا رہی تھی اُنکے بھیجے حدت سے بھرے تھے لیکن ہلکی خوشگوار گرمی عامتہ مسلمین کی رگونمین تیزی بھرتی۔ ہمدردی اور اتفاق پیدا کرتی تھی۔ اُنہین گذشتہ غافلانہ تساہلی پر جوش انابت ہوتا تھا اور اب اسمین مطلق شبہہ نہ رہگیا تہا کہ کم سے کم بنی امیہ اسلام اور رسول کے سخت ترین دشمن ہین اور اسلیئے مطلق اس قابل نہین ہین کہ مسلمانون کے والی امر ہوسکین نتیجہ یہ ہوا کہ بنی امیہ کی حکومت جتنے دنون تک شہید کی صاف اور صریح پیشینگوئی کے موافق آپس کی عداوتون سے دم توڑتی رہی اُسوقت بھی مشہور باپ کا بیٹا عبدالملک اپنے مشہور عامل حجاج کو لکھتا ہے کہ مجھے آل رسول کے خون سے بچانا۔ بنی امیہ ہمیشہ ہمیشہ کیلیئے ایسی وزنی ذلت سے دب گئے کہ انہین اپنی اظہار قومیت سے بڑھکر کوئی شرم کی بات نہ تھی۔ اگر عرب مین اُنکی ہڈیان مادر گیتی کے شکم مین دفن کے قابل نہ سمجھی گئین بلکہ اُس سے زیادہ مناسب مقامات پر منتقل کی گئین۔ تو اندلس کا از اجل اموی اپنے پھٹے ہوئے لباس سے گلیونمین صدا لگاتا تہا۔ کہ مین ہون اندلس کا آخری بادشاہ مجھسے عبرت حاصل کرو"

شہید۔ جسکی بیشمار صفتونمین اُسکی قابل وصیت پیاس بھی تھی اپنی شہادت کے بعد صرف ایک بات کا پیاسا معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اسلام کے یہ سب سے بڑے دشمن دنیا سے مٹا دیئے جائین پیاس بجھی وہ ہٹ گئے۔ حسینؑ اپنی غرض شہادت مین کامیاب ہوئے اسکے ساتھ ہی لوگونمین حسینؑ کیساتھ جس درجہ کی ہمدردی اور محبت پیدا ہوگئی وہ تصنع کے شبہہ سے جسقدر بالاتر تھی اُسیقدر ہمدردی کرنیوالونمین آپسمین ایسی یکجہتی اور محبت پیدا کرتی تھی جیسا لطف انہین اپنی نسبی یگانگت مین حاصل ہونا ناممکن تھا اسلیئے کہ حسینؑ کیساتھ ہمدردی کے جذبات اُن عناصر سے بنے تھے جو اہل عالم کے نزدیک ہمیشہ قابل وقعت ہا رہے ہون مین ایسا ہیجان پیدا ہوگیا جو اعلی خصائل قومی اور خصوصیات ذاتی کی پُرجوش قدر شناسی تھی اور جو جہان ساخت اور تربیت خصائل کا پہلا زینہ ہے وہان ترتیب قومیت کے مرکز سے کچھ زیادہ ہی حسینؑ مجدد ثانی تھے جسنے دین کو زندہ کیا حسینؑ اپنی فنائے جسمانی کے بعد ایک وہ روشن اور بلند مینار بنگئے جسکا سایہ صالح صفات انسانی کی پرورش کرتا ہے۔

مختلف الاثر اسباب

حسین کیساتھ ہمدردی کے جذبات

گذشتہ سطرون کے اشارہ کے اعتبار سے یہ خیال ہوتا ہوگا کہ واقعہ شہادت کا نتیجہ نہایت عظیم تھا جسمین دو متضاد قوتین تھین اگر کوئی اس تقسیم کو قبول کرنے مین متردد ہو تو یہ زیادہ واضح ہوگا کہ اس واقعہ نے

جوش ہمدردی جوش عداوت پر غالب آگیا۔

واقعہ شہادت کیونکر دیکھا جا سکتا ہے۔

جیسا جوش ہمدردی پیدا کیا وہ ان قابلیتوں سے پُر تھا کہ دشمنان حسینؑ کے جوش عداوت پر غالب آجاتا
کیسے کوئی اس انقلاب عظیم پیدا کرنیوالے واقعہ کو کمزور توجہ کی گذرتی ہوئی نگاہ سے دیکھہ سکتا ہی بلکہ یہہ
یقین ہی کہ اگر کسیقدر زندہ ادراک سے کام لیا جائے تو اس واقعہ کی کل عقلی و فطری تاریخ اور اُسکا ہر پہلو کسی
ہی بیقرار گذرتی ہوئی توجہ کو گارڈ دیگا اور حیرت اُسوقت تک اُسے آگے نہ بڑھنے دیگی جبتک شخص مین پسندیدگی کا فطری
تغیر نہ پیدا ہوے بہ استثنا اُن صورتوں کے جسمین توجہ نہ ہونے دینا شخص نے قرین مصلحت سمجھہ لیا ہو۔

صالح توجہ کے گمراہ کرنے کی شانین اور اُن کی طینت (دیکھو صواعق محرقہ)

صالح توجہ کے بھٹکانے کی عام مثالوں سے گذرتے ہوئے ہم ایک مسلمان کے اس مشہور فقرہ پر توجہ لائینگے
کہ "حسینؑ اپنے نانا کی تلوار سے قتل ہوئے" غور کرنیوالیکو اس فقرہ کی دورنگی ایک مسلمان صناع کی زبانی
حیرت خیز معلوم ہوگی جسمین اگر رسول کی تلوار کی تیزی کا واقعہ سے زیادہ سخت اور پُر طنز تذکرہ کیا گیا ہی تو
اُسکے ساتھہ ہی اُس سے زیادہ تکلیف دہ یہ عکس ہی کہ رسول کی مصلحت نے حسینؑ کو قتل کیا جسکے معنی
یہ ہین کہ جو کچھہ سختیاں حسینؑ پر گذرین اُنہین رسول کی مصلحت مین غوطہ دیکر نرمی پیدا کیگئی ہی یا الزام کا
رُخ پھیر دیا گیا ہی ذلیل دنیا پسندی۔ جوش عداوت اور توہم نے جو مصلحت گڑھی تھی اُسے وہ لباس
پہنایا گیا ہی جسے منجی ہوئی نگاہ فوراً دیکھکر بتا دیگی کہ ناموزونیت کا بہترین نمونہ ہی۔ رسول نے جو عناصر قومیت
پیدا کر دیئے اور جن قوتوں نے مسلح کیا اب ہی کمال نا احسان شناسی سے اُنکی اولاد پر صرف کیجا رہی تھی اور یہ
ذلیل ہنسی ہنسی جا رہی تھی کہ حسینؑ اپنے نانا کی تلوار سے قتل ہوئے اس فقرہ مین یہ خیال بھی ملفوظ کیا ہوا ہی کہ حسینؑ
اُسکے ہاتھوں سے قتل ہوئے جسے مسلمانون نے خلیفہ رسول سمجھا تھا اور اسلئے کوئی شخص جسکے خیال کو خلیفہ
اپنی روش کے خلاف سمجھے قابل تعذیر ہے اور یہ سختی اور تعذیر قابل الزام نہین ہی۔

مین کافی یقین سے کہہ رہا ہون کہ کہنے والے کے اس فقرہ مین متصورانہ حیرت یا تاسف کے آڑ کی کوئی
گنجایش نہین ہی بلکہ اس فقرہ کی ترکیب بجز اس خیال کے جو ظاہر کیا گیا اور کسی تاویل سے ممکن نہین
نہ اُس سے علحدہ اُسکے الفاظ کوئی دوسری بو دے رہے ہین۔

مزید تائید اس خیال سے ہوتی ہی کہ جس زمانہ مین یہ خلاف واقعہ بیرحمانہ اور اسلام آزار فقرہ مسلمان
سمجھے جانیوالی زبان نے ادا کیا اُسنے کسیطرح دعوہ حسینؑ کی مدد نہین کی بلکہ وہ ہمیشہ اُن لوگون کے لیئے
سپر بنا رہا جو یزید کے مظالم اور مصلحت کی مختلف لفظوں مین تائید کرتے رہے۔ وہ زمانہ ایسا نہ تھا جسمین
کوئی ظاہر مین حسینؑ کی تائید مین کچھہ کہنے کی جرأت کرتا۔ جرأت خودکشی ہوتی۔

اسیطرح گذشتہ فقرہ سے کم مدبرانہ لیکن اُس سے زیادہ پُرقوت مضر عملی حیثیت سے۔ یہہ فقرہ ہے کہ واعظ پر حسین علیہ السلام کا ذکر حرام ہے۔ نہین معلوم فتویٰ دیتے وقت مفتی کو یہہ یاد تہا یا نہین کہ وہ شارع اسلام کے نواسے کے ذکر کے متعلق اپنے اسلامی احسان شناسی پر عکس ڈال رہا ہے۔ دین کے آلون کے بیجا مصرف کی ایسی پختہ مثال شاید ہی کوئی لائی جا سکتی ہو لیکن اس فتوی سے زیادہ حیرت خیز اُن مسلمانون کا اقتضاے اسلام ہے جو آجتک اس فقرہ کو دُہرا دیتے ہین بغیر اس پہلو پر نظر ڈالے جسپر گذشتہ سطرون مین توجہ دلائی گئی یا بلا یہہ سوچے ہوئے کہ اس فقرہ کی مصلحت اُسکے بانیان مصلحت اور گرد و پیش کے تفاقات کو فنا ہوئے صدیان گذر گئین کبھی وقت تھا کہ ایسا کہنا۔ کہنے والون مین امید منفعت پیدا کرتا تہا اور تاویل حکومت کے ماتحتی مین تھی۔ اب یہہ اشتہار فروشی سے زیادہ نافع نہین ہے لیکن یہہ یاد رکہنا چاہیئے کہ اب وہ زمانہ نہین ہے بلکہ ایسا کہنا کہنے اور سننے والے دونون کے لیئے مضر ہے۔ اسیلئے کہ اس سے وہ اکیلی امید کہ ہم سب نبی کے نواسہ کی ہمدردی پر متفق ہوکر اپنے گذشتہ نااتفاقیون کے کارنامون کو بھلا دینگے۔ کمزور ہوتی ہے۔

نواسہ رسول کی ہمدردی اتفاق کا ایک مرکز ہے۔

مجھے گذشتہ دونوان فقرون کے متعلق اسقدر اور کہنا ہے کہ ان دونون جملون کی مصلحت مین بعینہ وہ فرق ہے جو یزید کے پہلے اور یزید کی مصلحت مین فرق تہا۔ یہہ بھی کہنا مین کہنے والے کی دوربینی کے ساتھہ انصاف سمجھتا ہون کہ وہ اسباب شہادت حسین کو خوب سمجھا تہا۔ وہ یزید کی مصلحت کا حامی نہوتا اگر اسے یہہ دکھائی نہ دے گیا ہوتا کہ انکا ہین اُس سے بہت آگے بڑھ سکتی ہین جسکے سمجھنے کا راستہ نہایت ہموار ہوگیا ہے۔ مین ہر زمانہ مین ان فقرات کے درجہ ضرر کا مناسب تمیز نہین کر سکتا لیکن یہہ کہہ سکتا ہون کہ یہہ تلوار سے زیادہ خوفناک کوشش تھی جس سے خاندان رسالت کا نام مٹایا جا رہا تہا! ان لوگون نے اپنے مقتول سے آلہ قتل اور جوش کو ایسی قبر کے حوالہ نہین کیا جو زمانہ کے ساتھہ مٹ جاتی ہے بلکہ ان چیزون کو شیشہ کی قبر مین دفن کیا جس سے اگر مقتول سے ہمدردی کرنے والونکی نفرت و حقارت آجتک زندہ ہے تو فتوی دینے والون کی مصلحت کے ساتھہ دینے والے ابتک اُنکے عکس کو دیکھتے ہین اور اُسکی حفاظت کرتے ہین مین تصفیہ نہین کر سکتا کہ کون زیادہ قابل الزام ہے۔ وہ جس نے قتل کیا یا وہ جسنے قاتلانہ مصلحت کی حمایت کی اور اُسے کاغذ کی ہمیشہ بولنے والی زبان کے حوالہ کر دیا۔ اس سے ظاہر ہوگا کہ متذکرہ صدر فقرات اپنے شمائل اور طینت مین مسلمانون کے پسند کے لایق نہین ہو سکتے۔

فتوی دینے والے اسباب شہادت حسین کو خوب سمجھے تھے۔

مسلمانونکی پسند کے مخالف شمائل اور طینت

ہماری قوم کے کل جاہل اور عالم افراد پیدائش سے لیکر موت تک سب سے زیادہ اس امر کے تمنی معلوم ہوتے ہین کہ دوسری مجلس ہین پہلی مجلس سے زیادہ ماتم کرین حسینؑ کی وہ مظلوم صورت جن پر انکے عزیز ترین رفقا کا غم نقش ہی انکے سامنے آکر گویا کہتی ہی کہ: من کیستم کہ گریہ بحالم کنی ولے دمی شاید تن زیر کفن شہدا گریستن

غم حسین کا اثر

ہمارے بچے۔ جوان۔ بوڑھے۔ لڑکیان۔ مائین۔ بہنین اسطرح اس زمانہ گذرنے کے باوجود بھی ہوئے غم مین روتی ہین جسطرح وہ اپنے عزیز ترین پر نہ روئی تہین۔ اگر ہم اپنے سر برہنہ کردیتے ہین تو وہ بھی ہمارے ساتھہ اپنے سر کے بال کہول دیتی ہین اور اپنے اسباب آرائش کو اس طرح بہولجاتی ہین کہ گویا انہین انکی نمائش سے کبھی کوئی اُناثی کمزوری یا پرذوق رغبت ہی نہ تھی۔ ہر ایک کا جوش غم اس خیال سے بڑہتا جاتا ہی کہ بقیہ آل رسالت کو کربلا سے دمشق تک نہ رونیکا وقت تہا اور نہ رونیکی اجازت تھی۔ انہین تجربہ اور یقین تہا کہ ہمین روتے دیکھکر کوئی بیرحم ہاتھہ ہمدردی کے لیئے نیزے کی انی بڑہادے گا۔

جذبات کی یکرنگی

اسطرح ہمارے افراد۔ خاندان اور قوم اس مظلوم کے ماتم مین متفق ہی۔ ایک خیال۔ ایک ہمدردی۔ غم۔ غصہ۔ نفرت۔ حقارت۔ محبت پسندیدگی کے جذبات ایک وقت مین قوم کے ادنی سے لیکر اعلی تک تقسیم ہوتے رہتے ہین۔ ایک دریا لہرین لیتا رہتا ہی اور کبھی ہم اپنے قومی غم کی مجلسین تمام نہین کرتے جب تک ہم یالیتنی کنت معہم فافوز فوزاً عظیما۔ نہ کہلین

اسباب شہادت کی عام لاعلمی جو لفریبے کہی جاتے

لیکن قوم کا زیادہ حصہ جاہل ہی۔ اگرچہ مشکل سے ایسے حسینؑ کی کوئی مصیبت ہی جسے اسکا ہر فرد نہ جانتا ہو مگر نہ اسے اسباب شہادت حسین معلوم ہین اور نہ وہ کڑیان جنکے جوڑ دینے سے یہ خوفناک زنجیر بنجاتی ہی۔ مضمون اسقدر آسان نہین ہی کہ وہ کند اور بسیط نہ ہوسکنے والے خیال کے اندر آسانی سے سماسکے اور نہ خود قوم کے وہ لوگ جن پر پڑھے لکھے کا اطلاق ہوتا ہی عموماً تاریخ اور خصوصاً فلسفہ تاریخ اسلام اور اسکے ان باریک نکات پر توجہ کرتے ہین۔ بہت سے ایسے ضرور ہین جو ان واقعات اور اشارات سے واقف ہین جنسے اسباب شہادت سمجھے جاتے ہین لیکن انہین بھی اسکا قابل لحاظ اندازہ نہین۔ اسکے عکس مین بے احتیاط غلو اور بیجا تیرہ مبالغے نے بھی اثر کیا۔

افراط انتخاب الفاظ کی شعرا کی اور بے احتیاطی

واقعہ خوانون مین سب ایسے نہ تھے جو مضامین الفاظ اور انداز کے مشکل انتخاب کا صحیح حس رکھتے انہین اکثر غلو کے ایسے کمزور احتیاط کے فقرون سے کہ کوئی مصیبت ایسی نہ تھی جو امام حسینؑ پر نہ ہو شعر نہین

گذری"۔ یا جس صورت سے اس امر مین (رولانے مین) اہتمام کیا جائے اور جس طرح کوشش اسمین صرف ہو وہ سب ایک حد تک مقبول ہے" یا "مصائب ور فضائل کی روایتون مین زیادہ تحقیق کے درپے نہ ہون بشرطیکہ وہ خلاف ضروریات مذہب نہ ہو" مدد ملی اُنہین "کوئی" "جسطرح" "جس صورت" "تحقیق کے درپے نہ ہون" مین پوری اور بے رکاوٹ وسعت نظر آئی اور پھر اسکے بعد جولانی طبیعت ور قوت تصنیف کا روکنا مشکل ہوگیا اُنہون نے ذمہ دارون یا صاحب حس لوگون کی خاموشی سے نفع اُٹھایا بلکہ بے احتیاط ہوتے گئے انکی چاشنی سامعین کا خراب کرتی رہی اور گویا یہہ بے تہاری واقعہ خوانی کی ایک مستند شان ہوگئی بقول سید میر علیصاحب جیسا وہ ہسٹری آف اسلام مین فرماتے ہین کہ "۔۔ اثر کے دائرہ کے وسیع ہونے یا زمانہ کے گذرنے سے قصے اور کہانیون کا پیدا ہونا لابدی ہے کہ وہ بادشاہون اور لوگون کے مزاج اور مذاق کے موافق ہو انسان کی اس فطری خواہش کے اثر سے کہ وہ اپنے مخصوص مذہب کے احکام کو اپنے خاص میلان سے دیکھے کسی مذہب کو مفر نہین"۔

مذہب کے عام وسیع مفہوم سے قطع نظر کرکے مین اسوقت اپنی قوم کے سب سے دلپسند شغل کا تذکرہ کررہا ہون ایسے لوگ ہین جو اب بھی ذکر حسین ع کی مخالفت کو ایک سعی ورنہ سمجھتے ہین وہ اکثر بیش پا اُفتادہ اعتراضات کو اپنی تائید سمجھنے لگے ہین اور اس سمجھانے کو بھی کہ ہم خود تمہارے اعتراض کے مفہوم سے دور ہین اسے اپنی اصلی وجہ عداوت کے جوش مین تجاہل کے ساتھ سُنتے ہین اسلیئے کہ اُنکی تمام غرض یہ ہے کہ وہ غیر صریح پہلوون سے اس امر مین کامیاب ہون کہ ذکر حسین ع نہ کیا جائے اُنکی غرض اپنے تمام تمسخر سارے طنز اور کل پہلوون سے اصلاح نہین ہے بلکہ محو کردینا ہے مجھے اسکے لیئے صرف یہ کہنا ہے کہ اگر صدیون کے تجربہ نے ابتک یہ اُنکے ذہن نشین نہ کیا ہو کہ حسین ع کے ساتھ جوش عداوت پر اُنکے ساتھ جوش محبت و ہمدردی ہمیشہ غالب رہا تو وہ پھر دیکھین گے کہ کسطرح باوجود تمام نئی تراش خراش کی مخالفتونکے ذکر حسین ع اس جہاز کیطرح جو سخت طوفان کے بعد نسبتاً کمزور تلاطم مین خوشنمائی سے پانی چیرتا ہوا سینہ تانے طاؤس کیطرح بڑھتا چلا جاتا ہے۔ روزافزون ترقی پر ہے۔

غم حسین ع کے معترضین کی غرض۔

غم حسین ع کا نشو

اس جگہ مجھے اُن لوگون سے بھی یہ کہنا ہے جو خواہان اصلاح ہین کہ سر کے بل کسی امر کی

مصلحین سے ایک لفظ

اصلاح مین جلدی کرنا اُس سے زیادہ مضر ہی کہ تباہی اپنی حالت پر چھوڑ دیجائے۔ تباہی اپنی معمولی روش سے شاید اُس قدر جلد اپنی خوفناک حد تک نہ پہونچیگی جسقدر اصلاح کی فوری کوشش رسومات پیشین سے چھڑ کر ایک بیمعنی انقلاب پیدا کریگی اور اسلیئے کچھہ زمانہ تک تباہی کو گرم رفتار کردیگی۔ سوچی ہوئی، آہستہ قدم مثال تدریجی اصلاح جس سے لوگ مصلح کے خیالات کے خوگر ہوتے جائین غالباً مفید ہو۔ کرنا سوچنے سے کہین زیادہ مشکل ہی۔ بلکہ نظام مذہبی کی موجودہ عملی عدم ترتیب اور مفلسانہ بے انتظامی مین مسلمانون کے کسی رسوم مذہبی کے پیچھے پڑنا عقل کے خلاف ہوگا جب تک اصلاح شدہ رسم کا نمونہ پیش نہ کیا جائے یا قایمقام طرز عمل کی آسانیان مہیا نہ کردیجائین۔

اسباب شہادت - خلاصہ

واقعہ شہادت اگر مختصر لفظون مین سمجھایا جائے یا اگر تمام کا خلاصہ کسی مختصر عبارت مین سما کر مجسم کیا جائے تو یہہ کہا جاسکتا ہی کہ ایک بڑی جماعت ہمیشہ اس امر کی درپے تھی کہ "نبوت اور خلافت ایک خاندان مین نہ ہو" اور دوسری جماعت کریم النفسانہ شان سے اگر خلافت نہ ملنے پر متاسف نہ تھی تو اس پر ہمہ تن کوشان تھی کہ وہ مذہب کا اصلی وقار قایم رکھے۔ ایک اپنی کوشش مین اس پر آمادہ تھی کہ اپنی مصلحت پر زور دیتی جائے اگرچہ وہ اسلام کے خلاف اور بانی اسلام کے ساتھہ ناحسان شناسی کیون نہ ہو اور دوسری اس استقلال سے مسلح تھی کہ اپنے قایم شدہ حق سے انکار نہ کرے اور دوسرے غیر مستحق کو جائز ذمہ دار دین نہ سمجھنے مین اگر تمام قابل شمار تکلیفین بھی گذر جائین تو وہ حیرت خیز صبر کے ساتھہ برداشت کیجائے۔

اس مشکل جزر و مد اور کشاکش کا نقشہ ایسے کسی واقعہ خوان کے ہاتھون اچھا ہوا دیکھنا جسنے دو فریق کے اس عروج و زوال کی کوشش پر کمزور توجہ بھی نہین کی ہے جسمین طبائع کی مشکل شان اور ناموشانہ رفتار خیال کی گرفت اور عمل کی تنقید کرنی ہے۔ اس عظیم الشان واقعہ کو ناقدری اور بے توجہی سے ایسے خیال اور ایسی زبانون کے حوالہ کردینا ہے جو شایان سے بہت پیچھے ہین۔ اس سے یہہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مین یہہ چاہتا ہون کہ بعض مشہور مثالین اس انداز اور ان الفاظ مین بیان کیجائین

روش مصلحت

جو عام مجالس مین ہر طبقہ کے سامعین کے لیئے موزون نہ ہون۔ ایسا کرنا عام توجہ مین انقباض پیدا کریگا اور یہہ مفید غرض کہ ذکر حسینؑ عام کیا جائے۔ فوت ہوجائیگی۔ یہہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسی روش اختیار کرنے والا کسی طرح مقبولیت نہ حاصل کریگا۔ بلکہ وجہ حسینؑ کو اپنی نافہمانہ

رفتار کے جوش مین نقصان پہونچائے گا زمانہ حال کے کشاکش کی تاریخ نے اگر اس غیر مفید عنصر کو واقعہ خوانی کا
ایک جزو قرار دیا تو گویا مصلحانہ روش جسکی اب تک مفید تقلید کی گئی ہے عقل کے سایہ سے دور کر کے
بے احتیاط جذبات کے تابع کر دی گئی - اور دلپسند لفظون مین سمجھاؤن کہ کیسی ہی جوش خیز حالت مین
حسینؑ کے صبر کی پیروی سب سے اچھی مصلحت ہو گی -

ذکر حسینؑ کے شایان
ہاتھوں میں نہیں رہنے کا
اثر

لیکن بہرحال مین بغیر کہے نہین رہسکتا کہ اگر ذکر حسینؑ اُس سے زیادہ شایان لوگون کے ہاتھوں مین رہتا
جیسا اب تک رہا تو غالباً ہم اپنی قوم اور افراد کو عملاً زیادہ لطیف الخیال - زیادہ حق پسند - زیادہ
مستقل اور زیادہ بلا اور جچا ہوا پاتے - اُنکے خصائل قومی اور روح مذہب کی دوبارہ نمود اگر ایسے
سنوارنے والون اور رہنماؤن کے زیر ہدایت رہتی جو مناسب تعمیر کے لایق ہوتے تو ہمارا اُس سے
زیادہ قوی ہونا جیسا ہم اپنے کو پاتے ہین تعجب خیز ہوتا جسطرح ہم اسوقت اپنے عین وجود یا فنا ہو جانے

قربانی کی عظمت
وجہ کی عظمت ہے

کو سب سے بڑا معجزہ سمجھتے ہین - یہہ معجزہ صادر نہین ہو سکتا تھا اگر شہادت حسینؑ کا ایسا قوی سبب نہ ہوتا -
شہادت حسینؑ نہین ہو سکتی تھی اگر وجہ شہادت اس قدر عظیم نہ ہوتی - یا کیسے قیاس کی جرأت کیجا سکتی
ہے کہ ایسی عظیم الشان قربانی کسی معمولی یا کمزور وجہ کے لئے گوارا کیجا سکتی تھی -

حسینؑ کا مقدس
خون آثار حیات
کا ذریعہ ہے

لیکن حسینؑ کا مقدس خون اسلام کے مرجھائے ہوئے پھول کے ساتھ یہہ کر سکتا تھا کہ اُسمین پھر ایسی
زندگی کے آثار پیدا ہو جائین جس سے مناسب آبیاری کے ساتھ گذشتہ حُسن کی تجدید یا واضح ہو تی
جائین اور ایک زمانہ کے بعد پھر بہار کی کا شباب سمجھنے لگے لیکن یہہ نہین ہو سکتا تھا کہ وہ ہر زمانہ مین اس
مناسب آبیاری کے ذمہ دار بھی ہو سکتے بلکہ شخص چاہیئے تھا جسے حسینؑ کی روح اقدس اپنے سایہ سے ہدایت
کرتی رہتی ایسے اشخاص چاہیئے تھے جو مقاصد حسینؑ کے صحیح جس اور زندہ دل کے قدرداں ہوتے -

کیسے لوگ تھے
حسینؑ کے شایان
شہادت حسینؑ
کا اثر

قربانی ہونا حسینؑ نے روک دیا اور گویا گر چاہے ہے پیچھے ایک فولاد کی دیوار بنا دی تاکہ ہم پیچھے نہ ہٹیں مگر یہ بل
نہ ہٹین تو آگے بڑھنے کے لئے ایک صاف کیا ہوا میدان دیکھا دیا نہ زوال کا مگر کیا جانا ترقی نہین ہے -
اگرچہ زوال کے رک جانے پر ترقی کی کوشش ممکن ہے - درانحالیکہ زوال کے رکنے کے قوی اسباب ہو تے
پر تمام کوششین زوال کے روکنے کے لئے صرف کیجاتین نہ آگے بڑھنے اور ترقی کے لیئے - اسکے بعد اسکی
ضرورت تھی کہ ہم ایسی قوی رہنمائی کے تابع رکھے جاتے جو ہمین چلاتی - چلاتی رہتی اور چلنے کی قابلیتون
سے مسلح کرتی رہتی - یہہ ایسی مصلحت کا کام نہ تھا جسمین شکستگی کا وہم بھی کیا جاتا بلکہ وہ شہادت حسینؑ کے

اسیطرح مسلسل۔ پائدار اور قوی ہوتی۔ صفات قومی کا بنانا یا رو بہ زوال ہونے کے بعد سنبھالنا معمولی دماغ اور ارادے کا کام ہے اور نہ تھوڑی دیر کا مشغلہ بلکہ یون کہا جاسکتا ہے کہ اس بڑے کام کی کوئی حد نہیں ہے اور نہ اس ترقی کی تکمیل کے لیے کوئی زمانہ اسکی انتہا ہے۔

زیر بحث مضمون اس قدر دلچسپ ہے کہ ناظر کو اسمین تھوڑی دیر اور الجھائے رکھنا شاید مقدمہ کو بیجا طول دینے پر بھی خلاف موقع نہ ہو خصوصاً جبکہ ہمین آخر میں اسکے اشارات کی ضرورت ہوگی۔

صفات قومی کے زوال کا احساس

ہم زوال کی تعریف بحیثیت قوم کرکے مسرور نہیں ہے کہ انہون نے قوم مین صفات قومی کو کامل کر دیا نہیں بلکہ دین کو کامل کر دیا" وہ دین تھا جسکی غیر قومین معترف ہین کہ اسنے تعجب خیز اخوت پیدا کی اور وسیع حقوق بین الاقوام اصول کی قوت سے دنیا مین حیرت خیز اثر ڈال گیا ڈال رہا ہے اور ڈالے گا

اسلام و شارع کے ساتھ غیر مسلم مورخین کا طرز عمل۔

اس جگہ مین عام مورخین عالم جو حقیقت اسلام کے سمجھنے مین دلچسپی رکھتے ہین اور جنہیں خواہ مخواہ اس مصلحت کا ساتھ نہیں دینا ہے جتنی الوسع بے احتیاطی سے بچیں اسلام اور شارع اسلام کی تعریفین کیجاتے اس امر پر توجہ دلاؤنگا کہ محض اصول اسلام اور اسکے شعور سے بانی اسلام کو سمجھنا ناکافی ہے جبتک اسمین ذات رسول شامل نہ کیجائے کیسا ہی عمدہ اصول اثر نہیں کیا کرتا جب تک کہ اسکے سمجھانے اور سنانے والی ذات نہین ہوتی۔ اور ایسی ذات جو عمدہ اصول کے ساتھ اثر ڈالتی ہے کبھی یہہ عالم نہ پیدا کرتی جب تک اسمین شایان قابلیتین نہ ہوتین۔ عموماً غیر قوم مورخین نے جہان اس مفید نکتہ سے اعراض کیا ہے وہان پر مفید اور عمدہ صورتون کو اس روشنی مین دکھایا دکھایا ہے [illegible] سے جاننے والا [illegible] یہی خوبیان جو انکے کسی ہیرو اور قوم کے لیے باعث ناز ہوتین ہمارے لیے عیب کہی جاتی ہین اور ایسا کہنے کے لیے بظاہر ایماندارانہ احتیاط سے پیشتر سے بدلے جاتے ہین۔ وہی اصول جنہین وہ ہمارے صدیون کے بعد اختیار کرتے انکے لیے عقل اور انصاف کی حد لیکن ہمارے لیے زمانہ متوسط کی کمی ترقی کہی جاتی ہے۔ ہمارے افعال اور انکے اچھے نتائج بہ خواہ مخواہ بغرض تلاش کیجاتی بلکہ ضرب دیجاتی ہے بعض اوقات ہمارے ساتھ ہمدردی اور ہمین صلاح دینے کے جوش سے انکا اسقدر پیش پیش ہوتا ہے جس سے انہین سانپ سے سانس لینا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اب یہہ دیکھنے والے کا کام ہے کہ وہ سانپ کے بیرونی جسم کیطرح خوشنما ہین یا وہ میٹھے معلوم ہونے والے پھل ہین جو زہر آلود نہین کیے گئے ہین ہماری قابل تعریف باتون کا

اسلیئے اعتراف نہین کیا جاتا یا اُلٹے اسلیئے مذمت کیجاتی ہی کہ ہم اُسپر ثابت اور قایم نہ ہوجائین ایہہ حالتین ہم لوگون کا مقدس فرض قرار دیتی ہین کہ ہم دیکہین کہ ان مختلف الحیثیت اثرون نے ہمین اصل مرکز سے کسقدر ہٹا دیا ہے لیکن اسلام ہر وقت ان صلاح کارون اور ایسے ہی عذر خواہون کو یقین دلاتا ہی کہ وہ بغیر اُنکی صلاح اور عذر خواہی کی جنگ زرگری کے بھی مستغنی ہے۔ اور اُسمین صلاح دینے والون کی شخصیت پہچاننے کی کافی صلاحیت ہی۔ وہ جانتا ہی کہ شہد کی مکہی کا لعاب دہن شیرین ہے لیکن نیش بھی کافی ایذا رسان ہی۔

قوم گرنے کیا کیا

بہرحال نبی عربی نے اگر افراد مین مجموعہ صفات کہا دیا تو قوم مین صفات قومی کے آثار روشن کردیئے اور یہہ سب حیرت خیز تھوڑے وقت مین تھوڑے وقت مین ایسے زبردست قومی عناصر عادت اور خیال مین جاری وساری کردے جنے اور بھی عجب خیز اثر ڈالا ہوتا اگر سانچہ بدل نہ گیا ہوتا۔ اُسوقت بجاے فاتحانہ تہلکہ کے جنے ساخت قومیت سے مستغنی کردیا۔ امن اور رفع فساد کی ہر جگہ حرکت ہوتی رہتی یہہ دونون حالتین اپنی ٹھوس جسامت اور قوی روحانیت سے اس ہیبت خیز شان اور عقلی متانت سے بڑہتین جسکے مقابلہ کی نہ کسی کو قوت ہوتی اور نہ تھی اور نہ انصاف اسکے مخالفت کی وجہ پاتا یہہ صورت بہت کچھہ نظر انداز کی گئی۔ اور زیادہ تر اس شجاعانہ شان سے بلا لحاظ اعتدال کام نکالنا مفید سمجہا گیا جسے اصول اور ذات دونون نے منجملہ دیگر صفات کے پالا تھا۔

سانچہ بدلنے کا نظام قومی پر مضر اثر

مین کہہ رہا ہون کہ رسول نے "دین کو کامل کردیا" اس سے مین یہہ سمجہانا چاہتا ہون کہ قوت یکجہتی مین ہے اور مذہب یکجہتی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اسلام یا نبی عربی کا دین بلحاظ مذہب جوش اور بسرادرانہ لحاظ اب بھی دیگر اقوام مین ممتاز ہے۔ اب اسکے بعد یہہ سوال کرنا چاہتا ہون کہ آخر رسول نے اسکی کیا کوشش کی کہ قوم مین صفات قومی کو کامل کردیتے۔ در انحالیکہ یہہ معلوم ہے کہ صفات قومی کی تعمیر ایک دن کا کام نہین ہی۔ لاذری کا ایسا قدیم جنیہ مصلح زمانہ حال کے اس خیال کے موافق معلوم ہوتا ہی کہ قومیت تابع نمو ہی تابع صنعتگری نہین ہی۔ "رسول نے کوئی کوشش اسکے ہمیشگی کے لیئے کی یا نہین یا محض اپنے زمانہ کی ترقی اور کوشش پر قناعت کرلی؟"

یہہ کہنا بہت کافی ہوگا کہ "اثنا عشر نقیبا" کا یہہ صاف مطلب تہا کہ رسول نے اپنے بعد خصائص قومی کی تعمیر کے لیئے کچہہ لوگ یکی بعد دیگرے مقرر فرمائے تھے حقیقتاً "نقیب" کا تنہا لفظ

سوال کا جواب مسئلہ [illegible]

سمجھانے کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ مفہوم زیادہ تر "اثنا عشر" کی تعداد میں ہے۔ ظاہر ہے کہ یہہ عدد ایک زمانہ کے لیے کافی ہے یعنی اس عدد کے نقباء کے وجود کا۔ بغیر ایک وسیع زمانہ کے جسمیں یہہ لوگ نقابت کرتے رہتے۔ خیال کرنا خالی از عقل ہے۔

انکا کیا کام ہوتا ہے بعض کے نزدیک "امام کو صاحب اخلاق حمیدہ۔ اپنی زندگی میں ناقابل اعتراض یا افضل الناس ہونیکی ضرورت نہیں ہے جبکہ وہ مختار۔ بالغ سمجھدار اور خلافت کے معمولی انصرام کار کی قابلیت رکھتا ہے وہ خلافت کا شایان ہے" دوسرے کے نزدیک "امام کو اولاد رسول ہونے کے علاوہ چند صفتوں سے متصف ہونا چاہیئے۔ وہ معصوم ہو اُسکے عادات و اطوار اعلی ترین ہوں اور سچائی میں سب ممتاز ہو" بغیر اسکے کہ ان دونوں فقرات اور دعوے کا تنقیدی جائزہ لیا جائے ظاہری نگاہ میں بھی پہلا کسی مذہب کا امام نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ اگر کوئی بے حد مصر ہو تو یہہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسے مذہب کا امام جسنے اخلاق کو طلاق دیدیا ہو حقیقت تو یہہ ہے کہ یہہ تعریف ایک شخصی خود مختار اور مطلق العنان بادشاہ کی ہے جو یہہ بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے کہ وہ اصول اخلاق کا پابند رہے ہمنے مانا کہ ضرور نہیں کہ وہ وہ عادات و اطوار میں عامہ ناس سے کم ہو لیکن یہہ تعریف ایسے امام کی روحانی اطاعت سے فطرتاً ایک طبعی انقلاب پیدا کرتی ہے جب تک اطاعت کرانے کے کچھہ اور ذرایع نہ ہوں طبیعت پر کیا فطری دباو ایسے شخص کا ہوسکتا ہے جسکے خصایص اخلاقی نہ مستند ہیں نہ جنکی تعمیہ آیندہ کے لیئے کوئی چھوٹا سا دعوی ہے۔ بلکہ دوسرے پہلو سے یہہ سمجھنے کی کافی آزادی ہے کہ امام کو اپنے اس منصب کے وسیع ذرایع سے بمقابلہ عامہ ناس حدود اخلاقی پر پوری اور بے پرشش دستبرد کا اختیار ہے۔ اسکی مثالیں اموی اور عباسی دور میں کافی سے زیادہ ملتی ہیں اور ایسی تعریفیں گڑھنے والوں میں شاہزادی۔ جام شراب اور کثیر انعام کی امید اور شاعرانہ غلو پیدا کردیتی ہے۔ سوچنے والا سوچ سکتا ہے کہ کیا کسی نبی اور قوم گر کی امت کے والی امر ایسے ہی ہوتے ہیں؟

اختلاف نقابت کا دوسرا مضر پہلو یہہ تھا کہ آل رسالت کا جما ہوا اور مستند تقدس اگر امامت کا عناں گیر ہوتا تو کسی کو عذر کی گنجائش نہ ہوتی بلکہ ایک قومی مرکز اور تربیت خصائل کے لیئے ایک زبردست سانچہ ہوتا اور نہ کبھی شبہہ کیا جاسکتا نہ ضرورت ہوتی کہ سانچہ بدل گیا۔ گذشتہ میلان طبعی کی تاریخ بھیانک نہ کرتی اور کیسی ہی خاموشی سے دل یہہ سوال نہ کرتا کہ تم کون ہو جسکی روحانی اطاعت کو ہم اپنے ذمہ واجب کرلیں۔ تم کون ہو جسے ہم مسائل ناممکن الحل میں اپنا پنچ قرار دیں اور تم کس

خصوصیت سے ہمارے رسول صلعم کے بعد نقابت کا حق رکھتے ہو؟

تیسرا پہلو

تیسرا مضر پہلو یہہ تھا کہ اگر خلیفہ اور امام ایک شخص تھا اور وہ اپنی رحلت کے وقت کسی کو امام بنا سکتا تھا یا لوگ اُسے پسند اور مقرر کرتے تھے تو اس نئے نائب کو نہ اپنے امام پیشین کے مصالح ملت معلوم تھے اور نہ اُسے مصالح ملک و ملت ودیعت کیجاتی تھی۔ اس سے نہ صرف مصلحت کا سلسلہ شکست ہو جاتا تھا بلکہ مرتے ہوئے امام کو خود اس نوعی طریقے سے اس نہایت مفید کیفیت سے لاپرواہ کر رکھا تھا کہ وہ آیندہ کسی کو اس بڑے منصب کے لیے تیار کرے۔ عامہ ناس کو نئے چنے ہوئے امام کی طرف سے نہ یہہ اطمینان تھا کہ وہ گذشتہ امام کے زیر تربیت رہا ہے اور نہ اُنہیں یہہ اطمینان تھا کہ وہ اس منصب کی خدمتیں ہونہار اُنکے تسکین کر لینے کے لایق کر چکا ہے بالکہ فطرتاً اُنہیں ایک زمانہ تک تردد اور شک لاحق رہتا ہوگا۔ حق تو یہہ ہے کہ یہہ اصول انتخاب بجائے نبوت یا امامت روحانی کی تاریخ کے قطعاً شاہی تاریخ کا ایک ورق ہے۔

چوتھا پہلو

اختلاف کا چوتھا مضر پہلو یہہ تھا کہ ایک امام کے زمانہ سے دوسرے امام کے زمانہ تک شکستگی ہی یعنی امام کی پسند میں ایک امام سے دوسرے امام تک ایسی صاف جست کیگئی ہو کہ اگرچہ درمیان میں اکثر لوگ بڑے شد و مد سے حکومت کر چکے لیکن وہ امام نہیں سمجھے گئے یعنی بہت سا زمانہ بغیر کسی نقیب کے گذر اور ایسا اثنا عشر کی تعداد بھی ابھی پوری نہ ہوئی تھی اور اس طرح اس عدد کا مفید استمرار در سلسلہ درمیانی بے اثری سے نقصان اُٹھاتا تھا۔ سب سے طویل جست کی موٹی مثال عمر ابن عبدالعزیز سے خاندان بنی عباس تک چلی گئی ہے۔

پانچوان پہلو

اختلاف کا پانچوان مضر پہلو یہہ ہے کہ اس حیثیت کی امامت قبول کرنیوالے خود اپنے حلقہ میں تجویز نقبا میں اختلاف کرتے ہیں۔

چھٹا پہلو

چھٹا مضر نتیجہ یہہ ہے کہ عامہ مسلمین مسئلہ "نقیب" اور "نقابت" کو مختلف فیہ جانتے ہیں - اور حقیقتاً یہی مسلمانوں کی ہر طرح کی تباہی کی اصل ہوا تھا اور اب بھی ہے۔ اس اختلاف کا شور رہنے اور بہت سے ضمنی تکرار کیے جو آخرین زمانہ کے ساتھ علیحدگی میں ممتاز ہوتے گئے۔ یہہ ایک خوفناک تلوار تھی جو اسلام کے [illegible] جسم پر اپنی برش آزما رہی تھی۔

مسئلہ امامت کے اختلاف کا اثر

اکثر لوگ مسئلہ امامت کے اختلاف کو ہلکے دل سے علما اور مورخین کا اختلاف کہکر خاموش ہو جاتے ہیں

اگر ایسا ہی ہوتا تو شاید مجھے بھیانک ہونے کی ضرورت نہ تھی۔ کاش ان اختلافات کا ایسا ہی ہلکا اثر ہوتا۔
لیکن افسوس یہی مسلمانوں کے اختلاف کی جڑ ہے۔ کسی قوم کے پڑھے لکھے افراد عامہ ناس کی عقل۔
آنکھیں اور زبان ہیں۔ انکے اختلافات نسبتاً انکے قومی اور مہذب دل و زبان سے منقطع ہوتے ہوئے
جب عامہ ناس کے دل و زبان تک پہونچتے ہیں تو قوت صبر اور تہذیب کی کمی کیوجہ سے ایک عام تہلکہ
کے باعث ہوتے ہیں۔ باوجود اصولی اختلاف کے بھی۔ اختلاف کرنے والے علما کا اسلامی فرض ہوگا کہ

علما اور عامہ ناس کا اہم ترین فرض

عامہ ناس کے ایسے کسی مضر ہیجان کی لگام کڑی کیے رہیں اور عامہ ناس کا فرض ہوگا کہ دنگل پیدا کرنے
والے علما سے انکی مقبولیت سلب کرلیں۔ اختلاف کے کبھی یہ معنی نہ ہونے چاہئیں کہ اہل اسلام پر جتنا اصولی
اختلافات سے کوئی قومی اختلاف کا شبہہ کرے یا جس سے ہم قدر مشترک کو اسقدر بھولجائیں کہ معاشرتی

ایک سچی بات

یکجہتیوں میں کوئی فرق پایا جاسکے۔ ہم سب اور اسلام کی گود کے پالے ہیں۔ یہی ہمارا منتر ہونا چاہیے اور
یہی جو اختلاف کا بھوت بھگا دیتا ہے۔ ہم لوگ پہلے مسلمان ہیں اسکے بعد شیعہ سنی اور اہلحدیث وغیرہ
ہیں۔ سوا تعات جو گذر گئے وہ نہ شیعہ تھے نہ سنی تھے نہ اہلحدیث بلکہ زمانہ کی ایک سانس تھے جس میں
تاریخ عالم بدلی۔ مصلحتیں جو اسکی موجب تھیں فنا ہوگئیں۔ معیار اسلامی ہمیشہ باقی رہیگا اب
ہمیں انہیں تاریخی تجربہ اخلاقی قوانین اور اسلامی اصول کی روشنی میں دیکھنا رہیگا۔

اختلاف کی بدبختی

گذشتہ سطروں کا اختلاف اگرچہ اسلام کے لیے ہر طرح کے پرمضرت سامانوں سے مسلح تھا لیکن پھر بھی
کہا جاسکتا تھا یہ یا تو کتابوں کے خاموش ورقوں اور رازداں سینوں یا لوگوں کے دماغ میں دفن ہے لیکن
یہ یہیں تک نہ رہا بلکہ اس نے یہ بھی اپنی بے قناعتی کی روش کے شایان سمجھا کہ ایک ظاہری
شکل بھی اختیار کرلے اور خانۂ کعبہ اتنی الجامع سے اپنے آغوش کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا ہوا دیکھتا
رہے۔ وہ جگہ جو خدائے واحد کی عبادت کیلئے مقرر کردی گئی تھی جہاں تمام مسلمان بلا لحاظ قومی
تقسیم و جنسیت و نوعیت انسانی و زبان صرف اسلام و رسالت [illegible] بعد توحید کا خوشگوار گھونٹ
پیتے۔ اور اسلام کی یکساں عمومیت اور عادلانہ پر لطف سادگی کی کیفیت کو اپنی یاد میں ہمیشہ قائم
رکھتے وہاں اب اپنی تمام مشقتوں کے برداشت کے بعد اپنے کو اس عبرت خیز نظارہ سے
بھی باز نہیں رکھ سکتے۔
ذرا سوچو اس حالت کو کہ گویا رسول پھر سے دنیا میں بھیجے گئے ہیں اور وہ نہ صرف اسلام کو

مختلف فرقون مین تقسیم کیا ہوا بلکہ خود کعبہ اور طریقہ عبادت کو بھی ٹکڑے ٹکڑے دیکھتے ہین۔ اِسوقت آنحضرت
مکہ کی وہ پہاڑیان یاد کرتے ہین جبپر بیعت لیرہے تھے دامن کوہ اور گھاٹیون مین آدمیون کی زندہ ندی بہہ رہی
تھی اور یدخلون فی دین اللہ افواجا کی پیشین گوئی پوری ہو رہی تھی۔ اُسی چوٹی سے اب خانہ کعبہ کی
گود کے مصلے دکھائی دیتے تھے۔ رسول یاد کرتے ہین کہ ہمنے واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا کہا تھا
اور اُسی وقت انہین اُن فرقون کی فہرست سُنائی جاتی ہے جو اُنکے بعد سے آجتک مرتب ہوئی ہے۔ !

وجہ نہ تھی یورپین مورخین کو وہ کچھہ سوچنے اور صلاحین دینے کی جس سلسلہ خیال کو انہون نے
اپنی تحریرون مین ظاہر کرنا مناسب سمجھا ہے اگر ایسی ظاہری صورتون نے اُنکے آمادہ کرنے مین مدد نہ کی
ہوتی۔ اُنکے سیاسی رموز مین ڈوبی ہوئی تحریر کو مسلمان بغیر اُنکے نتائج اور انعکاس کو قبول کیے ہوئے
بھی اسطرح پڑھہ سکتے ہین کہ اپنی واقعی مضرحالتون کی اصلاح کرین۔

قوم اسلام میں اختلاف کو کیونکر راہ ملی

دوسری نوعیت کے ائمہ

امامت مسلمین کا یہی ایک رُخ نہ تھا جس کا تذکرہ صدر سطرون مین اشارہ کیا گیا بلکہ اسکے علاوہ بھی تھا
جسے اجماع یا مصالح کی آن۔ وغیرہ سے کوئی تعلق نہ تھا جن پر چلنا اور چلانا مذکورہ حیثیت کے ائمہ کے
موافق تھا۔ یہہ دوسرا سلسلہ علی اور اولاد رسول کا تھا۔

انکی امامت بے مضرت اور بے اعتراض ہوتی

اسمین کوئی شبہہ نہین کہ اگر پہلا گروہ ائمہ اختیارات اور عامہ ناس پر اسطرح قابض نہ ہوجاتا جو ایک
واقعہ تاریخی ہے تو موخرالذکر گروہ ائمہ امت رسول کا بے مضرت اور بے اعتراض قائم مقام ہوتا
اس لیئے کہ ذیل کی باتین نہ ہوتین۔

بعض باتون کی مثالین

عرب کی ایسی عمومابندہ زر قوم جب یہہ دیکھتی تھی کہ ایک ہر حیثیت سے بے حق شخص ایک دوسرے
حیثیت سے حقدار شخص کے مقابلہ مین رسول کا قائمقام بنجاسکتا ہے اور اسطرح اختیارات
اور حکومت پر قابض ہوتا ہے تو وہ اور اُسکے اولاد کیون نہ محض اختیارات اور حکومت کا حوصلہ
کرینگے۔ درانحالیکہ رسول کی قائمقامی کی نہ صرف قابلیت یا عدم قابلیت کی بحث رسول کی تجہیز
و تکفین کے ہم وقت ثقیفہ بنی ساعدہ کے مشہور جلسہ مین تجاہل پیدا کرنے کی کسیقدر ممتاز
قابلیت سے اُٹھا دی گئی تھی بلکہ آیندہ ایسے ہی سوال پیدا ہونے کو قد ولیت علیکم ولست بخیر
کمکر انکساری سے روک دیا تھا کیونکہ یہہ حالت اور یہہ فقرہ ایسے ہی حوصلہ کرنے والون کے
لئے سنہ ہوتا لیکن بلاشبہہ خلافت رسول کے تقدس کے لیئے یہہ مہلک ضرب تھی۔

فضیلت کا اٹھایا جانا خلافت رسول کے تقدس کیلیئے مہلک ضرب تھی

نہ صرف اختیارات کے حاصل کرنے کا موقع اور انداز اور مسئلہ افضلیت کا درمیان سے اٹھا دیا جانا بلکہ اسکے بعد اختیار حاصل کرنے والوں کا اپنے کو اپنی جگہ مضبوط اور قایم کرنے کیلئے خالصاً ملکی ذرایع استعمال کرنا اوروں کو امیدین دلانا بے لگام حوصلوں کی آگ کو اسیطرح بھڑکانا تھا جس سے لوگ نہ صرف اپنے گذشتہ تعمیر خصائل کے اعتبار سے پست ہوتے جاتے بلکہ آیندہ اس نئے قسم کی تعمیر کے خوگر ہوتے جاتے جو اپنی ساخت کے اعتبار سے کیسا ہی کیون نہ ہو لیکن رسول کی تعمیر سے بہت کچھہ الگ تھا۔ بہت درست کہا ہے کسی نے کہ جیسا خدا ہوگا ویسے ہی اُسکے پرستش کرنے والے ہونگے۔" یا مجھے آدمی دکہا دو مین اُنکے اصول بتا دونگا آدمی اس چیز کی اخلاقی طینت کے مشابہ ہوتا جاتا ہے جسکی اُسکے دل مین وقعت ہے۔ یا جسکی کسی طرح پیروی کرتا ہے۔ یہہ اُسکی طبیعت پر عمل کرتی رہتی ہے اور وقعت کرنے والا اپنے کو اُسکے مثل بنانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اُسکے عنایات کا منتظر رہتا ہے اور اُسکے ارادون کی موافقت کرتا جاتا ہے۔

یہہ صورتیں اسکی بھی مقتضی تھین کہ اپنے مددگارون کی عامہ ناس پر مضر اثر ڈالنے والی کارگذاریوں پر باز پرس نہ کیجاتی۔ جس سے اپنے دائرہ کے لوگ امت پر کسی قدر مطلق العنانی سے دستبرد کا موقع پاتے اور اُس دستبرد سے زیادہ نقصان رسان اثر اُسکی اس طرح کی حفاظت کا تھا کہ "وہ تلوار نیام مین نہین رکہی جا سکتی جسے خدا نے کہینچا ہو" یا کسی حد کے روندنے والے کو "سیف خدا" کا ایسا مقدس خطاب دیدیا جائے۔

امیدین دلانے کا اقتضا یہہ تھا کہ وہ لوگ جنہین امیدین دلائی تھین امید کے شایان کسی ایسے کام مین اُلجھے رہتے جو دونون کے لئے مفید ثابت ہو۔ اُلجھنے کے ذرایع چاہیے تھے۔ ذرایع پیدا کئے گئے اور سب سے پہلے اس وضع کے نقیب نے رسول کی امت کے خون کو اپنے اوپر جائز کرکے اپنی اس قوت کے اجتہاد کا اثر آیندہ ہر زمانہ مین جاری کردیا یہہ سختی اسلئے جائز سمجھی گئی کہ کچھہ لوگون نے رسول کا نقیب بنے سمجھنے اور بیت المال کو بارونق بنانے مین دلچسپی سے انکار کیا تہا۔ دوہری نافرمانی تھی ایک تو یہہ کہ انکا انکار کرنا ایسے نقیب کے اختیار کی نفی تھی۔ دوسرے ایسے حوصلون کے قاضی الحاجات کی زیارت تعیوہ لوگ جو دار الحکومت مین امیدون سے بکثرت سے کیئے گیئے تھے گرفت کے باہر ہوجاتے خشک امید قناعت کا اچھا نتیجہ نہ تھا۔ تو تیسری ایک سخت ناگوار بات تھی وہ یہہ کہ ان انکار کرنے والون کے

خصوصی کمالات

مددگارونکی جرائتون سے چشم پوشی

اُلجھے رکھنے کے ذرایع

پہلی نوعیت کے ائمہ

دوسری نوعیت کے ائمہ کے موید جو ... کے ساتھہ

نزدیک رسول کا نقیب دوسرا تہا اور ایک تیسرا مسئلہ پیش کر رہا تہا کہ اگر تم ہو سکتے ہو اور حق دار
گروہ نہین ہو سکتا تو ہم کیون نہ ہون - حالت نازک تھی - کیونکہ یہہ ابتدا مین جڑ پکڑ رہے تھے - صاحب
اختیار گروہ کے لیئے انکی کوئی کوشش وہ حق دار کے لیئے ہو یا اپنے لیئے دونون طرح مضر تھی - تو بین
سخت احکام اور ہدایتون کے ساتہہ روانہ کی گئین - ملانے کی کوششین کیگئین - آخر مین ٹھنڈا فولاد
گرمیون کے سرد کرنے کے لیئے کام مین لایا گیا - اور یہہ سختی تھی ان کارروائیون کے کہ اگرچہ انکار کرنے
والون کا ایک افسر جان بچانے کی مصلحت سے ساتہہ ہو گیا مگر ملِ جانا نہ اس خوفناک یادداشت
کو دماغ سے نکال سکا اور نہ ٹھنڈی سانس روک سکا نقیب کے سپاہیون نے عہد کے بعد
ایفا کے وقت حیرت خیز تاویل کی اور یہہ کارروائیان یا تو "خدا نے سینہ کہولدیا" اور ریا
"صلاح دین" کے تقدس مین ڈبوے ہوئے فقرون مین ظہور کرتی تھین -

غلط اندازی یا اچہی قدرت کا برا مصرف

وہ یک طرفہ جلسہ جو پہلے گروہ ائمہ کے لیئے اختیار بخش ثابت ہوا اور جسکے باضابطہ ثابت کرنے مین کافی
عرقریزی کیگئی ہے اصول انتخاب کے لحاظ سے قابل تعریف ہوا ہو لیکن اس سے انکار نہ کیا جا سکیگا
کہ انصار کو اوس و خزرج مین تقسیم کرنے اور پرانی کشیدگیان بلکہ عرب کے طینت کے برے عناصر کے
زندہ کرنے کا بہترین ثبوت تہا جسکے دبانے اور اصلاح مین بانی قوم نے بہت سی زحمتین گوارا فرمائی
تہین - بنی امیہ کا پرانا مقتدر گروہ اور بنی ہاشم کے ایک دن پہلے حاکم جماعت اس لامعلوم اور
گویا پردہ نشین جلسہ کی کارروائیون سے ناموافق تھی اور اسیطرح اسکے بھی بین ثبوت ہین کہ مقتدر
افراد مہاجرین بھی دوبارہ انتخاب چاہتے تھے جس سے گذشتہ انتخاب پر عکس پڑتا تہا خود یہہ انصاف آمیز
خواہش نہ صاحب اختیار گروہ نے قبول کی اور نہ بجز عام ملکی چالون کے اس کا مسلمانون کی عام خواہش
کے موافق فیصلہ کیا - اس سے مین یہہ سمجہانا چاہتا ہون کہ بعض کی اس پر تعجیل خواہش اور اوس
خواہش کے جلودار اعمال نے جسکی نیت کے حُسن اور قبح سے اسوقت بحث نہین ہے یہہ افسوسناک

اختیار بخش جلسہ کی مضرتین

نتیجہ پیدا کیا کہ وہ بڑے بڑے قومی گروہ خیالات مین متفرق ہو گئے جو ایک دن پہلے ایک تھے بعض کو
بعض سے شکایتین پیدا ہو گئین - ایثار ہمدردی اور یکجہتی غرض معدوم ہو گئی - کہنے والا
کہہ سکتا ہے کہ اس جلسہ کے لوگون نے رسول کو تو دفن نہ کیا لیکن ان صفات کو دفن کرنے مین
بہت جلدی کی جو انہون نے قوم مین پیدا اور زندہ کی تہین یقیناً اس نقصان کے اندازہ کرنے

قومی عناصر کی فنا

مین مبالغہ ممکن نہین ہے۔

نقابت کے اس اصول کی مخالفت مین خاندان امیہ کے مشہور ترین شخص کا یہہ فقرہ ہمیشہ کیلئے یادگار رہا جو تاریخ کے راز دار سینون مین محفوظ ہے کہ "اگر تم کہو تو مدینہ کو سوار اور پیادون سے بھر دون"

زبردست مخالف کی خریداری اور اُسکا آیندہ اثر

خود غرضانہ ہوشمندی سے اسکا علاج کیا گیا اور اس مخالف انتخاب کے دو لڑکے یکے بعد دیگرے شام کے ایسے زرخیز ملک اور فوجی اور ملکی افسری کے ایسے بڑے عہدون پر بحال کیئے گیئے۔ اس سے یہہ پرحوصلہ گروہ اگرچہ ایک زمانہ کے لیئے فارغ اور خاموش ہو گیا لیکن شام بنی امیہ کی آبادی کا مرکز اور قلعہ ہو گیا۔ اسی جگہ سے اس منتقم گروہ کی بنیاد مضبوط ہونے لگی مجھے اس سے اسوقت بحث نہین ہے کہ ایسے قسم کہائے ہوئے دشمنان آل ہاشم کو جیت کر قوی کرنا کہان تک نیّت اور غرض پر شبہہ وارد کرسکتا ہے لیکن اسلام کی تاریخ نے جلی حرفون سے لکھا ہے کہ اختیار سپرد کرنے کی اس تجویز نے وہ دانستہ ہو یا نادانستہ جو اپنی دانست مین خاندان رسالت کا نام مٹا ہی دیا۔ اور مٹانا کسے کہتے ہین اگر حرملہ ابن کاہل اسدی کے تیر اور چھہ مہینہ کے بچّہ کے خون آلود گلوے نازنین کی شرح اسکے علاوہ کچھہ اور نہین ہے۔ بنی ہاشم سے اختیار لے لینا جسکی ابتدا تھی بنی ہاشم پر اُسی مصلحت کی پیروی سے اختیار صرف کرنا اُسکی انتہا تھی۔

آیندہ زوال کے اسباب کے ذمہ دار پہلی نوعیت کے نقباء تھے۔

بعض اوقات چھوٹے اسباب بھی بڑے نتائج پیدا کرلیتے ہین چہ جائیکہ ایسے اسباب جو ابتدا ہی مین بڑی مخالفت کے عناصر سے پُر ہون۔ اسطرح کی حکومتین جب فتوحات سے دم لیتی تہین تو اندرونی عناصر تفرقہ اپنا اثر دکہلاتے تھے۔ فوجی جوش۔ گھر کی ناموافقتین۔ حسد۔ ناتربیت یافتہ حوصلہ۔ عام ہمدردی کی کمی۔ ایثار۔ بیجا غرض کی فراموشی کسی اعلیٰ فرض کے زندہ احساس کی کمی۔ اور اُسکی طرف سے صاحب اختیار نقبا کی سرد توجہی بلکہ تجاہل۔ روحانی مرکز کی بگڑی ہوئی ابتدا اور اُسکی طرف سے پیدا کی ہوئی خیالات کی پاشانی۔ موجودہ نقیب کا روحانیت کیطرف سے طبعی استخفاف۔ اُنہین بیکاری مین مشغلہ بتاتی تھی اور وہ دیکھتے تھے کہ ہمارے وہ دشمن جنکو ہمنے اپنی تلوارون سے مرعوب کرلیا اس اندرونی دشمن کے مقابلہ مین بیحقیقت تھے۔ حقیقت تو یہہ ہے کہ اُنہین اپنی اندرونی سخت مخالفتین اور اُسکا پُر مضرت اثر ایک زمانہ تک پُر مضرت اثر ہی

نہ معلوم ہوا۔ اس کے صحیح گرفت کی کمی یا گرفت کے بعد اُسکے روکنے کے ذرایع کی کمی قوموں کے زوال کا باعث ہوئی ہیں۔ اُنہیں اسکے پُر مضرت اثر کا احساس کیونکر ہوتا اسلیئے کہ وہ تو اُن اشغال مین ملفوف تھے جو اُنہیں بتائے گئے تھے مسئلہ نقابت سے اُنہیں اسکے سمجھنے مین کوئی مدد نہ ملی تھی بلکہ تجاہل مین پرورش پا رہے تھے۔

نگاہ مصلحتی کی مثالیں جو اخوت اور مساوات کے منافی تھیں۔

ایک وقت تھا کہ ابتدا مین بعض لوگ حکومت پر قابض ہو کر مصالح ملک و ملت کو آپس مین محدود رکھکر عامہ ناس کو جاہل اور عدم ہمدرد رکھتے تھے پھر یہہ نمو ہوا کہ مسلمین عرب کے مقابلہ مین غیر عرب مسلمین تسویہ حقوق کا دعوے نہیں کر سکتے۔ وہ ملکی امورات مین ہون یا مذہبی۔ اور پھر یہہ ترقی تھی کہ بنی امیہ بجائے عام ہمدردی کے صرف بنی امیہ کے ساتھہ ہمدردی کرنا اور اختیارات کا آپس مین رکھنا اسلام کے شایان سمجھے تھے۔ کون کہتا کہ یہہ ترکیبین قوم کر کی عالمگیر اسلامی مساوات۔ اخوت۔ اور معاشرت کا خون ہے۔ کس کے پاس ایک سے زیادہ زبان تھی کہ وہ کسی ایک کے کٹ جانے پر اُسکا غم نہ کرتا اور دوسرے سے کام لیتا کسکی آواز اسقدر بلند اور قوی تھی جو یہہ سُناتا کہ تم ایک عظیم الشان ساخت قومیت کو منہدم کر رہے ہو مگر یہہ کہ حسینؑ مظلوم کے گلوے بُریدہ کی خون آلود رگین نقابت کرتین۔

مصلحت کی ابتدا اُسکے سمجھنے مین بارج تھی۔

گذشتہ اشارون کے اعتبار سے یہہ ظاہر ہو گا کہ جب نقیب کی ضرورتین اُسے بعض مصالح کے ایجاد پر آمادہ کرتی ہین تو اگرچہ وہ ابتدائً چھوٹی معلوم ہوتی ہون اور اس وجہ سے عملی تجربہ لوگون کو نہ ہونے کیوجہ سے بازپرس نہ بھی کیجاتی ہو لیکن جسوقت کچھہ ہی دن کے بعد مبالغہ کیا جاتا تھا اور جب لوگ اُسے سمجھتے تھے تو اگرچہ وہ مخالفت کرنے کی قوت نہ بھی پاتے ہون تاہم ذمہ داران نقابت اور اُنکے جلوداروں سے مخالفت اور بددلی کا سرمایہ مستقل اور زیادہ ہوتا جاتا تھا بہ استثنائے اُن لوگون کے جنکے لیے ایسی کارروائیان ثمر خیز ثابت ہوتی ہون۔

بڑی بڑی تاریخی شہادتون مین سے اگر کوئی مثال طلب کیجائے تو شاید یہہ فقرہ جو ایک ذمہ دار نقیب کے لیئے ایک اُسی کی جماعت کے نزدیک قابل اعتبار زبان سے ادا ہوا تھا۔ کافی ہو گا کہ "ابھی رسول کا کفن پُرانا نہیں ہوا لیکن اُنکی سنت پُرانی ہو گئی"۔ اس جملہ کی واقعیت اور اثر کو ہر پڑھا لکھا مسلمان جانتا ہے۔

یہہ تاریخی مثالین ممکن ہین کہ کسی کے نزدیک اب بھی قابل اعتبار نہ ہون جیسے زمانہ گذشتہ مین

نہ ہوئین لیکن اُسے سوچنا ہوگا کہ بڑی لہرین لینے والے دریا کا سوتہ اپنی جگہ ایسا ہوتا ہی جیسے کسی
ناسمجھ کھیلتے ہوئے بچے کا مٹی کا گھروندا ابتداءً روک سکتا ہی لیکن آخر مین یہی جب دریا ہوجاتا ہے تو
سلطنتون کے انجنیر اُسکے پرچانے اور تابع کرنے کی اپنے مین قابلیت نہین دیکھتے مضرت کا درجہ
تمیز اس سے ہوگا کہ قابل اعتراض حالتین صاحب اثر اور صاحب اختیار لوگون سے سرزد
ہوئی تہین مصلحتین یا تو انہین کی ایجاد کردہ تہین یا اُنکے انداز اور برتاؤ سے اُنکی پیروی کرنے
والون مین وہ تحریک ہوتا تہا جو عجیب پہلو و نتیجہ سے مضر تہا۔ بڑون کی باتین مثالین ہوتی ہین۔
اسطرح ایک زمانہ آتا ہی جسمین قوم کے بڑے اور چھوٹے دونون مین سے کسی کا کوئی محافظ اخلاق
اور قومیت نہین ہوتا کیونکہ ایک سلسلہ پر مضرت اثر اور اُسکے بعد اُسکی عادت اُنہین اُنکے بقاے
قومی کی صفات سے خالی کردیتی ہے۔ مین ڈاردن کی فہانت کا معتقد و معترف نہین ہون جسقدر
اُسکے عکس مین آدمی اور قوم کے مسخ ہوجانے کا قائل ہون ہم ڈاردن کی تہیوری کی کڑیان کیون صحراون
مین ڈہونڈہتے پہرین جب اُس سے بدرجہا اچہا کام سامنے ہی کہ آدمی آدمی رکہا جائے اور جانور
نہ ہونے دیا جائے۔

چھوٹی باتون کا بڑا نتیجہ

دوسرے گروہ ائمہ کا امت رسول پر حاکم ہونا قطعاً بے مضرت ہوتا۔ متذکرہ صدر اصولی غلطیان نہ
ہوتین۔ اسلیئے کہ ان غلطیون کا پیدا ہونا اول الذکر اصول امامت سے تہا جو نہ صرف بادی النظر
مین بے اصول بلکہ آئندہ بے اصولیون کے ایجاد کا محرک تہا۔ اصولی غلطیان کل ڈہانچے کے شکست پر
منتہی ہوتی ہین اگرچہ فروعات کی ترتیب کیسی ہی دوربینی اور احتیاط سے کیون نہ کی گئی ہون اس
اصول سے ملکی معاشرتی اور اخلاقی اعتبار فنا ہوگیا اور اُسکے گرد و پیش کے اتفاقات نے مل جل کر
اُسکے سمجہانے مین کوئی کسر اُٹہا نہ رکہی اور حالات کے پوست کندہ ہونے پر بندہ غرض کے علاوہ
کسی بے تعلق شخص کیلئے کوئی دلکشی باقی رہگئی۔ اُلجہنین پیدا ہوئین یہہ واقعہ ہے۔ نہ ان کو موقع
بینی اور بازی جیتنے کے لیئے خلاف معمول کوششون کی ضرورت ہوتی اور نہ اُلجہنین پیدا ہوتین
اُلجہنون سے میرا مطلب وہ طبعی انقلاب ہے جسنے رسول کے تعلیمی اثر اور مقدس ذات کو بہلا کر قطعاً
نئی روش پر لوگون کے خیال کو لگا دیا۔ اور نئی روش نے لوگون کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیئے وہ کوششین
ضروری سمجہین جسنے نفس اسلام کے ساتہہ مضر اثر کیا اور چونکہ یہہ کوششین بقاے قومیت کے اغراض سے

انہدام اساس

خالی تہین جب نئی تعلیم اور روش نے اپنا خوگر بنالیا تو اسلامی یکجہتی جو اب تک اُنکی مدد کرتی آئی تھی بہت کچھ کمزور ہوگئی۔ اور نتیجہ یہہ ہوا کہ اس روش کے نقبا خود اُسی جال مین اُلجھ گئے جو اُنکے متقدین نے بچھایا تھا اور ابتدا مین اُسنے اختیار اور حکومت پر قابض کرا دیا تھا۔ تخت ہالا اور بیٹھ گیا۔ وہ قوم اب نہ تھی جسکی لاعلمی پاے سنبھالی تھی۔ اب نہ قوم تھی اور نہ تخت۔

نفع اور نقصان کا موازنہ

یقیناً مین مبالغہ نہین کرتا اگر یہہ کہتا ہون کہ فارس اور شام نہین بلکہ اُن تمام فتوحات کو ایک طرف رکھو جو ملکی اسلام کے عروج کے زمانہ مین ہوئین اور ایک طرف اُن مضرتون کو رکھو جو گذشتہ اسباب نے پیدا کین اور جسکے اسوقت سمجھنے مین زیادہ دشوار یان نہین ہین تو یہہ طے کر لینا آسان ہوگا کہ آگ کی طرح پہیلنے والی فتوحات کا ہونا اور اُسکا اُن اسباب سے تباہ ہو جانا اُسقدر مفید نہ تہا جیسا اُن اصولی غلطیون کیوجہ سے دیرپا مضر اثر ہوا مسلمان اسلیے بڑہتے تھے کہ اُسے خود اپنے ہاتھ سے تباہ کرین۔ مجھے اسلام کی تاریخ مین اس سے زیادہ واضح کوئی بات نہین دکھائی دیتی۔

کامیابی اسلام کی پیدا کی ہوئی بقیہ صفات کی بدولت تھی۔

اگر عروج اس مفہوم مین تہا کہ مسلمانون مین بمقابلہ دیگر اقوام کے زیادہ شجاعت استقلال اور دیگر اقوام کے ساتھہ عمدہ برتاؤ کا خیال تہا تو سے بجوڑ ہوا مرثیہ یاد دلاؤن گا کہ اُسی مرحوم اسلام کا صدقہ تھا جسکی عظیم ذمہ داری اور عنانگیری کا مشکل مسئلہ ہمارے ملک کے ذلیل ترین پنچایت اسکے انصاف اور توجہ سے بھی کم وقعتی سے دیکھا گیا۔ میرا یہہ عرض کرنا مائل تفتیش کے لیئے شاید پُرلطف توجہ کے قابل ہو کہ قوم کی یہہ صفات نہ ان نقبا نے پیدا کی تہین اور نہ اسکے قائم رکھنے کی ادنی کوشش کی تھی جس کوشش کو ہم اغراض فتوحات سے مستثنی کرکے تعمیر قومی کے حوالہ کر سکین۔

مثالیں جنمیں اسلام کا شائبہ تہا
اختیار ائمہ کے خصائل اور تعلیم کا اثر

مین ابو المحجن کے ترک شراب۔ خالد کی کوشش بعد عزل وغیرہ کا منکر نہین ہون لیکن اگر ابو المحجن کے ترک شراب کے خیال کیوجہ سے اُسکے افسر کے انعام سے زیادہ دکہاتی ہے تو خالد کی خاموشی کو اُسکے افسر کی اندازہ اور موقع شناسی کی کمی یا عدم احتیاط سے زیادہ قابل ستائش سمجھتا ہون۔ مذہب اگر ایک کے ترک شراب کا باعث تہا تو دوسرے مین وہ اطاعت جو مذہب نے سکھائی تھی فرمانبرداری کی محرک تھی۔ اُنکا ایسے مواقع پر اپنے نفس کے ساتھہ اجتہاد کرنا اسلام کے اثر سے تھا نقیب کے تعلیم اور اثر کے خیال کی اُس مین نہ جہلک تھی اور

نہ اسکا کوئی سایہ سمجھنے کے وجوہات دکھائی دیتے ہین گذشتہ زمانہ یا اوایل مین عروج کے اسباب وہ تہوڑی سی خوبیان تہین جو عادات اور خیالات مین چھپی چھپائی رہگئی تہین۔ نقیب والے یا اُسکے بعد کے ایک آدھ قایم مقام اس تعریف کے مستحق نہ تھے کہ انہون نے حفاظت کی کوشش کی تھی نہ زمانہ کے گذرنے نے جہان بقیہ خوبیون کو قومی حافظہ سے خارج کردیا وہان برائیون اور انتشار قومی کا سودہ بڑہتا گیا عناصر قومیت کسی جلد مین نہین رہتے بلکہ قوم کی عادات اور خیال مین رہتے ہین اور اسیطرح منتقل ہوتے رہتے ہین۔

قومی حافظہ

ثانی الذکر گروہ ائمہ کا امت رسول کا عنانگیر ہونا بے اعتراض بھی ہوتا۔ اسلیئے کہ عالم اسلام کے نزدیک رسول کا ہر طرح کا حق ناقابل اعتراض تہا۔ لوگ تسلیم کرچکے تھے اور اس تسلیم کی بنا پر خاندان رسالت مین سے کسی کو چاہتے تھے۔ لوگون کا ایسا چاہنا بعض کے لیئے باعث اضطراب تہا نہ اونکے نقیب ہونے پر کسی کو یہہ کہنے کی ضرورت ہوتی کہ دو ہم مدینہ کو سوار اور پیادون سے بھردین اور نہ مانعین ذکوۃ کو قتال کرنا اور قتل ہونا خواہمخواہ بہلا معلوم ہوتا نہ مغرور عرب یہہ کہہ سکتے کہ ہم کسی کم درجہ نسب اور منزلت شخص کو اپنا افسر قبول نہین کرسکتے۔ نہ انصار کے ایسے مقتدر گروہ کا افسر ایک زمانہ تک آزار کنارہ کشی مین اپنی تسکین سمجھتا۔

دوسری نوعیت کے ائمہ کی بے مضرتی کی مثالین۔

ثانی الذکر گروہ ائمہ کا امام ہونا نہ صرف بے مضرت اور بے اعتراض ہوتا بلکہ مفید بھی ہوتا۔ بے مضرت اور بے اعتراض کے معنی عموماً ضرور یہہ نہین ہین کہ وہ پر فوائد اور مقبول بھی ہوتا لیکن اس مخصوص موقع کے لیئے یہہ سوچنے کے کافی وجوہات ہین کہ وہ مقبول اور مفید بھی ہوتا۔ یہہ کیا کم مفید تہا کہ اسقدر مضرتین نہ ہوتین جو زوال قومی کیوجہ ہوئین اور جب مخالفت مین آوازین نہ آتین بلکہ رسول کے تعلیمی اثر اور زیر تربیت طبیعتین۔ خاندانی مستند شرافت اور اُسکی طبعی جلوگیر خوبیان ذمہ دار ہوتین تو اُسکے مقبول نہ سمجھنے مین عالم کے تجربہ اور اخلاقی اعتبار کا منکر ہونا ہوگا خصوصاً ایسی حالت مین کہ لوگ کسی دوسرے اثر سے متاثر نہ ہوئے ہوتے۔

مفید ہونے کے وجوہات۔

مقبول سمجھنے کے لیئے متذکرہ صدر فقرات کہ "ہم مدینہ کو سوار اور پیادون سے بھردین" یا "خاندان رسالت مین سے کسی کو چاہنا" یا مانعین ذکواۃ کا انکے حقوق کی تائید کرنا یا انصار کا ایسی ہی خواہش کرنا کافی اور اسکا ثبوت ہی کہ ہر ایک فرقہ اُنکے عنانگیر اسلام ہونے کو کسی خیال ناموافقت سے

مقبولیت

نہ دیکھہ رہا تہا بلکہ خیر مقدم کے لئے بلا کسی خودغرضانہ سفارش کے تیار تہا۔ انکے ذمہ دار ہونے پر رسول کے بعد کوئی انقلاب نہایت محسوس نہ کرتا۔ اس سے بہی خیال نہ ہوتی حوصلے و خودغرضی مین تحرک نہ ہوتا اور گویا رسول کی تعلیم اور اثر مین ایک ہمشتگی پیدا ہوتی جاتی اور قوم یکجہتی اور ترقی خصائل کیطرف حرکت کرتی رہتی۔

دوسری نوعیت کے امام ول کے تعمیرانہ فقرات

غور کرو اُسوقت کو جبکہ گروہ ثانی کا نقیب اول اپنی معجز نما زبان اور زندہ کرنے والے فقرات کے ساتہہ رسول کے منبر پر ہے (سچ کہا ہے کسی نے کہ منبر کی لکڑیان اُسی کی تلوار سے بنی ہین)۔ کوئی شہر نشین یا شام کا گروہ اُسے مخالفت کیلئے للکارتا نہین۔ (یہہ للکار تو اُسے بے حق کرنے نئی جماعت تیار کرنیے اور قوت حاصل کرنیکے بعد بھی جو ایک زمانہ کی بے قوتی کے بعد اُسکی بظاہر تہوڑی دیر کی قوت کے اثر مین کمی پیدا کرتی تھی) اُسکے آدمی بنانے والے خطبے پڑہو تو تمہین کسی زبان کے سمجھانے سے پہلے خود یقین ہوجائے گا کہ ملہم من اللہ نبی کا شاگرد بول رہا ہے تم اسکا بھی یقین کروگے کہ اُسکے زیر تربیت اور مصلحت کے موافق نقبا کا سلسلہ امت رسول کے لئے مفید ہوتا۔ وہی اپنے بستر احتضار سے کہتا تہا کہ "اپنے درمیانی تنازعات کے مصلح بنو آنحضرت فرماتے تھے کہ اپنی ذات اور اپنے گروہ کی اصلاح تمام روزہ و نماز سے افضل ہے" فرماتا تہا کہ "جب تک بنی آدم ایک رو سیر سے موافقت رکہتے ہین اور بُرائی نہین کرتے اُنکے قبضے سے انتظام اور حکومت نہین نکلتی جب اسکے خلاف آپسمین نزع جائز رکہتے تو کامون مین خلل پڑتا ہے جسکا نتیجہ تباہی ہے" کبہی اسپر متاسف تہا کہ "شاہراہین متروک اور ناپیدا ہوگئی ہین" اور کبہی اسپر سرد آہ بھرتا تہا کہ "ہر اہل و نا اہل دینی اور دنیوی امور مین رائے زنی کرنے لگا۔ تلون مزاجیان دامنگیر ہوگئین" اور کبہی مفید امور ات مین باوجود بے قوت ہونے کے صاحب اختیار لوگون سے شرط کرتا تہا کہ "اپنے ہوائے نفس کی پیروی نہ کروگے"۔ اسکے علاوہ اسکی مثالین آئینگی کہ اس سلسلہ کے ائمہ نے باوجود بے اختیاری کے اجماع امت کا کس درجہ لحاظ کیا اگرچہ وہ ذاتی طور سے انکے لئے مفید نہ ہوتا۔

انکا محض وجود لطافت اسلام کی بقا کا باعث ہوا

انکا نقیب ہونا مفید ہوتا۔ اس بات کو پیش نظر رکہتے ہوئے بھی یہہ کہنا قرین انصاف ہوگا کہ اس سلسلہ کو بے اختیاری یا بے اختیاری کے بعد اختیار حاصل ہونے مین اگرچہ دشواریان ہروقت ملفوف رکہتی تہین اور اس سے گویا نہین کبہی وہ آزادانہ موقع ہی نہین ملا کہ وہ تربیت اور تعمیر قومی کے فرائض ادا کرسکتے۔ تاہم انکا محض وجود لطافت اسلام کی قایم رکہنے کا باعث ہوا اور اگرچہ انکی زبان پر مہر لگادی گئی تھی اور اکثر اسکا موقع نہ تہا کہ اپنے خیالات اور فقرات سے تعلیم کرسکتے لیکن انکا دوسرا

خاموشی مین طریقہ تعلیم

طریقہ تعلیم یعنی خود اپنا عمل اُسوقت تک فائدہ بخش ہوتا رہا جبتک قبر کا گوشہ یا کوی ابن ہبیرہ کا سا قید خانہ انہین لوگون کی نگاہ سے بالکل مخفی نہ کر دیتا تھا۔ انکا عمل لوگون پر اثر کرتا تھا لوگ دیکھتے تھے۔ درشت خو محافظ قید خانہ اپنے مقدس اسیر کا قیدی بنجاتا تھا۔

حسین ؑ کے سلسلہ ائمہ پر انکے پہلے اور بعد کی سختیون کے مدارج اور وجہ

مین جس سلسلہ کو سمجھانا چاہتا ہون اسکے لحاظ سے یہہ کہدینا ضروری ہوگا کہ حسین ؑ کے پہلے اُنکے سلسلہ ائمہ پر اسقدر ظاہری تشدد بجز بعض فوری گذرتی ہوئی حالتون کے نہ تھا جسقدر انکے زمانہ اور انکے بعد تھا۔ اسکی وجہ ظاہر ہے کہ انکے پہلے ائمہ کا زمانہ رسول ؐ سے قریب تر تھا کچھہ دیکھنے والے لوگ تھے اور اسلیئے انپر زیادہ سختی کرنا مصلحت کے خلاف تھا۔ درانحالیکہ حسین ؑ کے بعد سلسلہ ائمہ کے زمانہ مین کئی پشتین مخالفت مین بسر کر چکی تہین بلکہ مان کے پیٹ سے مخالفتون کے ساتھہ پیدا ہوئی تہین سختیان اسقدر بڑہگئی تہین کہ بجاے امام اور نقیب کی زبان کے اسکے پاؤن کی زنجیر اُسکے مظلومی کی نقابت کرتی تھی۔ یا کوئی مظلوم امام اپنے کسی پہچاننے والے کے مخاطب ہونے پر اُسے مخاطا اشارہ ان سے روکتا تھا حقیقی اسلام کے یہہ قیامت تک غم کیلئے کافی ہے کہ توہین آل رسالت مین اسقدر ہمتین بڑہائین اور بڑہ گئی تہین کہ کوئی ان ائمہ کے منہ پر سب کرتا تہا اور جب یہہ اپنے کرم اور عفو سے اُسکی طرف سے منہ پہیر لیتے تھے تو وہ دوسری طرف بھی آکر کہتا تھا کہ ہمنے تمہاری ہی سب کی ہے اور وہ یادگار رسول جواب مین فرماتا تہا کہ مین نے اسی سے بھی اعراض کیا۔ پھر بھی

انکی روشنی

جسطرح حسین ؑ کے پہلے انکے سلسلہ ائمہ نے جان توڑ اصلاح کی کوشش سے یہہ سمجھا دیا کہ ہم بہت کچھہ کر سکتے تھے اگر ہمارے ہاتھہ کہلے ہوتے اسیطرح بعد کے خاموش ائمہ نے اس بڑی قربانی کے بعد بھی باوجود اسکے کہ ہر سنگریزہ اور مسامات فضا مین خاموش قتل یا زہر نفوذ کیا ہوا تھا اپنی مقدس کوشش کے آثار چھوڑے۔ یزید کا دربار ہو یا اموی بادشاہ کو سکہ کی صلاح لینی ہو۔ مامون کا دربار ہو یا امت رسول کو کسی عید مین عبادت کیلئے لیجانا ہو۔ متوکل کے سامنے اپنے خلاف خواہش اشعار پڑہنے ہون یا ہشام کا ایسا شاگرد چھوڑنا ہو جو یارکلی کے مشہور مکالمہ کے صدیون پہلے اُسکی ابتدا کرے۔ یہہ سب معہ اپنے تاریخی آثار کے انہین گوشہ نشینون کی روشنی تھی۔ یہہ لوگ علم اور عقل کو زندہ کرتے تھے اور تہوڑی سختی کی کمی انکے دائرہ تعلیم اور روشنی کو وسیع دیکھنا شروع کرتی تھی۔ دربار اگر سیاسی مسائل اور فتوحات کی پیچیدگیون مین اُلجھتا تھا تو یہہ لوگ دماغون سے الجھنین دور کرتے تھے خیالات کو ہموار کرتے تھے اور کچھہ ایسی روحانی لذت اور علمی چاشنی پیدا کر دیتے تھے

کہ لوگ جرمانے ادا کر کے انسے ایک ایک بات پوچھنے آتے تھے۔

انکے کلام کی سند اور انتہا

انہوں نے آپس کے مصلّے نہیں بنائے۔ ایک امام دوسرے کی گرما گرم مخالفت سے متنفر تھا۔ انمیں پطرس اور پولوس کی ایسی مشہور عداوت اور حسد نہ تھا۔ بلکہ یہہ مقدس سلسلہ اپنے کلام کی سند اپنے مقدس پیشرو سے لاتا تھا یہانتک کہ وہ جناب رسالت مآب پر منتہی ہوتا تھا۔ اس سے نہ صرف صدق کلام اور کلام کے قبول کیلئے یہہ سلسلہ ایک ثبوت تھا بلکہ ایک امام نقیب گذشتہ کی تعلیم و تربیت مین بسر کرتا ہوا اس قابل ہوتا تھا کہ وہ آیندہ کا امام ہو سکے۔

مین حسین سے ہمدردی کرنے والوں کی تعمیر قومی اور ذکر حسین کرنے والونکی عموماً کمی قابلیت اور تعمیر کی کمزوری پر افسوس کرتا ہوا ناظر کو کسیقدر زیادہ بلند لے گیا، ور رسول کے وقت سے انکی تعمیرانہ مصلحت اور خواہش۔ اسکی پاشانی کے اسباب اور وجوہات پر اسلیئے متوجہ ہوگیا کہ قوم کی حالت رسول کے بعد کی مصلحت۔ اسکا اثر مسئلہ نقابت کا حسین سے تعلق اور انکی کوشش اچھی طرح سمجھ مین آجائے جو اس قربانی کی عظمت کے سمجھنے مین معین ہو لیکن ہر حیثیت سے ذاکر حسین کو دوبارہ مخاطب کرنے کے قبل مین حسین کے بعد کے ائمہ کا اسلیئے ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ خود انکی کوشش سمجھ مین آجائے جو شہادت کے قریب زمان کے لحاظ سے تھی۔

شہادت حسین کو حسین کے بعد کے ائمہ نے تعمیر قومی کیلئے ضروری سمجھا۔

حسین کے بعد کے ائمہ نے اس نہتم بالشان قربانی کو تعمیر قومی کیلئے ضروری اور اصل ذریعہ سمجھا مین آسانی بدنظر رکھکر اعمال عاشورا اور زیارت کا تذکرہ کردیتا اور بس لیکن اس شبہہ کے ساتھہ آگے بڑھنے کو دل نہین چاہتا کہ مبادا ناظر ان اشارات۔ الفاظ اور انکے تموج سے بے ہوش گذر جائے جسپر توجہ دلانا میرا مقصود ہے۔ غور کے قابل

اعمال عاشورہ

ہین یہہ احکام جنکے معنے موقع اور حالت مین مخفی ہین کہ۔ اچھے کپڑے پہنو۔ پاک صاف رہو صحرا یا بام خانہ پر رہو۔ آستین الٹی رہے محزون رہو۔ عمل عاشورہ مین شخص۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون رضاً بقضاہ و تسلیماً لامرہ کہتا ہوا کبھی آگے بڑھتا ہے کبھی پیچھے ہٹتا ہے۔ اسکا نفس ایک عالم مین ڈالدیا جاتا ہے جس سے وہ اپنے اس انتشارانہ عمل مین حسین کی اس حالت کا زندہ احساس کرتا ہے جب وہ حضرت

ایک حالت

اپنی ناقابل بیان حالتون مین کبھی سوچتے ہوئے آگے بڑھتے ہین۔ کبھی سوچنے کے لیئے دم لیتے ہین کبھی کوئی دردانگیز صدا یا خیال پیچھے ہٹاتا ہے۔ اور یہی تسلیم و رضا کے الفاظ زبان قدس پر جاری ہو کر یا تو خیالات اور ارادہ کا تصفیہ کردیتے ہین۔ صبر کی ہمت دلاتے ہین یا الفاظ کی صدا کے

بازگشت حالت یا خیال کے تکلیف دہ احساس سے تھوڑی دیر غافل کردیتی ہے یا تھوڑی تسکین ہوجاتی ہے۔

اعمال عاشورہ بجا لانے والا کہتا ہے کہ "لقد عظمت الرزیۃ وجلت المصیبۃ بک علینا وعلی جمیع اہل الاسلام" (بہ تحقیق کہ آپ کی وجہ سے ماتم اور مصیبت ہم پر اور جمیع اہل اسلام پر بزرگ ہوگئی) ف... "فلعن اللہ امۃ اسست اساس الظلم والجور علیکم اہل البیت" (پس خدا... کرے اس گروہ پر جسنے تم اہلبیت کیلئے ظلم وجور کی بنیاد ڈالی) اسکے بعد دشمنوں کے ہر تعلق سے برات ظاہر کرتے ہوئے "انی سلم لمن سالمکم وحرب لمن حاربکم" (میں اُس سے صلح کرتا ہوں جسنے آپ سے صلح کی اور جنگ کرنے والا ہوں اُس سے جو آپ سے جنگ کرے) اللھم عجل فرج آل محمد واجعل صلواتک علیہ وعلیھم واستنقذھم من ایدی المنافقین... وافتح لھم فتحا یسیرا واتح لھم روحا وفرجا قریبا واجعل لھم من لدنک علی عدوک وعدوھم سلطانا نصیرا (خداوندا آل محمد کی کشائش کا رہیں جلدی کر۔ اُسپر اور اُنپر درود بھیج اور اُنہیں منافقین کے ہاتھوں سے خلاصی دے.... اُنہیں آسان فتح دے۔ اُنکے لئے کشائش اور راحت جلد مہیا کردے اور انہیں اپنی طرف سے اپنے اور اُنکے دشمنوں پر غلبہ پانے والا کردے) فانک ضمنت اعزازھم بعد الذلۃ وتکثیرھم بعد القلۃ واظہارھم بعد الخمول (پس بدرستیکہ تو ضامن ہوا اُنکے اعزاز کا بعد ذلت کے اور اُنکی کثرت کا بعد قلت کے اور ظاہر کرنیکا بعد گمنامی کے)

نزاعی اور دفاعی عہد۔ دعا جو زبان رکھتی ہے

زیارت

حسینؑ کی زیارت پڑھنے والا اُنہیں مشاہیر انبیا کی صفات کا وارث کہکر پکارتا ہے۔ (السلام علیک یا وارث آدم صفوۃ اللہ....) اور نہ صرف اُنکے برگزیدہ اباے طاہرین اور اُنکی ہدایت یافتہ اور ہدایت کنندہ اولاد پر سلام بھیجتا ہے بلکہ اُنپر بھی جو ساتھ شہید ہوئے اور جنکی پاک روحیں اُنکی ہم جوار ہیں۔ یہہ فقرات سرسری طور پر کہیں کہیں سے زاد المعاد سے چن لیے گئے ہیں۔ ان کل فقرات میں جہاں غم کی گہری لکیر پڑی ہوئی ہے وہاں ذات حسینی سے جو جملہ صفات کی مرکز تھی ہمدردی کرنے ہمدردی کرنے والوں کی یکجہتی دشمنوں سے برات تسلیم ورضا کا سبق۔ عبادت سے تذکیہ اور یکجہتی غرض کی کوشش کیگئی ہے۔ یہہ دعائیں اہلبیت رسول کے ساتھ ایک نزاعی اور دفاعی عہد ہے (دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن)

کوشش اسی پر تمام نہ ہوگئی تھی بلکہ اگر کوئی مظلوم امام مظلوم حسینؑ کا نام سنکر تمام دن متبسم نہ ہوتا تھا تو شعرا کو مرثیہ کہنے کے صلہ میں انعام سے زیادہ داد دیجاتی تھی۔ یکجہتی غرض کی کوشش گھر سے شروع ہوتی تھی اگر اہلبیت طہارت پس پردہ خاموش آنسوؤں سے روتے تھے تو امام کے دیکھنے والے شاعر کے دل

ہلا دینے والے الفاظ کے علاوہ امام کے اثر سے متاثر ہوتے تھے۔ کیا کوئی اسے غم کا کمزور اثر کہہ سکتا ہے کہ حضرت رباب ایک برس تک چھت کے نیچے نہ بیٹھیں۔ یا امام مظلوم بیمار کربلا کی نگاہوں کے سامنے یہہ واقعہ عظیم چالیس برس تک تازہ رہا۔

لیکن ائمہ کی ان کوششوں کو اولیت کا درجہ حاصل نہ تھا بلکہ ابتدا خود حسینؑ ہی نے کی تھی۔ اور جو اہلبیت کے دمشق تک جانے اور مدینہ کی واپسی تک ہیجان پیدا کرنے والے اسباب مہیا کر چکی تھی۔ ائمہ کی کوششوں کو نہ صرف واقعہ شہادت بلکہ خود اُن اسباب سے مدد ملی جو حسینؑ پیدا کر چکے تھے۔ مثلاً مسیو ماربین کے لفظوں میں

حسینؑ کے الفاظ جو آئندہ اساس جماعت ہوئے

حسینؑ کا یہہ فرمانا کہ "میرے قتل ہو جانے کے بعد اور اُن جانکاہ مصائب گذر جانے کے بعد خداوند عالم ایک جماعت کو آمادہ کرے گا جو حق کو باطل سے جدا کریگی۔ اور ہماری قبروں کی زیارت کرینگے اور ہماری مصیبتوں پر روئینگے اور دشمنان آل محمد کو اچھی طرح ہلاک کرینگے۔ یہہ لوگ خدا کے دین اور میرے نانا کی شریعت کی ترویج کرینگے اور میں اور میرے جد بزرگوار انہیں دوست رکھیں گے اور وہ قیامت کے دن ہمارے ساتھہ محشور ہونگے" نہ صرف اندازہ کے باہر ہیجان غم سے آپسمیں محبت پیدا کرتا تھا بلکہ اُنہیں یہہ شریفانہ ہمت دلائی تھی کہ وہ اُس دین کی حمایت کرینگے جسکی روحانیت قایم رکھنے کے لئیے حسین شہید ہو رہے ہیں۔ اُنہیں عظیم الشان اخلاقی اندازہ پر آمادہ کیا تھا کہ وہ حق و باطل میں امتیاز کریں۔ بلاشبہہ یہہ نبیانہ پیشین گوئی نمود اور نشو و نما سے قومی کی باعث اور مٹتے ہوئے دین کے لطافت قایم رکھنے کیوجہ اعلیٰ ہوئی۔

حسینؑ اور دیگر ائمہ کی ان کوششوں کے بعد ان کوششوں کے واضح اثر کے سمجھنے کیلئے ملوک دیالمہ اور فاطمی خلفا کے زمانہ کے اعمال عاشورا اور انکے دربار کی مجالس دیکھنے سے کوشش کا بلوغ ذہن نشین ہوگا جو اسکے بعد حسین کے مجالس عزا کے عالمگیر ہونے یا اُنکے حاضرین کو حق و باطل میں تمیز کرنیوالے افراد اور قوم بنانے کا مقدمہ اور مدرسہ تھا۔ انہیں کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج عالم روز عاشور کو حسینؑ سے ہمدردی کرنے

قومی دن

والوں کا قومی دن سمجھتا ہے سوا اسے ہو ہمیں اگر ہم اسے اسکی خالص فطری شان سے گرادیں یا سنجیدگی اور اثر کے درجہ کو کمزوری غفلت یا بے تمیز رونق کے حوالہ کریں۔

مجالس

حسین کی مجالس عزا کے اثر کے متعلق مسیو ماربین کے یہہ فقرات زیادہ واضح ہونگے کہ "حسینؑ تمام روحانیین میں زیادہ تر حضرت مسیح سے مشابہ تھے مگر انکے (حسینؑ کے) مصائب شدید تر اور سخت تر تھے۔ اور ابتداے پیشرفت

تا العجان حسینؑ کے بھی پیروان مسیح کے قرون اولیہ کیطرح تھے۔ اگر مسیحی لوگ بھی پیروان حسینؑ کے اصول اولیہ کی پیروی اختیار کر لیتے یا جو موانع خود مسلمانوں میں پیدا ہوگئے پیروان حسینؑ کو انکے عمل سے نہ روکتے تو انہیں دو مذہب سے ایک مذہب عالم کے قرون بعد یہ تک عالمگیر ہوجاتا۔ چنانچہ پیروان حسینؑ کی روک تمام کے موانع جب اٹھ گئے تو یہہ معلوم ہوتا ہیکہ یہہ مذہب تمام طبقات اسلامی کو اور دیگر مذاہب کو سیل کیطرح احاطہ کیے لیتا ہے"۔

میں یہہ اشارے تمام کر چکا کہ حسین کے قبل اور بعد تعمیر قومی کی کیا کوششیں ہوئی تھیں اور کیسے کیسے موانع پیش آگئے جس سے اور زیادہ کامیابی کا ہونا تعجب خیز تھا لیکن اس زمانہ اور مقامات میں جب اور جہان حسینؑ کے نام کے بلند کرنے کی کوشش موانع کے مقابل ہوتی تھیں ذکر حسینؑ کا ہمارے خصائل پر اور زیادہ مفید اثر ہونا میری گذشتہ سطروں کے موافق اسوجہ سے بھی تھا کہ ذکر حسینؑ کرنیوالے زیادہ تر اس درجہ کے نہ تھے جو صفات حسینیہ اور انکے اعلیٰ اغراض کا صحیح اندازہ کرسکتے اور ہم میں اس عمدہ صفات پیدا کرنیوالے واقعہ کی خوبیوں کو جاری اور قایم کر دیتے۔ واقعہ کا فطری اثر عدم ترتیب۔ بے قاعدگی اور سمجھانیوالے کی کمی سے کم رہا تھا۔

واقعہ کے فطری اثر میں کونسی چیزیں حارج تھیں۔

اس کہنے سے میرا مطلب یہہ نہیں ہیکہ میں یاس کا اثر ڈال رہا ہوں۔ نہیں میں سب سے آخری شخص ہوں گا جو اسکا مرثیہ کہے کہ وقت گذر گیا ہم اپنے عیوب سے اسوقت تک خالی اور صفات سے اسوقت تک آراستہ ہوسکتے ہیں جبتک ہم میں کا ایک بھی باقی ہے اور وہ اسلام اور حسینؑ پر قایم ہے۔ کم سے کم وہی ایک شخص مثال ہوگا میں اس خیال کے ان غافل۔ کاہل اور شکستہ خیال مبیر بالخون میں نہیں ہوں جو یہہ سمجھتے ہوں کہ حسینؑ کی شہادت کا خصلت اثر تمام ہوچکا۔ سیاحسینؑ کو جو کچھ کرنا تھا کرچکے۔ نہیں واللہ حسینؑ کا عمل اپنے ہمیشہ کے جاری قوانین آلہی کیلئے جہان ایک سخت جھنجھوڑ تھی وہاں آیندہ کیلئے ایک ایسی تھراہٹ تھی جسمیں سکون نہیں ہے۔ قتل ہو۔ پیاسے رہو۔ بھوکے رہو۔ بچوں کو قتل کرادو جنکے منہ سے دودھ کی بو آتی ہو۔ انکے خون کو اپنے ہاتھوں سے منہ پر ملکر یہہ کہدو کہ "بارالہا میں ابتک صابر ہوں" لیکن نہ شریفانہ غیرت میں فرق آئے۔ نہ صبر میں شکستگی پیدا ہو اور نہ خلاف نفس اعمال کی پیروی کیلئے ایک قدم آگے بڑھے۔ بلکہ جوں جوں تکلیفیں بڑھتی جائیں اپنی سچائی کے یقین کے ساتھ تشدد پر صبر کی قوت اور برائی سے نفرت کا اندازہ زیادہ وزنی ہوتا جائے۔ تاریخ عالم میں حسینؑ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ہمیں یہہ سمجھایا۔ خدا کا یہہ قانون بتایا۔ عملاً علم النفس کا یہہ قانون سمجھایا کہ نفس انسانی کی قوت تمام شمار کیے جانے کے قابل مصیبتوں سے زیادہ ہے۔ حسینؑ کی شہادت کا اثر قوانین الہی کیطرح غیر فانی ہوگیا۔ حسینؑ نے مذاہب کے اس لازوال ورثہ

اسلام مذہب امید ہے مذہب یاس نہیں ہے حسین کی شہادت ایک حرکت ہے جسمیں سکون نہیں

شہادت کی عالمگیر مقبولیت اپنے عناصر کی وجہ سے ہے۔

مین جان پیدا کردی جو دہ حیثیت سے کہ گراخلاقی کتابی شان مین پڑ ہتا انجیل کا یہہ فقرہ کہ مبارک ہین وہ لوگ جنہین راستبازی کیلئے تکلیف دیجاتی ہی آسمانوں کی حکومت اُنکے لیئے ہی حسینؑ سے زیادہ کسی سے چسپید گی نہین کہتا بغیر ایسے حسینؑ کے عالم ہمارے لیئے ایک غیر مرتب ڈہیر ہے۔

رکاوٹین

اس اختلاف بین الائمہ کی تاریخی ابتدا کا ذکر جسنے جماعتین تیار کین اور جسکے وسیع معنے اور اثر کیطرف توجہ دلائی گئی عام اس سے کہ وہ کیسی ہی سنجیدہ حیثیت سے کیون نہ کیا گیا ہو تمام اسلامی فرقون کا لحاظ کرکے ساتہہ ہی عقل سے علیحدہ اور محض اعتقاد کو پیش نظر رکہکر ایسا نہین ہی جسکی نسبت یہہ کافی اطمینان سے سوچا جا سکے کہ وہ ہر ایک کو متوجہ کر سکیگا اس وجہ سے کہ توجہ کی راہ مین ایسی ایسی خیالی اور ناممکن البیان رکاوٹین پیدا کیگئی ہین جو ایک ایسے شخص کیلئے جو عقل اور تاریخ سے کام لینا چاہتا ہی بہت کچہہ مضحکہ خیز ہونگی لیکن وہ شخص جو اسباب شہادت حسینؑ سمجہنا چاہتا ہی وہ یا تو ان واقعات اور اشارات پر ٹہنڈے دلسے نظر کرتا جائے جسمین یقیناً شاعرانہ مضمون آفرینی نہین کیگئی ہی۔ یا قطعاً اس مصلحت کی پابندی کرے جسنے ذکر حسینؑ کو ذاکر پر حرام کیا ہی۔ آنکہہ کان بند کرلے پہر کوئی مؤرخ کیا معنی مسبب الاسباب کو بہی اُسکے سمجہانے کیلئے اپنی عادت بدلنی پڑیگی جو لوگ ایسے معاملات مین بہی جسمین مفید حیثیت سے اپنا اختیار تمیزی صرف کر سکتے ہین آنچہ استاد ازل گفت ہمان می گویم کے عادی ہین اُنسے کچہہ کہنا عبث ہی لیکن اُس شخص کیلئے جو اس عظیم الشان واقعہ کو سمجہنا چاہتا ہی سے کسی کا ان فطری سوالات سے روکنا مشکل ہی کہ کیا کیون کسلئے کیونکر کب کسنے ؟

واقعہ سمجہنے کے استفہامی الفاظ

یہہ اختلاف بین الائمہ اپنے اسباب اور ساخت کے اعتبار سے جسطرح قدم بڑہا رہا تہا وہ حسین تک پہونچتے پہونچتے نہ صرف کافی طور سے حسینؑ کے سمجہنے کے لایق ہو گیا تہا اور پہچاننے کے قابل صورت مین آگیا تہا بلکہ یہہ کہنا اور واضح ہو گا کہ حسینؑ اُس خاص سلسلہ کے ایک فرد تہے جسپر مخالف گروہ کے ائمہ یا مخالف ائمہ کے گروہ کا سب سے زیادہ مخالفانہ اثر پڑتا تہا۔ اور اسلیئے وہ اسکا پورا اندازہ کر سکتے تہے۔ رسول کی رحلت کیوقت حسینؑ سات برس کے تہے اور شہادت کیوقت ۵۷ برس کے یعنی اختلافات اور اُسکے اثر کو اپنے سلسلہ پر سمجہنے کیلئے نصف صدی ملی تہی۔ اور یہہ وقت ایسا نہ تہا جو رحلت رسول اور اپنی شہادت کے درمیانی زمانہ مین خاموشی سے گذر گیا ہو۔ بلکہ وہ وقت تہا جسکے واقعات نے آیندہ اسلام کی ہر حیثیت کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ یہہ نکتہ حسینؑ کی روش کے اس خاص پہلو کے سمجہنے مین مدد دیگا کہ ایسا نہ تہا کہ حسینؑ کو اپنے گرد و پیش کے طبائع اور واقعات نہ معلوم ہون جس سے اُنہین کسی امر مین فیصلہ

اختلاف بین الائمہ حسینؑ تک پہونچتے پہونچتے سمجہنے کے قابل ہو گیا تہا۔

زمانہ کی مقدار اور سمجہنے کی آسانیان

کرنیکے مناسب ذرایع نہ ملتے ہون۔ اس سے میری یہہ غرض بھی ہی کہ اس سمجھنے مین مدد دون کہ حسین کا وہ مستقل حیرت خیز ارادہ جسنے سب کچھہ سمجھکر تمام مصیبتونکو گوارا کرلیا کس سرمایہ نفرت سے اسقدر مصمم تہا کہ اُنہین ایسے زمانہ مین زندہ رہنا ناگوار ہوگیا تہا اور آیا انکی نفرت ایک وجدانی لہر تھی جسے پیشتر کے خیال سے مدد نہ ملی ہو یا جیسا اوپر کہا گیا اُنہین اپنے سلسلہ کے ساتھہ ایک زمانہ کی مسلسل ناملایم برتاؤ دیکھتے دیکھتے اسقدر کوفت ہوگئی تھی کہ وہ آیندہ اس توہین کو گوارا کرنا اپنی اور اپنے وضعداری کی ذلت سمجھتے تھے۔ اور ابقول مسیو ماربین "غور و فکر اور علم و ارادہ کے ساتھہ مقتول ہوجانے پر آمادہ ہوگئے تھے"

حسینؑ کی شہرت

میدان کربلا کے وہ تعجب خیز حسینؑ جنکے مخصوص واقعات کی زندگی چند مہینا اور زیادہ خاص کہنے کیلئے چند دنون یا روز عاشورہ کی ہی اُنہون نے ایک دن یا چند مہینون مین کیا کیا کہ وہ خدا کے بعد عالم مین سب سے زیادہ مشہور ہوگئے؟ اب ناظر کو بہترین غور سے یہہ دیکھنا ہوگا کہ انکی یہہ شان طبیعت اُنہین واقعہ کے ساتھہ ہی

نُموی صفات کا سلسلہ

پیدا ہوگئی یا ترقی صفات اور نمو سے خصایل کے آثار اور ابتدا کچھہ یون قبل یا بہت پیشتر سے تھی وہ اسباب کیسے اور کیا تھے۔ وہ کون سے نفوس تھے جنکے زیر تربیت رہنے سے حسینؑ ایسے کھرے حق رو بنگئے اور انکے حالات جاننے والے کو یہہ یقین ہوگیا کہ اُنہین حق سے بال برابر ہٹجانیکی قابلیت ہی نہین رہی حسینؑ کی اس مخصوص عبرت خیز زندگی کے افعال مین گذشتہ زمانہ کی کونسی مثالونکے آثار پائے جاتے ہین اور واضح لفظون مین حسین کس خاندان کے

وراثت صفات

صفات کے وارث اور مظہر تھے۔ کون سے گرد و پیش کے واقعات اور آثار نے اُنہین عظیم المرتبت بنانے مین مدد دی۔ اُنکی تربیت اور خیالات کے کون سے نفوس رہنما تھے۔ یا حسینؑ کے افعال اور خصائل کے سمجھنے کیلئے کن طبایع سے مدد لینی ہوگی میرا خیال ہی کہ شاید یہہ تنقیحات وہ فطری روش ہون جنسے خصایل حسینؑ کے متعلق طبعی تفتیش کی جرأت کیجاسکے لیکن مین حسینؑ کو وہان سمجھونگا جہان سمجھہ سکتا ہون وہان نہین جہان میری کوشش اور الفاظ جواب دیتے ہین۔ غالباً اکثر مقامات پر ہر قوم کا ناظرین اس خیال کا ساتھہ دیگا کہ اس جگہ حسینؑ کا سمجھنا ناممکن ہی اسلیئے کہ ویسی مثالین تاریخ عالم نہ دیکھینگی چہ جائیکہ انسانی تجربہ اُسکی تکرار کرتا ہو اور اسلیئے ہر انسان اُسکے اندازہ کے قابل ہو۔

نہ صرف نوعی بلکہ روحانی امام

حسینؑ صرف نوعی مفہوم مین ہمارے قومی ہیرو نہین ہین بلکہ روحانی حیثیت سے بھی اُنہین تمام عالم اسلام امام سمجھتا ہی اس جگہ یہہ فرق ملاحظہ طلب ہوگا۔ کہ وہ امام جسکی مذہبی تقلید بلحاظ حکومت

دو صورتین

لوگون نے گلے مین ڈال لی ہو اُس امام سے اپنی روحانی حیثیت مین مختلف الاثر ہی جسے اپنے پہلے کے

پہلی صورت

امام سے تقلید اور تعلیم روحانی کا ادعا ہو یہ پہلی صورت مذہبی حیثیت سے اُسقدر مفید نہین ہی جسقدر سیاسی
اغراض کے لحاظ سے جسمین لوگونپر مفید اثر ڈالنے کیلئے مالک نے مذہب کو ساتھہ رکھنا ضروری سمجھا ہے
درانحالیکہ غرض اولی ملکی ہی یعنی مذہب تغیر پسند ضروریات ملکی کے لحاظ سے
ہمیشہ مفید ملکی حیثیت کی تاویلات اور روش کا تابع ہی اور اسلیئے وہ ان وسیع تاویلات اور اُسکے جلو گیر
اغراض اور اُنکے اُس حیثیت کے اثر اور تاویل کرنیوالے طبائع اور خیالات کے رنگ مین ڈبویا جاتا رہتا ہے
یہہ مخلوط صورت قایم نہین رہتی اور آخر مین یا تو حکومت کی دلچسپیان مذہبی شاخ سے بے توجہ کر دیتی ہین یا
اِس بے توجہی کے عالم مین کوئی دوسرا گروہ مذہب کے سنبھالنے کو کھڑا ہوتا ہی یا بادشاہ اپنی طرف سے
کچھہ لوگونکو رسومات اور ضروریات مذہب کیلئے مقرر کرتا ہی۔ یہہ جہان قوت مذہبی کے ضعف کی صورت ہے
وہان مذہب مصالح حکومت کا تابع ہی اور ایک ایسی جماعت تیار کرتا ہی جسکی خود غرضیان مذہب کی روح
کو بہت کچھہ صدمہ پہونچاتی ہین علمائے یہود کی تاریخ ہو یا تاریخ دین مسیحی کوئی ان آثار سے خالی نہین ہی اور
افسوس ہی کہ اسلام جسکی بنا ایسی تھی کہ وہ بھی اس صورت مین مسخ ہوتا آخر روش کے تغیر سے اس حالت
مین پہونچ گیا۔

دوسری صورت

دوسری صورت یہہ ہی کہ جسمین غرض اولی مذہب ہی۔ عام اس سے کہ امامت روحانی کے ساتھہ حکومت
دنیاوی ہو یا نہو۔ مثلاً رسول قبل ہجرت بغیر صاحب اختیار ہونیکے بھی ہمارے پیشوا روحانی تھے جسطرح حکومت
کے بعد تھے لیکن رسول کے بعد خلفا کو حکومت سے قطع نظر کرکے امامت روحانی کے کسی خیال سے عامہ ناس
کی نگاہ مین وقعت نہین دیگئی لیکن اُسکے مقابلہ مین اگرچہ ایسے خلفا کے مقابلہ مین رسول کی اولاد جو سلسلہ امامت

ہنوز باقی قوت

مین تھی باوجود حاکم نہونیکے آجتک بلکہ خود مخالف زمانہ مین بھی پیشوا روحانی سمجھے گئے اگرچہ اُسے اختیار
نہین دیا گیا اور اسکی صریح بھی کوششین ہوئین کہ اسلام کیلئے انکے ہوتے ہوئے رقیب علما تیار کیے
جائین جس سے اولاد رسول کی مذہبی عزت کو صدمہ پہونچے اس خاص شاخ مین بھی ہنوز نئی قوت
کی مصلحت کے آثار رسول کے بعد سے دکھائی دیتے ہین۔

شناخت کے ذرایع

امامت روحانی اور ائمہ روحانی کی صاف صحیح اور قوت دار شناخت یقیناً اس سے زیادہ ممکن
نہین ہی کہ تاریخ اسلام مین یہہ دیکھو کہ حکومت و حاکم باوجود تمام اختیارات پر قابض ہونیکے اپنے تمام اختیار
کی قوت اور آنکھون کو ان بیکس و بیکس مظلوم اور گوشہ نشینونکو بغیر پلک جھپکائے دیکھتے رہتے تھے ڈرتے

فرق

رہتے تھے۔ وانت پیستے رہتے تھے کہ ہماری ہوتے ہوئے یہہ کیون ہین محسوس کرتے تھے کہ ہم باوجود اپنی نمائشون اور چیزون کے ان بے سروسامانونکے سامنے کوئی وزن نہین رکھتے اسی عبدالملک ہشام سلیمان اور مامون وغیرہ خوب سمجھتے تھے اور فرزدق وغیرہ دونونکو خوب سمجھتے تھے۔ کوئی اگر امام جسم تہا تو کوئی امام قلب تہا بڑا فرق تھا۔

شہادت کی عظمت سمجھنا اسباب کی قوت سمجھنے پر موقوف ہے

بہرحال جب ہم ان اسباب پر ناظر کو توجہ دلا چکینگے جنکا نتیجہ قتل حسینؑ تہا تو اسکے سمجھنے مین آسانی ہوگی کہ ایسے خوفناک آتش فشان کے خاموش کرنے یا اسکی قوت گہٹانے کیلئے کیسے شخص کی ضرورت ہوتی اور کتنی جور وستم اور خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا کرنیکی قابلیت رکہتا۔ وہ قابلیت کیسی سخت ورسکا صرف کسقدر عبرتناک ہوتا۔ اگر حسینؑ کلی یا جزی حیثیت سے بھی کامیاب ہوئے تو انہون نے غریب اسلام پر کوئی احسان کیا یا نہین۔ عالم کو بے غرضی ایثار نفس صبر استقلال حق روی غیرت حمیت اور حمایت وجہ حق کا ناقابل مقابلہ سبق دیا یا نہین۔ اور دیا تو اسمین کیا قوت تھی۔

مولف کے فرائض کی مزید تفصیل اور ضرورت

اس بات کے سمجھنے کیلئے کہ آیا حسینؑ نے اسلام پر کوئی احسان کیا یا نہین مجھے کسی حد تک تاریخی واقعات لکھنے ہونگے وہ واقعات جنمین یہہ کہا جاسکے کہ رسول نے کیا کہا تہا علی کیا کرتے رہے تھے حسنؑ کیا کرتے اور حسین کیلئے کیا کرنا رہگیا تہا اسکے لیے تغیرات پر توجہ دلانی ہوگی مسلمانونکی مختلف طبقات پر نظر ڈالنی ہوگی یہہ سب اسلیئے ہوگا کہ آیا اسلام کے مفہوم مین ایسا انقلاب ہوا تہا یا نہین جس سے یہہ قیاس کیا جاسکے کہ وقت آگیا تہا کہ ایسی عظیم الشان قربانی سے دماغ اور خیالات مین ایک سخت ہیجان پیدا کیا جاتا حضرت رسولؐ جناب امیرؑ اور حضرت امام حسنؑ کے حالات صرف اسقدر لکھے جائینگے جنمین حسین کے حالات سے موافقت یا اثر کا ربط ہو نہ یہہ کہ مین ان نفوس قدسی کی پوری سوانح عمریان لکھون گا موافق خیر مجھے مخالفین کے ساتھ بھی چلنا ہوگا۔

انسانی برداشت کا اندازہ حسینؑ کے ترقی خیز صبر کی قدر کریگا

حسینؑ کے مصائب اور انکے مصائب مین انکی شان کی وہ شخص قدر کریگا جو اپنے مصائب اور اپنے اُسوقت کے انداز پر غور کریگا۔ کون نہین جانتا کہ انسان تہوڑی تہوڑی سی تکلیفون سے ایسا حواس باختہ ہوجاتا ہے جسکی کہانیان کہی جاتی ہین اگرچہ یہہ تکلیفین فطری حیثیت سے اسکے متعلق ہوگئی تہین ایسا بھی ہوا ہے کہ مصائب کی عدم برداشت نے حدود اخلاق سے مطلق العنان بلکہ ملحد بنا دیا ہے یہہ سب اسلیئے کہ واقعات کی رفتار اسکی خواہش کے موافق کیون نہوئی۔ یا خدا موم کا کیون نہ ہوا جو اسکے ارادہ کی گرمی سے پگہلتا جاتا۔ ان حالتون کے بعد جسمین مصیبت اور انسانی برداشت کس درجہ اور دماغ کے متاثر ہونے پر غور کیا جاچکا ہوگا جب حسینؑ کے سلسلہ مصائب پر غور اور انکے ٹہنڈے سنجیدہ صبر اور بے لغزش حواس بلکہ اسکی ترقی پر نظر ڈالی جائیگی تو اُسوقت

حقیقتاً دو صبر یا اور دو حواس یا یہ دونوں لفظ تشبیہ سے زیادہ گرانقدر معلوم ہونگے قطع نظر اس کے کہ آپ اسکے عامل کو کیا سمجھینگے۔ اور جب ان شکل وقتونمین خلوص اور اقرار توحید پائینگے تو عظمت خداوندی کی عظیم الشان لہرین موجزن ہوئی دکھائی دینگی اور آپکو اسکے سمجھنے مین آسانی ہوگی کہ کیسے لوگ کسی بڑے انعام کے شایان ہین ایسے لوگ وجود خداوندی کے نقیب اور مکارم اخلاق کے مظہر صفات ہین انکا وزنی یقین دوسرونپر اثر ڈالنے کی قابلیت رکھتا ہے۔

خدا کے مظہر وجود بندے اور انکا یقین

میرا گمان ہے کہ بعض لوگ میرے اس کہنے پر غیر متصورانہ حیرت جائز رکھینگے کہ مین حسین کے واقعات کو رونے کیلئے نہین لکھہ رہا ہون حسین کی ہمدردی کو تو تمہاری انسانیت کے رشتون سے معاملت ہے۔ بلکہ مین اسلیئے پیش کرونگا کہ تم جوش ہو اپنی جگہہ سے اچھلو اور تمہارے دل کا ہر ریشہ چیخ اٹھے کہ ایسے بندے چاہئین تیری خدائی کیلئے۔!

ایک مصیبت دوسرے کا پیش خیمہ تھی۔

حسین علیہ السلام کی مصیبت کی یہہ بھی شان نہین ہے کہ انپر کوئی صبر آزما مصیبت پڑی کوئی نہین بہت سی ایک سے ایک بڑھکر اور پھر ایک مصیبت دوسرے کا پیش خیمہ تھی مختصر لفظونمین شہید ہوتے وقت حسین علیہ السلام کو یہہ تسکین نہ تھی کہ ہمنے جام شہادت نوش کیا اور تکلیفین کم ہوگئین بلکہ یہہ بھی یقین تھا کہ ابھی سب سے بڑی توہین یعنی اہلبیت کی اسیری باقی ہے اسکے لئے حسین علیہ السلام نے پسماندونکو تیار کیا حسین علیہ السلام کی اس وصیت نے اہلبیت علیہم السلام کی وہ حسین پسند شرافت قایم رکھی جسنے اس شرف الشرفا کیوجہ کو بڑی مدد دی انکی توہین کرتے وقت توہین کرنے والے ذلیل ہوتے تھے اور یہہ سمجھتے تھے کہ انکی عظمت کو گھٹا دینا ہمارے اختیار مین نہین ہے۔

حسین علیہ السلام نے اپنے بعد مصیبتین برداشت کرنیکیلئے پسماندونکو تیار کیا۔

امام اور ماموم

شہادت حسین علیہ السلام کا اطلاق صرف حسین علیہ السلام کی شہادت اور اہلبیت کی اسیری پر نہین ہوتا بلکہ اسلام کے بقیہ بہترین نفوس کے خلوص جانبازی۔ وجہہ حق کی مدد خطرون کیطرف سے لاپروائی کا وہ عدیم المثال تذکرہ ہے جسکیطرف ہی آیندہ مین اور ابن مریم ایثار جوہر نفیس اور جو دیا انکے رفقا کسی مناسب پیرائے یا خیال سے نظر نہین کر سکتے۔ ایسے ماموم کیلئے حسین علیہ السلام کا دیسا امام اور ایسے امام کیلئے ایسے ہی پیرو ہونے چاہیئے تھے۔ جیسے شاعر بھی نیم مفتخرانہ وجد اور نیم حیرت سے کہتا ہے کہ

اللہ اللہ امام ایسا ہو پیرو ایسے!

قربانی ترک جاہ یا حصول اختیار کے لئے نہ تھی

انکا شوق شہادت۔ ایک دوسرے پر سبقت کرنا انکا ایسے وقت حفظ مراتب کا خیال انکا زندگی سے متنفر کی حد تک متنفر ہوجانا اسلیئے کہ اچھے لوگون کے گردوپیش کے حالات انکی برداشت کی حد کے باہر ہوگئے تھے۔ ایسی حالتین ہین جو تصور دماغ کو اپنی طرف کھینچتی ہین اور وہ سوچتا ہے کہ کیا اسکا خواب بھی دیکھا جاسکتا تھا کہ انہین اس خلوص حق روی اور جانبازی کے عوض مین کسی دنیاوی آسایش کی امید تھی۔ اسکی عظمت مین اور زیادتی ہوتی ہے جب اسپر غور کیا جاتا ہے کہ انمین زیادہ تر ایسے لوگ تھے جو بڑے عابد اور زاہد تھے

اور جنکی تقدس کا خود فریق مخالف معترف تہا - انہین اسلام کی نمود اور ترقی کا مثالیہ تہا -

اسکے عکس مین حسینؑ کا ساتہہ چہوڑ دینے پر دنیا کی دلفریبیان - مال و جاہ کے حوصلے اور زندگی کے اقرار کیئے گئے تھے لیکن ان بندگان حق کیلئے حسینؑ کے لب تشنہ اور فاقہ کش ذات سب کچھہ تھی - انہون نے فاقہ پیاس اور شہادت گوارا کی اور دشمنون کے وعدون کو اُنکے منہ پر کہینچ مارا کبھی حق و باطل کے تصفیہ اور پسندیدگی کیلئے انسانی ارادہ کو ایسا روکہا وقت نہین ملا۔ مرقع کہینچ جاوینگے جسمین نئی دلہن اپنے شوہر کو حسینؑ پر صدقے ہونیکے لیئے بہیج رہی ہے شوہر اپنی بیبیونکو طلاق دیرہے ہین اسلیئے کہ اپنی شہید ہونیکا یقین ہے - عورتین اپنی اس شرعی مجبوری پر کہ اُنہین اجازت جہاد نہین ہے تاسف کرتی ہین - مائین اپنے بچون کی محبت بہول گئین اور اپنے لخت جگر کو آغوش سے کہینچکر حسینؑ پر صدقے ہونے کیلئے بہیجرہی ہین اور وہ دودہ بخشنے کی شرط زخم کہانا اور شہید ہونا قرار دیرہی ہین - باپ اپنے بیٹے کو آنکہہ کے سامنے دم توڑتے دیکہتا ہے اور اُسکے اس پُرغم ادا پر مرحبا کہتا ہے کمر شکستہ بوڑہے رعشہ دار ہاتہون سے تلوارین اُٹہارہے ہین - بچے قتل ہورہے ہین جنکے ادنی ایذا دینے کے خیال پر دنیا کا سب سے بڑا بیرحم نامرد شرمائے گا !

ناظر سے یہہ خواہش کرنا بیجا نہوگا کہ وہ اسپر غور کرے کہ عورتون بچون بوڑہون اور دوستون کا ایسا سمجہا ہوا خالص وفادارانہ جوش کبہی اور بہی انکی نگاہ سے گذرا ہے اور اگر کوئی اُنمین سے کسی خاص شان کو دکہا گیا تو آیا اُن اسباب و اتفاقات مین جنمین حسینؑ اور اُنکے رفقا گہرے ہوئے تھے - جو قصہ کوئی مقابلہ کیلئے لاتا ہے اسکا ہیرو کس خاص غرض سے اُسکا عامل ہوا - وہ فوری جوش تہا یا متین اور سنجیدہ تصفیہ - آیا اُسکے لیئے کوئی دوسری راہ مصائب سے بچنے کیلئے دکہائی گئی تہی یا نہین یا اُسے بجز جان دینے کے چارہ نہ تہا - میرے یہہ استفہام مجہے یقین ہے کہ استفہامی حیثیت سے بڑہکر تحدی کی حد تک پہونچ گئے ہین اور مین اُسمین کوئی نرمی نہین پیدا کرنا چاہتا -

ضمناً ہم دو باتون کا اور تذکرہ کرینگے جنکے لیئے اگرچہ ہمارے پاس زبردست عقلی ثبوت نہ بہی ہون لیکن ہمین یقین ہے کہ اُنسے اعراض کرنا واقعہ پر اثر ڈالنیوالی ایک نمایان شان سے چشم پوشی ہوگی لیکن میری غرض تاریخی مذاق تحریر کے لحاظ سے یہہ نہ ہوگی کہ اس سے خواہ مخواہ ناظرین پر کوئی خاص اثر پڑے بلکہ یہہ بہت کچہہ انسانی طبائع کے رجحان پر موقوف ہے کیون ایسا ہوا ؟ اسکے لیئے نہ میرے پاس دو اور دو چار کیطرح کوئی ہندسوی ثبوت ہے اور نہ غالباً طبیعت انسانی پر ایسے اتفاقات کے منکر کے پاس کوئی تسکین دلانے والے ثبوت ہین - مگر جہان یہہ سب کچھہ ہے وہان انسانی تجربہ مجہے زور سے یہہ کہنوا رہا ہے کہ اُسکا امکان نہ صرف حسینؑ کے ساتہہ تہا بلکہ تمام انسانون کے لیئے ویسا ہی ممکن الوقوع ہے -

دنیا کی دلفریبیان پیش کیگئی ہین

مرقع

دو اور باتین جس سے مولف کی غرض تذکرہ سے زیادہ نہین ہے

میری غرض شہادت حسینؑ کے متعلق بہت سے خواب سے ہی - خواب جیسے فرعون مصر ابراہیم اور یوسف دیکھ سکتے تھے جسکی تعبیر یوسف اور اکثر انبیاء بنی اسرائیل کو بادشاہون کی نگاہ مین وقعت دیسکتی تھی جیسے خود حسینؑ کے جد امجد ﷺ دیکھکر متاسف ہو سکتے تھے اور جیسے مولانا و مقتدانا علی ابن ابی طالب ملاحظہ فرماتے تھے اور حسینؑ کو صبر کی نصیحت فرما سکتے تھے - وہی خواب حسینؑ بھی دیکھ سکتے تھے - مین اپنی روشن تحریر سے اعراض کیلئے استثنا نکرتا اگر مختلف زمانہ کے مکاشفات کے الفاظ اور خیالات مین ویسی یکجہتی نہ ہوتی جیسے کہ شہادت حسینؑ کے لیئے ہوئی -

ناظرین مین سے کم و بیش اکثر کو ایسے خواب دیکھنے کا اتفاق ہوا ہوگا جسکی تعبیر قریب قریب ویسی ہی تھی جیسا اس عالم مین دیکھا تھا اگرچہ خواب دیکھنے اور تعبیر پانے کے درمیانی زمانہ مین اسپر مطلق غور نہ کیا ہوا اور تعبیر پانے پر انہین معا خیال آگیا ہو کہ ہمنے ایسا خواب دیکھا تھا - یہہ یاد آجانا حافظہ کی تازگی تھی لیکن یہہ یسیطرح خیال مین نہ تھا کہ ہمنے کبھی اُس مضمون خواب پر اپنی یاد مین غور کیا ہو یا اپنے سوچنے اور خواب دیکھنے کے درمیانی زمانہ مین متصلاً اُسی مضمون پر مصر رہے ہون - ورنہ یہہ طے کرلینا آسان ہوتا کہ ہمارا یہہ خواب ایک بہت پیشتر یا کچھہ قبل سوچے ہوئے سلسلہ کی تازگی تھی اگرچہ ہمین سوچنے کے ارادہ کا احساس نہ ہوا ہو - ہمین اُس سے تسکین ہی کہ تعبیر خواب کی مثال بیداری کے اُس نتیجہ غور کیطرح ہی جسکا وہی نتیجہ ہوا جسے وقوع کے قبل ہم طے کر چکے تھے - اگرچہ یہہ بجائ خود خدا کی بڑی رحمت ہی لیکن خواب مین ہم تماشہ گر نہین ہوتے بلکہ تماشائی ہوتے ہین -

نفس انسانی کونسی عظیم الشان اور پر راز قوتون کا مرکز ہی - اُسکے اثر ڈالنے اور اثر لینے کا میدان کسقدر وسیع یا کسقدر محدود ہی - اسکے کون سے ذرائع ہین یہہ سب میرے تصفیہ سے بالاتر ہی - لیکن یہہ کہنا شاید کوئی بحث نہو کہ نفس کی تمام عظمت اسی کی تربیت اور بے آلودگی پر موقوف ہی - ہم اکثر اسکا حس نہین کرتے کہ ہمارے نفس پر کیسی لہرین قدرت کے نامتناہی خزانہ رحمت سے چلتی رہتی ہین لیکن انسان ہی اس کا حس کرتا ہی - اگرچہ اسکے بعد تمیز کرنے اور معنی سمجھنے کے مدارج باقی رہتے ہین یہہ سب اُسیکے لیئے آسان معلوم ہوتا ہی جو حس اور تمیز کرنے کے بعد قربت سے مطالعہ کرتا ہی اور سمجھنے سے اپنی کو معطل نہین کر دیتا یا ایک بے معنے تخیل سمجھکر اُسے اندازہ کے قابل نہین سمجھتا - کون کہہ سکتا ہی کہ یہہ اُسیقدر قانون قدرت نہین ہی جسطرح فطرت کے آسانی سے سمجھہ مین آنے والے اور قوانین ہین - قدرت کی گونگی زبان اُسکے لیئے گویا ہو جاتی ہی جو اُسکے معنے سمجھنے کی کوشش کرتا ہی اگرچہ

اسکے بعد وہ خود گونگا کیون نہ ہو جاتا ہو۔

تنہا اتفاق نہ تھا

کوئی شخص کسی خواب کو جو نتیجہ کی طرف لیجائے اتفاق کہہ سکتا ہے اس سے اُسکی عظمت مین کمزوری پیدا ہوتی ہے لیکن ہم کسی تنہا اتفاق کا ذکر نہین کر رہے ہین بلکہ خواب کے وجود تاریخی کی مثالین اور تجربہ انسانی کے اندر داخل ہونے کے دعوی کے بعد یہہ بھی کہہ رہے ہین کہ ہم جس خواب کا ذکر کر رہے ہین اُسکی تکرار و مختلف پاک دماغون مین اتفاقی عدد سے کچھہ زیادہ ہوئے اور اُنہون نے اسے کوئی بے معنی تخیل یا خواب کو اُسکے عام مفہوم مین بحقیقت نہین سمجھا بلکہ اُنپر وہ اثر ہوا جیسے کسی عین واقعہ کے بعد ہوتا ہے اُنکا صحیح حس تمیز اور معنی فہمی تھی۔

خواب کو خواب نہ سمجھ

پیشینگوئی کی احادیث

ہماری دوسری بات شہادت حسین ع کے متعلق پیشین گوئی کی احادیث ہین جسکے متعلق ہم تھوڑی دیر مین ذکر کرین گے۔

سوانح نویس کی دشواریان

ہماری دانست مین جو کچھہ لکھا جانیوالا ہے وہ اُس سے بہت کم ہے جو لکھا جانا چاہئیے تھا۔ وہ حیثیت جو اسوقت سوانح عمری کی ہونی چاہئیے ایک تیرہ صدی قبل گذرے ہوئے بزرگ کے متعلق مرتب ہونی دشوار ہے آسانی ہوتی اگر ان مشاہیر کے انداز رفتار گفتار شغل پسندیدگی معاملت وغیرہ وغیرہ کی حکایتین پوری حیثیت اور آسانی سے دستیاب ہوتین اور اگر کوئی واقعہ ہوتا تو اُسکے اسباب محنت اور سمجھداری سے مرتب کیے ہوئے ملتے جس سے ہر شخص کو نتیجہ نکالنا سہل ہوتا۔ وای برحال اس بزرگ کے جسکی سوانح عمری لکھے جانے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اسکی دشواریان سمجھنا مشکل نہین ہے ایک بات ہو تو کہی جائے۔ وہ شخص جس سے اور جسکے خاندان سے [illegible] صاف و تحقیق الفت و معاشرت پیدا کرنے کیلئے کل کوششین صرف کیگئین اُسکی پوری حالت لکھنے تو ہی دعوی کرسکتے جنسے مخالف گروہ کے وہ خفیہ احکام [illegible] جو عاملون کو دیے گئے اور جنھین رسوائی سے ہر ہونکو اپنا فائدہ بنانے کا طریقہ معلوم تھا اور جو اُن کل مکمل وسائل کو جو انکی غرض پوری کرنے کیلئے ایکار آمد ہوسکین صرف کرتے تھے۔ بہت سی دستاویزین جو مکمل حیثیت سے واقعہ کے سمجھنے مین معین ہوتین ایک آدھ فقرہ سے زیادہ نہین ملتین۔

اکثر وقعات نہایت مفید واقعات کے اشارون اور نام لینے کے علاوہ مورخین نے تفصیل کا کوئی خیال نہ کیا اور نہ اُنہون نے آئندہ نسلون کی اس ناقابل تسکین حالت کا خیال کیا کہ جس واقعہ کو وہ اس گندہ حیثیت

ختم کیئے دیتے ہین اسکے متعلق بہت سے فطری سوالات سے کسی کو روکنا اُسکے سا تبہ بیرحمی ہی بہت سے مقامات پر تاریخ اسطرح خاموش ہی کہ موقع کی تاریکی سے دم گھٹنے لگتا ہی اور بجز اسکے کہ معلومہ حالتون سے لامعلوم حالات کے لیئے قیاس سے مدد لیجائے اور کوئی دوسری صورت راستہ ٹٹولنے اور نتیجہ سمجھنے کی سمجھ مین نہین آتی تاریخ کی بدنصیبی سے وہ مقامات ایسے نہین ہین جنپر بلا کافی غور کے گذر جانا مناسب حال اور واقعہ نگاری کے قرین انصاف ہو۔ اسکے ملزم ہم نہین ہین کہ کیون ہماری تاریخ پوری نہین ہی جو حکومت ہماری تاریخ پر قابض تھی۔ اس سے ظاہر ہوگا کہ ہم اکثر مقامات پر لنگڑے لولے واقعات کو مسلّم واقعات سمجھکر آگے بڑھنے پر مجبور ہونگے۔

ہم کیونکر بڑھینگے

وہ واقعات جو حسینؑ کے سمجھنے مین مدد دیتے اُنہین جہان متذکرہ صدر دشواریون کا سامنا ہی وہان متعصب مورخین کی ناانصافی اور غلط اندازی سے کم مقابلہ نہین ہی یا اسیطرح کی اور بعض حسد اور ذلیل نمایش تحقیق مین ڈوبی ہوئی کوششین جنسے انتر زایل کرنے کی آمادگی ظاہر کیگئی۔

اکثر ایسے لوگون نے جنکے دوستدار حسینؑ ہونے مین ہمین کوئی شبہہ نہین اپنی پست درجہ عقل اور معلومات اور نافہمانہ کوشش ترقی کے جوش مین ایسی ایسی کہانیان بھی کہی ہین جس سے اُنہون نے قصص الانبیا کی نیم تاریخی حیثیت کو اپنے درجہ سے اور بھی گرادیا ہی اُنہون نے ایک نئی تالمود بنانی چاہی ہی اور یہہ سب غالبًا اسلیئے کہ چلتے چلتے قصے حسینؑ کے واقعات بیان کرنے مین چاشنی پیدا کرینگے اُنکی قوت تخیل نے عادت آلہی سے ٹہوکر کہانے کا کہین ارادہ ہی نہین کیا ہی ورنہ اُنہین اسکا خیال رہا ہی کہ ہم اپنے علو مین ایسی باتین تو نہین کہہ رہے ہین جو ان نفوس قدسی کے خصایل کے مغائر ہو۔

قوت تخیل کا مصرف

بہرحال جو کچھ دستیاب ہوا وہ بھی گذشتہ مشکلات کا خیال کرکے بڑی حد تک قابل تسکین ہی اگرچہ اکثر واقعات اور اشارات الفاظ اور اظہار کی صدا بہت دبی ہی لیکن اُسکی صدای بازگشت نہایت ہی عظیم ہی۔ گو اکثر فقرات اور الفاظ نہایت مختصر ہین مگر غور بین وہ ایک فقر معلوم ہونگے وہ اپنی لیس بینی کی تحریک سے تاریخ کی جلدون اور اُسکے تاریک مقامات کو روشن کردینگے۔ یہہ پوری طرح سمجھ مین آجائیگا کہ یہہ چھوٹی سی لڑائی ملکی مذہبی معاشرتی اور خاندانی تھی یا کُل کا مجموعہ تھی حسینؑ سے لڑنے کیلیئے یزید کے سپاہی اور افسر اسی معنی مین آئے تھے اور بھیجے گئے تھے کہ بادشاہ کے حکم کے عام مفہوم مین اطاعت کرین یا اس سے کچھ زیادہ تھا کس خراو کے لوگ بھیجے گئے تھے اور حسینؑ کے حیرت خیز بہتر کس مادے کے لوگ تھے ؟ یہہ تھا یا نہ تھا کہ حق و باطل کا مجسمہ لڑ رہا تھا۔

آیندہ کے لیئے قابل لحاظ باتین

ہین اب تک بعض دشواریان بیان کر رہا تہا جنکا تعلق کچھہ تو زمانہ سے تہا جنمین یہہ واقعات ہوئے کچھہ مورخین کی قطع و برید یا تعصب سے اور کچھہ تاریخ نویسی کے مذاق سے اب مین اسپر کسی حد تک نظر ڈالتا ہون کہ واقعات کا بحیثیت موجودہ حسینؑ کے ہمدردون نے ایسا جائزہ کیون نہ لیا جو ایک زمانہ حال کی اشتہا کے موافق سوانح عمری کی صورت مین ہوتا۔

واقعات کا جائزہ کیون نہ لیا گیا

یہہ تو سب جانتے ہین کہ ۴ھ ہجرت کے شعبان کے مہینہ مین حسینؑ پیدا ہوئے۔ اور یہہ کہ حسینؑ والدین کیطرف سے ہاشمی تھے۔ اور کوئی مسلمان جسکے قوم کی تعداد اسوقت تک عالم مین تیس اور چالیس کرور کے درمیان ہے یا جو ۴ھ سے ۶۱ھ ہجری تک ملت اسلام مین پیدا ہونے سے مشرف ہوئے۔ ایسا نہین ہے جو یہہ نہ جانتا ہو کہ انکے پدر بزرگوار۔ مادر گرامی اور جد عالیمقدار کا نام کیا ہے۔ یہہ علم ہر مسلمان جاہل اور عالم مین قدر مشترک ہے اور اسکے بعد بغیر کسی کوشش کے خاندان نبوت کے زیادہ تر نسبی سلسلہ کے لحاظ سے لوگونمین ایک درجہ کی وقعت پیدا ہوتی ہے جسکے بعد وہ کسی تفتیش اور اضافہ معلومات کو اعتقاد کی موجودگی مین غیر ضروری سمجھکر اسطرح چپ ہو جاتے ہین کہ حقیقتاً انکے سمجھنے اور انکے متعلق وہ معلومات حاصل کرنے کے خیال کی جس سے انکے سمجھنے مین مدد ملتی۔ صورت کیا معنے صورت کا معمولی سے معمولی خاکہ بھی پہنچنے نہین پاتا اور جب خیال ہی اپنی جگہ وجود پذیر نہین ہوتا تو اسکے ترجمان یعنی الفاظ ہی کیون نہ پیدا ہوتے اور جب الفاظ نہ تھے تو کیونکر سمجھنے کا کوئی دفتر ہوتا اور ایک خیال کو دوسرے سے مدد ملسکتی۔ اور جب شرح نفس کے مؤلف نہ تھے تو نقاد کا وجود کیونکر ہوتا۔ حسینؑ یا انکے آبای طاہرین کے سمجھنے کی روش زیادہ تر ایسی تھی اور ہے جسطرح وہ بچہ جسکے منہ مین ابھی الفاظ نہین بنے ہین کسی مٹھائی کو پہچانکر دوڑتا تو ضرور ہے لیکن نہ وہ اسکے فوائد سے واقف ہے اور نہ اسکے عناصر اور ساخت اور بنانے والے اور بازار سے واقف ہے جہان ملسکتی ہو۔ نہ یہہ جانتا ہے کہ اسے کیا کہین اور اسکے متعلق کیا کہین۔ مان باپ کے چٹانے دینے سے اتنا ضرور ہے کہ وہ صورت آشنا ہے اور لذت کا حس اسمین پیدا ہو کر اسکی طرف اسکے تمام اعضا کو پھیر دیتا ہے۔ اس کا ہمکنا ساری گویائی ہے جو اسکی داستان شوق کہتی ہے۔

انکی سمجھنے کی فطری کوششین کیون نہ ہوئین

اعتقاد کی کفایت نے آگے بڑھنے نہ دیا۔

محبت کے فرائض

اتفاق ہے کہ ہم حسین کے نام سے وراثتاً واقف ہوتے آئے ہین۔ ادب اور محبت کا ایک ورثہ ہے جو ہم تک پہونچا ہے۔ اور ہم مین ننانوے فیصدی تو یہہ بھی نہین جانتے کہ ان نفوس قدسی سے اس اتفاقی وابستگی کو کیا کہین اور یہہ سمجھنا تو بہت۔ بہت دور ہے کہ ادب اور محبت نے ہمپر کیا کیا لازم ٹھہرایا ہے۔ ورنہ ہم کہان کہان

ضعف احساس کمی معرفت کی وجہ سے

اپنے خیال مین انکے مناسب ادب اور محبت کے فرائض کی شناخت سے کمی کرتے ہین۔ انہین یہہ بھی
خیال نہین ہوتا کہ ہمنے کوئی خلاف ورزی بھی کی یا نہین۔ ہم کو احساس نہین ہو سکتا تھا جبتک ہم
اُنکو نہ پہچانتے۔ اُنکی صفات سے واقف نہ ہوتے اُنکے عمل اور طریقہ عمل کی خوبیان سمجھانے کیلئے
مناسب الفاظ نہ ہوتے۔ کہان سے ہو سکتے؛

دوسرا درجہ

اور بلند ہوا اور اُنہین دیکھو جو حسینؑ اور واقعات سے واقف ہین۔ یہہ اپنے اظہار وفا مین سرشار ہین اُنہین
حسینؑ کے نام کی محبت سچ مچ اثر خیز حالت تک ہے۔ انہین اُنکے واقعات کی [illegible] کر مین ایک غیر فانی
لطف ہے اور اُنکا تمام اظہار وفا اور اخلاص اپنی یہہ شرح کر اسکتا ہے کہ ہم رسول کی فدیہ امت کے
اُس گرانقدر لحاظ اور اس روش کا جسکا ترجمہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا سے ہوتا ہے مشکورانہ جواب دیرہے
ہین جو اُنکے اخری لحظہ تک اُنہین ہمارے متعلق فراموش نہین ہوا اور اُسکے بعد وہ بھی
کھو جاتے ہین۔

بلند تر درجہ

بلند ترین درجہ اُنکا ہے جو قدیم نظام تعلیمی کے اعتبار سے ممتاز حیثیت رکھتے ہین۔ وہ واقعات حسینؑ سے نہ صرف
واقف ہین بلکہ وہ تاریخ اسلام کی واقعہ دانی مین بھی کسی کمی کے مورد الزام نہین ہین۔ اُنکی تمام تر کوشش
اس مصلحت کی پیروی ہے کہ ذکر حسینؑ حتی الوسع عام کیا جاے اور اُنکی غم انگیز حالت سے لوگونمین ہمدردی پیدا
ہو۔ وہ اپنی قابلانہ تقریرین فلسفہ اخلاق کے لطیف سے لطیف مضمون کو اٹھا نہین رکھتے۔ وہ شجاعت۔
سخاوت شرافت ایثار نفس زہد تقوی غرضکہ کل عمدہ صفات کی روایتین بیان کر جاتے ہین یہہ سب
ممدوح ہے لیکن اُنکی مثال اُس سائنٹسٹ کی ایسی ہے جو گوشت خون اور ہڈی کے اجزا علیحدہ علیحدہ
کر سکتا ہو لیکن روح نہ پیدا کر سکتا ہو اور جو روح کے سمجھانے کیلئے ایسے خیالات سے ہمکتا ہو کہ
ہمارے مادے اجزا کا انتہائی نشو و روح ہے یا سمجھنے کیلئے چھوڑ دیتا ہو۔ بلکہ جو اپنے قیاسات مین اس
حد تک بھی نہ پہونچا ہو کہ ہماری مادی امتزاج کی ایک کیفیت کا نام روح ہے سائنٹسٹ اپنے غلط یا صحیح قیاسات کے
ساتھہ مسلسل کوشش کر رہا ہے لہذا لیکن وہ جبسے ہم حسینؑ یا اُنکے آبائی طاہرین کے سمجھنے کی امید کرتے اُنکی کوششوں کا

محض ذکر کی تکرار تمامتر مفید نہین ہے

راستہ تعارف طبعی کے قریب نہین ہے اُنکی سعی مشکور ضرور ہے لیکن اُسکا منشا اگر نفس اور اُسکی خصوصیات کے صحیح تعارف
کی کوشش پر مبنی نہین ہے تو اس سے باوجود ذکر کی تکرار کے یہہ امید دور ہے کہ ہم ہین اُنکی قریبی معرفت سے وہ کیفیت
پیدا ہو سکیگی جسے ہم معنی دار محبت کہہ سکین بلکہ اُسکا نتیجہ محض یہہ ہوگا کہ ہم اُنکی دشمنونکو پہچانین اور اُنسے نفرت کرین

مجھے اسمین عذر نہین ہی کہ بُرائی کا پہچاننا اور اُس سے نفرت کرنا بھلائی کا پہلا قدم ہی لیکن شر سے محض نفرت خیر
کیطرف کوئی عملی حرکت نہین ہی۔ ہمنے اگر برا نکیا تو اچھا بھی نہ کیا یعنی وہ جنسے بہتر امر کی امید کیجاتی اُنہون نے
ایک امر کے دو پہلو مین سے پست تر کو قبول اور اپنا طرز عمل قرار دیا ایسا کرنا قبیح ہویا نہو لیکن قابل توصیف
نہین کہا جا سکتا۔ یہہ اعرافی حالت زیادہ "تردد" و "توقف" کے نام سے پکاری جا سکتی ہی جیسی تنہا شخص کا
سوچنا مطلوبہ حد تک شاید مفید ہو لیکن غالبًا یہہ سوچنا وقت بلکہ وقت کے بہت بعد کی بات ہو کہ آیا
ہمین اپنی روش کو معکوس کر دینا مناسب ہی یا نہین یعنی ہماری کوششین زیادہ تر حسینؑ اور اُنکے آباے
طاہرین کے سمجھنے اور اُنکی صحیح محبت پیدا کرنے کیطرف راجع ہون بہ نسبت اسکے کہ ہماری غرض اصلی اُنکے
دشمنون سے نفرت پیدا کرنیکی ہو۔ دشمنون کو تو موت اور نفرت نے ڈھانپ لیا لیکن ہماری غرض اور اصلی
کوشش کو اس سے سیر ہو کر حسین اور اُنکے آباے طاہرین کی صفات کے روشن کرنے سے غافل نہونا
چاہیئے محض ذکر کرنا اور سننا بلندی مین بات کرنے اور سننے سے شاید ہی بہتر ہو اگر وہ اعلی صفات ہمارے
خصوصیات کا امتیاز نہ ہوسکین۔ یا نہ کیجا سکین۔ او سے تو گرفتہ بود کافی نہین ہی جبتک خو سے تو گرفت تک
ترقی نہ کیجائے۔ یہہ اُنکی ذات کے مناسب معرفت بغیر ممکن نہین ہی۔ مین پسند کرتا ہون کہ آنریبل مسٹر طیب جی نے
اپنی تازہ تقریر مین مشرق کے (جس سے ہندی مسلمان مراد ہون) درستی خصایل کیلئے حسینؑ کا نام لینے کو ترجیح دی ہے
گذشتہ غفلت کے اسباب مین زیادہ واضح قوم کی صفات قومی کے احساس
کی پست حالت کسی منتظم دفتر کی ناموجودگی۔ تاریخ کا مناسب طریقہ سے عدم مطالعہ۔ لکھنے اور کہنے والون کا
خیال کی اس حد ترقی پر نہ پہونچنا جو کہ اُنکے اعتقاد سے بلند ہوتی اور ایک تالیف حسنی کی سی کیفیت پیدا ہوجاتی
ایسے لوگون کے اظہار خیال مین کمی جرأت جو کہنے کے شایان ہون لیکن اس طریقہ کو عوام کے بہیانک
ہونے یا اعتقادی روش سے عقلی تفتیش تک پہونچنے تک مخدوش سمجھتے ہون یا انہین باوجود
خیالات کی پختگی کے اظہار خیال کیلئے مناسب الفاظ کی کمی ہو۔
مین اس سے کوئی تعرض نہین کرتا کہ ان نفوس قدسی کی معرفت حق معرفت تک ممکن نہین ہے
مین کہہ رہا ہون کہ ہم یاسر۔ حجر۔ حبیب ابن مظاہر۔ قنبر۔ ابن سکیت وغیرہ بھی نہین ہین چہ
جائیکہ اس سے زیادہ بلندی کا حوصلہ کرین لیکن جب مین ان وفا شعارون کا نام لے رہا ہون تو یہہ
سمجھانے کی خواہش ہی کہ زمانہ گذشتہ موجودہ کے سمجھنے کا ایک مناسب ذریعہ ہی۔ اسکے بعد یہہ سوچا جا سکتا ہی کہ

شر سے محض نفرت خیر کیطرف عملی حرکت نہیں ہے

کوشش کا ایک خیال

ہماری خصوصیات کو اُنکی صفات سے ممتاز ہونا چاہیئے

غفلت کے اسباب

چند ناموین کے نام جو مرکز کی دلیل تھے

انہین کیا تہا جو ہم نہین ہین؟

کیون یہہ لوگ ایسے تھے اور ہم کیون ایسے نہین ہین انہین کیا تہا جسکی ہم مین کمی ہی محض مشاہدہ اگر انعکاس صفات کے قابل ہوتا تو سب دیکہنے والے ایسے ہی ہوتے یہہ انکی پسندیدگی میلان اور حالت جذب تہی جسنے انہین وہ تو نہین بنایا جسمین جذب ہوئے تھے لیکن ایک ایسے نوع کی تخلیق ہوئی جو اپنے مرکز کا نشان تہا اور جو ہر طرح ایک امام کے پیچہے ماموم کہے جا سکتے انحضرت ہر ایک بڑا عالم تہا لیکن عمدہ عمل کا حامل ضرور تہا اور صفات کی پسندیدگی نے اسے آخر مین اسکا خاصہ طبعی قرار دیدیا تہا ہم نہین جانتے کہ سلمان منا اہل البیت کی

اصول جذب اور وراثت صفات کی احادیث

حدیث اور کونسا اصول سمجہاتی ہی۔ یا اس روایت مین کہ "ہمارے دوست اس مٹی سے بنے ہین جو ہمسے بچ رہی تہی" طینت کی یکرنگی کیلیئے کیسا حوصلہ دلایا گیا ہی۔ بلکہ انکے صفات کی وراثت اور اسکے داشت کی عظیم ذمہ داری ہمارے حوالہ کیگئی ہی۔

ہم ہندو نہین ہین جو یہہ کہین کہ "اہم برہما" (مین ہی برہما ہون) جو انا الحق کے قریب المعنی ہی

بلند ہونے کے لیئے مذاہب کی تعلیمات

شبلوہ مین جو یہ سوچین کہ "شخص بودھ ہو سکتا ہی" ہم مسلمان ہین اور اسپر افتخار ہی کہ "یا ابن آدم اطعنی اجعلک مثلی" تینون بڑے مذاہب کے طرز بیان احتیاط اور انتخاب الفاظ کا موازنہ کرو اگر تمہین دلچسپی ہو اب کسنے ہمین حوصلہ کرنے سے منع کیا ہی۔

قانون ارتقا

لیکن حلوہ خوردن را روی باید شیر شاہ ہون یا نیپولین دونون مین سے کوئی ہندوستان اور یورپ کا دفعتہ بادشاہ نہین بنگیا۔ اور نہ کوئی انسان ہوش کے ابتدا سے نبوت کرنے لگتا ہی نبی ہو یا اتفاقات کا کہلونا کوئی آدمی اسے ضرور قانون ارتقا کے پیچھے چلنا ہوگا۔

ہم کیون نہین سمجھتے

حسینؑ ہون یا انکے آبای طاہرین ہم انہین نہین سمجھتے اسلیئے کہ ان نفوس قدسی کی سطح ہمسے بہت بلند ہی اور کوئی غیر مسلسل لنگڑی کوشش جو طبعی حس تفتیش کہی جاسکے اپنے لیئے دفعتہ راستہ تلاش کرنے مین گم ہو کر رجعت قہقہری مین اپنی تسکین اور پیچھے راستہ ٹٹولنے کو اپنی تفتیش کی کامیابی سمجھتی ہی مین نے ایک مرتبہ نہین سوچا ہی کہ زندہ تو مین بہ نسبت ہمارے حسینؑ کو بہتر سمجھ سکتی ہین۔

مورخ

ایسے مورخ ہون یا سوانح نویس جنہون نے واقعات کے کم و بیش فراہمی پر قناعت کی ہی انسے بھی یہہ امید نہین کیجا سکتی کہ وہ اپنے فرایض کامل حد تک ادا کر چکے بلکہ انکا شکریہ اس حد تک لازم ہی کہ انہون نے واقعات کو فنا ہونے سے بچالیا اور بس یعنی روئی چہوڑی کہ سوت کاتا اور کپڑا بنا جائے کہ وہ پہننے کے قابل ہو ورنہ محض نقالی اگر کبہی مفید تہی تو آج نہین ہی۔ سنی ہوئی اور سنی سنائی باتون کا اگل دینا کافی نہین ہے بلکہ غور کرنا اور سمجہنا ہوگا کہ آیندہ کہنے کے قابل ہو سکے غالبا وہ واقف نہ تہے کہ واقعات کی صف بندی اور مناسب

اب اور اسکے بعد کے فرائض

اور جو کچھ کہا ہی سمجھکر کہا ہی۔ اسطرح نہین کہا ہی کہ جو کچھ کہا ہی اُسے خود نہین سمجھا ہی۔

بے توجہی کا نتیجہ

میری غرض ان تمام متذکرہ صدر ریمارک سے یہہ ہی کہ اگر ایسے بزرگ افرادِ عالم جو احسن تقویم انسان کی ہدایت کے نشان ہین اپنے حالات مین زمانہ کی بے توجہی، غور کی کمی اور ایسی روش بیان کے حوالہ رہے جو اُنکی اعتبار سے سمجھانے کے منافی ہی تو ہمنے خداوند تعالی کے ایک عظیم احسان سے فائدہ نہ اُٹھایا ہمنے ٹکڑے ہونے کے مرکز کی تحقیر کی جس سے مرکز کا کوئی نقصان نہین ہی نقصان ہمارا ہی جیسے بگڑی موم کی طرح پگھلاتی رہیگی بغیر اسکے کہ اسمین رتبہ کی ہستی رہے۔

ان نفوس قدسی اور گذشتہ انبیا اور رشیون کا فرق

میرا نشیخ اور مرنج اسوجہ سے بھی ہی کہ خدا کے یہہ ممتاز بندے زمانہ قدیم کے اُن انبیا کے ایسے نہ تھے جنکے سمجھنے کیلئے معمولی واقعات بھی نہین ہین اور اگر انکے بچے کچھائے مقلدین کو کچھ ورثہ مین ملے ہین تو وہ نہ تاریخ حقیقی پورے اعتبار کے شایان ہین اور نہ اُنسے بجز کسی خاص طرز عمل کے کسی انسان کے ہمشان طبیعت کیطرح کی مثالین ملتی ہین میرے اس کہنے کیلئے توریت اور انجیل مثال مین پیش ہی۔ نہ وہ اُن رشیون کے ایسے تھے جو تاریک اور ناقابل قیاس کہانیون مین آلودہ ہون جس حیثیت مین مین رشیون یونانیون اور مصریون کی کہانیون کو بھی شامل کرتا ہون۔ نہ اونہون نے اپنے زمانہ مین اور نہ اپنے بعد کیلئے مخلوقات الٰہی کو اس توہم مین گرفتار ہونیکی وجہ چھوڑی کہ وہ اُنکی عبادت مین مشتبہ ہوجائین۔ نہ وہ پہاڑونکی چوٹیون سے بات کرتے تھے اور نہ دوسرون کی کمائی کا شوربا روٹی کہاتے تھے بلکہ وہ سختی سے ایک متمدن انسان کی روزمرہ کے دستور العمل کی خود مثال دیتے تھے شریفانہ زندگی سکھاتے تھے۔ وہ انسانی قدرت کو سمجھتے تھے اور اُسکے موافق حکم کرتے تھے ایسا حکم جسکے حسن عقل کو تسکین ہو۔ وہ صبح اور شام سمجھانے اور اُسکے فرائض بنانے کیلئے خلق کیے گئے تھے اور باوجود ان واضح باتونکے جو اُنکی تعلیم اور اُنکے طرز عمل سے ظاہر ہی ہم فائدہ نہین اُٹھاتے چپ جاتے ہم اس لحاظ سے اُنکی عالمگیر تعلیم کو اپنے علاوہ دیگر لوگون کو دکھانیکی کوشش کرین

ہمارا خطرناک انتظار

بلکہ اسکا انتظار کرتے ہین کہ ہمارے مقتداؤنکے حالات بعض غیر مسلمین کے قلم زبان سے لین! اور اسے ہمارے بچے اور نوخیز جنہین زمانہ نے اسقدر وقت نہین دیا تھا کہ وہ گھر کی بات پہلے گھر سے جانتے اگر یہہ صحیح ہی تو پرانے فاضل ضرور زمانہ کے رنگ کی عدم شناسائی کیلئے مورد الزام ہین لیکن نو تعلیم یافتہ جو اُنہون نے باوجود زمانہ شناسی کے خود کچھ کیون نہ کیا۔ قابل افسوس لاپروائی یا حیرت خیز نبرا

زبان

صحیح ہی کہ وہ جنہین یورپ کی ترقی یافتہ زبانون اور اُسکے خوبصورت محاط

لطیف معنی خیز اور وسیع البیان الفاظ اور فقرات کا چسکہ پڑ گیا ہے انہیں اپنی مادری زبان ایک بے مزہ بڑی معلوم ہوتی ہے اور اسلیئے نہ وہ اپنی زبان کو اپنے وسیع خیال کا حیز سمجھتے ہیں اور نہ اسکی کوئی تصنیف کے مطالعہ سے اپنا وقت خراب کرتے ہیں لیکن سوال ہے کہ اسپرٹ آف اسلام ہی کی ایسی کے کتاب لکھی گئیں جس سے اردو نہ پڑہنے والوں کو تسکین ہو سکتی۔ اور سوال ہے کہ جب تعلیم اسقدر گران قیمت ہوتی جاتی ہے تو کیا یہہ روپیہ اور وقت کے مفید کفایت نہیں ہے کہ ہم اپنی زبان کا علمی ذخیرہ مہیا کرکے واقفیت کا نسبتاً آسان ذریعہ چھوڑیں؟ میں سوچتا ہوں کہ نئی روش سے متاثر لوگوں کو اپنی زبان اور اسکے ذخیرہ کی فراہمی کا زیادہ احساس ہونا چاہیئے خصوصاً جبکہ اتفاقات بھی ایسا چاہتے ہوں اور وہ قومی حیثیت کی تعلیم کا ایک اہم ترین مسئلہ ہو گیا ہو۔

متذکرہ صدر بے موقع یا باموقع متعلق یا غیر متعلق اظہار خیال اور اسکی گرمی کی مخلصانہ معذرت کرتا ہوں اور مجھے امید معافی لیکن غور کی التجا سے باز نہ آؤنگا۔

حسین کے متعلق بعض اور غور طلب باتیں

علاوہ ان باتوں کے جو کہی گئیں حسین کے اس زمانہ حیات کو جو ہجرت مدینہ سے ورود کربلا تک ہے بعض نہایت غور طلب مسائل سے تعلق ہے مثلاً۔ آیا حسین کی روش نزاعی تھی یا دفاعی آیا حسین نے عقل کو جذبات کا تابع کر دیا۔ آیا مسلم بن عقیل کی کوئی اطلاع حسین تک پہونچی جسمیں وہ حسین کو حکومت کرنے کیلیئے طلب کر رہے تھے آیا اسوقت بھی حسین کا روانہ ہونا امید خلافت سے تھا۔ آیا حسین نے جو کچھ کیا انکا عمل ہے یا در معظم کی مخالفت تھی؟

قضا و قدر

ایک اور پہلو مفید توجہ کا محتاج ہے اور وہ یہہ ہے کہ قضا و قدر میں غلو کی مصلحت پر حاکم گروہ نے کیوں زور دیا۔ آیا یہہ موجدین مصلحت کیلیئے مفید ثابت ہوا۔ اسنے عامہ ناس پر کیا اثر کیا۔

سبب اور نتیجہ کا بُعد زمانی درمیانی شکستگی نہیں ہے

میری کتاب کا کوئی بیقرار ناظر یہہ چاہیگا کہ اسباب شہادت حسین کا نتیجہ ویسا سریع کیوں نہوا جیسا لکڑی مارنے اور سر پھٹنے میں ہوتا ہے۔ اور وہ سبب اور نتیجہ میں کسیقدر بعد زمانی کو درمیانی شکستگی سمجھنے لگیگا لیکن اسے غور کرنا ہوگا کہ سر پھٹنا اگرچہ لکڑی سر پر پڑنے کا نتیجہ تھا لیکن سبب کا نتیجہ پیدا کرنیکے قابل نشو و نما ہونا کوئی فوری کام تھا بلکہ وہ خود ایک ارادہ۔ تربیت اور عمل کا تابع تھا یعنی "لکڑی پڑنے" والا سبب خود محتاج نمو تھا۔ بیج اگرچہ پھل کا سبب ہے لیکن بیج پڑتے ہی پھل نہیں نکل آتا بلکہ بیج کے پھل لانے تک مختلف تغیرات اور مدارج نمو طے ہو لیتے ہیں جسکے بعد پھل یا نتیجہ ہوتا ہے۔

اسیطرح وہ دو فقروں میں خلاصہ سن لینا چاہیگا یا کسی تائیدی اشارے کو پرکار لیکر اسطرح ناپیگا کہ

گویا صرف وہی مطلق ثبوت ہے اور جب وہ ناپ مین کم پائیگا جیسا ہونا چاہیئے۔ تو وہ پیمانے اور چیز دونون کو دے ماریگا بغیر یہہ سوچے ہوئے کہ اُسنے قد و جسامت کے موافق پیمانے کے انتخاب مین تمیز کا کسیقدر وسیع مصرف گوارا کیا ہے۔ اُسنے مطلق یہہ تکلیف نہ اُٹھائی ہوگی کہ سمجھانیوالے کے اسقدر ساتھہ چلتا کہ اُسے ایک جنس کی چیزین سمجھہ مین آجاتین اور اُسکے بعد وہ کُل کو تولتا نتیجے کے سمجھنے مین جزئی باتون سے دلیل لینا اور اُنہین کافی سمجھنا اکثر انسانی تجربہ مین غلطی کا باعث بلکہ مضر ثابت ہوا ہے۔

جزئی باتون کا کافی سمجھنا غلطی کا باعث ہوتا ہے

میرے لئے یہہ آسان نہین ہے کہ اُن عظیم الشان تغیرات کو جنے بعض کو ایک قوم مین سے اپنے جوش مخالفت مین اسقدر پختہ کر دیا کہ وہ اپنے نبی کے نواسہ کو قتل کر سکین مختصر لفظون مین بیان کر دون۔ اور نہ کیسے ہی وسیع اور منتخب لفظون مین یہہ گنجایش ہے کہ حسین ؑ کے اُس جوش حمایت کو جو اُنہین اپنی وجہ کیلئے تھا اسطرح ادا کر دے کہ پھر وہ شرح کے محتاج نہ رہین۔ بلکہ وضاحت ممکن نہین جبتک یہہ نہ سمجھا یا جائے کہ وہ ایک دوسرے کے مخالف دہارے بڑے جوش و خروش سے بہہ رہے تھے اسکے بعد اُنکی ابتدا و وسعت کے اسباب اُنکے عناصر ترکیب خاصیت حرکت اور سرعت پر غور کیا جائے۔ اور پھر اسکے بعد دیکھا جائے کہ اس حالت تک پہونچنے مین ان دونون دہارونکی نمود اور کوئی صورت بجز اُس نتیجے کے پیدا کر سکتی تھی یا نہین۔ آیا اسباب ایسے تھے یا نہ تھے جنسے کسی دوسرے نتیجے پیدا کرنیکا ارادہ پایا جاتا ہو۔

دو دہارے

ایسے اسباب جنمین کسی دوسرے نتیجے کے پیدا کرنے کا ارادہ نہ تھا۔

ہوسکتا ہے کہ حسین ؑ کے مخالف دہارے کو شخص کی تجویز کا ادراک نہو اور حسین ؑ تک پہونچتے پہونچتے ہر شخص دیکھنے لگا ہو کہ مخالفت کا ہیبتناک طوفان حسین ؑ پر چلا چاہتا ہے لیکن یہہ نہین کہا جا سکتا کہ خاندان معلوم نہ تھا۔ یہہ بہت دن پیشتر سے معلوم تھا جیسے اصل میں بنی سرائیل کا نبی اُن کی ستر برس غلامی اور اسیری کی پیشین گوئی کر سکتا تھا۔

میرا یہہ کہنا ایک مؤرخ کی نظر سے ہے جو صرف واقعات تاریخ کی نمود سے بحث کر رہا ہے لیکن اگر اسمین اُن احادیث کا جزو مرکب کر دیا جائے جو رسول کی زبانی حسین ؑ کی شہادت کی پیشین گوئی کے متعلق ملتی ہین اور جنکا کتب اسلامی مین کافی ذخیرہ ہے (دیکھو سر الشہادتین وغیرہ) تو اسقدر فقرہ اور بڑہانیکی ضرورت ہوگی کہ لیکن یہہ نہ تھا کہ شخص کا کسی کو ادراک نہ ہو۔ خواب کے بعد یہہ دوسری بات ہے جسکا وعدہ کیا گیا ہے۔

پیشین گوئی اور شخص

پیشین گوئی کے اس حصہ کے سمجھنے مین دشواری کا خیال نہین کیا جا سکتا کہ مخالفت کا طوفان

مدبرانہ پیشینگوئی سے بلند تر

خاندان رسالت کے کسی فرد پر چلے گا سیاسی تیز دیکھنے والی نگاہ ہونکی تاریخ مین ایسی پیشین گوئی کا نشان ہونگی لیکن شخص کا اُسوقت تجویز کیا جانا جسوقت اُسکے ساتھہ کسیطرح کی مخالفت کا خیال بھی نہین ہو سکتا تھا مدبرانہ پیشین گوئی سے کچھہ زیادہ ہے۔

تین صورتین

میرے دانست مین اسکے حل کرنیکی صرف تین صورتین ہین۔ اول یہہ کہ حسینؑ کی تجویز شہادت کی پیشین گوئی کی جسقدر احادیث ہین وہ قطعی انکار سے ذبح کر دیجائین۔ دویم یہہ کہ یہہ پیشینگوئی صحیح واقعہ مین صاف سیاسی نگاہ کے ذریعہ سے سمجھی جائے۔ سیوم یہہ کہ وہ اس سے بالاتر ذریعہ سے سمجھی جائے۔ وہ الہام ہو وحی ہو یا بہ اختلاف نام اسی مفہوم کے کسی وسیلہ سے۔

پیشینگوئیونکا ذخیرہ تاریخی شہادت کی حیثیت رکھتا ہے

پہلی صورت یعنی پیشین گوئی کی احادیث اسقدر مسلسل اور متواتر اور اس فطری شان اور موقع سے بیان کیگئی ہین کہ اب وہ ایک تاریخی شہادت ہین اور بجز اس صورت کے کہ جب تک اُنکے غلط اور وضعی ہونیکے قرینِ عقل اور موید بہ تاریخ وجوہات نہ بیان کیے جائین اس حیثیت سے ماننے والونکے نزدیک ایک بے انصافانہ اور بیجا اسانہ انکار سمجھا جائیگا۔ اُنکی صحت مین اشتباہ نہ ہونیکے قراین اس سے قوت پاتے ہین کہ حسینؑ کے مخالفین نے کبھی اُنکے وضعی ہونیکا الزام نہین دیا۔ مزید قوت اس سے ہوتی ہے کہ یہہ احادیث مختلف مواقع پر مختلف لوگون کے زبانی بیان کیگئی ہین اور حسینؑ نے بھی اسے ایک سے زیادہ مواقع پر سُنا اُسکی تصدیق کی اور تصدیق کرائی۔

دوسری صورت یہہ ہے کہ اگر کوئی مورخ اسے اعتقادی حیثیت سے قبول نہ کرے اور اسے رسول کی سیاسی دوربین نگاہ کا نتیجہ سمجھے تو اُسے بجز اسکے کہ پانچ چھہ برس کی عمر مین حسینؑ کے شجاعانہ آثار طبیعت اور بعض طبیعتون کے انقلاب خیز احساس کو اس پیشین گوئی کا ماخذ قرار دینا پڑے اور کوئی صورت مشکل سے ملیگی لیکن یہہ وجہ تسکین کے قابل دراز نہین ہے تیسری صورت یہہ ہے کہ یہہ پیشین گوئی تاریخی حیثیت سے ناقابل تنسیخ ہے جسمین ایک مسلسل ہیجان عداوت کا نتیجہ۔ جو دو فریق مین پیشتر سے چلا آرہا تھا اور مختلف وجوہات اُسمین شدت پیدا کرتے جاتے تھے۔ کسی خاص شخص کیلیے تجویز کیا گیا ہے لیکن یہہ پیشین گوئی اُسوقت کیگئی ہے جسوقت پیشینگوئی کرنیوالے اور خود اُسکے ذریعہ سے ملکی حیثیت سے حسینؑ کا موقع بہ نسبت مخالف گروہ کے نہایت قوی تھا

تعین زمان اور تجویز شخص کا معجزہ

اور قیاس اسکا مقتضی تہا کہ حسینؑ اسقدر کمزور ہوجائینگے کہ اُنہیں فریق مخالف سے یہہ تکلیفیں پہونچینگی۔ اس لحاظ سے تعین زمان اور تجویز شخص کا یہہ ایک ایسا معجزہ تہا جو موقع اور طبیعت شناسی سے کسی قدر بالاتر ذرایع سے تہا۔

قیاس کی دشواری

تجویز شخص اور تعین زمان مین سیاسی حیثیت سے پیشین گوئی کا اقتضا نہ ہونا اسوجہ سے بھی ہے کہ یہہ پیشین گوئی حسین کے مخالف گروہ نے نہین کی تھی جس سے یہہ قیاس آسان ہوتا کہ دشمنون نے حسین کو اپنی خلاف انسانیت عداوت کیلئے مختص کرلیا ہی۔ بلکہ یہہ محض اُسکی زبان سے تھی جسکا کاندہا خود حسینؑ کو سب سے زیادہ پسند تہا۔ یہہ پیشین گوئی اگر رسول کے آخری زمانہ حیات مین حسینؑ کے بزرگوار کے متعلق ہوتی (جیسی ایک حیثیت کی ہے) تو اُسکے متعلق سیاسی نگاہ کے قبول کرنے مین زیادہ دشواری نہ تھی حسین کے متعلق پیشین گوئی جسقدر عجب انگیز ہے۔ بنی اُمیہ کے متعلق آخری گھڑیون مین خود حسین کی پیشین گوئی ویسی ہی حیرت خیز ہے جسمین وہ بنی امیہ کو اُنکے عین عروج مین آپس کی جنگ سے تباہی کی خبر دے رہی ہین۔ اگرچہ یہہ آخرالذکر پیشین گوئی صاف بین سیاسی نگاہ کے اندازہ کے اندر آسکتی ہی۔

اس کتاب کے موضوع

بعض کی نگاہ مین مینے مقدمہ مین غیر مفید وقت صرف کیا ہوگا اور خواہ مخواہ ایسی موضوعات مین اُلجھا ہون گا جسکی ضرورت اُسکی نگاہ مین نہ ہوگی۔ لیکن مین صاف دیکھہ رہا ہون کہ وہ وقت زیادہ دور نہین ہی جب اسکا زیادہ احساس کیا جائے گا کہ اگرچہ وقعات کی طبعی اور فطری حیثیت اہمیتش کی کوشش کیگئی لیکن کوشش اس سے زیادہ وسیع چاہیئے تھی۔ وہ زمانہ ہوگا جس سے حقیقتاً میرے اس بنیاد ڈالنے کی امیدین وابستہ ہین جو الکرآر کے بعد اُس سلسلہ مین جسکی ترتیب کی باوجود کمی اسباب کے کررہے تعداد مین دوسری ہی۔

جذبات کا مقصد

مین نہین جانتا کہ میری اس تحریر سے ضروری مقامات اور اُنکی شان کے مناسب ناظر کے دلمین۔ غم۔ غصہ۔ نفرت۔ حقارت۔ ہمدردی۔ جوش۔ اور پسندیدگی کا عالم پیدا ہوگا یا نہین لیکن یہہ یاد رہی کہ غم غصہ نفرت اور حقارت کے جذبات کا پیدا ہونا میری خواہش سے وہین تک موافق ہوگا جہانتک یہہ اس کام آسکین کہ ان جذبات کے پیدا کرنے والی چیزون سے شریفانہ کنارہ کشی کیجا سکے۔ جو بُرائی کی بیخ و قمعی اور اسلیئے رفع فساد ہی لیکن اگر یہہ جذبات اُن

ناگوار نتائج کے باعث ہون جنکا فطرتاً پیدا نہ ہونا زیادہ مفید ہوتا تو مجھے شخص کے اس اچھی چیز کے بُرے
مصرف پر تاسّف ہوگا۔ جذبات اس حد تک قابل تعریف ہین جبتک اُنپر عقل اور احتیاط کی لگام چڑھی
رہی۔ واقعہ تاریخی اور اُنپر حتی الوسع قربت سے نظر کرنے کی کوشش حسینؑ کے سمجھنے کیلئے ہے نہ کہ
حسین کے واقعات ناموافقت خیال کا کوئی ذخیرہ فراہم کرنے کیلئے۔ اے کاش مین اُن واقعات کو
ترک کرسکتا جنسے خوشگوار بو نہین آتی۔ ایسا کرنا اپنی غرض کی نفی ہوتی کہ ایک وقت مین کسیکی سوانح
نویسی کا دعوی کرتا اور پھر اُن اسباب سے چشم پوشی بھی کرتا جو اُسکے واقعات پر موثر تھے

[حاشیہ: مولف کا اعلان برارت]

میرا موقع اس طالب علم کا سا ہی جسے مدرسہ جرّاحی مین علم تشریح سیکھنے کیلئے لاش چیرنی پڑتی
ہی مین اُن لوگون سے برارت کا اعلان کرتا ہون جو اس کتاب کو بجاے سمجھنے کے ذریعہ کج
بحثیون کا آلہ بنانے کی کوشش کرین۔

[حاشیہ: مصلحت سکوت کی صحت غرض سے انکار]

ہوسکتا ہی کہ عام فرق اسلامیہ مین سے کسی کو یہہ شکایت ہو کہ مین بھی حسینؑ کے متعلق ویسے ہی سکوت
آمیز مصلحت کیون نہین اختیار کرتا جسکا گذشتہ اوراق مین اشارہ کیا گیا مجھے افسوس ہی کہ مین
اس مصلحت کی صحت غرض کا منکر ہون۔ مین اسے حسینؑ کے ساتھہ بیرحمی اور ناانصافی اور
عالم کے اس فطری اصول سے اعراض سمجھتا ہون کہ اچھا اور بُرا اپنی معلومہ حیثیت کے اعتبار
سے ویسا نہ سمجھا جائے جیسا وہ ہی۔ مین اس خاموشی پسند مصلحت کو مسلمانون کے صفات
قومی کا سب سے بڑا تباہ کن ذریعہ سمجھتا ہون اگرچہ کسی کے نزدیک مجھے ایسا سمجھنے کا کوئی حق
نہو مین کیسے خوشی سے ایسا ہو جاؤن جسے واقعات دیکھنے کی جرأت نہین ہے۔ واقعات لکھنے
سے خوف کرنا نہ واقعات کو چھپا دیگا اور نہ خوف کو۔ کون اسکا قائل ہوگا کہ حباب پر فولاد
منڈھنے سے حباب مضبوط ہو جائے گا۔ یا آگ لگی ہوئی دیکھکر آنکھہ بند کر لینا "آگ لگے ہونے"
کے واقعہ اور اُسکے نتائج کو معدوم کر دے گا۔ بلکہ محفوظ تدبیر یہہ ہوگی کہ ہم آگ لگنے کے اسباب سمجھین
جو آیندہ آگ لگنے کے مواقع کو دور کر دیگا اور گذشتہ آتشزدگی کے بُرے نتائج کی مکافات کرے گا۔
مین واقف ہون کہ مجھے بعض ایسے واقعات سے سابقہ ہی جنکی طینت اُنکے ذکر کے وقت اعتدال سے
ہٹا دیتی ہی لیکن مین اسکی ہر حالت مین احتیاط کرونگا کہ گرم کیا معنی شبہ گرم الفاظ بھی میرے قلم
سے نہ نکلین۔ مناسب ہی کہ کسی مورّخ کا قلم ٹوفالی کی چڑھی ہوئی چھری نہ ہو مین اسکی کامل احتیاط

نظام تحریر

کرونگا کہ مفید موقع پر کتاب کا نام اور اُسکی عبارت یا لفظی ترجمہ پیش کرون اور واقعات اور رائے کو مخلوط کر کے واقعہ نہ کہون- مفید ابواب مین مین پہلے واقعات ترتیب دیجاؤنگا اور خود کچھہ کہنے کیلئے دوسرا باب قرار دونگا- یا اسطرح کہونگا کہ واقعات اور میری شرح مین فرق کیا جا سکے اس سے کسی حد تک طوالت ہوگی لیکن واقعہ سمجھنے اور ہر شخص کو آزادانہ رائے قایم کرنے کی یہہ ایماندارانہ ترتیب ہوگی-

موجودہ روش تحریر کے لحاظ سے مجھے واقعات کو تفصیل اور ترتیب سے نہ لکھنا چاہیئے تھا بلکہ محض شرح اور اشارے کرتے جانا کافی تھا یہہ مینے اسلیئے نہین کیا کہ ہماری عام قومی تعلیمی حالت ایسی نہین ہے کہ محض اشارون سے کام چلسکے خصوصاً جس زمانہ مین اپنا مذہبی میلان ظاہر کرنا تدبر کے خلاف سمجھا جاتا ہو!

خدا کرے پڑہنا چاہنے والے کیلئے میری تحریر میرے اظہار خیال مین شبہہ نہ پیدا کرے- اسکے بعد یہہ بھی کہدون کہ یہہ کتاب اُنکے لیے ہی جنہین اپنے اوپر اسقدر اعتبار ہے کہ "یہہ دیکھو کہ کیا کہا یہہ نہ دیکھو کہ کس نے کہا" پر عمل کر سکتے ہین- مین تہوڑے صبر اور غور کا ملتجی ہون- اور سب کے آخر مین :-

تاج سر من خاک کف پائے کسیست کو چشم مرا بہ عیب من بینا کرد

خاکسار

ریاض

علامات جو ہم کام مین لائے ہین

! مخاطبہ یا تعجب - یا اظہار تاسف-

؟ استفہام-

- یا جملہ ختم ہوگیا یا آخری لفظ کا سلسلہ دوبارہ اسی نشان کے پہلے لفظ سے ہوگا-

...... اسکا نشا ہے کہ کچھہ عبارت غیر متعلق سمجھہ کر حذف کی گئی-

" " اس نشان کے اندر کی عبارت خاص اُس شخص کی ہوگی جسکا تذکرہ کیا گیا-

:- ذکر کیجانے والی عبارت کا اسکے بعد آغاز ہوتا ہے-

( ) خطوط ہلالی کے اندر کی عبارت اُسکے پہلے کے لفظ کی کسی شرح کیلئے ہی-

باب اول

ولادت حسینؑ کے قبل سے رحلت رسولؐ تک

(رسولؐ کی تعمیرانہ مصلحت)

غار حرا کا طالب العلم

مشیت ایزدی اسکی متقضی ہوئی کہ غار حرا کا طالب العلم دنیاے گذشتہ کا مُصلح اور آیندہ کا رہنما ہو مصلح بنا اور رہنما ہوا۔ اسکے سمجھنے کیلئے مذاہب گذشتہ کی کتب مقدسہ اُن مذاہب کے بانیئن کی ذات اسکے اثر انکی عقل کامیابی اور افعال پر نظر کرنا اور اسکے بعد بے تعصبی سے اسلام اور شارع اسلام کی ان کل باتونکو دیکھنا صحیح فیصلہ سے دور نہ رکھیگا۔

اس کتاب کا مبحث اس غرض سے بہت دور ہے جسمین متذکرہ صدر مقابلہ کی گنجایش ہو مجھے اس جگہ جو کچھہ کہنا ہی وہ صرف اسقدر ہے کہ اگرچہ اُس زمانہ تک جہان تک تاریخی نگاہ جاسکتی ہی اسکے آثار ہین کہ قومون مین ہادی پیدا ہوئے اور انہون نے چاہا۔ کوششین کین۔ بلکہ اکثر اپنے جوش ہدایت مین جانین دین لیکن جسوقت نبی عربی مبعوث ہوئے اُسوقت مشہور مذاہب کی ایسی قابل تاسف حالت تھی جو ایک ہادی کی ضرورت بتا رہی تھی اور ضرورت اس امر کی تھی کہ اُسکے، اصول ایسے عالمگیر ایسے معتدل اور اس درجہ کمال عقلی کے مظہر ہون کہ لوگ جو بیشتر کے کسی مذہب کے پیرو ہون اور وہ اپنی تباہ شدہ حالت پر غور کر کے کسی زبردست نفس اور ہادی کی مدد لینا چاہتے ہون اُنہین اس نقیب کی نقابت قبول کرنے مین کوئی منصفانہ عذر نہو وہ یہہ نہ سمجھین کہ یہہ کوئی ایسی بات کہہ رہا ہے جسسے پہلے کی عمدہ باتون سے مغائیرت ہے۔ اُسکا حکم نہ محض جنٹائیلس کے لئے ہو۔ نہ یہود کیلئے اور نہ وہ کسی ایسے مذہب کا نقیب ہو جسکی تعریف بجاے مذہب کے جغرافی حدود کا سبق دیتی ہو۔ بلکہ خدا کے پیدا کیے ہوئے تمام انسان اور عالم کے لیئے ہو۔

ہادی عالم کی بعثت کیوقت مذاہب کی حالت

ایک نبی کا دوسرے نبی کے بعد مبعوث ہونا یہہ معنی نہین رکھتا کہ وہ گذشتہ انبیا کی تعلیم کو قطعاً

ایک نبی کے بعد دوسرے کی کیون ضرورت ہوئی

منسوخ کرنے کیلئے آیا ہی نہ وہ اسلیئے آیا ہی کہ اُسے کچھہ ایسے اصول اخلاق اور نیکیان سکھانی ہین جو پیشتر نہ
سکھائی گئی تھین۔ نہین نیکیان ہر زمانہ مین نیکیان تھین اور یہی اُنکی نیکی ہونیکا بہترین ثبوت ہی جو کچھہ
ضرورت ایک نبی کے بعد دوسرے کو ہوتی ہی وہ یہہ ہی کہ جس طرح زمانہ گذرتا جاتا ہی اور جو جو مبالغہ یا کمی
احکام مین پیدا ہوتی جاتی ہی اُسے متنبہ کرے۔ بھولی ہوئی باتون کو یاد دلائے اور اُنہین اسطرح سکھائے
کہ اُنپر اُسکے جوش اور اُسکی سچائی کا اثر ہو۔ ہدایت پائے ہوئے ہدایت کرنیوالے کے پیرو معلوم ہون اور
وہ غرض پوری ہو جو اُسکی بعثت سے ہو سکتی تھی۔ بلاشبہہ نبی کی اُسوقت بعثت ہوتی ہی جب اُسکی خاص
ضرورت ہوتی ہی وہ اُسوقت کے خیال کے ساتھہ پیدا ہوتا ہی وہ اُسوقت کی جماعت کیطرح پیدا ہوتا ہی
لیکن ایسا کہ اپنے زمانہ کے لوگون کو اپنی باتین سمجھا سکے ورنہ اگر درجہ عقلی مین اُن لوگون سے کم ہو جو نہین

ضروری معیار

وہ سمجھانے آیا ہی تو حقیقتاً نہ وہ سمجھا سکتا ہی اور نہ لوگ سمجھہ سکتے ہین۔ اسلیئے معیار نبوت مین بظاہر جو
چیز سب سے زیادہ ضروری معلوم ہوتی ہی وہ اپنے زمانہ۔ اپنے گروہ یا اپنے مخصوص نقطۂ
ہدایت مین اُسکی ترقی عقلی اور اخلاقی عظمت ہے۔

تجدید کی ضرورت

اگر خداوند تعالے اس بات کا التزام فرماتا کہ ایک ایسے زمانہ مین جو ابتدائے آفرینش فرض کر لیا
جائے اُنہین ایسا کامل دین اور اصول ہدایت سکھایا جائے جسمین اصولاً کوئی ترمیم یا تنسیخ یا
تجدید نہ ہو سکے تو یہہ ایسے زمانہ کو ایسی باتین سکھانی ہین جسوقت کا دماغ اپنی فطری ترقی
اور نشو مین اُس حد تک نہین پہونچا ہی جسمین وہ ایک اعلی ترقی پائے ہوئے زمانہ کے
اصول کا متحمل ہو سکے۔ وہ جسنے نامکمل چیز نہین دیکھی ہی وہ مکمل کی شایان قدر نہین کر سکتا
اس حالت مین اگرچہ اصول قطعاً مکمل ہی لیکن اس لحاظ سے کہ وہ زمانہ کے موافق نہین ہے
حین نامکمل سمجھا جائیگا اسلیئے کہ اُسکی تکمیل کس کام کی جب وہ اتنی بھی ہدایت نہ کر سکا جو اُس سے
کم درجہ تکمیل لیکن زمانہ کے موافق سے ہوتی۔ مثالاً اگر افریقہ کے اُس خطہ مین جہان کوئی طریقہ حکومت
نہین ہی اور طوائف الملوکی کے بھی خوگر نہین ہین اگر دفعتہً یورپ کی انتہائی ملی یا مشروطہ حکومت
جاری کیجائے تو یقیناً ایسی حکومت اور رعایا دونون کی انتہائی بدنصیبی ہی بجائے کسی اور بحث

انبیا کی ایک دوسرے پہ فضیلت

کے ہم مسلمانون کا ہدایت نامہ اسے ان مختصر لفظون مین کہ " تلک الرسل فضلنا بعضکم علے
بعض " طے کر دیتا ہی۔ آخر اُنہین بجز اپنی ذات عمل اور اصول کے اور کس چیز سے فضیلت ہو سکتی

تھی ضرورت تھی کہ ایک مرتبہ ایک بڑا نبی پیدا ہوتا اپنا اثر ڈالتا اور گذر جاتا کچھہ لوگ اُسکے اصول کے ساتھہ اثر لیتے آتے اور کچھہ کم درجہ کے مصلحین اُسے سنبھالتے آتے یہانتک کہ مشیت ایزدی اسکی مقتضی ہوتی کہ کوئی ایسا پیدا ہو جو بعض فروعات کو منسوخ کرے بعض قایمقام فروعات کی تعلیم دے اور کچھہ اُن نئے خیالات اور افعال کی روش کی اصلاح کرے جو اس درمیان مین پیدا ہو گئی تھین۔

حضرت موسی کی مثال

مثالاً نہ صرف اعتقادی بلکہ تاریخی حیثیت سے بھی یہہ مسلّم ہے کہ حضرت موسی کے قبل انبیا تھے لیکن حضرت موسیٰ کو اسکی ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ ایک قانون مرتب کرتے اور وہ اپنے زمانہ کے بلکہ اپنے بعد بہت زمانہ تک کے بڑے نبی تھے اُنکے بعد اُنکا دین کبھی پستی کیطرف اسطرح مائل ہوا کہ اُبھرنے کی کوئی امید نہ رہی اور کبھی دفعتہً اسطرح اُبھرا کہ گویا پستی سے مطمئن ہو گیا اور اس جزر و مد مین انبیا پیدا ہوتے رہے جو اپنے اپنے درجہ نفس اور قوت کے موافق ہدایت کرتے رہے یہانتک کہ ابن مریم پیروان یہود کے گھر پیدا ہوئے اور خود اُنکے متعلق یہہ کہنا دشوار ہے کہ وہ کب یہودی نہ تھے اور کب اُنہون نے دین موسوی سے آزاد ایک دین کا اعلان کیا اُنکی نہایت مخصوص تعلیم یہہ تھی کہ شریعت موسوی نے کہانت اور رسومات مین جو افراط پیدا کی تھی اور اسکے انہماک نے مذہب کی اصلی خوبیون سے جس درجہ تغافل پیدا کیا تہا اس سے متنبہ کرین شریعت موسوی کے اثر یا اُسکے متعلق غلط فہمی نے بنی اسرائیل مین دوسری قومون سے مغائرت پیدا کی اور وہ ناقابل اصلاح حد تک پہونچ گئی ابن مریم کی تعلیم محبت کا وعظ کہتی رہی۔ اگرچہ اُنہون نے کبھی یہہ مخصوص غرض اپنی وجہ بعثت کی ظاہر نہین کی

ابن مریم نے دین موسوی سے کبھی برات ظاہر نہ کی بلکہ بعض امور اُسمین اصلاح چاہی۔

زمانہ۔ جزر و مد خیالات۔ افراط و تفریط حوادث اور دیگر تغیرات وہ خاص عناصر ہین جس موقع پر انبیا کی بعثت دکہائی دیتی ہے اور وہ کرتا ہے جو کچھہ کر سکتا ہے۔ اُسکی کامیابی۔ اُسکا درجہ اُن باتون اور اثر سے سمجھا جاتا ہے جو وہ کر گیا اور یہی اُسکی بہترین یادگار ہوتی ہے۔

انبیا کا درجہ کیونکر سمجھا جائے۔

وجوہات بعثت مین جو ایک اور غرض میری سمجھہ مین آتی ہے وہ یہہ ہے کہ اگرچہ ایک نبی اسقدر سمجھاتا ہے جسقدر سمجھانے کی ضرورت سمجھتا ہے لیکن یہہ سمجھنا اور کامل حد تک سمجھنا دشوار ہے کہ وہ لوگ بھی جو سمجھائے گئے تھے اُسکی تعلیم کے ہر پہلو کو اسطرح سمجھہ گئے جو اُسکے بتانے کی غرض تھی۔ بڑے لکھنے والون نے اکثر اسکا اقرار کیا ہے کہ کسی بات کو اسطرح سمجھانا کہ وہ ہر طرح اور ہر درجہ عقل کے آدمی کی سمجھہ مین آجائے دشوار ہے۔ اس لحاظ سے یہہ سوچنا غالباً کوئی حدود شکنی نہین ہے کہ اگر

ایک نبی اکثر دوسرے کا شارح تھا۔

انبیاء دوسرے گذرے ہوئے نبی کے شارح تھے اور اُنھون نے وہی کام جاری رکھا تھا جسکی اُس وقت کی نسل کو ضرورت تھی اور جس نسل مین گذشتہ نبی کی ذات تقررات اثر اور تعلیم سے مس نہ تھا۔ قرآن فرماتا ہی۔ ما ننسخ من آیة او ننسها نات بخیر منها او مثلها (ہم کسی نشانی کو نہ باطل کرتے ہین نہ بھلاتے ہین اگر یہہ کہ اُسی سے بہتر یا اُسکے مانند لاتے ہین)

ہمارے ہادی کی بعثت رقیب مذاہب کے حلقہ مین ہوئی۔

نبی عربی کی بعثت کا بہترین ثبوت اور ہدایت خلق کیلئے خدا کیطرف سے بھیجا جانا منجملہ اور بہت سے ثبوت کے یہہ ہی کہ وہ ایک ایسے مقام پر پیدا ہوئے جہان کے لوگون کو نہ صرف یہودیت مسیحیت زردشتیت۔ صابئیت (صابئین) اور ہندویت کا علم تھا بلکہ ان مذاہب کے لوگ بہ استثنای ہنود عرب کے کسی نہ کسی خطہ پر بحیثیت حاکم گروہ کے بھی قابض تھے اور اُن مین سے ہر ایک کے علما اور فقہا اپنی اپنی حکومت کے آغوش مین بعافیت بسر کرتے تھے۔ دیر کیون جائیے تعجب خیز برداشت نے آغوش خانہ کعبہ کو عرب کے ہر مذہب کی نمایش گاہ بنا دیا تھا۔

خانہ کعبہ قبل اسلام

مثلاً نہ صرف خانہ کعبہ کی چہار دیواری مین اُسکی تعمیر کرنیوالے کی اسطرح تصویر رکھی تھی کہ ایک طرف حضرت ابراہیم اور اسمعیل کا بت تھا اور اُسکے سامنے ایک بھیڑ اٹکا اتھا تو مسیحیون کیلئے یہہ ناممکن تھا کہ حضرت مسیح کو حضرت مریم کی گود مین بیٹھا ہوا نہ دیکھتے۔ لات و منات کی تمام عرب پرستش کرتے تھے درانحالیکہ لات نہایت قدیم زمانہ سے اہل بابل کی ملکہ تحت الارض تھی اور چونکہ اہل بابل نے علم الآثار مین بہت سی کتابین لکھی تھین اور وہ سیارون سے خاص فال اور اثر کے امیدوار رہا کرتے تھے اسلیئے عجب نہین ہی کہ صابئین اہل بابل کی یادگار ہون اور یہہ بت دونون قومون کی مذہبی خیال کا مجسمہ ہو۔ زمانہ اسلام کی تاریخ عرب بتاتی ہی کہ ہُبل قریش کا خدای جنگ تھا کیونکہ جب احد مین حضرت رسول ؐ کی شہادت کی خبر مشتہر ہوئی تو ابوسفیان نے خصوصیت سے اس بت کی تعریف کی تھی اور کسی فوجی مہم کے روانگی کے قبل اسی سے طلب استعانت بھی کیجاتی تھی۔ اور بلحاظ اسکے کہ قدیم الایام سے انسان بتون کے سامنے اپنا اظہار خلوص و عقیدت کیا کرتا تھا اسلیئے عرب مین بہت سے بتون کا زبان کے اختلاف نام کے لحاظ سے موجود ہونا اس مفہوم سے کسیطرح الگ نہین ہے کہ مذہب بت پرستی کی بھی معمول سے زیادہ وکالت ہوتی تھی۔ اور اس لحاظ سے کہ

کچھہ موحدین بھی اس حیثیت کے تھے جو ان عقاید سے اسقدر متاثر نہ ہون جسقدر توحید سے رغبت ہو اور
وہ روایات یا فطری روشن خیال سے اس نتیجہ پر پہونچے ہون کہ ابراہیم نے اسے خداے واحد کی پرستش کے
لیئے بنایا تہا اور انکی وقعت اور اپنے اعتقاد کو اس گھر سے وابستہ رکھتے ہون لیکن یہہ انکے امکان کے
باہر تہا کہ اس مشہور مذاہب عالم کے خانہ ملی سے ہر ایک وکیل کو نکالدیتے اور محض خداے واحد کی
پرستش کیلئے مقدس کرتے۔ شاید ہی دنیا کے کسی معبد کو اسقدر مشہور مذاہب کے مرکز ہونیکا
موقع ملا ہو۔

خانہ کعبہ مذاہب کا وکالت خانہ تہا

خانہ کعبہ کے اس حیثیت کے مجموعہ معبد ہونے سے گمان غالب ہوتا ہے کہ اسکی وقعت کسیطرح کسی
زمانہ مین کم نہین ہوئی۔ روایتین ہون شہرت ہو۔ یا لوگون کا عام رجحان ہو انمین سے ہر شئے
اسکی تائید کرتی ہے ہموزنی اثر تھی اور اسطرح ایکمذہب دوسرے پر اپنا اثر ڈالتا تہا۔ اور کچھہ ایسا ہموزن
اثر تہا کہ ایک فریق دوسرے کی شئے پرستش کا تخلیہ نہین کرسکتا تہا چہ جائیکہ کوئی ایک اس امر
کی کوشش کرتا کہ وہ بقیہ کو اس معبد سے نکالکر اپنے لیئے مختص کرے۔ اور اسی وجہ سے کہ یہہ بہت سے
اقوام کا مرکز پرستش تہا لوگون کا جمع ہونا اور جمع ہوتے رہنا اس امر کی ضرورت پیدا کرتا تہا کہ انکی
آسائش کی چیزین مہیا کیجائین اور اسطرح عرب کا یہہ خطہ قدیم زمانہ مین بھی مرکز تجارت ہوجانے کے لیئے
موزونیت رکھتا تہا۔

ہموزنی اثر

مکہ کی مرکزیت

مذہب اور تجارت یہہ دونون چیزین جب مختلف حیثیت کے لوگون کو دور و دراز مقامات سے کھینچ سکتی
تہین تو یہہ تعجب خیز نہ تہا کہ لوگ فرائض مذہبی کی سبکدوشی اور ایک حد تک امورات تجارت کے
انہماک کے بعد اسکے متمنی ہوتے ہون کہ انکی دافع کسل بھی کوئی شے ہو اور اسکے لئے فصیح خطیب اپنی
تقریرون اور شیرین بیان شعرا اپنے کلام سے حاضرین کو محظوظ کرتے ہون ایسے زمانہ مین جبکہ کسی
ملک مین اشغال علمی اور کتابی علم کی ترقی نہ تھی یہہ دونون چیزین لوگون کی واقفیت مین اضافہ اور انکے
خصائل کی درستی حوصلون کا پیدا کرنا یا قرب وجوار کے رنگ مین رنگنے کا زبردست ذریعہ تہین
خصوصاً ایسی حالت مین جبکہ عرب کی شاعری زیادہ تر واقعاتی نظم ہوتی تھی۔

دافع کسل اشغال

ذریعہ التعلیم

اسنے عکاظ اور ذوالمجاز کے میلونکو جو کعبہ کی بدولت مشہور اور پیدا ہوئے تھے ایک بھلی چنگی درسگاہ
بنادیا تہا جہان ہر ایک سال کی مختلف خبرین ہر ایک کو پہونچ جاتی تہین سنا ممکن تہا کہ ایسا مجمع جہان

[illegible]

فصیح خطیب اور شعرا جمع ہون وہ زبان کی امارت مین مدد نہ دے۔ عرب کے ایسے ملک مین
جہان اشیاے آرایش اور دیگر اسباب یا فطری منظر کی اسقدر کمی ہے زبان کے اس درجہ وسیع ہونے
کی اور کوئی وجہ بجز کعبہ اور اُسکے ضمن مین اُسکے میلونکے علاوہ نہین بتائی جاسکتی ہے۔

ابرہہ کے حملہ کی غرض۔

جو کچہہ اغراض ہون مسیحی ابرہہ کے حملہ کے لیکن جو کچہہ ظاہری باتین آسانی سے سمجہہ مین آسکتی ہین
وہ یہی چاہتا تہا کہ کعبہ کے ڈہا دینے سے لوگون کا عقیدہ یا اُسکا مرکز قایم نہ رہیگا۔ لوگ جمع نہ
ہونگے۔ یہان کی تجارت جاتی رہیگی اور یہہ لوگ اپنی ضروریات کے لیئے دوسرے مقامات کے
محتاج ہو جائینگے اور کوئی عجب نہین ہے کہ اُس نے اس غرض سے کوئی تجارتی مرکز اپنے فائدہ
کے لحاظ سے قایم کرنا چاہا ہو۔

عرب ہدایت سے بے خبر نہ تہا

اس سے قیاس ہوسکے گا کہ عرب من حیث القوم اور ملک ایسی قوم اور ملک نہ تہا جو مذاہب سے
بے خبر ہو۔ وہ خبردار تہا اور دنیا کے مشہور مذاہب ہر وقت اُسکی آنکہونکے سامنے تہے۔ مجھے اس سے
بحث نہین ہے کہ کوئی نبی اسکے قبل اُنکی سرزمین مین مبعوث ہوا تہا یا نہین لیکن یہہ ظاہر ہے کہ
نہ صرف حضرت ابراہیم کی تشریف آوری کے آثار ہین بلکہ قیاس ہوتا ہے کہ اکثر انبیای بنی اسرائیل
کم سے کم اُسکے بعض حصص کی طرف گذرے ہین۔ اور یہہ توپال کے خطوط صاف صاف کہتے
ہین کہ وہ عرب کی سرزمین مین گئے تہے۔

نئے مذہب کیلئے کیا دشواریان تہین۔

چونکہ ہر مذہب کے فقہا اور واقفان مذہب موجود تہے جیسا تاریخی آثار صاف بتاتے ہین اور
بہ لحاظ اسکے کہ مذہبی پیشوا اپنی روحانی حکومت سے بہ آسانی دست بردار ہونے کے لیئے آمادہ نہین ہوتے
یہ اکثر اوقات تعصب اُنہین دوسرے مذہب کے متعلق آزادی سے کچہہ دیکہنے سننے دیتا ہی اس لیئے
اس حالت نے وہان کے عقاید کے پلٹے نہ جاسکنے کے متعلق اور بہی دشواریان پیدا کی تہین۔
اور بظاہر ان مشکل حالتون مین کوئی اور صورت بجز اسکے دکہائی نہ دیتی تھی کہ نہ عرب کا کوئی خاص
مذہب ہوتا اور نہ اُسے کوئی ایسا صاف قوی مرکز ملتا جسکی تعمیل نہ صرف اعتقادی حیثیت سے مفید
ہوتی بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ وہ بہت سے غیر مفید اوہام سے کنارہ کش ہوتا اور اُسے واضح اور فطری
راستہ دیکہنے اور چلنے کی توفیق ہوتی۔

جو کچہہ خوف ہوسکتا تہا وہ یہہ تہا کہ عرب کے دو جانب دو عظیم الشان سلطنتین حکومت کر رہی تھین اور

عرب کا سیاسی موقع

اگرچہ عرب کے زیادہ تر ریگستانیت نے اسکا قیاس قابل عمل نہ رکھا تھا کہ یہہ دونون حکومتین ملکی رقابت پر زیادہ ہوکر دو طرف سے دباؤ ڈالینگی اور عرب ان دو بھاری چکی کے پاٹ مین پس کر رہجائیگا لیکن تاہم عرب کے زرخیز صوبے محفوظ نہ رہی تھے اور آغاز اسلام مین یمن کا ایسا صوبہ باذان کے ماتحت تہا عرب کے سرچشمۂ حیات یعنی دجلہ اور فرات کی زمین شمال مین اگر رومی حکومت کی ماتحتی کے قابل ہوسکتی تہین تو مغرب اور جنوب کیان ایران کے زیر اثر رہسکتا تہا - جو کچھہ اہل عرب کے لیئے چھوٹا ہوا تہا وہ اسکا صوبہ حجاز تہا یا صحراے عرب -

اسکا اثر

دوسری وجہ کہ کیون یہہ دونون سلطنتین ہر ایک عرب کو اپنے زیر اثر رکھنا چاہتین نہ صرف موجودہ زمانہ کے لحاظ سے قابل فہم ہی بلکہ اُس زمانہ کی تاریخ بھی بتاتی ہی کہ ان دونون مین سے ہر ایک عرب کی سی آزاد اور جنگجو قوم کو زیر اثر رکھنا چاہتا تھا نہ صرف اسوجہ سے کہ وہ دشمن اور اپنے درمیان ایک زبردست آڑ ہوتی بلکہ اسلیئے بھی کہ اُنکا اور اُنکی جانون کا میدان جنگ کیلئے خرید لینا بہت آسان تہا اگر اسکے آثار ہین کہ اکثر شیوخ عرب کسریٰ کے دستنگر تھے تو یہہ بھی واضح ہی کہ اہل روم بھی اس منقولہ جائداد کو اپنی طرف کھینچنے کی فکر سے خالی نہ تھے -

فرزند صحرا مسیحی یا آتش پرست نہ ہوا -

یہہ صورتین تہین کہ عرب کا بجاے یہودی یا عام مفہوم کا بت پرست رہنے کے مسیحی یا آتش پرست ہوجانا آسان تہا لیکن باوجود ان دلکش سامانون کے حیرت خیز امر یہہ ہے کہ یہہ دونون شاہی مذاہب اپنا مذہبی اثر ڈالنے مین ناکامیاب رہے اور فرزند صحرا اپنے اس شاخ خیال مین بھی مطلق العنان رہا

سیاحت اور جغرافی موقع

عرب اس لحاظ سے بھی کوئی بڑی ناواقف قوم نہ تہا کہ اُسے اُسکی ضرورتین مجبور کرتی تھین کہ اپنے سے زیادہ زرخیز صوبون مین بغرض تجارت جایا کرے - اسے ہر منزل پر سوچنے اور دیکھنے کا کافی وقت ملتا تھا یہان تک کہ شام مصر اور یونان کی زمینین اُسکی آنکھ سے پوشیدہ نہ تہین اور نہ قیصران روم یا خسروان ایران کے دربار اور اُنکی عظمت اُنکے لیئے کوئی خواب کا واقعہ تہا - قدیم الایام سے اُسکے بندر وہ ذریعہ تھے جہان یورپ اور افریقہ مین تبادلۂ اجناس ہوا کرتا تہا اسلیئے اگرچہ اُسے فطرت سے زرخیزی کا کوئی بڑا حصہ نہ ملا تہا مگر اسکا موقع ایسا بنایا گیا تہا جہان سے وہ ریاست عیش اور آرام کی چیزون کو اپنی نگاہ سے دیکھہ سکتا تہا -

یہہ تمام حیثیتین مل جلکر ایسے مواقع پیدا کرتی ہونگی جہان ایک قوم اپنی انتہاے فصاحت اور جوش ایمانی سے اپنے مقتدایان دین کی عمدہ صفات اور محاسن بیان کرتے ہون اور یہہ ذریعہ دوسرے پر اعتقادی فضیلت حاصل کرنے کیلئے موزون سمجھا جاتا ہو - اگرچہ عرب مین خانہ جنگیون کی مثال اور جانورون

فصاحت کا صرف

کیلئے لڑائیون کا ہونا معمول سے زیادہ پایا جاتا ہی لیکن یہہ مرشاہد ہی کہ انمین مذہبی مناظرون نے کبھی آپسمین کوئی فساد قایم کیا ہو اگرچہ فتح بیت المقدس کیوقت اہل عرب رومیون کے مقابلہ مین جنگ کرنے کیلئے بلائے گئے تھے۔ اسیطرح عرب کی فصیح زبان اور فطری شاعری کے جوش کے لحاظ سے یہہ معمول سے زیادہ ممکن تہا کہ تمام مذاہب کے اعتقاد اور روایتین انتہائی مبالغون سے ہوا مین اُڑ رہی ہون اور معیار تنقید کیطرف سے کاہلانہ تجاہل انہین ایسی تمام باتونکو ویسا سچ سمجھاتا ہو جیسا عامۂ ناس مین اعتقادی روایتون کے متعلق عام میلان ہی۔ اور جسمین روسای روحانی کی یہہ عام روش کہ انکا قول کبھی تنقید یا شبہہ کے حوالہ نہ کیا جائے جس سے انکی حکومت قلوب مین ضعف پیدا ہو اور ترقی پیدا کرتی جاتی ہی جو روز بروز مذہب کے اصول اصلی کا زوال ہے۔

اخلاقی اصول سے نابلد نہ تہا۔

عرب اخلاق کے اصول اولیہ سے بھی بے بہرہ نہ تہا اور نہ صرف انکی طرف اُسے حُسن ظن تہا بلکہ اوسمین پسندیدگی کا حس بھی تہا اور بہت سی خوبیان تو گویا اُسکے خصایل قومی مین داخل تھین۔ مہمان نوازی اُسکے خاصّہ قومی مین داخل تھی ہمسایہ کے حال پر مہربانی اور اُسکی خبرگیری نیک آدمیون کے اوصاف مین شمار ہوتی تھین۔ محتاجون اور بیکسون کی مدد کرنا تمام نیکیون مین افضل تہا عزت کا لحاظ اور وعدہ کا خیال رہتا تہا اور حمیت عرب اگرچہ نہایت بے مہار تھی لیکن اسی کی بدولت وہ کبھی کبھی اچھے کام بھی کرجاتا تہا عرب کے اخلاقی حس کے لیئے اس سے قوی مثال نہین دیجاسکتی کہ جاہل اور محدود نظر کی عورتین بھی اس سے بے بہرہ نہ تھین جو اس مثال سے

مثال

ظاہر ہی جبکہ ہمارا ہادی فتح مکہ کے بعد ہر طبقہ کے لوگون کو اُنکے موافق نصیحت فرمارہا تہا اور ابوسفیان کی بی بی حفظ عصمت کے متعلق حکم سنکر کہتی ہی کہ ”محمد ہمین نہین سکہاتے مگر اخلاق حسنہ“ یا کہتی کہ ”ہم تمسے غرور اور فریب مین تھے“

جعفر ابن ابیطالب کے قبل اسلام خصائل اور رسول کا اعتراف

انکمین اخلاقی قوی حس ہونا اس واقعہ سے بھی ظاہر ہے کہ جعفر ابن ابیطالب قبل اسلام سے ان صفات سے ممیز تھے کہ انہون نے زنا نہین کی شراب نہین پی بت پرستی نہین کی۔ اور جھوٹ نہین بولے۔ اور یہہ صفات پروری تھی شارع اسلام کی کہ وہ عام مجمع مین بلائے جاتے ہین انکی ان صفات کا اعتراف کیا جاتا ہی اور اُنسے ان عیوب سے احتراز کیوجہ پوچھی جاتی ہی جعفر کہتے ہین مینے شراب اسلیئے نہین پی کہ اُس سے عقل زایل ہوجاتی ہی جھوٹ نہین بولا اسلیئے کہ دروغگوئی مردانگی اور مروت کم کرتی ہی کسی کی حرمت سے زنا

رسول کے متعلق شکایت کا جواب

نہین کی اسلیئے کہ اگر مین زنا کرونگا تو دوسرا میری حرمت سے زنا کریگا کبھی بت نہین پوجا اسلیئے کہ اُس سے کوئی نفع یا ضرر نہ تھا اور اسیطرح جب حضرت ابیطالب سے لوگ ہادی عالم کی شکایت کرتے ہین تو وہ

جواب دیتے ہین کہ محمد حُسن خلق ہی تو تعلیم کرتے ہین۔"

عرب کا خاصہ

متذکرہ صدر مثالین بتائینگی کہ عرب اپنی واقفیت اصول اخلاق مین بے بہرہ نہ تہا بلکہ اسلیئے ممتاز تہا کہ اُسمین یہہ باتین
ایک خاصہ طبعی ہوگئی تہین درانحالیکہ وہ ممالک جنمین کتابی علم ترقی پر ہو الفاظ لغت تعریف کی کمی یا زیادتی وغیرہ وغیرہ
پر دماغ سوزی اور وقت صرف کرتے ہونگے۔ اسیطرح عرب اپنی ترقی عقلی مین بھی ایسا نہ تہا کہ اُسکا اُن اقوام سے

نظام حکومت

مقابلہ کیا جاسکے جنہین اپنی معاشرت اپنے حقوق اور اپنے پس وپیش کا ادراک نہین ہے۔ اگرچہ اُسمین قبیلہ بندی
تھی مگر اکثر اوقات ایک بڑے قبیلہ کی بہت سی شاخین ہوجاتی تہین اور اگرچہ اسطرح اُنکی قوت تقسیم ہوتی
تھی لیکن یہہ قبول کرنیکے قابل نہین ہے کہ وہ قومی مواقع پر تمام قبایل کے سردارون یا شیوخ سے استصواب نہ
کرلیتے ہون اور نہ ایسا تہا کہ ہمیشہ ایک شیخ دوسرے سے برسر پرخاش یا زبانی جنگا جنگی ہی کرتا ہو۔ بلکہ مثالین
ہین جہان وہ ملکر بھی کام کرتے تھے شیوخ کو طلب کرتے تھے اور آپس کی مشورت سے ایک بات طے ہوتی
تھی۔ اُنکی یہہ طے شدہ بات عموماً اُنکے نقطہ خیال کے لحاظ سے عمدہ تصفیہ ہوتی تھی اور دوسری بے انتہا مفید
بات یہہ تھی کہ اُسکی ناکامی کی صورت مین وہ الزام کسے دیسکتے تھے درانحالیکہ وہ کام جسکے عمل مین ناکامی ہوئی

ایک مفید حالت

ایک قومی تصفیہ تہا اسلیئے اُسکے اچھے یا بُرے نتیجہ کی تمام قوم اور اُسکے فرد ذمہ دار تھے اور اسیطرح دوسری
ایک اور اچھی بات یہہ تھی کہ وہ اپنے قومی سردارون کے حکم پر عمل کرنا جانتا تہا۔ اور اس صورت مین وہ اُن
قومی مجمعون سے اچھا تہا جنکا نام قومی مجمع ہو لیکن ہر شخص اختلاف رائے سے مجمع کو تراش رہا ہو۔ عرب کے نزدیک
ایسے سوسقراط سے جو کسی شے کی کامل تعریف پر جمع نہ ہوسکین ایسے تھوڑے سے جاہل اچھے تھے جو بغیر چون
وچرا کے اپنے سردار کا حکم مانین اور اسکی اطاعت کرین۔

یہہ سب باتین جو ابتک کہی گئی ہین اس بات کے دکہانے کیلئے ہین کہ اب کسی نبی کی بعثت کیلئے کسقدر
دشواریان پیدا ہوگئی تہین لوگ بڑی باتون مین ناواقف نہ تھے مذاہب تھے اخلاق تہا۔ مدنیت
تھی۔ اغراض سیاست اور اُنکے نتایج سے واقف تھے۔ تجارت تھی نفع وضرر کا حس تہا۔ اور اُن تمام
قومون کے مذاہب کا ایک دوسرے پر ایسا دباو تہا کہ جس سے نہ صرف کسی نئے تداخل کے لیے دشواریان
بڑہتی جاتی تہین بلکہ وہ سب آپسمین بھی لٹک نہ سکتے تھے کسی کا ہمت کرنا گویا اُنکی نگاہ مین اور کس
جواب کا مستحق ہوسکتا تہا بجز اسکے کہ لوگ اُسپر ہنسین۔ خاموش ہوجائین یا اسپر تعجب کرین کہ یہہ کون
ہے جو ایک جمی ہوئی حالت مین متغیرانہ ہیجان کا باعث اور اسلئے اپنی مخالفت پر لوگون کو کمربستہ کر رہا ہے۔

بات سمجھ مین آجاتی ہی کہ جب ملک اور اُسکی دلفریب اشیاسے جلوبندہ زر عرب یا عرب کی موجودہ گرد وپیش پر کوئی اثر
نہ ڈال سکتا تھا تو وہ کونسا ذریعہ تھا جو لوگونکو اپنی طرف راغب کرتا۔ کام ایسے قصہ خوان مقرر کا نہ تھا جو چند سیکھی
ہوئی باتون کو جسے اور لوگ بھی جانتے ہوتے لوگون کے بھرے ہوئے کانون کے حوالہ کرتا یا کہتا جاتا جبتک
کہ اُسے کہنا ہوتا اور اُسکے بعد تھکتا بیٹھہ جاتا۔ اُسکے الفاظ اور اُنکی ہوا جبال عرب سے ٹکراکر چور ہوتی یا ریگستانی
ہوا اُسے خاک کے نیچے اسطرح دباتی کہ وہ اونٹ کے قد سے زیادہ گہری دفن ہوجاتی۔ اُسکے الفاظ کے پہلے
اُسکا جوش صرف ہوجاتا اور اب بجاے اسکے کہ وہ دوسرے کو کچھ سکھلائے خود سیکھنے اور قبل اسکے کہ وہ
دوسرون مین جوش پیدا کرے اپنے مین جوش اور استقلال پیدا کرنے کیلئے تیار ہوتا۔

عرب کا دوسرا رُخ

ابتک عرب کی تصویر کا ایک رُخ تھا جو ناظر نے دیکھا اسکے علاوہ ایک دوسرا رُخ بھی تھا۔ عرب سب سے
زیادہ غیر مستقل مزاج شخص تھا۔ اُسکی سیماب خصالی ایک مشہور چیز ہی اور اُسکی حمیت جو کسی وقت جُد لیس کی
عزت کے لیئے انتقام پر آمادہ ہوسکتی تھی ایسے حرکات بھی سرزد کراسکتی تھی جسے رحم انسانیت اور انصاف سے
کوئی تعلق نہو۔ اُسکے جوش کی تربیت کرنا اور اُسکا معتدل مصرف نکالنا ایسے نفس شناس اور ایسے تربیت پرور کا
کام ہوتا جو آغاز اسلام کے قبل ایسی چیز نہ تھا جسکے متعلق خیال کرنیکی بھی کوئی جرأت کرتا۔ اور اگرچہ عرب مین
وہ خوبیان تھین جنکا ذکر کیا گیا اور وہ طبعی صفات تھین جنسے کام نکالا جاسکتا تھا لیکن اُسکا طغیان۔

عرب کیلئے کسی مصلح کا کامیاب ہونا نبی عربی کے قبل ناممکن القیاس تھا

اُسکا سیلابی جوش اُسکی خونخواری اور بُرائیون مین انہماک ایسی ظاہری چیزین تھین جسے دیکھکر دو کام نکالا
جاسکتا "تیز سے تیز عقل والے مدبر حلیم سے حلیم نبی اور اعلی سے اعلی مدرس اخلاق کے نزدیک حباب کو
کوہ بو قبیس پر دیدہ و دانستہ چور ہونے کے لیئے دے مارتا تھا۔

عرب اچھے سے زیادہ بُرا تھا۔

پڑھو ابن خلدون وغیرہ یا ڈیون پورٹ کا مختصر رسالہ "مراسم العرب قبل الاسلام" تو تمھین معلوم
ہوگا کہ عرب اپنی تصویر کے اُس رُخ مین کیسا بھیانک تھا۔ اس سے کہین زیادہ جسقدر وہ ایک
رُخ سے اچھا ہوسکتا تھا۔ وہی جنھین خسرو پرویز صحرائی سوسمار خوار۔ وحشی وغیرہ کہہ سکتا تھا جبکہ اُسکے
پاس نبی عربی کا دعوت اسلام کیلئے نوشتہ پہونچتا۔ حق تو یہہ ہی کہ وہ دفعتہً کیسے سمجھ جاتا کہ یہہ اُسکا فرمان ہے

خسرو پرویز کیلئے بلحاظ عرب ہونیکے نبی عربی کا درجہ دفعتہً سمجھہ جانا محال تھا

جو نہ صرف عرب کے تمام حیثیتونسے مجموعہ صفات سے اچھا ہی بلکہ افضل و اکمل عقول عالم ہی جبکہ تیرہ سو
برس کے بڑے وقت نے ایسے بہت سے دماغ نہین پیدا کیئے جو اُسے سمجھتے۔ اور حقیقت تو یہہ ہے کہ ایک شخص
مین مبدع فیض سے سمجھنے کے وہ عناصر جمع ہوجاتا اُسکا خود عالم کے ممتاز نفوس مین بلند ہوجانا ہی مثلاً کسی کا

نبی عربی کو سمجھنے کی دشواریان

ایسے اسباب مین پرورش پاناکہ وہ تقلیدی حیثیت کی اکثر اوقات راہ سے ہٹانے والی روش سے ہٹ کر عالم اور اسکے قوانین کو خود سے سوچے اور اسمین غلطی نہ کرے ۔ مثلاً ایسا سوچنا اُسے برابر راہ معارف پر اسطرح چلائے کہ اُسکی عقل برابر ترقی کرتی رہے اور آیندہ غلطیون کے خوف سے محفوظ ہونے کی حد تک پہونچ جائے ۔ مثلاً اُسکی قابلیتین اُسے خاصہ اور طبائع انسانی کو اُسیطرح سمجھائین جو آخر مین عین واقعہ سمجھی جائین اگرچہ اُسنے قیافہ اور بشرہ مین کوئی کتاب یا علم النفس کے دفترون مین سے کوئی ورق نہ پڑہا ہو ۔ مگر اُسکی آنکھین اسطرح سمجھ لیتی ہون جسطرح اُسنے اُنہین اُسوقت سمجھا ہے جسوقت یہہ اشیا عمل کیلئے متحرک تھین ۔ مثلاً اسمین بُرائیون کی طرف سے ایک ایسا طبعی تنفر پیدا کیا گیا ہو کہ اسے دوسرون مین بُرائیون کی بو بہی معلوم نہ ہوتی ہو چہ جائیکہ اپنے مین یہہ میل گوارا کر سکے ۔ مثلاً وہ اس درجہ صاف اور نتھرے ہوئے خیال کا ہو جو غلطیون مین اُلجھتا ہی نہین بلکہ وہ جاتا ہی ادہر ہے جسے ایک مجمع یا زمانہ کا ایک جزو یا وقت کا کچھہ حصہ یا جماعت انسانی اپنی فطری روش مین عرصہ کے بعد سوچتی ہے یا جسے اس درجہ اخذ نتائج مین ملکہ حاصل ہو گیا ہے کہ وہ اُس اساسہ کو جو عالم کے خیال لئے اُلجھا ہوا چھوڑ رہا تھا اپنا کر لے اور اُس سے وہ ممتاز اور روشن نتیجہ نکال لے جس سے بیشتر کی عقول عاجز تھین یا اُنہین اُس نتیجہ پر پہنچنے کی جرأت نہ تھی ۔ یا وہ اسطرح اپنے خاصہ طبعی کے نمونہ مین تیار ہو گیا ہو کہ اپنے خیال کا اپنے لفظون مین مجسمہ بنگیا ہو اور ان باتون نے اسمین وہ اثر ۔ وہ وقار اور وہ شان پیدا کی ہو کہ کیسا ہی نفس ہو مگر اپنے و پرائے اور کلام کا اثر دیکھتا ہے کیسا ہی ناشنو ہو مگر وہ اپنے تمام ناشنوی مین اپنے کو اُسکی طرف کہنچتا ہوا دیکھتا ہے ۔ یہہ سب وہ نورانی عقل ہو ۔ غلطیون سے محفوظ ہونا ہو ۔ وزنی ذات ہو یا اُسکا حیرت خیز اثر کسی طرح شاعری نہین ہے ۔ بلکہ اس حد تک بھی جسمین مبالغہ ممکن نہ ہو کسیطرح حدود شاعری سے ادنی مس نہین رکھتا ۔

عرب کی فصاحت اگرچہ اپنے عمدہ مصرف مین قابل تعریف تھی لیکن دولتمندونکی لڑکیون اور عورتونکی عزت اُنکی معمول تھی ۔ بدکاری اور زناکاری اُسکے لیئے ندامت کی چیز نہ تھی اور قدیم اسرائیلیون کا یہہ ورثہ اُن تک پہونچا تھا کہ اپنے باپ کی حرم پر متصرف ہو جائین یعنی سوتیلی مان اُن پر حرام نہ تھی ۔ بیگناہ لڑکیونکا قتل اُنکی جاہلانہ حمیت کے مقابلہ مین کوئی بُری چیز نہ تھا بلکہ اگر اُنکی اونٹنی یا بھیڑ پانچوین مرتبہ مادہ جنتی تو اُسے بھی کان کاٹ کر چھوڑ دیتے تھے کسی اجنبی کے گھر مین بغیر اجازت دڑانہ گھس جانا عیب مین داخل نہ تھا اور کعبہ مین برہنہ حج کرتے تھے ۔ انکے نزدیک مردہ جانورون کا گوشت نہایت لذیذ ہوتا تھا شراب و منشی چیزون کا استعمال

مدہوشی کے عالم مین اُس سے معیوب باتین سرزد کراتا تہا اور قماربازی بلا استثنا ہر دلعزیز کہیل تہا لونڈیان
گانا بجانا سکہائی جاتی تہین وہ حرامکاری کی مجاز تہین اور یہہ آمدنی آقا کے تصرف مین آتی تہی۔ رہزنی
اور غارتگری انتہائی حد کو پہونچی تہی۔ ٹوٹکے اور شگون کا اعتقاد کرتے تہے اور جانورون کے اڑنے سے
فال لیتے تہے۔ اُنہین اعتقاد تہا کہ اگر انتقام خون نہ لیا گیا تو مقتول کے سر مین ایک چہوٹا پرندا رکٹیرا پیدا
ہوکر آسمان مین چیختا پہرتا ہے۔ کسی کا مرجانا اُسکے اونٹ کی قضا تہی اسلیئے کہ وہ قبر مین باندھ دیا جاتا
تہا۔ قحط اور گرانی مین اونٹون کو مجروح کرکے اُسکا خون پیتے تہے۔ اور گائے کی دُم مین سوکہی گہانس اور
چہریان باندہکر پہاڑون مین چہوڑ دیتے تہے اور اسکے بعد پانی برسنے کے امیدوار رہتے تہے۔

لیکن جو بات نہایت ضروری تہی وہ یہہ نہ تہی کہ سب کے پہلے عرب سے ٹوٹکے یا شگون کا عقیدہ دور کیا جاتا یا اُسے لطافت تہذیب سکہائی جاتی۔ یہہ زمانہ کا کام تہا۔ پہلے اُسے ایسی تعلیم
اور اصول کی ضرورت تہی جو اُسکے لیئے ایک فطری مرکز ہوتا اُس سے محبت اور خلوص بڑہتا جاتا وہ
شرافت اور صدق و صفا کا قلعہ سمجہا جاتا اور یہہ نمونہ اُنہین اپنی فطری روش سے بلند کرتا اور یہہ
چڑہائی خود بخود نفس کے باعث ذلت افعال سے اپنے مین تنفر رینگتا ہوا دیکہتی سب کے پہلے نہ صرف

کیا چاہیئے تہا

عرب بلکہ عالم کو خدائے واحد چاہیئے تہا ایسا خدا نہین جو خداؤن مین بڑا خدا ہو۔ یا وہ کئی اور سے ملکر ایک
معجون بنگیا ہو یا گوشت اور خون مین اوتار ہو۔ یا نیکی اور بدی کے الگ الگ خدا ہون۔ جو باپ کے گناہ کا
عوض بیگناہ پشتون سے لیا کرتا ہو یا جسنے مخلوقات کو خود ہی گناہگار پیدا کیا ہو اور پہر اُنہین پر اپنے انصاف
کی قوت بہی آزمائے۔ یا جسنے شفاعت ناس کیلیئے عام اس سے کہ وہ حدود الٰہی پر چلتے ہون یا نہون
درمیانی آدمی رکہا ہو اور اسے بخشوانے کے ایسے اختیارات تفویض کردیئے گئے ہون کہ خود اختیار بخشنے
والے کے اختیارات مداخلت کی کوئی گنجایش نہ ہو۔ ضرورت تہی کہ وہ لیس بظلام للعبید (اپنے بندون پر
ظلم نہین کرتا) ہو۔ اور من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ (کون ہے کہ اُسکی اجازت بغیر شفاعت خواہ
ہو) کا اختیار اُس سے ساقط نہو گیا ہو۔ ضرورت تہی کہ اسکے علاوہ دنیا مین کوئی خدا نہ ہو۔ وہ خالق
ہو اور سب مخلوق ہون۔ یہہ نہ ہو کہ وہی خالق بہی ہے وہی مخلوق بہی ہے اور ایک عجب الٹپہر ہوتی ہون
کارخانہ ہے کہ نہ قاتل قاتل ہے نہ مقتول مقتول۔ نہ حاکم حاکم ہے نہ محکوم محکوم سب ایک ہین در انحالیکہ
ہر ایک اپنے کو ضد حالتون مین پا رہا ہے۔ یہہ نہ ہو کہ خدا انسانی صفت کا نمونہ ہو بلکہ خدا کی صفت اور قدرت

تمام اشیاء عالم مین ظاہر ہون اور اپنی زبان سے اپنے صانع کی حکمت و قدرت کی ثنا کرتی ہون ضرورت تھی
کہ وہی مرکز صفات ہو۔ اُسکی صفت عین ذات ہو بلکہ کمال الاخلاص لہ عن نفی الصفات عنہ۔ ہو ترقی
اخلاق نے اُسے نہ بنایا ہو بلکہ عالم کے تجربہ اخلاقی مین وہ ظاہر ہوا ہو۔ وہ اخلاق کا خزانہ ہو نہ یہہ کہ
اخلاق اُسکی زینت ہو۔ اخلاق کو اُسکی طرف نسبت دیئے جانے سے افتخار ہو نہ یہہ کہ اخلاق سے
نسبت دیئے جانے سے اُسکی کوئی وقعت بڑھ جائے۔

سوچو عالم کے مذاہب کے خداکو۔ سوچو ہر طرح کے شرک کو۔ سوچو وحدت وجود کو۔ سوچو خود پرستی کو
اور پھر اسکے بعد غور کرو اس حیرت خیز مختصر فقرہ کو جسے ہم عالم کے تصفیہ توحید پر ترقی کہتے ہین کہ
"لا الہ الا اللہ" اس "لا" اور "الا" مین نہین دکہائی دیتی کوئی بات مگر یہہ کہ اسکا کہنے والا
عالم کے اسوقت کے اصول توحید پر پورا حاوی تہا اور جس توحید پر زمانہ حال کا فلسفہ اور سائینس کوئی
ترقی کی قلعی نہین کرسکا یہہ صاف۔ شفاف۔ سیدہا مختصر شرک کش شبہہ شکن جملہ تمام پیشتر کے اوہام و رائیونکو
جڑ سے کاٹ رہا تہا۔ یہہ دہریت اور مادیت کی خاک کو ہوا مین اُڑا رہا تہا یہہ "اللہ" بقول رسول کے
سب سے بڑے شاگرد کے وہ تہا جسکی طرف انسان اسوقت متوجہ ہوتا ہے جسوقت اسے ہر طرف سے
مایوسی ہوتی ہی اور تمام امیدین قطع ہو جاتی ہین یہی انسان کی آخری پناہ قرار دی گئی تھی۔

لیکن اس جگہ ایک عقدہ مالاینحل یہہ پیش ہوتا ہی کہ کیسے ؎ یتیمے کہ ناکردہ قرآن
درست ؛ کتب خانۂ چند ملت بشست ؛ کوئی کہتا ہی کہ جسوقت نبی عربی محمد ابن عبداللہ کی حیثیت
سے بارہ تیرہ برس کے سن مین شام گئے تھے اور نسطورا راہب سے جو کچھہ باتین ابوطالب سے ہوئی تہین ہی
اصل مین وہ بنیاد ہوئین جنہون نے آخر مین اُنہین اس بڑے منصب کے لیئے تیار کیا۔ اور یہہ اسلیئے کہا
گیا ہی کہ حقیقتاً حضرت عیسی کی یہی ابتدا ہوئی جنہین بپتسما دینے والے یوحنا نے بپتسما دیا اور جسکی
تقریر اور جوش نے ابن مریم کو متوجہ کیا۔ کوئی مثل سر ولیم میور رسول کی تعلیم مذاہب کے لیئے قیاسات کی حیرت
انگیز قوت سے اُن لوگون کو لاتا ہی جو لڑکپن مین قید ہو گئے تھے اور ہوتے ہوتے کسیطرح مکہ مدینہ پہنچ گئے اور
مسلمان ہو گئے کبھی کسی پادری سے کہین وعظ کہلوا دیا ہی جو کسی زمانہ مین کیون نہ ہوا اور رسول نے سنا ہو
یا نہ سنا ہو لیکن مسیحی مورخین کے موافق رسول کی تعلیم کیلئے ایک ذریعہ ہو گیا ! اور پھر بھی یہہ مذاہب
اس قابل ثابت نہ ہو سکے کہ وہ اسپر کوئی اثر کرتے دوسرا خود ہی کہتا ہے کہ نسطورا کی زبان دوسری تھی

نبی عربی کیونکر ایسے ہوئے

وہ عبرانی ہو یا ارمایک۔ اگر یہی ہی تو تصفیہ کرنا پڑیگا کہ رسول اس معصومانہ سن مین یہہ زبانین سیکھہ چکے تھے کس سے سیکھی تھی۔ مکہ مین کیا کوئی مدرسہ الہیات یا مدرسۃ السنہ عالم تہا۔ اُسکے پروفیسر کون تھے اُنہین عبدالمطلب یا ابوطالب کیا تنخواہ دیتے تھے۔ وہ مدرسہ اب کہان ہی۔ اُسکے کہنڈہر کچہہ باقی ہین یا بالوسے دب گئے اور پھر یورپ کے تمام ارکیولوجیکل سوسائٹی مین سے کسی نے اُسے کہود نکالنے کی کوئی کوشش نہ کی شاید کوئی کتاب نکلتی اور عالم کی معلومات مین اضافہ کرتی۔

دوسرا کھڑا ہوتا ہی اور کہتا ہے کہ نبی عربی کی معلومات تمام لیکن اپنے شباب کے سفر سے ہوئی اور وہین اُنہون نے توریت اور انجیل کا مطالعہ کیا لیکن تعصب کے گہرے پردہ نے یہہ سوچنے نہ دیا کہ مذاہب کا مطالعہ وہ کہیل نہ تہا جو اتنے زمانہ مین کہیلا جائے جسمین کوئی شخص اپنی اشیائے تجارت فروخت کرے درانحالیکہ وہ اُمّی ہو بحث طلب مفید نکات نوٹ نہ کرسکتا ہو اُسکی مسل مرتب نہ کرسکتا ہو اور پھر ایکسان مضمون کو تنقید کے لیئے اپنی نگاہ کے سامنے نہ رکھہ سکتا ہو۔ مجھے یاد نہین آتا کہ اُسوقت میکسمولر کی کتاب "مشرق کے مقدس مذاہب" نکلی تھی یا مسیحی سوسائٹیون کے چھوٹے چھوٹے رسالے عرب اور شام مین شائع ہو گئے تھے جس سے مدد لیجا سکتی۔ یا دبستان المذاہب وغیرہ ایران سے تصنیف ہو کر آگئی تھی۔ اور ساتہہ ہی ساتہہ یہہ سمجھنے کا ثبوت بھی ہو کہ اسی تیئس چوبیس برس کے سن مین محمد عربی کو ایک مذہب کے قایم کرنے کا خیال بھی ہو جو چالیس برس کے سن مین پختہ ہوا اور یہہ اُسوقت سے اپنی بعثت اور دعوے کے وقت تک برابر ایک مصنف کی طرح مضامین کے پہول چُن چُنکر گلدستہ بنا رہے تھے اور اُس شہد کی مکھی کیطرح بے کسل کوشش کر رہے تھے جو اُڑے بیٹھے یا بہنبہناے مگر اُسے صرف یہی خیال ہے کہ کیونکر اپنا چھتہ بنائے۔ وہ مواد کہان تہا جس پر رسول عربی سوچنے اور یہہ تمام باتین اُنکے دماغ مین جمع رہتین اور بلا سہو۔ کامل حیثیت سے۔ بلا اشتباہ اُسوقت نکل آتین جس وقت ضرورت کہتی کہ یہی بہترین موقع ہی۔ پھر وہ ایک وقت عالم مذاہب ہوتے دوسرے وقت پیطر اعظم اور نیپولین یا دالٹا سر کی تعریف کے قابل مدبر اور مقنن ہوتے تیسرے وقت اُنکا نفس انبیاے گذشتہ کا افتخار ہوتا اور چوتھے وقت وہ ایسے فصیح و بلیغ ہوتے کہ عرب کے افصح الفصحا سبعہ معلقہ کو کیڑون کے کہانے کے لیئے چہوڑ دیتے۔ اور علی ہذالقیاس وہ ایک وقت ایسے شجاع ہوتے کہ علی کا ایسا مستند شجاع عالم یہہ کہہ سکتا کہ انتہاے خطرہ کیوقت ہم لوگ رسول کے

نبی عربی کیا کیا تھے

پاس پناہ لیتے تھے یا وہ ایسا سپہ سالار ہوتا کہ جبیر ابن مطعم کو پیشتر سے ایسے درہ کی محافظت کے لیے مقرر کرتا جس سے خوف ہو سکتا تھا اور آخر مین محافظین کی لاپروائی سے دشمن کا موقع کو غنیمت سمجھنا اسکے اندازہ کرنیوالی سمجھ کا ثبوت ہوتا کبھی وہ ایسا جامع قوم ہوتا کہ افراد کو قبیلہ قبیلہ کو ایک قوم اور عالم کی قومون کو جو بہت سی حیثیتون سے مختلف تھین ایسی بنیاد پر کھڑا کرتا جسے دھوپ۔ بارش زمانہ اور اسیطرح کمزور کرنے والی چیزین کمزور نہین کر سکتین اور جسکی حد بندی کو صحرائی عرب کا سب سے بڑا طوفان کسیطرح مٹا نہین سکتا ایک لطف۔ ایک برادرانہ محبت۔ ایک جذبہ شوق۔ ایک پر کیفیت نغمہ اہل اسلام کے دلون مین پیدا کر دیتا جسکے احساس اور شیرین نغمہ پر مخالفتون کے مہیب قرنا اور طبل کی صدا غالب نہین آسکتی۔

کہیں کتب تاریخ مین اسکا ثبوت نہین ہے کہ نبی عربی نے اپنی بعثت کے ایک دن قبل بھی یہہ دعوی کیا ہو کہ وہ نبی ہونے والے ہین۔ چہ جائیکہ انہون نے بارہ برس کے معصومانہ زمانہ یا چوبیس برس کی عمر مین اس کا کوئی اشارہ کیا ہو۔

قبل بعثت کا کوئی اشارہ نہین ہے کہ انہون نے آئندہ دعوی نبوت کا اعلان کیا۔

لیکن معلوم یہہ ہوتا ہے کہ تمام ملک تمام مرکز جماعت۔ تمام صحبتین۔ اور فضا اس صدا سے رچی ہوئی تھین کہ ایک نبی پیدا ہونے والا ہے اور اس نبی پیدا ہونے والا ہے" کے فقرہ مین دل کی گہری سے گہری تہ کی یہہ خواہش ظاہر ہو رہی تھی کہ "ایک نبی کی ضرورت ہے" اور انہین دو فقرون کے بعد جب نگاہ اس بات کو ٹٹولتی ہے کہ آخر لوگ کس مین اپنے اس خیال کے آثار کو پاتے تھے کہان انکی نگاہین ٹھہرتی تہین تو یہہ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ وہ یتیم عبداللہ کی ذات تھی جو اکثر حیثیتون سے لوگون کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھی۔

کس پر نگاہین اٹھتی تھین

اسکے آثار ہین کہ عرب اپنی مذکورہ حالت مین سوچ رہا تھا کہ ایک ہادی کی ضرورت ہو اور اگرچہ یہہ کہنا موازنہ کے لحاظ سے دشوار ہے کہ آیا عرب کی یہہ امید شدت مین ویسی ہی تھی جیسے یہود کا "زمانہ آمد مسیح" تھا لیکن بہت کچھ یہہ امید ایسی واضح ہو چلی تھی کہ اسکا تشخص یتیم عبداللہ کی ذات مین ہونے لگا تھا۔ عرب کی جہانگرد نظر ہو یا نسطورا کی ایک صدی پرانی نگاہ یہہ دونون اس خاموش بولتی ہوئی سایہ فگن روح مین کچھ پاتی تہین اور جسطرح تجربہ ہوتا جاتا تھا انکی وقعت بڑہتی جاتی تھی نسطورا کا یہہ فقرہ اب تک محفوظ ہے کہ "ایسے یہود سے بچانا" کیون کیا اسلیئے کہ ایک زمانہ تک مسیحیون مین یہہ خیال تہا کہ یہود دوسری قومون کے بچون کو اپنے سبت کے دن ذبح کر ڈالتے ہین؟ لیکن تخصیص کیا تھی یتیم عبداللہ سے۔ یہہ کوئی موقع نہ تھا جہان نسطورا یہود اور بچون کی مشہور عداوت کے لحاظ سے اسکا موقع دیکہتا

آثار

کے دلون مین یہودیون کی عداوت کا ہیجان پیدا کیا جائے۔ اسیطرح بڑھے ورقہ کا یہہ فقرہ ابتدائی زمانہ کا پُرغور لحاظ بتاتا ہی کہ کہ مین کسی کو محمد ابن عبد اللہ سے زیادہ نبوت کے قابل نہین پاتا" اسیطرح اوایل عمر سے طبیعتون پر گہرے اور دلکش اثر کا یقین اس وفد سے ہوتا ہی جبکہ سرداران قریش ابو سفیان کی تین بڑی کمزوری کو ابن عبد اللہ مین تلاش کرنے اور اُسکا علاج کرنے آئے تھے اور اُنہون نے اپنے بھتیجے کی عمدہ صفات کا اقرار کیا تہا۔ اور اسیطرح بہت کچھ کہتی ہی یہہ حالت کہ جو دیکھتا تہا فریفتہ ہوجاتا تھا"

ہر وقت کے دیکھنے والے زیادہ متاثر تھے

ہر وقت کے دیکھنے والون مین بجاے اسکے کہ اپنے اس مرکز نگاہ اہل وطن کی وقعت کے متعلق تجاہل یا کمی پیدا ہو روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ وہ دیکھتے تھے کہ اُسمین سے خوش خلقی اور محبت ٹپکی پڑتی ہے۔ وہ اسمین تربیت کے اعلیٰ آثار پاتے تھے۔ وہ اپنی عقل کو اُسکی تبعیت پر مجبور دیکھتے تھے وہ اُسمین ایک عظمت پاتے تھے جسکے سامنے ادب سے دبے جاتے تھے اگرچہ وہ سن مین کتنے ہی بڑے کیون نہ ہون۔ وہ اُسے ایک ابر دیکھتے تھے جسکی خوشگوار بوندین عالمگیر ہوتی جاتی ہین۔

طفلی مین وجہ خلقت کا اشارہ۔

جی چاہے گا اُس بچہ کی زیارت کو جو بچون مین کھڑا ہی لیکن یہہ کہہ رہا ہے کہ "انسان لہو و لعب کے لیے خلق نہین ہوا ہی بلکہ اس سے بہتر افعال کے لیئے پیدا کیا گیا ہے" جسکی قرآن سے آگے چلکر وضاحت ہوئی کہ "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" یا حضرت امام حسن عسکری غرض خلقت انسانی علم اور عبادۃ کے لیئے فرماتے غور کرو تو اُسکی صورت تمہاری آنکھون مین پھر جائیگی جسکے متعلق کہا گیا ہے کہ "اندوہش پیوستہ و فکرش دائم" وہی جسکے پسند

بعض حالتین اور شغل

افعال مین بچون کو دیکھکر مسکرا دینا انہین سلام کرنا اور غلامون کے ساتھہ کہانا داخل تھا۔ وہ جسے بہلا معلوم ہوتا تہا کہ سال کا ایک مہینہ ایسی جگہ بسر کرے جہان اہل عالم کی نظر اسکے اعضا مین نہ چُبھے اُسکے کان دنیا کی صداؤن سے خالی رہین اُسکے خیال پریشان نہ ہون۔ وہ ادہر متوجہ ہو جدہر وہ چاہے۔ وہ اپنا آپ مالک ہو۔ عالم اور اہل عالم وہ بیشمار چیزین اُسے خواہ مخواہ ہر طرف دوڑاتی نہ پہرین۔ وہ جسنے باب بنی شیبہ کو اپنی یادگار داخلہ اور نصب حجر اسود سے عربون کا در امید بنا دیا عرب سمجھے کہ ہم من حیث القوم جس امر کو طے نہ کر سکے اسے ایک نوجوان کی عقل نے اس محبت اور خاکساری سے فیصل کر دیا کہ گویا اُسکے نزدیک یہہ کوئی ایسی بڑی بات نہ تھی جسپر افتخار کا خیال بھی کرتا اور اپنی افضلیت کے اظہار سے کوئی ناگوار بار رکھتا۔ وہ دل کے لیئے چھوڑتا تہا۔ وہ مثالون سے اپنی فضیلت کا احساس کراتا جاتا تہا اُسکے لیئے کوئی ادعاے بزرگانہ ہندوستانی کی کیسی ہی لطیف حدین ہو شریفانہ کنارہ کشی نہ تہا۔ وہ ضرور آگے چلکر خود انکے قابل پذیرائی اور اثر بخش شان پر لوگون کو اُنکے لیئے متوجہ کرتا تھا۔

یہہ بلند مفہوم ہر اعتراض سے بالاتر اور سخت سے سخت تنقید کا مقابلہ کرنے کی قابلیت رکہتا ہے یہہ اُسکا قصور نہ تہا کہ دوسرے کو
ایسا نہ پاتا تہا جنہین نمونہ اور مرکز بنا سکے لیکن وہ "منی اہل البیت" کہنے مین کافی سخاوت سے کام لیتا تہا جب اُس کا
فدایان پاتا تہا اگرچہ جیسے مردم شناس کی نگاہ نے یہہ افتخار بخشا تہا [illegible] غلام کے [illegible] حضرات سے کیون نہ یاد کیا
جاتا ہو۔ اور وہ بھی جرأت اور خوش پسندی کی اس حد تک آگیا ہو کہ تمام [illegible] اور بیہودہ نسبی افتخار کو یہہ کہکر
جہاڑ دے کہ "مین فرزند اسلام ہون"

قبل نبوت احسان

نصب حجر اسود کے تصفیہ کا احسان اس قابل تہا کہ عرب ہمیشہ کے لیے اس دن کو یادگار دن قرار دیتے
جبکہ انکی نیام مین انکی تلوار دن کو اپنی گود مین رکھ سکین ورنہ ظاہر ہے کہ ایسی لڑائی کیا کچھ کرسکتی تھی جسمین ایک پر
ایک نہین ہی بلکہ ہر خاندان کی تلوار ہر شخص کی گردن پر ہے کوئی خون ہو سکتا ہو؟ اگر اُس آنحضرت کے مصلح بنی آدم
اور امن النفس وفی الارض کے حقیقی نقیب نے انکی دوزندگی ہوتی۔ آپ کب تک دو دشمنون کی طرح ایک دوسرے
پر حملہ کرتے رہتے کس قدر قتل عام ہوتا اور قتل کے بعد آنے والے نتیجے [illegible] معاملہ کو کسقدر مہیب
کردیتے غالباً اس سے زیادہ مضر اثر پیدا کرنے کیلیے کوئی اور سبب ایسا ہوہی نہ ہوسکتا تہا اگرچہ سبب مذہبی
مخالفت نہ ہوتی لیکن مذہبی جوش اور باہمی مخالفت کی باعث ہوتی۔ مسبب الاسباب نے واقعات کہا کر
پیشین گوئی کرادی تہی کہ دیکہو بہت جلد ہی تمہارا جامع قوم ہوگا تم اُسوقت اُسکا کہنا نہ مانوگے مخالفتین کروگے
لیکن اُسکی ضرورت تمہین ہوگی اُسکی ہر طرح کی خوبیان تمہین اپنی طرف کہینچین گی اور آخرین وہ تمہارے
نظام پارینہ کا تار تار الگ کردے گا اور ایک ایسی بنیاد پر کہڑا کردے گا جو تمہین اُسوقت تک بکہرنے نہ دے گی
جب تک تم اُسکے اصول کو اپنی دینی دنیوی عقلی تمدنی اور معاشرتی بنیاد سمجہوگے۔

قبل بعثت نبی عربی کا دوسرا بڑا احسان کا یہہ تہا کہ انہون نے اپنی قوم کو ایک عرب کے وطن فروشی سے
مطلع کردیا جو اہل روم سے اس بات کی سازش کرتا تہا کہ انہین مملکت حجاز پر قابض کرادے۔ یہہ نصرف
اہل عرب بلکہ تمام ممالک اطراف کی دائمی شکرگذاری کے قابل ہے جو رومیون کے زیر تمدن اور اثر آسکتا
اہل روم کی تاریخ جنکے خونی کارنامون سے رنگی ہوئی ہے۔ انہین ملک کے آباد کرنے کی فکر نہ تہی بلکہ
فتوحات اور غنیمت کا جوش اور اپنے ملک کی قدردانی کی آرزو انہین ویرانی اور بیرحمیون کے لیے آمادہ
کرتی تہی اور اسکا اثر مفتوحہ ملک کے رہے سہے تمدن اور اخلاق کو بہی غارت کردیتا تہا۔

تیسرا بڑا احسان یہہ تہا کہ انہون نے عربون کے ایک قدیم عہد کو جو حلف الفضول کہلاتا تہا تازہ کیا جسمین غربا کی

مددیہ ظلوموں کی حفاظت اور عورتوں کی حفظ عصمت اور حمایت بھی شامل تھی۔

اور یہہ شہرت بھی اس سرداران عرب کے یادگار کی امانت داری کی کہ آخر مین غالباً عمر شریف کے چوبیسوین برس ملکۂ عرب حضرت خدیجہؓ نے جنکے ساٹھہ ہزار سے زیادہ اونٹ عمان۔ یمن اور شام کیطرف اجناس تجارت کے تبادلہ کا ذریعہ ہوتے تھے اپنا وکیل بنایا یہہ مرحلہ شام دلچسپ معلوم ہوتا ہے جب اس نوجوان کو شام کی بازارون مین دیکھیے اسکے حسن خداداد۔ اسکی فطری شیرین کلامی۔ اسکی متصورانہ شان۔ اسکی غور سے سُنی ہوئین آنکھیں اسکے ہونٹ یا نزاکت ابھردن کے نیچے دیکھنے والون کو اپنی طرف کھینچتی تھین خبرین کہتی ہین کہ چیزون کو کوئی نہین دیکھتا تھا اور سب بیچنے والے کے گرد ہجوم کرتے تھے۔ غالباً اس آرزو مین ہر شخص قریب آنیکی کوشش کرتا ہوگا اُسکی باتین سنین جبکا القول اُسکے شاگرد کے۔ لہجہ سب سے زیادہ درست تھا"

صورت کی دلکشی اور لہجہ

چونکہ مین تجارت کا ذکر کرنے لگا اسلیئے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ عربون کے تعلیم تجارت کے متعلق اس قدر اور کہدون کہ اتفاق سے یہہ افتخار بھی اس گھر کے لیئے تھا کہ وہ عربون کو دور و دراز ملکون سے تجارت کرنا نفع اٹھانا تجربہ حاصل کرنا اور اس سے اپنے خیالات اور ملک کی ترقی مین کوشان ہونا سکھاتا تھا۔

پانچوین صدی مسیحی کے قریب قصّی نے جو فہر الملقب بہ قریش (تاجر) کی اولاد سے تھے اور جنکا شجرۂ نسب معد بن عدنان سے ملتا ہے جو حضرت اسمعیل کی نسل سے تھے مکہ پر اقتدار حاصل کیا اور رفتہ رفتہ تمام حجاز انکے زیر اثر ہوگیا۔ انکے پہلے مکہ چھوٹی چھوٹی بستیون مین تقسیم تھا اور انہین کو کعبہ کے از سر نو تعمیر کی ضرورت ہوئی۔ اپنے قیام کے لیئے مسجد کے قریب ایک ممتاز عمارت تعمیر کرائی جسکا ایک بڑا کمرہ امور ملکی اور قومی کے انجام کے لیئے مخصوص تھا قصی نے سنہ ۴۸۰ء مین وفات پائی۔ قصی کے بیٹے ابوالدار اور عبدمناف تھے جنکی اولاد مین تنازعات کی ابتدا ہوئی۔ ابوالدار کی رحلت کے بعد آپکے پوتون اور انکے بھائی عبدمناف کے بیٹون مین انتظام اور حکومت کے لیئے نزاع ہوئی اور اسکی اسطرح تقسیم ہوئی۔

قصی

ابوالدار کے پوتے (کعبہ۔ مجلس شوری۔ فوجی انتظام)

عبدمناف

ہاشم (اہل مکہ کو کھانا کھلانا [illegible]) — عبدالشمس — مطلب

ہاشم کے احسان

عبدالشمس نے اپنی حکومت اپنے بھائی ہاشم کے حوالہ کردی۔ ہاشم نہایت سربرآوردہ تاجر تھے۔ ہاشم کے معنی ریزہ ریزہ کرنیوالا۔ اور یہہ خطاب انہین اسلیئے ملا تھا کہ یہہ مہمانون کو شوربے مین روٹی توڑ توڑ کر

کھلایا کرتے تھے۔ اور رفتہ رفتہ حاجیون کی دعوت اور مہمانی انہین کے متعلق ہوگئی تھی۔ انہون نے زمانہ قحط مین اپنے اہل وطن کے لیئے ممالک شام سے غلہ فراہم کیا اور اُنکی بڑی مدد کی۔ انکو مکہ مین ناقابل مثال ہردلعزیزی حاصل تھی اور تمام حاجی انکی توجہ کے مشکور واپس جاتے تھے۔ ہاشم نے سنہ ۵۱۰ع مین انتقال کیا یہی اپنی قوم مین شام سے تجارت کے محرک ہوئے ان کے بعد انکے بھائی مطلب المقلب بہ سخی انکے جانشین ہوئے۔ انہون نے بھی ۵۲۰ع مین انتقال کیا اور انکے بعد اختیارات انکے بھتیجے شیبا کے سپرد ہوئی جو زیادہ تر عبد المطلب کے نام سے مشہور تھے۔

مطلب — عبد الشمس — ہاشم

امیہ — عبد المطلب

ابو الدار کے پوتے مالدار ہوتے گئے لیکن یہ خاندان ہاشم کی عزت اور شہرت دیکھہ دیکھکر حسد کے انگارون پر لوٹ رہے تھے اور کسی طرح مکہ پر تسلط جمانا چاہتے تھے۔ عبد الشمس کا حریص بیٹا امیہ انکا مددگار تھا لیکن باوجود اس کشاکش کے عبد المطلب ۵۹ برس تک حکومت کرتے رہے۔

ابرہہ اور عبد المطلب

انہین کا زمانہ تہا کہ حبشہ کے مسیحی بادشاہ نے لعبہ کی بربادی کا قصد کیا۔ انہین کے زمانہ کو ایسی عظیم الشان مرتب فوج کے آسمانی موقع کی مدد سے تباہ ہونے کا افتخار ہوا۔ اور انہین کی ہمت اور استقلال نے عربون کو منتشر ہونے نہ دیا۔ ورنہ زیادہ ممکن تھا کہ عرب ہاتھیون کے ایسے قوی ہیکل جانورون کے مقابلہ کے لیئے کوئی چیز نہ پاتے۔ حیرت اور خوف انکے حواس پر اثر کرتا اور دشمن کی آمد کے قبل یہہ اپنے وطن اور معبد کو چھوڑ چھوڑ کر پہاڑون اور ریگستانون مین جا چھپتے۔ یہہ عبد المطلب کی مضبوط ذات تھی جس نے انہین مجتمع رکھا اور اسکے بعد رسیدہ بود بلاے ولے بخیر گذشت۔ حضرت عبد المطلب ہی تھے جنہون نے زمزم کو جو خراب اور بند ہوگیا تھا صاف کرایا۔

عبد المطلب

ابولہب — عباس — حمزہ — ابو طالب — عبد اللہ

علیؑ — محمدؐ

فاطمہ — حسن — حسین — زینب — ام کلثوم

یہہ محب وطن تہا جسنے اکمل افراد عالم کے ابتدائی پرورش مین انہماک ظاہر کیا اسلیئے کہ ولادت رسولؐ کے

نبی عربی کی پرورش کا ذمہ دار

چند ماہ قبل حضرت آمنہ خاتون بیوہ ہو چکی تھیں اور بروایت شافعان ابھی چار مہینے کے تھے کہ ماں کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ بقول ملا جامی حضرت آمنہ خاتون اپنے عفت و جمال کے لحاظ سے سیدہ عرب کہلاتی تھیں۔ کافی ہے کسی معصوم بےزبان بچہ کے لیے یہہ غم کہ ماں کا گرم سینہ اُسے چھوٹے چھوٹے پاؤں مارنے اور چھلنے کے لیے نہیں ملتا۔ دودھ پیتے بچہ کا دودھ پیتے وقت طنطنہ دیکھو۔ اسکی بڑی حکومت اور زعم پر غور کرو اور اس گوارا بار کے نیچے ماں کے خوشی سے اچھلتے ہوئے دل کا خیال کرو۔ ماں بچہ کی اور بچہ ماں کی محبت کا احساس کرتا ہے اور آپس کا قلبی سمجھوتہ ایک لطف ہے جسپر ماں اپنی رات کی نیندیں اور زندگی کا آرام صدقے کرتی ہے۔ اس معصوم کے لیے یہہ لطف اور راحت زیادہ زمانہ کے لیے نہ تھی۔ ماں نے رحلت کی تین دن تک اضطراب رہا ہاشمی عورتیں یکے بعد دیگرے اپنے سردار کے پاس آتی ہیں لیکن بچہ کسی طرف رغبت نہیں کرتا۔ ماں کا دل انہیں نہ تھا جو اس بچہ کو کھینچ سکتا۔ کوئی سینہ چاہیے تھا جنہیں فطری مناسبت اور عنصر محبت کے امتیازی اثر درخشان ہوتی۔ بچہ کو کھینچتی اور وہ میلان ظاہر کرتا۔

عبدالمطلب کا انتشار

یہہ حالت تھی اس بچہ کی اور اُدھر سردار عرب سے اسکا اضطراب دیکھا نہ گیا جو میدان جنگ میں تلوار کی جھنکار سے تیور نہ بدلتا نیزوں کی خلش اور تیروں کے پیکان سے اُف نہ کرتا لاشوں پر لاشیں گرتیں اُسکے شجاعانہ متانت میں فرق نہ ڈالتا۔ نہ آنکھوں کا کوئی ریشہ ڈھیلا کرتا۔ وہی اس بچہ کے پیچھے اور تڑپنے سے بےچین ہو کر گھر میں نہ رہ سکا خاموش اور غمگین خانہ کعبہ کے پاس بیٹھ گیا۔ اتفاقاً عقیل بن ابی وقاص پاس سے گذرا اور عبدالمطلب کو افسردہ دیکھکر ٹھہر گیا۔ حال پوچھا۔ جواب ملا کہ ہمارا پوتہ بے ماں کا ہو گیا ہے۔ کسی کا دودھ نہیں پیتا اور اسکے اضطراب سے کھانا پینا ناگوار ہو گیا ہے۔

اضطراب کی وجہ

عقیل نے کہا اے ابوالحارث میں حلیمہ دختر عبداللہ ابن حارث کو جانتا ہوں اور قریش میں اُسکی سمجھ، فصاحت، صباحت اور شرافت نسب کی نظیر نہیں ہے۔ عبدالمطلب نے اُسکے اوصاف سنکر اپنے غلام شمردل کو ایک تیز ناقہ پر بٹھا کر قبیلہ بنی سعد بن بکر کی طرف بھیجا کہ فوراً عبداللہ ابن حرث کو حاضر کرے۔ عبداللہ لائے گئے حضرت عبدالمطلب نے بڑے تپاک سے استقبال کیا اور حال کہا۔ کہا کہ اگر تم قبول کروگے تو تمہیں غنی کر دوں گا۔ عبداللہ نے منظور کیا اپنی لڑکی سے کہا اُسنے غسل کیا خوشبو لگائی اچھے کپڑے پہنے اور اپنے شوہر بکر بن سعد اور باپ کے ساتھ واپس آئیں۔ حضرت عبدالمطلب نے خواہش ظاہر کی کہ اگر وہ مکہ میں رہیں تو انکے لیے ایک قصر خالی کر دیا جائے۔ ہر مہینہ ہزار درہم۔ ایک جامہ رومی

دائی اور اسکی صفت

دائی کے حوالہ کیا

ہر سوار روٹی اور گوشت دیا جائے۔ لیکن ان لوگون نے اپنے موضع مین رہنے کو ترجیح دی۔ حضرت
عبدالمطلب نے سپردگی کے لیئے ویسی محبت آمیز شرطین کین جو کیجا سکتی ہین۔ حلیمہ نے قابل توجہ
بات کہی کہ مین نے جب سے اس بچہ کو دیکھا ہے اُسکی محبت میرے دلمین پیدا ہو گئی ہے۔ اس کے بعد
کعبہ کے قریب سب کو لے گئے۔ طواف کیا۔ خدا کو گواہ کیا۔ تحفے دیئے اور بچے کو حوالہ کر کے کعبہ سے
کچھہ دور تک ساتھہ ساتھہ گئے۔

طریقہ پرورش کا شرع مین لحاظ

اس جگہ مجھے صرف اس امر پر توجہ دلانی ہے کہ اس شریف خاندان نے بچہ کی پرورش کے لیئے کیسی
دایہ تجویز کی وہ جو اکثر عمدہ صفتون مین ممتاز تھی آگے چلکر تم کتب اسلامی مین اسکی کافی وضاحت اور
احکام پاؤ گے۔ کہین کہا گیا ہے کہ وہ دودھ بچہ کو نہ پلاؤ جو زنا سے پیدا ہوا ہو۔ کہین حکم ہے کہ ایسی
عورت کا دودھ جسکی آنکھہ مین عیب یا احمق ہو نہ پلاؤ۔ کہین تاکید ہے کہ اچھی صورت اور سیرت
کی دایہ ہونی چاہیئے۔ اور یہہ سب اسیلئے کہا گیا ہے کہ شرع نے دودھ کے اثر کو نہ صرف اعضا بلکہ قوای
ذہنی اور خصائل پر ساری سمجھا ہے۔ احساس کیا ہے کہ بچہ کی سیرت اور صورت مین دایہ سے بہت مشابہت
پیدا ہوتی ہے۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے بچون کے لیئے سب سے نافع دودھ
مان کا تجویز فرمایا ہے۔ جو حال کے یورپ کی تحقیقات طبی سے مصدق ہے۔

دادا کا آخری لحاظ

۵۷۹ء مین اس بچہ پر سے دادا کا پُر شفقت سایہ اُٹھہ گیا لیکن رحلت کے قبل بستر احتضار پر بھی لحاظ
اور شرائط محافظت کا نمونہ بھول نہین جاتا کہ ایک بچہ اُسکی حفاظت اور پرورش مین تھا۔ اپنے
فرزندون سے پوچھا کہ کون اسکی پرورش اور پرداخت اپنے ذمہ لیتا ہے۔ ابولہب کی درخواست
دنی الطبع ہونے کے لحاظ سے منظور نہ کیگئی۔ عباس کی خواہش اسیلئے قبول نہ کیگئی کہ وہ غصور تھے
ابو طالب کی خوبی سلیم الطبعی۔ اور علو سے صفات نے اُنکی سفارش کی اور دادا اپنے فرایض سے
سبکدوش ہو گیا۔ اُنکا عزیز بچہ اسوقت آٹھہ برس کا تھا۔ دایہ بھی دو برس قبل انتقال کر چکی تھی۔ رحلت کے
وقت حضرت عبدالمطلب کی عمر بیاسی برس کی تھی۔

ابو طالب

مین ابن ابی الحدید کے ساتھہ سوچتا ہون کہ حضرت ابو طالب نے رسول کی تربیت محافظت اور پرورش
مین جو حصہ لیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے اہل اسلام کی ممنونیت کا مستحق ہے جسطرح اُنکے مشہور عالم
فرزند نے ہوش سنبھالنے کے قبل سے آخر عمر تک وجہ رسول کے لئے اپنے کو وقف کر دیا۔ اشاعت اسلام

کبھی انکے بار احسان سے سبکدوش نہین ہو سکتی۔ رسول کو بھی جنھون نے اپنے مان باپ کو نہین دیکھا تھا حضرت ابو طالب اور حضرت فاطمہ بنت اسد سے بڑی محبت تھی۔ گیارہ بارہ برس کے ہین۔ دیکھتے ہین کہ مہربان چچا انکو ساتھ نہین شام جا رہا ہے۔ جدائی گوارا نہین ہوتی آنکھون مین آنسو بھر آتے ہین۔ حضرت ابو طالب سے پر نم آنکھین نہین دیکھی جاتین ساتھ ساتھ لیے جاتے ہین لیکن آیا۔ بڑا تغیر پیدا ہونے والا تھا جو آئندہ رسول کے مشن کی سچائی اور حضرت ابو طالب کی محبت پر بے لوث اثر ڈالتا۔ قریش کا وفد جانا اور اپنے سردار عرب سے کہتا کہ تمہارا بھتیجہ ہمارے معبودون کی تحقیر کیا کرتا ہے اُسے باز رکھو۔ یہہ ایک نہایت ہی زبردست مصلحت تھی جس نے عربون کو حضرت ابو طالب کے پاس بھیجا۔ بظاہر یہہ نہایت صلح پسندانہ تھی۔ انھون نے بہت سمجھا کر

نازک موقع

اپنی یکجہتی کا بار ڈالنا چاہا تھا جس سے حضرت ابو طالب مرعوب ہو جاتے اور وہ اس تصفیہ پر مجبور ہوئے کہ قوم کی مجموعی مخالفت کے سامنے بجز روک دینے کے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ حضرت ابو طالب ہی سے اس لیے کہا گیا کہ لوگ جانتے تھے کہ ابن عبد اللہ کا ایسا احسان شناس ہرگز اپنے چچا کی بات کا رد کرنا گوارا نہ کرے گا۔ رسول کے لیے موقع نازک تھا۔ انکار کرنا اپنے کو ایسی زبردست پناہ سے نکال لینا تھا اور اسکے بعد ایسے خطرون کا سامنا کرنا تھا جسمین خود تنہا اور دوسری طرف تمام قوم ہوتی اور اُسے ایذا رسانی پر اسلیے جرأت ہوتی کہ وہ اپنے شرائط پیش کر چکے ہین۔ لیکن ایسے مشکل مسئلہ کا جواب دیر مین نہین دیا گیا۔ جواب گول گول نہین دیا گیا

ایک انداز

جس سے ہان نہین کچھ تصفیہ نہ ہو سکے۔ آئینہ کا سا صاف تھا اور صنوبر کیطرح سیدھا تھا۔ "اُٹھے" یہی جواب تھا یہی تصفیہ تھا۔ یہی آیندہ کی کنجی تھی۔ یہی ثبوت تھا لیکن آج بھی آنسو ڈبڈبا آئے تھے۔ دل بھر آیا تھا۔ محبت تھی اور کیا کیا تھا کون جانے کسقدر خیالات۔ اُسکی کیسی سرعت تصفیہ اور نفس کی کونسی حرکت نے کیا کیا سمجھانے کیلئے آنسو نکال دیا تھا اُسکی کامل شریفانہ شرح کے لئے علم نفس نے کافی الفاظ فراہم نہین کیے ہین۔ اُٹھے۔ اب محض ابو طالب کی پناہ سے نہین اُٹھے بلکہ بیشمار دولت۔ امارت۔ اور بہترین عورت جو قریش خاموشی کا صلہ دیتے اُسے لات مار کے اُٹھے۔ اُٹھنا محض ایک جسمانی حرکت کا اظہار تھا۔ اسکی شرح ہونی چاہیے تھی شرح ان یادگار اور تصمیم ارادہ کے پیارے لفظون مین ہوئی کہ "اگر آفتاب کو میرے داہنے ہاتھ اور ماہتاب کو بائین ہاتھ

[illegible]

پر رکھدین تو بھی مین اپنے پروردگار کی مخالفت نہ کرونگا" پھر فرمایا "مین انسے ایک بات چاہتا ہون اگر یہہ
مانین گے تو عرب اور عجم کے بادشاہ ہوجائینگے" پوچھا وہ کیا بات ہے۔ فرمایا "خدا کی وحدانیت اور میری رسالت
کا اقرار کرین" جب قریش نے اپنے کو ناکامیاب دیکھا تو دوسری شرط پیش کی کہ تم عمّارہ بن ولید کو فرزندی
مین لو اور محمد کو ہمارے حوالہ کردو اسکا جواب دیا کہ تم کسقدر انصاف سے بعید بات کہتے ہو کہ مین اپنے فرزند کو
قتل ہونے کے لیئے تمہارے حوالہ کرون اور تمہارے فرزند کی خود تربیت کرون۔ اسکے بعد حضرت ابی طالب نے
اشعار فرمائے ہین جو اس مسئلہ کیلئے قطعی ثبوت ہین کہ آیا وہ مسلم تھے یا نہ تھے سبجھے اس مسئلہ کی ضرورت ایجاد اور
بعض مورخین کے پر معنے اصرار پر عجب ہے کہ حضرت ابی طالب نے قبل اقرار اسلام رحلت فرمائی یقیناً اُن لوگون کی
نگاہ سے حضرت کا قصیدہ لامیہ نہین گذرا۔ دیکھنے کی حالت مین یا تو قصیدہ سے انکار کرتے اور اپنے وجوہات
پیش کرتے یا اقرار کرتے لیکن نہ کسی نے انکار کیا ہے اور نہ وجوہات پیش کیے ہین بلکہ اکثر نے اسی کو اُنکے مسلم ہونے کا حتمی ثبوت
قرار دیا ہے۔ بوڑھا سردار اپنی مستند شرافت اور خاندانی عظمت کی زبان اور اپنی شجاعانہ شان سے بول رہا ہے جہان وہ کہتا
ہے کہ ہم محمد کو دشمنون کے حوالہ کردین درانحالیکہ نہ ابھی نیزے چلے ہین نہ تیرون کا سناٹا سنائی دیا ہے نہ لاشین تڑپی ہین اُ
رسول کو اپنا کام جاری رکھنے کی ہمت دلائی ہے۔ آخر دم تک مدد کا اعلان کیا ہے اور دین کی تعریفین کی ہین حیرت
کم نہین ہوتی جب یہہ خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوطالب کی باتون سے مشرکین کو انکی طرف سے یاس
ہو جاتی ہے لیکن مسلمان اُنکے کفر یا ایمان کے متعلق سوال کرنا اپنی اسلامیت کے شایان سمجھتے ہین اُنہین
یہہ بھی خیال نہین کہ حنیف کم سے کم موحّد سمجھے جاتے تھے اور خود حضرت عبد المطلب مجدد توحید خیال کیئے
گئے ہین۔ ان استنباطی حالتون سے درگذر کرکے وہ اس موٹی اور صاف روایت سے بھی آنکھ بند
کر لیتے ہین کہ حضرت ابوطالب علی کو رسول کے ساتھہ نماز پڑھتا دیکھکر اپنے دوسرے فرزند کو بھی شریک
کر دیتے ہین اسکے بعد مین مورخین کے وجہ اصرار پر اگر کوئی ہو کوئی نظر نہین ڈالتا۔

حضرت ابوطالب کا ایمان اور جوش حمایت

مین حضرت ابوطالب کی محبت کی مثالین دے رہا تھا اور مین نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو بھی
بڑی محبت تھی۔ یہہ خود رسول کی زبانی ہے جب کہ علی اپنی مادر گرامی کی رحلت کی خبر دیتے ہین اور رسول
لاش کو مخاطب کرکے فرماتے ہین وولے میری مان خدا تجھپر رحم کرے تو میری مان کے بعد میری مان تھی تو آپ
بھوکی رہتی تھی اور مجھکو کھلایا کرتی تھی تو خود نہین پہنتی تھی مگر مجھکو کپڑے پہناتی تھی۔ تو اپنے نفس کو اچھے
کھانے سے باز رکھتی تھی اور مجھے سیر کرتی تھی اور مجھسے حُسن سلوک سے پیش آتی تھی" ایسے موقع نہ ہوگا اگر

رسول حضرت فاطمہ بنت اسد کی لاش کو مخاطب کرکے

میں یہہ خواہش ظاہر کروں کہ رسول اور ابن مریم کے اپنے پالنے والی اور حقیقی ماں سے برتاؤ کا موازنہ کیا جائے۔
میں نے رسول کو شام کی بازاروں میں دکھایا تھا۔ ابھی میں کہوں کیونکہ سب ابھی
انہیں اسی خطاب سے یاد کرتا تھا اُسے بھی ابھی یہہ معلوم نہ تھا کہ یہہ آئندہ نہ صرف ہمارا بلکہ عالم کا ہادی
ہونے والا ہے۔ میری کتاب کا ناظر جانتا ہوگا کہ خدا نے نبی عربی کو حسن ذاتی بھی معمول سے زیادہ عطا فرمایا
تھا میں یہاں آمادہ نہیں ہوں کہ تفصیلاً حلیہ مبارک عرض کروں۔ شام سے تمام مال فروخت کرنے کے بعد واپس

رسول اور خدیجہ

آئے اور ایک آدھ منزل سے اپنے قافلہ کے لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ حضرت خدیجہ کے پاس جاکر سفر کی کامیابی
کی خوشخبری دیجائے۔ رسول گئے۔ حضرت خدیجہ نے ایک سوار کو آتے دیکھا تو شان بہار معلوم ہوئی۔ سوار انہیں
کے گھر ٹھہرا۔ حال کہا مسرت زیادہ ہوئی اور خواہش کی کہ اس مرتبہ پھر قافلہ کے ساتھ جائیں۔ اسی طرح آج میں حیات القلوب
کی عبارت میں حضرت خدیجہ کی مسرت میں جذبہ محبت پاتا ہوں اور [illegible] وقت عقد
اپنے چچا کی وکالت کی پابند نہیں رہتیں۔ بلکہ وہ اختیارات صرف کرتی ہیں جنہیں نطقاً یا [illegible] ہے۔

ابوطالب کا خطبہ

حضرت ابوطالب اپنے خطبہ میں بقول ابن خلدون فرماتے ہیں کہ محمدؐ کا جس سے چاہو مقابلہ کرو وہ سب سے
راجح نکلے گا۔ یہہ بھی فرمایا کہ ہمکو خدا نے حرم میں عامہ ناس کا امن و امان اور حاکم قرار دیا ہے اور ہمکو مخصوص
کیا ہے اُس گھر سے جہاں اطراف سے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ جانو کہ تم کسی کو قیاس نہ کروگے مگر یہہ کہ میرا
بھتیجا اُس سے عظیم تر ہوگا۔ اُسکے پاس مال کم ہے لیکن مال تغیر پذیر چیز اور سایہ کیطرح ہے اُسے خدیجہ سے
رغبت عقد اور خدیجہ کو اُس سے خواہش عقد ہے۔

سنِ شریف

یہہ بات مشہور ہے کہ رسول کا سن اقدس اسوقت پچیس برس کا تھا اور حضرت خدیجہ کہ اُسکی عمر شریف چالیس
برس کی تھی روایتیں اُس سے کم عمری کی بھی ہیں لیکن تواتر کا زیادہ وزن اول الذکر سن پر ہے۔ میں
اسپر کوئی بحث نہیں کرسکتا کہ حضرت خدیجہ کا اس سے پہلے عقد ہوا تھا یا نہیں۔ یا زینب رقیہ اور
ام کلثوم حضرت خدیجہ کے بطن سے تھیں یا اُنکی بہن ہالہ بنت خویلد کی لڑکیاں تھیں جنکی وفات کے
بعد حضرت خدیجہ نے اُنکی پرورش کی۔ یہہ بحث ضروری ہو یا نہ ہو کم سے کم میرے لیے غیر متعلق ہے۔

حضرت خدیجہ کی ذات کا اسلام میں درجہ

مجھے جو کچھہ اس تذکرہ سے غرض ہے وہ یہہ ہے کہ حضرت خدیجہ کی ذات بھی منجملہ
اُن نفوس اقدس کی تھی جنسے حضرت رسول کو واقعی تسکین ہوئی اور جنکی وجہہ سے رسول کو اپنے کار
رسالت کی انجام دہی میں آسانی ہوئی۔ بہت کچھہ سمجھانے کے لیے حیات القلوب میں علامہ

مجلسی کا یہہ انتخاب کافی ہے کہ " در روایتے وارد شدہ است کہ خدیجہ نیکو وزیرے و معینی بود برائے رسالت آنحضرت ہر گاہ کہ مردم از و دوری میکردند او مونس آنحضرت بود و ہر گاہ کہ اہل مکہ آنحضرت را آزار میکردند او یارے آنحضرت می نمود و آنحضرت را دلداری می نمود و بحسن معاشرت و ملاطفت آنحضرت را از کدورت بیرون می آورد و بمال خود آنحضرت را معاونت می نمود" یہہ روایتیں عام ہیں کہ کسطرح کسی بی بی نے رسول سے سوال کیا کہ آپ کو مجھسے زیادہ محبت ہے یا خدیجہ سے اور رسول نے پرنم آنکھوں سے جواب دیا کہ خدیجہ نے میری اُسوقت تصدیق کی جبکہ سب انکار کرتے تھے اور اُسوقت مونس تھی جبکہ سب تکلیفیں پہونچاتے تھے۔ میں اس سوال کو اس کمزوری کے لحاظ سے قابل معافی سمجھتا ہوں کہ محض کم عمری حسن صفات کے مقابلہ میں محبت کی محرک سمجھی گئی تھی یا قیاس کیا گیا تھا کہ رسول وقت کے لحاظ سے مروت میں موجود کو بہ مقابلہ گذشتہ کے ترجیح دینگے۔ لیکن رسول کی حالت اور الفاظ نے جو کچھ سمجھایا وہ سوال کے عکس کا زیادہ مؤید ہے جسکے معنی ہیں کہ "تم اُسوقت تصدیق کرتی ہو جسوقت اور جسکے پہلے بہت سے تصدیق کر چکے ہیں تم اُسوقت مونس ہو جسوقت اظہار محبت کے لیئے بہت سے آمادہ ہیں" رسول کی محبت کا اندازہ اس سے ہو سکیگا کہ سنہ بعثت جسمیں حضرت ابوطالب اور حضرت صدیقہ خدیجہ کبریٰ نے چند روز کے عرصہ میں رحلت فرمائی رسول کے نزدیک عام الحزن تھا۔ یہہ مثالیں ہیں جس سے تم رسول کے نفس قدسی کی خوشبو سونگھو گے تم سمجھو گے کہ اسمیں محبت اور قدر شناسی کا کیسا کامل نشو تھا۔ کہ اپنے غلام زید بن حارثہ پر رو ینگے اور کہینگے کہ " یہہ ایک دوست کا شوق ہے اپنے دوست کے لیئے" یا کبھی سلمان کے لیئے اپنا تکیہ بڑھا دینگے یا جب مجلس اقدس پر ہوگی تو کسی دور بیٹھنے والے کیلئے اپنا جامۂ اقدس بچھا کر بیٹھنے کے لیئے پھینک دینگے یا جب کوئی شیخ عرب کسی غریب پاس بیٹھنے والے سے اپنے کپڑے سمیٹیگا تو کہینگے کہ اے شخص کیا اُسکی میل تجھہ میں سرایت کر گئی کہ تو کراہت کرتا ہے یا اُسکا افلاس تجھہ میں داخل ہوگیا!

عام الحزن

رسول کے متعلق چند اشارے

بعثت کو ابھی دس برس باقی تھے کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ یہہ ہونیوالا تھا کہ اگر رسول شارع اسلام ہوتے تو علی حامی اسلام ہوتے۔ اسلام کی مشکلات سے رحلت رسول تک کوئی خوف اور قربانی کی جگہہ تلاش کرو کسی مفید امر کی انجام دہی دیکھو اور تم وہیں دیکھو گے کہ علی سامنے

دس برس قبل ہجرت علی کی ولادت اور تاریخ اسلام میں آنکی ذات

ہین موجود اور مستعد ہین۔ گردن اور سر آگے بڑہائے ہین۔ دل پہاڑ کیطرح قایم ہی۔ رسول کی اطاعت کرنی سیکھی ہی سوال کرنا نہین جانتے۔ کام کرنا اور حکم بجالانا جانتے ہین۔ ہونے والا تہا کہ علی رسول کے حکم اور عمل کے شارح ہوتے۔ ہونے والا تہا کہ رسول کے بعد کے تغیرات ہین علی یا مظہر اتم نفس رسول کی عظیم الشان ذات حقیقی اسلام کی روح قایم رکہتی۔ ملکی اسلام فتوحات۔ نام شہرت۔ جوصلہ اور غنیمت کے پیچہے دوڑتا۔ علی اس لیئے گوشہ نشین ہوجاتے کہ خاموشی سے اُس سب پر نظر ڈالتے جو دیکہا یا کیا تہا خود سمجہ چکے تھے۔ لوگون کو سمجہانا تہا۔ سمجہانے کے لیئے تیار ہو رہے تھے اپنے کو اسلام کا مجسمہ دکھانا تھا۔

علی سے محبت کے وجوہات

اور یہہ بھی ہونے والا تھا کہ علی اور رسول مین تصور سے بڑہکر محبت ہوتی۔ محبت کی صرف یہہ وجہ نہ تھی کہ رسول ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد کے احسانات کا معاوضہ کرتے تھے۔ یہی وجہ نہ تھی کہ لڑکپن سے گودیون مین پالا تہا۔ یہی وجہ نہ تھی کہ ایک جدّ ہی بھی تھے۔ یہی وجہ نہ تھی کہ ابتدائے سن سے زیر تربیت تھے اور اُسنے اُستاد اور شاگرد کی عزت اور محبت قایم کی تھی یا وہ خلوص اور جانبازیان ظاہر ہوئی تہین جو کسی سے ظاہر نہ ہوئین یا پہلے مسلمان صدیق تھے یا رسول کی تنہا یادگار کے شوہر تھے۔ یا یہہ امید تھی کہ آیندہ یہہ محافظ اسلام ہون گے۔ بلکہ ان مین ایک دوسرے کی محبت اور عزت ان خیالات اور وجوہات سے بلند ہوکر اس لیئے تھی کہ دونون ایک دوسرے کو پہچانتے تھے۔ دو نفس قدسی تھے جسکی ایک دوسرے کو قدر تھی۔ ویسا اتصال قلبی جیسا ایسے نفوس طاہرہ مین ہونا چاہیئے۔ دو لوین تہین جو عالمگیر تاریکی مین روشن تہین اور ایک دوسرے کو مدد دے رہی تھین۔

پانچ برس قبل ہجرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی ولادت

بعثت کو پانچ برس باقی تھے رسول کا سن اقدس پینتیس برس کا تہا۔ غالباً اُسی سنہ مین جبکہ مکہ مین بڑا قحط پڑا تہا اور ہمارے ہادی نے حضرت ابوطالب کی کثیر الاولادی کیوجہ سے علی کو مستقلاً پرورش کیلیئے لے لیا کہ تاریخ کا ایک اور ایسا ستارہ طالع ہوا جسکی نرم روشنی طبقہ اناث کے لیئے خصوصیت سے باعث ہدایت ہوتی۔ سیدہ طاہرہ۔ ذکیہ۔ زہرا۔ فاطمہ علیہا السلام پیدا ہوئین۔ خالق عباد نے اُنکی وجہ سے ہم لوگون پر یہہ سوچ سکنے کا احسان فرمایا کہ عورتین اُس سے کہین بلند ہوسکتی ہین جس حد تک سوچنے کے ہم لوگ عادی ہین۔ مشکل سے کسی تعریف کو اُس درجہ عُسرت اور تنگدستی اور تکلیف

مین بسر کرنے کی جرأت ہوسکتی ہی مشکل سے کوئی ایسی حالتون مین شرافت نفس کا ایسا نمونہ رہسکتا ہے۔ یا لتسلیم و رضا اسکا حق کہا جا سکتا ہی۔ اُنکے گھر ہیہ فقرہ اور اُسکی انتہائی عملی خوبی انہین کے گھر کے لئے مخصوص ہوئی کہ "عفت غربت کی زینت ہی" پڑہو انکی حالت کو اور تم دیکہو گے کہ تمہارا دل تمہارے قبضہ سے نکلا جاتا ہی کبہی تم انکی مشقتین اور اُسمین اُنکا خاموشانہ شکر دیکہکر رو دو گے۔ کہین اس حالت مین دوسرون کی مدد اور ہمدردی کا عملی ارادہ دیکہکر تم بیچین ہو جاؤ گے۔ کہین انکی اور خوبیان اسطرح اپنی خوشبو پہیلائینگی کہ تم اُسے اُسکے مناسب درجہ عظمت تک سمجہنے سے اپنے آپ کو قاصر پاؤ گے۔ کبہی تم پاؤ گے کہ ادب کرنے والے گستاخ ہوتے جاتے ہین اور ان صبر شکن حالتون مین جبکہ اُنہین اُسکے مناسب جواب کا اختیار نہ ہوگا وہ اپنی شریفانہ غیرت کے آفتاب ہون گے۔ اور تم مین شریف کی مجبوری اُسکی حمایت کے لئے جذبات پیدا کریگی اور تم سمجہو گے کہ یہہ حمیت دنیا کی بہترین خوبی ہی تمہین اطمینان ہوگا اور خود اپنی عزت تمہاری آنکہون مین بڑہجائیگی۔ آگے چلکر تم اور حالات اسی کتاب مین پڑہو گے۔

حسین کے آبائے طاہرین کے ذکر سے غرض

مین۔ قصے۔ ہاشم۔ عبد المطلب۔ حضرت آمنہ۔ حضرت ابو طالب۔ حضرت فاطمہ بنت اسد۔ حضرت خدیجہ حضرت علی ابن ابی طالب اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کے مختصر حالات (مناسب تفصیل آگے آئیگی) اسلئے مین کر رہا تہا کہ آیندہ اپنے ہیرو مین قانون وراثت صفات دیکہہ سکون اور اُسمین نشو صفات کے سمجہنے کی آسانی ہو جس سے آخر مین یہہ فقرہ۔ جو عام تاریخون مین پایا جاتا ہے۔ اچھی طرح سمجہنے مین آنے کے قابل ہو کہ "تربیت یافتگان آغوش پاکیزہ کبہی حقارت اور ذلت کو شہادت کی سعادت پر اختیار نہ کرینگے" جسکے "تربیت" اور "آغوش پاکیزہ" کے لفظون مین ایک معنی دار تاریخ ہی خصوصاً جبکہ خطیب شیخ نے اُسکی صفت اور نتیجہ بہی بیان کیا ہے کہ اُسکی وجہ سے حقارت اور ذلت گوارا نہین کیجا سکتی۔ اور اسیطرح حسین کا وہ قصیدہ جس کا اس موقع پر جبکہ فی البدیہہ کہا جانا ایک بہت سی حیثیتون کا معجزہ تہا۔ فخر نقابت کرتا ہے کہ خیرۃ اللہ من الخلق ابی۔ بعد جدی وانا ابن الخیرتین۔ یہی مفہوم زیارت کے ان فقرات سے پیدا ہی۔ کہ "اشہد انک کنت فی الاصلاب الشامخہ والارحام المطہرۃ" یہہ فقرات وراثت صفات کے یقین اور احساس پر مبنی ہین جو حسین فرماتے ہین کہ یا ایہا الرجل المغبون شیمتہ۔ انی ورثت رسول اللہ عن سلف (اے وہ شخص جسکی طبیعت ہی مغبون ہے یہہ جان لے کہ مین نے رسول اللہ سے بطور سلف کے) قانون وراثت صفات کے متعلق کوئی کہتا ہی "وجدان کوئی حقیر شے نہین ہی بلکہ نہ صرف وہ ہمارے

وراثت صفات

انفرادی بلکہ ہمارے تمام اسلاف کے متحدہ تجارب کا لب لباب ہے قوانین ارتقا کے رو سے ہم اپنے اسلاف
کے غیر مدرک خصوصیات ہی کے وارث نہین بلکہ انکے تمام مدرکات محسوسات۔ جذبات وغیرہ بھی
توارث کے ذریعہ سے ہم تک منتقل ہوتے ہین اور اس لحاظ سے ہمارا وجدان ایک رجسٹر ہی جسمین ہمارے
ساتھ گذشتہ نسلون کے کل تجارب محفوظ ہین۔ میرا ذاتی یقین ہی کہ اسلام مین اصول تبنیت کا نہ ہونا
اس دشواری کے احساس سے ہی کہ کسی کا گود لینا وراثت صفات کا کوئی سلسلہ نہین ہے
کیونکہ متبنی فطرتاً نہ ذاتی قایمقام ہے نہ صفاتی۔

صحیح ہے کہ محض نسبی افتخار اسلام مین شدت سے دور رکھا گیا ہے لیکن نسبی
افتخار کا چھچھلا پن اور ہے اور ذلیل النفسی سے محفوظ رہنے کے لئیے صفات خاندانی کو سپر بنانا اور ہے
تم آگے چلکر غور کروگے اس خاندان کی مستند شرافت پر جب دشمن انکی تعریفین کریگا۔ اسکا اندازہ
ہر وقت ویسا ممکن نہین جیسا خاص خاص موقع پر یا امتحان کیوقت۔ مثالین آئینگی کہ دشمن
کی حیرت اپنی ذلت اور آنکی شرافت کا ان لفظون مین اقرار کریگی کہ "اُسکے باپ کا نفس
اُسکے پہلو مین ہی۔ وہ کبھی ذلت گوارا نہ کریگا" تمدن عرب کی یہہ عبارت

خصوصیات قومی

بھی مفید ہوگی کہ "قوم کے خصایص سے مراد وہ چند محسوسات اور قابلیتین ہین جو اُس قوم کے اشخاص
مین پائی جاتی ہین اور اُن قوتون کو ایک ہی طرف مصروف کردیتی ہین۔ یہہ عام مجموعہ خیالات اور محسوسات
کا سال دراز مین پیدا ہوتا ہے اسکا نام خصایص قومی ہی" قوم کا لفظ بہ نسبت خاندان کے زیادہ
وسیع ہے لیکن جب یہہ خیال کیا جائیگا کہ اکثر خاندان ملکر ایک قوم بنتی ہی تو خاندان قوم کا ایک جزو
ترکیبی سمجھا جائیگا۔ اسیطرح خاندان مین کوئی پیدا ہوتا ہی جسکے خصایص ممتاز حیثیت کی قوت رکھتے ہین اُسکی
قوت اپنے گرد وپیش اور اثر پذیر نفوس پر عمل کرتی ہے۔ اور یہہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے جب تک
بعد کے زمانہ مین ان ممتاز خصوصیات کا ہوش ضائع ہوجائے۔ اثر کن خاصہ کے لوگون کا کسی
خاندان یا قوم مین پیدا ہوتے جانا ترقی اور اسکے عکس مین خصوصیات قومی کی تنزلی ہی۔ البنین

نبی عربی کا سن اقدس چالیس برس کا ہوا تھا کہ خداوند تعالے نے یتیم عبداللہ کو خاتم النبیین
تجویز فرمایا۔ اُن پر اپنی قدرت کے راز صاف اور قومی زبان سے کھولے۔ قدرت کی زبان اُنکے لئیے
اسطرح کھُلی کہ آپ حکم بجالانے اور معنی سمجھنے مین کسی غلط فہمی کی گنجایش نہ تھی۔ صاف وہ

وحی اور بعثت

صحیح حکم تھا۔ کہا گیا تھا کہ تم نبی ہو۔ نبوت اور رسالت کا لفظ اسوقت تک اس درجہ عام ہو چکا تھا کہ اُسکا مفہوم کسی کے لیے نیا نہ تھا۔ جگہ ایسی نہ تھی جہان بہت سی آوازین آتی ہون۔ سناٹا اور خاموشی تھی۔ غالبًا خشک اور بیگیاہ پتھریلی پہاڑی جہان پرندون کے نشیمن بھی نہین ہوسکتے اور نہ چرندون کے سمون اور چرنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ یہان کی کٹھری چٹان تھی اور ہمارا ہادی۔ یہان کا سنجیدہ سناٹا تھا اور ہمارا ہادی جہان اُسے خموشی مین ایک آواز بلند ہوتی ہوئی معلوم ہوئی۔ ہمارا کملی پوش تھا جسے تنبیہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ حکم دیا گیا کہ اپنے رب کی بڑائی ظاہر کرے۔ (یا ایہا المدثر قم۔ فانذر۔ وربک فکبر) قم (اُٹھو) فرمایا گیا تھا۔ کسی دیر کی جگہ نہ تھی۔ لستاہلی کا خیال ناممکن تھا۔

بشیر اور نذیر انبیا

ہمارے نبی کو انذر (تنبیہ کرو۔ دہمکاؤ) کا حکم دیا گیا تھا۔ پیشتر نذیر پیدا ہو چکے تھے یسعیاہ یرمیاہ حزقیل نذیر تھے کس درجہ اثر کیا اسکے سمجھنے کے لیئے توریت پڑھو۔ یا اُنکے اثر کو تاریخ یہود مین تلاش کرو۔ یہان اسی غور کی ضرورت ہے کہ تجدید عہدہ کے لیے خداوندتعالیٰ کی مشیت کیون مقتضی ہوئی۔ اور بندون کا اسمین کیا فائدہ منصور ہو نا ہم لوگونکے ناقص فہم مین آسکتا ہے بجز تاریخ کے اور کوئی ذریعہ ہمارے مدد کا نہین ہے۔ یسعیاہ۔ یرمیاہ اور حزقیل کی بے اثری اُنکی قومی تاریخ سے ظاہر ہے۔ بے سود استعارے عناصر قومی کی تربیت نہ کرسکے۔ ان کے بعد ابن مریم نے تہدید کو اس درجہ ترک کیا کہ مشتبہ اطوار کی عورت کو جسنے انہین عطر یا تیل ملا تھا بخشش کی بشارت دی اسلیئے کہ اُس سے محبت ظاہر ہوئی تھی۔ اگرچہ یہود کو اُنکے حق البشارت پر اعتراض ہی کیون نہ ہو۔ وہ صلیب پر چڑہائے جانے کیوقت ایک چور مصلوب کو بہشت کی خوشخبری دے رہے تھے درانحالیکہ اُس سے نہ انابت ظاہر ہوئی تھی اور نہ اُس نے اقرار نہبت کیا تھا بلکہ اُس کے فقرات سے طنز ظاہر تھا اور یہہ غالبًا اس لیے کہ تہدید اُنکے اصول کے خلاف تھی۔ وہ بغیر کسی تہدید یا توبہ کرائے ناقابل اعتماد عورتون کو اپنے زمرہ مین داخل کر لیتے تھے جس سے یہود کو عجب ہوتا تھا یا جس عجب مین بعض یورپین مورخین اُنکے شریک ہین لیکن اسکے آثار نہین ہین کہ کہین اُنہون نے گنہگار انسان مین جوشش انابت پیدا کرنے کے لیئے خدا کی عدالت اور خلاف ورزی کے سزا کا خوف دلایا ہو۔

اسکا اثر

انبیاے یہود نے دہمکایا بغیر تسکین دلائے - ابن مریم نے تسکین دی بغیر خوف دلائے - ایک نے اگر
یاس پیدا کی تو دوسرے نے محض عفو سے انسان کی قابلیت گناہ پر کوئی رکاوٹ تجویز نہ کی محض بشارت
ہو یا محض نذارت اپنی اپنی جگہ ناکمل تھی - اور ضرورت پیدا ہو گئی تھی کہ خداوند تعالے کسی کے لیئے
"انا ارسلناک بالحق بشیراً و نذیرا" (بتحقیق کہ بھیجا ہمنے تجھکو ساتھ حق کے بشارت دینے والا
اور خوف دلانے والا) کا اعلان فرماتا یعنی ایک ذات مین دو وجوہ سے تجویز کیئے جاتے خوف
اور بشارت کا وزن اپنی اپنی ضرورت پر کام دیتا نہ محض بشارتین بیہار ہونے دیتین اور
نہ محض خوف انہین نا امید کر دیتا یہہ آنکے خصایل پر برا اثر ڈالتین - مایوسی انہین برائیون کی
آلودگی مین مصمم کر دیتین محبت اور کشادہ دلی اُن سے جاتی رہتی اور محض تاریکی اُسکا نتیجہ ہوتی
یہہ جماعت کا شیرازہ منتشر کر دیتی اور غالباً مذہب کا یہہ لحن بودہیت کا ہم آہنگ ہوتا -

نبی عربی بشیر اور نذیر تھے

لعض کی مذہبی سیاست نے اسلام کو مذہب خوف کہنا قرین مصلحت سمجھا ہے - یہہ
انکی حسی اور تالیفی غلطی ہے - وہ جان سکتے تھے کہ ہمارا پالنے والا (رب) رحمان اور رحیم ہے اور
ہمارا ہادی رحمۃ للعالمین کہا جاتا ہے - اور قرآن شریف رحمت اور اُمید کے وعدون سے پُر ہے - ہم
کسی ایسے اعتقاد کے پیرو نہین ہین کہ انسان فطرتاً گناہگار ہے اور وہ غضب خداوندی کا آماج
ہے یہہ نظریہ محبت کے منافی ہے کہ ہم ایسے پیدا ہی کیئے جاوین جبپر خدا اپنی قوت غضب کو آزمائے -
یا پولس کے لفظون مین جیسا وہ گلیٹیون کو لکہتے ہین کہ "کتاب مقدس نے سب کو گناہ کا ماتحت کر دیا تاکہ وہ وعدہ جو
مسیح پر ایمان لانے پر موقوف ہے ایمان دارون کے حق مین پورا کیا جائے" قیاس آسان ہے کہ تمام دنیا کی
نیکیون کے بعد بھی اگر خدا اپنے وعدہ کو ملتوی رکھہ سکتا ہے اور خود پولس کے لفظون مین "یسوع مسیح
پر ایمان لانے سے گناہ کا راست باز ٹھہرایا جانا" قرار پا سکتا ہے تو پیروان مسیحی کے لیئے عمل خیر کی
کوئی رغبت قطعاً فضول ہے جبکہ محض ایمان لانا کافی ہے - ہر وہ شخص جسکو حق و باطل کے امتیاز
سے محبت ہے عالم پر ایسے اصول کے اثر کو سمجھہ سکتا ہے - ہم مسلمان "اما شاکراً و اما کفورا" (چاہے شکر کرین
چاہے کفران کرین) کے قائل ہین جسکا ہمین حس اور ادراک دونون ہے ہم مین اپنی آزادی ارادہ اور
اسلیئے اسکے عمل کی ذمہ داری کا منصفانہ اقرار ہے - اسلام کو مذہب خوف کہنے والے اگر مسلمانون کے
کسی ایسے مذہبی مجمع مین شریک ہوئے ہوتے جہان کوئی واعظ خدا کی رحمتون کا ذکر کرتا ہے اور سامعین

اسکا اسلامی اصول پر اثر

اپنے مالک کے احسانون کو سنکر بیتاب ہوجاتے ہین تو اُسے یہہ مذہب خوف مذہب محبت سے بدرجہا زیادہ مذہب محبت سمجھہ مین آجاتا۔

مسیحیت مین محض محبت کی تعلیم پر دوسرا مبالغہ شفیع مطلق کا تہا مشکل سی یہہ بات سمجھہ مین آتی ہے کہ اگر خدا کا غضب (انسان) محض ابن مریم کی وساطت سی مغفرت پا سکتا تہا تو کیا اونکے قبل کے لوگ باوجود اپنی تمام نیکیون اور ارادہ خیر کے عفو رحمت اور مغفرت سے محروم رہے۔ ؟ مسئلہ شفاعت اپنی اس شکل مین انسانی اختیارات کے مصلوبیت کی دوسری صورت ہے۔ اور سب سے حیرت خیز تو کرنتہیون کے نام یہہ عبارت ہے کہ "جب سب کچھہ بیٹے کے تابع ہوجائے گا تو وہ خود اسکے تابع ہوجائیگا جسنے سب چیزین اُسکے تابع کردین"! انسانی تجربہ اور ضرورتین خاص مواقع پر سفارش یا شفاعت کا خیال دلاتی ہین لیکن اُسکی تعمیم شفاعت کرنے والے کو نہ صرف غیر عادل بلکہ اصل کل خیر کی بربادکن قرار دیتی ہین۔ ہو کہ خدا اپنے کسی پیارے بندہ کی سفارش اسلیئے قبول کرے کہ اُسنے اسکی راہ مین وہ ناگوار مصیبتین اُٹھائین جسکا صلہ نہ صرف اُسکا علوے مرتبہ ہو بلکہ یہہ بھی ہو کہ وہ تمام عمر خطا کرنے والے بندہ کو بخشدے لیکن آیا ایسا بندہ ایسے خاطی بندہ کی سفارش کا موقع پائے گا یہہ ایک دوسری مشکل ہے۔ اور وہ کب اور کتنی مرتبہ اپنی نیکی اور خدمت کا واسطہ دیتا رہیگا؟ انبیا اور ہادیین کی کوشش یہہ ہوتی ہے کہ لوگون کو اپنے حلقہ اطاعت مین اسلیے داخل کرین کہ داخل ہونے والون کے اخلاق اور عادات درست کرین اُسے وہ فرائض بتائین جو اُسپر واجب ہونے چاہئین۔ اسکی کامیابی اُنکی راحت اور اسکی ناکامی انکا رنج ہے۔ یہہ سوچنے کے بعد آیا قیاس اسکا مقتضی ہے کہ ایسا نبی اُسکی سفارش کریگا جسے وہ دیکھے کہ اُسنے حلقہ اطاعت مین داخل ہونے کے بعد بہ استثنا داخلہ کے تمام برائیون کا ارتکاب کیا جنسے بچنے کی ہدایت مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا گیا تہا۔ سمجھہ کے نزدیک نہ ایسے داخلہ کا اعلان اطمینان بخش ہے اور نہ داخل ہونے والے کی حرکت قابل تسکین جسکی غرض یہہ تھی کہ وہ اپنے گناہون کی گٹھری بھاری کرتا جائے اسلیئے کہ محض داخلہ اُسکی بچا لیگی اور رد ہو ڈالنے کیلئے کافی ہے۔ مشکل سے کسی نبی کی اخلاقی شان ایسی شفاعت کی مرتکب ہوسکتی ہے۔ یہہ ایسی سستی شفاعت چاہنے والون کے لیئے مزید دشواری ہے۔ وقت آگیا تہا کہ "واتقوا یوماً لا تجزی نفس عن نفس شیئاً ولا یقبل منہا عدل ولا تنفعہا شفاعۃ ولا ہم ینصرون" (ڈرو اُس روز سے کہ نہ عوض ہوگا کسیکا کسی

کسی چیز کے ساتھہ اور نہین قبول کیا جائیگا اور نفس سے کوئی عوض اور نفع نہ دیگی اُنکو کوئی شفاعت اور نہ وہ یاری کیئے جاوین گے) کا اعلان کیا جاتا۔

خدا کی بزرگی بیان کرنے کا حکم

اس بشیر و نذیر کو "وربک فکبر" کا حکم دیا گیا تھا مشکل سے مکہ کی کوئی اونچی یا نیچی جگہہ چھوٹی جہان لوگ کسی درجہ کے دکہائی دیتے ہون اور ہمارا ہادی "قولو لا الہ الا اللہ" نہ کہتا ہو کس حالت مین کہتا تھا؟ سوچو اور تائید آلہی پر غور کرو۔ یہہ بھی ظاہر کرنا مناسب موقع ہو گا کہ یہود ہون۔ نصاریٰ ہون یا کفار بجز اُس گھر کے جسے وہ معبد قرار دیتے تھے اور کسی جگہہ عبادت نہ کرتے تھے۔ یہی وجہ ہوئی کہ جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو یہود طعن کرنے لگے اور اُنسے کہا گیا" وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہہ اللہ" (اور واسطے خدا کے ہی مشرق و مغرب پس جسطرف کہ متوجہ ہو تم پس وہ جہت ہی واسطے طاعت خدا کے)

اسلام کا ذکر حسینؑ کی قربانگاہ کی تصویر کشی ہے۔

اسلام کے متعلق ضمنی مختصر اشارون سے مین اُس قربان گاہ کی تصویر کہینچ رہا ہون جو اس قابل ہو سکتی کہ حسینؑ کا ایسا اشرف الشرفا اپنے کو اُسپر چڑہا دیتا۔ یہہ سونچنا شاعرانہ تخئیل نہین ہے کہ اگر حسینؑ دنیا کے سب سے بڑے شہید تھے تو اُنکی وجہ شہادت بھی سب سے ممتاز ہونی چاہیئے تھی تھی اور وہ یہہ کہ اسلام جو مذاہب عالم پر ایک ترقی ہے۔ اُسکی لطافت اور روح کے باقی رکھنے کیلئے حسینؑ اپنے کو قربان کرتے گیا وقت کہ ابراہیم اور اسحٰق کوئی پتھر خدا کی قربانی کیلئے مخصوص کرتے یا ابن مریم کیلئے "یہودیون کے بادشاہ" کا خطاب مصلوبیت کا ذریعہ ہوتا اب وقت تہا کہ حسینؑ کل خیر یا عالم کے اصول خیر یا حدود الٰہی یا اسلام کو اپنی قربانگاہ بناتے۔ اور خود قربان ہوتے حسینؑ اُسکی شریعت کی لطافت اور روحانیت قایم رکھنے کے ذمہ دار تھے جو "بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (مین اسلیئے معبوث کیا گیا ہون کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کر دون) فرما سکتا تہا۔

پہلی صدیقہ پہلا صدیق

وحی کے بعد نہ اب مجھے اسکی تفصیل کرنی ہے کہ کیونکر ہمارا ہادی حضرت خدیجہ کبریٰ کے پاس پہونچا اور کس عالم مین نہ مجھے یہہ کہنا ہے کہ اگر عالم مین کسی متنفس کو اسلام کا پہلا شرف حاصل ہوا تو وہ ہماری یہی صدیقہ تھی جسکے بعد ہمارے سیّد اور آقا علی ابن ابی طالب کا نمبر تہا رسول تین برس تک دعوت اسلام فرماتے رہے اور اس زمانہ مین مکّہ کے اکثر ممتاز لوگ جنکی تعداد کم و بیش سو کے قریب تھی ایمان لائے۔

دعوت اسلام کے تین برس

دعوت ذوالعشیرہ چوتھے برس

چوتھا برس تہا کہ اسلام کے اعلان کے لئے مخصوص رسمی مجلس قرار دیگئی جو تاریخ اسلامی مین دعوت ذوالعشیرہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہہ مجلس اپنے موضوع کے لحاظ سے کیسی ہمت شکن تھی اُسکے سمجھنے

کے لیئے ابولہب کے یہہ الفاظ جسے مین اکسیر التواریخ سے نقل کرتا ہون کافی ہونگے کہ "این سبب خواہند کہ جمیع مردم اطراف برما ہجوم آرند و قریش را طاقت مقاومت با تمام قبایل عرب نیست" لیکن ابولہب کے ایسے ہزار فقرے اُسے ہٹہا نہیں سکتے تھے جسے اپنے مالک کی طرف سے "قم" کا حکم دیا گیا تہا۔ اُٹھے اعلان کیا اور بقول ابوالفدا فرمایا کہ "جو شخص میرے کار ہدایت مین مدد دیگا وہ میرا خلیفہ اور وصی ہوگا" بہادر اور عرب کے ممتاز لوگ بیٹھے تھے لیکن اس جرأت نمائی کسی کو ممتاز نہیں کیا کہ وہ مددگاری کا اعلان کرتا اگرچہ تمام عرب اُسکے دشمن ہو جاتے جسوقت مسن اور تجربہ کار لوگ اعلان کی اہمیت پر غور کر رہے تھے رسول کی گود کا کھلایا بچہ جواب قریب سولہ برس کا اُبھرتا ہوا نوجوان تہا اُٹھ کھڑا ہوا بیعت کی اور کار رسالت مین مدد کا اعلان کیا۔

ابولہب کے الفاظ

رسول کی آنکھین۔ چہرہ اور زبان سب بقول طبری پکار کر کہہ رہی تہین کہ "میرے بھائی اور وزیر کو دیکھ لو" یا بقول ابوالفدا "یہہ میرا وصی اور خلیفہ ہے" یا بقول روضۃ الصفا وغیرہ "این برادر منست و وصی من سخن او را بشنوید و از فرمان او تجاوز منمائید" عموماً یورپین مورخین جنہون نے تاریخ اسلام لکھنے کی ضرورت سمجھی ہی اس حامی اسلام کے اسوقت کے اعلان کی عمدہ لفظون مین تعریف کی ہے۔

وصایت اور خلافت کا اعلان نبوت کے اعلان کے ہمرکاب

متذکرہ صدر سطرون کے سوچنے مین اور زیادہ لطف آئیگا جب ابن خلدون کا یہہ فقرہ یاد رکھا جائے جو مشرکین قریش رسول سے کہتے تھے کہ "ہم اس شرط پر ایمان لائینگے کہ ہمکو ملک و حکومت دیدو اور رسول جواب دیتے تھے کہ یہہ کام اللہ جلشانہ کا ہے مین وعدہ نہین کر سکتا" یا جیسا مترجم ابن خلدون نوٹ مین ابن اثیر سے نقل کرتا ہی کہ جسوقت آپ نے بنو عامر کو دعوت دی تو کسی نے کہا کہ "اگر ہم تمہاری متابعت کرین اور اللہ تعالی ہمکو تمہارے مخالفین پر فتحیاب کرے تو کیا ہمکو اپنے بعد اپنا خلیفہ بناؤگے" آپ نے فرمایا "یہہ کام اللہ تعالی کے اختیار مین ہی جیسا وہ چاہیگا کرے گا" اس شخص نے کہا "یہہ بہت درست ہے کہ اسوقت تو ہم تمہارے لیئے اپنی گردنین عرب کے سامنے کردین اور پھر جب تم کامیاب ہو تو دوسرے لوگ صاحب حکومت ہو جائین" یہان مجھے یہہ سمجھانے کی غرض تھی کہ ذوالعشیرہ مین رسول کا اعلان حکم خدا سے تہا اور اگرچہ اسکی مخصوص غرض اعلان توحید اور نبوت تہا مگر آپ نے دیکھا کہ وصایت اور خلافت کا اعلان بھی ضروری سمجھا گیا۔

خلیفہ بنانا خدا کے اختیار مین تہا۔

قریش کی خواہش انکی طبیعت کا آئینہ ہے

دوسری بات جو اسمین دیکھنے کی ہی وہ یہہ کہ عرب کسی مذہب کے قبول کرنے کے لیئے ایک باقاعدہ مالی مسئلہ پیش کرتا تہا اُسکے نزدیک مذہب ایسی چیز تھی جو روپیہ پر فروخت ہوسکتی۔ اسکی اور مثالین

خلافت کیلئے مذہب فروشی پر تیار تھے

اور مثالین

بھی ہین جہان بندۂ زر عرب پر شان و شوکت کا وہ اثر ہوا جو اثر ڈالنے والون کے کام آسکتا تھا مثلاً دار الحکومت سے دور مقام کے لوگ جب معاویہ کے دربار مین پہونچے تو وہان کی آن بان دیکھکر کسی نے کہا "السلام علیک یا رسول اللہ" جبپر امیر شام کو مسکرا دینے کی ضرورت ہوئی۔ یا جیسا ملا جامی شواہد النبوۃ مین ایک عرب سبیع محارنی کا ذکر کرتے ہین جسے اپنا اونٹ خدا سے زیادہ پیارا تھا۔ یا جیسا روضۃ الصفا مین ایک لطیفہ ہی جسے مین ناظرین کی دلچسپی کے لئے لکھدیتا ہون۔ مہدی عباسی ایک روز شکار مین گیا۔ بھوک اور پیاس سے بیتاب ہوکر یہہ ایک اعرابی کے جھونپڑے مین گھس گیا اور اُس سے اپنی حالت بیان کی۔ غریب اعرابی نے جو کچھہ اُسکے پاس موجود تھا حاضر کیا اسمین ایک قدح شراب بھی تھا خلافت مآب نے چند گھونٹ نوش فرمانے کے بعد سرور مین اعرابی سے پوچھا:۔

"مجھے جانتا ہے؟" جواب دیا نہین۔ کہا:۔ "مین امیر کا خادم ہون" چند گھونٹ اور ملاحظہ فرمانے کے بعد:۔ "مجھے پہچانتا ہے؟" جواب دیا:۔ "آپ امیر کے خادم ہین" کہا:۔ نہین مین مصاحب ہون" چند گھونٹ اور ملاحظہ کے بعد:۔ "مجھے جانتا ہے؟" جواب دیا:۔ "حضور نے ابھی فرمایا ہے کہ آپ امیر کے مصاحب ہین"۔ کہا "نہین مین خود امیر ہون" یہہ سنکر اعرابی نے کاسہ سامنے سے اٹھا لیا اور کہا "اسکے بعد اب رسالت اور الوہیت کا درجہ باقی ہے" مہدی ہنسا اتنے مین اُسکے متلاشی خدام بھی پہونچ گئے اور مہدی نے اعرابی کو انعام دیا۔ انعام پاکر اعرابی نے کہا: "مینے چوتھے اور پانچوین دعوی کو بھی قبول کیا" بعض کہتے ہین جو یہہ کہتے تھے کہ اگر تم نبی ہوتے تو اسطرح زمین پر پاؤن گھسیٹتے نہ چلتے۔ یہہ مثالین عرب کی اس شاعرانہ طبیعت کو کافی حد تک سمجھا ئینگی۔ ورنہ یہہ آسانی سے سمجھہ مین نہ آئیگا کہ کیونکر سنان ابن انس ملعون یہہ شعر پڑھہ سکتا تھا کہ "اوقر رکابی فضۃً وذہبا ۔ انی قتلت السید المحجبا" جسکا ذکر آنے والا ہے۔

ان مثالون کی غرض

رسول حیرتناک طریقے سے فقر مین تقوے سے استغنا پیدا کر کے حرص و طمع کو قابو مین رہنے کی تعلیم مین بھی کامیاب ہوئے۔ اسکے سمجھنے کیلئے اُن دو زمانون کی روش پر غور کرو جب تک رسول کی عادلانہ مصلحت کے لوگ تابع رہے اور جب امتیاز کے خوگر ہوگئے۔

دعوت ذو العشیرہ کے بعد یعنی مسلمانون کے ہجرت حبشہ کے زمانہ تک قریب دو سو سمجھہ دار لوگون کے

ہجرت حبشہ

اصول اسلام کے پیرو ہو چکے تھے۔ جون جون زمانہ گذرتا جاتا تھا رسول کا جوش ہدایت بڑھتا جاتا تھا اور اسیطرح کفار قریش کا جوش مخالفت بسر کردگی ابولہب اور ابوسفیان زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ مومنین کفار کی اذیتین سہتے تھے اور صبر و رضا کے ساتھ اپنی تسکین روحانی پر قایم تھے یہان تک کہ تہتر یا بیاسی کے قریب آدمیون کو حبشہ کیطرف ہجرت کرنے کا حکم ملا۔ اس قافلہ کے سردار حضرت جعفر ابن ابی طالب تھے۔ قریش اسپر بھی رضامند نہ تھے کہ وہ لوگ جو ایمان لائے ہین عرب کے باہر بھی آرام سے رہ سکین اور اس غرض سے کہ نجاشی اُنہین عرب مین پھر واپس کردے کہ اُن اہل ایمان کے ساتھہ یہہ لوگ اپنی خواہش کے موافق برتاؤ کر سکین قریش نے دو شخصون کو منتخب کیا جنہون نے اسلام کے پولیٹکل اقتدار کے زمانہ

عمر ابن عاص اور عبداللہ ابن ربیعہ کی قبل الاسلام ایک کوشش

مین نہ صرف نام اور شہرت حاصل کی بلکہ اہلبیت نبوت کے حقوق کو نقصان پہونچانے مین نہایت ممتاز ہوئے۔ انمین سے ایک عمر عاص تھے جنکی قرآن اور نیزے کے ربط یا حکم کی کاروائی مشہور ہے اور دوسرے عبداللہ ابن ابی ربیعہ جنہون نے عثمان کے خلیفہ منتخب ہونے مین عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کی تائید کی تھی۔ ان دونون نے تحفہ اور تحائف کے ساتھہ حاضر ہو کر جعفر اور اُنکے گروہ کے تخرجہ کی خواہش کی۔ نجاشی نے حضرت جعفر ابن ابی طالب سے حالات پوچھے اور انہون نے جو کچھہ فرمایا وہ نہ صرف اگلی حالت کا موجودہ حالت سے مقابلہ تھا بلکہ دین اسلام کا خلاصہ تھا۔ نجاشی نے قریش کے تحائف واپس کردیئے اور مہاجرین کو رہنے کی اجازت دی یہہ پہلی ہجرت تھی جو اہل اسلام مین اپنے دشمنون کے خوف سے واقع ہوئی۔

عامہ قریش کا تصفیہ قتل رسول کیلئے

قریش کو جب معلوم ہوا کہ حبشہ مین ہماری کوشش بے سود ہوئی تو انہون نے ایک بڑی صحبت مین یہہ طے کیا کہ جسطرح بنے ہم لوگ محمد ابن عبداللہ کو قتل کرین اُنکا یہہ تصفیہ ابوجہل کے اس اعلان کے بعد تھا کہ جو محمد کو قتل کرے گا ہم اُسے سو اونٹ اور ہزار اوقیہ سونا دینگے اور اسکے لیئے وہ آمادہ ہوئے

مختصر جماعت کیلئے کسی ایک فرد کا داخلہ بھی موجب مسرت ہوتا ہے

جنہین تاریخ اسلام کو خلیفہ ثانی دیکھنا تھا لیکن اسلام اُنکے بُرے ارادہ پر غالب آیا۔ اسوقت اسلامی جماعت اسقدر مختصر تھی کہ اسمین کسی ایک فرد کا داخل ہونا بھی اس چھوٹی سی جماعت کیلئے بڑی خوشی کا باعث ہوتا تھا۔ میرے لیے یہہ عجب کی بات نہین ہے کہ اُس شخص کے داخل اسلام ہونے پر معمول سے زیادہ خوشی لیگئی ہوگی جسنے شارع کے قتل کا ٹھیکہ لیا تھا یا خود ہادی نے ارادہ قتل

رکھنے والے سے اپنے حلقہ اطاعت مین داخل ہونے کا اقرار سنکر اللہ اکبر فرمایا ہوگا حضرت ابوطالب کو جسوقت قریش کے اس تصفیہ کی خبر معلوم ہوئی تو آپ نے بھی معہ حضرت نبوی کے طریقہ حفاظت پر غور

حضرت ابوطالب قریش کا ارادہ سنکر طریقہ حفاظت پر غور کرتے ہین

فرمانا شروع کیا اس مشورت مین حضرت حمزہ عباس او دیگر بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب بھی تھے جناب رسالتمآب نے فرمایا "ہمارے اقربا اور مددگارون کے مکان مشرکین مکہ کے درمیان پراگندہ ہین اس صورت مین ہم لوگ اپنی حفاظت نہین کرسکتے مناسب ہوگا کہ ہم سب لوگ کسی ایک جگہ کو اپنی پناہ قرار دین جبتک خدا ہم مین اور ہماری قوم مین کوئی تصفیہ نہ کرے" یہہ رائے پسند کیگئی سب

شعب ابوطالب

نے مکہ سے کوچ کیا اور شعب ابوطالب مین پناہ لی حضرت ابوطالب نے درہ کی محافظت کی اور تمام کمزور اور حملہ کے قابل مقامات پر پہرہ والے مقرر کئے۔ اور خود اکثر اوقات معہ اپنے فرزند علی ابن ابی طالب کے مسلح رہتے تھے۔

بنی ہاشم سے معاملت اور معاشرت ترک کیگئی جس سے آب و دانہ کا قحط ہوا۔

یہہ دیکھکر قریش نے ایک دوسرے جلسہ مین یہہ طے کیا کہ بنی ہاشم سے ہر قسم کی معاملت اور معاشرت ترک کیجائے اور کسیطرح آب و دانہ ان تک نہ پہونچنے پائے۔ اُسوقت کیحالت کو صاحب سیر الائمہ نہایت خوبصورت اور قابل تعریف روش مین ظاہر کرتا ہے جسے مین ناظرین کی پسندیدگی کیلئے پیش کرتا ہون "مدت سہ سال کار بدینگونہ رفت و ابوطالب و یاران آنحضرت در حفظ و حمایت او دقیقہ غفلت نمی نمودند و بہ آن عزت کہ در بزرگان عرب داشتند این ہمہ ذلت و خواری را تحمل نمودند و چنان عشق و ارادت پیغمبر در دلہاے ایشان جای گیر شدہ بود کہ باین ہمہ زحمات. و لطمات ہیچ از برای ایشان کلالت و کسالتی در ہوا داری پیغمبر روی نمی داد چون شخص عاقل دراین امور تامل کند جز قوت تصرف پیغمبر

نبی کی قوت تصرف

در قلوب آن مردم چیزے نخواہد دید و چون در قوت تصرف او غور کند خواہد دانست کہ این تصرف از دو جہت است یکے حسن اخلاق و یکی قوت تاثیر کلام کہ ہرچہ میفرمود چنان مبنی بر عقل بود کہ در قلوب ہوشمندان کالنقش فی الحجر جای گیر میشد و ہیچ اغراض شخصیہ از فرمایشات او فہم نمی کردند جز خیر بندگان خدا و تربیت ایشان و این مردمی کہ بر آنحضرت دل نہادہ بودند ہمگی مردم با عقل بودند" اس ناگوار حالت مین تین برس گذر گئے علامہ مجلسی فرماتے ہین کہ اکثر اوقات کھانے پینے کی چیزین اسقدر نایاب ہو جاتی تہین کہ بنی ہاشم کے بچے بیچین ہو جاتے تھے اور اکثر محاصرہ کرنے والے اونکے رونے کی صدا سنتے تھے۔ یہہ پہلا محاصرہ اور پہلا موقع تھا جہان آل ہاشم پر آب و دانہ بند کیا گیا تھا۔

برائی سنانے کو برائی ثابت کیا

اسکے بعد روسای قریش نادم ہوئے اور انمین سے پانچ نے جاکر خانہ کعبہ مین اپنے پیشتر کے عہد نامہ سے بیزاری ظاہر کی اور قریب قریب سب نے انکا ساتھہ دیا۔ حضرت ابطالب کو خبر دیگئی۔ لوگ محاصرہ سے نکلے مہاجرین حبشہ کو جب معلوم ہوا کہ قریش کا جوش عداوت کم ہوگیا تو یہہ لوگ بھی واپس ہوئے اور اپنے ہادی کی زیارت سے تسکین اور مسرت حاصل کی۔ ہمارا ہادی پھر کھڑا ہوا۔ نقابت اسلام کیلئے ہر وضیع و شریف اسکے نزدیک مساوی اور عبد خدا تہا۔ کبھی سوق عکاظ مین تھے تو کبھی ذوالمجاز مین اور کبھی حجر اسمعیل پر کھڑے

دعوت اسلام کا مختلف طبائع پر اثر۔

ہوئے آنے جانے والون کو بلند آواز سے خدا کیطرف پکارتے تھے۔ کچھہ مسخراپن کرنے والے۔ توہین و تضحیک کرتے تھے۔ اور باتونکو بغیر سنے اور سمجھے ہوا مین اُڑانا چاہتے تھے۔ اور کچھہ تھے جو خاموش کھڑے رہتے تھے سنتے تھے دیکھتے تھے کہ الفاظ دلمین گھسے جاتے ہین اور انکی بہترین سمجھہ تصفیہ کررہی ہی کہ یہہ کہنے والا سچ کہہ رہا ہے۔ کچھہ اسلام قبول کرتے تھے اور جو اقرار بھی نہ کرتے تھے۔ وہ رسول کے الفاظ وزن طرز کلام۔ صفائی نفس اور تعلیم کی خوبی کا اثر لیکر واپس جاتے تھے۔ اور اطراف و جوانب مین انکی بزرگی عقل۔ فصاحت۔ خوبی اور سچائی کی شہرت ہورہی تھی۔

مدینہ کے چھہ متلاشی

زمانہ حج آگیا۔ دور دور سے لوگ جمع ہوئے اور نقیب خدا نے اپنے سننے کیلئے آدمی پائے۔ ایک نہایت مفید امر کی ابتدا ہوئی وہ یہہ کہ رسول کی شہرت سنکر مدینہ کے چھہ آدمی دریافت حال کیلئے آئے یہہ لوگ قبیلہ خزرج کے تھے۔ یہہ لوگ کچھہ حصہ کلام اور آیات قرآنی اپنے ساتھہ لیتے گئے مدینہ مین لوگونکو دکھلانا شروع کیا

اسلام کا مشنری

اور اب لوگ متواتر مدینہ سے مکہ آنے لگے۔ یہانتک کہ حضرت کو تعلیم اسلام کیلئے مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف کو بھیجنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ غالباً یہہ اسلام کے پہلے مشنری تھے۔ حیرت خیز سرعت سے اسلام اہل مدینہ مین پھیلنے لگا۔ اور باستثناے چند قریب قریب کل مسلمان ہوگئے۔ سوچنے

ایسی جگہ اسلام کی اشاعت جہان اسلام کا کوئی سیاسی اقتدار نہ تہا۔

کی بات ہی کہ نہ مدینہ مین کوئی تلوار بھیجی گئی تھی اور نہ کوئی ایسی ذات روانہ کیگئی تھی جو خوف دلاتی ہو یا جسکی مدد کیلئے عقب مین تلوارین اور نیزے ہون اور لوگ مرعوب ہوکر دین مین داخل ہوگئے ہون بلکہ اسلام کا سادہ۔ صاف اور فطری اصول تہا جسنے ہر دلعزیزی پیدا کی۔ یہہ حالت یقیناً تو شیح این لون۔ اسوک اور قسطنطین کے رشک کے قابل تھی۔

کوہ صفا سے دعوت

یہی یا اسکے قریب کچھہ پیشتر کا زمانہ تہا کہ بقول علامۂ مجلسی زمانہ حج مین کوہ صفا کے اوپر سے حضرت نے حاجیون کو دین کی دعوت دی۔ مشرکین قریش پہاڑی کے گرد جمع ہوگئے اور پتھر پھینکنے لگے۔ حضرت

اسے چھوڑ کر کوہ مروہ پر گئے اور مشرکین یہان بھی ساتھہ ساتھہ پتھر پھینکتے ہوئے آئے کوئی پتھر فرق مطہر پر لگا اور
خون جاری ہوا۔ اسے بھی چھوڑ کر حضرت کوہ ابو قبیس پر تشریف لیگئے لیکن مشرکین پیچھے پیچھے رہے اور ایذا
رسانی کی فکرین کرتے رہے حضرت خدیجہ اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو یہہ خبر معلوم ہوئی آئے دیکھا کہ
کوہ ابو قبیس پر آفتاب رسالت چمک رہا ہے۔ وحدانیت خدا اور اپنی نبوت کا اعلان ہے اور گرد پہاڑ
کے مشرکین ہین کچھہ اوپر چڑھتے جاتے ہین اور اس فکر مین ہین کہ قریب پہونچکر ایذا دین۔ شام کی تاریکی
پہیلنے لگی اور ہمارا ہادی کسیطرح نرغہ اعدا سے نکلکر گھر تشریف لایا مشرکین یہان بھی پہونچے اور گھر پر پتھر
پہینکنے لگے یہان تک کہ رحمۃ اللعالمین نے انہین مخاطب کرکے فرمایا کہ "اے قریش تمہین شرم
نہین آتی کہ تم اپنی نجیب ترین عورت کے گھر مین پتھر پہینکتے ہو" یہہ سنکر قریش کو شرم آئی حمیت اور
نجابت کا خیال کیا واپس گئے۔

علی اور خدیجہ دیکھتے ہین

کفار قریش نے حضرت خدیجہ کا احترام کیا

سردار عرب حضرت ابو طالب اور ملکہ عرب حضرت خدیجہ کی رحلت سے مشرکین قریش جناب رسالت
مآب کو اذیتین پہونچانے مین اور دلیر ہوگئے۔ دوبارہ عہد لیئے گئے جنمین ابو سفیان نہایت پیش
پیش تھا۔ ان لوگون نے راستہ مین کانٹے بچھانے اور پتھر پہینکنے مین اپنی عورتون اور بچون کو بھی شریک
کرلیا۔ اور خود استہزا کیلیئے ہر جگہہ موجود رہنے لگے۔ یہہ بھی ہوا کہ نفاست پسند ہادی پر اوجھڑیان
پہینکی گئین اور پیچھے پیچھے سیٹی بجائی گئی کبھی سر اقدس سے خون بہا تو کبھی تلوے زخمی ہوئے
اور کبھی ایڑیان لہو سے تر ہوگئین۔

مشرکین کب زیادہ دلیر ہوئے

ہادی کی حالت

خدا خدا کرکے یہہ زمانہ بھی گذرا لیکن نہ مومنین کے ایمان مین وحشیانہ مظالم سے کوئی لغزش ہوئی
اور نہ مشرکین کی اذیتین ہادی کے جوش کو کم کرسکین یہان تک کہ مدینہ مین اسلام شائع ہوا اور
اہل مدینہ نے خواہش ظاہر کی کہ نبی خدا اور انکے کل پیرو مدینہ چلے آئین وہان کے مسلمین انکی ہر طرحکی
حفاظت کرینگے۔ کل مسلمانون کا بیک جسم جانا ناممکن تھا۔ رفتہ رفتہ لوگ جانے لگے اور اہل
یثرب نے انکی مدارات مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا مشرکین کو خبر معلوم ہوئی اور اس مرتبہ وہ
نئے جوش سے رسول کے قتل پر آمادہ ہوئے۔ اور دوبارہ رسول کے سر اقدس کیلیئے انعام کا اعلان کیا
گیا۔ لیکن خداوند تعالیٰ ہمارے سید کو دشمنون کے درمیان سے محفوظ نکال لے گیا اور محفوظ مدینہ
پہونچادیا۔ مو شرحی مناہج النبوۃ کی یہہ روایت کہ حضرت مکہ معظمہ سے نکلتے وقت حزورہ پر کھڑے ہوئے

مدینہ کی ہجرت

رسول کے سر اقدس کیلیئے دوبارہ انعام مشتہر کیا گیا

اور فرمایا کہ واللہ تو زیادہ محبوب ہی میرے نزدیک خدا کی زمینون مین اگر تیرے اہل مجھکو باہر نہ نکالتے۔

وطن سے ہجرت کیوقت کیا فرمایا

کون نہین جانتا کہ رسول خطرہ کے موقع پر اپنا کوئی قائمقام بجز علی کے نہ پاتے تھے کسنے نہین سُنا کہ علی اُن تلوارون کی چھانون مین سوئے جو رسول کے قتل کیلئے کھنچی گئی تہین بستر رسول پر سوئے جہان رسول کے دہوکے مین شہید ہو جا سکتے تھے۔ دیون پورٹ نے بہترین الفاظ مین خاکہ کھینچا ہی اسوقت کا جبکہ مشرکین کچھہ تو دیوار کے قریب سے دیکھہ رہے تھے کہ رسول سو رہے ہین اور کچھہ گھر مین داخل ہوئے کہ کام تمام کر دین "لیکن بجاے اپنے شکار کے نوجوان علی کو متانت اور تسلیم و رضا سے اُس موت کا منتظر دیکھا جو اُنکے سردار کیلئے تجویز کیگئی تھی۔ اسقدر اخلاص نے اُن خونیون مین رحم پیدا کیا اور علی سے تعرض نکیا گیا" سچ کہتا ہی صاحب مناہج النبوت کہ "جناب ولایت مآب اوّل ہین اُس شخص کے جسنے فدا کیا اپنی جان کے تئین اور بیچا اپنے تئین راہ محبت مین رسول خدا کی یہہ آیت اُس جناب کی شان مین اس باب مین نازل ہوئی ہی کہ ومن الناس من یشتر النفسہ ابتغاء مرضاۃ اللہ واللہ رؤف بالعباد۔ (مردون سے وہ شخص جو بیچتا ہی اپنی ذات کو خدا کی طلب خوشنودی مین اور خدا مہربان ہی اُن بندون پر جو اُسکی طلب رضا مین اپنی جان فدا کرتے ہین)۔

بستر رسول پر قتل ہو جانے کیلئے علی خلیفہ تھے

ایک وقت تہا کہ حضرت ابوطالب فرماتے کہ " واللہ لن یصلوا الیک بجمعہم حتی اوسد فی التراب فینا (قسم ہی خدا کی کہ وہ سب ملکر بھی تیرا کچھہ نہین کر سکتے جبتک مین زیر خاک مدفون نہ ہو جاؤن) اب وقت تہا کہ وہ جو اُنکے بعد محافظ تہا یہہ کہتا تہا کہ:- اردت بہ نصرا لہ تبتلا۔ و صمرتہ حتی اوسد فی قبر (یہہ مینے ہر چیز سے قطع نظر کرکے محض خدا کے دین کی امداد کی نیّت سے کیا اور آیندہ بھی یہی ٹھان لی ہے جبتک کہ قبر مین تکیہ لگاکر نہ لیٹون)

باپ و بیٹے کی ہم معنی شاعری

سرّاقہ کی روایت مشہور ہی کہ کیونکر وہ انعام کے لالچ مین رسول کا تعاقب کرتا رہا کسطرح وہ مجبور ہو گیا اور رسول نے اُسکی جان بخشی فرمائی۔ اسیطرح بریدہ ابن الخطیب اسلمی سترّ آدمیون کے ساتھہ تلاش کرتا رہا تہا لیکن رسول کے کلام نے اسے بھی غلام بنالیا اور اب اسنے بجائے اسکے کہ نیزہ کا وار کرتا نیزہ مین اپنی پگڑی باندھکر نشان بنایا اور رسول کے آگے آگے مقدمۃ لشکر کیطرح ہمراہ چلا۔ اہل مدینہ ایک زمانہ سے منتظر تشریف آوری تھے اندنون زیادہ خبر گرم تھی کوئی دروازہ پر بیٹھا رہتا تہا کچھہ لوگ بلندیون سے دور دور نگاہ دوڑاتے تھے کہ ایک روز انہین کچھہ آثار معلوم ہوئے اور دفعتہً سبہون نے "رسول خدا آئے" کا نعرہ بلند کیا۔ جوق جوق لوگ گھرون سے نکلے۔ عورتین اور بچے بھی ساتھہ ہو لیئے۔ ہر شخص ناقہ کی مہار اپنے

قتل کرنیوالا نیزہ استقبالی نشان بنگیا۔

رسول کی خبر آمد سنکر اہل مدینہ کا اشتیاق اور استقبال کا بے انتہا جوش

ٹھہر کیطرف کھینچتا تھا کہ مکہ کا جلا وطن ہمین سرفراز کرے۔ خبرین کہتی ہین کہ سوار خوشی مین نیزے ہلانے لگے کوئی گھوڑا دوڑانے لگا اور بنی نجار کی لڑکیان دف پر یہہ شعر گانے لگین۔ نحن جوار من بنی النجار :: یا حبذا محمد من جار :: (ہم بنی نجار کے ہمسایہ ہین خوشا وہ جسکا ہمسایہ محمد صلعم ہو) انصار کی بیبیان اپنے محلون مین بلند کوٹھون پر کھڑی ہوئی کہہ رہی تہین کہ طلع البدر علینا من ثنیات الوداع :: وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع :: (ہمپر بدر طالع ہوا اونچی عمارتون سے آنکے جو ترک کرنے والے ہین۔ اور اسکا شکر ہمپر واجب ہوا کہ خدا کے فضل سے وہ بدر طالع ہوا جسکے دیکھنے کے ہم مشتاق تھے) عجب نہین ہے کہ اہل یثرب کی اس محبت استقبال سے رسول کا دل بھر آیا ہو کبھی رسول کو قوم کا جذبہ غیظ دور کرنا تہا کہ حجر اسود کو ایک چادر مین رکھکر اُسکا گوشہ ہر قبیلہ کے سردارون کے ہاتھہ مین دیدیتے آج جذبۂ شوق اور محبت کو سدہارنا تہا کہ وہ آئندہ رشک اور حسد نہ پیدا کرے۔ بلانے والون سے ارشاد فرمایا کہ میرا ناقہ جس جگہہ ٹھہرے گا وہین فروکش ہون گا۔ ناقہ ابو ایوب انصاری کے گھر کے قریب ٹھہرا اور کسی کو اس تصفیہ پر عذر نہ ہوا کہ نبی خدا ابو ایوب کے گھر تشریف لیجاتے۔

علیؑ کی ہجرت
ادائی خدمت
بھی تھی

اسکے بعد کوئی کہتا ہے کہ رسالت مآب نے اپنے آزاد غلام زید بن حارث اور ابو رافع کو مکہ بہیجا کہ حضرت فاطمہ اور ام کلثوم و سودہ بنت زمعہ وغیرہ کو لے آئے۔ اور کوئی کہتا ہے کہ حضرت نے ابو واقد کی معرفت اپنے جان نثار کو مدینہ چلے آنے کا حکم بہیجا۔ مین آخر الذکر روایت کو زیادہ صحیح سمجھتا ہون فطری ہے یہہ امر کہ جس خوف کے عالم مین سرور عالم روانہ ہوئے تھے یا جس عالم مین مرتضے کو چھوڑ گئے تھے اُسکی ایک دوسرے کو خبر دیجاتی یا یکجائی کا موقع تلاش کیا جائے جناب سرور کائنات اپنی دختر نیک اختر کو پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ حضرت فاطمہ بنت اسد بھی ابھی مکہ مین تہین اور بجز علی کے اُنکے کل فرزند مدینہ روانہ ہو چکے تھے۔ فاطمہ بنت زبیر اور ام ایمن بھی مکہ مین تہین جنمین آخر الذکر بوجہ اسکے کہ ماں تہین اُسامہ ابن زید کی اُنکی کفالت اسی گھر سے متعلق تھی۔ یہہ حالات مقتضی تھے کہ کوئی معتبر شخص ان لوگون کی حفاظت کے لئے مکہ رہتا اور پھر مدینہ اپنے ہمراہ لیجاتا اور انہین جناب رسالت مآب کے پاس پہونچا دیتا۔ علیؑ مخدرات کی حفاظت اور امانتون کی واپسی کیلئے پیچھے چھوڑے گئے تھے جیسا صواعق محرقہ کی اس حدیث سے صحیح ہوگا کہ روایت کرد احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ از حبشی بن جنادہ گفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

علی منّی وانا من علی ولا یودی عنّی الّا علی۔ علی از من است و من از علی دادای امانات نکند از جانب من مگر علی"
اور اس فرض کی انجام دہی کے بعد مکہ مین انہین قیام کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس صورت مین ابو واقد یا
زید بن حارثہ ہو یا ابو رافع نہین کسی کا بھیجا جانا مبنی تہا محفوظ پہونچنے کی اطلاع پر۔ ظاہر ہے کہ اگر اہل یثرب
رسول کا خیر مقدم ویسا نہ کرتے جیسا تہا یا رسول انکے اخلاص مین مشتبہ ہوتے تو ہرگز عورتون کو نہ بلاتے
ان آدمیون کا دوسرا کام یہہ تہا کہ یہہ دو اونٹ اور پانچ سو درہم لائے تھے۔ علی نے سامان سفر درست
کیا اور تمام آدمیون کو ہمراہ لیکر مدینہ طیبّہ روانہ ہوئے۔ راستہ اس لحاظ سے مخدوش تہا کہ دشمن کا

کفار نے راستہ روکا۔

کسی شرارت پر آمادہ ہونا بہت ممکن تہا اسی لیئے ابو واقد اونٹون کو تیز لیجا رہا تہا اس جگہہ حضرت
علی مرتضے کا یہہ قول ہم تک پہونچا ہے کہ "اے ابو واقد عورتون کے ساتہہ مدارا کرو اور اُن کے
اونٹون کو آہستہ لیچل کہ وہ کمزور ہوتی ہین" یہہ بھی خبر ہے کہ آٹھہ کفارون نے راستہ روکا
اور علی نے حارث ابن امیہ کے غلام کا شانہ زخمی کیا اور اسکے بعد کفار بھاگ گئے۔ اسکے بعد

علی کی آبلہ پائی اور رسول کے دست اقدس

بقول صاحب مناہج النبوۃ "روضۃ الاحباب والا کہتا ہے کہ علی مرتضے مکہ سے پیادہ راہ
چلکر مدینہ مین حضرت کے پاس آئے اور اُس جناب کے دونون پائونمین پیادہ چلنے سے چھالے
پڑ گئے تھے حضرت نے اپنا دست مبارک اُنکے پائون پر ملا"

قبل الاسلام مدینہ کا نظام حکومت

رسول کی تشریف آوری کے قبل مدینہ مین کوئی باقاعدہ انتظام نہ تہا قبیلہ اور فرقہ بندی کی حکومت
تھی اور وہ اس خوف سے کبھی خالی نہ تھے کہ مبادا ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ سے کوئی وجہ پرخاش
پیدا ہو جائے اور آپس مین کشت و خون جاری ہو اور ایک دوسرے کے حلیف فرقے ایک دوسرے
کی مدد کرکے اچھی خاصی مخالف جماعتین تیار کر دین۔ دو بڑے قبیلے جنکا نام اوس اور خزرج تہا
ایک دوسرے کے دشمن چلے آتے تھے اور کوئی صورت آپس مین اتحاد اور اتفاق کی نظر نہ آتی
تھی جناب رسالت مآب کی قوی ذات اور عادلانہ اصول نے وہ تمام امتیاز جو سرداران قبیلہ کو
حاصل تھے شکست کر دیئے اور جسقدر مدنی مسلمین تھے سب کو انصار کا خطاب عطا فرمایا وہ
لوگ جو مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ پہونچے تھے مہاجرین کے نام سے یاد کیئے جاتے تھے حضرت کی
ذات کو مہاجرین ہون یا انصار ہر حالت مین اپنا رہنما سمجھتے تھے اور بقول سید امیر علی صاحب مرحوم آپ
آنجناب صرف ایک واعظ ہی کی حیثیت مین نہ تھے بلکہ لوگون کے چیف مجسٹریٹ بھی تھے جو اپنے

مجمعون مین آنجناب اور اصحاب کبار کو مدعو کرتے تھے اور شہر کی حفاظت آنجناب کے ذمہ کردی تھی آنجناب کا فرض فتنہ فرو کرنا اور سازش سے بچانا تہا۔" (تاریخ الاسلام ترجمہ بریف ہسٹری آف سارا سینس) ذات اقدس نبوی کا یہہ اثر ہوا کہ کشت وخون۔ فتنہ وفساد سب رفع ہوگیا۔ اور تمام لوگ صرف ایک دہن مین تھے کہ کسطرح اسلام سیکہین اور کسطرح اُسپر عمل کرین۔ اور اس اثر اور یکسان جوش کا نتیجہ تہا کہ ایک روش اور ایک خیال کے لوگون مین ایک جذبہ محبت اور برادرانہ اخلاص پیدا ہوگیا تہا۔

مکہ اور مدینہ مین جنگ کے اسباب جمع ہورہے تھے

مدینہ تجارت کے لحاظ سے مکہ کا رقیب شہر تہا۔ اور بقول سید امیر علیصاحب جیسا وہ تاریخ اسلام فرماتے ہین "اہل مکہ اہل مدینہ کے برخلاف سخت برافروختہ تھے کہ اُنہون نے کیون آنحضرت اور اصحاب کبار کو جنہین وہ باغی خیال کرتے تھے پناہ دے رکھی ہے۔ اُنکے اور اہل مدینہ کے درمیان لڑائی اصل تھی" اسکے علاوہ مشرکین مکہ نے اُن مسلمانون کو اذیتین پہونچانے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا جو مکہ مین رہ گئے تھے اور بوجوہات مدینہ کیطرف کوچ نہ کرسکے تھے۔ نہ صرف یہہ بلکہ مشرکین نے یہہ بھی روش اختیار کرلی تھی کہ وہ جہان جاتے تھے غلط افواہین مشتہر کرتے تھے جس سے ہدایت کی راہ کے مسدود ہونے کا اندیشہ تہا۔ اور سب سے زیادہ عملی مخالفت یہہ ہوئی تھی کہ مشرکین قریش کے قافلہ نے مہاجرین کے اونٹون کو لوٹ لیا۔ اُنکی عداوت کا درجہ اس مثال سے سمجھہ مین آئیگا کہ ولید ابن مغیرہ (خالد کا باپ) پر حالت نزع مین بیقراری طاری تھی اور رو رہا تہا۔

اسلام کی اشاعت کے خلاف وصیت اور ضمانت

ابوجہل نے اُس سے بیقراری کی وجہ دریافت کی تو اُسنے جواب دیا کہ مجھے خوف ہے کہ ابن کبشہ[1] کا دین مکہ مین ظہور کرے۔ اسپر ابوسفیان نے اُسے تسکین دی اور کہا کہ مین ضامن ہون کہ اسکا دین ظہور نہ کرسکے گا۔

اسلام کے لئے موت اور زندگی کا مسئلہ تہا

یہہ حالتین سمجھانے کیلئے کافی ہین کہ اسلام اور اُسکے اُسوقت کے چھوٹے سے جسم کیلئے موت اور زندگی کا مسئلہ تہا۔ کئی مرتبہ رسول کے قتل پہ عہد کیا گیا۔ اور اُنہین کون کون سی تکلیفین نہ دی گئین۔ اسلامی تاریخ کے ناظر سے حضرت یاسر، عمار اور اُنکی مادر گرامی کے واقعات چھپ نہین سکتے اور نہ بغیر اپنا اثر ڈالے گذر سکتے ہین سوچو عرب کی گرم ریگ کیسی کے

---

[1] مشرکین حضرت کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے۔

برہنہ جسم اور سینہ پر بھاری پتھر کو اور انکی قدر کرو۔ لڑائی کا ہونا لابدی تہا جب ہوتی۔ رسول اور اُنکا گروہ کم
اور کمزور تہا کوئی شکست اُنکے دین کے ساتھہ جسقدر بُرا اثر کرتی اُسکے سمجھنے کے لیئے زیادہ دماغ سوزی
کی ضرورت نہین ہی اور کسیطرح کی غفلت اس بُرے نتیجہ کو اُنکے سامنے موجود کردیتی خبرین گرم ہوسکتی
تہین کہ قریش نے جسطرح مہاجرین کے اونٹ لے لیئے یا جسطرح اُن سے اور ایسی ہی نزاعی حرکتین
سرزد ہوئین وہ ایک دن اہل یثرب کے سرپر موجود ہوجاتے اور موقع ایسا نازک ہوجاتا کہ اُنہین
بجز مغلوب اور منکسر بنے اور کچھہ بن نہ آتا۔ اور پھر نہین معلوم یہہ انسانیت سے معرّا دشمن رسول اور اُسکے
دین کا نام کسطرح مٹانے کی کوشش کرتے۔ ایسی حالت مین یہہ نبی کے دیکھنے کا موقع تہا کہ وہ
کب اور کہان دشمن کو ٹوکین۔ اور کون سا موقع تلاش کرین جہان دشمن کی شکست اُسے آیندہ
شرارتون سے باز رکھے اور اُنکی دہاک آیندہ امن اور صلح مین معین ہو۔ یہہ سوچنا بھی اُسوقت تھا
جبکہ دشمن سے اذیت رسانی کی انتہائی کوششین سرزد ہوچکی تہین۔ ہو رہی تہین اور کوئی
امید اسکی نہ تھی کہ وہ آیندہ اپنی شرارتون سے باز آئینگے جب تک اُن پر متواتر کاری ضربین
نہ لگائی جائین۔

رسول نے کن حالتون مین جنگ کا تصفیہ کیا۔

یہہ وقت تہا جبکہ سُنا گیا کہ کاروان قریش شام کے سفر سے آرہا ہی۔ جسکے معنے یہہ ہین کہ وہ تجارت
کرکے آرہا ہی اور اب اُسکے پاس مال بھی ہی جسے وہ نزاعی روش مین صرف کرسکے یا اُسکے اسباب
فراہم کرے۔ اسوقت اگر یہہ خبر غلط بھی ہو کہ وہ حملہ کرنے کا موقع دیکھتے ہین تاہم احتیاط اسکی مقتضی
ہونی چاہیئے تھی کہ رسول آمادہ رہتے۔ اور یہہ سمجھے کہ مبادہ وہ ہمین تیار نہ پاکر حملہ کر بیٹھین۔
یہہ خبر سُنکر کہ رسول بھی غافل نہین ہین ابوسفیان نے مکّہ مین خبر بھیجی اور وہان سے امدادی فوج
پہونچی۔ اور موضع بدر مین دشمن کے لڑسکنے والے سپاہیون کی تعداد نوسو پچاس تھی اور رسول
کے اصحاب صرف تین سو چودہ تھے یعنی ایک مسلمان کا تین کفار سے مقابلہ تہا۔ ذرا لشکر
اسلام کے ساز و سامان پر بھی نظر کرو۔ تمام لشکر مین صرف تین گھوڑے تھے چھہ زرہ پوش
تھے۔ آٹھہ تلوارین تہین۔ اور ستر اونٹ تھے۔ دو دو تین تین شخص تھوڑی تھوڑی مدت کے
بعد اونٹ پر سوار ہوتے تھے بقول صاحب مناہج النبوۃ دو شریک حضرت رسول کی سواری کے
مین علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ تھے جب حضرت کے پیادہ چلنے کی نوبت پہونچتی تب حضرت

جنگ بدر

مسلمانون اور دشمنون کی التعداد

رسول اور علی کی سواری

علی کرم اللہ وجہہ کہتے کہ یا رسول اللہ تم سوار ہو مین تمہاری رکاب مین پیادہ چلتا ہون حضرت فرماتے
یا علی تم مجھسے زیادہ قوی نہین ہو اور مین مستغنی زیادہ تمسے نہین ہون اجر مین۔ کفار کے پاس نہ
صرف بہت سامان تہا اور امراے لشکر مین سے ہر ایک ایک ایک دن تمام لشکر کی ضیافت
کرتا تہا بلکہ انہون نے یہہ بھی قیاس کیا تہا کہ ہم ایسے کرّ و فر کے ساتھہ رہین کہ نبی عربی اور انکے
رفقا مرعوب ہو جائین اور ہمارا شہرہ دور تک پہونچے۔ ایک اور مخصوص بات جو ذکر کے قابل
ہے وہ یہہ ہے کہ لشکر اسلام جس جگہ ٹھہرا تہا وہ وادی تھی۔ اونٹ اور آدمی ران تک دھنس جاتے
تھے۔ پانی کی کمی تھی اور ہر ایک کو پیاس کی شکایت تھی۔ درانحالیکہ دشمن کی فرودگاہ مین پانی
بافراط تہا۔ اس جنگ مین سعد ابن عبادہ۔ مقداد ابن عمر اور سعد ابن معاذ نے محبت اور
مدد کے مستقل اظہار ارادہ سے رسول کو تسکین دی۔ رسول کو خدا نے فتح دی۔ اور مجھے جس خاص
بات کیطرف اشارہ کرنا ہے وہ یہہ ہے کہ اس جنگ مین علی ابن ابی طالب نے میدان جنگ مین
علاوہ اور مشاہیر کے ان لوگون کو قتل کیا۔ ولید معویہ کا خالو حنظلہ بن ابوسفیان معویہ کا
بھائی عمر ابن عثمان عم طلحہ ابن عبداللہ عثمان و مالک برادر طلحہ۔ صاحب تمدن اسلام
واقعہ خوانی کرتا ہے جہان وہ یہہ کہتا ہے کہ "اس جنگ مین سب سے زیادہ پُرجوش اور کوشش
کرنے والے صرف دو تھے ایک علی ابن ابی طالب رسول اللہ کے چچیرے بھائی اور دوسرے حمزہ
ابن عبدالمطلب۔ مشرکین پران ہاشمی دلیرون کی شجاعت سے ہیبت طاری ہوئی اور وہ بھاگے
لیکن اسلام کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل مارا گیا اور ابوسفیان زخمی ہو کر نکل بہاگا۔ اس جنگ مین
عباس ابن عبدالمطلب بھی تھے جنہین کفار بہ جبر لائے تھے۔ یہہ پیشتر سے مسلمان ہو چکے تھے
اور مشرکین کے احوال کی خبر دینے مکہ مین رہ گئے تھے! ورانکے متعلق قبل ابتداے جنگ رسول نے
بھی فرمایا تہا کہ جوان تک پہونچے گرفتار کر لائے۔ شب کے وقت عباس کے کراہنے سے رسول کو
نیند نہ آتی تھی اصحاب نے وجہ دریافت کی اور معلوم ہونے پر لوگون نے انکی زنجیرین ڈھیلی کر دین
اب رسول نے دریافت کیا کہ کیون عباس کے کراہنے کی صدا نہین آتی اور جب معلوم ہوا کہ اہل
اسلام نے رسول کے لحاظ سے انکی زنجیرین ڈھیلی کر دین ہین تو آپ نے دوسرے قیدیون کے
متعلق بھی اس نرمی کا حکم دیا۔ دوسری بات جسکا مین ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہون وہ یہہ ہے

دشمن کی ثروت

علی نے کون سے لوگون کو میدان مین قتل کیا

اسلام کا ایک دشمن کم ہوا اور دوسرا زخمی ہو کر بھاگا

حالت اسیری مین عباس کے کراہنے سے رسول بیخواب رہے

قیدیون کے ساتھہ رحم

کہ اسراے جنگ جو فن کتابت جانتے تھے اُن سے یہہ کام لیا گیا کہ اُن مین ہر ایک انصار کے دو دو لڑکون کو لکھنا سکھاوے۔

اسیران جنگ لکھنا جاننے والے قیدی معلم مقرر کیے گئے۔

ہجرت کے پہلے سال کا ایک مفید واقعہ عقد مواخات تہا جسمین رسول نے مسلمانون کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ اسکا سیاسی اور معاشرتی مفید اثر ہر شخص سمجھہ سکتا ہی جب وہ اس پر غور کرے گا کہ لوگ "بھائی" بنائے گئے تھے۔ جو کچھہ مجھے اور کہنا ہے وہ یہہ ہے کہ "عقد مواخات باندھا حضرت نے درمیان ابوبکر کے اور عمر ابن الخطاب کے اور درمیان طلحہ اور زبیر کے اور درمیان عثمان ابن عفان اور عبدالرحمن ابن عوف کے تب علی مرتضے کرم اللہ وجہہ نے کہا یا رسول اللہ اپنے یارون کے درمیان عقد برادری باندھا تمنے اور مجہکو بھول گئے اور کسی کے ساتہہ مجھے برادری نہ دی میرا بھائی کون ہے۔ حضرت نے فرمایا بھائی تیرا مین ہون اور فرمایا یا علی انت اخی فی الدنیا والاخرۃ" (مناہج النبوۃ) تمام مورخین اسپر متفق اللفظ ہین مشکل سے مین سوچ سکتا ہون کہ کسی نے اُسوقت جسوقت سلسلۂ مواخات قائم ہوا یا اُسکے بعد آجتک جبکہ اس واقعہ کے بعد صدیان ڈھلک گئی ہین سوچا کہ رسول نے جو جوڑ تجویز کیے اسکے کوئی معنے تھے یا ایک بے سمجھا ہوا فعل تہا۔ مشکل سے مجھے تمام دنیا سمجھا سکتی ہے کہ یہہ ایک اتفاقی فعل تہا۔ مجھے رسول کا یہہ فعل صاف بتا رہا ہے کہ حضور نبوی نے ملتی ہوئی طبیعتون کو چُن کر الگ الگ کر دیا تہا۔ مین اُس سے بہتر الفاظ نہین پا تا بجز اسکے جو کچھہ مین نے الکڑا مین کہا ہے کہ "آگے چلکر ایک زمانہ آنے والا ہے جسمین طبائع کے میلان کی صحیح گرفت کا اندازہ کیا جاسکے گا اور اُسوقت یہہ تصفیہ آسان ہوگا جب رحلت رسول کے بعد علی تنہا دکھائی دینگے کہ رسول نے طبیعت شناسی اور نسبت دینے مین ایک ایک رنگ طبیعت کو علیحدہ علیحدہ کر دیا تہا۔ یہہ کوئی اتفاقی فعل نہ تہا جو رسول سے عمل مین آیا بلکہ سمجھا ہوا ارادی"۔

عقد مواخات سلسہ ھ

ہجرت کے اسی سنہ کا واقعہ غزوہ عشیرہ ہی۔ ابن خلدون اور مناہج النبوۃ کے نزدیک حضرت کنانہ سے صلح کرکے واپس آئے مورخین کے نزدیک اسی واقعہ کے اثنا مین علی ابن ابی طالب کو "ابوتراب" کا خطاب عنایت ہوا۔ یہہ روایت حضرت عمار یاسر کی زبانی ہی وہ فرماتے ہین کہ ہم اور علی ایک کھجور کے درخت کے نیچے سو رہے تھے۔ زمین ریتلی تھی اور ہم لوگ گرد آلود

ابوتراب کا خطاب اور ایک حدیث اور اس خطاب کا زمانہ آیندہ سے تعلق۔

ہوگئے تھے کہ حضرت سرہالین کھڑے ہوگئے اور بیدار کیا اور علی کو قم یا ابو تراب فرمایا پھر کہا.... تمام جہان کے لوگون سے زیادہ بدبخت وہ ہی جو تمہارے محاسن کو تمہارے خون سے رنگین کرے گا۔ یہہ فرماتے تھے اور دست مبارک علی کے سر اور چہرہ پر پھیرتے جاتے تھے۔ علی ابن ابی طالب کو اپنا یہہ خطاب سب سے زیادہ پسند تہا۔ اس واقعہ کے لکہنے سے نہ صرف مجھے صاحب مناہج النبوۃ کے لفظون مین یہہ کہنا ہے کہ "مخالفین اور معاندین حضرت علی کو اس کنیت سے پکارتے تھے اور قصد کرتے تھے اس بات سے نقصان اور حقارت کے تئین حالانکہ اس کنیت مین اُس عالیجناب کی کمال تعظیم و تکریم ہے" بلکہ ایک سے زیادہ موقع آئے گا جہان ہماری اس کتاب کے ہیرو کو دشمن "یا ابن ابو تراب" کہکر پکارینگے۔

علی اور فاطمہ کا عقد اور اُسکے وجوہات

ہجرت کا دوسرا سنہ شروع ہوا جسمین حضرت فاطمہ زہرا کا عقد علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے ہوا۔ کوئی کہتا ہے رمضان کے مہینہ مین کوئی صفر مین اور کوئی رجب مین۔ کوئی وجہہ نہین ہے کہ جب ۱۳۔ اور ۲۷ رجب ولادت علی اور بعثت رسول کے لیئے ہم مین مستند ہے تو ایک تیسری خوشی اسی مہینہ سے مخصوص نہ کیجائے۔ اسیطرح کسی کے نزدیک یہہ عقد قبل جنگ احد اور کسی کے نزدیک بعد جنگ ہوا بلحاظ اسکے کہ حضرت بتول عذرا پانچ برس قبل بعثت پیدا ہوئی تہین سن شریف اسوقت ۱۹ برس کا تہا اور بہ لحاظ اسکے کہ سیّدنا علی ابن ابی طالب دس برس قبل بعثت خلق ہوئے تھے سن شریف چوبیس برس کا تہا۔ (مین نے مہینے حساب مین نہین لیئے)

وہ تاریخین جو اس عقد کا تذکرہ کرتی ہین صاحب مناہج النبوۃ کی اس عبارت کے مفہوم کو ادا کرتی ہین کہ "خواستگاری کی فاطمہ زہرا کی ابو بکر صدیق نے پس تعلّل کیا حضرت نے اور فرمایا کہ مین انتظار کرتا ہون وحی کا تزویج کرنے مین زہرا کے بعد اسکے عمر خطاب نے خواستگاری کی حضرت نے جواب اُسی کلمہ سے دیا جو صدیق کو فرمایا تہا اور مشکوٰۃ مین لایا ہی کہ جب خطبہ کیا یعنی خواستگاری کی حضرت خاتون کے تئین شیخین نے تب حضرت نے فرمایا کہ وہ صغیرہ ہی"۔ اسکے بعد صاحب سیر الائمہ کے موافق ابو بکر۔ عمر اور سعد ابن معاذ مین باتین ہوتے ہوتے عقد کا تذکرہ ٹھہرا اور کسی نے کہا کہ علی کی کمی بضاعت اُنہین اس امر کی خواہش سے روکتی ہی

حالانکہ در ین امر روشن است کہ رسول خدا فاطمہؑ را از برائے علی محبوس داشتہ" اسکے بعد صلاح ہوئی کہ علی کی خواہش
تحریک عقد نے علی سے کیا کہلوایا
دریافت کیجیے لے علی کسی انصاری کے باغ میں پائے گئے۔ وفد نے اپنا فرض ادا کیا اور رسول نے حضرت علی آب در چشم گردانید
و فرمود اے ابوبکر جنبش دادی چیزے کہ در دل من ساکن بود و از جواب برانگیختی امرے را کہ در دل من نائم بود" [?]
بعینہ یہی الفاظ علامہ مجلسی نے ادا کئے ہیں جسے میں مجالس الابرار میں پاتا ہوں۔ پھر جناب علی ابن ابی طالب تشریف لے گئے
رسول حضرت ام المومنین ام سلمہ کے دولت خانہ پر تشریف رکھتے تھے۔ علی سامنے پہونچے سر جھکا لیا اور زمین
کیطرف دیکھتے رہے۔ رسول نے بات کرنے اجازت دی اور فرمایا کہ تم اسطرح آئے ہو کہ گویا تمہیں کوئی حاجت کہنی ہے۔
علی خواہش عقد کیوقت اور درخواست کی خوبصورتی
اب علی نے عرض کرنا شروع کیا ادب تہذیب اور خوبصورتی توجہ کے قابل ہے کہ "بابی انت دانی تو خود دانائی کہ مرا ہنگام صبی
از پدرم ابوطالب و مادرم باخود داشتی و با ادب خود مودب فرمودی و اینک تو ذخیرہ دنیا و آخرت منی لاجرم دوست
دارم چنانکہ خداوند بازوے مرا بہ قوت تو محکم کردہ از برائے من منشیے و زوجہ باشد اینک برغبت تمام بحضرت تو شتافتم
باشد کہ فاطمہ دختر خود را بامن تزویج فرمائی" یہہ سنکر رسول کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا منبر پر تشریف لے گئے
خطبہ پڑہا اور اسکے بعد علی کو اظہار مطلب کی اجازت دی۔ حمد اور سپاس کے بعد علی نے کہا کہ رسول نے اپنی دختر
نیک اختر کا عقد میرے ساتہہ منظور فرمایا۔ اور میری زرہ مہر قرار دیگئی موجود اصحاب نے رسول سے تصدیق
چاہی رسول نے اقرار کیا۔ اسقدر سمجھ لے اور رہنا باقی ہے کہ جب اکابر قریش اظہار عقد کرتے تھے اور جناب رسالتمآب
حضرت ذکیہ کو اطلاع دیتے تھے تو آپ کے چہرہ سے اظہار کراہت ظاہر ہوتا۔ علی کے اظہار پر بھی جب حضرت رسول نے
رسول فاطمہ کا استمزاج لیتے ہیں
اطلاع دی اور بقول علامہ مجلسی فرمایا "علی نے تمہاری خواستگاری کے بارے میں کچھہ کہا ہے تمہاری کیا
مصلحت ہے" جناب سیدہ یہہ سنکر چپ ہوگئیں لیکن منہ اپنا نہیں پھیرا اور اظہار کراہت نہیں فرمایا جناب رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ اٹھے اور فرمایا کہ اللہ اکبر سکوت کرنا فاطمہ کا اسکے رضا کی علامت ہے" (مجالس الابرار) اسکے بعد مجھے
انتظام عقد ولیمہ شرکائے دعوت
یہہ بحث کرنیکی ضرورت نہیں ہے کہ آرائش عروس حضرت ام سلمہ کے سپرد ہوئی تو کپڑا خریدنا حضرت ابوبکر کے حوالہ کیا گیا
ولیمہ کے لیئے لوگ بلائے گئے اور خبریں کہتی ہیں کہ اسمیں قریب قریب چار ہزار کے اہل مدینہ شریک تھے۔

رخصتی
رخصتی ہوئی۔ دختران عبدالمطلب اور مہاجر و انصار کی عورتیں رجز پڑہتی ہوئی عروس کے ناقہ کے آگے آگے تھیں
تمام ہاشمی برہنہ شمشیر کے ساتہہ پیچھے پیچھے تھے اور جناب رسول انکے ساتہہ تھے۔ حضرت ام سلمہ کا رجز تھا کہ
"اے میری ہمسایہ کی عورتو خدا کی تائید کے ساتہہ چلو اور ہر حال میں اسکا شکر کرو۔ رب علے کے انعام کو یاد
کرو جسنے مکروہات اور آفات زائل کیئے۔ ہدایت کی ہمکو ساتہہ ایمان کے قبل اسکے کہ کافر تھے او ر

چلو بہترین لسان خلق کے ساتھ ہمارے عادات اور خیالات اسپر فدا ہون اسکی بیٹی اسکی کہ خدا نے فضیلت دی ہے اُسے وحی اور
رسالت کے سبب سے" اسیطرح ام سعد اور دیگر عورتین رجز پڑھتی تھین اور اُنکے مطلع دہراتی جاتی تھین۔ رسول نے علی و فاطمہ
کو دعا دی اور فرمایا "بارالہا یہہ دونون بڑے دوست ہین میرے نزدیک پس تو بھی انہین دوست رکھ اُنکی ذریت مین
برکت دے اور اپنی جانب سے حافظ مقرر کر اور مین انکو اور انکی ذریت کو تیری پناہ مین دیتا ہون شیطان رجیم سے"

رسول پاکیزگی نسل کی دعا دیتے ہین۔

یا بقول شواہد النبوۃ شب عروسی کی صبح کو رسول نے طویل سجدہ کیا اور دعا مین فرمایا کہ "اے فاطمہ بشارت باد ترا
بہ پاکیزگی نسل" یا فرمایا کہ "انکی پراگندگی کو جمع کر اور انکے دلون مین الفت دے" یا ایک دوسرے کو محبت اور
لحاظ کی تاکید کی۔ دونون کے متعلق دونون سے سوال کیا اور ہر ایک [illegible] سے تو اچھا کہا۔ رسول کا یہہ فرمانا اب تک
کتب اسلامی مین محفوظ ہے کہ "اگر نہ پیدا کرتا خدا علی کو تو فاطمہ کا کوئی کفو نہ ہوتا" اس عقد کا نتیجہ علی کے الفاظ مین یہہ تھا کہ "جبتک
فاطمہ دنیا مین رہین مینے انہین کوئی رنج نہین پہونچایا یا کسی امر مین اور ہرگز مین نے وہ امر نہین کیا جو انکے ناگوار طبع
ہوا اور وہ ہرگز مجھے غصہ مین نہ لائین اور کسی امر مین نافرمانی میری نہین کی اور جب مین انہین دیکھتا تھا تمام غم و الم
میرے سینہ سے دور ہو جاتے تھے" (مجالس الابرار) حضرت فاطمہ کے لیئے امر کے سمع یا بن عم و طاعتہ" پہلا فرض
تہا اور میدان جنگ کا رجز علی سے کہلواتا تہا کہ "ولی الفخر علی الناس بعرسی دینہا۔ ثم فخری برسول اللہ اذ زوجنیہا۔
(اور مجھکو فخر ہے آدمیون پر بسبب اپنی زوجہ اور اُسکے فرزندون کے۔ پھر فخر میرا بسبب رسول اللہ کے ہے جبکہ اپنی دختر کو میری
عروسی مین دیا۔)

علی فاطمہ کے متعلق اور فاطمہ علی کے متعلق

ابھی تک مین عقد کے متعلق ہر پہلو کے واقعات لکھ رہا تھا چھوٹے چھوٹے ٹکڑے لکھ دے۔ جمائے اور ہموار کئے تھے
لیکن موٹے موٹے واقعات محض کافی نہین ہوا کرتے جبتک واقعات غور کی زبان سے نہ بولین میرے لیئے ابتدا اس سوال
سے ہوتی ہے کہ آیا یہہ عقد اپنے اس عام مفہوم مین تھا کہ بالغہ کا ولی اُسے شوہر کے سپرد کرنے کے بعد سمجھتا ہے کہ وہ اپنا اُس وقت
تک کا فرض ادا کر چکا اور اسے اب اسکے بعد کی زندگانی کے ذمہ داری کے لیئے کوئی جوابدہی نہ رہی بلکہ آیندہ کیلیئے
تمام ذمہ داریان اس شخص نے اپنے اوپر لے لین جسنے خدا کے سامنے عہد (عقد) کیا اور زن و شو نے اپنے
اپنے نفس کا ایثار کیا اور رنج و راحت کی شرکت مین یک دل اور ہمزبان ہو گئے۔
رسول کے متعلق ذکر کیئے ہوئے سوال سے میری یہہ غرض نہین ہے کہ مین نفس عقد پر بحث کرون یا زن و شو کے
کوئی مضمون لکھون یہان مجھے یہہ کہنا ہے کہ عقد کا عام مفہوم بھی ایک غرض تھی کسی شوہر کا
کہنا کہ "جب مین انہین دیکھتا تھا تمام غم و الم میرے سینہ سے دور ہو جاتے تھے" اس

بی بی کے لیئے وہ سب کچھہ کہدیتا ہی جو شارح کو کہنے کی ضرورت ہو۔ ہمارا تو یہہ بھی لکھنے کو یہان جی چاہتا
ہی کہ "خصوصاً جب کہنے والا علی ہو" ہمین علی کی راحت اور علی کے رنج دونون کی قدر ہی مین یہہ بھی
چاہتا ہون کہ ساتھہ ساتھہ اس پر غور کیا جائے کہ "اگر تم اچھی اولاد چاہتے ہو تو اچھے ماں باپ بنو" رسول
کی یہہ تنہا یادگار عالم کے مثالی فرد کی مثالی بی بی تھی جنکی اولاد کے ذکر کے لیئے ہم راستہ صاف کر رہے ہین۔

والدین کی تاریخ خصوصیات سمجھنے مین مدد لیگئی ہے۔

بعض کے لیئے شاید یہہ غور کا دلچسپ مضمون ہو کہ اسلامی تاریخ ہمین اس مسئلہ پر سوچنے مین مدد
دیتی ہی کہ زن و شوہ کی محبت اچھی اولاد ہونے مین معین ہوتی ہی۔ غور کرو کہ حضرت آمنہ و حضرت عبداللہ کا فرزند
کون تہا۔ سوچو کہ حضرت ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد کا مشہور یادگار عالم کا کیسا ضروری فرد تہا۔ اسیطرح
حضرت رسول اور حضرت خدیجہ نے کیسے اور کیسا چہوڑا۔ تم آگے پڑہوگے کہ علی اور فاطمہ نے کیسے یادگار چہوڑے یہہ
مثالین میرے لیئے سوچنے مین محرک اور معین ہوئین اور مجھے اسمین کبھی اپنی روش تصور کی غلطی کا گمان نہین ہوا۔

عرب و شرافت نسب

اب یہہ سوچنا آسان ہوگا کہ عرب جیسے شرافت نسب اور اسلیئے خاندانی صفات کے منتقل
ہوتے رہنے کا معترف تہا وہ اپنے نازک رشتون کے لیئے کسقدر چہان بین کرتا ہوگا اور چونکہ وہ صفات خاندانی کا
بڑا مطیع تہا وہ دوسرون کی ایسی تحقیقات کا اقرار کیئے بغیر نہین رہ سکتا تہا ہمارا ہادی عرب تہا۔ عرب کے شریف ترین

عقد کی نسبی وجہ

قبیلہ بلکہ چشمۂ شرافت افراد کا یادگار تہا۔ اُسے ضرورت لاحق ہوئی تھی کہ اپنی پارۂ جگر کو کسی کے سپرد کرے۔
اپنا خاندان سمجہا ہوا خاندان تہا۔ اُسکے ایک بچہ کو لڑکپن سے گود لیون مین کھلایا تہا زبان جو سائی تھی
یہہ بھی کہتا تہا یا کہہ چکے تھے جیسا تم صواعق محرقہ مین پاؤگے کہ انا و علی من شجرۃ واحدۃ (ہم اور علی ایک درخت سے
ہین) ابوطالب نام کے باپ تھے۔ درانحالیکہ انکی تمام ذمہ داریان جو پرداخت یا تربیت کے متعلق ہوسکتی
تہین رسول کے متعلق ہوگئی تہین۔ اب رسول کا کام تہا کہ وہ اپنی خواہش اور روش کے موافق پالتے۔ پالا
اپنا مظہر اتم بنا دیا۔ یہہ سوچنا مشکل کر دیا کہ آیا ایسے صحیح تجربے کی کوئی اور بھی مثال ہی۔ اسیے نہ صرف رسول کو اسکا
موقع تہا کہ وہ صفات خاندانی جانتے ہوتے بلکہ عین شخص اور اسکی صفات اور اسکی تمام قوتون اور خیالات و عمل سے
واقف تھے عقد فاطمہ کے متعلق باوجود شرفاے قریش کی خواہش کی رسول کا متین اور طویل سکوت کہتا ہی کہ
رسول طبیعت اور اخلاق و عادات شناسی کا ایک بڑا فرض ادا کر رہے تھے اور اسکے منتظر تھے کہ فاطمہ کا کفو یا ہمسر
وہ ہو جو علم اور تجربہ کے معیار سے یکتا نظر آتا ہو۔ سوال پیدا ہوتا ہی کہ رسول کے نزدیک اور انکے علم و تجربہ مین اگر ۔۔ وہ
تھے جنہین یہہ شرف بخشا جا سکتا تہا جو صواعق محرقہ کی اس حدیث سے سمجھہ مین آئیگا کہ مرویست از ابوہریرہ کہ

پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود علی را کہ فاطمہ دوست تر است نزد من از تو و تو عزیز تر بر من از دے" تو پھر خود سے اس امر کی تحریک کیون نہ کیگئی۔ اسلیے لیشیا کا ہر شریف سمجھتا ہی کہ دنیا نے اسکی ذمہ داری اپنی بالغہ لڑکی کے حوالہ کر دی ہی رسول "منتظر" تھے۔ قومی قرائن تھے کہ علی خواہش کرتے جیسا ہوا مگر یہہ حالت کہ جب علی اس خواہش سے ساتھ آئے اور رسول نے دیکھا تو متبسم ہو کر فرمایا کہ "جو کچھ کہنے آئے ہو کہو کہ تمہاری خواہشین قبول ہین" یہہ ظاہر کرتا ہی کہ علی کے منہ سے وہ کہلوایا چاہتے تھے جو خواہش تھی۔ ذاتی طور سے مجھے خیال ہوتا ہی کہ ام ایمن کا علی سے یہہ کہنا کہ تم کیون نہین کہتے رسول کہدیا ہے اگر نہ تھا تو استخراج کے بعد تھا مختصر یہہ کہ سیدہ عالم کی پارۂ جگر جیسا شایان خطاب "سیدۃ النساء العالمین" ہی اسے دیجاسکتی تھی جو سید عرب ہو اور "امیر المومنین" (تمام حیثیتون سے) ہونیکی قابلیت رکھتا ہو حضرت فاطمہ وہ ذریعہ تھین جنہون نے حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب کے خاندان کو ملا کر ایک کر دیا اور انکی یادخصوصیات اور استحقاق اولاد فاطمہ مین باقی رہے۔

خاندانکی فطری تقسیم اور امتزاج

وہ وقت جسوقت کہ خاندان حضرت عبداللہ اور ابوطالب حضرت علی و فاطمہ کے لحاظ سے ایک ہو گیا ایسا تھا جسمین رسول کو حاکمانہ وقار حاصل تہا۔ وہ حاکم تھے انکے اختیارات مین نہ صرف اضافہ کی قابلیت تھی بلکہ اضافہ ہو رہا تھا جواب ہمارے لیئے ایک مستند واقعہ ہی اب سوچو کہ رسول اپنی یادگار کو ان گردوپیش کیحالت مین کسی کو سپرد کیا چاہتے ہین یہہ بھی ملا کر سوچو کہ شرفاء قریش خواہش کرتے ہین لیکن جواب نہین ہی بیٹی کیلئے شخص کو ڈھونڈ کر دیتا ہی وہ بیٹیو علی خواہش ظاہر کرتے ہین اور رسول کے انداز جواب دیتے ہین کہ بجز اسکے انکی اور کوئی خواہش ہی نہ تھی۔ اسلیئے کہ انکے نزدیک کوئی نہ تھا جو فاطمہ کا کفو ہو سکتا بجز علی کے" کیون نہ ہو سکتا اسے سوچو اور دیکھو کہ حقیقتا اس زمانہ میں کفو کے عناصر کیسی اور بین بجز علی کے جمع تھے؟

عقد کی معاشرتی سیاست کا آیندہ پر اثر

بجز علی کے فاطمہ کا کفو نہ ہونے کے عناصر

جس بات پر مین اب توجہ دلانے والا ہون وہ رسول کے نزدیک ان تمام باتون سے زیادہ پیاری تھی اور وہ خدمت اسلام تھی جسپر قربان ہونے کیلئے علی ابتک کئی مرتبہ آمادگی ظاہر کر چکے تھے مین ایسی خدمت کا بھی معترف ہون کہ کوئی چارسو روپیہ مین اونٹ خرید لے اور اسکے گوشت کھلا کر فربہ کرے اور نوسو کو بیچ ڈالے لیکن اس خدمت کو مین عالم کی ان تمام اقوام کے اعتراف کے حوالہ کرتا ہون جنہین ایثار نفس کا حس ہی کہ کوئی شخص کسی کے لیئے "اپنی جان" قربان کرتا ہی اور اسکی کوئی قیمت کی شرط کرتا ہی نہ دام لیتا ہی بقول صاحب قرۃ العیون "چادر حضرت کی اوڑھ کر آپکے بستر پر سو رہے اور اپنے نفس کو فدا ایسے ذات مقدس کیا" ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ایک مشہور مثل ہی دعوت ذوالعشیرہ مین رسول کی امیدین ڈوب رہی تھین انکے اعلان کی صدا فنا ہوئی جاتی تھی جسوقت نوجوان حامی اسلام

اسوقت تک کی خدمت اسلام بھی ایک بڑی وجہ تھی

دیکھو مناقب الیوقاقیت وقرۃ العیون شرح سرور المحزون

سے نامعقول ہوئے بگت زبان سے مدد کا وعدہ کیا ہمارا ہوا تسکین ہوگئی" "اقصم" اسلئے خطاب ہوا کہ لڑکپن مین کفا کے سکھلانے ہوئے بچون کی سنگ افگنی روکنے کے لیئے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھون کو مستعد رکہتے تھے۔ کون جانے کہ رسول ان ہاتھون مین بزرہ اسلام کا علم دیکھتے ہون اور انہین ہاتھون کو اسلام اور اسکے نشان کے وقار کا محافظ خیال کرتے ہون۔ کیا اسمین کہین سے مبالغہ ہے کہ "ودّاً انہم حرباً احمد قد میتہا۔ واذ نادی رسول اللہ نحوی قلت ایہا اور جب افروختہ کیا آتش حرب کو احمد نے مقدم کیا مجھکو اور جب ندا دی رسول اللہ نے میری جانب تو مینے کہا کیا ارشاد ہے (دیوان جناب امیر) اور کیا یہہ واقعہ نہین ہے کہ "وبنا اقام دعائم الاسلام" اور بسبب ہمارے قایم کیا ارکان اسلام کو جسے علی خلیفہ ثانی کی مجلس مین کہتے ہین اور کیا دیوان مین حضرت ابوطالب کا مکالمہ علی سے کوئی خیالی امر ہے جسکا علی جواب دیتے ہین کہ اے پدر بزرگوار آپ مجھے نصرت احمد مین صبر واستقامت کا حکم کرتے ہین واللہ مینے کوئی بات بےصبری مین نہین کہی مین چاہتا ہون کہ آپ میری نصرت دیکھئے اور جانئے کہ مین آپ کا ہمیشہ کا فرمانبردار ہون اور نصرت احمد مین میری کوشش خدا کی خوشنودی کے لیئے ہے جو نبی ہادی اور محمود طفلی اور نوجوانی مین ہے۔ پیشتر کہہ چکا کہ وصایت ایک مرتبہ ہے جسے حکم آلہی سے تعلق ہے یہ بھی لکھہ چکا کہ رسول نے اپنی نبوت کے ساتھہ امامت کا اعلان اور امام کی شناسائی ضروری سمجھی یہ بھی دکھا چکا کہ علی کو رسول اپنا بھائی منتخب کر سکتے تھے یہ بھی عقد کے خاندانی۔ روحانی اور ملکی وجوہات دکہا چکا اسکے بعد اخذ نتایج کا ہر شخص کو اپنی جگہ اختیار ہے۔

خدیات کی مصوری علی کے لفظون مین

علی کا ایک مطابق واقعہ فخر

مکالمہ جو نظم کیا ہے۔

ناظرین کو اخذ نتایج کا اختیار ہے

ایک امر اور ہے اور وہ یہہ ہے کہ اگر رقیہ و ام کلثوم دختران حضرت خدیجہ تہین اور ساتہہ ہی دختران رسول بھی تھین تو انکی اولاد کو بھی وہی حق ہونا چاہیئے تہا جو اولاد حضرت فاطمہ کو قطع نظر دیگر مسائل کے پھر بھی اولاد فاطمہ کو حق مرجح حاصل تہا اسلیئے کہ فاطمہ اور علی کے عقد نے آل عبداللہ اور آل ابوطالب کے حقوق کو اولاد فاطمہ مین مجتمع کر دیا تہا جسکا عبدالمطلب کے بعد تقسیم ہوجانا خیال کیا جاسکتا تہا اور یہہ حقوق رسول کی اور کسی صاحبزادی کو حاصل نہین ہوسکتے تھے بجز اسکے جو علی یا انکے کسی بھائی سے بیاہی گئی ہو۔

رسول کی اُس صاحبزادی کا حق جو علی کو بیاہی گئی ہو بمقابل رسول کی اور کسی صاحبزادی کے جو کسی دوسرے کو بیاہی گئی ہو۔

اسپر سوچنا کہ صورت معاملہ کیا ہوتی اگر رسول کی اولاد ذکور مین کوئی باقی ہوتا اسی امر پر غور کرنا ہے جسکا وجود نہ تہا اسلیئے کہ حضرت کے دو فرزند ابراہیم اور قاسم خود حضرت کے سامنے رحلت کر گئے تھے اور انکا کوئی حق پیدا ہونے پایا تہا جسطرح رقیہ و ام کلثوم نے رسول کے سامنے رحلت کی ایک روایت ملا جامی کی شواہد النبوۃ کے علاوہ کتابون مین بھی پائی جاتی ہے کہ ایک وقت رسول حسین کو ایک زانو اور اپنے فرزند ابراہیم کو دوسرے زانو پر بٹھلائے ہوئے تھے کہ جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ خدا ان دونون کو ایک وقت مین مجتمع نہ رکھے گا انمین سے ایک کو اختیار کرو

ایک سوال

رسول کا روحانی اضطراب و تصفیہ

رسول نے فرمایا کہ اگر حسین نے انتقال کیا تو مجھے علی اور فاطمہ کو صدمہ ہوگا۔ اور ابراہیم نے انتقال کیا تو مجھے زیادہ صدمہ
ہوگا اسلیئے میں نے انکے صدمہ پر اپنا صدمہ گوارا کیا۔ اور ایسا ہوا کہ تین روز کے بعد ابراہیم نے رحلت کی اسکے بعد جب حسین رسول کے
سامنے آتے تو منہ چومکر فرماتے "اہلاً و مرحباً بمن فدیتہ یا بنی ابراہیم" اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ رسول ایسے وقت جبکہ وہ ان
دونوں بچوں کو دیکھتے پیار کرتے اور خوش ہوتے ہونگے کسی ایسے ہولناک خیال کا تصفیہ کہ اگر ان دونوں ودیعت پر کوئی
آفت ہو تو کسکی مصیبت پر صبر کیا جائے۔ یہہ فرماتے تھے کہ ابراہیم کی رحلت پر صبر کیا جا سکتا ہے نتیجہ یہہ ہے کہ حسین باقی
رہیں صحیح ہے کہ قانوناً کسی فرزند سے زیادہ محبت کا ہونا دوسرے فرزند کے حقوق کو کم یا زائل نہیں کرتا جبتک
محبت کرنیوالا کسی خاص وصیت کی ضرورت نہ سمجھے۔ یہاں صرف واقعات اور انکے نتائج سے بحث ہے جسکے
طبعی تصفیہ کا ہر شخص کو اختیار ہے نہ یہہ کہ کسی عدالت میں مقدمہ لڑنے کیلئے تیاری کیجا رہی ہے۔

صورت معاملہ کی دلچسپی اور بڑھ جاتی ہے جب صواعق محرقہ میں یہہ دیکھا جاتا ہے کہ "طبرانی روایت کرد کہ رسول اللہ صلعم
فرمود کہ خدای تعالے ذریت ہر پیغمبر را در صلب وے نہادہ و ذریت مرا در صلب علی ابن ابیطالب نہادہ" ذہبی
کتاب میں ابوالخیر الحاکمی اور صاحب کنوز المطالب سے ایسی ہی حدیث نقل کیگئی ہے ظاہر ہے کہ اس جگہ اصول تبنیت کی وہ
دشواری نہیں ہے جس سے متبنّی ذاتی اور صفاتی قائمقام نہ ہو سکے اسلیئے کہ رسول اور علی کے پہلے صرف ایک پشت
حضرت عبدالمطلب کو تقسیم کرتی تھی اور خود حسنین رسول کی صاحبزادی کے فرزند تھے۔

اگرچہ بدر کے بعد بہت سے چھوٹے چھوٹے غزوات اور سرایا ہوئے لیکن کوئی اس درجہ مفید نہیں ہے جسکا تفصیلی
تذکرہ ضروری ہو لیکن اسقدر کہدینا ضروری ہے کہ جب ابوسفیان واپس آیا بدر سے تو قریش کو اظہار مصیبت
اور رونے سے اسلیئے روکتا تھا کہ دشمن شماتت نکرے۔ اُسے نہ صرف اپنے ایک لڑکے حنظلہ کے مارے جانیکا
غم تھا بلکہ دوسرا لڑکا جسکا نام عمرو تھا اسیر ہوگیا تھا۔ اسیطرح ہندہ ابوسفیان کی بی بی کا باپ عتبہ مارا گیا تھا ابوسفیان

ابوسفیان و ہندہ کی قسمین

نے قسم کھائی تھی کہ جبتک اسکا انتقام نہ لیگا نہ وہ سر میں تیل لگائیگا اور نہ عورتوں سے ملاعبت کریگا اسیطرح اسکی
بی بی نے بھی قسم کھائی تھی۔ رسول کے لیئے اس جنگ کی فتح نے یہہ مفید اثر کیا کہ جسقدر لوگ آپ کے ساتھ نہ بھی گئے
تھے وہ مدینہ میں رسول کی واپسی کی خبر سنکر مقام روحا تک چھتیس میل آگے استقبال کے لیئے آئے۔

ابوسفیان قسم پوری کرتا ہے

ابوسفیان نے اپنی قسم کے متعلق عملی کارروائی اسطرح شروع کی کہ دوسو سواروں کے ساتھ موضع عریض میں جو
مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے پہونچکر ایک درخت جلادیا اور ایک انصاری کو قتل کرکے سمجھا کہ اسنے اپنی قسم
پوری کی جب رسول کو معلوم ہوا اور تعاقب میں چلے تو دشمن نے اپنے کو ہلکا کرنے کیلئے سویق (ستو) پھینکدیا

مسلمانون کے لیئے یہہ غنیمت ہوا اور جنگ نہین ہوئی ۔

یہودان بنی قینقاع

یہودان بنی قینقاع نے کریہہ چھیڑ اور تکلیف دہ طنز شروع کیا سمجہائے گئے نہ مانا مجبوراً محاصرہ کیا گیا اور اب انہون نے شرائط صلح پیش کیئے کہ ہم لوگ اپنے اہل و عیال پر قابض ہون اور مال مسلمانون کے حوالہ کردین بنی قینقاع اضلاع شام کی طرف جانے دیئے گئے ۔

حسن ؑ کی ولادت

واقعات کی یہہ روش تھی کہ ۱۵ رمضان سنہ ۳ کو علی اور فاطمہ کے گھر تاریخ اسلام کا ایک بڑا حسن پیدا ہوا جسنے دوست دشمن دونون کی نگاہون مین حیرت خیز کام کیا جسپر آیندہ بحث ہوگی۔ یہہ بزرگ "سید جوانان اہل بہشت" بینہ کا ایک تہا جسمین رسول اپنی شان "ہیبت اور سرداری" پاتے تھے ۔ یہہ وہ بزرگ تھے جنکے مشہور سرمایۂ حیرت

رسول کے دو نواسون کے دو بڑے فرض

فعل کے بعد بہی دشمنون کے برتاؤ نے ہماری اس کتاب کے ہیرو کے پر استقلال ارادہ کے جوازمین قوت پیدا کردی حسن ؑ کی وجہہ سے اگر زمانہ کو یہہ تجربہ ہوا کہ اہلبیت رسالت امت کے رفع فساد کے خیال سے دولت اور امارت سے دست بردار ہوسکتے ہین تو ہماری کتاب کے ہیرو نے یہہ دکہایا کہ ہمارے ہوتے ہوئے کوئی یہہ نہین کہہ سکتا کہ دین اسلام پر بلائین آتی رہین اور کسی نے اپنے کو قربان نہ کیا۔ یہہ مقامات کتاب کے آیندہ حصہ مین نہایت غور سے دیکہنے کی باتین ہونگی جسمین

کتاب کے آیندہ حصہ کیلیئے بعض غور طلب باتین

صلح و جنگ کا اپنے اپنے زمانہ اور اتفاقات مین تصفیہ کرنا ہوگا۔ کہ آیا ان دو صلح اور جنگ کرنے والون مین صلح اور جنگ کی قوت تھی یا نہ تھی۔ یہہ مین اسلیئے کہتا ہون کہ لوگ یہہ سوچنے مین اکثر غلطی کرتے ہین کہ صلح اور جنگ کا ہر وقت اختیار ہوتا ہی۔ یا قوت رہتی ہی۔ اگر کہین صلح کی قوت دیکہکر جنگ کرنیکی بہی قوت سمجہہ لیگئی ہی تو کہین جنگ کی قوت نہ دیکہکر یہہ سمجہہ لیا گیا ہی کہ تو پہر صلح ہوسکتی تہی۔ اور اگر کہین یہہ تیسری صورت پیدا ہوگئی کہ صلح اور جنگ دونون کی قوت نہ ہونے کی حالت مین ایسی صلح پیش کیگئی جسکا موقع اور دکہاوا اختیاری صلح سمجہا جائے تو یہہ اعتراض کیا گیا ہی کہ پہلے تو صلح نہ کیگئی آخر مین مجبور ہوکر اسوقت صلح کی خواہش کی جب موقع نہ رہا تہا۔ حالانکہ موقع ہی سمجہنے مین معترضین نے غلطی کی ہی۔

غزوہ اُحد

سنہ ۳ کا دوسرا بڑا واقعہ غزوۂ اُحد ہی جو بادی النظر مین بہی غزوہ بدر سویق اور سریہ قردہ کا نتیجہ تہا۔

کا انتقام اور جنگ کا سامان

دار الندوہ مین مشرکین قریش نے جنکے سرغنہ صفوان ابن امیہ اور عکرمہ ابن ابوجہل تھے ابوسفیان سے کہا کہ تم مال جمع کرو کہ لشکر آراستہ ہو اور ہم لوگ اپنے مقتولین کا انتقام لیوین ۔ چنانچہ جسقدر اشیا جمع ہوئین انکا وزن ایک ہزار اونٹون پر بار ہوا۔ عمر ابن عاص منتخب کئے گئے کہ یہہ قبائل عرب کو جمع کرین اسلیئے کہ یہہ بہت "چرب زبان تھے" اور ایک لور طائفہ ہندہ کی ماتحتی مین پندرہ ہودجون پر روانہ ہوا کہ وہ مقتولین بدر پر نوحہ کرے اور لوگون مین انتقام کا جوش پیدا کرے ۔ دشمنون کا درجہ عداوت اس سے معلوم ہوگا۔ کہ جب یہہ لوگ موضع ابوا مین پہونچے

جوشِ عداوت کی ایک وحشیانہ حرکت اور اسکی غرض

یہان حضرت آمنہ خاتون کی قبر تھی تو انہون نے قبر کہود دے اور ہڈیان نکال لینے کا قصد کیا اس خیال سے کہ اگر مسلمین کی عورتین گرفتار ہوئین تو ہڈیان دیکر واپس کیجائینگی اور درصورت ایسا نہ ہونے کے رسول بہت سا مال دیکر واپس لینگے لیکن پھر یہہ صلاح اسلیے مسترد کیگئی کہ قبیلہ بنو بکر اور خزاعہ رسول کے حلیف تھے وہ یا دشمنونکی اس حرکت پر نہین رکتے اور جنگ کرتے یا خود دشمنونکی قبرین جواب مین کہود ڈالتے

نگہبان اصحاب اور مشورہ جنگ

جس روز سے اصحاب کو دشمنونکی تیاری کی خبر ملی وہ مسلح ہوکر حضرت کی نگہبانی مین مشغول ہوئے انہین سے مشہور سعد ابن معاذ سعد ابن عبادہ اور اسید ابن حضیر تھے دیر تک اسکی بحث تھی کہ مدینہ مین رہکر جنگ کیجائے یا بیرون مدینہ حضرت حمزہ کے اس فقرہ نے کہ وہ اُسوقت تک روزہ نہ کہولونگا جبتک دشمنون سے اپنی تلوار سے جنگ نہ کرونگا "تصفیہ مین مدد دی اور یہی طے پایا کہ خارج از مدینہ جنگ کیجائے۔

علمداران لشکر اسلام

مہاجرین کے علمدار حضرت علی ابن ابی طالب سعد ابن عبادہ قبیلہ اوس کے اور حباب ابن منذر قبیلہ خزرج کے علمدار قرار دیے گئے لشکر کی گنتی کیوقت رسول نے چند کمسن نوجوانون کو مدینہ کیطرف واپس جانے کی اجازت دی

بعض کمسن جوانونکے نام جنھین زمانہ آیندہ سے تعلق ہوگا

یہہ وہ لوگ ہین جنہین ہماری کتاب کے آیندہ واقعات سے بھی تعلق ہوگا۔ مناہج النبوۃ مین انکے نام عبداللہ ابن عمر خطاب۔ زید ابن ثابت۔ اسامہ ابن زید۔ زید ابن ارقم۔ براء ابن عازب۔ ابوسعید خدری۔ سمرہ ابن جندب اور رافع ابن خدیج ہین۔ رسول نے محمد بن مسلمہ کو پچاس مجاہدین سے لشکر کی پاسبانی کے لیئے اور کفار نے عکرمہ ابن ابی جہل کو اپنے لیے مقرر کیا حضرت نے کوہ احد کو پشت پر لیا اور مدینہ کو سامنے رکھا سلسلہ کوہ مین ایک پہاڑ جسکا نام عینین تہا شگاف دار تہا جسمین دشمن کمین کر سکتا تہا حضرت نے عبداللہ ابن جبیر کو سخت تاکید کی کہ وہ فتح و شکست کی صورتون مین کسیطرح اپنی جگہہ نہ چھوڑے

ابودجانہ کی سپاہیانہ شان

جنگ ہونے لگی ابودجانہ کا "تبختر" پسند کیا گیا اور اگرچہ یہہ ہندہ یا بقول مجموعہ کامل ترجمہ تاریخ واقدی عمرہ بنت الحارث کے پاس پہونچا اور خیال اُسکے یہہ ہوا کہ اُس اُبہارنے والے کو قتل کرے لیکن پھر بقول مناہج النبوۃ تصفیہ یہہ کیا کہ "یہہ تلوار اُس سے برتر اور گرامی ہے کہ اُس عورت کے خون سے آلودہ ہو" قریش کا صاحب لوا طلحہ ابن ابی طلحہ میدان مین آیا اور سے شیر بیشہ ہیجا علی مرتضی نے جسکا بقول واقدی سربند پشمینہ سفید تہا" وار کیا اور اُسکا سر شگافتہ ہوا علی میدان جنگ سے چلے آئے اور لوگون نے پوچھا کہ آپنے اُسے قتل کیون نہ کیا فرمایا کہ وہ جب گرا اُسنے مجھے قسم دی بلکہ مین اُسے چھوڑ دون مجھے شرم آئی کہ پھر اُس سے متعرض ہون

زخمی کے ساتھ علی کا شجاعانہ رحم

بقول واقدی وہ برہنہ ہوگیا تہا اور علی نے پوچھنے والونکو جواب دیا کہ مجھکو اسپر رحم اور تعجب ہوا کہ یہی سپردار لشکر پھرا کہ وہ سردار لشکر ہے اسی مورخ کے موافق جب طلحہ قتل ہوگیا تو رسول خدا صلعم کو سرور ہوا اور اظہار تکبیر کا فرمایا پھر سارے مسلمین نے تکبیر کہی اسکے بعد اوسکے بہائی عثمان علمبردار میدان مین آیا اسے ہاشمی شمشیر

اور رسول کے زمانہ کے سید الشہدا حضرت حمزہ نے جو خود بھی شتر مرغ کے پر لگائے ہوئے تھے قتل کیا اور یہہ کہتے ہوئے
پھرے کہ "انا ابن ساقی الحجیج" (یعنی حاجیون کے پانی پلانیوالے (حضرت عبدالمطلب کا فرزند ہون) علیؑ نے ارطاۃ بن
عبد شرحبیل اور صُواب غلام بنی عبد الدار دوسرے علمدار کفار کو بھی قتل کیا بعض دوسرے یا سعد ابن ابی وقاص اور
زبیر العوام اور قزمان کے ہاتھون سے بھی قتل ہوئے۔

علیؑ کی شجاعت نمائی کا رسول اور لشکر اسلام پر اثر

مسلمان یہانتک غالب آگئے کہ دشمنون کے خیمون پر قابض ہوگئے لیکن فتح و شکست مین تھوڑا فرق تھا۔ شکست
بوجہ عرب کی جبلّی کمزوری یعنی لالچ ہوئی۔ عبداللہ ابن جبیر اپنے محافظین درہ کو اس سے باز نہ رکھ سکا کہ وہ شریک
غارت نہ ہون اور رسول کا حکم مانین وہ لڑتے لڑتے مارا گیا اپنی زندگی مین دشمن کو گذرنے نہ دیا دشمن غالباً اُسکی لاش
پر سے گیا۔ اب حالت یہہ تھی کہ بقول مجموعہ کامل "مسلمین ساتھہ مشرکین کے مخلوط ہوگئے تو باہم مشتبہ ہوکر مقابلہ
کرنے لگے اور باہم خود ہا ایک دوسرے کو مارتے تھے مگر عجلت و رحالت اضطراب مین جسکو مارتے تھے نہ اُسکو پہچانتے
نہ تھے کہ وہ کون ہے" چنانچہ اسید ابن حضیر کو ابو بردہ نے زخمی کیا اور ابو بردہ کو ابو زعنہ نے زخمی کیا اور جب پہچانا تو
دعا علیہ" کیوجہ سے یہہ زخم "فی سبیل اللہ" سمجھے گئے۔ اسیطرح حذیفہ کے باپ یمان قتل ہوگئے۔ اور حباب بن منذر
جو دادِ شجاعت دیرہے تھے جبار بن صخر کی ایسی ہی نادانستہ ضرب سے زخمی ہوئے۔ اُن بزرگ کے متعلق
جنکی ہیبت وجاہت اور جسامت بعض مورخین کے دعا کے موافق مکہ مین علانیہ نماز پڑھواسکی انہین مورخین
کے نزدیک "سیف اللہ" کہتے ہین کہ "روز اُحد جسوقت مسلمین روگردان و گریزان ہوئے تو مین نے عمر ابن الخطاب
کو دیکھا کہ وہ چلے جاتے تھے اور اُنکے ساتھہ کوئی نہ تھا.... کسی نے میرے سوا اُنکو نہین پہچانا... آخر مین نے دیکھا کہ
وہ شعب جبل کیجانب متوجہ تھے۔" اسی کتاب مین ہے کہ جب محمدؐ قتل ہونے کی صدا بلند ہوئی تو "عمر رضی اللہ عنہ
کہتے ہین کہ مین اُسوقت آگے بڑھا اور جبل پر مثل بُز کوہی کے چڑھ گیا" حالت اگر ایسی ہی تھی تو تعجب نہین ہے
کہ وہ لوگ جو اُنکے جثّہ سے متاثر ہون انہین "شعب" کیطرف جاتا ہوا دیکھکر خود بھی میدان مین ٹھہرنا خلاف
مصلحت سمجھتے ہون۔ وقت مخدوش تھا اور قرینہ غالب تھا کہ رسول کو اُنسے صلاح کی ضرورت ہوتی
جنھین مورخین نے "وزارت" کا عہدہ حوالہ کردیا ہے۔ اسکی ایک مثال موافق مجموعہ کامل غالباً یہہ ہو کہ عبدالرحمن بن
ابی بکر نے جب مقابل طلب کیا اور حضرت ابو بکر نے مقابلہ کا قصد کیا تو رسول نے فرمایا "تلوار میان مین کرلو اپنی جگہہ پھر جاؤ اور اپنی
ذات سے ہمکو منفعت پہونچاؤ" اپنی ذات سے ہمکو نفع پہونچاؤ یہہ قدر رشیق لفظ ہے جسکے انتخاب کی داد دیجا سکتی ہے لیکن ذات
اور نفع کے معنی ہمکو موقع جنگ کے لحاظ سے معلوم ہونگے یہہ ظاہر ہے کہ وہ لڑائی سے باز رکھے گئے اور یہہ اُن آٹھ آدمیون مین تھے

لشکر اسلام کی فتح و شکست

مالون کا اضطراب

مسلمانون مین اسوقت درگذر کا خیال تھا

سیف اللہ کی زبانی ایک روایت

جنہون نے غیر نکی بیعت کی تھی اور نہ کہین صلاح مشورہ کا موقع تہا اسلیئے اگر اسکے کوئی معنے ہو سکتے ہین تو یہہ کہ تمہاری جود ن زیادہ تعداد دکہانیمین مفید ہوگی ہو سکتا ہی کہ وزیر کے لفظ سے مورخین کی غرض وزیر جنگ ہو۔ یہہ حالت اس دوسری حالت کے معنی بتاتی ہی کہ "محمد بن عمر الواقدی نے کہا کہ روز احد رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ تم مین سے کون شخص اس تلوار کو لیتا ہی جیسا کہ حق تلوار پکڑنے کا ہی لوگون نے عرض کی وماحقہ یعنی حق تلوار پکڑنے کا کیا ہی فرمایا دشمنونکو قتل کرنا عمر نے کہا یا رسول اللہ اس تلوار کو مین لونگا حضرت نے انکی طرف سے منہ پھیر لیا اور اس تلوار کو اس شرط سے پر پھیر پیش کیا" "بقول واقدی "اس روز آٹھہ آدمیون نے حضرت کے ہاتھہ پر بیعت مرنے کی کی تھی تین نے مہاجرین مین علی زبیر طلحہ اور پانچ نے انصار مین سے ابو دجانہ۔ حارث بن صمہ۔ حباب بن منذر۔ عامر بن ثابت اور سہیل بن حنیف" "اسلام کیلئے خوفناک تاریکی کا وقت تہا۔ اور ہم بھی عامہ مسلمین کے ساتھہ چاہینگے کہ وہ جنہین مولوی شبلی صاحب الفاروق مین "آسمان اسلام کے مہرماہ" فرماتے ہین میدان جنگ کو روشن کرتے عمارہ ابن یاد زخمون سے چور چور رسول کے قریب کھڑا تہا اسکو حضرت نے اپنے قریب بلایا اور جسم اطہر کا تکیہ لگا دیا اور اسی حالتمین وہ بہادر اپنا فرض ادا کر گیا۔ انہین قتون مین کوئی عباس بن عبادہ بن نضلہ کا ایسا فدائی بھی تہا جسنے اپنی زرہ اور خود اتار ڈالا دشمن کے لشکر مین مارتے ہوئے گھس گئے اور شہید ہوئے بقول صاحب مناہج النبوۃ "جب لشکر اسلام فراری ہوا اور حضرت کو اکیلا چھوڑا حضرت غضب مین آئے اور پسینا پیشانی مبارک سے نیچے دوڑنے لگا اس حالت مین اس جنابنے دیکھا کہ حضرت علی پہلو مین کھڑے ہوئے ہین حضرت نے فرمایا کہ یا علی کسطرح کی بات ہی کہ تم یارونمین ملحق نہوئے یعنی نہ بہاگے انکے ہمراہ علی مرتضے نے کہا اکفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ... آیا کافر ہونمین ایمان لانیکے بعد بتحقیق کہ مجھے تجھسے اقتدا ہی یارون اور بہائیون سے کیا کام جو بہاگے۔ اسوقت مین ایک گروہ کفار کا متوجہ طرف اس جناب کے ہوا حضرت نے فرمایا یا علی مجھے اس گروہ سے بچاؤ حق خدمت و یاری بجالاؤ کہ وقت یاری ہی علی مرتضے متوجہ طرف اس گروہ کے ہوئے... اور انکو پراگندہ کیا اور ایک جمع کثیر کو طرف جہنم کے روانہ کیا" پھیر یہی مورخ لکہتا ہی "اسوقت ایک آواز سننے مین آئی کہ گوئندہ غیبی کہتا تہا کہ لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار... "اور اس مبارز غازی نے علی کرم اللہ وجہہ نے حق مبارزت اور محاربت در جلادت و شجاعت وہ بجالایا کہ فوق اس سے متصور نہو سکے" علی کو اس جنگ مین سولہ زخم لگے تھے اور چار مرتبہ سنبھل نہ سکے اور گر گئے لیکن پھر اٹھے اور اسوقت تک میدان جنگ سے نہ ہٹے جبتک کہ دشمن واپس نہ گیا حضرت کے دیوان کا یہہ شعر جسکی سرخی مین لکھا گیا ہی لیکن میرے خیال مین یہہ احد کی واقعہ خوانی کرتا ہی کہ "نصرنا رسول اللہ لما تدابروا وثاب الیہ

مرنے پر بیعت کرنیوالونکے نام

اسلام کے شہدا

رسول اور اسلام کیلئے خوفناک وقت مین علی کا ثبات اور اسکا اثر

المسلمون ذو الحجی (امداد کی ہمنے رسول خدا کی جب بچھڑ گئے لوگ ورپھر سے طرف حضرت کے مسلمان عقل والے)

روایتین ہین کہ اکثر نساء مسلمین نے اس حالت مین جنگ کی جبکہ لشکر اسلام میدان جنگ مین متفرق ہوگیا چنانچہ اُم عمارہ نسیبہ اور صفیہ بنت عبدالمطلب نے مشرکین کو قتل کیا اگرچہ موقع جنگ رسول کیلئے اس حد تک مخدوش ہوگیا تھا کہ عتبہ ابن ابی وقاص لب و دندان رسول زخمی کرتا ابن شہاب فرق اقدس کو صدمہ پہونچاتا اور اسیطرح ابن قمیہ کی ضرب صدمہ پہونچاتی اور جناب رسالتمآب ایک گڑھے مین گر پڑتے لیکن سردار اسلام ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا کہ وہ اس تمام یورش مین اپنی جگہ سے ایک بالشت نہ ہٹتا اور کسیوقت دشمن ہجوم کرتے اور زخمی کرنا شروع کرتے اور کوئی تنہا محافظ ہتھیرون کا ایک وقت مین جواب نہ دیسکتا۔

حالت زخم مین رسول کا ثبات

اس جنگ کی ایک صورت یہہ بھی تھی کہ اکثر نساء مسلمین اپنے ساتھہ کھانا اور پانی لائی تھین اور زخمی مسلمانونکو پلاتی تھین۔ عائشہ بنت سعد اپنے کاندھے پر دبری مشکین لیئے تھین اور ام ایمن بھی پانی پلا رہی تھین یہہ لوگ زخمیونکی تیمارداری بھی کرتی تہین۔ یہہ بیبیان غالباً اُسوقت میدان جنگ مین پہونچین جسوقت مدینہ مین یہہ خبر عام ہوگئی کہ جناب رسالت مآب شہید ہوئے ہین نہین جانتا کہ کسطرح حضرت ذکیہ طاہرہ میدان مین پہونچی ہونگی اور کسطرح اپنے پدر بزرگوار کے چہرۂ اقدس کو خون آلودہ دیکھا ہوگا جس حالت مین آنجناب بقول تمام مورخین کے یہہ فرمارہے تھے کہ دیکھیے فلاح پائیگی وہ قوم جو اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگین کرتی ہے درانحالیکہ وہ اُنہین خدا کیطرف بلاتا ہے"۔ رسول کو جناب امیر علیہ السلام ہاتہہ دیکر گڑھے سے نکال چکے تھے۔

مسلمان عورتین اور لشکر کی مدد

پیاس کی شدت تھی اور خون کسیطرح بند نہوتا تہا حضرت اسد اللہ الغالب مہراس کی جھیل سے پانی لائے اور زخم جناب نبوی کو دہونا شروع کیا لیکن خون کسیطرح بند نہوتا تہا جناب فاطمہ زہرا نے ریشمی یا کسی قسم کا موٹا کپڑا جلا کر اُسکی راکھہ جسم مین بھری اور اس سے خون بند ہوا بقول مجموعۂ کامل واقدی علی زخم سر کے دہونے کیوقت حضرت فاطمہ کو اپنی تلوار لیئے رہنے کو حوالہ کرتے ہین۔ دیوان جناب امیر و حیات القلوب وغیرہ کے موافق فرماتے ہین: "اے فاطمہ تو اس تلوار کو جو بُری نہین ہے اور مین خوف زدہ لئیم اور ناکس نہین ہون لے فاطمہ مین نے سخت کارزار کی نصرت احمد اور خوشنودی پروردگار مین جو بندہ نسبر حیم ہے یہ مین بجز جزاے خدا کے اور کسی شے کی خواہش نہین کرتا اور خدا کی رضا جنت اور بہشت کی آسائش ہے اور مین وہ مرد ہون کہ بلندی ڈہونڈہتا ہون جب لڑائی دامن چڑہائے اور دشوار کام برپا ہو بغیر اسکے کہ سزاوار ملامت ہو۔ مین نے قصد کیا پسر عبدالدار کا یہانتک کہ مار دیئے اسکو اپنی تلوار برّان سے جو معقوم اعضاء نخوات کو کاٹتی ہے۔۔۔ اور میری شمشیر میرے ہاتھہ مین مانند شہاب درخشان کے تھی جسے مین چلاتا تھا

فاطمہ، رسول، اور علی

علی کا رجز

.... مین ہمیشہ تاک مین رہا یہانتک کہ میرے پروردگار نے اُنکی جماعتون کو پراگندہ کیا اور شفا و تسکین دی مین نے اُن سے ہر صبر کرنیوالے کے سینہ کو" واقدی نے کوئی سخاوت نہین کی ہے جہان علی کے متعلق رسول سے یہہ کہلوایا ہے کہ تمنے "بہت خوب جنگ کی"

لشکر اسلام کے بعض مجاہد اور مثالی دل کی عورتین

اس جنگ مین حضرت حمزہ، مصعب بن عمیر، ابو دجانہ، حباب بن منذر، سہل ابن حنیف خصوصیت سے قابل تعریف ہین جنہون نے اسطرح جنگ کی جو شجاعت کا حق تہا۔ اسیطرح مین اُن عورتون کی تعریف کیے بغیر آگے نہین بڑہسکتا جنمین سے کوئی اپنے جوان بیٹون کی لاش اپنے اونٹ پر لیئے جا رہی ہے لیکن کسی پوچہنے والے سے اُنکی غم کی ہوا بھی نہین دیتی اور رسول کی سلامتی کی خوشخبری سُناتی ہے اور کوئی اپنے فرزند اور شوہر کی لاش دیکھکر رسول کی خبر سلامتی دریافت کرنے کے جوش مین انکی طرف سے مُنہ پہیر کر آگے بڑہجاتی ہے۔ یہہ مائین تھین جنپر اسلام کی خصلت شجاعت پروری کو افتخار ہونا چاہیئے۔

حضرت حمزہ کی شہادت

خاتمہ جنگ کے بعد کا دردانگیز منظر اب شروع ہوا اور رسول نے اسلام کے ایک بڑے مددگار شیر یعنی حمزہ کو دریافت فرمایا جنسے دشمنونکی صفین چیری اور روندی تھین کسیکے دلمین یہہ طاقت نہ تھی کہ وہ رسول سے کہتا کہ وحشی نے چھپکر اُس بہادر کے پہلو مین نیزہ مارا اور ہندہ نے نہ صرف سینہ شگافتہ کر کے اُنکا دل چبایا بلکہ مثلہ بھی کیا زخمی سپاہیون پر عبرت خیز عالم طاری ہوا جب علی ابن ابی طالب علیہ السلام اپنے سہارے سے رسول کو اپنے عم بزرگوار کی لاش پر لیچلے۔ واقدی اور مناہج النبوۃ کے علاوہ مورخین قائل ہین کہ رسول چشم پر آب ہو گئے لیکن اُسوقت اور بھی بیقراری بڑہگئی جسوقت حضرت صفیہ بنت عبد المطلب نے لاش کے قریب جانا چاہا اسوقت تمام مسلمین بھی رو رہے تھے۔ اور کسیکا دل ایسا سخت نہ تہا کہ فاطمہ بنت حمزہ کو یہہ پوچہتے سُنتا کہ "میرا باپ کہان ہے" اور کوئی اپنی آنکھون سے آنسو نہ ٹپکنے دیتا دیر تک یہہ سر راہ کھڑی رہین اور دیکھا کہ جوق جوق لوگ ایک طرف چلے جا رہے ہین۔ اس تماشہ نے بجائے تسکین کے اور متاثر کیا ہوگا جب اس گروہ مین کسی سپاہی کو خود مین شتر مرغ کے پر لگائے نہ دیکھا ہوگا اسکے بعد یہہ بھی رسول کے پاس پہونچائی گئین۔ یہان بھی نہ پایا تو بیچینی سے لگام فرس پر ہاتھ ڈالدیا اور وہی دل ہلادینے والا سوال کیا کہ میرا باپ

فاطمہ بنت حمزہ کا سوال اور رسول کی شفقت

کہان ہے ؟ رسول نے فرمایا "مین تیرا باپ ہون گا" ذکی الطبع لڑکی نے کہا کہ یا رسول اللہ اس سے خون کی بو آتی ہے۔ رسول اور اصحاب کی آنکھون کے آنسوؤن نے اُس سوال کا جواب دیا حضرت پر شہادت حمزہ کا جیسا دیرپا اثر ہوا وہ اس واقعہ سے

حمزہ کی تعزیت کیلئے رسول کا حکم اور انصار

معلوم ہوگا کہ جب آنجناب مدینہ واپس تشریف لائے اور انصار کے گھرون سے اپنے اپنے مقتولین پر رونے کی صدا سنی تو فرمایا کہ "حمزہ پر کوئی رونے والا نہین ہے" تم انصار نے یہہ سُنکر اپنی عورتونکو ہدایت کی کہ تم پہلے حمزہ کے گھر جاکر حضرت کے

جب حمزہ کے گھر سے آواز گریہ سنی اور حالات پر مطلع ہوئے تو بقول مناہج النبوۃ فرمایا کہ "راضی ہو خدا ان عورتون سے اور انہون کی اولاد سے اور اولاد کی اولاد سے"

زخم اور عبادت

حضرت اسقدر زخم دار تھے کہ بیٹھے بیٹھے نماز پڑہائی اور بقول مجموعۂ کامل واقدی جب شہدا پر رسول نماز پڑہاتے تھے تو فرمایا کہ "مین ان لوگون پر شاہد ہون۔ تب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا یہہ لوگ ہمارے برادر نہ تھے کہ اسلام لائے تھے؟ ... فرمایا ہان سچ ہے ولیکن انہون نے اپنے اجور وکمائی مین سے کچھ نہین کھایا اور مین نہین جانتا کہ تم میرے بعد کیا کیا احداث و بدعت کروگے"!

رسول کی حدیث زمانہ مستقبل کے لیئے

غزوہ احد مین مینے ترتیب واقعات مین ناظر کا زیادہ وقت لیا اُس سے زیادہ جسقدر مین آیندہ غزوات اور سرایا مین ضرورت سمجھون کا۔ اسکی وجہ یہہ تھی کہ ذکر کیئے ہوئے واقعات کو ہمارے ہیرو کے بعض آیندہ واقعات سے حیرت خیز مناسبت ہوگی۔

اسلام کے اور شہدا

اسکے بعد اگرچہ بعض سرایا وقوع مین آئے لیکن اُن مین سے زیادہ توجہ کے قابل واقعہ رجیع تہا۔ یہہ اسوجہ سے ہوا کہ سلافہ بن سعد نے جو طلحہ ابن ابی طلحہ کی بی بی تھی عام اعلان کیا کہ جو شخص میرے دو بیٹون کے قاتل عاصم بن ثابت کا سر لائے گا اُسے سو اونٹ دیئے جائینگے۔ اسپر ایک شخص سفیان بن خالد آمادہ ہوا اور اپنے قبیلہ کے چند شخصون کو لیکر خدمت رسول مین حاضر ہوا اور بہ مکر مسلمان ہونا ظاہر کیا۔ اور اسکے بعد خواہش کی کہ اگر کچھہ لوگ اُسکے قبیلہ کیطرف ہدایت دین کیلئے روانہ کیئے جائین تو سب اسلام لائینگے۔ رسول نے سات آٹھ آدمی منتخب فرمائے۔ جب یہہ لوگ تنعیم مین پہونچے تو سفیان بن خالد نے اپنے قبیلہ کو خبر دی اور اُسنے آکر انکو گہیر لیا۔ یہہ سات آدمی بہادرون کیطرح لڑے اور سب نے بہ استثناء دو آدمیون کے شہادت پائی۔ انکے نام خبیب اور زید بن دثنہ تہے یہہ مکہ مین لاکر فروخت کئے گئے۔ خبیب کو حارث بن عامر بن نوفل نے خریدا اسلیئے کہ خبیب نے حارث کو بدر مین قتل کیا تہا اور زید کو صفوان بن اُمیہ نے خریدا اسلیئے کہ اُسکے باپ کو انہون نے قتل کیا تہا۔ یہہ لوگ دار پر کہینچے گئے اور ان سے اسلام سے پھر جانے کی خواہش کیگئی تھی۔ یہہ وفادار اسلام کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ اسوقت

رسول کو دو مسلمانونکی لاش کا دار پر رہنا گوارا نہ ہوا۔

چالیس نیزہ دار جنکے اعزا بدر مین مارے گئے تھے جمع ہوئے اور انہین انیان چبہانے لگے اور اسطرح یہہ دو مسلمان جان بحق تسلیم ہوئے۔ رسول کو اس خبر نے متاسف کیا اور زبیر اور مقداد نے یہہ وعدہ کیا کہ یہہ لوگ انکی لاشون کو دار پر سے اُتارینگے۔ یہہ لوگ گئے اور بہت ہوشیاری سے لاشین اُتارین اور اپنی وفادارانہ کارروائیون کے اختتام کے بعد رسول کو اسکی خبر دی۔ (شواہد النبوۃ و مناہج وغیرہ)

اسلام کے وقار کی حفاظت تمام ذاتی تکلیف کے لحاظ سے مقدم تھی

اسکے قبل صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل اسپر متاسف تھے کہ احد کی جنگ کے بعد کیون مدینہ کو نہ لوٹا بعض ان مین سے اسکے مخالف تھے یہہ خبر رسول کو پہونچی اور اگرچہ آپ معہ ائمہ ممتاز جان نثارون کے زخمی تھے لیکن سب وقار اسلام کے محفوظ رکھنے کیلئے حمراء الاسد مین جمع ہوئے دراںحالیکہ انکے زخمون پہ پٹیان بندھی تہین۔ علامہ مجلسی حیات القلوب مین لکھتے ہین کہ اگرچہ علی ایسے زخمی تھے کہ بستر سے اٹھہ نہ سکتے تھے مگر جسوقت رسول نے فرمایا کہ مشرکین حمراء الاسد مین جمع ہونیکا قصد رکھتے ہین تو علی مین جنبش پیدا ہوگئی اور ساتھہ جانیکا قصد ظاہر فرمایا اور رسول کی اشک آلود نگاہون نے شکریہ ادا کیا۔ مسلمانون کی اس دلیری نے کفار کی ہمت پست کردی اور جنگ نہ ہوئی۔

وہ لوگ کیونکر جلاوطن ہوئے جنہین اسلام نے جلاوطن کیا

اسیطرح نجد مین ان مسلمانون کو جو دعوت اسلام کرنے گئے تھے عامر بن طفیل نے معہ انبوہ کثیر کے گھیرا اور شہید کیا۔ غزوہ بنی نضیر مین تھے صرف یہہ کہنا ہے کہ یہود کا یہہ موقع بین گروہ اگرچہ پیشتر پابند عہد تہا مگر واقعہ احد سے نہ صرف اظہار عداوت کرنے لگا بلکہ مشرکین قریش سے ملگیا اور کبھی رسول کو دعوت دیکر بیچ ہی مین پتھر مارنا چاہا تو کبھی انکے سپاہی غزورا سے اسلام کے سپاہیونکو کمین سے قتل کرنیکا قصد کیا اسپر بھی انکی خواہش صلح منظور کیگئی تو بقول مناہج انہون نے خود اپنے تئین سنوار ادوف بجاتے اور گیت گاتے مدینہ کے بازار سے نکلے۔ نہ اسکے قبل اپنے گہرون اور پس ماندہ چیزون کو اپنے ہاتہہ سے خراب نہ کیا ہو۔

سنہ ۴ ہجری سیوم ماہ شعبان ولادت حسینؑ

ماہ شعبان تک تاریخ اسلام کا اس حد تک نشو و نما اور خاندان نبوت کا اس درجہ وقار قائم ہوچکا تہا کہ جناب رسالت آب اپنی پارہ جگر کے حجرے کے باہر کھڑے تھے۔ یہہ نہ تہا کہ جناب قدس نبوی نے اپنی عادت کے موافق سلام کیا ہو اور اسکے منتظر ہون کہ جواب ملے تو ہم اندر داخل ہون۔ اور نہ یہہ تہا کہ جناب رسالت آب کہین سے تشریف لائے ہون اور اپنی لاڈلی بیٹی کو معمول کے موافق پہلے دیکھنا چاہتے ہون۔ آج رسول بالارادہ بیرون خانہ تشریف رکھتے تھے اور ایک بچے کی ولادت کے منتظر تھے۔

رسول کی حالت انتظار

بچہ پیدا ہوا اور بقول خصایص حسینیہ حضرت نے حالت سجدہ مین آواز دی کہ میرے فرزند کو لاؤ۔ پس لائی اسما امام حسینؑ کو ایک پارچہ ریشم مین لپیٹ کر پس حضرت نے امام حسینؑ کو گود مین لیا۔ اور ہادی نے اپنے اس فرزند کے کانون مین اذان کہی۔ یہہ بچہ سید جوانان بہشت کا دوسرا تہا اور یہہ سید العرب کا دوسرا فرزند تہا یہہ دو ریحان رسول مین کا ایک تہا جسکے متعلق رسول نے بقول صواعق محرقہ فرمایا کہ "حسین از من است و من از وے امر خدا نراد وست داشتہ است ہر کس کہ حسین را دوست داشتہ است" اس کتاب مین یہہ بھی حدیث ہے کہ "ہارون دو پسران خود را شبر و شبیر نام کردم من و

بعض احادیث

پسران خود را حسنؑ و حسینؑ نام کردم" یہہ روایت سرالشہادتین مین بھی مذکور ہی اور اسمین اسقدر اضافہ ہے کہ

رسول نے حسینؑ نام رکہا ہے

جب حضرت امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو جناب رسالت مآب نے حضرت علی سے دریافت فرمایا کہ تمنے کیا نام رکھا ہی آپ نے جواب دیا کہ حرب" فرمایا حضرت نے بلکہ اس کا نام حسینؑ ہے"

عقیقہ

ساتوین دن ایک سفید کپڑے مین لپیٹے گئے عقیقہ ہوا۔ اور بالون کے وزن کے موافق چاندی تصدق کیگئی اور بحار کے موافق کان چہیدے ور بندے ڈالے گئے بعض کے موافق اسوقت جناب فاطمہ زہرا نے اپنے فرزند کے لیئے رسول سے کچھہ مانگا اور رسول نے فرمایا کہ مین نے اُسے اپنا جود اور اپنی شجاعت عطا کی۔ صواعق محرقہ کے لفظو نمین "طبرانی از فاطمہ روایت کردہ پیغامبر فرمود صلی اللہ علیہ وسلم کہ اما حسن پس مرا ور است ہیبت من و سرداری من و اما حسین پس برای او ست جرأت من و جود من"۔

حسین مین رسول کی سخاوت اور جرأت

رسول کے مشابہہ بچہ کو مان لوریان دیتی ہے۔

روایتین ہین کہ جناب امام حسین رسول اکرم سے مشابہہ تھے جسکی تائید اس شعر سے بھی ہوتی ہی جو جناب فاطمہ حسین کو لوریان دیتے وقت فرماتی تہین کہ انت شبیہ بابی لست شبیہہ بعلی۔ اسکے بعد ناظر ملاحظہ کرے گا کہ یہہ بچہ کبھی رسول کے دست اقدس پر ہی کبھی سینہ پر ہی کبھی کاندھے پر ہی کبھی رسول چوم رہے ہین اور کبھی

حسین اور رسول

اُم ایمن یا اُم الفضل کی اسلیئے چشم نمائی کرتے ہین کہ کیون حسین کو اسطرح گود سے کھینچا کہ وہ بسورنے لگے حسینؑ بڑہتے جائینگے اور بقول سرالشہادتین نبی اللہ کے کاندھے پر جھومینگے اور کبھی سُرخ کپڑے پہنے ہوئے چھوٹے چھوٹے پاؤن سے ڈگ ڈگ کرتے اور لڑکھڑاتے ہوئے مسجد مین چلے آئینگے۔ رسول منبر پر سے دیکھینگے۔ دل بیچین ہوجائیگا کہ کہین گر نہ پڑین چوٹ نہ لگے اور رونہ دین منبر سے اُتر آئینگے گود مین لیکر پیار کرنے لگین گے اور بقول صواعق محرقہ فرمائینگے کہ "خدای تعالی راست گفتہ کہ جز این نیست کہ اموال و اولاد شما فتنہ ایست من نظر کردم باین دو صبیان یعنی حسن حسین کہ می آیند و پاے ایشان می لغزد پس صبر نتوانستم کرد تا اینکہ حدیث خود را قطع نمودہ برداشتم ایشان را"۔ ہم پھر مجبور ہین کہ اس مولود مسعود کے حالات سے اُسوقت تک رکے رہین جبتک یہہ تاریخ اسلام مین عملی شرکت کے قابل نہوجائے۔ اس درمیان مین ہم پھر اُن عظیم الشان واقعات کا خلاصہ پیش کرتے ہین جنسے حسین کی سوانح عمری متاثر ہے۔

حضرت فاطمہ بنت اسد کی رحلت اور رسولؐ۔

اس سال مین حضرت فاطمہ بنت اسد نے رحلت فرمائی حضرت کے حکم سے بقیع مین قبر تیار کیگئی خبر سنکر رسول نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ چلو اپنی مان کے پاس چلون صحاب اسطرح رسول کے ساتھہ چلے گویا اُنکے سر و نپر طائر

بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت نے اپنا پیراہن اُنکے کفن کیلئے عطا فرمایا اور جب جنازہ باہر آیا تو بقول مناہج النبوۃ "اُس جناب نے اُس جنازہ کا پایہ اپنے کتف مبارک پر اُٹھایا اور تمامی راہ مین کبھی اگلا پایہ جنازے کا اور کبھی پچھلا کاندھے پر اُٹھاتے تھے۔ کاندھا دیئے ہوئے چلے جاتے تھے" انس ابن مالک کہتے ہین کہ رسول لاش کے سرہانے بیٹھے تھے اور فرماتے تھے یا اُمّی بعد اُمّی (اے میری ماں کے بعد میری ماں) اور "اُسامہ ابن زید۔ ابوایوب انصاری اور عمر ابن الخطاب نے قبر کہودی اور لحد اُنکی اس جناب نے اپنے دست مبارک سے کہودی اور اپنے ہاتھون سے خاک اُسکی باہر نکالی"

رسول کا ندہا دیتے ہین

رسول کا پیار انکا طلبہ

رسول نے قبر کہودی اور مٹی نکالی

حضرت فاطمہ بنت اسد کا تو کیا ذکر سعد ابن معاذ کی تجہیز و تکفین مین رسول نے مخصوص شرکت فرمائی اور وقت نزع اُنکا سر زانوے مبارک پر رکھا۔ یہہ اسلامی خدمات کا اعتراف تہا لیکن رسول غیر مسلمین کے جنازہ کا بھی احترام فرماتے تھے اور کھڑے ہو جاتے تھے۔

غزوہ بنی مصطلق

حدیث افک

سنہ ۵ ھ مین ایک واقعہ ہوا جسے بعض مورخین سنہ ۶ ھ مین بھی کہتے ہین جسنے ہماری تاریخ کے آیندہ اوراق پر گہرا اثر ڈالا۔ واقعہ کو بغیر کسی تنقید یا اجتہاد تاریخی کے مختصر لفظاً پیش کرتا ہون مجھے اس واقعہ کے متعلق لحاظ اور امید ہے کہ کم سے کم میرے ہم خیال مورخین کبھی اسے کسی تنقید یا اجتہاد کے تابع نہ کرین گے مجھے ذاتی طور سے یہہ یقین ہے کہ یہہ مصلحت جناب امیر کی پیروی ہوگی۔ واقعہ یہہ ہے کہ حارث ابن ضرار نے جو بنی خزاعہ کا سردار تہا قبائل عرب کو رسول کی جنگ پر مجتمع کرنا شروع کیا۔ رسول معہ اپنے علمدار کے روانہ ہوئے حارث ابن ضرار معہ اپنے بیٹے کے علی کے ہاتھ سے مارا گیا لشکر بے سردار ہو چکا تہا مسلمانون نے یکبارگی حملہ کیا اور دشمن کے دس آدمی اور قتل ہوئے تھے کہ مسلمان فتحیاب ہوئے۔

رسول واپس آرہے تھے اور قریب مدینہ پہونچ رہے تھے کہ ایک شب کوچ کا اعلان کیا گیا۔ کوچ کے اعلان کیوقت حضرت عائشہ قضاے حاجت کیلئے لشکر سے باہر تشریف لیگئین اور جب واپس آئین تو دیکھا کہ گردن بند نہین ہے پھر واپس گئین اور ڈہونڈہنے مین دیر ہوئی جب لشکرگاہ مین آئین تو دیکھا کہ یہان کوئی نہین ہے یہہ بیٹھ گئین اور نیند آگئی صفوان ابن معطل سلمی اسلیے عقب لشکر رہتا تہا کہ لوگونکی چھوٹی ہوئی چیزین دیکھہ لیا کرے بقول مناہج النبوۃ "عائشہ صدیقہ کہتی ہین کہ بس صبح کی صفوان نے میری منزل کے نزدیک اور دیکھا اُسنے ایک سیاہی آدمی کی کہ بیچ خواب کے سوتا ہے پس پہچانا اُسنے مجھے جسوقت اُسنے مجھے دیکھا اور اُسنے مجھے پیش از حجاب دیکھا تہا کہا اُسنے انا للہ وانا الیہ راجعون۔۔۔ پس جاگی مین اُسکے استرجاع کی آواز سے اور ڈہانپا مینے

اپنے مُنہ کو اپنی چادر سے... پس اترا صفوان اپنے اونٹ سے اور بٹھایا اُسنے اپنے اونٹ کو پس کھڑا اُسنے پاؤن اونٹ پر اور یہہ اسواسطے کیا تا کہ آسان ہو عائشہ کو سوار ہونا... پس کھڑی ہوئی مین اور گئی طرف اونٹ کے اور سوار ہوئی اُسپر... یہانتک کہ آئے ہم اور پہونچے ہم لشکرگاہ مین گرم گاہ روز مین... پس دراز کی اہل افک نے زبان... اور سرانجام کرنیوالا اُسکا عبداللہ بن ابی سلول ہوا... اور تعجب یہہ ہے کہ اہل اسلام سے بھی کئی شخص اہل افک کے ساتھہ شریک ہوئے... حسان ابن ثابت اور مسطح ابن اسامہ ابوبکر صدیق کی خالا کی بیٹی کا بیٹا تہا اور اور حمنہ بنت حجش زینب بنت حجش کی ہمشیرہ جو اُمہات مومنین سے ہے۔"

حضرت عائشہ کہتی ہین کہ مدینہ پہونچکر مین بیمار ہوگئی اور اہل افک کے باتون کی مجھے کوئی خبر نہ تھی لیکن رسول کا مزاج اپنی طرف سے متغیر پاتی تھی یہانتک کہ کچھہ دنون کے بعد اُم مسطح نے تمام قصہ سُنایا اسکے بعد حضرت عائشہ رسول سے اجازت لیکر اپنے باپ کے گھر تشریف لائین۔ یہان معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر نے بھی یہہ روایت سُنی ہے کچھہ دن گذرے تھے کہ حضرت رسول نے اُسامہ ابن زید اور جناب امیر علیہ السلام سے مشورہ طلب کیا جناب امیر نے بقول مناہج النبوۃ فرمایا:۔

مشورہ اور علی کا جواب

"یارسول اللہ تنگ نہین کیا ہے حق تعالی نے واسطے تیرے عورتون کے تئین اور عورتین اسکے سوا بہت ہین۔ پوچھیے آپ جاریہ سے یعنی بریرہ سے... پس بلایا حضرت نے بریرہ کے تئین... بریرہ نے عرض کی یارسول اللہ قسم خدا کی نہین دیکھا مین نے عائشہ سے ایسا کوئی کام جو عیب دار کرے عائشہ کو زیادہ اس سے کہ وہ لڑکی ہے خُرد سال غافل اس سے کہ بکری آتی ہے اور جو آٹا مین نے گوندھا کھا جاتی ہے۔"

طبری اور روضۃ الصفا وغیرہ مین بھی یہی ہے۔

جناب امیر نے جو کچھہ فرمایا اُسکے متعلق مؤلف کتاب مولوی عبدالحق صاحب دہلوی فرماتے ہین کہ "جب دیکھا علی مرتضے نے کہ حضرت تنگی خرچ اور حیرت اور تنگدلی مین پڑے ہین اور اس غم واندوہ کی کشادگی کار کی کوئی راہ نہین ہے تب یہہ کہا اور یہہ بات برادری مین محبتو نمین اور خیرخواہونمین ہوتی ہے... ظاہر یہہ ہے کہ جتنی محبت اور خیرخواہی کہ علی مرتضے حضرت سے رکہتے تھے عائشہ سے نہین رکہتے تھے پس اُسنے یعنی حضرت علی نے حضرت کی رعایت کرکے ایک بات کی" اسی کتاب مین صحیح بخاری سے نقل کیگئی ہے کہ زہری روایت کرتا ہے ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف اور ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث سے کہ عائشہ نے ان سے کہا کہ "علی میرے قصہ مین خاموش اساکت تھے" جامع ترمذی۔ قرۃ العیون اور مناہج مین بہ خلاف الفاظ حضرت عائشہ نے رسول کو یہہ جواب دیا کہ "اگر مین کہون کہ مین اس سے پاک ہون تو تصدیق نہ کروگے اور یقین نہ کروگے میرے کہنے پر اور اگر اقرار کرون مین ایک

امر پر جسکا انہون نے مجھہ پر بہتان باندہا ہی تو تصدیق کرو گے"

قرآن کا تصفیہ

اگر سورۂ نور اسی قصہ کے متعلق ہے تو اسمین یہہ الزام قانونی حیثیت سے خارج کیا گیا ہے کہ "لولا جاو علیہ باربعۃ شہداء فاذلم یاتوا بالشہداء فاولیئک عند اللہ ہم الکاذبون" (کسواسطے نہین لائے اوپر اسکے چار گواہون کو پس جبتک نہ لائے وہ گواہون کو پس وہ گروہ ہین نزدیک خدا کے دروغ گویون سے) اور اسکے بعد نہایت جائز ہدایت کیگئی ہی یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابداً ان کنتم مومنین (منع کرتا ہی تمکو خدا یہہ کہ پہر ذکر کرو تم مانند اس ذکر کے کبہی اگر ہو تم ایمان لانے والون سے)

علی کی راے

اس جگہ مین یہہ کہنا علی کے ساتھہ انصاف سمجہتا ہون کہ رسول کے صلاح لینے پر علی کا جواب نہ صرف دیانت کا مظہر ہی بلکہ کوئی صریح راے نہ دیکر اپنے کو اس الزام سے دور رکھا ہے کہ عائشہ کے متعلق انہون نے کوئی بیرحمانہ تصفیہ کیا یا کہ معاملہ قطعاً رسول کی راے پر موقوف رکھا۔ اسکے بعد اسلیئے علی سے کوئی مخالفت پیدا ہونا نہ صرف انکے فیصلہ اور موقع کے ساتھہ ناانصافی ہے بلکہ انکے لطیف احساس کی ناقدری ہی۔

مؤلف نے کیون یہہ واقعہ نقل کیا

یہہ موٹے موٹے واقعات تھے جنہین مینے پیش کیا حقیقتاً مجھے ان واقعات کا لکہنا بے سود تہا اگر آیندہ اسکا کوئی اثر نہوا ہوتا بلکہ مجھے اسکے لکہنے کی اسلیئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس واقعہ نے آیندہ علی کے متعلق واقعات پر حضرت عائشہ کی بدولت بڑا اثر ڈالا مین نہین کہتا کہ یہی ایک وجہ تہی جسنے آیندہ واقعات کو متاثر کیا بلکہ اکثر واقعات مین جسنے علی کی تاریخ پر اثر کیا واقعہ بنی مصطلق ممتاز ہوا۔

غزوہ خندق

یہود اور کفار کا اتحاد اسلام کے خلاف

۵ھ کا مشہور واقعہ غزوہ خندق ہی اسکی ابتدا اسطرح ہوئی کہ جلاوطن بنی نضیر نے ابو قریش سے کہا کہ ہم چاہتے ہین کہ تمسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی عداوت اور استیصال پر عہد کرین اسپر ابوسفیان نے جواب دیا کہ وہ بہترین اشخاص ہمارے نزدیک وہ ہین جو ہماری مدد کرے محمد کی عداوت پر۔ اسکے بعد کعبہ مین عہد و پیمان مضبوط کیا گیا بنی نضیر نے قبیلہ غطفان کو بھی خیبر کے ایک سال کے خرچے پر اپنے ساتھہ کرلیا۔ اسکے بعد ابوسفیان قبایل اسلم اشجع ابو مرہ کنانہ۔ فزارہ اور غطفان کو لیکر آگے چلا اس لشکر کی تعداد دس ہزار تہی۔ دشمن کا انبوہ زیادہ تہا۔ رسول نے استشارہ فرمایا اور طے یہہ کیا گیا کہ مدینہ کا وہ سمت جدہر میدان ہی اور کوئی قدرتی یا عارضی آڑ نہین ہی اسطرف خندق کہودی جائے خندق کی صلاح حضرت سلمان فارسی نے دی تہی حضرت سلمان خندق کنی مین ایسا انہماک ظاہر کرتے تھے کہ مہاجر اور انصار دونون انہین اپنی طرف لینا چاہتے تھے۔ رسول نے تصفیہ فرمایا کہ السلمان منا اہل البیت۔

دشمن کی تعداد

سلمان کی صلاح سے حفاظت کیلئے خندق کہودی گئی

مسلمین کی بے سروسامانی اور کوشش

فصیل مین ہوا نہایت سرد تہی اصحاب بہوکے تھے۔ خاک انکے سر اور کاندہون پر پڑی تہی مگر پہر بھی کہتے تھے کہ

"ہمنے بیعت کی محمدؐ سے جہاد پر جبتک زندہ ہین" اور حضرت فرماتے تھے کہ خداوندا کوئی عیش آخرت سے بہتر نہین ہے
تو مہاجر اور انصار کو بخشدے۔ خود جناب رسالت مآب اسقدر بھوکے تھے کہ شکم اقدس پر پتھر بندھا ہوا تھا حیات القلوب
مین کہا ہی کہ جناب فاطمہ زہرا ایک ٹکڑا روٹی کا لائین اور رسول نے فرمایا کہ یہہ ٹکڑا ہے جو تین دن مین تیرے
باپ کو میسر ہوا ہی لشکر اسلام کو نہ صرف کبھی اتنے بڑے لشکر سے سابقہ نہ ہوا تھا بلکہ دشواری مین اس سے اور
اضافہ ہوگیا تھا کہ حی ابن اخطب اور ابو سفیان نے صلاح کی کہ بن قریظہ کو جو رسول کے حلیف ہین ملالین

گھر کے دشمن

انہون نے پیمان شکنی کی اور اب لشکر اسلام کو عقب و روبرو دونون طرف سے خوف ہوگیا۔ اگرچہ رسول نے بنی قریظہ
کے پاس زبیر۔ سعد بن معاذ یا سعد ابن عبادہ کو سمجھانے کیلئے بھیجا مگر یہہ لوگ راہ پر نہ آئے مسلمانونکی حالت

کمزور دل مسلمانون کی حالت

اس سے معلوم ہوگی کہ "اشتداد پایا مسلمانون کے خوف نے اور عظیم ہوئی بلا انکی حضرت نے فرمایا حسبنا اللہ و نعم
الوکیل لیکن ضعفاے اسلام کے دل کفار کی شوکت اور کثرت سے اوڑنے لگے اور آنکھین نہایت رعب سے
خیرہ ہوئین یعنی کھلی رہگئین" (مناہج) بہترین مصوری خداوند تعالی نے سورۂ احزاب مین فرمائی ہے۔
رسول نے نہایت احتیاط سے زید بن حارثہ کو ۳۰۰ آدمی دیئے اور یہہ مدینہ کے محلات کی محافظت کرتے تھے اور بقول
صاحب حیات القلوب حضرت اسد اللہ الغالب تمام شب گرد لشکر گشت کرتے تھے اور دشمن کے طلایہ سے اکثر جنگ
ہوجاتی تھی حضرت نے جس جگہ نماز پڑھی اُس جگہ مسجد امیر المومنین ہے جو مسجد فتح سے ایک تیر کے پرتاب پر واقع ہی

محلات مدینہ کی حفاظت کا انتظام علی کی یادگار مسجد

اس جنگ کی حالت کو مولانا علی ابن ابی طالب اپنے دیوان مین نظم فرماتے ہین "وکانو
علی الاسلام الباً ثلثتہ ؛ فقد خرّ من تلک الثلثتہ واحد (اور تھے یہہ لوگ اسلام مین تین گروہ۔ پس منہ کے بل گرا
ان تینون مین سے ایک)
اسکے بعد بقول صاحب مناہج النبوۃ "محاربہ اور مقابلہ میان دونون لشکرون کے واقع ہوا خصوصاً حیدر کرار
صاحب ذوالفقار علی مرتضے سے اس غزوہ مین وہ وہ مبارزت اور مقاتلت واقع ہوئین کہ حد قیاس اور
عقل کے احاطہ سے باہر ہی جیسا کہ اخبار مین واقع ہوا ہے لمبارزۃ علی ابن ابی طالب یوم الخندق افضل من اعمال
امتی الی یوم القیامہ (جنگ کرنا علی ابن ابی طالب کا افضل ہے میری امت کے اعمال سے روز قیامت تک" اسی
مورخ کے موافق "حضرت نے دعائین کین حضرت علی کے حق مین اور شمشیر اپنی جسکا نام ذوالفقار تھا
اس جناب کو عطا کی" اس جنگ مین مخصوص ہیجان کا ایک واقعہ عمر ابن عبدود کا میدان مین آنا تھا اور لشکر
اسلام کی افسوس ناک خاموشی تھی بقول ابن عبدود "ہر آئینہ للکار کر کہا مینے اُسکی جماعت مین کہ ہی کوئی مبارز

علی کی خدمت کا وزن

تو مین ٹھہر اتہا جب بزدلی کی بہادر نے مقام دلیر جنگ کنندہ مین" نہ ابن عبدود کا یہہ کہنا کارگر ہوا کہ "کیا تم مین کوئی مرد نہین ہی؟" اور نہ رسول کا یہہ فرمانا کسی کو غیرت ہوا کہ "کون ہی جو اس کو مجھسے دور کرے" مسلمانون کی حالت اسوقت بنی اسرائیل کی ایسی تھی جسوقت نامختون فلسطینی قدآور بہادر جالوت اُنہین للکار رہا تہا اور بنی اسرائیل آپس مین کہ رہے تھے کہ "تم اس مرد کو جو نکلا ہی دیکھتے ہو سچ مچ یہہ بنی اسرائیل کو رسوا کرنے کو آیا ہی اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی اسکو مارے گا تو بادشاہ بڑی دولت سے اُسے دولتمند کرے گا اور اپنی بیٹی اُسے دیگا اور اُسکے باپ کے گھرانے کو اسرائیل کے درمیان آزاد کرے گا" (سموئیل ۱۷ باب ۲۵ آیت) بنی اسرائیل پر سے نوجوان داؤد نے یہہ بلا ٹالی۔ انہین بھی ساؤل نے یہہ کہکر رخصت کیا کہ "روانہ ہو خدا تیرے ساتھہ ہی" اور اسکے بعد اپنے ہتھیار داؤد پر سجے۔ داؤد نے فلاخن سے اُسے قتل کیا۔ ساؤل کا سپہ سالار داؤد کو بادشاہ کے پاس لایا۔۔۔۔ ساؤل نے اُسے سپاہ کا سردار کیا اور وہ سب لوگون اور ساؤل کے ملازمون کا بھی منظور نظر ہوا۔ کس قدر مماثلت ہی اس واقعہ مین داؤد کو علی سے۔ روضۃ الصفا اور تاریخ الاسلام مولوی عباسی مین ہی کہ "تین مرتبہ حضرت نے اصحاب سے پوچھا اور تینون مرتبہ علی بولے" اور اب حضرت رسول نے تلوار باندھی۔ زرہ پہنائی اور عمامہ علی کے سر پر رکھا دعا مانگی کہ "بار الہا اسکی مدد کرنا تو نے عبیدہ کو بدر مین اور حمزہ کو احد مین اُٹھا لیا اب میرے پاس صرف علی رہگیا ہی اسکی حفاظت کرنا" رسول کی دعا در دانگیز تھی سبھی مین ساری واقعہ خوانی ہی۔ اسلام کے وقار کیلئے آج پھر علی ہی بھیجے جا رہے تھے۔ علی نہ ہوتے تو ضرور رسول اس کام کو بھی اپنے ذمہ لیتے لیکن علی تھے۔ یہہ کہنے کیلئے تھے کہ "اُثبت لحاک الله ان لم تسلم۔ بوقع سیف عجرفی خضرم (قدم ثابت رکھہ خدا تجھے قبیح کرے اگر تو اسلام نہ لائے۔ واسطے ضرب شمشیر آبدار کے) یہہ کہنے اور کرنے والا تھا کہ "قد صرت للّه لحمی ودمی" (بہ تحقیق جوانمردی کی مینے واسطے خدا کے اپنے گوشت اور خون سے) علی اس جنگ مین اپنے مشہور بہادر دشمن سے نقابت توحید نہ بھولے جنگ ہوئی ایک کاری زخم لگا مگر اپنے دشمن کو قتل کیا۔ میدان جنگ سے واپس آنے کے قبل انکی صدائے تکبیر نے رسول کو انکی سلامتی اور فتح کی خوشخبری سنادی تھی علی واپس آئے اور بقول روضۃ الصفا شیخین نے پیشانی چوم لی۔

اسی جنگ کا ایک اور قابل التفات واقعہ یہہ تہا کہ عمر ابن عبدود کی بہن اپنے بہائی کے میدان جنگ مین مارے جانیکی خبر سنکر روتی ہوئی آئی لیکن لاش کے پاس پہونچکر بجائے اسکے کہ وہ قاتل کے جوش عداوت مین نظم پڑہتی جوش مدح مین یہہ شعر پڑہنے لگی کہ لوکان قاتل عمر غیر قاتله ۔ لکنت ابکی علیه واخر الابد ۔ لاکن قاتله من لا یعاب به ۔ من کان یدعی قدیما بیضة البلد (اگر عمر کا قاتل سوا اُسکے قاتل کے ہوتا تو مین ہمیشہ اُسپر رویا کرتی لیکن اسکا قاتل وہ ہی جسکے نسب

داود اور علی کی مماثلت

مین کوئی عیب نہین ہی۔ ورہ ہمیشہ سے شہر کا سردار پکارا گیا ہی) اُسکی تعریف کی یہہ وجہ تھی کہ باوجود عرب کے اُس دستور کے کہ قاتل مقتول کا اسلحہ لے لیتا تھا علی نے اُسکی قیمتی زرہ لیکر اُسے برہنہ نہین کیا اور یہہ دیکھکر اُسنے پہلے کہا کہ ما قتلک الا کفو کریم۔

اسلام کا وقار قایم رہا۔ کچھہ تو اس سبب سے کہ علی نے دشمن کے سب سے بہادر سپاہیون کو قتل کیا تھا کچھہ اسلیے کہ "خدا کے لشکر" نے مدد کی۔ کچھہ اسوجہہ سے کہ قریش اور بنو قریظہ آپس مین مشتبہ ہوگئے۔ اسلام پر سے بلا ٹلی اور اُن کا نام ہمیشہ کیلیے بحیثیت سرفروشان اسلام کے ممتاز ہوا جنہون نے ایسے وقت جان بازی کی اور رسول نے اُنکی خدمتون کا اعتراف کیا۔

بنو قریظہ

خندق کی واپسی کے بعد ہی بنو قریظہ کو اُنکی بدعہدی کی سزا دی گئی۔ یہ سزا فہمایش کے قبل نہ تھی۔ نہ بنی قریظہ نے اپنے اوپر رحم کیے جانے کا کوئی پہلو اُٹھا رکھا تھا۔ یہان بھی علی ممتاز تھے اسلام کی خدمتون مین۔

فدک اور علی

کچھہ دنون کے بعد قبیلہ بنی سعد کی گوشمالی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ علی سو سپاہیون کے ساتھہ فدک بھیجے گئے۔ دشمن بھاگا۔ علی غنیمت لائے اور مسلمان حصہ مین شریک ہوئے۔

صلح حدیبیہ

حضرت عمر سفارت سے انکار کرتے ہین

ہجرت کے چھٹے برس صلح حدیبیہ واقع ہوئی۔ اسکی وجہ یہہ تھی کہ نبی کریم نے ارادہ حج فرمایا اور مسلمانونکو رسول کے ارادہ سے آگاہی دیگئی مشرکین کو معلوم ہوا اور اُنہون نے روکنے کا قصد کیا۔ رسول نے اپنی غرض سمجھانے کے لیے آدمی بھیجا لیکن وہ گرفتار کر لیا گیا۔ حدیبیہ مین پہونچکر رسول نے بقول واقدی "حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حکم کیا کہ اہل مکہ پاس جا کر اُن سے اذن و اجازت حاصل کرین اور وہ لوگ حضرت کیلئے تین دن تک کے واسطے مکہ کو خالی کر دین تا کہ آنحضرت صلعم مناسک وارکان حج ادا کر لین بعد ازان واپس چلے جاوینگے تب عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ مین مکہ مین کمتر قبیلہ والا ہون یعنی وہان میرے عزیز و اقربا بہت کم ہین مین اُس قوم سے ڈرتا ہون کہ وہ مجھے قتل کر ڈالینگے" حدیبیہ مین رسول نے اس شرط پر بیعت کی کہ اگر قتال واقع ہو تو فرار نہ کرین۔ اہل مکہ نے صلح کیلیے دو آدمی بھیجے اور جناب رسالت مآب نے فرمایا کہ "مجھے سب باتون سے صلح زیادہ پسند ہے" مہاجرین و انصار مین صلح کا غل ہوگیا اور کچھہ مہاجرین (ر) "اپنے عزیزون وغیرہ کی ملاقات کیلیے مکہ مین چلے گئے" اُنہین قریش نے گرفتار کر لیا۔ مسلمانون کو جب اسکی خبر ملی تو یہہ لوگ مکہ مین گھس گئے اور کعبہ کے پاس بہت سے آدمیون کو پاکر گرفتار کر لیا۔ رات کو مشرکین تیر مارنے لگے اور بقول واقدی "اُسوقت تو مسلمین پریشان ہوئے" صبح کو مسلمانون نے جنگ شروع کی اور مشرکین کو بھگا دیا اور اسوقت

آیت نازل ہوئی کہ ہوالذی کف ایدیہم عنکم وایدیکم عنہم ببطن مکہ من بعدان اظفرکم علیہم (وہ خدا وہی ہے جسنے روک دیئے
اُنکے ہاتھہ تمسے اور تمہارے ہاتھہ اُن سے درمیان مکہ کے بعد ازان کہ تمکو اُن پر ظفر حاصل ہو چکی) اسکے بعد
سہیل بن عمر مشرکین کیطرف سے یہہ تسر الیطلا یا کہ رسول واپس چلے جائین اور کسی شخص کو مشرکین سے جو اُنکے
پاس جائے دو برس تک قبول نہ کرین اور اسکے عوض مین سال آیندہ مشرکین تین دن کے لیئے مکہ کو خالی
کر دینگے اور رسول کسی قسم کا اسلحہ بجز تلوار کے جو نیام مین رہیگی اپنے ہمراہ نہ لا سکینگے۔ دس برس تک آپس مین صلح
رہیگی۔ تمام بلاد مین لوگ بہ امن جا سکین گے اور ہم سوگندون سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔

حضرت عمر اور صلح

حضرت عمر کو عہدنامہ کے اکثر دفعات پر اعتراض تہا۔ واقدی کے نزدیک حضرت عمر کہین ملتجیانہ لہجہ سے کہتے ہین کہ
"آیا آپ اُنکے لیئے یہہ بات مقرر کرینگے ؟" اور کہین کہدیتے ہین کہ "ایسا نہ کیجئے" اور رسول کہین کہتے ہین کہ
"اے عمر سکوت کر" اور کہین عمر کی بات پر ہنس دیتے ہین" صاحب سیرۃ الفاروق کے موافق شرائط کے
طے ہونے کیوقت حضرت عمر حضرت ابوبکر کے پاس جا کر پوچھتے ہین کہ "کیا آنحضرت رسول اللہ اور ہم مسلمان
نہین ہین ؟" اسی مورخ کے نزدیک "آنحضرت کے منشا کے خلاف چاہنے پر اپنی غلطی کا اقرار کیا اور اسکے کفارہ
مین غلام آزاد کرنے کا عہد کیا" صاحب مناہج النبوۃ صرف اسقدر کہلواتا ہی کہ "یا رسول اللہ اس بات پر راضی
مت ہو" صاحب قرۃ العیون لکھتا ہی "عمر بن خطاب سے مروی ہی کہ کہا اُنہون نے کہ اُس دن میرے دل مین
ایک امر عظیم پیدا ہوا اور مراجعت کی مینے ساتہہ حضرت صلعم کے ایسی مراجعت کہ مثل اُسکے ہرگز نہ کی تھی مینے
اور ایک روایت مین ہی کہ کہا اُنہون نے کہ گیا مین حضرت صلعم کے پاس اور عرض کی کہ تم رسول اللہ کے برحق ہو ؟
آپ نے فرمایا کہ ہان برحق ہون ۔ ۔ ۔ ۔ پھر مینے عرض کی کہ کسلیئے ہم اس نقصان اور ذلت کو قبول کرین اور
اسطرح سے صلح کر کے لوٹین ؟ آپ نے فرمایا بیشک مین رسول خدا کا ہون اور اللہ تعالی مجھکو ضائع نکریگا ۔ ۔ ۔ حضرت
عمر کہتے ہین کہ کہا مینے کہ کیا آپ نے یہہ نہین فرمایا تہا کہ قریب ہی کہ ہم زیارت بیت اللہ کو جاوینگے اور طواف کرینگے
آپ نے فرمایا کہ ہان ولیکن کیا یہہ بھی کہا تہا کہ اسی سال ؟ مینے عرض کی کہ نہین آپ نے فرمایا تہا کہ غم مت کہا
کہ تو زیارت بیت اللہ کو جائیگا۔ حضرت عمر فرماتے ہین کہ اسیطرح ملول و محزون مین آپکی مجلس سے اُٹھا اور ابوبکر کے پاس
گیا اور تمام حکایت اُنسے کہی ۔ ۔ ۔ فرمایا حضرت صدیق نے کہ ای عمر جا اور رہ ساتہہ حضرت صلعم کی رکاب مین اور
کچھہ اعتراض مت کر کہ وہ خدا کے رسول ہین جو کچھہ وہ کرتے ہین حق سے کرتے ہین اور مصلحت اسی مین ہی منقول ہی حضرت عمر سے
کہ فرمایا اُنہون نے کہ بہت اعمال صالحہ مثل نماز روزہ و تصدق و اعتاق کفارہ مین اس گستاخی کے کیئے مینے" مترجم قرۃ العیون

مصلحت اسی مین ہے

یہہ بھی کہتا ہی کہ بعض محققین نے اسے موضوعات مین شمار کیا ہی اور پھر یہہ بھی کہدیتا ہی کہ "حضرت عمر کا پوچہنا بطور شکایت و استفسار کے تھا نہ بطریق شک و انکار کے حاشا و کلا" مؤلف تاریخ الاسلام مولوی عباسی صاحب کے نزدیک "حضرت عمر صلح کے زیادہ خلاف تھے اور نادم بھی تھے"۔ ابو الفدا کے نزدیک کہا کہ "یا رسول اللہ کیا تو آپ خدا کے رسول نہین ہین یا ہم لوگ مسلمان نہین کیون ہم صلح سے عزت کہوتے ہین"۔ اس مورخ نے ایسا کہنا اگر مجوشی اسلام پر محمول کیا ہی ہمکو اس کوشش کا بھی اقرار ہی جو الفاروق مین کیگئی ہی۔ جو کچھہ ہو اکثر مورخین متفق ہین کہ آیہ انا فتحنا لک فتحاً مبینا صلح حدیبیہ سے متعلق ہی صلح کو فتح مبین کہنے کا مذہب عالم مین اسلام کو افتخار ہی۔

بہر حال ایک نہایت مفید بات جواب بھی ہم تک پہونچی ہی وہ یہہ ہی کہ شرائط طے ہونیکے بعد مناہج النبوۃ و قرۃ العیون کے موافق حضرت نے اوس بن خولی انصاری کو عہدنامہ لکہنے کا حکم دیا لیکن مشرکین کے وکیل سہیل نے کہا کہ "ای محمد صلعم یہہ نامہ علی کو لکہنا چاہیئے جو تمہارے چچا کا بیٹا ہی" (قرۃ العیون) اسی مورخ کے موافق "یہہ کہنا سہیل کا اسلیے تھا کہ ظاہر احق اور اولی معاملہ مین در مصالحہ او رمعاہدہ او رنقض عہد مین آدمی کے اسکے عصبات و رشتہ کے اہل ہوتے ہین اور سبب یہی تھا کہ حضرت نے سورہ برات پڑھنے کو ... بعد بھیجنے حضرت ابو بکر کے حج ادا کرنیکے لیے کہ امیر حج انکو کیا تھا حضرت علی کو پیچھے سے بھیجا تھا" بہ اختلاف الفاظ مناہج النبوۃ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

مشرکین علی سے عہدنامہ لکھوانا چاہتے ہین۔

دوسرا عجب خیز واقعہ یہہ تھا کہ جب رسول کے حکم سے حضرت علی ابن ابی طالب نے فقد امامن علیہ محمد الرسول اللہ لکہا تو مشرکین کو رسول اللہ کے لفظ پر اعتراض ہوا اسوقت بقول قرۃ العیون "حضرت علی نے وہ کاغذ رکہدیا اور ہاتھہ تلوار کے قبضہ پر رکھا" علی کیلئے مین یہہ کہنا ہی بیکار سمجھتا ہون کہ "یہہ کر مجوشی اسلام سے تھا" رسول نے خود دست مبارک سے محو فرمایا اور عام مورخین کے موافق جیسا صاحب شواہد النبوۃ بھی لکھتے ہین حضرت نے فرمایا کہ یا علی تجھکو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا۔ یہہ آیندہ کا واقعہ تاریخ ہے جسکا ذکر کچھہ دیر مین آئے گا۔

قلم سے تلوار

سنہ ہجری فتح خیبر کیلیے مشہور ہی اس سے اسلام کو بڑی تقویت ہوئی لیکن جسوقت لشکر یہود اور لشکر اسلام ایک دوسرے کے مقابل تھا تو بقول قرۃ العیون "ایک دن ابو بکر نشان لیکر قلعہ قموص کے نیچے آئے اور خوب لڑے و سخت مقابلہ کیا فتحیاب نہ ہوئے دوسرے روز حضرت عمر گئے اور خوب لڑے اور بہت مقابلہ کیا بہ نسبت پہلے دن کے مگر قلعہ فتح نہ ہوا اور روایت ہی کہ حضرت عمر دو بار لڑے" واقدی کہتا ہی کہ ایک روز مرحب یہود کے لشکر کا سالار تھا اور سردار مہاجرین حضرت عمر تھے "اور حال مسلمانون کا یہہ تھا کہ جب مرحب لڑنے کو نکلتا تھا تو اسکے مقابلہ مین کمی

فتح خیبر سنہ ھ

کرتے تھے پہر جسوقت مسلمین قریب دروازہ خیبر پہونچے اسوقت مرحب اپنا غول ہمراہ لیئے ہوئے مسلمانون پر نکل پڑا اور
انکو بہگا دیا یہانتک کہ انکو صف بدر گت تک یعنی لشکرگاہ تک بہگا دیا" صاحب شواہد النبوۃ بھی ہمزبان ہین اسمین
یہہ زیادہ ہی کہ رسالتماب اُس روز درد شقیقہ مین مبتلا تھے - یہہ حالت پہونچ گئی تھی کہ جناب رسالتماب نے
عامہ مورخین کے موافق فرمایا کہ لاعطین الرایۃ غداً رجلاً کرار اً غیر فرار یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ لا یرجع
حتی یفتح اللہ علی یدیہ (کل اُسے علم عطا کرونگا جو نہ بہاگنے والا بہادر ہی اور جو خدا و رسول کو دوست رکہتا ہی
اور جسے خدا و رسول دوست رکہتے ہین نہ پہرے گا جبتک اُسکے ہاتھہ خدا فتح نہ دے) بیشک رسول نے
ایسا ہی کچھہ فرمایا تہا کہ حضرت عمر بقول مناہج فرماتے کہ ہرگز امارت کو مینے دوست نہین رکہا مگر اُس روز یا
فاتح عجم رسول کی توجہ مبذول کرنے کیلئے کھڑے کھڑے دہم سے گہٹنون کے بل گر پڑتا قریش مین یہہ باتین بھی
ہونے لگین کہ "علی مرتضے کرم اللہ وجہہ اس مراد سے فائز نہ ہونگے کیونکہ انکی آنکہین آئی ہین اور درد کرتی ہین اس
درجہ ہین کہ اپنے پاؤن کے اگاڑی نہین دیکھہ سکتے" علی نے بھی رسول کا قول جیرا وربہنو انے والا کلام
سُنا تہا اور کچھہ کہا بھی تو یہہ کہ اللہم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت (اے پروردگار کوئی مانع نہین
ہوسکتا جسے تو عطا کرے اور کوئی عطا نہین کرسکتا جسے تو منع کرے)
صبح ہوئی - اسلام کی عزت کا نشان رسول کے دست اقدس مین لہرا رہا تہا سب لوگ در دولت پر کھڑے
تھے سنناٹے کے عالم مین رسول کی آواز سنائی دی - دریافت فرمایا کہ "علی کہان ہین" اور بقول مناہج
سب لوگ چارون طرف سے پکار اُٹھے کہ یہان ہی ہین لیکن آنکہین انکی ایسی دُکہتی ہین کہ اپنے
سامنے نہین دیکھہ سکتے فرمایا اُنکو میرے پاس لاؤ سلمہ بن الاکوع نے جاکر حضرت علی کا ہاتھہ تہامتے
ہوئے لاکر حضرت کے خیمہ مین پہونچایا سرور عالم نے اُس جناب کا سر اپنے زانوے مبارک پر رکہا اور آب دہان
مبارک اپنا حضرت علی کی آنکہون مین لگایا فی الحال درد چشم زائل ہوا ... تب سرور عالم نے اپنی خاص زرہ اُنکے
بدن مطہر پر سجی اور ذوالفقار کمر سے لگائی اور رایت اپنا اس شیر یزدان کے ہاتھہ مین دیا اور فرمایا جاو التفات
مت کرو جبتک مفتوح کرے اللہ تعالی قلعہ تمہارے ہاتھہ سے ... جب علی مرتضے علم ہاتھہ مین لیکر چلنے لگے
تب کہا یا رسول اللہ قتال کرتا ہون مین جبتک کہ وہ مانند ہمارے ہون یعنی اسلام لاوین فرمایا یا علی تعجیل
مت کرو جبتک اُنکی ساحت مین اُترو اُسوقت انکو طرف اسلام کے دعوت کرو اور خدائے عزوجل کے حقوق پر جو
کچھہ اُسنے اپنے بندون پر واجب کردیا ہی واقف کرو اور قسم خدا کی اگر ہدایت کرے خدای تعالی تمہارے ہاتھہ سے

خیبر مین اسلام کا علم اور علمداری کی شرطین

حضرت عمر کا حوصلہ

قریش کی قابل توجہ باتین

رسول علی کو پوچھتے ہین لوگون کی ہم آہنگی

ایک مرد کو بہتر ہی وہ تجھکو اس بات سے جو تجھکو ہوویں اشتران سُرخ ہو کر راہ خدا میں تصدق کرو تم "۔

کل اور آج کا فرق

علی چلے۔ رسول کا دل ساتھہ ساتھہ چلا۔ اسلام کا وقار ساتھہ ساتھہ رہا مسلمانونکی لگاہیں نقش قدم پر ساتھہ ساتھہ رہیں ایک وقت تہا کہ لشکر اسلام پسپا ہوتے ہوتے لشکرگاہ تک پہونچ جاتا آج شواہد النبوۃ پڑہو کہ لشکر اسلام لشکرگاہ کے قریب (پیچھے) چھوٹ گیا اور سردار قلعہ کے پاس پہونچ گیا یہانتک کہ علی نے نشان فوج ایک ٹیلہ پر گاڑ دیا قرۃ العیون اور مناہج کے موافق دیدبان نے پوچھا اے صاحب علم تو کون ہے؟ کہا "مین علی ابن ابی طالب ہون" یہہ سنکر دیدبان

دیدبان کی چیخ

چلا اُٹھا کہ اے اہل قلعہ قسم ہے توریت کی کہ اب تم مغلوب ہوگئے" یہودی کا یہہ فقرہ اور کیا سمجہا تا ہے بجز اسکے کہ علی کے چہرہ پر فطری متانت غیر لود دتصنع تبسیم اور شجاعت کی تحریرین ایسی منجی تہین کہ دیکہنے والا ایسے زبردست ارادہ کے نفس سے مرعوب ہوجاتا یا اور کیا سمجہہ مین آتا ہے بجز اسکے کہ قیافہ۔ اور شہرت نے ایک دوسرے کو مدد دی تھی۔

تکملہ اگر جزئیات میں دلچسپی ہے تو جناب امیر کا دیوان یا دیگر تواریخ پڑہو ہمین صرف یہہ کہنا ہے کہ جب حارث اور مرحب کے ایسے پشت و پناہ یہود دوالفقار کے وزن سے جہک گئے تو بقول قرۃ العیون و مناہج وغیرہ جب حصار والون نے قوت بازو علی کرم اللہ وجہہ کی دیکھی امان طلب کی حضرت علی نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اُنکو امان دی اور اس شرط پر کہ نقد اور سلاح مسلمانون کو دین اور کچھہ چھپا نہ رکھین.... اور اس

امان

شرط پر بھی کہ ہر مرد اُن مین سے ایک اونٹ بھر کر کھانے کو لے اور اس شہر سے نکلجائے" "جب خیبر کے فتح کی خبر حضرت سرور عالم کو پہونچی شکرانہ اس نعمت کا بجالائے کہ یہہ فتح سبب ظہور عزت اسلام کی ہوئی اور جب حضرت امیر فتح و فیروزی سے متوجہ طرف سید ابرار کے ہوئے حضرت اُس عالیجناب کی تہنیت کیواسطے استقبال اور استقبال کے لیئے خیمہ سے باہر آئے اور حضرت امیر سے بغلگیر ہوئے اور اُنکی دونون آنکہون کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا " قد

رسول نے علی کا استقبال کیا

بلغنی نباءک المشکور و صنیعک المذکور قد رضی اللہ و رضیت انا عنک (مجھے تمہاری تعریف مشکور کارگذاری اور سعی کی خبر پہونچی ہین اور خدا تجھسے راضی ہوئے پس حضرت امیر روئے حضرت نے فرمایا یا علی یہہ رونا خوشی کا ہے یا اندوہ کا۔ کہا بلکہ خوشی کا اور کیونکر خوش نہون کہ آپ اور خدا راضی ہین" صاحب مناہج کے موافق "غزوہ خیبر مین بہت کام تہے علی مرتضے کے حوالے جنکی کوئی فہرست نہین ہے خیبر مین علی کی خدمت اسلام کچھہ ایسی ہی تھی کہ مؤلف الفاروق اپنے ہیرو کی تعریف ملتوی کر کے علی کی تعریف کر اُٹھا۔ علی کے لیئے ایسے مواقع کم نہین ہین جہان احتیاط کے بے اختیاری کا معجزہ صادر ہوا ہو۔

غنیمت

اس جنگ مین علاوہ مال ومتاع کے ایک سو زرہ چار سو تلوارین اور ہزار نیزے ملے۔ کیا اچھا ہوتا کہ یہہ حرب علی اور اولاد رسول کی مخالفت مین صرف نہ ہوئے ہوتے اور یہہ یا آگے پیچھے جو کچھہ وصول ہوا وہ انکی ایذادہی کا صلہ نہ قرار دیا جاتا!

رسول کا رحم

آخر مین مجھے یہہ کہنا ہی کہ بلال حضرت صفیہ دختر حی ابن اخطب کو لاشون کیطرف سے لائے۔ اسوقت بقول واقدی حضرت علیہ السلام نے لوگون سے فرمایا کیا بلال کو نہین دیکھتے ہو کہ اسنے کیا کام کیا آخر جب بلال صفیہ کو خیمہ مین پہونچاکر خدمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین پھر آئے تو آپ نے فرمایا ای بلال کیا تو نے اپنے دل سے رحم کو دور کر دیا تجھکو کون امر باعث ہوا اس بات پر کہ تو اس کمسن لڑکی کو مقتولون کی طرف سے لے گیا" بلال نے معذرت کی اور نبی اللہ نے عفو فرمایا۔ صفیہ کو اسلام اور یہودیت مین مختار کیا لیکن انہون نے اسلام قبول کیا۔ اور شرف زوجیت کی التجا کی

رسول نے عزت کی

لشکر کی روانگی کیوقت حضرت نے زانوے مبارک کے سہارے سے ناقہ پر سوار کرایا اور چادر انکے سر پر درست کرتے تھے مسلمان آپسمین کہہ رہے تھے کہ "رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اگر صفیہ کو حکم فرماوین کہ وہ اپنا منہ ڈہانپ لین تو جان لو کہ وہ امہات مومنین سے ہین اس صورت مین آپ کے ساتھہ ساتھہ نہ چلو کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بڑے غیور ہین"

مسلمانون کو رسول کے احترام کا خیال انکی غیرت سے

صاحب مناہج کے پاس ایک مفید واقعہ او یہہ کہ "رسول نے خمس سے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کو ایک حصہ ارزانی فرمایا اور یہہ جو حدیث مین آیا ہی کہ عثمان ابن عفان اور جبیر بن مطعم سرور عالم کے حضور مین گئے کہ ہم بنی ہاشم کی فضیلت کا انکار نہین کرتے کیونکہ آپ انہون سے ہین لیکن قرابت ہماری اور بنو مطلب کی آپ سے ایک مرتبہ مین ہی یہہ کیونکر ہوا کہ انہون کو بنو عبد مطلب کا سہم آپ نے عطا کیا اور ہمکو محروم کیا جواب مین فرمایا حضرت نے کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب نہین ہین مگر ایسے ہی جسطرح بیان کیا۔۔۔ اور اپنی انگلیون کو کہولا اور فرمایا ہم اور بنی مطلب آپس سے جدا نہین ہوئے نہ جاہلیت مین نہ اسلام مین جبیر کہتا ہی پس نہ دیا اس حضرت نے بنو عبد الشمس کو کچھہ تئین" ہم آگے ذکر کرینگے کہ حدیث ابن مطعم سے کیا کام نکالا گیا۔

فتح خیبر کا دوسرا نتیجہ یہہ ہوا کہ "بقول ابن خلدون" جب اہل فدک کو خیبر کے شکست کی اطلاع ہوئی تو انہون نے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین یہہ پیام بھیجا کہ ہمکو صرف ہماری جانون کی امان دیجائے مال و اسباب سے ہمکو سروکار نہین رسول اللہ صلعم نے انکی یہہ درخواست قبول فرمائی چونکہ فدک پر حملہ نہین کیا گیا تھا اور نہ اسپر کسی سوار و پیادہ کو نیزہ و تلوار چلانے کا موقع ملا تھا اسوجہ سے بلا تقسیم جیسا کہ جناب باری عز اسمہ نے حکم دیا

قبضہ فدک فتح خیبر کا نتیجہ تھا

آپکے قبضہ مین رہا" ابو الفدا کہتا ہے "ایسا ہی اہل فدک سے معاملہ ہوا تھا مگر اتنا فرق ہی کہ فدک خالصاً رسول اللہ کی ملک مین تھا اور خیبر تمام مسلمانون کا تھا کیونکہ بدون حاجت سوارون اور فوج کشی کے پیادہ پا مسلمانون نے فتح کیا تھا" اسی مورخ نے زمانہ عثمان مین کہا ہی: "ایک سبب یہہ بھی تھا کہ باغ فدک جو میراث بیوی فاطمہ کے تھا وہ مروان نے چھین لیا تھا یہہ ایک باغ رسول اللہ کا تھا اُسکو جناب فاطمہ نے رسول اللہ سے میراث مین پایا تھا" روضۃ الصفا کی عبارت ہی کہ: "جبرئیل نازل شد کہ خدا می فرماید کہ حق خویشان بدہ رسول فرمود خویشان کیانند گفت فاطمہ پیغمبر فاطمہ را خواند و حجتے نوشت وان وثیقہ بود کہ بعد از وفات رسول اللہ پیش ابوبکر آورد و گفت این کتاب رسول خدا است کہ برائے من و حسنؑ و حسینؑ نوشتہ است" سید امیر علی صاحب اپنی تاریخ اسلام مین فرماتے ہین "فدک کا باغ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت تھا اور مروان نے غصب کر لیا تھا آنجناب کی اولاد کو واپس کر دیا"

فتح مکہ

شہ کا مشہور ترین واقعہ فتح مکہ ہی۔ اگرچہ صلح حدیبہ کا زمانہ ابھی منقضی نہ ہوا تھا لیکن قریش نے رسول کے حلیف بنی خزاعہ کو سخت اذیتین دین اور انکے اکثر آدمیون کو حرم مین قتل کیا بنو خزاعہ نے رسول سے فریاد کی اور رسول نے انکی اعانت کا وعدہ کیا۔ مکہ کا جلاوطن نبی اب کسطرح مکہ مین داخل ہوا وہ ابوسفیان کیحالت اور الفاظ سے معلوم ہو گا جو وادی کے کنارہ سے عباس کے ساتھہ لشکر اسلام کا جلال دیکھکر پوچھتا ہی من ہولاء جسکا عباس جواب دیتے ہین کہ ہذا رسول اللہ فی المہاجرین والانصار اور ابوسفیان یہہ سنکر تعجب سے کہتا ہے کہ "تمہارے لڑکے کا جاہ و جلال بہت بڑھ گیا" رسول نے داخلہ کے قبل یہہ اعلان فرمایا تھا کہ "جو شخص مسجد مین یا ابوسفیان کے گھر مین داخل ہو یا دروازہ بند کر لے وہ امان مین ہے" حضرت عباس کے نزدیک ابوسفیان "امتیاز پسند" تھا اسلیئے رسول نے اسکے گھر کو یہہ امتیاز عطا فرمایا۔ لشکر اسلام کا جاہ و جلال دیکھکر ابوسفیان نے ذرایع امان کا تذکرہ کیا بقول ابن خلدون و حیات القلوب لشکر اسلام کا رایت اسوقت سعد ابن عبادہ کے ہاتھہ مین تھا جب یہہ ابوسفیان کے قریب سے گذرے تو جوش مین کہہ اُٹھے الیوم یوم الملحمۃ الیوم تحل الحرمۃ "اے گروہ اوس و خزرج آج ابوسفیان سے احد کا کینہ نکالو۔ ابوسفیان ڈر گیا اور رسول سے فریاد کی اور بقول مناہج "عثمان بن عفان کے تئین جو قرابت کی اور رعایت اُنکی دامنگیر حال ہوئی اور بولے یا رسول اللہ ہم سعد بن عبادہ سے بیفکر نہین اور دہشت مین ہین کہ ایسا نہو کہ قریش کو آسیب پہونچا لے" اسکے بعد بقول ابن خلدون رسول اللہ صلعم نے یہہ سنکر

جلاوطن نبی مکہ مین داخل ہوا

اعلان

سعد ابن عبادہ کی علمداری اور حضرت عثمان

سعد ابن عبادہ کی علمداری اور حضرت عثمان

رایت سعد ابن عبادہ کے ہاتہہ سے لیکر علی ابن ابی طالب کو مرحمت فرمایا" اور بقول حیات القلوب و مناہج "نرمی سے داخل ہونے کا حکم دیا"

خانہ کعبہ اور علی

رسول خانہ کعبہ مین داخل ہوئے اسکے بعد صاحب مناہج النبوۃ نے یا ملا جامی نے شواہد النبوۃ مین جو واقعہ بیان کیا ہی اُسے فیضی کی حیرت مین کہنا ہی "زہے نقش پائے کہ بر دوش احمد ز مہر نبوت مقدم نشیند"۔ ایک خطبہ مین بقول

مکہ مین خونریزی کی ممانعت

ابن خلدون رسول نے یہہ بھی فرمایا کہ "کسی شخص کیلئے جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان لائے یہہ جائز نہین ہے کہ وہ اسمین (مکہ) خون ریزی کرے اور نہ اسمین کوئی سرسبز درخت کو کاٹے" وہ قریش جنہون نے رسول کو ناقابل برداشت اذیتین دی تہین اب رسول اُن سے سوال کر رہے تھے کہ "اے گروہ قریش کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم تمہارے ساتھہ کیا کرنیوالے ہین" قریش نے کہا بھلائی۔ بھائی کریم اور بھائی کریم کے بیٹے ہو۔ رسول اللہ صلعم نے کہا بیشک مین کہتا ہون جو کہا تہا یوسف نے اپنے بھائیون سے تمپر کوئی برائی نہین ہے آج کے دن جاؤ تم سب لوگ آزاد ہو۔ اسکے بعد بقول مناہج "معاویہ ابو سفیان کا بیٹا بھی اس فتح مکہ مین مسلمان ہوا اور مولفۃ القلوب مین ہے"

اسکے بعد آفتاب رسالت کوہ صفا پر چمک رہا تہا قبائل جوق جوق بیعت کے لیئے آرہے تھے اور خدا کے دین مین لوگ فوج فوج داخل ہو رہے تھے۔

حضرت عثمان کی دوسری سفارش

عبد اللہ ابن سعد ابن ابی سرح عثمان ابن عفان کا برادر رضاعی جو مرتد ہو گیا تہا پناہ لینے انہین کے گھر آیا۔ اسکے واجب القتل ہونے کا اعلان کیا جا چکا تہا۔ عثمان اسے بیعت اور معاف کرانے رسول کے پاس لائے رسول نے انکی التجا کا بقول مناہج تین مرتبہ کوئی جواب نہ دیا اور جب یہہ اُٹھکر باہر چلے گئے تو رسول نے اصحاب سے فرمایا کہ تمنے اس مرتد کو قتل کیون نہ کیا۔ صحاب نے کہا کہ نبی خدا نے کوئی اشارہ نہین فرمایا کہا کہ انبیا اشارہ نہین کرتے۔ مدبر واقدی نے واقعات بیان کیئے ہین لیکن حضرت عثمان کا نام لینے سے احتیاط کی ہے۔ ناظر آیندہ دیکھے گا کہ ابن ابی سرح ابن عفان کیلئے کام کا آدمی ثابت ہوا۔ ابن ابی سرح کو نہ صرف یہہ غرہ تہا کہ مین جو چاہتا ہون لکھہ دیتا ہون بلکہ اپنے اوپر وحی نازل ہونے کا دعوی بھی تہا۔

انصار اور رسول

اسکے بعد جیسا سید امیر علی صاحب فرماتے ہین کہ "فتح کیوقت کوئی داخلہ کسی مفتوحہ شہر مین ایسا با امن نہین ہوا" انصار نے جو اس امید مین تھے کہ رسول قریش سے انتقام لینگے جب دیکہا کہ رسول نے اپنے پرانے دشمنون کے ساتھ خلاف امید رعایت کی تو وہ سمجھے کہ اب رسول مدینہ کو ترک کرکے پھر مکہ مین اقامت فرمائینگے حضرت کو جب انکے خیالات معلوم ہوئے تو اُن سے فرمایا کہ "مینے ہجرت کی تمہاری طرف حیات میری تمہارے ساتھہ ہے اور موت میری

تمہارے درمیان ہو گی پس انصار رونے لگے اور بولے واللہ یارسول اللہ یہہ بات بدگمانی کی جہت سے نہ تھی بلکہ کمال محبت اور دلبستگی سے آپ کی جناب مین ہمنے یہہ باتین کین کہ آپ اورون کیواسطے ہون اور ہم کو چہوڑ دیوین۔"

غزوہ حنین ۸ھ

۸ھ کا ایک دوسرا واقعہ جسمین لشکر اسلام کو اُحد کی مصیبت کا سامنا ہوا اور جسمین بنی ہاشم نے اپنی تہجاعت اور استقلال سے رسول کی حفاظت کی اور اسلام کا وقار قایم رکہا غزوہ حنین تہا۔ ابوالفدا کے موافق مسلمان دشمنون کے اچانک حملہ سے اسطرح متفرق ہو گئے کہ انہین ایک دوسرے کی خبر نہ تھی۔ تاریخ الاسلام ورد وصفا لمصنفہ کے نزدیک اسوقت صرف یہہ لوگ تھے جناب امیر عباس۔ ابوسفیان بن حارث ابن عم رسول جعفر ربیعہ قثم اور فضل ابن عباس۔ اسامہ ابن زید اور اسکی مان کا بھائی تہا۔ صاحب مناہج نے انکے علاوہ لکھا ہے کہ زبیر ابن زبیر بن عبدالمطلب اور عقیل بن ابوطالب اور کئی شخص اور بھی جو اہلبیت ہی سے تھے" اسکے بعد لکھتا ہے "اور ابوبکر صدیق اور عمر خطاب اور مسعود بھی درمیان اُنہون کے تھے بعض اُنہون کے مُنہ کیطرف اور بعضے یمین شمال یہہ تفسیر ان تین صاحبون کی ہی جو آخر سب کے نام لے گئے اور تعجب تو یہہ ہی کہ شیخین جو اول ہین سبکے بعد انکے نام اس جنگ مین لکھے گئے"۔ صاحب قرۃ العیون نے بجز حضرت ابوبکر اور عمر کے سب کے نام دیئے

مشکل وقت کے جانباز

ہین۔ اس مین جبکہ کوئی بہادر آگے آگے شمشیر زنی کرتا تہا کوئی رکاب اور کوئی جناب رسالت مآب کے مرکب کی لگام تھامے تہا عباس کو جو بہت ہی بلند اور قوی آواز تھے حکم دیا گیا کہ اصحاب کو یہہ کہکر آواز دو کہ یا اصحاب شمرہ یا اصحاب سورہ البقر خود رسول فرمارہے تھے کہ "انا النبی لاکذب انا ابن عبدالمطلب" عباس کی صدا پر سوا انصار لبیک لبیک کہتے ہوئے آئے تنور جنگ گرم ہوا۔ دشمن بھاگا۔ اور اس جنگ مین جسقدر مال غنیمت حاصل ہوا کبھی اسقدر نہ ملا تہا۔ مجھے یقین ہے کہ تقسیم کے وقت نہ صرف اُسقدر لوگ ہون گے جو روانگی کے وقت تھے بلکہ یہہ بھی چاہا ہو گا کہ حضرت رسول اگر اپنے وفور سخاوت سے اپنا حصہ بھی ہمین بخشدین تو نیچی نگاہ کر کے لے لین۔ اس جنگ مین یہہ واضح اعلان کیا گیا کہ لڑکے بچے اور اجیر نہ قتل کیئے جائین۔

بڑی غنیمت

بچے اور اجیرون کے قتل کی ممانعت

علی کا مشن اور راز کی باتین

کفار کا ایک گروہ طایف کیطرف بھاگا صاحب قرۃ العیون کے لفظون مین: "ایام محاصرہ مین طائف کے علی مرتضے کرم اللہ وجہہ کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف مین اس دیار کے واسطے صفائی مشرکین کے بھیجا اُنہون نے جا کر خوب جدال وقتال کی اور ہوازن اور ثقیف کے اطراف کے بتون کو توڑا اور سب آثار

اور دیار مشرکین بے دین کے خراب و رتباہ کیئے اور پھر حضرت کی خدمت فیضدرجت مین اکر حاضر ہوئے جب آپکی نظر برکت اثر حضرت علی کے چہرہ سعادت بہرہ پر پڑی تو آپ نے تکبیر کہی اور اُنسے خلوت کی اور خفیہ کچھہ اُنسے باتین کین جب بہت دیر ہوئی تب صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کہا کہ آج عجب راز و درازآپ نے اپنے چچا کے بیٹے سے کہا کہ اسطرح آپ اوروں سے نہین کہتے آپ نے فرمایا ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ" (یعنے خود سے اُس سے راز نہین کہا لیکن خدا نے ایسا کرنے کا مجھے حکم دیا) مظاہر حق ترجمہ مشکوۃ المصابیح مین بھی یہی ہے بعض کے نزدیک اظہار عجب کرنیوالے حضرت عمر تھے اور رسول کا جواب سنکر فرمایا تہا کہ "مجھے خوف ہے کہ یہہ اعتراض مثل حدیبیہ کے نہو" یہہ الفاظ کہ "اسطرح آپ اوروں سے نہین کہتے" وہ کسی نے کیون نہ کہے ہون صاف ظاہر کرتے ہین کہ رسول کے رازدار بہت سے نہ تھے بلکہ خود حضرت عمر اپنی لنسبت اُن مورخین کے اس حُسن ظن کی تردید کرتے ہین کہ وہ وزیر اور صلاح کار تھے جب ابوسفیان فتح مکہ کے زمانہ مین عباس کے ساتھہ آتا ہے اور حضرت عمر سے خواہش سفارش پر بقول ابن خلدون آپ فرماتے ہین کہ "اگر مجھکو یہہ معلوم ہوگیا ہوتا کہ رسول اللہ صلعم کا کیا قصد ہے تو مین تجھسے آج نپٹ لیتا.... ابوسفیان اس کلام کو سُنکر چپکا علی ابن ابی طالب کے پاس چلا آیا.... علی نے کہا مین اس بابت رسول اللہ صلعم سے کچھہ گفتگو نہین کرسکتا"

جسوقت جناب رسالت مآب طائف کے بعد مقام جعرانہ مین پہونچے جہان حُنین کی غنیمت رکھی تھی اور آپنے مولفۃ القلوب کو زیادہ حصہ دیا تو انصار نے جو مصلحت نہ سمجھے تھے شکوہ کیا بعض نے اُنمین سے یہہ بھی کہا کہ رسول تمام

انصار اور رسول کا خطبہ

قبائل کو جنہون نے راہ خدا مین کوئی محنت نہین اُٹھائی انعام دیتے ہین اور ہمین محروم کیا ہے جنکی تلوارون سے ابھی کفار کا خون خشک نہین ہوا۔ رسول کو معلوم ہوا اور پوچھنے پر لوگون نے جواب دیا کہ ہمارے اکابرین نے ایسا نہین کہا لیکن نوجوانون کے ہم ضامن نہین۔ اسکے بعد نبی خدا نے جو خطبہ فرمایا وہ بہت اثر خیز تہا جسکے بعض فقرات درج کیئے جاتے ہین فرمایا "آیا مینے تمکو گمراہ نہین پایا۔ خدا نے میرے سبب سے تمہین ہدایت بخشی جب مین تم مین آیا تو تم ایک دوسرے کے دشمن تھے خدا نے تمہین محبت عطا کی۔ اور تمہارے مال اور اولاد مین برکت دی کیون مجھے اسکا جواب نہین دیتے" انصار نے جواب دیا کہ یارسول اللہ ہمارے مان باپ آپ پر فدا ہون ہم کیا جواب دین بیشک آپ کا ہمپر احسان ہے یہہ سُنکر آنحضرت نے پھر فرمانا شروع کیا کہ اگر تم چاہو تو کہو کہ تم سچ کہوگے اور اُسکی تصدیق کیجائیگی کہ تو ہماری طرف آیا درانحالیکہ قوم نے تیری تکذیب کی اور ہم تیری تصدیق کرتے تھے اور کوئی تجھے نصرت نہین دیتا تہا اور ہمنے تیری مدد کی۔ تو اپنے وطن سے باہر نکالا ہوا تہا ہمنے تجھے جگہ دی تو فقیر اور درویش تہا ہمنے تیری خدمت کی تو خائف تہا ہمنے

بیخوف کیا حضرت سے یہہ شکوہ ان فقرات سنکر انصار بولے کہ احسان خدا اور اسکے رسول کا ہے اگر آپ کا وجود ہم مین نہ ہوتا تو ہم مین اور دوسرون مین کوئی فرق نہ ہوتا ہم آپکی وجہ سے معزز اور سرفراز ہوئے ہماری خوبیان آپکے سبب سے ہین ہم راضی ہین خدا سے اور اسکے رسول سے ہماری نظر آپکی متابعت پر ہے متاع دنیا پر نہین ہے۔ یہہ کہتے جاتے تھے اور کہن سال سرداران قوم روتے جاتے تھے"۔ اسکے بعد رسول نے انہین بھی عطا فرمایا اور اپنی مصلحت ظاہر کی کہ تازہ اسلام یا جنہین کے دلمین عطایا سے رسوخ اسلام اور محبت پیدا کیجاتی تھی۔ اور فرمایا "اے گروہ انصار کیا تم اسپر راضی نہین ہو کہ لوگ اونٹ اور بکریون کے ساتھہ اپنے گھرون کو پھرین اور تم خدا اور رسول کے ساتھہ اپنے گھرون کو واپس جاؤ تم غصہ کرتے ہو کہ مین مولفۃ القلوب کو مال دیتا ہون اور تمکو تمہارے ایمان پر چھوڑتا ہون اور تمہارے کمال اخلاص پر اعتماد کرتا ہون اگر لوگ کسی وادی اور شعب مین چلین مین انصار کی وادی اور شعب کیطرف چلونگا۔ لوگ دثار (بیرونی پوشاک) ہین اور انصار میرے شعار (اندرونی پوشاک) ہین۔ مین حیات اور ممات مین تمہارے ساتھہ ہون"۔ اسکے بعد رسول نے بحرین کو انصار سے مخصوص کرکے انکے نام وثیقہ لکھا۔ انصار روتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ کے بعد ہمین اسکی احتیاج نہین وہ دن نہ ہو جسمین آپ نہ ہون۔

اس زمانہ مین یا اسکے کچھہ قبل رسول نے خالد ابن ولید کو جو اب یہہ سوچ سمجھکر کہ قریش کی شوکت اور قوت تمام ہوگئی مسلمان ہوگیا تھا بنی خزیمہ کیطرف ایک گشتی جماعت کے ساتھہ روانہ کیا۔ خالد دعوت اسلام کے لیئے بھیجے گئے تھے قتال کا حکم نہ تھا۔ بدنصیبی سے کسی زمانہ مین خزیمہ نے خالد کے چچا الفاس یا فاکہ کو قتل کیا تھا بنی خزیمہ یہہ سنکر کہ خالد آیا ہے احتیاطاً مسلح آئے اور بقول قرۃ العیون جب خالد نے پوچھا کہ "تم کون لوگ ہو" انہون نے کہا ہم مسلمان ہین کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی شریعت اور انکے دین پر ایمان لائے ہین اور نماز پڑھتے ہین اور ہمنے مسجد بنائی ہے اسمین اذان و اقامت کہتے ہین اور جمعہ و جماعت ادا کرتے ہین" خالد نے مسلح آنے کیوجہ پوچھی انہون نے کہا کہ ہمین ایک جماعت عرب سے بوجہ عداوت کے خوف تھا۔ خالد نے ہتھیار رکھنے کو کہا انہون نے حکم کی تعمیل کی اب خالد نے انہین بقول مناہج و قرۃ العیون وغیرہ بیگناہ قتل کرنا شروع کیا یہان تک کہ سو آدمی قتل ہوئے صرف بنو سلیم نے قتل کیا تھا مہاجر و انصار نے اپنے اسیرونکو قتل نہ کیا کسی نے جاکر رسول کو خبر دی حضرت یہہ سنکر غصہ ہوئے اور رو دیا تین مرتبہ کہا اللھم انی ابرا الیک مما صنع خالد (خداوندا مین بیزار ہون اس سے جو کچھہ خالد نے کیا) اسکے بعد عام مورخین کے موافق رسول نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو روانہ فرمایا اور دیت کا روپیہ دیا۔ جناب امیر نے روپیہ تقسیم کیا (خالد کی غلطی اور رسول کی برات کی کا تذکرہ کیا اور غالباً خالد کی کافی چشم نمائی کی جسے مورخین نے اسلیئے نہین لکھا کہ

خالد کا جوش انتقام اسلام نے فرو نہین کیا

علی نقصان کی تلافی کے لیئے بھیجے گئے

آیندہ خالد کو ایسا ہی کچھہ پھر کرکے سیف اللہ ہو جانا تھا) اور جو کچھہ بچ رہا تھا وہ بھی مزید تالیف کے لیئے تقسیم کردیا سید امیر علی صاحب کے لفظون مین جیسا وہ اپنی تاریخ الاسلام مین فرماتے ہین کہ: "حضرت علی کے اخلاق وجود و سخا سے ہر شخص کا دل خوش ہوا اور سب نے انکو دعای خیر دی اور جب حضرت علی وہان سے پھر کر رسول اللہ کی خدمت مین حاضر ہوئے تو آنحضرت نے بھی نہایت مدح وثنا کی اور بہت شکریہ ادا کیا" اسکے بعد بقول منا ہج حضرت ایک مدت تک خالد پر بر سر غضب تھے.. حضرت بعضے (م) اصحاب کی شفاعت کے وسیلہ سے خالد سے درگذرے"

عمر عاص اور اسلام

مین یہہ کہنا بھی فراموش نہ کرونگا کہ فتح مکہ کے بعد عمر ابن عاص مسلمان نہین ہوگئے بلکہ انہون نے بادشاہ حبش کے پاس سکونت کا ارادہ کیا اس خیال سے کہ اگر قوم غالب ہوئی تو آجائینگے نہین تو محفوظ رہینگے. نجاشی نے بھی انکا خیر مقدم اچھا نہ کیا اب اسکے بعد سوچنا آسان ہی کہ یہہ بے خانمان ہوکر جو کچھہ سوچے اور کیا وہ خود کس حد تک انکے مفید تھا. انکے دلچسپ واقعات ابھی تاریخ اسلام مین بہت سے ملینگے جسکا دوامی اثر ہوا کس حیثیت کا اسے ناظر خود بے سمجھے گا. یہہ سوچنا بعض نتایج پر پہونچنے مین مفید ہو گا کہ یہہ کس کے کس کے مددگار رہے.

غزوہ موتہ ۸ھ

۸ھ مین ایک واقعہ ہوا جو خصوصاً اسلیئے قابل ذکر ہے کہ اسمین اسلام کا ایک ذی فہم واعظ اور اخلاق کا اخلاقی انداز سے پابند بزرگ کم ہو گیا. یہہ بنی ہاشم کے ممتاز شہدا کا تیسرا تھا میری غرض سریہ موتہ ہی سے ہے جسمین اسلام کے علم کے ایک ممتاز حافظ حضرت جعفر ابن ابی طالب تھے انکے متعلق جناب رسالت مآب کا یہہ فرمانا انکے لیئے بہت کچھہ کہتا ہی جب یہہ غزوہ خیبر کے بعد رسول کے پاس ہجرت حبشہ سے واپس آگئے کہ مجھے نہین معلوم کہ مین خیبر کی فتح سے زیادہ مسرور ہون یا جعفر کی واپسی پر. انہین کے متعلق بقول مناہج فرمایا تھا

حضرت جعفر ابن ابی طالب کی آمد پر فتح خیبر سے زیادہ خوشی کی پیشنگوئی

کہ شبیہ بت خلقی و خلقی ایشکر اسلام کے تین ہزار سپاہیون کو ہرقل کے دو لاکھہ سپاہیون کا سامنا تھا پھر بھی بہادر زید ابن حارثہ اسطرح لڑا جیسا ایک سرفروش راہ خدا کو لڑنا چاہیئے تھا. یہہ تھا کہ گھر گئے اور شہید ہوگئے انکے بعد حضرت جعفر نے بقول ابن خلدون دوڑ کر رایت اسلام کو سنبھالا اور لڑنے لگے تا آنکہ انکا گھوڑا زخمی ہوکر گر پڑا اور یہہ پاپیادہ لڑنے لگے. دشمنان اسلام نے چہار طرف سے انپر وار شروع کر دیئے جب انکا داہنا ہاتھہ کٹکر گرا تو انہون نے رایت اسلام کو بائین ہاتھہ مین لیا" یہہ بھی انکے جسم پر باقی نہ رہا اور ابو طالب کا فرزند اسے بازوؤن کے سہارے سنبھالے رہا یہان تک کہ دشمن نے کمر پر وار کیا اور یہہ شیر دل بقول بچاس بھولے ستر اور بقول نوے زخم کھا کر اسلام پر نثار ہو گیا۔

زید ابن حارثہ کی شہادت

حضرت جعفر کی شجاعت اور شہادت

وہی منظر جو فاطمہ بنت حمزہ کیوجہ سے ہوا۔

اسما بنت عمیس زوجہ حضرت جعفر ابن ابی طالب کہتی ہین کہ جب جعفر کی شہادت کی خبر حضرت کو پہونچی تو میرے گھر مین تشریف لائے اور دریافت کیا کہ جعفر کے لڑکے کہان ہین میرے پاس لاؤ مین لڑکون کو حضور مین لیگئی حضرت نے گود مین لیا چوما اور سونگھا اور آنکھون مین آنسو بھر لائے مین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ گویا جعفر کی سنائی دی ہے فرمایا ہان وہ شہید ہوئے۔ اسکے بعد چشم پر آب اُٹھے اور حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے یہان بھی حضرت زہرا کو یا عماہ یا عماہ کہکر روتے سنا فرمایا چاہیئے کہ جعفر کے ایسے شخص پر رونے والی روئے حضور اقدس نبوی نے جعفر کے گھر کھانا بھیجانے کا بھی حکم فرمایا۔

(مناہج)

رسول نے کھانا بھیجوایا

۹ھ مین جناب رسالت مآب نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو قبیلہ طے کے مشہور بتخانہ فلس کیطرف بھیجا۔ اس سریہ مین مشہور حاتم طائی کی بیٹی اور عدی بن حاتم کی بہن لشکر اسلام کے قبضہ مین آئی۔ اولاد حاتم پر دار الحرب کا اصول تقسیم غنیمت موثر نہ کیا گیا بلکہ اُسے مدینہ کے ایک گھر مین محفوظ رکھا۔ رسول نے آزاد کیا اور عدی بن حاتم شام سے آکر مسلمان ہوا۔ آیندہ زمانہ مین دیکھا جائیگا کہ عدی بن حاتم یا اُسکا فرزند محمد بن عدی علی کے خالص جان نثارون مین تھا اسکی ابتدائی وجہ بجز اسکے اور کچھ نہین ہوسکتی کہ اس شریف قوم پر احسان اور حفظ عزت نے اثر کیا تھا۔ عدی بڑا شکاری تھا اور مولوی عبد الحق صاحب مناہج مین فرماتے ہین کہ ”حضرت کو اُسپر عنایت بہت تھی یہان تک کہ جب عدی واسطے شکار کے سوار ہوتا تو حضرت اُسکے ساتھہ وادی عقیق تک مشایعت فرماتے“

عدی بن حاتم کا اسلام اپنی بہن کے ساتھہ اچھے برتاؤ کو دیکھکر

رسول عدی کا احترام کرتے تھے۔

مین ایک واقعہ اور اسلیئے بیان کرتا ہون کہ آیندہ بعض کے میلان طبیعت کی نکتہ چینی کیجا سکے۔ واقعہ یہہ تھا کہ رسول کو بنی قضاعہ کے مدینہ پر شبخون مارنے کی خبر پہونچی۔ رسول نے ابن عاص کو انکی طرف روانہ کیا انہون نے اپنی قلت اور دشمن کی کثرت دیکھکر مدد طلب کی اور ابرسول نے ابو عبیدہ کی ماتحتی مین ایک جماعت مسلمین کو جسمین ابن ابو قحافہ اور ابن الخطاب بھی تھے روانہ کیا۔ نماز کا وقت تھا مسئلہ یہہ تھا کہ امیر سابق پیشنمازی کرے یا امیر لاحق۔ عمر عاص دونون کا امام بننا چاہتا تھا اور ابو عبیدہ اسپر تصفیہ کر رہے تھے کہ تم اپنی جماعت کے امیر ہو اور ہم اپنی جماعت کے معلوم ہوتا ہے کہ ابو عبیدہ دب گئے اور ابن عاص بازی لیگیا لیکن قصہ یہین ختم نہین ہوگیا بلکہ بقول قرۃ العیون و مناہج یہہ بھی ہوا کہ حضرت عمر فاروق نے اسمین (آگ جلانے یا نہ جلانے مین) انسے بہت گفتگو کی اور سخت کلام کئے عمر عاص نے کہا کہ تم مامور ہوئے ہو کہ میری بات سنو اور میرا حکم مانو حضرت فاروق اعظم نے کہا کہ ہان ہم مامور ہین انہون نے کہا تو پھر مامور بنے رہو“

عمر عاص و ابو عبیدہ مین امامت نماز کا جھگڑا۔

عمر عاص اور عمر ابن الخطاب

سر پر عصابہ باندھنا دشمنوں پر پیش آنیکا اشارہ تہا۔

روضۃ الصفا و حیات القلوب کو اسکے علاوہ کچھ کہنا ہے اور وہ یہہ ہے کہ ابن عاص ۔ انکے بعد ابن خطاب اور پھر
ابن ابی قحافہ کو شکست ہوئی اور اب رسول نے علی کو بھیجا اور علی اپنی محتاط فوجی نقل و حرکت سے دشمن کے
سر پر پہونچ گئے ۔ صاحب حیات القلوب کو اسقدر اور کہنا ہے کہ سخت لڑائیوں میں جناب امیر علیہ السلام سر پر
ایک عصابہ باندھ لیتے تھے ۔ جب جناب امیر علیہ السلام نے عصابہ طلب کیا تو بتول عذرا آنکھوں میں آنسو بھر لائیں
لیکن فرض کا ادا کرنا پہلے تھا علی عصابہ باندھے ۔ کاندھے پر بردیمانی ڈالے نیزہ خطی ہاتھ میں لیئے اپنے
سرخ گھوڑے کو مہمیز کرتے ہوئے روانہ ہوگئے ۔

فرض حسینی فاطمہ کے آنسو نہ ٹال سکے نہ آنسو فرض کے ٹالنے کیلئے تھے

موخر الذکر مورخین کے موافق اسی جنگ کی صبح کو سورہ والعادیات رسول نے تلاوت فرمایا ۔ یہہ کہنا بیکار ہے
کہ علی کو فتح ہوئی رسول نے اصحاب کو استقبال کیلئے بھیجا اور خود آگے آگے تشریف لیچلے علی کو گھوڑے سے
اترنے نہ دیا اور فرمایا "اگر مجھے خوف نہ ہوتا ہے امت سے کہ جو کچھ مسیح ابن مریم کے لیئے کہا جاتا ہے ایسا ہی کچھ وہ
تیری شان میں بھی کہیگی تو میں تیرے لیئے کچھ کہتا کہ تو جسطرف سے گذرتا لوگ تیرے قدم کی خاک اٹھا لیتے" سیرۃ الائمہ
روضۃ الصفا وغیرہ کے علاوہ مشابہت عیسے کی حدیث علامہ جلال الدین سیوطی نے البزار ، ابو یعلی اور الحاکم سے
نقل کی ہے مشکل سے میں سوچ سکتا ہوں کہ جو کچھ جناب رسالتمآب فرمانا چاہتے تھے وہ نہیں فرمایا بلکہ اسطرح فرمایا
جس سے زیادہ پر قوت انداز سے کہنا مشکل تھا ۔

علی کا استقبال اور ایک حدیث

غزوہ تبوک سنہ ۹ ھ اور بعض خصوصیات

سنہ ۹ ھ کا ایک نہایت مخصوص واقعہ غزوہ تبوک ہے اسکے وہ مخصوص نکات جسے ہم لکھنا چاہتے ہیں یہہ ہیں
کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہہ اصول تھا کہ کسی جنگ کے لیئے کہیں نہ تشریف لیجائیں لیکن کبھی اپنا ارادہ ظاہر
نہیں فرماتے تھے لیکن اس غزوہ کی روانگی کے قبل ظاہر فرما دیا دوسرا امر یہہ تھا کہ اس غزوہ کیلئے سرحد شام تک جانا
تھا اور درمیان میں بہت سی تکلیفیں تھیں تیسری بات یہہ تھی کہ بنی اسد ، غطفان اور رفقای عامر بن طفیل اور ابن
ابی سلول انمیں سے کچھ عذر کرکے بیٹھ گئے اور کچھ راستہ سے پلٹ آئے اور وہ قابل ذکر بات یہہ تھی کہ اس مرتبہ
جناب امیر کو بجاے اسکے کہ ہر غزوہ کیطرح پشت و پناہ لشکر رکھتے مدینہ میں اپنا قایمقام چھوڑا ۔ یہہ واقعہ ہے
کہ جب حضرت رسالتمآب اور جناب امیر غزوات کے لیئے باہر جاتے تھے تو مدینہ کی حفاظت کیلئے کوئی شخص
ذمہ دار بنایا جاتا تھا لیکن یہہ مقام بھی تبوک کی مثال سے صاف ہوگیا کہ اگر مصلحت اسکی مقتضی تھی کہ جناب
امیر ہمراہ نہ رکھے جائیں تو مدینہ میں وہ اور کسی حیثیت سے بجز قایمقام کے نہ چھوڑے جاسکتے تھے جسطرح غزوات
میں کسی کے ماتحت نہ بنائے جاسکتے تھے ۔ اسلیئے کسی کا یہہ کہنا کہ علی کا خلیفہ چھوڑنا اس لحاظ سے کہ

[illegible] وجوہ عہد میں علی کسی کے ماتحت نہیں رکھے گئے

رسول نے اور دوا قع پر دوسرے لوگون کو خلیفہ چھوڑا تھا کوئی وزن نہین رکھتا بلکہ ایک صریح مغالطہ ہی اسلئے کہ ہم تو یہہ کہہ رہے
ہین کہ کوئی ایسا کام جو فوجی ہو یا ملکی اور وہ ایسی اہمیت رکھتا ہو کہ اُسے جناب رسالتمآب ہی کو ادا کرنا ہو تو ایسے موقع پر کوئی
رسول کے نزدیک بجز علی کے اپنکو اعتبار کا شایان نہین ٹھہرتا تھا مساوات منزلت تو اسوقت ہوتی جب علی اور کسی کے
ہوتے ہوئے ایک مرتبہ یہہ اور ایک مرتبہ وہ ہوتا بلکہ ہم یہہ کہہ رہے ہین کہ علی کے ہونے کے معنے دوسرے کا نہ ہونا تہا
علی اور رسول کی ناموجودگی مین کسی کا ہونا رفع ضرورت تھی اور علی کے ہوتے ہوئے دوسرے کا نہ ہونا علی کی
قدر و منزلت۔

رسول و علی مین موسی اور ہارون کی مناسبت کا اشارہ

غزوہ تبوک کی امر مستند بین الفریقین حدیث اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ لانبی بعدی پر
باوجود مستند ہونیکے دفتر کے دفتر سیاہ کئے گئے ہین۔ کوئی صاحب قرۃ العیون کا ایسا مؤلف ان الفاظ کو رد کر نہین
سکتا کہ یہہ حدیث دلیل اہل سنت کی ہی ہیچ ثابت کرنے فضیلت حضرت امیر رضی اللہ عنہ اور صحت امامت
اُنکی کے اپنے وقت مین اسواسطے کہ اس حدیث سے استحقاق حضرت امیر کا واسطے امامت کے مستفاد ہوتا ہی" سوال کیا جا سکتا
ہی کہ جب یہہ حدیث رسول کی حیات مین اور پھر ایک زمانہ کے بعد کسی خاص وقت کیلئے جناب امیر کیلئے بمنزلہ سفارش اور
فضیلت کے ہو سکتی ہی تو متصلاً رسول کے بعد کیون نہین ہو سکتی ؟

ولیعہدی کے متعلق

اگر کسی بادشاہ کا ولیعہد مر جائے اور اس صورت مین وہ بادشاہ کے بعد قایمقام نہ ہو سکے تاہم عامہ ناس یہی سمجھتے ہین کہ
اگر وہ زندہ رہتا تو قایمقام ہوتا۔ موت نے اس واقعہ کو کہ وہ ولیعہد تہا فنا یا نیست نہین کر دیا اگرچہ شخص فنا ہو گیا
اعلان وصایت ہارون اور علی مین عام تہا ہارون رحلت کر گئے علی زندہ رہے اور اسلئے ولیعہد کرنیوالے کی خواہش
کے موافق انہین خلیفہ ہونا چاہئیے تہا۔ دوسری بات جو اس ضرورت کیلئے توریت پڑہنے والون نے عمداً یا سہواً

ہارون کا توریت مین موقع

فروگذاشت کی ہی وہ یہہ ہی کہ ہارون کی کہانت کیلئے مقدس کئے جانے کیوقت خدا نے اُنکے لئے جو رعایتین اور حقوق
مقرر کئے وہ دیگر بنی اسرائیل کیلئے نہ تھے بنی اسرائیل اولاد ہارون کی موجودگی مین کسی دوسرے کو اپنے رسومات
مذہبی کا پیشوا نہین سمجھتے تھے اور بیت المقدس کی کہانت یا ریاست روحانی اولاد ہارون مین تھی۔ برخلاف
مسلمانون کے جنہون نے ایک خاص وقت اور اسکے اثر سے اپنا یہہ اصول قرار دے لیا کہ جو بادشاہ ہی وہی
پیشوائے روحانی بھی ہی وہ کوئی اور کیسا ہی کیون نہ ہو ہر مورخ اسے مانتا ہی کہ رسول نے پہلے علی کو اپنا قایمقام کیا
اسکے بعد جناب امیر کے ہمراہ نہ جانیکے اظہار تاسف پر یا منافقین کے اس کہنے پر کہ "اسلئے یہان چھوڑ گئے کہ کچھ
کدورت خاطر مبارک مین ہوگئے تھے" فرمایا کہ "ایسا کہنے والے جھوٹے ہین" "کیا تو اسپر راضی نہین ہی کہ تیری نسبت

فرق

مجھسے وہ ہو جو ہارون کو موسی سے تھی صرف فرق یہہ ہی کہ میرے بعد کوئی نبی نہوگا" اس سے ظاہر ہوگا کہ اگر علی کا پیچھے چھوڑ جانا محض اہل وعیال کی حفاظت تھی تو موسی اور ہارون کی مثال کے کوئی معنے نہیں ہین بلکہ موسی اور ہارون کی مثال اسلیئے ہی کہ جسطرح حضرت موسی نے اپنے زمانہ غیبت مین قوم کے خیالات کا محافظ اور رہنما اپنے اعتبار کے ایک آدمی کو چھوڑا تہا اسیطرح جناب رسالتمآب نے اسسے اس سے زیادہ سخت اتفاقات میں جو کاموں کو سامنا تھا اپنا قایمقام چھوڑا تھا جو رسول کے اعتبار کے متعلق رازگوئی کا طنز سب سے زیادہ واضح اور زبردست دلیل ہے مشکل سے وہ شخص منصب نبوت کے خطاب سے ممتاز کیا جاسکتا ہو جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت کیلئے تو محافظ چھوڑے اور قوم کی حفاظت کا کسی کو ذمہ دار نہ بنائے لیکن یہہ عجب حیرت انگیز ہے ہمارا نہیں ہوگی نبی نے کیسی قوم کا مستند ذمہ دار نہیں چھوڑا۔ بلکہ واقعہ تبوک آگیا ان کے قول کی نفی ہے جو یہہ کہتے ہین کہ رسول نے اپنے بعد کوئی قایمقام نہیں چھوڑا جب سرور عالم تبوک کے زمانہ غیبت مین اپنا قایمقام چھوڑ سکتے تھے تو اپنے بعد انہوں نے بمراتب زیادہ اسکا لحاظ کیا ہوگا۔ کہ امت کا کوئی محافظ چھوڑین۔ ایسے قایمقام کا انتخاب رسول کا فرض تہا نہ کہ بھیڑ یا دہسان خلقت کا۔

مناسبت کا نقطہ صحیح

تبوک کی وقتی قایمقامی سے رسول کے بعد کی قایمقامی کا استنباط

اُن مورخین کو جو اسپر مصر ہین کہ تبوک کی قایمقامی مین موسی و ہارون کی حدیث کا فرمایا جانا آیندہ پر کوئی اثر نہین رکھتا مین روضۃ الاحباب کی یہہ حدیث یاد دلاؤنگا کہ "علی خلیفتی علیکم فی حیاتی وفی مماتی فمن عصاہ فقد عصانی" ام المومنین ام سلمہ ام المومنین عایشہ کو یاد دلاتی ہین اور وہ تصدیق کرتی ہین جسمین معیار۔ اور ممات کا قصہ طے ہوجاتا ہی لیکن شاید یہہ حدیث بھی بحث کے موقع پر اسلیئے قبول نکیجائے کہ یہہ اسکے زبانی ہی جسنے نہ صرف حضرت عایشہ کی سپہ سالاری مین شرکت نکی بلکہ اس پارٹی مین بھی نہ تہین جنکی ایک فرد حضرت عایشہ تہین۔ مزید تائید کیلیئے صواعق محرقہ سے یہہ حدیث نقل کرتا ہون کہ "ما تریدون من علی ان علیا منی وانا منہ وہو ولی کل مومن بعدی" (چہ میخواہید از علی سہ نوبت تکرار این نقط کردہ گفت بدرستیکہ علی از من ومن از وے ام واو ولی ہر مومن است بعد از من) یہہ تمام باتین ایسی ہین مطلق شبہ کی گنجایش نہین رکہتین کہ وصایت یا خلافت یا امامت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے لیئے جناب رسالتمآب نے حجی اعلان فرمایا اور سب کی تصدیق حجۃ الوداع مین کی مورخین کا یہہ کہنا کہ اس سے مقصود امامت تھی نہ اپنے وقت مین ہا اسلیئے ہی کہ کچہہ وقت دوسرون نے اپنا کرلیا تہا۔ ورنہ مورخین نے اور لحاظ کے ساتھہ رسول کے اس فرمانے کے معیار سے بھی انکے وقت پر غور نہین کیا۔ رسول کی قایمقامی وہ کرتا ہی جو رسول سے ہین

ایک حدیث جو وقتی یا غیر وقتی وصایت کا تصفیہ کرتی ہے

ہو "کلمت کہ رسول نے اپنے زمانہ میں ہر مفید موقع پر بھی سمجھایا۔ اور خود یہ اصول اس قدر فطری تھا
کہ سہیل ابن عمر نے اسکی خواہش کی

رسول کو ہلاک کرنیکا ارادہ۔

جو کچھ غزوہ تبوک کے متعلق تھے اور کہنا ہے وہ یہ ہے کہ جناب رسالتمآب کی واپسی کیوقت کچھ لوگوں نے آنحضرت کے
ہلاک کرنیکا قصد کیا۔ یہ واقعہ عقبہ کے نام سے مشہور ہے مورخین کو اس واقعہ کے زمانہ کے متعلق تھوڑا سا اختلاف ہے

(واقعہ عقبہ)

اور وہ یہ کہ واقعہ عقبہ بعد تبوک ہوا یا بعد حجۃ الوداع۔ اس اختلاف سے ہمارے خیال پر کوئی اثر نہیں پڑتا وہ کبھی

واقعہ عقبہ اسکا ثبوت ہے کہ ظاہر منافقین کیلئے علاوہ کچھ غیر ظاہر بھی تھے۔

کیوں نہ ہوا ہو۔ ہم لکھ چکے ہیں کہ مشہور منافقین یا تو مدینہ رہ گئے یا راستہ سے غدر کرکے واپس آئے۔ لیکن پھر بھی
لشکر اسلام کے ساتھ کچھ لوگ ایسے تھے جنھیں لوگ عام طور سے نہ جانتے تھے کہ یہ دشمن رسول ہیں۔ رسول جس وقت
عقبہ کے پاس پہنچے مہار شتر عمار یاسر پکڑے ہوئے تھے اور حذیفہ پیچھے پیچھے آرہے تھے کہ کچھ لوگ پس پشت
کی طرف سے پیدا ہوئے جو چہروں پر نقاب ڈالے ہوئے تھے رسول کو آہٹ ملی اور آپ نے حذیفہ سے
فرمایا کہ انھیں واپس ہٹا دو حذیفہ اُن کے ناقوں کے منہ پر مار کر کہتے ہیں کہ دور ہو دور ہو اے دشمنان
خدا دشمن نبی تعداد زیادہ سے زیادہ پندرہ تھی یہ سمجھ کر کہ رسول کو انکے ارادہ کی اطلاع ہوگئی پلٹ گئے۔

سواریاں پہچانی گئیں۔

اسکے بعد بقول شواہد النبوۃ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم از حذیفہ پرسید کہ ہیچکس را ازین گروہ شناختی
گفت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم راحلہ فلان و فلان (؟) را شناختم اما ہمہ رویہای خود بستہ
بودند و شب تاریک بود ایشان را نہ شناختم چون از عقبہ گذشتہ صبح دمید رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

کیوں رسول نے منافقین کو سزا دی

اسید ابن حضیر را گفت یا ابا یحیی می دانی کہ شب منافقان چہ اندیشہ کردند.... اُسید گفت بفرمائی
یارسول اللہ... تا فی الحال سرہای منافقان را بحضرت تو رسانم۔ گفت اے اُسید مکروہ میدارم کہ
مردم گویند چون حرب منقضی شد پیغمبر صلی اللہ... قتل اصحاب خود آغاز کرد۔ اُسید گفت ایشان
از اصحاب تو نیستند فرمود کہ اظہار شہادت می کنند و خدا تعالے مرا از قتل اہل شہادت نہی کردہ
است بعد ازان رسول صلے اللہ علیہ والہ وسلم نامہائے آن جماعت با حذیفہ گفت.... و بغیر وے
از اصحاب ہیچکس آن را نمی دانست"۔

رسول نے عمار اور حذیفہ کو منافقین کے نام بتا دیئے۔

اس سے معلوم ہوگا کہ نہ صرف ہر ایک کا راحلہ پہچانا گیا بلکہ رسول نے حذیفہ کو اور بقول قرۃ العیون
عمار یاسر کو بھی سب کے نام بتا دیئے۔ اب ایک سب سے بڑا راز یہ ہے کہ اگر رسول نے اپنے زمانہ میں خود عام
طور سے ظاہر کرنا بعض مصالح کے لحاظ سے پسند نہ بھی فرمایا ہو تو کیا وجہ ہو سکتی تھی کہ رسول کے بعد ان

ناموں کا اعلان نہ ہو جاتا۔ اس لئے کہ اسکے بعد مشتہر ہونے سے دین اور دنیا کی کوئی خرابی نہیں نظر آتی۔ قرۃ العیون میں اس امر کا دلچسپ تذکرہ ہے کہ کسی مجلس میں اہل عقبہ میں سے ایکسـے (۲) حذیفہ کو قسم دی کہ وہ حملہ آور منافقین کی تعداد بتا دیں حذیفہ نے کہا کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ وہ چودہ آدمی تھے اور اگر تو بھی اسمیں سے ایک ہے تو پندرہ تھے۔ یہ بھی تذکرہ ہے کہ اُن منافقین میں سے تین نے معذرت کی اور اُنکا قصور معاف کیا گیا۔ یہ کل باتیں بتاتی ہیں کہ اسکے بعد منافقین کا نام مخفی رہنا محال تھا کیسے ممکن تھا کہ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ اُنکے ہادی پر حملہ کرنے کا ارادہ کرنیوالے چودہ پندرہ آدمی تھے اور اُنہیں سے عام طور سے چند نے معافی مانگی اور پھر انلوگوں سے بقیہ کا حال نہ معلوم ہو گیا ہو درانحالیکہ رسول نے اِن سے اخفا کی کوئی تاکید نہ فرمائی تھی۔

ایک شخص حذیفہ سے سوال کرتا ہے۔

نام چھپ نہیں سکتے تھے۔

حیرت پر حیرت احیاء العلوم غزالی جلد چہارم کی حسب ذیل عبارت سے ہوتی ہیں کہ عمر بہت مبالغہ کرتے تھے اپنی قلبی حالت کی تفتیش میں یہانتک کہ پوچھا کرتے تھے حذیفہ سے کہ آیا وہ اُنہیں کچھ نفاق کا اثر پاتے ہیں۔ اور اِس طرح حضرت عمر ہی کے متعلق کہا گیا ہے کہ رحلت رسول کے بعد اُس شخص کی نماز جنازہ پڑھتے تھے جسپر حذیفہ کو پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے اور حذیفہ کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے۔ جس بات پر مینے مزید عجب سے غور کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ تاریخ اسلام میں اکثر موقع پر یہہ نظر آتا ہے کہ حضرت عمر کی تلوار کے نیام سے باہر نکل آنے اور کسی گرفتار دشمن رسول کے مار ہی ڈالنے میں کوئی دیر نہیں ہے لیکن اِس موقع پر حضرت عمر کی کسی ایسی کوشش کا تذکرہ نہیں ہے جس میں اُنھوں نے جناب رسالتماب یا حذیفہ سے منافقین کے نام دریافت کرنے کی التجا اور اُنھیں قتل کرنیکا ارادہ ظاہر کیا ہو۔ جیسا اُسید ابن حضیر نے عرض کیا تھا۔

حضرت عمر حذیفہ سے اپنے قلبی حالت کا تفتیش فرماتے ہیں

مولف کی حیرت

مین اِس تصفیہ سے دور نہیں ہوں کہ رسول ہی کے زمانہ میں منافقین کے نام معلوم ہو گئے تھے لیکن بلحاظ اُس جواب کے جو اُسید ابن حضیر کو دیا گیا مومنین خاموش تھے۔ اب رہا یہ کہ رسول کے بعد اُنکا نام کیوں ظاہر نہ ہو گیا اسکا جواب رسول کے بعد ہی حیرت خیز انقلاب میں ہے اور بس۔

مینے ابتک یہ سمجھانیکی کوشش نہیں کی کہ منجملہ اُن وجوہات کے جن سے یہ لوگ (منافقین) ایسے فعل کے ارتکاب پر آمادہ ہوئے جسسے بڑھکر کسی مسلمان کے نزدیک برا کام نہیں ہو سکتا میری تحریر کے نقطۂ خیال کے لحاظ سے کونسی وجہ ہو سکتی ہے۔ میں اسے کتاب میں مناسب موقع کے لئے اُٹھا رکھتا ہوں غالبًا واقعات

ایک سوال جو تاریخ کے واقعہ مناسب موقع کے لئے ملتوی کیا گیا

تاریخ ہی اسکے صاف کرنے کے لئے کافی گویا ہونگے۔

ادائے رسالت کے متعلق ایک مفید حکم اور علی۔

اسی سنہ کا ایک اور قابل توجہ واقعہ یہ ہے کہ جناب رسالتمآب نے بقول قرۃ العیون ابوبکر صدیق کو تین سو آدمیوں کے ساتھ سردار کر کے حج کے واسطے بھیجا کہ مناسک حج کی لوگون کو تعلیم کریں اور اول سورہ براۃ سے تیس چالیس آیتیں لوگون کو پڑھکر سنادین۔۔۔۔ بعد اسکے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ ادائے رسالت پیغام نہ کرے کوئی مگر تو یا وہ شخص کہ تجھ مین سے ہو۔۔۔۔ سو حضرت نے علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور فرمایا کہ تم ابوبکر صدیق کے پیچھے جاؤ اور اوائل سورہ برات کی آیتون کو اُن سے لیکر حج کے روز تم سب کو سنا دینا۔۔۔۔ یہ ارشاد فرما کر اپنی اونٹنی پر کہ نام اُسکا غضبا تھا حضرت علی کو اُن کا مونھ لئے سوار کر کے روانہ کیا۔۔۔۔ حضرت علی تشریف لیگئے اور ہر ایک خیمہ مین روبرو لوگون کے وہ آیات بینات پڑھنے لگے اور وہ چارون احکام مذکورہ (بہشت مین بجز مومن کے کوئی داخل نہ ہوگا۔ کوئی برہنہ طواف بیت اللہ نہ کرے۔ اِس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔ اور بیت اللہ کے قریب رہی) یہ کہ جو کوئی عہد موقت رکھتا ہو ساتھ خدا و رسول کے تو چاہیے کہ اِس مدت کے گذرنے تک اپنے عہد پر ثابت رہے اور اگر کوئی عہد رکھتا ہو یا عہد غیر موقت ہو تو وہ چار مہینہ کی مدت تک امان مین رہی) پہونچانے لگے پھر جب اِس کام سے فراغت کر کے مع الخیر مدینہ مین آئے تب حضرت صدیق نے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھ سے کونسی ایسی خطا واقع ہوئی جو آپنے مجھسے وہ خدمات آیات پڑھنے اور احکام اربعہ کے پہونچانے کی موقوف رکھی آپ نے فرمایا۔۔۔۔ سبب یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور یہ حکم لائے کہ تبلیغ اِس امر کی کوئی نہ کرے مگر تم آپ یا وہ جو تم مین سے ہو اِس لئے مین نے یہ کیا" بقول ابوالفدا (جب حضرت علی نے ابن ابو قحافہ سے سورہ برات لے لیا) "یہ بات سُنکر حضرت ابابکر صدیق راہ ہی مین سے مراجعت کر کے پیغمبر خدا کی خدمت مین حاضر ہوئے۔۔۔۔"

علی آج فرستادہ خدا ہیں۔

سورہ برات کو علی تنہا اُس جگہہ لیجاتے ہین جہان کفار کا ہجوم اور انبوہ ہے۔ مجمع کو مخاطب کر کے فرماتے ہین کہ:- ایہا الناس! انی رسول اللہ الیکم (اے لوگو! مین تمہاری طرف فرستادہ خدا ہون) لوگ پوچھتے ہین کہ کس چیز کے ساتھ اور آپ جواب مین فرمانا شروع کرتے ہیں کہ:-

برآءت من اللہ و رسولہ۔۔۔۔ (بیزاری ہے خدا اور اوسکے رسول کی طرف سے۔۔۔۔)

سورہ برات کی اہمیت۔

سورۃ برات کے تذکرہ سے میری یہ غرض تھی کہ مین اِسپر توجہ دلاؤن کہ عہدنامون کی تجدید توثیق

یا شیخ کس پایہ کی ہوتی ہے اور اس وکیل کو کس درجہ معتمد بین الفریقین ہونیکی ضرورت ہے۔ ایسے
سیاسی عناصر مین وکیل کی ذات مخصوص اثر پیدا کیا کرتی ہے بغیر کسی اور طویل توجیہ کے مین یہ بھی
کہنا چاہتا ہون کہ اسمین نہ صرف سیاسی شان تھی بلکہ اس لحاظ سے کہ یہ عہد کے متعلق صاف اور صریح
اعلان تھا اور رسول کی طرف تھا اسمین اخلاقی اور مذہبی عناصر بھی پہلو بہ پہلو تھے۔

ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر جبکہ جناب امیر گذشتہ سلطنت کے اکھاڑنے اور نئی مصلحت کے قایم کرنیکے لیے تشریف
لیگئے تھے موقع کا مخدوش ہونا عجیب نہ تھا چنانچہ جناب امیر کی واپس تشریف آوری کی خبر جب ابوذر نے بادی
برحق کو پہونچادی تو رسول اکرم نے استقبال کیا اور بغلگیر ہوئے۔

سنہ ۱۱ھ
حسین رسول کے
ایک فرض مین شرکت
کے قابل ہوئے۔

دیر تک مین نے ناظر کو یہ کہنے کے لیے منتظر رکھا کہ اب وہ وقت آیا جسمین حسین رسالتمآب کے فرائض مین
شرکت کے قابل ہوتے۔ اور شرکت بھی جس امر مین ہوئی وہ اس درجہ مہتم بالشان تھا جس کا ذکر نہ صرف ہمارے
ہدایت نامہ (قرآن شریف) مین ہے بلکہ جس واقعہ سے عامہ ناس کی نگاہون مین اسلام کا وقار خدائی
فیصلے کے بنیاد پر قایم رہا بلکہ اسمین اضافہ ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ سرور عالم نے سنہ ۱۰ھ مین نصاری نجران کو
دعوت اسلام کا مکتوب روانہ فرمایا اور انمین سے چودہ شخص بغرض تفتیش مدینہ مین آئے۔ رسول نے
دعوت اسلام فرمائی ان لوگون نے انکار کیا اور پوچھا کہ حضرت عیسی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔

عیسیٰ کی مثال
خلقت مین مثل
آدم کے ہے۔
سورہ آل عمران
۶ رکوع ۲

اسکے جواب مین حضور انور پر یہ آیت نازل ہوئی جسے آپنے تلاوت فرمایا کہ "ان مثل عیسی عند اللہ
کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون الحق من ربک ولا تکن من الممترین
فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا
ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین (تحقیق کہ مثال عیسے کی خدا
کے نزدیک مثل آدم کے ہے بنایا اُس کو مٹی سے پھر کہا اُس کو ہوجا وہ ہوگیا۔ حق بات ہے تیرے رب کی
طرف سے پھر تو شک مین نہ پڑ۔ پھر کوئی بعد اسکے کہ تجھے علم ہو چکا اس بات پر جھگڑا کرے تو تو کہہ کہ
او بلا دین ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتین اور تمہاری عورتین اور اپنی جان اور تمہاری
پھر دعا اور لعنت کرین جھوٹون پر" نصاری نے یہہ سنکر مہلت مانگی۔ دوسرے روز جناب رسالتمآب

مباہلہ کی صورت
اور حسین کی شرکت
(قرۃ العیون)

مباہلہ پر اس طرح مستعد تھے کہ حسین کو گود مین لیے ہوئے اور حسن کا ہاتھ پکڑے تھے پُشت اقدس پر
ذکیہ طاہرہ خاتون اور علی مرتضی سب کے آخر مین رکھے گئے تھے اور سرور عالم نے سبکو ہدایت فرمائی تھی

نصارائے نجران سے معاہدہ اور اُسکے وقعات۔

کہ جب مین دعا کرون تو تم آمین کہنا۔ فریق ثانی رسول کا یہ اہتمام دیکھتا تہا اور اُسکا یہ قول ہم تک پہونچا ہے کہ "ایسے قوم مین چند آدمیون کے چہرے دیکھتا ہون کہ اگر وہ خدا سے پہاڑ کے ٹل جانیکی دعا کرین تو پہاڑ اپنی جگہہ سے ہٹ جائیگا خبردار مباہلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہوگے" نصرانیون نے مباہلہ نہ کیا بلکہ اسپر صلح کی کہ ہم ایک ہزار حلۂ ماہ صفر اور ایک ہزار حلّۂ ماہ رجب مین دیا کرینگے۔ تمہارے وکلا کی مہانداری کرینگے اِس شرط پر کہ ہم اپنے دین پر قایم رہین اور تم ہمین اپنی پناہ مین لو۔ مصلح بنی آدم نے یہ عہدنامہ منظور فرمایا۔

آیہ مباہلہ کا ترجمہ

مشکل سے مجھے یہ کہنے کی ضرورت باقی رہ گئی ہے کہ جناب رسالتمآب نے آیہ مباہلہ کا جو عملی ترجمہ فرمایا اُس سے عالم پر ثابت ہوگیا کہ ابناءنا مین حسنین۔ نساءنا مین جناب فاطمہ زہرا اور انفسنا مین علی مرتضیٰ رسول کے نزدیک وہ لوگ تھے جو خدای فیصلہ کے پُرعظمت اور جلالت موقع پر لائے جاتے بچے تو اس وقت اِس سے بحث ہے کہ حسنین اس قابل ہوگئے تھے کہ اُنکے چھوٹے چھوٹے ہاتھ رسول کی گود سے آمین کہنے کے لئے بلند ہوتے۔ اور کوئی عجب نہ تھا کہ رسول ان ہاتھوں کو اُسیوقت چوم لیتے۔ مین ابوالحارث کے قول کو جو اس مباہلہ چاہنے والی جماعت کے چہرون کی شان کے متعلق ہے پرغور توجہ کے حوالہ کرتا ہون۔

آیہ تطہیر اور حسنین

صاحب صواعق آیہ تطہیر کو لکھتے ہوئے کہتا ہے "اکثر مفسرین برین رفتہ اند کہ این آیت نازل شد در شان امیرالمومنین علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم"۔ اِسکے بعد صلاح پیش کرتا ہے کہ روایتین بعض موید ہین اسکی کہ آیہ پنجتن کی شان مین نازل ہوئین اور بعض ازواج رسول کے متعلق اور اس ضمن مین روایت کرتا ہے "مرویست بروایت احمد از ابوسعید خدری کہ این آیت در شان پنج کس نازل شد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و علی و فاطمہ و حسن و حسین و ابن جریر مرفوعاً باین لفظ روایت کردہ است نزلت ہذہ الآیۃ فی خمسۃ فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فاطمہ و حسن و حسین و طبرانی نیز روایت کردہ و مسلم باین طریق روایت کردہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایشانرا در کسای یعنی عبائے کہ بروی بود در آورد و این آیت برخواند و بصحت رسیدہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم عبا را برین چہار کس پوشانید و فرمود

رسول اہلبیت کو پہچنواتے ہیں۔

اللہم ہولاء اہل بیتی و حامتی ای اذہب عنہم الرجس و طہرہم تطہیرا۔ بار خدایا این جماعت اہل بیت من اند پس از ایشان گناہ را دور کن و پاک گردان پاک گردانیدنی۔۔۔۔ و در روایت دیگر آنکہ بعد از تطہیر گفت۔ انا حرب لمن حاربہم و صلح من صالحہم و سالم لمن سالمہم و عدو لمن عاداہم من جنگ می کنم باکسیکہ با ایشان جنگ کند و صلح میکنم باکسیکہ با ایشان صلح می کند و دشمن خواہم شد باکسیکہ بہ ایشان دشمنی میکند۔۔۔۔ و در روایتے آنست کہ سہ نوبت فرمود۔ اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِی۔"

مشکوۃ المصابیح ۔ تاریخ الخلفاء اور مسلم وغیرہ مین سعد ابن ابی وقاص کی روایت دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ جناب امیرالمومنین ۔ حضرت ذکیہ طاہرہ اور حسنین علیہم السلام پر اطلاق اہلبیت کا ہوتا تھا یا جنکے نسبت جناب رسالتمآب نے ہین اور صاف لفظ مین فرمایا تھا کہ "خداوندا یہ میری اہلبیت ہین"۔

اہلبیت کی تخصیص کیون مشتبہ کیجاتی ہے۔

اہلبیت کے مفہوم کے متعلق جو کچھہ غلط اندازی کی گئی ہے اُسمین زیادہ لغوی دلیل سے زور دیا جاتا ہے اور کبھی جب یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اسمین خادمہ اور کنیز بھی داخل ہوجائینگی کیونکہ گھر مین رہنے والون مین اُنکا بھی شمار ہوگا (بلکہ بہت سے اور شامل ہوسکتے ہین) تو تخصیص شروع ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ ازواج رسول اور تمام اہل ہاشم اور بنو عبدمطلب کے لئے کہا گیا اور پھر جب واقعہ نجران پر نظر جا پڑتی ہے تو مورخین کو بجز اسکے چارہ نہین ہوتا کہ اہلبیت سے مراد متذکرہ صدر حضرات ہین ۔ تاریخ اسلام کا جاننے والا مشکل ہی اسمین مشتبہ رہ سکتا ہے کہ کیون اس طرح آیت اور واقعہ تاریخی کے لئے لُغت کی ضرورت ہوئی ۔

حسین کے متعلق روایتین

اب وقت آگیا ہے کہ حسین کے متعلق مین ان تمام روایتون کو بیان کردون جنکے متعلق کسی زمانہ کا صحیح اندازہ نہین کیا جاسکتا۔

راکب اور مرکب

ایک روز جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم حسین کو اپنے دوش مبارک پر لئے ہوئے بیٹھے تھے کہ کسی نے کہا کیا اچھا مرکب ہے"، رسول نے جواب دیا دیکھو راکب بھی کیسا اچھا ہے"۔ اِسکے علاوہ روایتین ہین کہ حسین کو جناب رسالتمآب شکم اقدس پر لٹائے رہتے تھے اور حسین چھوٹے چھوٹے ہاتھون سے ریش اقدس سے کھیلتے تھے۔ کسی روز حسنین آپس مین کُشتی لڑ رہے تھے جناب رسالتمآب نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ حسین کو سنبھالو۔

حسین کو سنبھالنے کا حکم۔

حسین کے رونے سے رسول ستاذی ہوتے تھے۔

جناب رسالتمآب حسین کے رونے کی آواز سُنکر جناب فاطمہ زہرا سے فرماتے تھے "کیا تم نہین جانتین کہ حسین کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے ۔ صم

رسول حسین کو راستہ مین پاتے ہین

یعلی ابن امیہ کہتے ہین کہ ایک روز ہم جناب رسالتمآب کے ہمراہ کسی جگہہ ضیافت مین جارہے تھے حسین راستہ مین کھڑے تھے۔ انھین دیکھکر رسول نے پکڑنا چاہا حسین دوڑے لیکن گرفتار ہوگئے رسول نے ایک ہاتھ پُشت پر اور ایک ٹھڈی پر رکھکر پیار کرلیا۔ ضرور پھر حسین بھی لاقہقہہ لگا کر بھاگے ہونگے۔

مجمع اصحاب مین حسین کو پہچنوائے ہین۔

حذیفہ الیمان کے سند سے امالی مین صدوق نے نقل کیا ہے وہ کہتے ہین کہ ایک دن رسول نے فرمایا ایھا الناس یہ حسین پسر علی ابن ابیطالب ہے اسے پہچانو۔ قسم ہے اُسکی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ حسین کے دوست بہشت مین رہینگے"۔ اس واقعہ کو شاعر نے نظم کیا ہے ۔ اخذ النبی ید الحسین وضوہ + یوماً ۔ وقال وصحبہ

فی مجمع من ودّ فی یا قوم او ھذا بن او۔ ابو ہیا فی الخلد مسکنہ معنی اِس روایت مین ایک عام اعلان اور رسول کا پہچنوانا توجہ کے قابل ہے۔

رسول کا سجدہ اور حسین۔

ایک دن جناب اقدس نبوی سجدہ مین تھے کہ حسین پُشت پر سوار ہو گئے۔ ایک یہودی حاضر تھا یہ دیکھکر کہنے لگا:۔

ایک یہودی کا اعتراض۔

آپ لڑکون سے ایسی محبت کرتے ہین جو ہمارا شیوہ نہین ہو۔ فرمایا۔ اگر تم خدا اور رسول پر ایمان لاتے تو تم بھی بچون کو موجب رحمت و راحت سمجھتے۔

ابو رافع اور حسین۔

ایک مرتبہ ابو رافع اور حسین مداح (ایک کھیل جسمین لڑکے گڑھا کھودتے ہین اور اُسمین چھوٹے چھوٹے پتھر یکے بعد دیگرے رہا کرتے ہین اگر دوسرا پتھر پہلے سے لگ جاتا ہے تو جسکا پتھر لگا ہے وہ پیٹھ پر سوار ہوتا ہے) کھیلتے تھے جب ابو رافع جیتے تھے تو حسین کہتے تھے:۔ تو چاہتا ہو کہ اُسکی پُشت پر سوار ہو جیسے رسول اپنی پشت پر سوار کرتے ہین۔ اور جب حسین بازی لیجاتے اور ابو رافع کی پُشت پر سوار ہونیکا قصد کرتے تو ابو رافع کہتے تھے:۔ یا ابا عبداللہ تم نے ہمین سوار ہونے نہ دیا ہم بھی نہ سوار ہونے دینگے۔ اب حسین کہتے تھے۔ کیا تو اس پر راضی نہین ہے کہ اُسے اپنی پُشت پر سوار کرے جیسے رسول اپنی پُشت پر اُٹھاتے ہین۔ بیچارا ابو رافع معقول ہو کر چڈھی دیا کرتا تھا۔

کُشتی یا وصلی

ایک دن حسنین نے رسول کی خدمت مین کُشتی لڑنی چاہی اور رسول کو پنچ بنانا چاہا مگر رسول نے فرمایا کُشتی نہ لڑو بلکہ وصلیان لکھہ کر لاؤ جسکا خط اچھا ہوگا وہی جیتا۔ بھولے بھولے بچے اپنی اپنی تعریف کے حوصلہ مین وصلیان لکھہ کر لائے اور رسول نے دونون کی سرگرمی دیکھکر اِس خیال سے کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو فرمایا:۔ مین اُمّی ہون بہتر ہوگا کہ وصلیان اپنے باپ کو دکھاؤ۔ بچے وصلیان لئے ہوئے علی ابن ابیطالب کے پاس آئے اور قضیّہ معلوم ہونے پر اُنھون نے فرمایا:۔ بہتر ہوگا کہ تم اپنی ماں کو دکھاؤ۔ بچے اب اپنی ماں کے پاس آئے اور جب ذکیہ کو معلوم ہوا کہ نانا اور باپ نے فیصلہ سے کسی کو رنجیدہ نہین کیا تو نہایت خوب ترکیب نکالی اور فرمایا:۔ میرے گلے میں ہار ہے مین اِسکے دانے زمین پر پھینکتی ہون جو زیادہ دانے چُنے اُس نے بازی جیتی۔ موتی بکھر گئے اور حُسن اتفاق سے دونون صاحبزادون نے برابر دانے چُنے اور کسی کو ناخوشی کا موقع نہ ملا۔

حسین کا تُتلانا اور تکبیر کا زبان پر جاری کرایا جانا

رسول ایک مرتبہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی حسین بھی کھڑے ہو گئے مگر بوجہہ کمسنی تکبیر زبان سے

صاف نہ ادا ہوتی تھی۔ رسولؐ نے سات مرتبہ اعادہ فرمایا اور اب حسین کی زبان پر روان ہو گئی۔

رسولؐ تلاش کرنے گئے۔

ایک مرتبہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جناب فاطمہ زہرا کے دولت سرا پر تشریف لائے یہاں حسنین کو نہ پایا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ بھوک کیوجہ سے باہر کھیلنے چلے گئے ہین۔ اس وقت ابو درداؓ آگئے اور اُن سے معلوم ہوا کہ محلہ بنی جذعان مین ہین۔ رسول تشریف لیگئے اور لے آئے۔

حسین کو نانا کا کاندھا زیادہ محبوب تھا۔

ایسا ہی ایک موقع حدیقہ مین نجار مین ہوا تھا اس وقت حضور اقدس نبوی کے ہمراہ جناب امیر المومنین اور اصحاب تھے۔ رسولؐ نے کاندھے پر بیٹھا لیا۔ علی اور اصحاب نے اپنی اپنی گود مین لینا چاہا مگر صاحبزادون نے کہا "نانا ہمین آپکا کاندھا اور لوگون سے زیادہ محبوب ہے"

حسین وحیہ کلبی سے بے تکلف تھے۔

حسین وحیہ کلبی سے بہت بے تکلف تھے اور جب یہ اپنے تجارتی سفر سے واپس آتے تھے تو حسین کیلئے تحائف لیتے آتے تھے اور حسین انکی گود مین بیٹھکر سب کا تعلیقہ کر لیتے تھے۔

گھوڑے کی سواری سکھائی جاتی ہے۔

ایک مرتبہ حسین گھوڑے پر سوار ہو رہے تھے کہ ابن عباسؓ نے رکاب تھامی۔ کسی نے اعتراض کیا۔ اعتراض حسین کی خرد سالی اور ابن عباس کے احترام کی بنا پر تھا۔ ابن عباس نے جواب دیا:-

یہ فرزندان رسولؐ ہین اور جو نعمت خدا نے مجھے عطا فرمائی ہے اسکی شایان ہے کہ مین رکاب پر ہاتھ رکھون اور انھین اچھی طرح گھوڑے پر بیٹھنا بتاؤن۔

اُن بچے سے رسول کی محبت جیسے حسین سے محبت تھی۔

حسین سے رسولؐ کی محبت کی روایتون مین اس سے زیادہ کونسی روایت تلاش کیجا سکتی ہے جو نور العین ترجمہ خصایص الحسین مین ملتی ہے کہ ایک دن ایک لڑکے کو حضرت نے بازار مین دیکھا بس بیٹھ گئے اور اُسے اُٹھا لیا اور اُس بچے سے ملاطفت فرماتے تھے ایک شخص نے سبب اسکا دریافت کیا فرمایا کہ یہ بچہ میرے فرزند حسین کو دوست رکھتا ہے۔ کیونکہ مین نے دیکھا ہے کہ خاک قدم حسین کو لیکر اپنے منھ پر ملتا تھا"

حسین کی علالت۔ نذر اور ہل آتے۔

ایک مرتبہ حسنین کچھ علیل ہو گئے اور نذر کیگئی کہ اگر خداوند تعالیٰ صحت عطا فرمائے تو تین روزے رکھے جائینگے۔ حسنین صحت یاب ہوئے اور روزے رکھنے کے لئے تین صاع جو قرض لیا گیا۔ روزہ رکھا گیا اور افطار کے وقت ایک

(دیوان جناب امیرؑ)

مسکین آگیا۔ جناب امیر نے سُنا اور حضرت فاطمہ کو مخاطب فرما کر ارشاد کیا کہ ایک "سختی رسیدہ" اندوہگین ہے اور ہم سے گرسنگی کا شکوہ کرتا ہے" طاہرہ نے جواب دیا کہ "مین اُسے کھانا دونگی مجھے ساعت تنگی کی پرواہ نہین ہے

اہلبیت اور مسکین و یتیم و اسیر۔

اور بھوکے کو سیر کرنیکی آرزو رکھتی ہون"۔ آج کا حصہ کھانا دیدیا گیا اور بچے تک بھوکے رہے۔ دوسرا دن ہوا پھر روزہ رکھا گیا۔ افطار کا وقت آیا اور آج یتیم نے دروازہ پر صدا دی اور آج پھر جناب امیر نے

فرمایا اُنہو سید کریم کی دخترا اللہ ہمارے پاس یتیم کو لایا ہے جو شخص آج رحم کریگا وہ رحیم ہے" سیدہ نے فرمایا کہ تین تیمیم کو کھانا دونگی حالانکہ میری بچون نے بھوکے شام کی ہے" - تیسرا دن ہوا یہہ نذر کرنے والے جو استقلال کا خزانہ تہے آج بہی روزہ سے تہے کس طرح شام کی ہوگی اور کس قدر ضرورت ہوگی کہ یہہ کچہہ کھاتے لیکن ہونے والا یہہ تھا کہ انکا مخلوقات الہی کے ساتھہ رحم ذاتی تکلیف پر غالب آتا - آج بقیہ تیسرے حصہ کی روٹیان افطار کیلیئے تیار کیگئی تھین لیکن آج ایک اسیر کو آواز دیتی تہی تیسرے دن کو بھوکون نے سُنا اور رحمۃ للعالمین کے وصی نے کہا اے فاطمہ اے پیغمبر ستودہ کی بیٹی بیشک آ راستہ کیا ہے خدا نے اُسکو (یعنی کو) گردن نازک سے - زنجیر مین بندہا ہوا اور طوق مین مقید ہم سے اپنی بڑہی ہوئی بھوک کا شکوہ کرتا ہے اُسے بغیر احسان شوم کے کہلا دینا تاک کہ تم جزا دیجاو اُس چیز سے جسکی نہایت نہو" جناب فاطمہ نے جواب دیا جو کچہہ آپ لائے تھے اُس سے بجز ایک صاع کے کچہہ باقی نہیں ہے اور میری ہتھیلی ذراع کی نوک سے گھس گئی ہے - خدا کی قسم میرے دونون بچے بھوکے ہین - اُنکا باپ خیرات سے نیکی کرنیوالا ہے" - اِس کے بعد اہلبیت بہوت بلکہ اُنکی مشہور خادمہ فضہ نے بہی اپنا اپنا حصہ راہ خدا مین بخشدیا -

بالاختیار تین دن بھوکے رہے -

غالباً یہ پہلا تاریخی دن تھا جسمین اہل بیت خصوصاً حسین تین دن تک بھوکے رہے اگرچہ یہ بالاختیار تھا - ہملوگون کیلیئے یہ اُس قدر واقعہ ہے جس قدر کا غذا ور قلم کی زبان اندازہ کرا سکتی ہے لیکن ان نفوس قدس کیلیئے یہ ایک ایسا واقعہ تھا جسکا یہ خود اندازہ کر رہے تھے - بلکہ واقعہ انکا اور یہ واقعہ کا اندازہ کر رہے تھے - ہمکو واقعہ سے انکا اندازہ کرنا چاہیے سُن لینا اور ذرا سا انکے اِس عالم برداشت پر متاسف ہو جانا اور ہے اور ایسا دل رکھنا جو دوسرونکو اپنے اوپر ایسی سخت حالتون مین مقدم رکھے اور ہے - جود کو انپر ناز تھا رحم و کرم کا اِنسے افتخار رہتا - یہ اِس قابل تھے کہ سورہ ہل آتے سے ممتاز کیے جاتے -

(ابن خلدون)

اِسی سنہ مین رسول نے قبیلہ بنو ضلیع کی گوشمالی کے لئے جنھون نے دحیہ کلبی کا مال لوٹ لیا تھا زید بن حارثہ کا واقعہ بنو ضلیع سنہ کے قبل کا ہے یا اگر سنہ ۹ کا ہے تو بجائے زید ابن حارثہ کے کوئی دوسرا افسر بھیجا گیا) کو روانہ کیا زید کے سپاہیون نے کچہہ بنو ضنیب کو بہی قتل کیا جو مسلمان تھے - بنو ضنیب نے رسول کو خبر دی اور خواہش کی کہ ہمارے اسیر رہا کیے جاوین - جناب رسالتمآب نے بقول ابن خلدون علی ابن ابیطالب کو اونٹ پر سوار کرکے اِنکی ہمراہ روانہ کیا اور تصدیق کیلیئے اپنی تلوار مرحمت فرمائی"

سنہ علی یمن بھیجے گئے -

اِسی سال جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و الہ وسلم نے حضرت امیر المومنین کو تین سو سوار ونکے ساتھہ یمن کی طرف روانہ کیا - اِنکے لئے ایک نشان مرتب فرمایا - سر پر اپنے دست مبارک سے" عمامہ باندہا - اسکا ایک سرا مونڈہے

رسول اپنے ہاتھ سے آراستہ کرتے ہین اظہار تاسف جدائی

کیطرف اور دوسرا پشت کی جانب رکھا گیا۔ اور فرمایا "ای علی مین تمھین بھیجتا ہوں مگر تمہاری جدائی پر افسوس کرتا ہون"۔ علی پر رسول کی ایسی ہی توجہ کی حدیث مشکوٰۃ المصابیح سے ملیگی کہ "روایت ہے ام عطیہ سے کہ کہا بھیجا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کہ اُنمین علی تھے۔ کہا ام عطیہ نے پس سنا مین نے آنحضرت سے اس حالت مین کہ

رسول کی ایک دعا

اُٹھانے والے تھے دونون ہاتھ اپنے دعا کیلئے فرماتے تھے یعنی وقت پہونچنے اُنکے کے یا نزدیک توقع آنے اُنکے کے یا الٰہی نہ مار مجھکو یہانتک کہ دکھاوے تو مجھکو علی کو سلامتی سے پھر کرا دین۔ نقل کی یہ ترمذی نے" یہ بھی کہدینا چاہتا ہون کہ

علی کی دعوت سے قبیلہ ہمدان اسلام قبول کرتا ہے۔

علی اس اہتمام سے بقول ابن خلدون خالد ابن ولید کے بھیجے جانیکے بعد روانہ کیے جا رہے تھے۔ یمن مین علی کی دعوت اسلام کی کامیابی کی اطلاع پر رسول نے سجدۂ شکر کیا اور تین مرتبہ السلام علی ہمدان فرمایا۔ یمن کا قیام اور انتظام اسکا مقدمہ ہوا کہ جناب رسالتمآب اقضاکم علی فرماتے۔

علی رسول کے اخلاق و شمائل کی شرح کرتے ہین۔

شواہد النبوۃ ملا جامی کی یہ روایت دلچسپ غور کے قابل ہے کہ "چون حضرت امیر بشرح اخلاق و شمائل رسول صلی اللہ علیہ وسلم مشغول شد کعب الاحبار تبسم کرد حضرت امیر سبب تبسم پرسید کعب گفت بسبب این صفات کہ ما در کتب قدیمہ خود چنین یافتہ ایم۔ پس تصدیق کرد و ایمان آورد"۔

(قرۃ العیون وغیرہ)

واقعہ یمن کے متعلق ایک بات اور ذکر کی گئی ہے جس سے مورخین نے بعض مفید مواقع پر پناہ لی ہے اور وہ یہ ہے کہ منجملہ اسباب خمس کے ایک کنیز بھی جسے جناب امیر نے اپنی ذمہ رکھا۔ بریدہ معترض ہوا اور اس نے خالد ابن ولید سے بھی کہا۔ اگرچہ جناب امیر نے اسے جواب دیا کہ وہ مال خمس مین ہی تھی لیکن بریدہ کو تسکین نہ ہوئی اور جناب رسالتمآب کی خدمت مین شکایت

بریدہ رسول سے علی کی شکایت کرتے ہین۔

کی۔ بقول مورخین رسول نے فرمایا "تم اُنکو دشمن نہ رکھو اگر تو اُن سے دوستی رکھتا ہے تو اُنکی دوستی مین زیادہ کر اے بریدہ اُسکا حصہ خمس مین سے زیادہ اس کنیز سے تھا" بریدہ کی زبانی یہ بھی روایت ہے کہ شکایت پر حضرت کے

شکایت سنکر شکایت کرنیوالے پر رسول کا غصہ

رخسارون کا رنگ چمک اُٹھا یعنی غضب سے اور فرمایا علی کی شان مین بدگمانی نہ کر اس لئے کہ مین اُن سے ہوں اور وہ مجھسے ہین اور وہ تمہارے مولا یعنی معظم و مکرم اور رفیق ہین جس کسی کا مین مولی ہون اُسکے علی مولی ہین"۔ یہ سُنکر بریدہ کے نزدیک کوئی صحابہ مین سے نہ تھا کہ حضرت علی سے زیادہ دوست ہو"۔

حجۃ الوداع کی جماعت۔ علی کو خبر بھیجی گئی

زمانہ حج قریب پہونچگیا تھا۔ رسول نے اپنے ارادہ حج کا اعلان فرمایا اور علی کو جو یمن مین تھے خبر بھیجی۔ جہانتک روایتین بتا سکتے ہین وہ یہ ہے کہ اس مرتبہ رسول کے ہمراہ حج کو جانیوالی جماعت ایک لاکھ سے زیادہ تھی علی پہونچگئے اور رسول کے پوچھنے پر کہ تمنے کیا نیت کی ہے فرمایا جو آپنے نیت کی ہے۔ ارکان حج بجالائے گئے اونٹ نحر کیے گئے اور شوربا اُسکا پیغمبر خدا نے علی مرتضیٰ کے ساتھ تناول فرمایا"۔ اور عرفات مین ایک طویل خطبہ پڑھا جس مین فرمایا کہ

ایہاالناس! سنو۔ بلاشبہہ مین آیندہ اس سال کے بعد تم سے اِس مقام پر ملنے کا یقین نہین کرسکتا ہون۔"
اسکے بعد قتل و غارت سے منع کیا۔ امانت داری مین ایمان داری کی تاکید کی۔ جاہلیت کا خون وضع کیا۔ سود کی ممانعت کی اور خود سے عباس ابن عبدالمطلب کا سود اور ربیعہ بن الحرث بن عبدالمطلب کا خون معاف کیا۔ عورت اور مرد کے حقوق کو واضح فرمایا۔ کسی کا مال لینے اور نفسون پر ظلم کرنے سے ممانعت فرمائی۔ اور ارشاد کیا کہ مُسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہین۔"

(عرفات کا خطبہ (ابن خلدون وغیرہ))

اثنائے مراجعت مین غدیر خم پہونچے۔ موقع تھا کہ لوگ اپنے گھرون کو واپس جاتے لیکن رسول نے سب کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ میدان خدا جانے کیا ہونیوالا پالانون کا منبر بننے لگا اور ہر شخص جو مناسک حج اور دیگر اُمورات مین جناب رسالتمآب کا خطبہ اور نصیحتین سُن چکا تھا متحیر ہوا کہ اب یہان کیا ہونے والا ہے۔ رسول اِس مقامی منبر پر تشریف لیگئے وہ تمام مجمع جو ساتھ ساتھ آیا تھا اور جسکا شوق زیارت رسُول کے اِس اظہار سے اور بڑھ گیا تھا کہ اُس سال کے بعد تم سے اِس مقام پر ملنے کا یقین نہین کرسکتا" دھڑکتے ہوئے دل۔ اُٹھی ہوئی ایڑیان اور کھُلے ہوئے کانون سے ایک ایک لفظ کو جو رسُول کی زبان اقدس پر جاری ہوتا تھا بڑی پیاس کے عالم مین پیتا جاتا تھا مجھے یقین ہے کہ اگرچہ عربون کا مجمع بہت خاموش مجمع نہین ہوا کرتا لیکن اِس موقع پر بجز خاموشی کے کوئی زبان نہ بولتی ہوگی اور رسول خدا کے الفاظ ہونگے جو میدان مین پھیلتے اور گونجتے ہونگے اور لوگ اپنے حافظہ مین ذخیرہ کرتے جاتے ہونگے۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

رسُول کے پہلے ہی استفہام "پر" لوگون کو عجب ہوا ہوگا وہ اپنے دلون مین کہرہے ہونگے کہ رسُول کو ہماری طرف سے شبہہ کی کیا وجہہ ہوئی جو ہم سے پوچھتے ہین کہ "الستم تعلمون انی اولیٰ بالمومنین من انفسھم" (کیا تم نہین جانتے کہ مین بہ نسبت مومنین کے نفس کے اُنپر اولیٰ ہون؟) اور تاکید یہ ہے کہ اس سوال کی تین مرتبہ تکرار کی اور مجمع نے جواب دیا کہ "ہان آپ اولیٰ بالمومنین من انفسھم ہین"۔ سوال کا مطلب اب کھُلا جب رسُول علی کیطرف پھرے اُنکی بغلون مین ہاتھ دیا اور اُوٹھایا یہانتک کے کُل آنکھون نے وہ دیکھنا چاہتین یا نہ چاہتین یہ دیکھا کہ وہ بچہ جو روز ولادت سے انھین ہاتھون پر تھا آج پھر دست اقدس پر بلند ہوا ہے اور اُن کُل کانون نے وہ سننا چاہتے یا نہ چاہتے سُنا کہ "اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ" (خداوندا جسکا مین مولا ہون پس اُس کا علی بھی مولا ہے) اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ اللھم من نصرہ واخذل من خذلہ (خداوندا دوست رکھ اُسے جو اُسے دوست رکھے اور دشمن رکھ اُسے جو اُسے دشمن رکھے مدد کر اُسکی جو ...

(رسول اولیٰ بالمومنین ہونیکا اقرار لیتے ہین۔)

(اثبات مین جواب)

(رسول کو سوال کی غرض اُسکی بلندی تھی جو لڑکپن سے انھین ہاتھون پر تھا۔)

(پڑھنی دعا۔)

اُسے مدد دے اور مخذول کر اُسے جو علی کو چھوڑ دے) وادر الحق حیث (اور پھیر حق کو ساتھ علی کے جس طرف وہ پھرے)

موسیٰ کی وداعی تقریر اور خاتم النبیین

تاریخ اپنے کو دوہرا رہی تھی موسیٰ نے اپنی آخری وقت مین مقام سیشم کو وداعی تقریر اور اپنی ہدایت کی تصدیق وغیرہ کے لئے چنا تھا جسکے ایک طرف کوہ آبل اور دوسری طرف کوہ گریزیم تھا اسرائیل کے چھ چھ قبیلہ ایک ایک پہر کھڑے تھے اور اپنے ہادی کے قول کے جواب مین آمین کہتے تھے۔ ہمارے ہادی نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ اپنی زندگی مین مسلمانون کے مجمع کو دو حصون مین تقسیم کرتے جو گویا جوڈا اور اسرائیل کی حکومتون کی پیشنگوئی ہوتی۔ صرف تنہا رسول تھے جو فرما رہے تھے اور خم کی گھاٹیون مین مسلمانون کا ایک جسم تھا جو سخت دھوپ مین اپنے ہادی کے اولیٰ ہونیکا اقرار کر رہا تھا اور اپنے رسول۔ مقنن اور جامع قوم کی زبان سے نہ صرف یہ سُن رہا تھا کہ جسکا مین مولیٰ ہون اُسکے علی مولا ہین بلکہ اسکے علاوہ دوسری لفظون مین ایک مرکز پہچان رہا تھا کہ مین تم مین دو امر عظیم چھوڑے جاتا ہون ایک قرآن (مجموعہ قوانین) دوسری میری اہلبیت (عامل) اور یہ دونون ہرگز ایک دوسرے سے جُدا نہ ہونگے (یا یہہ کہ اگر تم اُن سے تمسک کروگے تو گمراہ نہ ہوگے) توریت گنتی باب ۲۷ کی ۲۲-۲۳ آیت مین تم پڑہوگے کہ جس وقت حکم خدا سے حضرت موسیٰ نے یوشع ابن نون کو اپنی امت کا پیشوا مقرر کیا (ہارون کی رحلت کے بعد) تو صرف یہ کیا تھا کہ یشوع کو لیکے الیعزر کاہن اور ساری جماعت کے سامنے کھڑا رکھا اور اپنے ہاتھ اُس پر رکھے اور اُسے جیسا خداوند نے اُسکو فرمایا تھا وصیت کی تاریخ اسلام رسول کی وصی کی تقرری کیوقت حالات کی تفصیل بیان کرتی ہے مگر پھر بھی مسلمانون کو واقعہ اور تفصیل کے سامنے عذر کی ضرورت ہو۔

مرکز سے ہوشیار کر رہے تھے۔

ایک زمانہ کے بعد لوگون نے شہادت دی۔

یہ واقعہ ایسا صاف اور صریح تھا کہ تاریخ الخلفا اور صواعق محرقہ کے موافق آیندہ زمانہ مین علی کے سوال کرنے پر حاضر الوقت تیس صحابیون نے گواہی دی یا شواہد النبوۃ کے موافق دس انصار نے تائید کی۔ صاحب روضۃ الصفا کوئی عجب خیز بات نہین کہتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد خیمہ نصب کیا گیا۔ لوگون نے مبارکباد دینا شروع کیں جس مین سب سے ممتاز اور یادگار تہنیت حضرت عمر کی تہی بقول صاحب منہاج "ملاقات کی حضرت امیر المومنین علی سے امیر المومنین عمر نے بعد حکایت کی اور کہا گوارا ہو اور شاد رہو اے ابو طالب کے فرزند کہ صبح کی تم نے اور شام کی اور ہوئے تم مولا تمام مومنین کے کیا مرد کیا عورت۔ روایت کیا ہے اس حدیث کو تیئن احمد نے براء بن عازب سے اور زید بن ارقم سے کذا فی المشکوٰۃ" یہی دن تھا جسمین مورخین مثل طبری و تاریخ الاسلام مولوی عباسی صاحب قائل ہین کہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوا۔ کیونکہ "یا ایہا الرسول بلغ ما

خیمہ نصب کیا گیا مبارکبادین دی گئین

آیہ اکملت لکم دینکم اسی دن نازل ہوا۔

انزل الیک من ربک ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس" کی ایسے سخت
موقع پر تعمیل کیگئی تہی۔ واللہ یعصمک من الناس" (اللہ تجہے لوگون سے بچائیگا) نہایت توجہہ کے قابل فقرہ ہے
جس سے اس پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ رسول نے جو کچہہ آج کیا اُسکا کرنا بہت محفوظ نہ تھا۔

آیت کی تسکین ہی

واقعہ غدیر پر ہم کوئی مزید بحث نہین کرتے جسے ہم "الکرار" اور "امامت تاریخی حیثیت سے" مین کافی حد تک
کر چکے ہین۔ وہ جو واقعہ غدیر مین رسول کے صاف اور صحیح طرز عمل اور لوگون کے مسرورانہ مبارکبادونکو
ایسا واقعہ نہین سمجہتا جسے عالم مین تاریخ اپنی ضرورتون کے وقت دُہرایا کرتی ہے جو اس موقع پر رسول کے
ایسے بالاعلان نمایش کو علی کے متعلق رسول کے اقوال اور افعال کا نشو نہین دیکہہ سکتا اُسکے لئے کوئی
بحث اور مثال بکار آمد نہین ہوسکتی۔ مین اپنا خیال رائٹ انریبل سید امیر علی صاحب کی اسپرٹ آف
اسلام سے پیش کرتا ہون اور بس۔ ممدوح فرماتے ہین:۔

"عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ رسول نے ولیعہد نامزد نہین کیا۔ لیکن یہہ واقعات کا ایک غلط توہم ہے کیونکہ اسکی
کافی شہادت ہے کہ رسول نے اکثر ولیعہدی کے لئے علی کیطرف اشارہ کیا خصوصاً حجۃ الوداع کی واپسی موقع
پر۔ اس جگہہ جسے خم کہتے ہین ٹہہر گئے اور مجمع مین جو الفاظ فرمائے اس سے اُنکے ارادہ ولیعہدی مین شبہہ
کی گنجایش نہین رہتی"۔

تاریخ اسلام کے تاسف کا موقع۔

تاریخ اسلام کو اسکا افسوس ہونا چاہئے کہ ایک ایسے مسئلہ کے متعلق جسے ہمارے مقنن نے واضح سے
زیادہ صاف کر دیا تہا اور نہ صرف قول بلکہ فعل سے اُسکا ترجمہ فرما دیا تہا۔ زمانہ کو اسکی ضرورت ہوتی کہ
کہ اختلاف کیا جاتا۔

تبوک اور غدیر مین اعلان اور ادائے رسم کا تہوڑا فرق تہا۔

یہ ہم پیشتر کہہ چکے ہین کہ واقعہ عقبہ بعض مورخین کے موافق حجۃ الوداع کے بعد ہوا۔ اگر واقعہ تبوک مین جناب
امیر ہتوڑے دنون کے لئے قایمقام بنائے گئے تہے اور مشہور حدیث سے آیندہ کی ولیعہدی پر روشنی
ڈالی تہی تو واقعہ غدیر مین ولیعہدی کے رسومات عملاً برتے گئے تہے۔ یہ باتین اُن لوگون کیلئے خوش آیند

واقعہ عقبہ کی ملتوی وجہ بیان کی گئی

نہ ہوسکتی تہین۔ جو اسلام لانے کو اس شرط سے مشروط کرنا چاہتے تہے کہ "تو پہر تمنے اپنے بعد اپنا خلیفہ بناؤ گے"
یا وہ جنہون نے موٹے موٹے لفظون مین یہ ظاہر تو نہین کیا لیکن امارت کے لئے سرواہین سینہ مین رہ
نہ سکین۔ اب انکے لئے اس سے زیادہ کونسی بڑی چوٹ ہوسکتی تہی کہ وہ ذو العشیرہ کے بالاعلان خلیفہ کی
رسمی ولیعہدی دیکہتے اور خواہ مخواہ چہرے پر بشاشت اور خوشوقتی کے آثار ظاہر کرنے پڑتے اگرچہ دل انکا

واقعہ عقبہ مین رسول پر حملہ کی غرض۔

اور بیٹھا جاتا۔ بہت غور سے اِس کا اندازہ کرو کہ واقعہ عقبہ ظاہری دشمنون کا کام نہ تھا کیونکہ وہ تو خود سے پیچھے رہ گئے تھے اور ہو کہ یا حجۃ الوداع ہی کے بعد اُنکا یہ مصمم ارادہ کہ رسول کو شہید کرین اور کیا وجہ عداوت سمجہا سکتا ہے بجز اسکے کہ جب ہماری اُمیدین خاک مین ملگئین تو ہم اپنی حسرت کا انتقام کیون نہ لین اور پھر آئیندہ کی فکرین کرین۔ تم یہ بہی سمجھ چکے ہو کہ منافقین کا نام چھپ جانا محال تہا۔ اب اسکے بعد جو

آئندہ کے متعلق انعکاس۔

واقعات بیان ہونگے اُنکی طبیعت تمہین مخالفت کے اندرونی شدید بہتے ہوئے دہارون کا حال بتائنگے اور تمہین بہت سے اگلے پچھلے واقعات کیسے ہی چھپائے ہوئے یا کیسے ہی محتاط لفظون مین کیون نہ بیان کئے گئے ہون یا کسی روشنی مین کیون نہ مورخین نے پیش کئے ہون سمجھ مین آجائینگے۔ تم آدمی پہچانوگے۔ تم لوگون کے متعلق رسول کا خیال پرکھ سکوگے۔ اور تمہین اُسوقت اخلاص کا درجہ اور مقدار سمجھنے کا ترازو ملجائیگا۔

واقعات گزشتہ تمہارے مددگار رہینگے۔ تمہارے سوچنے مین صواعق محرقہ کی یہ روایت بہی معین ہوگی جو ابوسعید خدری سے مذکور ہے کہ "منافق را بہ ابن شناختم کہ امیرالمومنین علی را دشمن میداشت"۔

حجۃ الوداع کے بعد ہادی کی حیات

ہادی عالم واقعہ غدیر کے بعد بہت دنون تک اہل عالم کے لئے زندہ نہ رہا۔ زیادہ سے زیادہ مدت تراسی (۸۳) دن اور کم سے کم ستر (۷۰) دن ہین۔

دروازون کے بند کرنیکا حکم علی کو مستثنےٰ کرکے۔

انھین دنون مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے حکم دیا کہ جن لوگون کے دروازے مسجد کیطرف ہین وہ بند کرلین۔ اسکے بعد بقول روضۃ الصفا "الا خانہ علی۔ فرمود کہ مرا از صحبت او گریز نیست و او را از صحبت من"۔ بقول مناقب مرتضوی "یہ امر صحابہ کو شاق گذرا"۔ اگرچہ جناب رسالتمآب نے فرمایا تہا کہ مین نے بحکم خدا کہا ہے۔

حضرت عمر کی درخواست سختی و شدت سے نامنظور کی گئی۔

مظاہر الحق ترجمہ مشکوۃ المصابیح مین ہے کہ "عمر نے درخواست کی کہ اپنی دیوار مین ایک روزن چھوڑ دین تاکہ دیکھ لیا کرین آنحضرت کو اُسوقت کہ آوین مسجد مین پس فرمایا آنحضرت نے کہ نہ چھوڑین اگرچہ مقدار ناک سوئی کے ہو"۔ اسی کتاب مین ہے کہ پوچھے گئے ابن عمر کہ کیا کہتے ہو بیچ حق عثمان اور علی کے پس بیان کیا حدیث بعد اسکے کہا مت پوچھو حال علی کا اور قیاس نہ کرو کسی کو اُنپر بند کئے دروازے سبکے سوا دروازہ اُنکے"۔ علی کے لئے اِس امتیاز کا ہی ہوتا تاریخ اسلام کے جاننے والے کے لئے عجب خیز نہ ہوگا اور اگر فن حدیث مین دلچسپی ہے تو

بعض احادیث (صواعق محرقہ)

یہ احادیث مدد دینگی کہ "انا مدینۃ العلم (یا انا دار الحکمہ) وعلی بابہا" (مین شہر ہون علم کا یا گھر ہون حکمت کا اور علی اُسکے دروازے ہین) یا "لا یحل لاحدٍ ان یجنب فی ہذا المسجد غیری وغیرک" (حلال نہین ہو کہ کوئی حالت جنب مین ہو اِس مسجد مین سوائے میرے اور تیرے) یا "علی

باب حطہ من دخل منہ کان مومنا و من خرج منہ کان کافرا" علی باب مغفرت اور حطہ ذنوب
ہین جو کوئی اِس دروازہ سے داخل ہوا اور اُسکی متابعت کی وہ مومن ہے اور جو شخص کہ اُس سے باہر
نکل گیا اور پیٹھ پھیری وہ کافر ہے) اس سے معلوم ہوگا کہ اُس کیلیے مسجد کا دروازہ بند نہین کیا جا سکتا
تہا جو پُر معنی استعارون مین دروازہ کہا گیا ہے۔ اب دوسرا سوال یہ باقی ہے کہ پھر کیون لوگ ایسے دروازہ
جہان سے وہ رسول کی نقل و حرکت دیکہہ سکتے ہتے اور پاس پہونچ جاتے تہے اِس سختی سے روکے گئے اور انکا
ایک سوراخ کی اجازت مانگنے والے بعض مورخین کے نزدیک اتابک اعظم سے کم نہ تہے۔ کم سے کم ایسے شخص کو
جسکے متعلق مظاہر الحق مین ابن عساکر سے علی کی زبانی کہلوایا گیا ہے کہ "قرآن ایک رائے عمر کی رائے مین
سے ہے" یہ امتیاز دینا چاہیے تہا کہ اِنکا مسجد کی طرف والا دروازہ کُھلا رہنے دیا جاتا خصوصًا ایسی حالت
مین جبکہ اُنھون نے ایسی التجا کی تہی۔ اسکے برخلاف بغیر کسی ایسی التجا کی اُسکا دروازہ کُھلا رہنے دیا گیا
جسسے بیشتر امتیاز دیے گئے ہتے اور جس کے متعلق مرض موت مین ایک مجمع کے سامنے ہاتھ پکڑ کر بقول صواعق محرقہ
فرمایا تہا کہ "ھذا علی مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان حتی یردا علی الحوض فاسئلھما
کیف خلفت فیھما" (یہ علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ یہ دونون آپس مین جدا نہ ہونگے
جب تک میرے پاس حوض کوثر پر وارد نہ ہون پس پوچھونگا کہ میرے بعد تم نے اِن سے کیسا سلوک کیا)
مین اِس دوسرے سوال کا جواب مناسب وقت کے لیے اُٹھا رکھتا ہون۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تپ اور دردِ سر مین مبتلا ہوگئے اب موقع تہا کہ دوسرے
وزیر اعظم جنہون نے ہجرت مین مشہور اونٹ مشہور قیمت پر پیشکش کیے تہے۔ جنپر غار کی مصاحبت مین
مشہور کیفیت طاری ہتی اور جنہین رات کو سانپ نے کاٹا اور صبح تک بجائے اسکے کہ زہر کا اثر ہوتا درد
بڑہتا رہا۔ جنہون نے سراقہ کا معمول سے زیادہ ہیبت سے خیر مقدم کیا۔ رسول سے تیمارداری کی التجا کرتے۔
لیکن حیرت یہ ہے کہ بقول روضۃ الصفا اس زمانہ تک کے مشہور حلیم کی درخواست بہی منظور نہ فرمائی اور منہاج النبوۃ
کے ان خرادے ہوئے لحن اور سطح الفاظ مین جواب دیا۔ "ای ابوبکر اگر مین تیمارداری بجز اہل بیت کے کسی کو فرماؤن
تو مصیبت انکی زیادہ ہوگی" لیکن ہمیر تون کی حیرت اِس سے بڑھ جاتی ہے کہ عام مورخین نے اسپر کثرت سے
زور دیا کہ رسول زمانہ علالت کو بجز حضرت عایشہ اور کسی کے گھر صرف نہ فرمانا چاہتے تہے۔ اور مورخین یہ بہی کہتے ہین
کہ اہلبیت مین ازواج بہی شامل ہین پس اگر رسول حضرت عایشہ کے گھر اپنی بیماری مین تشریف فرما تہے اور وہ

پُر معنی استعارہ

بہت سی رایے بابت قرآن مہیا کری۔

رسول پوچھینگے کہ تمنے علی کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔

ہادی کی علالت۔

حضرت ابوبکر کی درخواست رد کیگئی

استنباطی حیرت

اہلبیت مین داخل تھین تو حضرت ابوبکر کو حضرت عایشہ کے گھر مین داخل ہونے سے روکنا کیا معنی جن سے شرعاً
کوئی پردہ نہ تھا سب جانتے ہین کہ صدیق اور صدیقہ باپ بیٹی تھین۔ اِس سے کیا کچھ معلوم ہوتا ہے بالفعل
مجھے کہنے کی ضرورت نہین لیکن اِس سے اہلبیت کے معنی معلوم ہوتے ہین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی درخواست
جسکے قبول کرنے مین بظاہر کوئی عذر نہین کرسکتا منظور نہ کیگئی۔ اب انکار معنی پیدا کرتا ہے۔ معنی تلاش کرنا غور
کرنیوالے اور پس وپیش کر واقعات مین ڈوبنے والے کا کام ہے۔ یہ منظور کرنے کے بعد بہی کہ جناب رسالتماب حضرت
عایشہ ہی گھر تشریف رکھتے تہے پیچیدگی کم نہین ہوتی کہ کیون سرکاری طور سے باپ کو اسکی اجازت نہ دیگئی کہ وہ بیٹی
کے گھر مین داخل ہوتا جبکہ یہ انکار اشتراک اور اجتماع کا سدباب سمجہا جاسکتا تھا۔

ایک معترض کے نزدیک انکار کے معنی۔

جناب رسالتمابؐ کے علالت کی تاریخ ۲۸ صفر اور رحلت کی تاریخ ۲ یا ۱۲ ربیع الاول بتائی گئی ہے۔ جمہور مورخین
کے قول کے موافق متذکرہ صدر تاریخ کے لحاظ سے واقعات کا اندازہ کرنا ہوگا۔

تاریخ علالت

گذشتہ اوراق مین اسکا اشارہ کیا گیا کہ ۸ ہجری مین غزوہ موتہ واقع ہوا اور زید ابن حارثہ شہید ہوگئے
۲۶ صفر ۱۱ھ مین دوبارہ مخالفین کے شورش کی خبر ملی۔ رسول نے اُسامہ ابن زید کو بلایا اور انھین ایک
لشکر کا امیر کرکے حکم جنگ دیا۔ لڑائی مقام اُبنی پہ ہونیوالی تہی جو اہل روم کے قبضہ مین تہا اور جہان زید
مارے گئے تہے۔ موضع جرف مرکز لشکر قرار دیا گیا اور "حکم عالی یون صادر ہوا کہ اعیان مہاجرہ و انصار مثل
صدیق اکبر۔ اور عمر فارق اور عثمان ذوالنورین۔ اور سعد ابن ابی وقاص اور ابوعبیدہ جراح وغیرہم
سب زید بن حارثہ (اُسامہ) کے ہمراہ جاوین مگر علی مرتضی کے تئین ہمراہ نہ کیا"۔ تمام مورخین بہ استثناء ابن
ابن خلدون کے قائل ہین کہ جناب رسالتمابؐ نے جناب امیر کو یا ہمراہ نہ کیا یا تیمارداری کے لیے رکھ لیا
خود مترجم اپنے نوٹ مین قائل ہوا ہے کہ "لیکن علالت کی وجہ سے آپ نے باجازت اُسامہ علی و عباس رضی اللہ
عنہما کو تیمارداری کی غرض سے مدینہ مین رکھ لیا تہا باقی اور اجلہ اصحاب اُسامہ کے ہمراہ مدینہ سے روانہ
ہوئے۔ اُسامہ مدینہ سے ایک کوس چلکر جرف مین ٹہر گئے اور وہان سے ابوبکر و عمر وغیرہما رضی اللہ عنہم اُسامہ
سے اجازت لیکر رسول اللہ کو دیکھنے آتے تہے اور پھر چلے جاتے تہے اِس منزل سے اُسامہ کوچ کرنا چاہتے تہے
کہ رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوگیا"۔ یہ بات لوگون کی خاطر پر گران گذری کہ پیغمبر خدا نے ایک غلام کو
اکابر مہاجرین و انصار پر امیر گردانا ... جب یہ اخبار سمع مبارک مین پہونچے خاطر مبارک سخت رنجیدہ ہوئی
اور غصب مین آئے اور باوجود تپ اور درد سر کے سر مبارک اپنا عصابہ سے باندھکر باہر آئے اور منبر پر رونق

جیش اُسامہ

بہ استثنائے علی سب اصحاب کو زید کی ہمراہی کا حکم دیا۔ (مناہج)

اُس امر پر اعتراض جسیر غنا فی الدین حضرت جعفر نے کوئی عذر نہ کیا

انحراف پر تنبیہ۔

افروز ہوئے اور خطبہ پڑہا اور فرمایا اے معشر الناس مین نے اُسامہ کو جو امیر بنایا تم اُس سے انحراف کرتے ہو اور اُسکے باپ کی امارت مین بہی غزوہ موتہ کے درمیان سخن کرتے تہے تم یہ کیا بات ہے قسم خدا کی کہ وہ سزاوار ہے امارت کا اور اُسکا باپ بہی سزاوار امارت تہا۔ روایت ہی کہ حضرت عمر اپنے دوران خلافت مین اُسامہ کو دیکہہ کر "السلام علیک یا ایہا الامیر" کہتے تہے۔ اور اُسامہ جواب دیتے تہے "غفر اللہ لک یا امیر المومنین"

حضرت عمر کا سلام اور پُر معنی جواب

بقول ابن خلدون جب اُسامہ کے متعلق رسول نے فرمایا کہ "اگر اُسکا باپ لائق امارت تہا تو یہ بہی قابل میر ہونیکے ہی جانے چلو اُسامہ نے یہ سُنتے ہی کوچ کا حکم دیا اور جرف مین پہونچ کر پڑاؤ کیا۔ کہا گیا ہے کہ سرور عالم کا خطبہ دسوین تاریخ ربیع الاول کو ہوا۔ "صبح کے دوشنبہ کے روز پہر آیا (اُسامہ) اور حضرت کو تہوڑی تخفیف حاصل ہوئی تہی اُسامہ کو حضرت نے وداع کیا اور فرمایا اغز علی برکتہ اللہ (جنگ کر خدا کی برکت پر) اور اُسامہ حضرت کی فرمان کے مطابق لشکر گاہ کو پہرا اور اُس نے حکم کیا کہ لشکر کوچ کرے اور جب چاہا کہ اب سوار ہوئے اُسکی مان اُم ایمن نے پیغام بہیجا کہ رسول خدا نزع مین ہین اُسامہ پہر پہرا اور اعیان اصحاب بہی پہر آئے اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور امثال اُنہون کے خود مدینہ ہی مین تہے" اور جب ابن خلدون پڑہوگے تو معلوم ہوگا کہ دوشنبہ کے دن بعد نماز صبح ابوبکر "اپنے اہل کے پاس سنح چلے گئے" بعض تاریخین یہ بہی کہتی ہین کہ جناب رسالتمآب نے سعد ابن عبادہ کو اسپر مقرر فرمایا کہ لوگون کو گھرون سے بلا کر اُسامہ کے ہمراہ بہیجو۔

(قرۃ العیون)

عدم روانگی کی وجہ تجہیز لشکر نہین ہو سکتی

اِس واقعہ کے ذکر سے مین خود سمجہنے کے لئے سوال کرتا ہون کہ کیا وجہ ہوئی جو باوجود اسکے کہ جناب رسالتمآب نے ۲۶ صفر کو حکم دیا تہا مگر گیارہ ربیع الاول تک فوج روانہ نہ ہوئی۔ درانحالیکہ اسکے قبل بنی قریظہ وغیرہ کی جنگ بتاتی ہی کہ صرف حکم دینے کی دیر ہوتی تہی اور کچہہ دیر کے بعد لشکر روانہ ہونے کے لئے مستعد ہوجاتا تہا۔ اِس واقعہ مین دیر کی وجہ نہین بتائی گئی ہے کہ تجہیز لشکر کی وجہ سے دیر ہوئی اگر کوئی یہ عذر بہی کرے تو یہ عذر اِس خیال سے قابل پذیرائی نہین ہے کہ رسول کے خطبہ کے بعد اُسامہ نے کوچ کیا اور جرف مین پڑاؤ ڈالا۔ اگر سامان کی کمی دیر کی وجہ ہوتی تو درستگی کے قبل اُسامہ کا کوچ کرنا اور پڑاؤ ڈالنا کوئی معنی نہین رکہتا۔ اب روانہ نہونیکے اغراض حل طلب ہین۔

بلشکر کا لغیر دیر کا سبب نہ تہا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اُسامہ یعنی اِس لشکر کے سردار کی وجہ سے دیر ہوئی ہی؟ نہین بلکہ وہ ایک وفادار سپاہی کی طرح حکم پاتے ہی روانہ ہوگیا۔ اور جرف مین پڑاؤ ڈالنے کی یہ وجہ ہوئی کہ

جب بقیہ لوگوں کو جنہیں کچھہ دیر ہوئی ہے لشکر کے روانگی کی خبر معلوم ہوگی تو جلدی کرینگے اور
اسکے بعد یہاں سے لشکر روانہ ہو سکیگا۔ پھر تو کیا عام سپاہیوں کی تساہلی کی وجہ سے سردار لشکر روانہ
نہو سکتا تھا۔ اسے بھی اُسامہ کی روانگی اور پڑاؤ قطعاً کاٹ دیتا ہے۔ اور تاخیر کی پہلی تاریخی وجہ جو سمجھہ مین
آتی ہے وہ اُن لوگوں کا اعتراض ہے جو خیال امتیاز کو رسول کے حکم پر مقدم رکھتے تھے۔ مورخین نے
ہمراہی کے حکم مین جن مخصوص اصحاب کا نام بتانا مناسب سمجھا ہے اُنہین پانچ نام ہم لکھہ چکے بقیہ نام یہ ہین۔

تاخیر کی ایک وجہ

سعد ابن زید۔ قتادہ بن نعمان اور سلمہ بن اسلم بن حرث۔ مشکل سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ سعد ابن
وقاص یا قتادہ ابن نعمان کا ایسا سپاہی فوجی کارنامے کی شرکت مین کوئی تامل کرے اور نہ آئندہ وقت
جسکا ذکر کرنے والا ہے انسے اِس طرح متعلق ہے کہ اُنپر کسی خاص وجہ سے روانہ نہ ہو سکنے کا شبہہ کیا جا سکے۔
ہم سعید ابن زید اور سلمہ بن اسلم کے متعلق بھی کچھہ نہین کہہ سکتے اِس لیے کہ نہ بیشتر نہ بعد انکے واقعات نے
کسی کو متردد کیا ہے اور نہ یہہ کوئی مخصوص حالت مین پائے گئے ہین۔ زیادہ سے زیادہ جو انپر الزام لگایا جا
سکتا ہے وہ یہ ہو کہ ممکن ہے کہ یہ بھی اِس اعتراض مین شریک ہوں کہ ہمپر ایک غلام کو امیر کیا ہے اور
اسکے بعد تاکیدی حکم نے انہین مستعد کر دیا ہو۔ حضرت عثمان جب عموماً میدان جنگ کے مواقع پر امتیاز
سے نہین دیکھے گئے ہین تو ہمین البتہ انکی عدم روانگی پر زور دینے یا اعتراض کرنے کا کوئی حق نہین ہے
لیکن سوال یہین ختم نہین ہو جاتا۔ بلکہ اب ایک دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا رسول اپنے
اصحاب کے قابلیت شناس تھے یا نہ تھے۔ ہر کوئی با حواس آدمی یہ نہین کہہ سکتا کہ بغیر طبیعت شناسی
اور اندازہ قابلیت کے کوئی بڑا ہو سکتا ہے نہ کہ ہمارا ہادی جسکی انہوہ صفات مین یہ صفت
نہایت مخصوص تھی۔ پھر جب رسول جانتے تھے کہ حضرت عثمان مین صفت شجاعت تلاش کرنا بہت
کچھہ جانتا ہے تو پھر بھی انھین کیون روانگی حکم دیا۔ کیا یہہ ایک بے معنی حکم تھا جو یہی سوال حضرت
عمر اور ابو بکر کے متعلق اپنے کو دُہراتا ہے۔ مورخین نے اپنے طرز عمل سے ہمین یہ سوال کرنیکا موقع
دیا ہے کہ کیون دونون کے دونون حضرات ایسے دور کے مقام پر بھیجے جا رہے تھے درانحالیکہ امیر نہ تھے
بلکہ مامور تھے اور رسول کو مطلق اِسکا کوئی تاسف نہ تھا کہ رائے اور مشورہ لینے کے وقت انہین سے کوئی
نہو جنہین بھیج ایک کے متعلق مولوی شبلی صاحب الفاروق مین فرماتے ہین کہ انتظام اشاعت اسلام مین ایک واقعہ بھی
ایسا نہین جو حضرت عمر کی شرکت بغیر انجام پایا ہو۔ سونچا جا سکتا ہے کہ شدید علالت اور آخری اوقات

کون تساہلی کر سکتا تھا۔

مین معتبر لوگون کو قریب رکہنے کی سخت ضرورت ہوتی ہے اور اُس وقت کا ہر لفظ مفید اور اُنکی بجاآوری
ایک خدمت ہوتی ہے ایسے وقت ایک نبی مصلح اخلاق اور قوم گر کو کس قدر وصایا کی ضرورت ہوسکتی ہے
لیکن ایسے وقت خصوصیت کے ساتہہ انکی روانگی کو حکم اور ماموریت سے انکی رائے کا وزن اُس سے
بالکل الگ معلوم ہوتا ہے جیساکہ مورخین نے سمجہانے کی کوشش کی ہے ۔ اور انکی روانگی اس مجبوری سے
تہی کہ ان سے زیادہ باعتبار فوجی افسر کا ملنا دشوار تھا۔ اب خواہ مخواہ گذشتہ واقعات سامنے آجاتے ہین
کہ ایک بزرگ کو اتنی اجازت نہین ملتی کہ وہ رسول کے دولت سرا کی طرف ایک سوراخ رہنے دین تو دوسرے کو
یہ رخصت نہین ہے کہ وہ تیمارداری کرسکین اگرچہ اُنکی بیٹی ہی کے گھر کیون نہ ہو۔ کیا اسکے معنی یہ ہوسکتے ہین
کہ رسول نے ایک کو اگر اس سے روکا تہا کہ وہ ہر وقت نقل و حرکت کا نگران نہ ہو تو دوسرے کو نہ صرف اس
خیال سے بلکہ اس سے بہی روکا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کے پاس جاکر کسی ایسے خیال مین مشترک نہ ہوجائے جو
موقع بینی کہی جاسکے۔ بلحاظ اسکے کہ حضرت حفصہ اور عایشہ داخل ازواج تھین حضرت عمر اور ابوبکر کا
موقع ایسے ناقد کے سامنے نہایت ہی نازک ہے جو کسی ایسے اجتماع اور اشتراک کو جو کسی قضا حسب اختیار کی
رحلت یا علالت کے وقت ہو سیاسی نگاہ سے دیکہنا چاہتا ہے ۔ علی کے متعلق روضۃ الصفا کا یہ فقرہ
کہ "مرا از صحبت او گریز نیست" اگر صحیح ہے تو یہ فقرہ سمجہنے کے عنصر مین اپنے عکس سے مدد دیتا ہے کہ کچھ
لوگ جنکے دروازے مسجد کیطرف تہے ایسے تہے جنکی صحبت سے رسول کو گریز تہا۔

رسول کو علی کے صحبت سے گریز نہ تہا۔

یہ کوئی راز نہین ہے کہ جناب رسالتمآب کے ازواج کی دو پارٹی تہی اور ان مین بعض ایسی تھین جن سے
سرور عالم کو کچھ بہت راحت نہ تہی ان مین سے ایک پارٹی کی طرف حضرت ام سلمہ تھین اور دوسری طرف
حضرت عایشہ اور حفصہ وغیرہ ۔ مشکوٰۃ المصابیح سے معلوم ہوگا کہ حضرت زینب نے ایک مرتبہ جناب
رسالتمآب کے لئے شہد مہیا کیا اور جناب سرور عالم دیر تک انکے گھر تشریف فرما رہے اور حضرت عایشہ
کو رشک ہوا اور اتفاق کیا حفصہ سے کہ آنحضرت جس کے پاس ہم مین سے آوین تو کہے کہ آپ مین سے
بو مغافیر (بدبودار گوند) کی آتی ہے" سورہ تحریم اسکے سمجہنے مین اور مدد دیگا۔ اسیطرح زمانہ علالت
مین یہ واقعہ بہی غور کے قابل ہے کہ "عایشہ سے آیا ہے کہ پیغمبر میرے گھر سے باہر نکلے اور مین حضرت کے پیچھے
نکلی غیرت کی جہت سے کہ کہین ایسا نہ ہو کہ حضرت اپنے قبیلون سے کسی بی بی کے یہان جاوین یہان تک
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع کو پہونچے اور بہت دیر کھڑے رہے اور تین بار اپنے دست مبارک

ازواج رسول کی دو جماعت۔

(مناہج)

رسول کی نقل و حرکت پر نظر۔

اُٹھائے اور دعا کی اور وہان سے پھرے مین بہی پھری اور حضرت کے پہونچنے سے آگے گھر مین پہونچی اور سو گئی۔ متعاقب میرے حضرت بہی آئے اور جب رسول خدا نے اثر اضطراب اور تنگی نفس کے تئین میرے دریافت کیا پوچھا ای عائشہ کیا حال ہے اور کیا ہوا جو مضطرب معلوم ہوتی ہو صورت حال مین نے عرض کی فرمایا وہ سیاہی جو مین نے اپنے آگے آگے دیکھی تہی مگر تو تہی ؟

مین نے کہا ہان یارسول اللہ پس رسول خدا نے ایک ہاتھ عنف (درشتی) سے میری سینہ پر مارا اور کہا تو نے گمان کیا تھا کہ خدا اور رسول خدا تیرے حق مین ظلم کرتے ہین"! ایک روایت مین یون آیا ہے کہ حضرت نے عائشہ سے فرمایا کہ شیطان نے تجھے اِس بات پر گماشتہ کیا ہے"۔ یہ مثالین اس سمجھنے کیلئے دی گئی ہین کہ حضرت عائشہ کی ایک پارٹی ہی اور کیسے ہی حُسن ظن سے کیون نہو لیکن رسول کے نقل وحرکت پر غور سے نظر رہتی ہی اور یہ کوشش تھی کہ رسول انکے ارادہ سے مطلع نہو جائین۔ ایسے جاسوسانہ فعل کے علم پر اگر رسول نے اپنے مشبہات کو واقعہ سے زیادہ وزن دیا ہی ہوتا ہم اسکا الزام کسی طرح رسول پر نہین ہی۔ غرض اور ارادہ پر مطلع ہونا یا تو اسپر منحصر تہا کہ اُس سے دریافت کرتے جسپر کسی قسم کا شبہہ ہوا اور اُس جواب پر قناعت کرلیتے جو دیا گیا یا اُن اسباب پر نظر ڈالکر جن سے موجودہ واقعہ کا سمجھنا آسان ہو اخذ نتایج کرتے۔ روائتین ہین کہ جناب رسالتمآب اس سے کشیدہ ہوئے کہ بعض ازواج نے بعض باتون کو ظاہر کردیا جو راز کے طور پر حوالہ کی گئی تھین۔ کیا ان حالتون نے رسول کو اِس حکم پر آمادہ کیا تھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اپنی بظاہر قابل قبول خواہش مین مایوس کئے جاوین اور رسول حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کو ہر وقت کا نگران سمجھکر اسکی احتیاط کرتے ہون کہ کہین یہ لوگ اپنے اپنے باپ سے مِلکر کسی ایسی کارروائی پر آمادہ نہ ہون جو رسول کی خواہش اور منشا کے خلاف ہو۔ اور اُنھین انکے محض لفظون پر اطلاع نہ ہو۔ حیرت خیز تائید منہاج النبوۃ کے اس فقرہ سے ہوتی ہے جب عائشہ حفصہ سے عمر کے نماز پڑہانے کی سفارش کرتی ہین اور رسول فرماتے ہین کہ تم اے گروہ مستورات صواحب یوسف ہو یعنی اپنی بات پر پایداری کرتی ہو اور دل مین کچھہ رکھتی ہو اور ظاہر کچھہ کہتی ہو"۔ مجھے کوئی شبہہ نہین کہ عجب نہین ہے کہ معترضین امارت اُسامہ مین حضرت عمر اور ابوبکر اس فخر کے جوش مین مخصوص نمود رکھتے ہون کہ وہ رسول کے خسر ہین اور اس لئے محض اس رشتہ کی بناپر امیدوار امتیاز ہون۔ لیکن رسول کی سخت رنجیدگی۔ غضب اور دردسر کے باوجود پر تقسیم ارادہ نے امید امتیاز کو

رسول کا حضرت حفصہ سے عورتون کو متعلق مخاطبہ۔

قائم نہ رکھ سکا ہوگا۔ اور سمجھا دیا ہوگا کہ محض رشتہ اور ایسا کمزور رشتہ رسول کے ہاتھون ممتاز نہین ہوسکتا جب تک مخصوص اسلامی خدمات سے موئد نہ ہو۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول انہین کیون مدینہ طیبہ سے دور بہیجتے تہے اور یہ کیون روانہ نہونے کو اولی سمجھتے تہے؟ اور باوجود حکم روانگی یہ لوگ کیون بقول مترجم ابن خلدون بیے رسول اللہ کو دیکہنے آتے تہے اور پھر چلے جاتے تہے؟ آیا یہہ آنا اور دیکہہ جانا محبت سے تہا؟ اِن تنقیحات کے جواب چند روز بعد کے واقعات نہایت صفائی سے دے سکین گے بالفعل مجھے جس امر کی طرف توجہہ دلانا ہے اُسکا بدیہی تضاد کسی طرح قابل تسکین نہین ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر حضرت ابوبکر و عمر وغیرہ جرف سے آسکتے اور دیکہہ جاسکتے تہے اور اِنکو صریح حکم روانگی دیا جاچکا تہا جسکی بنا پر یہ پڑاؤ مین مقیم تہے۔ تو ساتہہ ہی ساتہہ یہ امامت مسجد مین رسول کی قایمقامی کیسے کرسکتے تہے اور یہ ہی فرصت تہی کہ صبح ہی ہوا آیا کرتے۔ اور ایک صریح حکم کے سامنے آیا یہہ امامت مسجد اگر واقعہ ہی ہو رسول کے علم حکم اور خواہش سے سمجھی جاسکتی ہے۔ اور کیسے بقول ابن خلدون تیرہ نماز اور بقول مجموعہ کامل آٹہہ دن اور بقول مناہج تین دن قبل رحلت ونیز تیرہ تک ابوبکر نے نماز پڑہائی۔ اور ابوبکر کی امامت مسجد کا حکم مجموعہ کامل کی اس روایت سے کیونکر ہم آہنگ ہوسکتا ہے جسمین بلال سے رسول فرماتے ہین کہ "ابن خطاب سے تو کہہ دے کہ لوگون کو نماز پڑہا دے"۔ اور خود اس روایت کو اس سے کیسے موافقت ہوسکتی ہے جیسا مناہج مین ہے کہ جب رسول نے عبداللہ ابن ربیعہ (وہی جسنے عثمان کے انتخاب کے لئے ابن سرح کی تائید کی) کو ابوبکر کے نماز پڑہانے کا حکم دیا اور اس نے انہین نہ پاکر عمر سے کہا اور عمر کی بلند آوازی جب رسول کے سمع مبارک مین پہونچی تو فرمایا "آیا (انکار) رکھتا ہی خدا تعالی اور ابا رکہتے ہین مسلمان مگر ابوبکر کو"۔ اور ابن خلدون دلچسپی مین یہانتک اضافہ کرتا ہے کہ دسوین روز جب درد کے خفیف ہوجانے سے حضرت باہر تشریف لاتے ہین جبکہ ابوبکر نماز پڑہا رہے تہے اور وہ پیچھے ہٹنے کا قصد کرتے ہین تو رسول نے مونڈہا پکڑ کے جہان پر بہو بچ گئے وہین پر کھڑا رکہا"۔ جیسے صاحب مناہج یہ کہتا ہو کہ "پس طلب کیا حضرت نے علی مرتضی اور عباس کے تئین اور تکیہ کیا اُنہون کے اوپر اور باہر آئے مسجد کی طرف اور نماز ادا کی"۔ طبری کو یہ کہنا ہے کہ جب رسول باہر تشریف لائے تو لوگون نے نہ صرف امامت ابوبکر کی نیت توڑ دی بلکہ خود حضرت ابوبکر نے بھی نماز شکستہ کردی۔ جی چاہے تو اعثم کوفی اور مناقب

کیا روانہ نہونا محبت سے تہا۔

ایک بدیہی تضاد

مرتضوی کا یہہ خیال بہی سُن لیجئے کہ امامت مسجد کا حکم رسول خدا کی طرف سے نہ تھا بلکہ حضرت عائشہ کی
طرف سے تہا - جو بعینہٖ خیال حیات القلوب کا ہے - علامہ مجلسی لوگون سے یہ فطری سوال بہی کرتے ہین کہ تمہین

فضل ابن عباس کا فطری متعجبانہ استفہام

کس نے بہیجا ہے اور لوگ دریافت کرنے دولت سرا کی طرف جب آتے ہین تو فضل ابن عباس سے ملاقات ہوتی
ہے اور وہ پوچہتے ہین کہ کیا ابوبکر جیش اُسامہ کے ساتھ نہین گئے - ؟ مین اس بے رحمانہ اقدام سے باز رہونگا
کہ امامت مسجد کے مسئلہ پر جس کے ایک لفظ کو دوسرے سے ایسا ہی بیت تاک اختلاف ہے تنقیدی نگاہ سے دیکہون
روایت کا خاصہ سمجہنے کے لئے اِس سے ہی مدد ملیگی کہ اگر رسول عبداللہ ربیعہ کے زبانی پیغام بہیجتے ہین تو روایت
کرنے والی حضرت عائشہ ہین - مجہے حضرت ابوبکر کی نرمی طبیعت سے کافی ہمدردی ہے جسکی بناپر حضرت عائشہ
یا حفصہ کی بہی سفارش کردیتی ہین یا حضرت عمر کا کمال ایثار ہے کہ وہ حضرت ابوبکر کو اپنے اوپر مقدم کردیتے
ہین - اور باوجود اِن تمام باتون کے رسول یہ بہی فرماتی ہین کہ دل مین کچہہ رکہتی ہو اور باہر کچہہ کہتی ہو" -

شور غل اور غش کے پیچہے

لوگ کہتے ہین کہ رسول مسجد مین درد کی تخفیف سے باہر آئے - یہ ہی وجہ ہوئی کہ رسول کو مسجد مین دیکہکر
حضرت ابوبکر بار کرافسوس کے غش کہا کر گرا اور لوگ رونے لگے - رسول نے یہ صدا سُنی اور تشریف لیگئے
شور غل کی صدا مین ہوسکتا ہو کہ غم محرک ہوا ہو لیکن واقعات کے سمجہنے کے لئے اس پہلو پر غور کرو کہ جب
حضرت ابوبکر امامت کے لئے مسجد مین پیش قدمی کرتے ہین تو کچہہ لوگ جو یہ جانتے ہین کہ انہین اُسامہ کے
لشکر کے ساتہہ روانہ ہونے کا حکم ہے پوچہتے ہین کہ آپ یہان کیسے تشریف رکہتے ہین - کچہہ بلند آواز لوگ
انکی تائید کرتے ہونگے کچہہ کہتے ہونگے کہ چلو دریافت کر آئین اِسمین شور و غل ہوا ہوگا - ہم نہین کہہ سکتے
کہ وادی الرمل والے عمر ابن عاص بہی اِس مجمع مین موجود تہے یا نہ تہے - یہ شور غل سنکر رسول عباس
اور علی کے کاندہے پر تکیہ کرکے باہر تشریف لائے ہونگے اور انہون نے ایسے لوگون کو پایا ہوگا جنہون
نے ایک صریح حکم سے انحراف کیا تہا اور ایسے لوگ رسول کو دیکہہ کر پیچہے ہٹے ہونگے - ہم تک نہ پہونچنا کہ

جہان استنباط انسانی ہے -

رسول نے اس وقت کیا فرمایا ہوگا کسی طرح معجزہ نہین ہے - لیکن یہ سوچنا کہ کیا فرمایا ہوگا کچہہ بہت مشکل
بہی نہین ہے -

(مناہج)

اِسی زمانہ علالت کے واقعات مین ایک یہ بہی ہے کہ نصف شب کو جناب سرور عالم اپنے غلام مویہبہ کو اپنے
ہمراہ لیکر گورستان بقیع مین تشریف لیجاتے ہین اور فرماتے ہین "اے اہل قبور گوارا ہو جو تمکو وہ نعمتین کہ
صبح کی تم نے اور ...... دور ہو تم اُن فتنون سے کہ ہین جن فتنون مین لوگ اور تمکو نجات دی ہے اُن

فتنون سے اور مخلصی دی ہے خدا تعالی نے اُن فتنون سے تحقیق کہ ہجوم لا رہے ہین لوگون پر فتنے مانند کالی رات کے قطعون کے متصل ہے آخر اُن فتنون کا اول سے اُن فتنون کے .... بعد اسکے حضرت اصحاب کیطرف رونق افروز ہوئے اور فرمانے لگے کہ وے (اہل قبور) تم سے بہتر ہین ... اصحاب نے عرض کی کہ یا رسول اللہ وے ہمارے بھائی ہین جس طرح وہ ایمان لائے ہین ہم بھی لائے۔ اُنہون نے انفاق کیا ہم نے بھی کیا وہ گئے ہم بھی جائینگے۔ پھر اُنکی زیادتی کس چیز کی ہے فرمایا کہ وے گذر گئے اور اپنے اجر سے اُنھون نے دنیا مین کچھ نہین کھایا اور مین نہین جانتا کہ تم میرے بعد کیا کروگے اور کیا کیا فتنے تمہارے درمیان تمسے سرزد ہووینگے"۔

اسی کتاب مین زمانہ علالت کے متعلق صحیح بخاری کی، عائشہ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے جو تعلقات کے سمجھنے مین مدد دیگی کہ وہ ذکر علالت کرتی ہوئی کہتی ہین کہ "باہر آئے حضرت ایک روز گھر سے مسجد کیطرف اور حال یہ کہ حضرت درمیان دو مردون کے ہین اور اوپر اُن کے اعتماد کئے ہوئے یعنے تکیہ کئے ہوئے اور خط کھینچتے تھے دونون پاؤن اُس جناب کے زمین مین نہایت ضعف و ناتوانی سے اور وہ دونون ایک عباس تھے چچا حضرت کے اور دوسرا ایک مرد اُس جناب کے اہلبیت سے"۔ عبید اللہ ابن عبد اللہ اس حدیث کے راوی نے ابن عباس سے یہ روایت بیان کی اور ابن عباس نے پوچھا کہ ایا تو قیاس کرتا ہے کہ وہ دوسرا مرد کون تھا۔ اور انکار پر جواب دیا کہ "وہ مرد علی ابن ابیطالب تھے۔ مورخین نے حضرت عائشہ کے نام نہ لینے کی جو تاویلین کی ہین وہ مشکل سے موافق واقعہ ہین جبکہ یہ طرز عمل اور مصلحت عالمگیر ہوتی جاتی ہے کہ اپنے ناموافق فریق کے کسی کارنامے یا خدمت کے ذکر یا حتی الوسع نام لینے سے پرہیز کیا جاے۔

ایک اور واقعہ جو بقول ابن خلدون اور مناہج پنجشنبہ کو ہوا اُسے ہم نے ابتک نہین لکھا۔ واقعہ قصہ قرطاس ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بقول مناہج و ابن خلدون "آپ نے فرمایا کہ میرے پاس دوات و کاغذ لاؤ مین کچھ لکھدون تاکہ بعد اسکے گمراہ نہ ہو۔ لوگ بحث و مباحثہ کرنے لگے تھوڑی دیر کے بعد جب پھر اس کلام کا اعادہ کرانا چاہا تو آپنے ارشاد کیا کہ تم لوگ مجھے چھوڑ دو مین جس حالت مین ہون اچھا ہون اُس سے جسکی طرف تم مجھے بلاتے ہو"۔ مترجم ابن خلدون بخاری و مسلم سے نوٹ کرتا ہوا کہتا ہے کہ عمرؓ نے کہا کہ ہمارے لئے قرآن مجید کافی ہے جو ہمارے پاس ہے۔ اور بیشک اُسوقت آپکے درد زیادہ ہو رہا تھا.... اس اثنا مین کسی نے یہ بھی کہدیا کہ ان کو اختلاط کلام ہوگیا ہے ... آپنے فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ پیغمبر ون کے پاس شور شغب کا کام نہین ہے۔ صاحب مناہج کہتے ہین "عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

فتنے کالی رات کی طرح ہجوم کر رہے ہین۔

اصحاب کا سوال اور رسول کا جواب۔

حضرت عائشہ نام نہین لیتین۔

ابن عباس نام بتلاتے ہین

پنجشنبہ
قصہ قرطاس۔

کچھ لکھنے کے لئے رسول کاغذ طلب کرتے ہین جس سے لوگ آئندہ گمراہ نہ ہون۔ لوگون نے مباحثہ کیا حضرت عمر نے اسپر کہا کہ ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔

رسول نے شور شغب کرنے والون کو چلے جانیکا حکم دیا

یہ مرد یعنی پیغمبر خدا شدت مرض کے وقت ایسی باتین کرتا ہے کہ اختیار کے دائرے سے باہر ہین شاید کہ یہہ باتین بھی مانند اُن باتون کے ہون) یعنی مبادا لوگون کے تئین راہ سخن پیدا ہو اور کہین اور خیال کرین اور طعن کرین کہ رسول خدا ہذیان کرتا ہے یعنی بڑبڑاتا ہے جس طرح بیمار بیماری کی سختی کے وقت کہتے ہین"۔ مولوی شبلی صاحب فرماتے ہین" یہ واقعہ بظاہر تعجب انگیز ہے ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ اِس سے زیادہ اور کیا گستاخی و سرکشی ہوگی کہ جناب رسول اللہ صلعم بستر مرگ پر ہین اور امت کے درد غمخواری کے لحاظ سے فرماتے ہین کہ ایک ہدایت نامہ لکھدون جو تمکو گمراہی سے محفوظ رکھے۔ یہ ظاہر ہے کہ گمراہی سے بچانے کے لیے جو ہدایت ہوگی وہ منصب نبوت کے لحاظ سے ہوگی اِس لئے اسمین خطا و سہو کا احتمال نہین ہوسکتا باوجود اِسکے حضرت عمر بے پروائی ظاہر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ کچھہ ضرورت نہین ہمکو قرآن کافی ہے طرہ یہ کہ بعض روایتون مین ہے کہ حضرت عمر ہی نے آنحضرت کے اِس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا۔ نعوذ باللہ"۔ صاحب مظاہر حق کہتا ہے" ابن عباس کہتے ہین کہ تحقیق مصیبت کامل وہ حال ہے کہ ہوا حائل اور مانع درمیان پیغمبر خدا کے اور درمیان اسکے کہ لکھین اُنکے لئے یہ نوشتہ بہ سبب اختلاف اُنکے اور شور و شغب اُنکے کے۔ کاشکے وہ اختلاف اور غل نہ کرتے تا حضرت کچھ لکھتے کہ سبب ہدایت کا ہوتا ایسی تھے ابن عباس مائل طرف خلاف اُس چیز کے کہ کہی عمر نے اور اُنھون نے کہ تابع تھے اُنکے اصحاب مین سے .... پھر روئے ابن عباس اشارہ وگریہ تر کیا اُنکے آنسوون نے سنگریزون کو کہ وہان پڑے تھے"۔ یہی مفہوم مناہج مین ہے۔ یہ دونون کتابین بعض کا یہ خیال بھی لکھتی ہین کہ "چاہا تھا کہ معین کردین ایک کو اصحاب مین سے واسطے خلافت کے تا واقع نہ ہو نزاع اُمین"۔

تفصیلی حیثیت سے یہ بحث الکلام مین کیجاچکی ہے اِس کتاب مین بجز خاص مفید نکات کے مین زیادہ طول مناسب نہ سمجھونگا۔ تم کو یہہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جناب رسالتمآب نے قلم و دوات یا اسباب تحریر اُس وقت طلب کے جبکہ لوگ دیر سے آنجناب کے وصایا کو سُن رہے تھے اور ہر شخص سمجھہ رہا ہے کہ حضرت اِس محل مین تعزیر فرما رہے ہین جو صاف طریقہ سے دوامی تقریر سمجھی جائے۔ کسی کو کوئی اعتراض نہین ہوتا اور معلوم ہوتا ہے کہ حاضرین اور متکلم مین اُمت اور نبی کا واسطہ قائم ہے۔ نہ کوئی یہ کہتا ہے کہ بیماری مین زیادہ گفتگو کرنے سے آپ کو تکلیف ہوگی اور نہ اب تک کسی کو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ آیہ اکملت لکم دینکم نازل ہوچکا ہے اب ہمین یہ کہنے کا موقع ہے کہ محمد ابن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات منصب نبوت سے خالی ہوگئی۔ پنجشنبہ

حضرت عمر کا لحن خطاب

بعض روایتین کہ حضرت عمر ہی نے رسول کے ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا

ابن عباس کا تاسف۔

بعض کا خیال ہے کہ نزاع نہ ہونیکے لئے خلیفہ کا تعین چاہا تھا

رسول نے اسباب تحریر کب طلب فرمایا

طلب قرطاس کے پہلے عذر نہ ہوا۔

دوشنبہ تک گفتگو فرمائی۔

کیا معنی دوشنبہ تک جناب سرور کائنات نے تقریرین فرمائین اور کسی نے اِس عذر بیجا کو اپنے اسلامیت
کے شایان نہ سمجھا کہ شدت مرض نے رسالت کا حق ساقط کر دیا ہے۔ بلکہ فوری تغیر اور انقلاب طبیعت کے
آثار رسول کی اِس فرمانے کے ساتھ ہے پیدا ہوگئے کہ "دوات کاغذ لاؤ مین تمکو کچھ لکھدون تاکہ بعد اسکے گمراہ
نہ ہو۔ درانحالیکہ یہہ الفاظ صاف صاف کہہ رہے تھے کہ یہ فرمانا خالصاً منصب ہدایت کے لحاظ سے تھا۔

آیا حضرت عمر کو کچھ ایسا لکھے جانیکا خوف تھا جو انکو لئے مضر ہوتا۔

سوال یہ ہے کہ آیا حضرت عمر کو یا کچھ ایسے لوگون کو جو انکے زیر اثر ہون یہ خوف یا شبہہ تھا کہ جناب رسالتماب کچھ
ایسا تحریر فرمائینگے جو انکے حقوق کے لیے مضر ہوگا۔ اور کیا لکھنے کا قرینہ تہا۔ آیا اسکے کچھ آثار ہین جو حضرت
عمر کے خوف کی وجہ سمجھی جا سکے۔

مراسم دینیہ کے متعلق ہدایت مضر نہ ہوتی۔

ایسے مخالف اور موافق ہر شخص تسلیم کریگا کہ نماز روزہ حج اور زکوٰۃ وغیرہ کے متعلق رسول کا کچھ
فرمانا کسی حیثیت سے کسیکے مضر نہین ہو سکتا تہا اس لئے کہ اسمین کوئی ایسی بات نہ تھی جو ذاتی
منفعت کے مخالف اور رد حقوق کا سبب ہو سکتی۔ یہ یقینی امر ہے کہ حضرت عمر کا ایسا کچھ کہنا جو رسول
کی خواہش مین رکاوٹ پیدا کرے اِس خیال سے نہین ہو سکتا تہا کہ رسول نماز و روزہ کے احکام
کو کاغذ قلم کے حوالہ کرین۔ اور نہ اسمین کسی صاحب حواس کو شبہہ ہو سکتا ہے کہ جو کچھ کہا گیا اور
جس طرح کہا وہ کسی طرح اس خیال سے تہا کہ رسول کو تکلیف نہ ہو۔ اس لئے کہ رخصت ہوتے ہوئے

کونسی تکلیف زیادہ ہے۔

بزرگ کی کوئی ایسی تکلیف جسے وہ اپنے آخری عالم مین گوارا کرتا ہے وہ اسکے مقابلہ مین بہت کم
ہے کہ وہ اپنی بعد آخری وصیتین کرنا چاہے اور نہ کرسکے۔ جاہل سے جاہل اور وحشی سے وحشی قوم
آخری وصیت کو توجہ سے سنتی ہے اور حتی الوسع اُسے پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اگر ابا حفصہ نے رسول کے

صاحب خلق عظیم ہمدردی کا ایسا جواب نہین دے سکتا تہا۔

ساتھ ہمدردی کے لحاظ سے کہا ہوتا تو کبھی اسکا جواب رسول کے ایسے صاحب خلق عظیم سے یہ ممکن
تھا کہ وہ یہہ فرمائے کہ "میرے پاس سے چلے جاؤ پیغمبرون کے سامنے ایسے شور وشغب کا کام نہین ہے"
مورخین کا تمام "ہجر" اور نعوذ باللہ" اور مختلف پیرایون مین اِن الفاظ کو دکھانا اور دبا لینا
اور اسکے بعد قیامت تک ایسی ہی یا اس سے ہزار درجہ عمدہ لفظون اور پیرایون مین اسکے اصلی

مورخین نے کسے چھوڑا اور کس کی حفاظت کی۔

ہیئت کو بدلنے کی کوشش صرف ایک اور اکیلے ایک بات سمجھا دیگی اور وہ یہ ہوگی کہ ان مورخین
نے اُسکی محافظت کی جس نے نبی عربی کی نہ صرف صریح ترین انداز اور لفظون مین تخفیف کی بلکہ
مسلمانون کو جو اُس وقت سے قیامت تک پیدا ہوتے رسول کی ایک ایسے واضح اور مستند ارادہ

ہدایت سے باز رکھا۔ اور آیندہ مسلمانون کو متفرق ہونیکا راستہ بتایا۔ معاملہ صرف رسول اور ابا حفصہ مین نہین بلکہ ابا حفصہ اور عام مسلمانون مین بہی ہے۔ محافظ سلطان ہمین سمجہاتے ہین کہ قرآن پر اکتفا کرنا بہت درست تھا۔ اس سے شاید وہ ہمین یہ سمجہانا چاہتے ہون کہ رسول کا منشا یہ تہا کہ وہ قرآن کی چند جلدین شائع کر جائین اور بس۔ یا دوسرے لفظون مین ہمین یہ بتانا ہو کہ رسول کو اسکا مطلق خیال نہ تھا کہ وہ قرآن حوالہ کر چکے ہین۔ اور سب سے زیادہ مضحکت دلیل ہو کہ اس انحراف کا جواب اس دوسرے انحراف سے دیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول نے ابو ہریرہ کو اس اعلان کا حکم دیا کہ جو شخص صدق دل سے لا الہ الا اللہ کہے اُسپر آتش دوزخ حرام ہے۔ اس سے بہی ابا حفصہ نے روکا اور رسول خاموش رہے۔ وہ لوگ جو اسپر غور نہ کرین کہ حکم دینے کے بعد رسول کی خاموشی نے باوجود انحراف کے اُنکے اس فرمانے کو آج بہی ہم تک پہونچا دیا درانحالیکہ اگر اُس وقت انحراف کا لحاظ نہ فرماتے اور حکم دیتے جاتے تو جہان ہمین یہ خبر ملتی کہ رسول کے حکم کا اعلان کیا گیا وہان یہ خبر بہی پہونچتی کہ ایک شخص اُسی طرح ممانعت بہی کرتا جاتا تہا اور عامۂ ناس پر اس کا بڑا اثر پڑتا کہ وہ ممانعت کرنے والیکو اصحاب رسول مین سمجہتے۔ درانحالیکہ خاموشی اعلان کے راہ مین حائل نہین ہوئی اور ممانعت صاف صاف ہم تک پہونچگئی۔ بعینہ یہی صورت نوشتہ کے التوا کی ہوئی۔

یہ امر بہی نظر انداز نہین کیا جا سکتا کہ کچھہ لوگ تہے جو سمجہتے تہے کہ حضرت آیندہ کے لئے اپنا خلیفہ تجویز کرینگے اور اُسے مصدق یہ تحریر کر دینگے۔ حضرت عمر یا اُنکی جماعت کی مخالفت کہتی ہی کہ اُنہین اپنی نسبت رسول کوئی امید نہ تہی ورنہ لکہنے دینا اُنکے مفید تہا اور اپنے مفید امر سے مخالفت کا خیال نہین ہو سکتا۔ اور نہ یہہ روایت کہ مین ابو بکر کے ہوتے ہوئے پیش نمازی نہین کر سکتا یا اسکے کچھہ روز بعد کا واقعہ کہ خود حضرت عمر سب سے پہلے حضرت ابو بکر کی بیعت کرتے ہین۔ اِسکی جگہہ چہوڑتا ہے جس سے یہ قیاس کیا جا سکے کہ حضرت ابو بکر کے لئے رسول کا کچھہ تحریر فرمانا حضرت عمر کے ناگوار طبع ہوتا۔ نہ اسکا قرینہ ہے کہ حضرت ابو بکر جو عمر عاص یا اُسامہ ابن زید کے ماتحت رکہے جا سکین یا سورہ برات اِس لئے تلاوت کے لئے نہ ملے کہ اس کام کو رسول کرین یا جو رسول کے اہل بیت سے ہو تو عقل اور انصاف کے نزدیک بہت بعید ہے کہ رسول ایک ایسے بڑے کام کو جس مین کوئی ہر لحاظ سے مسلمانون کا والی امر ہو۔ ایک ایسے شخص کے سپرد کردین جسکے پیشتر نسبتاً کم درجہ کے کام بہی نہ دیئے گئے ہون یا دیئے گئے ہون تو ایسے وجوہات پیدا ہو گئے ہون کہ اس منصب کو لے لینے کی ضرورت محسوس ہوئی ہو۔

نہ صرف ہدایت کا سد باب ہوا بلکہ مسلمانون کو متفرق ہونیکا ذریعہ حوالہ کیا اِس قصہ مین کون کون فریق ہین (مناہج)

ایک پہلا انسداد

مخالفت کے باوجود رسول کا حکم پہونچگیا

خاموشی سے اعلان مخالفت کا انسداد منظور تہا

اگر حضرت عمر کو اپنے متعلق کچھہ امید ہوتی تو وہ لکہنے دیتے۔

حضرت ابو بکر کے موافق کچھہ لکہا جانا حضرت عمر کے خلاف نہ ہوتا

رسول اُنسے امت کا والی امر نہین قرار دے سکتے تہے جنسے اُنکی حیات مین کوئی مفید خدمت نہین دی گئی۔

کس کے متعلق رسول کچھ لکھ سکتے تھے۔ علی کے متعلق رسول کا اعلان کا نشو۔ خدمات کی نشو سے۔

اب خواہ مخواہ وہ شخص سامنے آتا ہے جس کی خدمات۔ ایثار نفس۔ لحاظ۔ اور اہلبیت میں ہونا رسول کا ولی۔ خلیفہ۔ وصی۔ بمنزلہ الراس من بدنی (جسم میں بمنزلہ سر) مولیٰ اور کیا کچھ نہ فرمانا مسلمانوں کی کتابوں میں محفوظ ہے۔

آخری وقت علی کو قریب رکھا تھا اور حضرت عمر اور ابوبکر اور عثمان کو دور بھیج رہے تھے رسول کا منشا جن رہی ہے

اسی بزرگ کے لئے لکھتے۔ اسکا غالب قرینہ جہاں گذشتہ تاریخ افعال اور عمل سے ہے۔ وہاں اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ رسول سب کو دور کے مقامات پر اصرار کے ساتھ روانہ کرتے ہیں اور اسی کو پاس رکھتے ہیں جسکی نسبت دعا کر چکے تھے کہ اس وقت تک موت نہ آئے جب تک علی کو دیکھ نہ لیں یا فرماتے تھے کہ بالضرورت تمہیں بھیجتا ہوں لیکن جدائی پر افسوس کرتا ہوں۔ کون اس سوچنے سے باز رکھا جا سکتا ہے کہ رسول ان تمام لوگوں کو جو ذاتی وجوہات سے علی کے حقوق کی مخالفت کرتے صدر مقام سے دور بھیجنا

جیش اسامہ کے ساتھ روانہ نہ ہونے کی وجہ

چاہتے تھے کہ کوئی جناب امیر کے راہ میں حائل نہ رہتا۔ اور لوگوں کا روانہ نہ ہونا اس خوف اور شبہہ سے تھا کہ کہیں ایسے کو رسول اپنا جانشین چھوڑ کر رحلت نہ فرمائیں جس کے جانشین ہونے اور کئے جانیکا دلوں کو یقین ہو اور یہ لوگ دوری کی وجہ سے کوئی کوشش نہ کر سکیں۔ ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ بلا کسی شورش اور مخالفت کے علی کا جانشین ہو جانا دوسروں کی امیدوں کو خاک میں ملا دیتا۔ یہ بھی کہہ دوں کہ اگر ایسا

کیا ہوتا اگر اس وقت علی خلیفہ ہوتے۔

ہوتا تو آج اسلام اور مسلمان دوسرے ہوتے اس لئے کہ عناصر تفرقہ اس قدر جلد پیدا ہوتے اور نہ ایسا موقع ملتا۔ علی کے مخالفین حقوق اپنی کوشش سے باز نہیں آئے جس کا ذکر تھوڑی دیر میں کیا جائیگا اور وہیں اس استفہام کا جواب ہو سکیگا کہ آیا بعض لوگوں کا لشکر اسامہ کے ساتھ روانہ نہ ہونا رسول کی محبت سے تھا ؟

سوچو کہ اگر حضرت عمر کا یہ برافروختہ فقرہ غمخواری کے لحاظ سے ہوتا تو کیا ضرورت تھی کہ دریائے علم ابن عباس روتے اور یہاں تک روتے کہ اونکی آنکھوں کے آنسو سنگریزوں کو تر کر دیتے۔ اس فقرہ نے لوگ رسول کو ایسی چیز کے لکھنے سے مانع ہوئے جو مسلمانوں کی ابد الآباد تک کے لئے ہدایت کرتا۔ اور وہ قوم کشت اختلافات نہ ہوتے جو مسئلہ امامت سے ہوئی۔ یہ اسلام کی سچی ہمدردی تھی۔

رسول کا ایک فقرہ جسے مؤلف نہیں سمجھا۔

مین رسول کے اس فقرہ کے بقیہ نصف کو مطلق نہیں سمجھا کہ "مجھے چھوڑ دو میں جس حالت میں ہوں اچھا ہوں اس سے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو"۔ پہلے نصف فقرہ کا مطلب صاف ہے کہ رسول شور غل کرنے والوں کو مجلس اقدس سے دور کر رہے تھے اور ان کا قریب رہنا ناگوار تھا۔ لیکن دوسرا نصف

کر "اُس سے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو"۔ واقعات کی کمی سے سمجھ مین نہین آتا۔ جو کچھ خیال ہے وہ یہ ہے کہ شور و شغب کرنیوالون نے کوئی رائے پیش کی ہوگی جو رسول نے قبول نہ فرمائی لیکن چونکہ مورخین نے یہ نہین لکھا کہ لوگون نے رسول کو کس طرف بلایا تھا اس لئے مین کچھ نہین کہہ سکتا لیکن سونچتا ہون کہ اگر یہ کوئی مخالف تجویز پیش کی گئی تھی تو اُسکا تاریخ مین ہونا حالت کو صاف سمجھا دیتا جواب اس لیے حذف کیا گیا کہ رسول نے نامنظور فرمایا اور لکھنا بہت سے حالتون کو پوست کندہ کر دیتا۔

ایک نہایت مفید بات تاریخ مین معدوم ہے۔

ابوالفدا کو یہ کہنا ہے کہ بیماری مین اور زیادتی ہوئی اور لوگون نے یہ خواہش ظاہر کی کہ زیارت کیلئے آنے کی اجازت دیجائے تو سرور عالم نے فرمایا کہ "میری بیماری کی تکلیف کم ہے بہ نسبت تمہاری عجوز کی کے"! افسوس دوران علالت کی آخری باتون مین صاحب حیات القلوب اور مناقب مرتضوی نے پُردرد تصویر کھینچی ہے کہ رسول علی کو اپنی تلوار۔ زرہ۔ ناقہ اور کپڑے عطا فرما رہے ہین۔ ان کپڑون مین ایک وہ پتھر بھی ہے جسے آنحضرت گرسنگی کے وقت شکم اطہر پر باندھ لیتے تھے اور علی روتے روتے بیخود ہوگئے ہین

رسول نے زیارت کی استدعا نامنظور کی

رسول کا اسباب خاص علی کے حوالہ ہوا۔

سرور عالم نے اپنے آخری وقت یہ بھی اعلان فرمایا کہ اگر مین نے کسی کو تکلیف پہونچائی ہو تو مجھسے انتقام لیلے۔ عکاشہ بن محصن نے دعوی پیش کیا کہ مجھے رسول کا تازیانہ لگا ہے۔ رسول آمادہ ہوئے اور طبری کے موافق عکاشہ کے تازیانہ کے لیے خصوصاً علی نے اپنے کو پیش کیا۔ عکاشہ نے پُشت مبارک پر بوسہ دیا اور در گذرا۔ ای کاش آیندہ زمانہ مین بھی اہل بیت نبوی کا ویسا ہی احترام باقی رہتا جیسا عکاشہ سے سرزد ہوا!

علی عکاشہ کے تازیانہ کے لیے۔

اسکے بعد بقول مناہج سرور عالم نے فرمایا کہ میرے بھائی علی مرتضی کو بلاؤ علی مرتضی آئے اور حضرت کی بالین پر بیٹھے اور سر مبارک اُس حضرت کا اپنے زانو پر اُس جناب نے رکھا۔ امیر المومنین سے اور وصایا فرمائے۔ کچھ ایسے قرض کے متعلق تھے جو ذاتی تھے کچھ اس قرض کے متعلق تھا جو اُسامہ کے لشکر کی آراستگی کے لیے لیا تھا اور سب سے مخصوص وصیت یہ تھی کہ:-

رسول کا سر مبارک علی کے زانو پر۔

"میرے بعد تجھے بہت سے صدمے پہونچین گے تجھے چاہئے کہ گھبرا نہ جائے اور صبر اپنا شعار کرے۔ جب تو یہ دیکھے کہ لوگ دنیا کی طرف مشغول ہوگئے تو تو آخرت اختیار کرنا"

آیندہ کے متعلق ایک یادگار وصیت

ہادی عالم کی حالت خراب ہوتی گئی اور یہ نوبت پہونچی کہ اُنکی لاڈلی بیٹی ضبط نہ فرما سکتی۔

رسول نے آنکھین کھولین اور اپنے دست اقدس سے آنسو پونچھتے اور بقول روضۃ الشہدا اپنے فرزند کو طلب کیا۔ غالباً لوگ بچون کو بلانے تیزی سے دوڑے ہونگے اور عجب نہین ہے کہ لوگون کی گھبراہٹ اور افسردہ صورتون نے بچون کے اثر پذیر دل کو متاثر کیا ہو اگرچہ وہ حالت کا صحیح اندازہ نہ کرسکے ہون۔ سات آٹھ برس کے بچے اس طرح جلد جلد قدم اٹھاتے ہوئے جارہے تھے کہ چھوٹے چھوٹے عمامے سر دن سے گرے جاتے تھے۔ وہ اصحاب جو در ہدایت سرا پر کھڑے تھے حسنین کو بسورتے اور اس طرح جاتے ہوئے دیکھ کر بے اختیار ہوگئے۔ بقول مناقب "حضرت نے اُن کو بوسہ دیا اور سونگھا اور لوگون کی تعظیم و احترام اور محبت کے باب مین اصحاب کو اور تمامی امت کو وصیت کی"۔ اور شاید یہی وقت ہو جس کے متعلق علامہ مجلسی حدیث نقل فرماتے ہین کہ جناب رسول چشم پُر آب ہوکر علی سے فرماتے ہین کہ "مین جانتا ہون کہ تمہارے لیے میری امت کے بہت سے لوگون کے دلون مین کینے ہین کہ وہ لوگ ان کینون کو ظاہر نہ کرینگے یہان تک کہ مین انتقال کرون" (مجالس ابرار) واقعات بتا سکینگے کہ کوئی چشم دید واقعہ خوانی اس پیشنگوئی سے بڑھ نہین سکتی تھی۔ اُس وقت کی حالت بجائے لکھے جانے کے سوچی خوب جاسکتی ہے۔ علی جنہین رسول نے فرزندون کی طرح گود مین پالا تھا۔ فرزندی مین قبول کیا تھا۔ ہدایت پائی۔ سایہ مین جوان ہوئے اور اثر حاصل کیا اپنے کو تنہا دیکھ رہے ہین۔ حضرت فاطمہ کہہ رہی تھین کہ بابا اب حسنین کس پر مچلینگے اور کون ناز اُٹھائے گا۔ اصحاب اہلبیت کی مصیبت پر سر پیٹ رہے تھے۔ اور دیکھنے کی یہ بات تھی کہ وہ یتیم عبداللہ جسے مکہ سے جلا وطن کیا۔ طائف مین نہ رہنے دیا۔ مدینہ مین چین سے بیٹھنا نہ ملا اب اُسیر کٹی اور مدنی اس طرح۔ دستے ہین کہ کبھی کوئی بیٹا اس طرح باپ پر اور کوئی باپ اس طرح اپنے بیٹے پر نہ رویا ہوگا مدینہ کے ہر کوچہ و بازار سے رونے کی صدا بلند تھی اور یہ آواز مین در و دیوار سے اپنا سر ٹکرا رہی ہین اسلام مین کبھی ایسا نوحہ و ماتم نہین ہوا یہ پہلا غم تھا۔ در خیبر اُکھاڑ ڈالنے والے علی سے سر اقدس نہ اُٹھ سکا کہ شادیتے اور عباس کو آواز دی "مین بیخود ہو رہا ہون میری خبر لے" اس لیے کہ

ہادی جو اس دنیائے فانی مین اپنا کام پورا کر چکا تھا عالم قدس کی طرف بلا لیا گیا۔

رسول طاہرہ کے آنسو پونچھتے ہین۔

حسنین کی طلبی اور اُنکا اضطراب۔

حسنین کے اضطراب نے اصحاب کو رولادیا رسول بچون کے متعلق وصیت کرتے ہین۔

اُس وقت کی حالت

فاتح خیبر سر مبارک نہ اُٹھا سکا۔

باب اوّل کا خلاصہ

(واقعات کا نشو)

کسی حد تک سرزمین عرب کی حالت دکھائی گئی اور یہ بتایا گیا کہ اگرچہ سرزمین حجاز و عرب مین ہدایت کا

مذاہب کے عین اصول مسخ ہوگئے تھے۔

مسخ ہونیکے اسباب

مجموعہ تہا لیکن وہ اپنے مذہبی خیال مین اس درجہ پست تہے کہ اُنکے عین اصول مسخ ہوگئے تہے وہ اسوجہ سے ہو کہ بانیان مذاہب نے اپنی اصول کو محتاط لفظون ظاہر نہ کیا ہو۔ یا خود اصول ہی تغیر پذیر ہون یا امتداد زمانہ کی وجہ سے مقلدین مین مبالغہ کی خواہش اور محافظین کی کمی احتیاط یا اصول کی گرفت کے قابلیت کی کمی نے انہین اس حد تک پہونچ جانے دیا ہو۔ بہت غور کے قابل ہر کسی کا یہ فقرہ کہ مذہب ایک دریا ہے جسمین جزر و مد ہوتا رہتا ہے اُسمین ترقی ہوتی ہے اگر اُسکے عنانگیر ترقی کیطرف لیجانیکے قابل ہوئے اور تنزلی ہوتی ہے اگر ذمہ دار لوگ اپنی عقل اور معلومات مین ضروریات سے پست درجہ کر ہوئے۔

مذہبی جزر و مد

کیسے لوگ گذر چکے تہے

مشاہیر انبیا مثل حضرت موسی اور عیسے گذر چکے تہے اور ایسے قوت دار اور عقل والے لوگ مثل داود اور سلیمان کے صفحہ تاریخ پر اپنی ہستی کا نقش ڈال چکے تہے۔ مشرق مین بودہ اپنے گوشہ نشین فلسفہ کے ساتہ نمودار ہوا اور بہت جلد اُسکے خیالات گوشہ نشینون کے ذہن مین رہ گئے یا لوگ اپنے خیالات اوردلے مین اپنی جگہہ نہرا اور بودھ کی نصیحتون کو بہی دماغ مین اُسی طرح رہنے دیا جس طرح اور بہت سی اچھی باتین سنائی دیتی ہین لیکن وہ کوئی ایسا وزن نہین رکہتین جو خصائل پر گہرا اثر اور مخلوقات الٰہی سے اچھا واسطہ قایم کرنے مین معین ہون یا روزانہ معاشرت مین بودھ کے خیالات کسی طرح ملحوظ نہ ہوسکے ہون۔ یا کوئی خدا دکہایا ہو جیسے دل کی گہری اسی گہری تہ مین ایسی جڑ پکڑ لی ہو کہ پہر کیسی ہی ہوا دن سے اسکا اُکہڑنا ناممکن ہو گیا ہو۔

مذہب کی غرض انفرادی اور قومی خصائل کی درستی ہے۔

بودھ کے تعلیمی نقائص

اچہا تہا کہ کنگفوزی نے ملکی اخلاق کی تعلیم کی اور میرے خیال مین چینی قوم کے لئے بودھ کے بہ نسبت زیادہ اچہی اور بکار آمد باتین کہہ گیا اور بعض عملی مثالین بہی بتا گیا۔ لیکن وہ بودھ ہو۔ کنگفوزی ہو یا لاوزی یا تینون کا مجموعہ اپنی تعلیمی حیثیت سے قوم کے عادات و خصائل کو کوئی ایسا مرکز نہ بتا گیا جس سے وہ تنہا یا مجمع مین یہ سوچ سکتی کہ ہم یہان ایک ہین۔ یہ ہمارا نقطہ خیال اور یہ ہماری جمع ہونے کی جگہہ ہے۔ مشکل سے سوچا جا سکتا ہے کہ بودہیت جسکا ترجمہ موجودات کی بے حقیقی کا حقیقی اعتقاد ہو سکتا ہے وہ کسی اصول پر قربان ہونیکو شہیدانہ منزلت سمجہتی۔

بے حقیقی کے فلسفہ مین شہیدانہ منزلت کا احساس ممکن نہ تہا۔

موجودہ توریت مین حضرت موسی کی زندگی اور عمل سے معجزات کا حصہ نکال دو پہر اُسکے بعد سمجہو کہ ہم بحیثیت ایک قوم گرکے انہین کس نگاہ سے دیکہین تو تمہین غالباً صرف اس سے تسکین ہوگی کہ انہون نے رسومات مذہبی کے بارے قوم کو اس طرح جکڑ دیا تہا کہ وہ اس سے علیحدہ ہونیکی فرصت اور سوچنے کا وقت نہ پاتی اور مزید احتیاط کے لئے کاہنون کو مسلط کر دیا تہا۔ اگرچہ کوئی اسکی ذمہ داری نہ تہی کہ سب ہارون کے

نظام موسوی

ایسے ہوسکتے یا عیلی کے بیٹون کے ایسی دست برد سے معتقدین محفوظ رہتے - اور جب تم استقلال تلاش کرنا چاہوگے تو تمہین محض یہود کے قوم گر کی ذات تسکین نہ دیگی بلکہ اوس کے قریب کوئی بڑا اچھرا اور رستی یا تسمہ بہی تلاش کرنا ہوگا - اور اگر تم کوئی قابل وقعت خدا ڈہونڈہنا چاہوگے تو تمہین ویسا خدا دکہائی دیگا جیسے یہود کی تاریخ اُنکے خصائل سمجہاتی ہے - اور اگر تم اعتدال یا رحمت خداوندی تلاش کروگے تو ضرور تمہین اپنی تمام کوشش مین تھک کر بیٹھنا ہوگا یا زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ خدا نے اپنی خاص قوم یہود کو اس لئے اپنی رحمت کے لئے کچہہ دنون تک مختص کرلیا کہ اُسے غیر قومون کے ساتہہ اعتدال حرام تہا -

عیسوی انتہا پسندی - اور مسیحی نظام

(دیکہو جیسس کرائسٹ مصنفہ کونٹ کیلی ڈی رینی)

حضرت عیسیٰ ایک زمانہ تک یہودی ہی تہے جیسا خود پای لیٹ بہی خیال کرتا تہا (یوحنا باب ۱۸ - آیت ۳۵) اُنہون نے یہہ بہی ظاہر نہ کیا کہ وہ کس نئے مذہب کی بنا ڈال رہے ہین اگر اُنکی تعلیم مین کوئی مخصوص شان تہی تو یہ کہ وہ تمام رسومات کو خفت سے دیکہتے تہے یہ دوسرے وضع کی انتہا پسندی تہی یا فقہائے یہود کی تصنع اور اُنکے پست صفات پر طنز کر رہے تہے - یہ پال تہے جنہون نے یہودیت اور مسیحیت کی جکڑنے والی زنجیر کو کاٹ دیا - چالیس سے زیادہ انجیلون مین چار رہ گئین اور وہ بہی مختلف نقطہ خیال سے بیان ہوئین جو بدیہی تناقص سے پُر ہین جس سے اُس کا یہ اثر کہ وہ الہامی حیثیت رکہتی تہین جاتا رہا - اگرچہ خود اسی مین کلام ہے کہ کسی نے حضرت عیسےٰ کے اقوال کو جمع کیا - خود اِس مباحثہ نے کہ آیا انجیل غیر یہود اقوام پر پڑہی جائے یہ شبہہ پیدا کیا کہ حضرت عیسےٰ کا مشن نہایت محدود تہا - اور موحدین کے لحاظ سے مذہب عیسوی کی تثلیث پرستی نے اِسے درجہ توحید سے گرادیا -

یہودیت مین درجہ شہادت

موجودہ یہودیت ہو یا مسیحیت اپنے شہدا کا تذکرہ کرتی ہے - شہدائے یہود کے سمجہنے کیلئے مین توریت اور ملمین صاحب کی تاریخ یہود سے مدد لیتا ہون مجہے اِن دونون کتابون سے درجہ شہادت کا ممتاز احساس نہین ہوتا جس سے یہود کے اپنے شہدا کے افتخار مین مین بہی شریک ہوسکون - اسکی وجہ شاید یہ ہو کہ ان شہدا کی ابتدائی تاریخ اور اُنکے عادات وخصائل کے متعلق حالات کی کمی ہے دوسرے یہ کہ محض قتل ہوجانا درانحالیکہ امتحان خیز حالتون کی کمی ہے اور جس مین علم و ارادہ سے مقتول ہونیکے آثار نہین ہین اُنکے کسی ایسی صفت یا صفات کا معترف نہین بناتا جس سے اُنکا استقلال حق روی ایثار اور باطل سے کنارہ کشی یا حق پر قتل ہوجانیکی تعمیم پائی جاتی ہو - بجائے کسی اور لفظی موازنہ کے مین سفارش کرونگا کہ ان مدارج کے سمجہنے کے لئے ناظر

اُس واقعات کا انتظار کرے جو مین اپنے شہدا کے متعلق پیش کرنے والا ہون۔

شہدائے یہود کی مثالین۔

توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ اخی اب کی ملکہ ایزبل نے ابنیا کو قتل کیا۔ یا کوئی نبی دوسرے ابنیا کے قتل کی شکایت کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ تواریخ کے چوبیسوین باب مین لکھا ہے کہ یہو یدع کے بیٹے ذکریا پر خدا کی روح نازل ہوئی۔ ذکریا نے لوگون کو تنبیہہ کی لیکن لوگون نے مخالفت کی اور پتھر مارے۔ اور یوآش بادشاہ نے اُنکے فرزند کو قتل کیا۔ مرتے وقت اُنھون نے کہا کہ "خداوند دیکھے اور انتقام لے"۔ بعد اسکے ارام کی فوج چڑھ آئی اور اُس نے ابنیا کو قتل کیا۔ اور جس وقت یوآس زخمی تہا اُسکے ملازمون نے یہو یدع کاہن کے بیٹے کے خون کے سبب اُسپر بلوہ کیا اور اُسے اُسکے بستر پر ایسا مارا کہ وہ مرگیا"۔

۱۶۸ برس قبل مسیح انٹیٹیس رومی گورنر نے یہود کو اُنکے فرایض مذہبی سے روکنا چاہا۔ ایک یہودی نے جس کا نام الیازر تہا تحائف منظور نہ کئے اور تکلیفین گوارا کین۔ اس زمانہ مین سات آدمیون نے اور نام پیدا کئے جنہین اُنکی مان نے غیرت دلائی تہی۔ شہر مودون مین اپلیس کے مقابلہ مین متہاتیس نے شجاعت سے جنگ کی یہ پہاڑون مین رہتا تہا اور لوٹ مار سے دشمن کو ستاتا تہا آخر یہین مرگیا۔ جوڈا اسکا قایمقام ہوا۔ اس نے اعلان کیا کہ بیاہے خوف زدہ اور باغ کے لگانیوالے چلے جائین۔ لوگون نے علیحدگی اختیار کرلی شروع کیا پھر بہی اسکے ساتھ تین ہزار آدمی رہ گئے اور ان سے اس نے ساتھ ہزار کا مقابلہ کیا۔ جیمس دلدانانس کو جو یروشلم کی تباہی کے قبل نوحہ پڑہتا تہا نہ صرف یہودنی مارا بلکہ رومیون کے پاس بہی سزا دلانے گئے اور اسے اس قدر مار پڑی کہ ہڈیان نکل آئین اور وہ کہتا ہوا مرگیا کہ "ویل ویل ہے یروشلم کیلئے"۔ شہر جوٹاپاٹا کے محاصرہ مین جس وقت منجنیق دیوارین توڑ رہی تہی الیازر ابن سماشس نے ایک پتھر سے منجنیق کا سر توڑ ڈالا اور جب آہنی سر زمین پر گرا تو فصیل سے کود کر اسے اُٹھا لیا اب تیر پڑنے لگی لیکن یہ فصیل کی طرف بڑہتا گیا اور پانچ تیر جسم مین در آئے یہ ہمت کرکے فصیل پر چڑہا رعشہ دار ہاتھون سے اپنا تحفہ دکھایا گرا اور مرگیا۔ اس جنگ مین نطیرس اور فلپ نے رومیون کے دسوین دستے مین گھس کر کارنمایان کئے۔ اسکے علاوہ تاریخ یہود اکثر ایسے منظر پیش کرتی ہے جنمین یہود نے اپنے ہاتھ سے خرد و بزرگون کو اس لئے قتل کیا ہے کہ وہ دشمن کے ہاتھ مین نہ جائین اور اسکے بعد خودکشی کی ہے۔ حضرت یسعیاہ کو دشمنون نے آرہ سے چیر ڈالا۔ یہ ممتاز واقعات مین جنہین باوجود تلاش کے مین تاریخ یہود اور تمام توریت سے منتخب کرسکا ہون۔

اسی طرح مسیحیت کے متعلق یہ امر ممکن تہا کہ ایرانیون اور رومیون نے اپنے اپنے زمانہ مین اپر مذہبی تشدد کئے ہون۔ روم کی تاریخین کہتی ہین کہ تیرو۔ ڈومیٹین۔ تراجن اور ڈایوکلیشین نے اپنے اپنے زمانہ مین مسیحیون پر تشدد کئے۔ مسیحی شہداء کے متعلق اڈورڈ کلاڈ کی یہ عبارت جو مین اُسکی کتاب جیس آف نزارتہہ سے نقل کرتا ہون اغذ شائع مین معین ہو گی کہ یہ زیادہ حیرت خیز بات نہین ہے کہ سختی اور دباؤ جاتیکے زمانہ مین سزائے موت دی جاتی ہو حالانکہ یہہ اُس سے بہت کم تہا جس قدر شہداء کے مورخین لکہتے ہین اسکے بعد ہی مورخ کوچ کی تاریخ روم سے نقل کرتا ہو کہ "اب یہ بات شبہہ کے قابل نہ رہی کہ مسیحی مذہبی جوش نے مذہبی مخالفون کے تاریک زمانہ مین جس قدر آدمیون کو قتل کیا وہ اُس تعداد سے کہین زیادہ ہے جسقدر مسیحی کفار کے ہاتہہ سے ضایع ہوئے" مسیحیت کی سب سے بڑی شہادت پر بالفعل مین قناعت کرتا ہون جو درجہ شہادت اور اُسکی جلوگیر صفات کے سمجہنے مین مدد دیگی۔ واقعہ مصلوبیت ابن مریم ہے جس صورت سے وہ موجودہ اناجیل مین پایا جاتا ہے۔

کفار نے مسیحیون کو زیادہ قتل کیا یا مسیحیون نے غیر مسیحیونکو۔

مصلوبیت مسیح کے اسباب وحالات اور نتیجہ۔

ابن مریم سے یہود بددل ہوتے جاتے تہے یہان تک کہ اونکے اس فقرہ نے کہ "مین اُس معبد کو (بیت المقدس) جو ہاتہون سے بنایا گیا ہے توڑکر تین دن مین ایسا بناؤنگا جو ہاتہون کا بنا ہوا نہین ہے" مخالفت کو دشمنی کی حد تک پہونچا دیا۔ لیکن ان دنون فسخ کی عید تہی۔ یروشلم مین لوگ جمع ہو رہے تہے اِس لئے عید ہونے اور لوگون کے متفرق ہوجانے تک یہود نے اُنکی گرفتاری ملتوی رکہی۔ مخالفت کی خبرین ابن مریم کو پہونچی تہین اور یہہ افسردہ دکہائی دیتے تہے۔ متی کے باب ۲۶۔ ۳۹۔ آیت مین ہے کہ "موت کی سی حالت ہوئی اور منہہ کے بل گرکر دعا مانگی کہ اے میرے باپ اگر ہوسکے تو یہہ پیالا (موت) مجہہ سے گذر جائے" "اور وہ جانکنی مین پہنس کے اور بہت گڑگڑا کے دعا مانگتا تہا اور اُسکا پسینہ لہو کی بوند کے مانند ہو کر زمین پر گرتا تہا" (لوقا باب ۲۲۔ آیت ۴۴)۔ دو یا تین مرتبہ یہ دعا مانگی۔ یہوداہ اسقریوطی نے ساتہہ روپیہ کی لالچ مین انہین گرفتار کرا دیا۔ ابن مریم کو قرمزی رنگ کا کپڑا پہنا دیا گیا۔ کانٹون کا تاج سر پر رکہا اور ہاتہ مین ایک سرکنڈا دیکر لوگون نے اپنے گہٹنے ٹیکے اور مضحکہ کیا کہ "اے یہودیون کے بادشاہ سلام"۔ صلیب دئے جانیکے نوین گہنٹے مسیح زور سے چلائے کہ "اے میرے خدا اے میرے خدا کیون تونے مجہے اکیلا چہوڑا" اور اسکے بعد "یسوع نے پہر بڑے شور سے چلا کر جان دی"۔ مرقس مین یہی ہے لوقا مین جزع و فزع کے الفاظ اگرچہ موجود نہین ہین لیکن چلاّنا لکہا گیا ہے۔

فسخ کی عید کی وجہ سے ابن مریم کی گرفتاری ملتوی رکہی گئی۔

مسیح کی افسردہ حالت اور دعا۔

پوشاک مضحکہ اور الفاظ

مصلوب کے نوین گہنٹے مسیح کے الفاظ۔

یہ واقعات بتاتے ہین کہ نہ صرف حضرت مسیح کے ذہن مین کوئی ایسی بڑی وجہ ہی جسکے لئے اُنھون نے پیشتر سے یہ مصمم ارادہ کرلیا ہو کہ ہم اُسکے لئے جان دینگے لیکن پیچھے نہ ہٹینگے اور نہ انھین بجز اسکے مفر تہا کہ یہود کی عام آواز اور فتوے کو قبول کرتے۔ یہود کچھہ تو اس وجہ سے مخالفت کرتے تہے کہ وہ انہین مذہب یہود کی تخفیف کرتے ہوے دیکھتے تہے اور کچھہ اس لئے مخالف تہے کہ اُنہون نے اُنہین اُنکے مذہبی وقار سے گرا دینا چاہا تہا اور اِن دونون نے ملکر رومی گورنر پائی لیٹ پر اسکا زور دیا کہ اپنے کو "یہودیون کا بادشاہ" کہنے والا باغی ہے اس لئے کہ یہودیون کا بادشاہ قیصر روم ہے۔ جب پائی لیٹ نے ابن مریم سے پوچھا کہ "کیا تو یہودیون کا بادشاہ ہے" تو اِسکا جو جواب دیا گیا اُس سے سمجھہ مین آتا ہے کہ ابن مریم نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا۔ متی مین ہے کہ "تو کہتا ہے"۔ مرقس مین ہے "مین ہون" لوقا مین ہے کہ "اگر مین تم سے کہون تم یقین نہ کروگے"۔ یوحنا مین ہے کہ "یہ بات تو کہتا ہے یا لوگون نے تجھہ سے کہی ہے"۔ ایسے گول جواب کی ضرورت بجز اسکے اور کچھہ سمجھہ مین نہین آتی کہ اقرار ملزم ٹہراتا اور انکار معتقدین پر سے اثر زائل کردیتا۔

الزام

ابن مریم سے پائی لیٹ کا سوال۔

مفید موقع پر اناجیل کا اختلاف اور گول جواب

موت کے آثار دیکھہ کر نہ صرف ابن مریم مین افسردگی پیدا ہوئی بلکہ موت کی سی حالت طاری ہوئی اور انھون نے اُسکے ٹل جانے کی بہی دعا مانگی۔ ہم نہین سوچ سکتے کہ یہود یا رومی حکومت انکی مشن کے متعلق اگر کچھہ شرائط پیش کرتی تو یہ کس حدتک منظور کرتے اور کس حدتک اپنی روش پر مُصر رہتے مین مصلوبیت کی حالت نے انہین اِس درجہ لغزش پیدا کی کہ یہ سوال کرسکتے کہ "میری خدا تو نے مجھے کیون چہوڑ دیا"۔ یا جزع و فزع کی حالت طاری ہوتی۔ یہہ حالتین تہین جس سے مسیحیت کے اس پہلے شہید کے درجہ استقلال کا قابل تعریف اندازہ نہین ہوتا اور نہ بجز یہودیون کے بادشاہ کے خطاب کے کوئی وجہ شہادت سمجھہ مین آتی ہے۔ انہون نے شہادت کا ارادہ نہین کیا۔ شہادت انکی طرف دوڑائی گئی۔ اُس وقت کے مورخین مثل جوزیفس وغیرہ کے کہتے ہین کہ حضرت مسیح کے واقعہ نے لوگون پر کوئی اثر نہ لیا۔ مسیح کے پیش رو حضرت موسیٰ مین بہی اپنے قوم کی بغاوت اور سرکشی سے اس درجہ تزلزل پیدا ہوگیا تہا کہ وہ تائید ایزدی کے وعدہ مین مشتبہ ہوجاتے جسکی پاداش مین اُنھین چالیس برس بیابان مین سرگردانی ہوئی اور پھر بھی وہ باز رکھے جاتے کہ دودھ اور شہد کے ملک مین وہ خود داخل ہون بلکہ ایک بلند پہاڑ سے اُس جگہہ کا نظارہ کرلین۔

تسلیم ورضا کی لغزش

مصلوبیت مسیح بڑی بات نہ سمجھی گئی

حضرت موسیٰ کے استقلال کی جنبش۔

عالم مین اگرچہ اس وقت تک ایسے واقعات گذر چکے تہے جس مین حوصلہ۔ اُمید یا مجبوری شجاعت پر

امادہ کرتی۔ میدان جنگ کسی کا بڑا قتل عام دیکھیے کوئی قتل کرے اور کوئی مقتول ہو اس مین کوئی بہ نسبت دوسرے کے ممتاز ہوا اور شجاع سمجھا جائے لیکن ان تاریخی شجاعون کے کارنامے جو اُن دشواریون کے سامنے کام نہین کر رہے تھے جنکے تذکرے آنے والے ہین کوئی غیر معمولی نظر کی محتاج نہین ہین اور یہ تو بہت دور ہے کہ انکی شجاعت اور متعلق صفات با اخلاص اُس وقت ظاہر ہوئی ہون جسوقت نہ صرف علایق دنیا سے بیزاری کے آثار ملتے ہون بلکہ فتح کے بعد بھی آسایش کی کوئی اُمید نہ ہو۔ یہہ اُس وقت بھی جان دینے پر آمادہ ہون جسوقت انھین جان بخشی اور انعام کا یقین دلایا جاتا ہو۔ تاریخ قدیم مین شجاعت کا سب سے مشہور کارنامہ لی آینڈ ڈس کا ہے۔ جس وقت ذرکزس (کمیخسرو) نے یونان پر بیس لاکھ سپاہیون سے حملہ کیا۔ غرور شہنشاہ کی فوج ایسی تنگ راستہ سے گذر رہی جاتی ہے جس کی ایک طرف پہاڑ اور دوسرے طرف سمندر تھا۔ شاہ اسپارٹا نے اس ملک افگن فوج کا استقبال کیا۔ یہانتک کہ تھرماپولی کے درہ مین اسکے ساتھ صرف تین سو آدمی بچے۔ اور ایرانی فوج انکی زندگی تک آگے نہ بڑھ سکی بلکہ یہہ فوج ان محبان وطن کی لاشون پر سے ہوکر گذری۔ تاریخ روم مین شجاعت کی مثال ہوریشس کوکلس کی ہے جس نے ٹائبر کے پل پر پورسینا کی فوج کو تہہا روکا یہانتک کہ پل توڑ دیا گیا۔ یہ بھی دریا مین گرا لیکن تیرتا ہوا کنارہ پہونچ گیا۔ قوم نے قدر کی۔

تمام توریت کا ملاحظہ یہہ نہین بتاتا کہ حضرت موسیٰ کی تمام قوم گری نے اُنکے لئے کچھ ایسے مخلصین تیار کئے ہون جنکی ذہن مین اُنکی اطاعت حکم جان سے زیادہ عزیز ہو بلکہ اُنکی قوم نہ صرف ذرا ذرا سی بات پر بغاوت پر آمادہ رہتی ہے بلکہ بار بار خود حضرت موسیٰ علیہ بھی شکایت کرتے ہین اور اپنے منصب سے استعفا پیش کرتے ہین۔ اور اسی طرح حضرت عیسے اپنے ظاہر اضطراب کیوقت پیطر کے ایسے مشہور حواری کی وفاداری کے متعلق اسکے منہہ پر یہ کہہ سکتے ہین کہ "مین تجھ سے سچ کہتا ہون کہ تو اسی رات کو مرغ کی بانگ دینے کے پہلے تین بار میرا انکار کریگا"

زندگی مین معتقدین کے اخلاص کی یہہ حالت آیندہ زمانہ کے ایسے واقعات سے کہ یہود یا مسیحا کسی ظالم بادشاہ کے حکم کے شکار ہوئے اور دفعتہً قتل ہو گئے یا یہ ذکر بھی کہ اُنھون نے زحمتین گوارا کین (جو بہ نسبت مسیحی تاریخ کے تاریخ یہود مین زیادہ ممتاز ہے) لیکن تبدیل مذہب نہ کیا

شہدای عالم اور شہدا کربلا کا فرق۔

تاریخ عالم کے مشہور کارنامہ شجاعت۔

موسیٰ اور عیسے کے مخلصین۔

متی ۲۶ : ۳۴ (۳۴)

اس لحاظ سے قابل موازنہ نہین ہے جس طرح تمام فوج مین چند سپاہونکا میدان جنگ مین قتل ہوجانا
کوئی مخصوص ہنستہ نہین ہے۔ یہ حالت محض اس تعریف کی مستحق ہے کہ وہ میدان جنگ مین جتھے
اور اُنکا موقع بہی ویسا ہی تھا جیسا دشمن کا وہ بھی اپنے مقابل دشمن سے حوصلے نکال سکتے تہے اور دشمن
بہی اُسی تعداد مین مارا جاسکتا تہا جس قدر انکے آدمی مقتول ہوئے۔ اس سے ظاہر ہوگا کہ محض فوج
مین قتل ہوجانا یا کسی ظالم بادشاہ کے حکم سے زندگی سے سبکدوش کردیا جانا باوجود اسکے کہ اس حالت
مین اُن سے قابل تعریف امورات سرزد ہوئے ہون۔ اُن واقعات کے سامنے بے حقیقت ہین
جنکا ذکر حسین کی سوانح عمری سے متعلق ہے ۔ یہ حالتین انہین مخصوص افراد عالم کے لئے تہین۔ اور
اُنکی تعریف یہی کہ ان مخصوص مواقع پر اُنھون نے بہترین صفات کو بڑی پختہ حد تک دکھایا جن
حالتون مین ان صفات کا دکہایا جانا اگر ہو بہی تو نہایت شاذ ہوگا۔

مذہب زردشتی مین شہادت کی معدومیت۔

مذہب زردشتیت نے نہ صرف شہادت کے اعلےٰ مفہوم کو کبہی دکھایا بلکہ ایسے زمانہ مین بہی جبکہ
عربون یا کبہی کی محکوم یا غیر مذہب قوم نے حملہ کیا۔ ایرانیون مین بجز حاکم قوم کی کوشش کے جو
اپنے اختیار کے لئے لڑ رہی تہی۔ مذہبی قوت کے کوئی آثار معلوم نہ ہوئے اور نہ کسی نے اپنے کو
مذہب پر قربان کیا۔ یہ سمجہنا معجزہ ہوگا۔ کہ آتش پرست اور سب کچہہ پرست بغیر اسکے کہ فاتحین کے
مذہب کو اپنے مذہب سے زیادہ صاف قوت دار اور قابل عمل سمجہتے ہون۔ ملک کے ساتہہ اپنی
گذشتہ مذہب کو بہی بلا وجہ چہوڑ بیٹہے ہون۔ زردشتیت اسکے آثار پیشتر سے ظاہر کرنے لگی تہی کہ
اُسے بجائے اُس ایزد اور اہرمن کے محبت اور خوف کے جسے سیموئیل لینگ کا ایسا کوئی زمانہ حال
کا حامی اصول خیر و شر کا فلسفہ بتاتا ہے ایک صاف صاف مرکز اعتقاد کی ضرورت ہے اسکا
ثبوت اُس وقت ملیگا جب ایرانی بیت المقدس پر قبضہ کرتے ہین اور اسمین کسی دیوتا کو نہین
دیکہتے اور آخر مین نہ صرف لوٹی ہوئی چیزین واپس کرتے ہین بلکہ اُسکے قیام کے لئے بہی مدد کرتے ہین

اسلام کا خدا اور معبد

اور جب اسکا وقت آیا کہ "خدا" یا بسیط کل یا عالمگیر ذات کی پرستش کسی خاص گھر مین مقید نہ
رکھی جاتی بلکہ اُسکی عبادت کا بہترین مندر قلب انسانی ہوتا اور بندہ ہر جگہہ اپنا عجز و انکسار
ظاہر کرسکتا تو عالم نے خدا اور اُسکی عبادت کو نہ صرف مندر اور پوجاریون سے آزاد دیکہا بلکہ
آزادی سے اُسکے غلامی کا خلوص پیدا ہوا اور اسکے بعد خدا کے دین مین لوگ فوج فوج داخل ہونے لگے

بہ استثناء اُن صورتون کے جبکہ اس فطری عالمگیر مذہب کی راہ مین مندر اور پوجاریون کی ذاتی منفعت حائل ہوگئی ہو یا زمانۂ حال مین نوعی اصول نے اپنی تمام ایجادین اسکے روکنے مین صرف کردی ہون۔

حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کی ابتدائی کوشش کا درجہ

حضرت موسیٰ کو ایک بڑی اور بے کاوش ابتدا یہ ملی تھی کہ اُنھین ایک ایک اینٹ جوڑنی نہ پڑی تھی۔ بلکہ اُنکا فرض یہ تہا کہ وہ قوم جو کبھی حضرت یوسف کے زمانہ مین محسن مصر کی قوم سمجھی جاتی تھی اور جسپر کچھہ زمانہ کے بعد حاکم قوم نے مظالم اور تشدد کئے تھے اُنھین سرزمین مصر سے نکال لاتے اور ایک ایسی جگہہ اُنھین دیتے جہان وہ اپنے رسومات ادا کرسکتی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کو کچھہ تو اس وجہ سے زیادہ خوف اور دشواری نہ تھی کہ وہ کوئی خاص اصول مذہب نہ قرار دیرہے تھے اور نہ کسی تعریف کا اعلان کرتے تھے بلکہ مبہم نصیحتین تھین جنکے کہنے اور سُننے کا ہر شخص کو حق حاصل تہا۔ اگر اُنھون نے نقیبہ یا کاہن فرقہ کو اپنا مخالف نہ بنایا ہوتا یا بیت المقدس کے متعلق وہ کچھہ نہ کہا ہوتا جو کہا یا خدا کی حکومت کا ویسا ترجمہ کیا ہوتا جیسا حال کے مسیحی مورخین کرتے ہین اور ضمناً اپنے متعلق "یہودیون کے بادشاہ" کا حوصلہ خیز اور ملکی حیثیت سے مشتبہ فقرہ قبول یا ظاہر نہ کیا ہوتا تو اُنہین کوئی دشواری کا سامنا نہوتا۔ یہود کو اس سے کوئی مخالفت نہ ہوتی کہ اُنہون نے مشتبہ اطوار کی عورتون کو بخشدیا یا اُنھین اس درجہ رسوخ عطا کیا کہ وہ تیل یا عطر ملتین اور اُنکی زلفین اُنکے پاؤن پر لہراتی رہتین جبکہ خود یہود زہرہ کی دل فریب پرستش اور عستارت کی رقاص کنیزون کے گرویدہ ہوگئے تھے۔ اسی طرح اُنہین نظریہ محبت سے کوئی مخالفت نہ ہوتی۔ اچھا تہا کہ کوئی شخص کم سے کم بنی نوع انسان کے سامنے ہر روز ہزار مرتبہ محبت محبت کہا کرتا۔ عام اس سے کہ وہ اپنے حلقہ معتقدین مین محبت پیدا کرسکتا یا خود اپنی ذات سے اخلاص مین کسی کو راسخ کرسکتا یا نہ کرسکتا۔ حضرت مسیح کو ایک اور آسانی یہ تھی کہ وہ رومیون کے حکومت کے زیر سایہ اپنی تعلیم پھیلاتے تھے جو ملکی حیثیتون سے یہود کے سخت دشمن تھے اور خود یا قیصر روم کا بُت پوجتے تھے یا اپنے اور بتون کی پرستش کرتے تھے۔ رومیون کے لئے برابر تھا کہ یہودی مذہب کی تلقین کیجاتی یا دین مسیحی کی درانحالیکہ دین یہود سے علیحدہ ہوکر دین مسیحی مین آنا ایک قومی جماعت کا شکستہ ہونا اور اسلئے رومیون کے مفید تھا۔

واقعات عالم یہ بہی دیکھہ چکے ہین کہ اہل مصر اپنے محسن یوسف اور اُنکے باپ یعقوب پر جو استرداں تک رہتے

مومنین اپنے مشاہیر کی عزت

اور لاش مین خوشبو بھرتے اُنکی فطری موت پر غم کرتے - اہل چین آج تک کنگفوزی کی یادگارین قایم کرتے اور اُنکی اولاد کی عزت کرتے - اِسی طرح اہل روم اور اُنکی عورتین اپنے کونسل بروٹس پر ایک سال تک اسلئے غم کرتین کہ اُس نے لکرشیا کی نقص خوردہ عصمت کا انتقام لیا تہا - فرانسیسیون نے ایک زمانہ کے بعد نپولین کے باقیات کو سینٹ ہیلیا سے منگاکر خاک وطن مین دفن کیا اور ایک عالیشان یادگار قایم کی - انگلستان اپنے مشاہیر کو ویسٹ منسٹر ایبے مین دفن کرتا ہے - بنی اسرائیل موسیٰ اور ہارون کا ایک مہینہ تک غم کرتے -

نبی عربی کی ابتدائی مشکل -

اب اسلام کی باری تہی - نبی عربی کو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کی سی آسانیان نہ تہین بلکہ خود ایک ایک اینٹ جمانی تہی - ایسی جگہہ جہان صابئین - کاہن - دین مسیحی کے علما اور کفار تھے - اور اُن کے پادریون کاہنون اور پوجاریون کی مرتب فوج مخالفت کے لئے آمادہ تہی کسی ایسی قوم کے سامنے اسلام پیش کرنا نہ تھا جیسی اسٹریلیا - پولینیشیا یا امریکہ کے قدیم اقوام کی حالت تہی جہان کسی مستند مذہب کے گذر کے آثار نہ تہے - اور نہ حکومت کے مذہب کی حیثیت سے سامنے لایا گیا تہا - لیکن مشیت ایزدی کا اقتضا یہی تہا کہ اسلام ان بڑے اور مستند مذاہب کے دانتون کی بیچ سے نکلتا انکی آنکھون کے سامنے اسکا آغاز ہوتا اور بے پردہ اپنے لئے قدم اُٹھاتا - غالباً اِس لئے کہ اگر ہندوستان مین ابتدا ہوتی تو ایک زمانہ تک محض اہل ہند سُنتے اور دیکھتے - اگر چین مین ہوتا تو صرف بودہون کے لئے مفید ہوتا یا فلسطین مین تقایت اسلام محض یہود کے لئے ذریعہ ہدایت ہوتی یا کسی ایسی جگہہ جہان محض مسیحیت تہی اسلام کا اعلان صرف مسیحیت کے لئے ہدایت سمجھی جاتی - بلکہ اسلام کا مشن یہ تہا کہ ایک وقت مین اُنہین کے قریب قریب کُل مذاہب تقابت اسلام سُنتے اور اپنی قوتین اسکے سمجھنے یا مخالفت مین صرف کرتے -

اسباب عروج اسلام

اسلام کے موافق کیا تہا ؟ عرب کی اپنی خصوصیات قومی - اسلام کی فطری سادگی - گذشتہ انبیا اور دینی اور صالحین کی ہدایت کا اقرار - ابہام سے کنارہ کشی - عالم اور اُسکے جذبات کو اپنی دونون جسمانی اور عقلی آنکھون سے دیکھنا نہ کہ خیالی جالون سے آزکرنا - مساوات اپنی ہر شاخ مین جو اخوت اسلامی کی زبردست بنیاد ہوئی - امتیاز درجہ ترقی صفات مین - جس سے خدمات اور تعزکیہ نفس مین ناقابل الزام رقابت پیدا ہوئی اور حیرت خیز سُرعت سے صفات نے ترقی کی - خدا اور اُسکے رسول پر "بھروسہ" "کثرت ظن" سے پرہیز زبردست برادرانہ معاشرت - اور ورگذر - سادگی - انصاف - بیشمار - نہرونسے یہ چند نام لیے گئے جو اُس

چشمہ

سرچشمہ سے جاری ہوئین جسے ہم رحمۃ للعالمین کہتے ہین - یہ نہرین اُسی کی زبان اور عمل سے جاری ہوتی تہین اِن پانی نے

نہ صرف رائٹ انریبل سید امیر علی صاحب کے ان بہترین لفظون مین کہ "اوس اور خزرج اپنی کہنہ خونریز لڑائیونکو اسلام کے برادرانہ لطف ومحبت کے جذبہ مین بھول گئے" اثر کیا بلکہ قوم کی قوم ایک متحکمہ ہوگئی ایک ٹھوس جسم بن گئی جسمین اخلاق اور اخلاص اور محبت کی حقیقی بو تھی۔ سرفروشی جان نثاری خلوص محبت ایثار نفس ان سے ظاہر تھا وہ کہہ رہے تھے کہ من جان زبرائے دوست می دارم ودست۔ اُستاد کی عظیم الشان ذات ہر شخص کی ذاتی قابلیت کے لحاظ سے کم وبیش ہر ایک سے جھلکنے ہی لگی ایک معجز نما جلوہ تھا جو عالمگیر ہوتا جاتا تھا۔

ذات رسالت اور اُسکے عناصر۔

اُس نے کام شروع کیا جو عربون کے شریف ترین اور ممتاز قبیلہ کا ایک فرد تھا جس نے امین کا امتیاز حاصل کیا۔ جس نے نصب حجر اسود سے قبائل عرب کو ایک رکھا اور اختلاف نہ ہونے دیا اور جو ملک عرب کا شوہر ہوا۔ اُس نے کام شروع کیا جس کا خاندان عربون کا پیشتر سے روحانی پیشوا تھا جو اُنکے اگلے محسنون اور حاکمون کا فرزند تھا کام اُس وقت تک نہ شروع ہوا جب تک اُسکے انداز۔ رفتار گفتار۔ اور ذات مین وزن اور کشش نہ پیدا ہوگئی۔ اُسوقت تک کچھہ۔ ایک لفظ۔ آیندہ کے متعلق زبان سے نہ نکلا جب تک حرا کی چٹانون نے اُسے خاموشی مین یہ صدائے بازگشت نہ سُنائی کہ اُٹھ اور ہدایت کر۔ اب نہ مکّہ اور اُسکے مشرک روک سکتے تھے۔ اور نہ طائف کی سیٹھیان اُسکی آواز پر بلند ہوسکتی تھین۔ عورتون کی ہجا۔ پختہ مغز بوڑھونکی صلاحین۔ جوانون کی ہیبت۔ بچون کے پتھر۔ ظریفون کا تمسخر اُسکے ارادہ اور مسلسل استقلال کے سامنے خشک پتیان تھین جو اس وقت کھڑکھڑاتی ہین جب ہوا چلتی ہے۔

مسلمان اور اُنمین شجاعت کے اسباب

شجاعت کا مرکز

دنیا سمجھہ چکی ہے کہ مسلمان ایک شجاع قوم ہے۔ اِس لئے کہ اسمین اُسکے خیال ہین۔ اوسکی ترکیب مین وہ عناصر ساری ہوگئے ہین جو کسی قوم کو شجاع بنا سکتے ہین۔ لیکن یہ تمام صفات بغیر نبی عربی کی حیرت خیز اور مجموعہ صفات بلکہ مظہر صفات ذات کے ایک وہ بے روح کہانی ہوتی جیسے کتاب کے کیڑے سنتے اور کہلاتے رہتے تھین اسکا احساس نہ ہوتا اور نہ مسلمانون کو اِس جائز افتخار مین شرکت کا موقع ہوتا کہ ہم مین ہمارے خون مین اُن آبا واجداد کا اثر ہے۔ جنھون نے رسول کے ذات اقدس کی استقلال اور شجاعت کو محسوس کیا تھا اور ورثہ لیا تھا۔ تم نے پڑھا ہے کہ جسوقت لشکر اسلام میدان جنگ مین نہ رہ سکتا تھا زندہ اسلام از رسول اُس وقت بھی اپنی جگھہ نہ چھوڑتا تھا اور کسی تنہا سرفروش کی جان نثاری کا ان الفاظ سے اعتراف کرتا تھا کہ لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔ اسی جگھہ نہ چھوڑنے کا یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ وہ جو دشمن کے دباؤ سے ہیبت زدہ ہوکر جگھہ چھوڑ دیتے تھے پھر اس عظیم الشان ذات کے استقلال کو دیکھکر پلٹتے تھے

اور استقلال فتح پاتا تہا۔ خصوصاً جبکہ استقلال کے عناصر خدا پر بھروسہ۔ سچائی اور ہدایت تہی۔

مسلمانون کی شجاعت کی تاریخ۔

سوچو اسلام کی حالت اور اُسکے سپاہون کے سامان کو۔ کبہی دشمن کی تعداد کے آدہے بہی نہین ہین۔ کبہی چند تلوارین ہین اور چند صاع کھجورین تمام لشکر کے خوراک کا سامان ہین۔ دشمن وزنی خود اور زرہون سے اپنے جسم کو بچا رہا ہے یہ چیتھڑون مین لپٹے ہوئے اُس کے سامنے جاتے ہین اِس صورت سے جاتے ہین کہ نہ زرہ پوش کو اپنے فولاد مین ڈوبے رہنے کا خیال آتا ہے اور نہ یہہ دکھائی دیتا ہے کہ ہمارے حربون کو دشمن کا برہنہ جسم دکھائی دے رہا ہے۔ نہ انھین خوف اور اندیشہ ہے کہ ہم اپنے کو نیزون کی انی اور تلوارون کے بڑے مُنہ پر چڑہانے جاری ہین۔ مرنے کی خوشی تہی۔ مرنے کی دعائین مانگتے تہے نہ مرنے پر افسوس کرتے تہے بقول انہین مین سے کسی کے کہ "ہم موت کو اُس سے زیادہ عزیز رکہتے ہین جس قدر تم زندگی کو عزیز رکہتے ہو"۔ موت سے شریفانہ نفرت تہی۔ ایسی زندگی حقیر تہی جو اُنکی بڑی وجہ کی راہ مین حائل ہوکر کوئی خوف یا اپنی محبت پیدا کرے۔ شراب کا غناٹا انھین میدان مین نہ لیجاتا تہا اور نہ کوئی تنخواہ والے افسر تہے جو سپاہیون کو طپنچون کے خوف سے میدان مین قایم رکہتے ہون۔ ہملوگ جو دہریت اور مادیت کی لہرون کے طمانچے کہاتے رہتے ہین ممکن ہے کہ انکے اِس جوش اور اخلاص پر اپنے دانتون کو ہوا کہلادین لیکن سوچنا ہوگا کہ جان دینا آسان نہین ہے۔ وہ لوگ دیکہتے تہے اندازہ کرتے تہے احساس کرتے تہے اور پہر بہی اپنے جوش پر قائم رہتے تہے اُنکا جوش پلک جھپکانے کے ترازو پر تولنے کا نہ تہا ایسا جوش تہا جسمین شکستگی ہو ہی نہ تہی۔ جوش لذتون کے حصُول کے لیئے نہ تہا اِس لئے تہا کہ شارع کے حکم کی اطاعت اور اسلام پر قربان ہو رہے ہین۔ اِس نتیجہ کے لئے کہ خدا کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ نام و شہرت دنیاوی قدر دانی اور اصول منفعیت کا گذر نہ تہا۔ کوئی روحی فاتحانہ محراب کی صورت نہ جانتا تہا۔

رسول کی ذات سے محبت۔

یہ ذات اقدس تہی جو یاسر کو اُس وقت بہی پیاری تہی جسوقت پشت گرم ریت پر جھلس رہی تہی اور سینہ پر بہاری پتھر رکھا تھا۔ سمیّہ زوجہ یاسر ہزارون تعریفون کی مستحق تھی کہ اُنکے صبر اور استقلال مین ناقابل برداشت اذیتون سے لغزش نہ پیدا ہوئی۔ عمارہ ابن زیاد۔ عباس بن عبادہ غسیل الملائکہ ابن جُبیر۔ نسیبہ۔ خبیب۔ زید بن دثنہ۔ زید ابن حارثہ۔ اور جعفر بن ابیطالب ہین جو اسلام کے بڑے دل والے سرفروشون کی فہرست مین سے لکھدیئے گئے ہین۔ لوگ تہے عورتین تہین جنہین اپنے اعزا کی لاشون پر کھڑی ہونیکی اِس لئے مہلت نہ تہی کہ انھین رسول کو پہلے دیکہنا سب سے زیادہ عزیز تہا۔

امت پر رسول کی پدرانہ توجہ

وہ پدرانہ توجہ جو رسول کو اپنی اُمت سے تھی اُس نے امت کے افراد مین اسکا اثر کیا اور اگرچہ فوج سے بھاگنے والے یا راز ظاہر کر دینے والے کے لئے کوئی کورٹ مارشل نہ تھا لیکن واقف ہوتے ہی بیٹا-بیٹی-بی بی عزیز اور دوست سب کے سب اُسے جماعت سے عاق کر دیتے تھے جب تک اُسکے دل مین توبہ کا ایسا کامل جوش نہ پیدا ہوتا تھا کہ خدا اور اُسکا رسول اُسے معاف کرے- معافی کے بعد اُسکی خلاف ورزیان محو تھین وہ پھر جماعت کا ویسا ہی فرد ترکیبی ہوجاتا تھا جیسا پہلے تھا- توبہ اُسکے لئے منسوب ہو جاتی تھی- وہ مان کے پیٹ سے دوبارہ پیدا ہوتا تھا اور مسلمان لذت معافی کو محسوس کرتے تھے-

غربت اور امارت

اس طرح خدا کی حکومت اپنے سفیر کے ذریعہ سے چلکائی جاتی تھی- نہ غربت ذلت کی چیز تھی اور نہ امارت مایہ ناز سمجھی جاتی تھی اگر غریب کو صبر اور قناعت کی تعلیم دی گئی تھی تو امیر کو کبر و نخوت سے روکا تھا- غریب کو اگر سوال کی ذلت سے منع کیا تو امیر کو اپنے غریب بھائیون کے حقوق یاد دلائے تھے- روسا اور شرفاے قوم کا اگر لحاظ کیا جاتا تھا تو اونھین یہ اجازت نہ تھی کہ کیسی ہی ذلیل حالت کے مسلمان کا دل دکھائین ان باتون نے دوسری جماعتون کو کھینچا انھین ساخت قومی کی ایسی حیرت خیز کل چلتی ہوئی معلوم دی جو اُنکی سمجھ سے بہت بالاتر تھی- وہ سب کچھ سمجھ جاتے لیکن اُس نور کے دھوئے ہوئے دل کے اثر کو بغیر حلقہ اطاعت مین داخل ہوئے کیونکر محسوس کرتے جو اُن مسلمانون پر سایہ فگن تھا- اور جس خدا پر اُتر کر لوگ وہ کسی جماعت اور آب وہوا کے کیون نہ ہون دفعتہً رسومات پیشین کی کینچلی اُتار کر نئے دین کی روح سے گرما گرم معلوم ہوتے تھے-

قوت جذب پیدا ہوئی-

تم پڑھ چکے کہ دشمن اُس قدر اذیتین نہ صرف ہادی برحق کو پہونچا چکے تھے جس قدر عداوت کا قیاس اور کوشش ممکن تھی بلکہ مختصر سی اسلامی جماعت کے ساتھ چھیڑ بھی نہ حبشہ مین اُٹھا رکھی اور نہ مدینہ مین- بعض اوقات تو موقع اس قدر نازک ہوگیا کہ یہود اور مشرکین مین پس جانے کا کوئی شبہہ نہ رہ گیا تھا پھر بھی تم نے دیکھا کہ حتی الوسع درگذر سے کام لیا گیا اور وہ رعایتین کی گئین جسنے خود دشمن کو حیرت مین ڈالا- اور اسی مصلح بنی آدم نے بوڑھون بچون عورتون مریضون اور اجیرون سے تعرض نہ کرنے کا پہلا اعلان کیا- تم سوچ سکتے ہو کہ شیر دل حضرت حمزہ جنہون نے وجہ اسلام کو اپنی شجاعت سے کیسی مدد دی اُنکی عبرت خیز شہادت رسول کو انتقام پر آمادہ کرسکتی تھی- لیکن ہمارا رسول شیوع اسلام کے لئے آیا تھا (تاراج کرنے) یا سانس کو بھوسے چھڑانے نہین آیا تھا مثلہ کرنا یا آگ سے جلا دینا شدت سے روکا گیا- اگرچہ

فطری ولولہ

وہ کیسا ہی دشمن کیون نہ ہو۔ اسلام کا کیسا ہی دشمن اقرار اسلام پر امن مین تہا۔ اگرچہ اسلام کی آغوش
مین بہت سے ایسے داخل ہوگئے تہے جو آیندہ اُسکے سخت ترین دشمن ثابت ہوئے۔ اُنھون نے اُسکے امن کو اُسکے
خلاف فساد قایم کرنے کا وسیلہ بنا دیا۔ یہان تک کہ سنہ ۹ کے مختلف وفودنے یہ ثابت کردیا کہ خداوند تعالی
نے حجاز اور عرب مین عام اشاعت اسلام کے لئے ہر شخص مین ایک فطری ولولہ پیدا کردیا ہے۔ اسلام
لانے والے فخر کررہے تہے کہ خدانے اسلام سے ہمین عزت دی۔ دیر کرنے والے دوڑ رہے تہے کہ ہمنے وقت
ضایع کیا۔ ہمارے ہادی کی ساخت قومی اور درستی خصائل کے اس معجزے کی تخفیف کرنا فطرت کے معجزے
اور قانون کا انکار ہوگا۔ ایسا معجزہ جسے دنیا کے تمام مدبر قوم گر اور فلسفی سر جوڑ کر بہی نہین
دکھا سکتے۔

رسول کے بعد اُمت کی عنان گیری کا سوال اور اُس کی وجہ

لیکن ہمیشہ ہمیشہ ذہن مین آتا رہا یہ سوال باقی تھا کہ رسول نے اپنے بعد کے لئے کیا انتظام کیا اور امت کو
جو ایسی سرکش قوم سے مرکب تہی جسے قتل غارت شراب۔ زنا اور انتقام سے کام تھا اُسکے جذبات کو
لگام دینے اور اُس قدر تعلیم اور درجہ تہذیب کی محافظت جو اُسے حاصل ہوچکی تہی کس ذات کے سپرد
کی۔ اور کسی اُنکا آیندہ کا رہنما مقرر کیا یا یہ کیا کہ مہاجر اپنے مین سے اور اُنہین کا ہر قبیلہ اپنا اپنا سردار
اور انصار اپنے مین سے اور اپنا اپنا سردار مقرر کرین۔ اور اسلام کی یکجہتی قبل الاسلام افتراق پر
منتہی ہو۔

ہارون الرشید اور اُس کا عمل۔

صواعق محرقہ مین ابوبکر بن عیاش کی زبانی ہارون الرشید سمجہا دیا گیا ہے کہ خدا اور رسول نے
سکوت کیا لیکن اس حیرت خیز سکوت نے شاید کچہ دیر کے لئے اُسپر مضحک سکوت طاری کیا ہو لیکن اس سے
خود رشید کو کوئی نصیحت نہ ہوئی بلکہ اُس نے کمال اہتمام سے اپنے بعد امین اور مامون کے متعلق
وصیت جائز اور ضروری سمجہی۔

رسول کے الفاظ جو اپنے بعد کا لحاظ سمجہاتے ہین۔

رسول کے یہ خیال ہم تک پہونچے ہین کہ کبہی اُحد مین اور کبہی بقیع مین اصحاب سے کہتے ہین کہ نہین معلوم
میرے بعد کیا کروگے۔ فرماتے ہین کہ میرے بعد فتنے ہونگے۔ یا بقول مشایخ کہتے ہین کہ "مین نہین ڈرتا ہون
تمہاری پرکفر کے تئین اور شرک کے تئین یعنی یہ کہ تم میرے بعد کافر اور مشرک ہوگے لیکن ڈرتا ہون اس بات
سے کہ دنیا کی رغبت کروگے اور آپسین لڑوگے"، جبکہ یہہ کہنا ضروری سمجہتے ہین کہ واعتصموا بحبل اللہ
جمیعاً ولا تفرقوا۔ جو ہدایت سے بڑھکر متفق رہنے اور متفرق نہ ہونے کے استغاثہ تک پہونچ گیا ہے اور

علی سے اس ہدایت اور وصیت لئے کہ میرے بعد تجھے بہت سے صدمے پہونچینگے تجھے چاہیئے کہ گھبرا نہ جائے
اور صبر اپنا شعار کرے اور جب تو دیکھے کہ لوگ دنیا کی طرف مشغول ہوئے تو تو آخرت اختیار کرنا" یہ
سمجھا دیا کہ رسول کا سارا خوف یہہ تھا کہ لوگ دنیا مین مشغول ہو جائینگے۔

رسول نے ایک مرکز قائم کیا۔ اپنا قایمقام چھوڑا اس لئے کہ عناصر متفرقہ خود سری کے ہاتھون ٹوٹ
پھوٹ کر بکھر نہ جائین اور قیام امن کی کوششین ذاتی اغراض کے ہاتھون پامال نہ ہون۔

مین نے جناب امیر کے واقعات کو بھی ساتھ ساتھ بیان کرتا جاتا اس لئے ضروری سمجھا تھا کہ اس موقع پر
یہ کہہ سکون کہ یہ وہ مرکز تھا جسے رسول نے مسلمانون کے لئے چھوڑا تھا۔ نہ اس لئے کہ قرابت کا تمرد خیال
تھا بلکہ اس لئے کہ علی کو ان مختلف حیثیتون سے پہچان چکے تھے۔ جن حیثیتون سے پہچاننا ضروری تھا۔ اُنکے
اخلاص اور خدمات کی خبرین حجاز و عرب مین شایع ہو چکی تھین۔ انکا نفس وہ شیشہ تھا جسپر
رسول نے قلعی کی تھی ممکن نہ تھا کہ اُسین کوئی عکس آتا اور رسول اُس سے مطلع نہ ہوتے۔

جناب امیر کے ذکر سے ایک غرض یہ تھی کہ رسول کے بعد کا مرکز پہچنوایا جائے۔

واقعہ غدیر کے رسومات اِس طرح ختم ہوئے کہ چونکہ رسول دنیوی اور دینی حاکم تھے اِس لئے جانشین کرنے
اور دعا دینے کی خدمتین بھی اُنھین کو بجا لانی تھین جو "مولی" اور "وال" کے الفاظ سے ظاہر ہین۔
لوگون نے اسکا اِس طرح استقبال کیا جس طرح فطرتاً کوئی جانشینی کے موقع کا استقبال کرتا ہے۔
لوگون مین تعظیمانہ مسرت پائی جاتی تھی۔

دعا کی دنیوی اور روحانی حیثیت۔

لیکن اسکے کوئی معنی ہین کہ رسول نے علی کے متعلق اگرچہ پہلے تو ہی اشارے جانشینی کے کئے لیکن کبھی
ایسے واضح عمل سے تائید نہ کی۔ بلکہ اسے آخر کے لئے اُٹھا رکھا۔ کیون؟

اسکے وجوہات کہ کیون رسول نے غدیر کی ایسی رسم آخری وقت کیلئے اٹھا رکھی۔

اس لئے کہ جماعت اسلامی اب تک دوسرون کے مقابل آزمائی گئی تھی اب تک جامع قوم سر پر موجود
تھا ابھی وہ آپس کے امتحان خیز مواقع سے نہ گذرے تھے۔ ابھی اُنہین آپس کا معتدلانہ برتاؤ اگر آیا بھی
تھا تو اسکے یقین کی کوئی وجہ نہ تھی کہ انہین جاہلیت کے خصوصیات مردہ ہو گئی ہین۔ جو اعتدال کو جوش اور
زیادتی سے نہ بدل دینگی۔ یا جو ذاتی فوائد اور حوصلہ کے مقابلہ مین اطاعت اور حق شناسی پر
عمل کرینگے۔

اس لئے کہ اُسے اصول اسلامی پر قایم ہوئے زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا۔ اگرچہ وہ حلقہ اسلام مین داخل ہو گئے
تھے لیکن یہ سمجھنے کی گنجایش نہ تھی کہ وہ شارع اسلام کی خواہش کے موافق مدارج ایمان بھی طے کر چکے ہین اگرچہ

زمانہ کے گذرنے اور عمل کی ترقی کے ساتھ اُنکا پختہ یقین اور ایمان ہوجانا بہت ممکن تھا۔
اس لیے اکثر عرب داخل اسلام ہوگئے تھے لیکن اُنکے اعزا حالت کفر مین تھے اور اسلام اور رسول کے خلاف تلوارین اُٹھاتے تھے اور قتل ہوتے تھے۔ پس اگرچہ اسلام مین داخل ہونیوالے اسلام کے اپنے خیال پر غالب آجانے سے کفر کی طرف رجعت نہین کرسکتے تھے لیکن اُنمین سب کے سب ایسے نہ ہوگئے تھے جو اپنے مشرک بھائیون کے قتل پر متاسف نہ ہوتے یا کیسی ہی مشکل پڑتی لیکن خوف کے موقع پر جان دیتے اور رسول کو چھوڑ کر نہ بھاگتے۔
اس لئے کہ ایک جماعت تھی جو یہہ دیکھ رہی تھی کہ ہم بہت داغ اُٹھا چکے ہین اور نہ اب ہم انتقام لینے کے قابل ہین اور نہ اب پہلی حالت پر قایم رہ سکتے ہین۔ پس مقتضا ہو مصلحت یہ تھا کہ جماعت اسلامی مین اپنا نام لکھوائین جسکے اقبال مین شرکت کی قوی امید ہے۔
اس لئے کہ ایک جماعت تھی جسے حالت کفر مین اپنی قوم پر ایک وقار اور اثر تھا جسے اسلامی جماعت کے نشو نے فنا کردیا۔ شخصی اثر جاتا رہا اور حلقہ اسلام مین کل داخل ہونیوالون کا ایک دینی اور دنیوی رہنما تھا۔ اُنکا اپنی پرانی حالت پر اڑے رہنا بے سود ٹھنڈی سانس بھرنا تھا لہذا اُنکے نزدیک یہی قسمت آزمائی کا میدان مسلمانون کے ہاتھ تھا۔ اقبال اور قسمت کی کنجی پر مسلمان قابض تھے۔
لیکن ان تمام واقعات کا تعلق دو ذات سے تھا جسمین اگر حکم رسول کے متعلق تھا تو بجا لانا علی سے متعلق تھا۔ اور جس قدر سرداران عرب کے سر کچلے گئے اور اُنکے جس قدر افسر قتل ہوگئے وہ زیادہ تر علی کی تلوار سے اس لئے اگر کفار کو علی سے دشمنی اور انتقام کا جوش تھا تو وہ لوگ جو منذکرہ صدر لحاظ سے مسلمان ہوگئے تھے لیکن اپنے پہلو دان مین عداوت کو رینگتا ہوا دیکھتے تھے اور دشمنی کی یاد کو کسی طرح فراموش نہ کرسکتے تھے۔ وہ بھی دشمنی اور انتقام کے لئے موقع ڈھونڈھتے تھے۔ اور سب سے زیادہ خوفناک امر یہہ تھا کہ جب دل مین دبی ہوئی آگ کے لوگ اسلام مین داخل ہوگئے تو اگرچہ انھین لینے لوگ اپنی پرانی بنیاد پر تو دے لیکن طبیعت بہت سی روش اور خیال کی بیچینی مین یکسان نظر آئے۔ خصوصاً اُنھین موقع بینی اور انتقام مین اکثر ہم خیال لوگ ملے۔ اسلام کا خالص گروہ اُنھین کل حیثیتون مین مسلمان سمجھتا تھا اور اُسے علم نہ تھا کہ ہم مین وہ گروہ داخل ہے جسکے سینہ مین آگ دبی ہوئی ہے

زیر دامن آگ اور اُسکا اثر۔

اور بھڑک اُٹھنے کیلئے وقت تلاش کر رہی ہے اِس لئے اگرچہ خالص گروہ عدد اًگم تھا لیکن دوست نما دشمنون سے ناواقف تھا اور اپنے کو اپنی جگہہ مضبوط کرنیکی کوئی فکر نہ کی تھی درانحالیکہ یہ دوست نما دشمن اگر ادخون اسلام مین اپنے ہمخیالونکی با ضابطہ جتھا بندی خانہ بھی کی ہوتا ہم فطرتاً یہ لوگ اپنے حوصلون امیدون اور موقع جتیون مین ایک تھے اور انکی اِس ہمخیالی نے اگرچہ وہ باطل ہی کیون نہ ہو ان مین ایک قوت پیدا کردی تھی اور بے ترتیب خالص گروہ انکی اس اجماع کا مقابلہ نہین کرسکتا تھا۔ اس گروہ کو ایک دوسری آسانی یہ تھی کہ جہان لوگ انکے دلی حالتون سے واقف نہ تھے وہان اسلام مین جم غفیر داخل ہوتا جاتا تھا اور یہ لوگون کی رفتار اور خیال مین رسوخ حاصل کرتے جاتے تھے اور اپنے موافق موڑتے جاتے تھے درانحالیکہ بے خیال اور بے شبہہ داخل ہونیوالے مطلق ناواقف تھے۔ اُنھین اِن دوست نما دشمنون سے بیتر سے کھڑے ہونے کا کوئی خیال تہا وہ اگرچہ جانتے تھے کہ ہم اسلامی جماعت مین حرکت کر رہے ہین لیکن حقیقت مین وہ لوگ اپنے آیندہ خیال ہین جس طرح تربیت پا رہے تھے وہ اُنھین خود پسند نہ آتا اگر اس عنصر سے واقف ہوتے۔

لوگ واقف ہون یا نہ ہون لیکن رسول واقف تھے۔ یہان ہی اُنکی طبیعت شناسی۔ خیالون کا وزن کرنا۔ نفس کا تولنا۔ حرکات وسکنات سے صحیح اشارہ سمجھنا۔ الفاظ کی بو اُنھین دل کی چھپی ہوئی باتین بتا دیتی تھین۔ رسول کچھہ تو لوگون کے اخلاص کا درجہ اُحد مین سمجھے تھے اور بہت کچھہ خندق مین سمجھے گئے۔ حدیبیہ نے تصدیق شروع کی اور مخالفت کی سرگوشی کے طنز نے وہ ذات جتادی جس کا ترجیح حدیبیہ اکر سکتا تھا۔ واقعہ عقبہ نے عملی مخالفت کے لوگ یا سرغنہ پہچنوا دیئے اور بیماری مین حکم کی نافرمانیون سے یہ یقین دلا دیا کہ علالت کی [illegible] سے فائدہ اُٹھایا جا رہا ہے۔ ورنہ آیندہ کے متعلق رسول کچھہ خوف ظاہر کرتے اور علی کو آیندہ طرز عمل کی ہدایتین کرنیکی کوئی وجہ نہین تھی۔ ابن خلدون نے کہا ہے کہ دوشنبہ یعنی روز وفات کی صبح کو نماز ادا فرمانیکے بعد آپ نے وعظ فرمایا جسے قابل مترجم نے حاشیہ مین نقل کیا ہی اُسکی یہ عبارت غور کے قابل ہے کہ "اے لوگو آگ بھڑک اُٹھی اور فتنہ آگیا مثل اندھیری رات کے ٹکڑیکے" ہدایت یہ نہ تھی کہ اپنا ساتھہ چھوڑنے اور رد حقوق کرنے والون سے بزور شمشیر معاملہ کرنا۔ نہین۔ جب وہ دنیا کی طرف مشغول ہون تو تم دین اختیار کرنا"

آیندہ پر اثر ڈالنے والے اغراض رسول سے پوشیدہ نہ تھے۔

یہ خیالات اور اُنکا یقین تھا کہ رسول نے علی ابن ابیطالب کی وصایت کا عملاً اعلان نہین کیا بلکہ اُسے آخر

مخالفت کا گمان علم یا یقین آدائے واجب سے روک نہین سکتا تہا

کے رسول وقت تک اُٹھا رکھا جسکے بعد ملتوی کرنا ممکن نہ تھا اس لیئے کہ مخالفت کا گمان علم یا یقین آدائے واجب سے روک نہین سکتا تھا۔ اور جب تک "واللہ یعصمک من الناس" (خدا تجھے لوگون سے محفوظ رکھیگا) بہی تسکین اور تائید کے لیئے نہین نازل ہو لیا۔ آخر کیا ضرورت تھی خدا کو وعدہ حفاظت کی اگر کچھ لوگون کے مخالفانہ ارادون سے خوف نہ تھا؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر "بلّغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ" (پہونچادے اُس بات کو جو تیرے رب کی طرف سے تجھپر نازل کی گئی اور اگر تو نے نہ پہونچائی تو گویا تو نے اداے رسالت نہین کی) یہ مطلب تہا کہ رسول یہ فرماتے کہ تم جاہلیت کا خون معاف کردو۔ یا امانت داری کرو یا عورتون کے حقوق کا لحاظ کرو وغیرہ وغیرہ تو یہ باتین تھین جسے رسول اکثر فرما چکے تہے۔ بس یہ حکم ضرور کسی امر خاص کے متعلق تھا۔ اور وہ امر یہ تھا کہ اپنے بعد کے لیئے دین اور خدا کی حکومت کے نمونہ کو جسکے یہ افسر تہے ایک مستحق اور شایان شخص کے سپرد کرتے۔ شایان شخص وہی تھا جسکے واقعات اور خدمات کو مین نے واضح اور طویل حد تک دکھایا ہے اور جسے بقول صواعق محرقہ "ابوبکر و عمر خود بہ علی مولائے المومنین گفتہ اند" اور جو اس

صاحب صواعق کے نزدیک علی کے متعلق کچھہ باتین۔

مورخ کے نزدیک بھی واقعہ ثقیفہ کے اثنا تک ابوبکر وغیرہ سے شوکت۔ عذر۔ استعداد اور سماعت مین قوی تر تہا۔ اس لیئے سپرد کرتے کہ عامہ ناس کی خودسری اور خودرائی اُس ڈہانچہ کے شکست کا باعث نہ ہو جو صورت پذیر ہو گیا تھا۔ لیکن جس کے کافی حد تک مضبوط ہونے کے لیے زمانہ کی ضرورت تہی۔ اور جب اُس دین کا ایک ہر طرح سے مناسب شخص کو محافظ بنادیا اور آیندہ کے متعلق اپنا فرض ادا کر چکے تو اب لوگون کو مزید اطمینان کے لیئے یہ بھی سُناتا تھا کہ "الیوم اکملت لکم دینکم"۔

رسول کے زمانہ مین اسلام کا نقشہ کھچا تھا عمارت نہ بنی تھی۔

ہم سب اس سے واقف ہین کہ رسول کے زمانہ مین نہ قرآن کی تدوین ہوئی تھی اور نہ احادیث ایک جگہہ جمع کی گئی تھین اور ان دو اصل ذریعہ اسلام کا ہر سانچہ اور زبان کے متعلق کیا جاتا مسلمانون مین کس اختلاف انگیزی کا محرک ہو سکتا تھا۔ اور جسکا ایک نتیجہ تو یہ تھا کہ قرآن شریف تین چار ادیبون کی کمیٹی کے متعلق کیا جاتا کہ وہ مشتبہ مقامات کو قریش کی بولی مین منتقل کرسکین اور پھر باوجود اس علم کے کہ علی سے (وہی علی جنکے متعلق یہ مستند بین الفریقین حدیث موجود ہے کہ علی قرآن کے ساتہہ اور قرآن علی کے ساتہہ ہین) رسول کے بعد بھی یہ خدمت اپنے ذمہ لی ہے کہ وہ قرآن مدون کئے بغیر عبا کاندھے پہ نہ ڈالین یہ تک گوارا نہ کیا جائے کہ کم سے کم انکے جمع کئے ہوئے قرآن سے مقابلہ ہی کر لیا جائے۔ اور ابتدا ہی مین

یہ ہو کہ خریب ابن مسعود دیکھیے جو کچھہ اُسے دیکھنا تھا۔ پھر احادیث جنکی تصنیف کے تھوڑے آثار نہین ہین کس قدر اس خیال مین مشتبہ کرتے ہین کہ رسول کے الفاظ کیا تھے۔ سوچو کہ ان تمام حالتون نے کیا طبعی اور قومی لحاظ سے افسوسناک اثر کیا اور کر رہا ہے۔ خدا نہ کرے کہ ابدالاباد تک کرے۔ اسکے لیے کوئی چارہ نہ تہا بجز اسکے کہ رسول خود لکھا ہوا چھوڑتے اور یا اسلام کی تحریری صورت کا کسی کو ذمہ دار کرتے۔ اگر اس لحاظ سے کہ رسول کو بہت کم وقت ملا کہ جس مین کسی سے ایک لفظ کسی سے ایک اشارہ اور کسی کو ناتمام آمادہ کیا کرتے اور ہر چیز کی تشریح اور تدوین نہ کر سکتے تو بجز اس دوسری صورت کے چارہ نہ تہا کہ وہ دوسرے کو ذمہ دار کرتے۔ وہ ذمہ داری پوری ہو جاتی ہے اگر کوئی امام مقرر کیا جاتا ہے جو تعمیری حیثیت سے اسلام کو کامل کرے۔ رسول نے نقشہ کھینچا تھا اسکی عمارت بنانا ابھی باقی تھا۔ لیکن چونکہ وہ نقشہ بنا سکے۔ نقشہ سمجھا سکے اور تعمیر کا ایک ایسے شخص کو ذمہ دار بنا سکے جس کے مدارج تعلیم پر انھین اعتبار تھا تو اب اس کہنے سے کوئی امر مانع نہ تھا کہ اکملت لکم دینکم۔ یقیناً ان صورتون مین اکملت لکم دینکم نہین کہا جا سکتا اگر تعیین امام نہ کیا گیا ہوتا۔ اب اسکے بعد یہ سوچنا آسان ہے کہ ایسے قسم شخص کے موقف قرآن اور احادیث کا ملنا کس درجہ مفید اور قابل اعتبار ہوتا۔ افسوس آج مسلمان دوسرے ہوتے اِس لئے کہ ان اصلی چیزون کے متعلق اختلاف نہ ہوتا۔ اس سے ظاہر ہو گا کہ مسئلہ امامت محض سیاسی حوصلہ مندون کا مال یغمانہ تہا بلکہ حقیقتاً تعمیر اسلامی کی ذمہ داری ہتی۔ یہ ہمارے لئے کم مقدس نہین ہے۔ یہ اگرچہ توریث نبوت نہ ہو لیکن توریث فرض نبوت ضرور ہے اور یہ امر لقبوا تو حکم تبلیغ رسالت تم رسول کر دیا جو تم مین سے ہو ممکن تہا۔

مین چاہتا ہون کہ واقعہ غدیر سے رحلت رسول تک جو واقعات گذرے ہین انکے سلسلہ پر خیال کرو اور دیکھو کہ بعض لوگون کا رویہ رسول کے ساتھ کیسا ہو گیا تھا اور خود رسول انھین کس طرح سمجھہ گئے تھے۔ اکثر باتون کی تصدیق اس آئندہ باب سے ہو گی جسے مین شروع کرتا ہون کیونکہ اب مین اُس جماعت کی عملی کارروائی کے لکھنے کے موقع پر پہونچ گیا ہون جسکے بیشتر اُس کے الفاظ اور انداز سے حسن ظن اور طبیعت سمجھنے کی کوشش ہی۔ اِس باب مین ہم اپنے ہیرو کی اُس عمر تک پہونچے ہین جس مین وہ واقعات کے یاد رکھنے کی حالت تک پہونچ گیا ہے اور بہت سے جذبات کا مالک ہے۔ اب تک وہ یہ دیکھ رہا ہے کہ میرے پدر بزرگوار کی شان اور وقار عامہ ناس اور رسول کی نگاہون مین کیسی ہے۔ اور یہ سمجھنے کی عقل ہے کہ

مسئلہ امامت سیاسی حوصلہ مندون کا مال یغمانہ تہا بلکہ اسکے علاوہ بہت کچھہ تھا۔

مؤلف بعض باتون کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

حسین کی عمر کا ساتوان برس۔

ہماری تعظیم اور محبت کی امت سے وصیت کی گئی ہے۔

باب ۲ دوم

رسول کی تعمیرانہ مصلحت کا انہدام (تجاہل)

(اہلبیت اور اُنکے موئدین حقوق پر ڈھاکہ بٹھانے کی کوشش)

کون اٹھ گیا تھا

کوئی عجب نہین ہو کہ رسول کے رحلت کی خبر سے مدینہ مین ایک عام افسردہ تاریکی پھیل گئی ہو اور لوگ یہ سوچنے لگے ہون کہ دیکھیے اُس نفس عظیم کے سایہ کے بعد جو ابھی ہمارے سرون سے اُٹھ گیا اب نئی حالت کونسی شکل اختیار کرتی ہے اور اسکا قیام کیونکر ہوتا ہے۔ بہت سے ہونگے جنہین عالم سرد مہر دکھائی دیتا ہوگا اس لیے کہ اس دل کا دھڑکنا موقوف ہوگیا جس کی محبت کی گرمی کا وہ احساس کرتے تھے اور اُسے تمام لطف اور راحتون سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ کچھ ہونگے جنہین اب باتون مین عقل کی وہ روشنی نہ دکھائی دیتی ہوگی جو نہ صرف اُنھین بلکہ اکثر یہود اور نصاریٰ کو بھی اپنے تصفیہ سے تسکین دیتی تھی کسی کے لیے وہ خبرگیر آنکھین جو اُنکے لیے کبھی نہ جھپکتی تھین پھر گئین اب کوئی اُس تیرا ور لپٹنے والی لطف سے توجہ کرنیوالا نہ رہا جو اہل صفہ کے لحاظ سے اِس کا بھی روادار نہ تھا کہ اُسکی لاڈلی بیٹی ایک کڑا اپنے ہاتھوں مین پہن سکتی یا کوئی پردہ اپنے دروازہ پر لٹکا سکتی۔ محلہ کے بچے اب وہ چہرہ نہ دیکھتے تھے جو اُنھین دیکھکر بے ہنسے نہ رہ سکتا تھا حاجت والے اُس گھر مین شور ماتم سنتے تھے۔ جہان اُنھین اپنی ضرورتون کی پوری ہونے کی اُمید تھی۔ لوگون کی آنکھین تھین اور روتے تھے منھ تھے لیکن بات نہ تھی خموشی بھر گئی تھی اور اس خموشی مین لوگون کے پہلے ہیجان غم کے فرو ہونیکے بعد پھر کوئی بیچین چیخ یا سرد آہ آنسوؤن کا رُخ آنکھون کی طرف پھیر دیتی ہوگی۔ تھمتے تھمتے آنسو تھمے ہونگے اور اس سکون کے عالم مین ہوش کی باتین اور آیندہ کا خیال پھر سامنے موجود ہوجاتا ہوگا۔

طبائع کا عمل اور سمین دیکھنے کی باتین۔

جس وقت رونے والے رو رہے تھے اور سیر نہ ہوتے تھے بلکہ آنکھون نے تسکین پانے سے انکار کردیا تھا اکثر طبائع تھے جو اپنا عمل کر رہے تھے۔ لیکن انکا عمل اپنی ساخت اور نتیجہ کے لحاظ سے نوعیت مین مختلف

تھا۔ یہ وہ تھے جو دیکھنا چاہتے تھے کہ امارت اسلام کا تصفیہ کیونکر ہوتا ہے۔ ایا مسلمانون کا ولی۔ مولا اور رسول کا خلیفہ وہی ہوتا ہے جسے رسول کہہ گئے تھے یا اور بھی موقع ہے۔ اسمین دیکھنے کی بات ہوگی کہ ان خیالات کی بنیاد حب قومی۔ حب وطنی اور حب دینی کی وجہ سے تھی جسمین کو اپنی غرض شامل نہ تھی۔ یا ان چیزون کے پردہ مین خود غرضی بھی چھپی ہوئی تھی۔ یا اُن اعلیٰ احساسات کا کوئی اثر نہ تھا بلکہ تمام کوششین خود غرضی اور اصول منفعت یا حصول اختیار پر مبنی تھین یہ تنقیحات ہین جنھین یہ باب غالباً سمجھانے کے لئے کافی ہوگا۔ اور یہ اچھی طرح سمجھا جا سکیگا کہ رسول کے بعد جو کچھ واقعات ہوئے اُسمین وہ کوششین ہوین جو اُس اصول اسلامی کو ہر حیثیت سے اپنی جگہہ قایم رکھتین جو سکھایا گیا تھا اور خیال اور عمل مین جاری کیا گیا تھا یا کوششون کی خاصیت اور نتیجہ یہ بتاتا ہے کہ یہی امورات آیندہ جماعت اسلامی کے انتشار کے باعث ہوئے اگر کچھ وقت تک جنگی باجون کے شور اور جوش نے دیکھنے نہ دیا ہو۔ یا آگے چلکر ثروتمندی اور امارت کی ترقی اور حسین کنیزون کی بغلگیری نے رات اور دن مین اصلی حالت کے سوچنے کے لئے کوئی وقت نہ چھوڑا ہو۔

اقدام کس نے کیا اور بنی ہاشم اور بنی امیہ کی اسوقت کی حالت۔

سب سے حیرت خیز امر یہ ہے کہ امورات خلافت کا اقدام ان دو جماعتون سے جنھین بنی ہاشم اور بنی امیہ کہتے ہین شروع نہ ہوا اگرچہ اول الذکر جماعت وہ جماعت تھی جو رسول کے سانس لینے تک حاکم تھی اور دوسری جماعت وہ تھی جو اپنی بلندی کی کوشش مین ایک زمانہ تک اسلام کو موت اور زندگی مین متردد رکھتی تھی اور بالآخر اس پر مجبور ہوئی کہ خوشی یا ناخوشی سے حکومت کے حوصلون کو اپنے سینہ مین زور سے دبا دے۔ اس آخر الذکر جماعت سے خوف کیا جانا یا اول الذکر جماعت سے اپنے حقوق کے نفاذ کی کوشش دیکھنا اُمید سے باہر نہ تھا۔ لیکن ان دونون جماعتون کے طرز عمل نے یہ سمجھایا کہ اگر اول الذکر اپنے سردار اور ہادی کی لاش کا دفن کرنا پہلا فرض تھا تو دوسری جماعت اپنے دعاوی کو پس پشت ڈالکر مطمئن ہو گئی تھی۔ جب تک کوئی مثال اس کے سینہ کے دبے ہوئے حوصلون کو پھر سے کھود کر نہ نکالتی۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اول الذکر جماعت کو اسکا یقین ہی نہ تھا کہ ہمارے حقوق کے درمیان کوئی جماعت حیرت خیز سرعت سے حائل ہو جائیگی۔ اور ثانی الذکر گروہ نے اسکا خواب بھی نہ دیکھا تھا کہ بنی ہاشم کا حاکم گروہ دفعتاً بے اختیار اور بے قوت ہو جائے گا۔ لیکن یہی ہونے والا تھا۔ ایک تیسرے گروہ کے ہاتھوں سے۔

ہماری موجودہ ضرورت کے موافق واقعات یہ تھے کہ جناب رسالتمآب نے بقول ابن خلدون دوشنبہ کے

رحلت کے دن اور قریب وقت حضرت ابوبکر کہان تھے۔

روز دوپہر کو اور بقول مجموعہ کامل واقدی (مغازی الرسول) دن چڑھے انتقال فرمایا۔ اسی صبح کو جناب رسالتمآب ایسے اچھے تھے کہ مسجد مین نماز ادا کی اور خطبہ پڑھا اور بقول ابن خلدون ابوبکر نے یہ کہکر "ہم دیکھتے ہین کہ آپ اللہ کی عنایت سے بہت خوش و خرم ہین جیسا کہ ہم چاہتے تھے اپنے اہل کے پاس سنح مین چلے گئے"۔ مدارج مین بھی یہی ہے باوجود اس قدر صحیح ہو جانے کے جس سے ابوبکر کو اس قدر اطمینان ہو گیا کہ وہ اپنے عیال کے پاس موضع یا محلہ سنح مین چلے جاتے درانحالیکہ محض علالت کی خبر نے روک رکھا تھا کہ وہ لشکر کے ساتھ کوچ نہ کرتے۔ یہ بیماری سمجھ کے باہر ہے کیونکہ مرض مین دفعتہً اس قدر زیادتی ہو گئی کہ آنحضرت نے تھوڑی دیر کے بعد انتقال فرمایا۔ حالانکہ مرض اور خصوصیات مرض ایسی نہ تھین جس سے وقوع موت اس قدر سریع ہوتا۔ مورخین نے کہا ہے کہ سبب مرض وہ زہر تھا جو خیبر کی یہودیہ نے بزغالہ بریان مین دیا تھا۔ لیکن کوئی نوالہ حلق سے نیچے نہ اترا تھا صرف لعاب دہن سے جو کچھ ہوا ہو وہ غالباً ایسا نہ تھا کہ اُس وقت اپنا کوئی اثر کرسکتا چہ جائیکہ کہ اس قدر بعد زمان کے بعد ہو۔

رحلت رسول کے بعد لوگون کی حالت پر غور کی بعض شکلین۔

بہر حال رحلت رسول کے بعد کیا ہوا جس سے انصار ایک جگہہ اور ابوالہیثم وغیرہ دوسری جگہہ اپنی جانشینی پر غور کرنے لگے درانحالیکہ بنی ہاشم رسول کی لاش اقدس کے قریب تھے۔ کتنی دیر لوگ دو وقت اسکے قریب رہے۔ اور اُس کے بعد اپنے اپنے گھر جاکر فرقہ بندی کی۔ ایا خبرین سنکر لوگ جمع ہی ہو گئے یا مختلف اپنی اپنی جگہہ پر اظہار غم کر لیا۔ اسکے واضح آثار نہین ہین۔ دوسری بات جو اور زیادہ غور کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب ٹھیک ہے لوگون کو یہ معلوم تھا کہ جناب رسالتمآب نے تجہیز و تکفین کی بنی ہاشم کو وصیت کی ہے لیکن پھر بھی کسی کو شرکت سے منع نہ کیا تھا۔ پس وہ کونسا امر اسکا محرک ہوا کہ وہ نماز اور دفن پہلے خود کو مقدم کر دیتے۔ مین یہ کہہ رہا ہون کہ ہر ایک مین حوصلہ حکومت ہی ہو لیکن اختیار حاصل کرنا اور اسکے لئے اس قدر جلد مستعد ہو جانا کسی ایسی وجہہ سے تھا جس مین ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے سبقت کا خوف ہوا اور اُس نے پیشتر سے یہ طے کر لیا ہو کہ ہم رسول کے انتقال کے ساتھ ہی پہلا کام جو کرینگے وہ اس امر کا تصفیہ ہوگا کہ ہم کس طرح صاحب اختیار ہو جائین۔ مین اِسکی جزئیات پر اپنی نگاہ دوڑانا چاہتا ہون کہ آنکی اس تعجیل کے لئے کونسی شئے محرک ہوئی۔

کیا کسی گروہ کو دوسرے کی سبقت کا اندیشہ تھا۔

اس امر کے سمجھنے کے لئے کیون بقول روضۃ الصفا اور اعثم کوفی ابوالہیثم بن تیہان اور ابوبکر وغیرہ ایک جگہہ جمع ہوئے اور انصار دوسری جگہہ دکھائی دیئے۔ درانحالیکہ بنی ہاشم ایک ضروری فرض ادا

کر رہے تھے۔ کوئی بات معین نہین ہے۔ زیادہ سے زیادہ مناہج کی اس روایت سے مدد ملتی ہے کہ انصار رسول کی زیادتی علالت سے متردد ہوئے تو آپ نے انصار اور مہاجرین کی ایک دوسرے کو وصیت کی اور سورہ والعصر کو اور اس آیت کو فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم تلاوت فرمایا۔ انصار کے متردد ہونے کی وجہ یا تو یہہ تھی کہ وہ رسول کے بعد اپنے حقوق کو واضح کرانا چاہتے تھے اور یا اُنھین سطح دریا کے نیچے کچھہ اور دھارے بہتے ہوئے دکھائی دیتے تھے جس نے اُنہین اپنے لئے خوف زدہ کر دیا تھا۔ اور وہ بھی رسول کے لفظون مین سوچ اور دیکھہ رہے تھے کہ "آگ بھڑک اوٹھی اور مثل اندھیری رات کے ٹکڑے کے فتنہ آ گیا"۔ لیکن جو کچھہ بھی ہو ان لوگون کی فرقہ بندی نے بقول مولوی شبلی صاحب اسکا جواز کیسے کر لیا کہ "اس بات کا بھی انتظار نہ کیا گیا کہ پہلے تجہیز و تکفین سے فراغت کر لیجائے" یا اس مورخ کے موافق کہ "اُنھون نے ثقیفہ مین پہونچکر خلافت کے بارہ مین انصار سے معرکہ آرائی کی اور اس طرح کوششون مین مصروف رہے کہ گویا اُن پر کوئی حادثہ ہی نہین پیش آیا تھا" حالات شاعر کے ان لفظون کی سی ہو گئی تھی کہ

> طفل گرسنہ در خانہ خالی بر خوان
> عقل باور نکند کز رمضان اندیشد

اب ہمین تجزیہ سوچنے مفر نہین ہے کہ رسول کے انتقال کے ساتھہ ہی کوئی فوری وجہ اسکی محرک نہ ہوئی تھی کہ لوگ رسول کی لاش سے بیخبر ہو کر معرکہ آرائیون پر تُل جاتے۔ بلکہ جو کچھہ اسباب تلاش کئے جا سکتے ہین وہ رسول کی رحلت کے قبل ہین۔ جس نے ثقیفہ بنی ساعدہ کے دو گروہ کو دفعۃً خم ٹھونکنے پر اس طرح آمادہ کر دیا کہ گویا یہہ پہلے سے وقت کے منتظر تھے۔

ابن خلدون کا یہہ فقرہ ہم بعض لوگون کے متعلق نوٹ کر چکے ہین کہ اُسامہ کے لشکر سے رسول کی علالت کی خبر سنکر آ رہے تھے اور دیگر [illegible] کیا اسلئے کہ وہ مین رسول کی رحلت اور اسلئے کار روائی کے آغاز مین [illegible] محبت عیادت کی محرک ہوئی تھی۔ لیکن ایسا کہنے کے قبل رسول کے جنازہ کے پاس [illegible] کرنے والون کو ڈھونڈ لو! اسکے بعد فطرت تحقیق بتا دیگی کہ غرض محبت پر غالب تھی۔ ہم نفس غرض پر آگے بحث کرینگے۔

اسکے بعد آگے چلنے کے لئے ہمین مواعق محرقہ کی یہ روایت ملتی ہے کہ "روایت کرد واقدی از چند طریق اسناد کہ بیعت ابو بکر رضی اللہ عنہ روزے شد کہ رسول صلعم رحلت فرمود" اسی کتاب مین ہے کہ "جون بیعت

انصار اور مہاجرین کو ایک دوسرے کے متعلق وصیت

دفن رسول پر معرکہ آرائیونکو مقدم کرنیکا کوئی جواب نہین ہے۔

اسکا جواب کہ اُسامہ کے لشکر کے ساتھہ روانہ ہونا محبت سے نہ تھا۔

حضرت ابو بکر کی بیعت رحلت رسول کے دن ہوئی۔

بیعت عام دوسرے دن ہوئی۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شد در ثقیفہ روز دیگر بر منبر نشست پس مردمان بیعت کردند بیعت عام بعد از بیعت ثقیفہ"۔ یہ دونون روایتین ہم نے اس لئے پیش کی ہین کہ رحلت رسول کے پہلے اور دوسرے دن اُن اصحاب کی مشغولیت معلوم ہو جائے جو رسول کے ہ قور محبت کی وجہ سے اُنکی علالت مین اُنکے ایک حکم کو ملتوی کر سکتے ہتے۔ اِسکے بعد مولوی عبد اللہ صاحب امرتسری کی یہ عبارت بہی ملاحظہ ہو کہ "جب حضرت ابوبکر وہان (ثقیفہ بنی ساعدہ) سے لوٹے تو سرور عالم علیہ وسلم دفن ہو چکے ہتے اِس لئے شرکت جنازہ سے محروم رہے جسکا قلق اُنکو تا مدت عمر رہا"

کیونکر چلگئی اور اُسکے عناصر۔

کیا مضایقہ ہے اگر ہم ناظر کو تھوڑی دیر کے لئے اُس جلسہ مین لیچلین جس نے اسلام کے آیندہ کا ٹھیکہ لے لیا تھا۔ نہ سرسید احمد مرحوم کی اِس مصلحت اور ارادہ کے ساتھ کہ "جسکی چلگئی وہی خلیفہ ہو گیا" بلکہ یہ سمجھنے کے لئے کہ کس طرح "چلگئی" اور یہ "چلگئی" طبیعتون اور واقعات پر کیا اثر ڈالتی ہے۔ اور اسکے پس و پیش سے کیا سمجھ مین آسکتا ہے جس سے اگلے زمانہ کا دور مین مشاہدہ کر سکا کہ شتہ شد سین اندر ثقیفہ۔

مولف کو ثقیفہ بنی ساعدہ کا آراستہ کیونکر معلوم ہوا

مغیرہ ابن شعبہ۔ عمر اور ابوبکر اور ابوعبیدہ جراح

مشکل سے مجہے راستہ معلوم ہوتا اگر روضۃ الصفا نے راستہ دکھانے والے کا نام نہ بتایا ہوتا۔ یہ مغیرہ ابن شعبہ تھا جس کے واقعات ہم کس حد تک لکھتے آئے ہین اور ابہی نہایت مفید حالات باقی ہین لیکن رسول کے بعد آج یہہ پہلا موقع ہے کہ کسی عام مفید موقع پہ دکھائی دیا ہو۔ اہل عرب مین ابن شعبہ مدبرا ور حسن رائے مشہور تہا۔ اسکا نام آنا تمام راستہ روشن کر دیتا ہے اگرچہ یہہ نہین معلوم کہ اس نے ابن الخطاب سے اسکے علاوہ کیا گفتگو کی جب وہ انصار کے ارادون کی اطلاع دینے آیا۔ ابن الخطاب نے اسکی خبر ابوبکر کو دی اور روضۃ الصفا کے موافق ہر دو باتفاق آن سرور آفاق را تنہا گذاشتہ بجانب ثقیفہ بنی ساعدہ آوردند و ابو عبیدہ جراح در عقب ایشان روانشد"۔

حضرت عمر کی واقعہ خوانی۔

صاحب صواعق کسی مخبر کی بہی ضرورت نہین سمجہتا بلکہ ابوبکر خود عمر سے انصار کی طرف چلنے کی خواہش کرتے ہین اِس لئے کہ "مرویست از عمر در زمانے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رحلت فرمود حضرت علی و زبیر رضی اللہ عنہما و جمعی دیگر کہ با ایشان بودند در خانہ فاطمہ نشستہ تخلف کردہ و ہمچنین انصار از ما تخلف کردہ در ثقیفہ بنی ساعدہ گرد آمدند و مہاجرین بجانب ابوبکر شتافتند"۔ ابن خلدون کہتا ہے کہ "رفتہ رفتہ اِس امر کی اطلاع ابوبکر و عمر کو ہوئی یہ دونون بزرگ معہ ابو عبیدہ جراح ثقیفہ کو روانہ ہوئے۔ عاصم بن عدی اور عویم بن ساعدہ سے ملاقات ہو گئی عاصم نے اِن کو

حضرت ابوبکر اپنا استحقاق خلافت پیش کرتے ہین اور انصار کو وزارت کی امید دلاتے ہین۔

روکنے کا قصد کیا لیکن وہ لوگ انکے روکنے سے نہ رُکے جس قدر جلد ممکن ہوا ثقیفہ مین جہان پر انصار جمع
تھے جا پہونچے اور باہم مباحثہ ہونے لگا" اس مورخ کے نزدیک ابوبکر نے اپنے حقوق کے متعلق جو کچھہ کہا
وہ یہ تھا کہ "ہملوگ رسول اللہ (صلعم) کے اولیاء اور اُنکی عشیرت سے ہین انکے بعد حکومت کے مستحق زیادہ ہم ہین
اور اسمین بظاہر کوئی نزاع کا موقع نہین معلوم ہوتا البتہ تمکو حق نصرت اور نیز سابق الاسلام ہونیکا حاصل ہے
باین لحاظ ہملوگ اُمرا ہین اور تم وزرا ہو"۔

انصار کی کمزوری

انصار کے مجمع مین ایک کمزوری یہ تھی کہ وہ خود آوس اور خزرج مین تقسیم تھے۔ سعد ابن عبادہ قبیلہ خزرج کے
پیشوا تھے اور اُسید ابن حضیر قبیلہ آوس کے۔ حباب ابن منذر اور ثابت ابن قیس وغیرہ امارت کے لئے
سعد ابن عبادہ کو تجویز کرتے تھے اور بُشیر ابن سعد وغیرہ اس رائے کے موافق نہ تھے اس لئے کہ بقول ابن خلدون "
اُوس ... خزرج کی امارت سے کشیدہ خاطر تھے"۔ اور بقول اعثم کوفی بشیر ابن سعد نے کہا کہ "امروز خلافت بہ

ایک انصاری کی موقع بینی۔

قریش مسلم دارید کہ بہ افتاد شما باشد و اگر بر خلاف این بود مثل شما باشد"۔ جس وقت اوس۔ خزرج اور ابوبکر
اپنے اپنے حقوق پیش کر رہے تھے اعثم کوفی کے مواقع عویم ابن ساعد نے کہا "اول قومی کہ با دشمنان محمد علیہ السلام
شمشیر کشیدند شما بودید اول کسیکہ با دوستان و خویشان او خلاف کند شما باشید خلافت بہ خاندان نبوت باز
گذارید و دست ازین نزاع و نفاق بدارید"۔

عویم ابن ساعد کہتا ہی کہ خلافت خاندان نبوت مین رہنے دو

حضرت ابوبکر کا خیال کہ عرب سے خاندان نبوت مین کسی کو چاہین گے۔

حباب ابن منذر کی تقریر مین حضرت ابوبکر کا یہ جواب بھی نہایت توجہ کے قابل ہی جو اعثم کوفی سے ملتا ہے
کہ "عرب بہ امارت شما رضا نہ دہند چون از شما نیست و کسی را خواہند کہ از خاندان نبوت باشد"
اور طبری سے ایک نہایت مفید امر معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوبکر نے بمقابلہ قریش کے حقوق کا تذکرہ کیا تو انصار
نے جواب دیا کہ "پھر علی سے بیعت کر لو کہ وہ پسر عم رسول ہین"۔ اِسکے بعد عمر ڈرے کہ اختلاف ہوگا اور ابوبکر

انصار کا ابوبکر کو الزامی جواب۔

حضرت عمر کی جلدی۔

سے کہا کہ ہاتھہ بڑھاؤ ہم تم سے بیعت کرین"۔ ابن حجر مکی کو یہ بھی کہنا ہے کہ "انصار مکروہ دانستند بیعت ابوبکر
ابوبکر ایشان را ملزم بساخت بخبر الائمۃ من قریش بنا بر این اطاعت و انقیاد کردند و حضرت علی از روئے
شوکت و عدد و استعداد و سماعت قوی تر بود از ایشان"۔
مورخین نے یہ بھی کہا ہے کہ اختلاف مین زیادتی ہونے لگی تو ابوبکر نے عمر اور ابو عبیدہ جراح کا نام
پیش کیا اور اُس وقت عمر نے ابوبکر کو اپنے اوپر مقدم رکھکر بیعت کر لی لیکن اسکے مقابلہ مین مین
صواعق محرقہ کی اِس روایت کو جو مسعودی نے ابراہیم تیمی سے نقل کیا ہے "زیادہ قبولیت سے دیکھتا ہون

ابوبکر عمر اور ابوعبیدہ کی آپس کی نہایت مفید باتین۔

کہ عمر نے پیشتر ابوعبیدہ کی طرف توجہ کی جس کی تائید ابن سعد کی اس روایت سے بہی نکلتی ہے کہ "چون ابوبکر شنید کہ عمر بہ طرف ابوعبیدہ میل دارد ابوبکر بہ عمر گفت رضی اللہ عنہما دست خود بکشا تا با تو بیعت کنم عمر گفت تو افضلے از من پس ابوبکر جواب داد قوت تو از من زیادہ است واین سخن را مکرر گردانید بعد از ان عمر گفت قوت من تراست با زیادتی فضل پس ازان بیعت بہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کرد"۔

قبیلہ اوس نے ابوبکر کا ساتہہ دیا۔

روضۃ الصفا مین ہے کہ "ان روز خواص بیعت کردند"۔ اسی کتاب مین ہو کہ "قبیلہ اوس برغبتی تمام باصدیق بیعت کروند وخزرج را تجاہلے تمام روی نمود"۔ اعثم کوفی مین ہے کہ حباب نے بشر ابن سعد کی آمادگی دیکہکر

اوس وخزرج کا حسد۔

اُس سے پوچھا کہ "تجہے کیا ہوا کہ تو نے اپنے ابن عم سعد ابن عبادہ سے حسد کیا"۔ صورت معاملہ یہانتک پہونچی کہ تلوار کہچگئی اور لوگون نے حباب کو روکا۔

ابن عوف انصار اور ابوبکر

اعثم کوفی کے موافق یہ روایت بہی دلچسپ ہی کہ بیعت کے بعد عبدالرحمٰن ابن عوف سے چند انصار سے ملاقات ہوئی اور انہون نے کہا کہ تمنے کیون ابوبکر اور عمر کے مقابلہ مین اپنے کو پیش کیا۔ انصار نے اپنے افسرون کے متعلق احادیث رسول بیان کرنیکے بعد آخر مین جواب دیا کہ " اے پسر عوف اگر علی ابن ابیطالب ابن بنی ہاشم سرور عالم کی تجہیز وتکفین مین مشغول اور کثرت غم مین مبتلا نہ ہوتے تو وہ سرونکا کہانا نہ پکا ہوتا۔ اور انکا کام ناتمام رہتا۔ اب جاؤ اور ایسی باتین نہ کرو۔ جس سے تمہارے مقتدا پر مشکل آجائے"۔ ابن عوف نے یہ باتین ابوبکر سے کہین اور انہون نے جواب دیا کہ "جب ہماری مراد کے موافق کام پورا ہوگیا تو ہم اس بازخواست سے مستغنی ہتے"۔

حضرت عمر کا فقرہ سعد ابن عبادہ کے متعلق عقل نے دنگل ملتوی کیا سعد کا بیعت سے انکار اور اُن سے درگذر۔

بیعت کے وقت سعد ابن عبادہ کو دہکا لگا یہہ علیل تہے اور اوڑہے لپیٹے بیٹہے ہوئے تہے کسی نے یہ بہی کہا کہ دیکہو سعد کچل نہ جائے" اسپر بقول ابن خلدون عمر نے جواب دیا کہ "اللہ تعالیٰ ہی نے مارا ہو" سعد یہ سُنکر "دست وگریبان ہوگئے"" اور عمر کو بہی "غصہ آگیا لیکن ابوبکر کے روکنے سے رُک گئے"۔ اسی مورخ کے موافق جب سب لوگ بیعت کر چکے تو سعد سے بیعت کرنے کو کہا سعد نے انکار کیا۔ بشر نے کہا یہ تن تنہا آدمی ہے اس سے درگذر کرو اسکو اپنی حالت پر رہنے دو پس سعد ابن عبادہ اس واقعہ کے بعد نہ تو انکے ساتہہ نماز مین شریک ہوتے تہے اور نہ ان سے باتین کرتے تہے تا آنکہ ابوبکر کا انتقال ہوگیا"۔۔۔۔ "بعضون نے یہ کہا ہے کہ بعد اس واقعہ کے سعد ابن عبادہ شام کی طرف چلے گئے تہے اور وہین ٹہرے رہے تا آنکہ مرگئے۔ مشہور یہ ہے کہ انکو جن (؟) نے مارا ہے"۔

سعد کی موت کیونکر واقع ہوئی

اختلاف کے خوف سے ابوبکر نے دو آدمیون پر بیعت کا زور نہین ڈالا۔

صواعق محرقہ کی یہ روایت بھی دیکھنے کی ہے "بروایت ابی اسحاق وغیرہ او آنکہ سلمان گفت اے ابوبکر چہ چیز ترا
براین داشت کہ والی مردمان شوی و حال آنکہ ہنی میگوی مارا ازان کہ برد و کس (دو) امیر باشم ابوبکر گفت
مارا ازین چارہ نیست ترسیدم کہ اُمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متفرق گردند و خلل افتند در دین"

حضرت عمر کے لفظون مین ابوبکر کی بیعت کیونکر ہوئی

پس ان حالتون مین جبکہ کوئی کہہ رہا ہے کہ "فوری طور پر اتفاق عام ہوگیا" اور کوئی کثرت اژدحام سے
سعد کو کچلے ڈالتا ہے دیکھنے کی یہ بات ہے کہ حضرت عمر اسکے متعلق کیا کہتے ہین - ابن ابی الحدید یہ کہتے ہوے کہ عمر نے
بیعت ابوبکر کو ناگہانی ہونا اور اُسکے شر سے خدا کا محفوظ رکھنا کہا ہے - آگے بڑھکر کہتے ہین کہ "یہہ صرف
اُنکی تیزی زبان اور درشتی طبیعت تھی ورنہ وہ ادب کرتے تھے" صاف صواعق محرقہ کا یہہ محتاط طرز
بیان توجہ کے قابل ہے کہ "عمر رضی اللہ عنہ در زمانہ رجوع از حج خطبہ گفت کہ بمن چنین رسیدہ کہ فلانے
از شما گفتہ است کہ عمر چون بمیرد بہ فلانے بیعت خواہم نمود پس مغرور نشود کسے از شما بہ آنکہ بگوید بیعت
ابوبکر فجاۃ واقع شد آگاہ باشید کہ این چنین نبود الا آنکہ خدای تبارک و تعالیٰ از شر آن نگاہ داشت
امروز درمیان شما کسی نیست کہ قطع از جانب او شود" اب ذرا طریقہ بیعت پر غور کیجے جسے ابن ابی الحدید

بیعت کا طرز عمل

براء ابن عازب کی زبانی بیان کرتے ہین - "تھوڑی دیر کے بعد ہم نے سُنا کہ قوم ثقیفہ بنی ساعدہ مین ہے
اسکے بعد دوسرے کہنے والے کو سُنا کہ ابوبکر کی بیعت کرلیگئی تھوڑی دیر نہ گذری کہ دیکھا ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ
مع ایک جماعت اصحاب ثقیفہ کے چلے آتے ہین وہ کسی کی طرف سے نہین گذرتے مگر یہ کہ اُس کو دبا دیتے
ہین اور ہاتھ اُس کا بڑھا کر ابوبکر کے ہاتھ سے مس کردیتے ہین وہ چاہتا ہو یا نہ چاہتا ہو - پس میرے
ہوش گم ہوگئے"

ابو قحافہ اور ابوبکر

اب یہ ملاحظہ طلب ہے کہ خود اپنے بیٹے کی اِس بیعت کے متعلق ابو قحافہ کی آمد کیا تھی - صواعق محرقہ مین ہے
کہ "گفت ابوبکر را کہ ہوشیار باش درین امر کہ این امر محال است آیا راضی شدند بنو عبد مناف و بنو مغیرہ
(آ) گفت بلے...." ابن ابی الحدید مین اس قدر لطیفہ زیادہ ہے کہ جب ابو قحافہ کو معلوم ہوا کہ ابوبکر سے اسلئے

پوست کش لطیفہ اور آبدار دعا۔

بیعت کیگئی کہ وہ سب مین زیادہ سن کے تھے تو کہا "مین اُنسے زیادہ سن کا ہون" اِن دونون مورخین نے اُنکی
یہ دعا بھی لکھی ہے کہ "کوئی اُسے پست نہین کرسکتا جسے تو بلند کرے اور کوئی اُسے بلند نہین کرسکتا جسے تو
پست کرے"

صاحب صواعق نے ایک جگہہ دلیل لاتے لاتے یہ بھی کہا ہے کہ "ابوبکر منازعت درین باب (امامت)

میکرد بہ آنکہ از علی کرم اللہ وجہ از ضعف بود در شوکت و استعداد و نزد مردم او را در ان وقت کمتر بودؔ"

اب اس امر کے سمجھنے کی کوشش کیجائے کہ آیا جناب امیر علیہ السلام کے الفاظ اس واقعہ کے سمجھنے مین کوئی مدد دیتے ہین اس کے لئے نہج البلاغہ کے مختلف خطبون کا متعلق حصہ پیش کیا جاتا ہے:-

جب حضرت کو خبر دی گئی کہ مہاجر و انصار ثقیفہ مین جھگڑا کر رہے ہین تو آپ نے دریافت فرمایا کہ انصار کیا کہتے ہین - عرض کی گئی کہ وہ کہتے ہین منا امیر و منکم امیر - فرمایا مہاجرین نے کیون یہہ دلیل پیش نہ کی کہ رسول خدا نے وصیت فرمائی ہے کہ انکے اچھون سے نیکی کیجائے اور انکے برون سے درگذر کیا جائے - اصحاب نے عرض کیا کہ اسمین انکے عدم امارت کی کونسی دلیل ہے - فرمایا اگر انمین امارت ہوتی اور انہین مین کوئی امیر اور خلیفہ ہوتا تو یہہ دوسرون کے سپرد کیون کئے جاتے - پھر فرمایا اچھا قریش نے کیا دلیل پیش کی - اصحاب نے عرض کی کہ وہ یہ دلیل لائے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شجرے سے ہین پیغمبر کے خاندان اور قبیلہ سے ہین ارشاد فرمایا وہ اس شجرہ کے ساتھہ تو متمسک ہوئے مگر اسکے ثمر کو ضائع کردیا"

مجلس شوریٰ مین فرمایا "کہین ایسا نہو کہ آج کے دن کے بعد تم اس امر خلافت کو ایسی حالت مین دیکھو کہ اسمین تلوارین کھنچی جائین عہد شکنیان ظہور مین آئین - حتی کہ تم مین سے بعض لوگ اہل ضلالت و گمراہی کے امام اور اہل جہالت و نادانی کے پیرو ہوجائین"

زمانہ خلافت مین جبکہ معاویہ مخالفتون پر آمادہ تھا کسی نے پوچھا کہ خلافت کے سزاوار تو آپ ہی تھے پھر کیون قوم نے آپ کو اس سے علیحدہ کردیا۔ فرمایا "بیشک تیرے مرکب کا تنگ ڈھیلا ہے - تو صواب و سداد کے برخلاف رستون کی طرف مہار اٹھا رہا ہے اور وہ سوال کر رہا ہے جسکا موقع اور مصلحت نہیں (لیکن) تجھے سوال کرنیکا حق بھی حاصل ہے اور تو علم کا طالب بھی ہو رہا ہے - لہذا اب معلوم کر حالانکہ از روئے نسب مین سب سے اعلی ہون اور از روئے رشتہ کے رسول خدا سے نہایت ہی قریب بلکہ پیوستہ ہون پھر بھی مجھ پر بلند ہونیکی آرزو کرنا ظاہر ہے کہ اس قوم کے نفوس نے بخل اختیار کیا حق بحقدار نہ پہونچایا اور ایک دوسرے گروہ نے اپنے نفسون پر سخاوت اختیار کی کہ حق و باطل مین حکم کرنے والا خداوند عالم ہے - تو اس غارتگری کی حالت کو چھوڑ دے جس کے اطراف مین بہت سی فریادین بلند ہوچکی ہین اب اس ابن ابو سفیان کی شان بزرگ کو دیکھ جسے رلانیکے بعد اس زمانہ نے ہنسا دیا اور اگر دیکھا جائے تو قسم خدا کی یہ کوئی تعجب کا مقام بھی نہین ..... اگر

بیعت کے وقت بمقابلہ علی ابوبکر کی شوکت اور استعداد - لوگون کی نگاہ مین کم تھی۔

نہج البلاغہ سے کیا سمجھہ مین آتا ہے۔

انصار اور مہاجرین کی دلیل مین علی کی دلیل

قریش نے پھل کو ضائع کیا۔

علی کی پیشگوئی نظام قومی کی برہمی کے متعلق

ذمہ داری کے زمانہ مین محتاط جواب۔

ہم سے اور اُنسے ان بلاؤن کے رنج والم دور ہو جاتے تو مین انھین خالص حق پر قایم کر دیتا اور اگر ان سے
برخلاف صادر ہو تو پھر تو ایسے لوگون کی گمراہیون پر حسرت وافسوس کر کے اپنے نفس کو ہلاک کر کیونکہ جو کچھ
یہ لوگ عمل کرتے ہین پروردگار اس سے واقف ہے"۔

علی کی قریش کے متعلق

" بار الہا مین تجھسے اس گروہ قریش کیلئے انتقام طلب کرتا ہون کیونکہ ان لوگون نے میرے رحم کو قطع کیا
اور اس حق پر مجھسے نزاع کرنے کے لئے جمع ہوگئے جس کا مین ان سے زیادہ مستحق تھا اور مجھسے کہنے لگے کہ بیشک
خلافت تیرا حق ہے اگر تو اسے لے مگر اب تو حق یہی ہے کہ تجھے اس سے روک دیا جاوے۔ اب تو نہایت ہی رنج والم
کی حالت مین صبر کر اور نہایت متاسفانہ طریقہ سے مرجا۔ اب مین نے نگاہ دوڑائی تو اہلبیت کے سوا کسیکو

علی نے اہلبیت کی موت سے بخل کیا۔

اپنا معین و مددگار اور دشمن کو دور کرنیوالا نہ پایا مین انکی موت سے بخل کیا۔ اب مین نے کدورت آمیز
آنسو بہانے کے لئے آنکھون کو بند کر لیا۔ دلی سوزش بجھانیکے واسطے لعاب دہن پیکر رہگیا اور خشم وغضب کے فرو کرنیکے
خاطر ایسے ناگوار طریقہ سے صبر کیا جو درخت حنظل سے بھی زیادہ تلخ اور تیز چھریونکی برش سے زیادہ قلب کو اذیت
پہونچانے والا ہے"۔

شوریٰ کی تردید بعد مصاحبت کی دلیل بہ بین قرابت۔

" نہایت تعجب ہے کہ مصاحبت پیغمبر تو خلافت کا حقدار کر دے اور جو شخص مصاحب بھی ہو اور خویش بھی ہو وہ
خلافت سے محروم رہے۔ اگر تو شوریٰ و اجماع کے سبب سے امور مردم کا مالک ہوگیا تو یہ شوریٰ و اجماع متحقق کیونکر ہوا
کیونکہ صاحبان شوریٰ تو غائب ہی ہین"۔

خاموشی اغیار کے استحقاق کا اقرار اور اپنا انکار نہ تھا۔

" پیغمبر کی وفات کے بعد جو مینے چپ سادھی اور احقاق حق مین تاخیر کی اُسکی وجہ یہ نہ تھی کہ اغیار اسکے مستحق
تھے اور مین وہ حق نہین پہونچتا تھا"۔

" اے سُننے والے خبردار ہو جا کہ فلان شخص نے پیرہن خلافت کو زیب تن کر لیا حالانکہ وہ خوب جانتا تھا اور
اُسے اچھی طرح یقین تھا کہ خلافت کے لئے میرا وہ مقام ہے اور مجھے اُس سے وہی نسبت ہے جو آسیا کو قطب آسیا سے۔

علی نے صبر کا تصفیہ کیا

جب ابن ابو قحافہ نے اس پیرہن کو ناحق اپنے زینت بنا لیا تو مین نے اپنے اور اس خلافت کے درمیان
پردہ ڈال دیا اور اس معاملہ مین غور کرنا شروع کیا کہ اپنے بریدہ اور شکستہ ہاتھ سے اُسپر حملہ کرون یا اس ظلمت
و تاریکی پر صبر کرون اُس وقت مین نے دیکھا کہ اس واقعہ پر میرا صبر کرنا بہت ہی بہتر اور نہایت ہی عقلمندی
ہے۔ مین دیکھ رہا تھا کہ میری میراث کس طرح تاراج و غارت ہو رہی ہے"!

" جب آپکا انتقال ہوگیا تو آپ (رسول) کے بعد مسلمانون نے امر خلافت مین نزاع کی۔ قسم خدا کی ہرگز

میرے دل مین یہ بات نہ تھی مجھے اسکا گمان بھی نہ تہا کہ اہل عرب اس امر خلافت کو رسول اللہ کے بعد آپ کے اہلبیت سے زائل کر دینگے نہ مجھے یہ خیال تہا کہ حضرت کے بعد مجھ اس خلافت سے دور کر دینگے۔"

حصول اختیار کا نتیجہ۔

اب جو واقعات ہم بیان کرینگے وہ حصول اختیار کا نتیجہ سمجھا جائیگا۔ ابو الفدا کہتا ہے:۔

آگ اور تخلیہ۔

ابو بکر نے اب عمر کو علی کے پاس باین ارادہ بہیجا کہ جو لوگ اہلبیت مین سے ہمراہ ہین انھین مع علی کے حضرت فاطمہ کے گھر سے نکال دو اور اگر نکلنے سے انکار کرین تو لڑنا۔ یہ تھوڑے لوگ لیکر یہ ارادہ گھر پھونکنے کے گئے۔ حضرت فاطمہ سے ملاقات پر آپ نے پوچھا:۔

حضرت فاطمہ کا سوال اور عمر کا جواب۔

"کیا ہمارا گھر پھونکنے جاتا ہے؟"

"البتہ گھر پھونک ڈالون گا نہین تو تم بھی ابو بکر صدیق سے بیعت کر لو جس بیعت مین تمام امت داخل ہوئی تم بھی داخل ہو جاؤ۔"

مہلت نہ دینے کی صلاح

کتاب الامامۃ والسیاسۃ مین بھی ہے کہ پہلے ابن خطاب لکڑیان لیکر گئے اور واپس آئے۔ اسکے بعد صلاح ہوئی کہ مہلت نہ دینی چاہیئے اور اس مرتبہ ایک شخص بہیجا گیا جسکا نام قنفذ تہا۔ اسوقت حضرت ذکیہ طاہرہ نے بلند آواز سے فرمایا کہ "یا رسول اللہ آپکے بعد ابو قحافہ اور عمر سے کیا کیا نہین دیکھا۔" اسپر قنفذ اور اسکے ہمراہی رونے لگے۔

طاہرہ کی فریاد نے قنفذ کو رلا دیا۔

علی صاحبان اختیار کی روش سمجھتے ہین۔

اس مورخ کے موافق جس وقت حضرت علی دربار خلافت مین موجود تھے آپ نے فرمایا کہ "اس طرح دودھ دوہو کہ تمھین بھی اسکا ایک حصہ ملے اور انکے لئے مضبوط کرو کہ وہ کل تمھین لوٹا دینگے۔" حضرت نے یہ سوال کیا کہ اگر ہم بیعت نہ کرین تو کیا کروگے؟ عمر نے کہا:۔

حضرت علی کا سوال اور عمر کا جواب۔ ابو بکر کا جواب۔

"گردن مارینگے"۔ اور اسکے بعد ابو بکر سے مخاطب ہو کر کہا کہ "تم کچھ حکم کیون نہین دیتے" جسکا انھون نے جواب دیا کہ "جب تک فاطمہ انکے پہلو مین ہین ہم کبھی مجبور نہ کرینگے۔"

بشر ابن سعد اور علی کی گفتگو۔

اعثم کوفی کے موافق بشر ابن سعد اور علی مین یہ گفتگو ہوئی۔ بشر نے کہا:۔

"یا علی صدیق کی بیعت کے پہلے اگر تم اپنا حق ظاہر کرتے تو دو آدمیون سے زیادہ کوئی تمہاری مخالفت نہ کرتا لیکن چونکہ تم گھر بیٹھے رہے سبکو خیال ہوا کہ تمھین رغبت خلافت نہین ہے۔ اب یہ باتین لوگون کے عقیدہ کے خلاف ہونگی۔ لوگون نے اس خوف سے کہ مبادا دین رسول مین خلل پڑے ابو بکر کی بیعت کر لی"

علی نے جواب مین فرمایا:۔

اُسے بشر کیا تو اسے پسند کرے گا کہ مین رسول کی لاش بے غسل و کفن چھوڑ کر ریاست کی فکر مین دوڑتا ؟"

جوش کے وقت حضرت ابوبکر کی لاعلمانہ سادگی اور علی سے بیعت کی تکلیف ساقط

اب ابوبکر جواب مین کہتے ہین کہ "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم مخالفت کروگے تو مین ہرگز قبول نہ کرتا اب اگر بیعت کرو تو مناسب ہے نہین تو تمپر کوئی تکلیف نہین ہے" صاحب صواعق محرقہ نے بہی اس اعلان کو لکھا ہے اگرچہ اسکی تکمیل اس طرح کی ہی کہ حضرت علی نے تعریفین کرنے کے بعد بیعت کرلی۔ اِس مورخ نے یہہ بہی لکھا ہے کہ جب ابن ابو قحافہ حضرت علی کے پاس گئے تو جناب امیر نے شکایت کی کہ "منفرد شدی بامر یعنی مشورت را تنہا کردی و مارا دخل نہ دادی و بسواسطہ قرابتے بر رسول صلی اللہ علیہ وسلم مارا درین نصیبے بود مثل این نوع سخنان رقت آمیز می گفت تا آنکہ ابوبکر صدیق بگریہ آمد و اشک از چشمہائے بارید"۔

ابوبکر رو رہے ہین۔

ایا بیعت لینا حُسن نیت اور اسلام پر احسان کی خیال تہا؟

اب ہم اس امر کے سمجھنے کے لئے کہ آیا بیعت کرنیوالون نے حُسن نیت سے مسلمانون کی ذمہ داری قبول کرکے اسلام پر احسان کیا تہا یا اِسکے خلاف تہا ابن ابی الحدید سے مدد لیتے ہین۔ وہ کہتے ہین کہ جس روز ابوبکر خلیفہ ہوئے اُسی شبکو ابوذر سلمان اور ابن ہشیم وغیرہ نے ایک کمیٹی کی کہ مہاجرین مین خلافت کے متعلق دوبارہ شوری ہو۔ یہہ خبر ابوبکر وغیرہ کو معلوم ہوئی اور یہ لوگ سیدھے مغیرہ ابن شعبہ کے پاس گئے۔ بقول کتاب الامہ و السیاستہ" مغیرہ نے کہا:۔

دوبارہ شوری کی خبر سنکر ابوبکر مغیرہ کے پاس گئے۔

"کیا تمہاری صلاح ہے کہ عباس کے پاس چلو اور اس امر مین اُنکا اور اُنکی اولاد کا بہی حصّہ قرار دو۔ یہ حجت ہوگی علیؑ اور بنی ہاشم پر جبکہ عباس تمہارے ساتھ ہونگے"۔

صلاح کہ علی اور بنی ہاشم پر حجت قایم کرنیکے لئے نسلاً بعد نسلٍ وظیفہ مقرر کردو۔

جماعت خلافت کا عباس سے مخاطبہ۔

جس سے معلوم ہوتا ہو کہ لوگ اور طرف مایل تہے۔

"پس گئے ابوبکر عمر اور ابو عبیدہ یہانتک کہ عباس کے پاس پہونچے ..... (ابوبکر نے کہا) ہمکو خبر پہونچی ہے اُن طعنون کی جو طعن کرنے والے اجماع مسلمین کے خلاف کرتے ہین اور تمکو آڑ قرار دیتے ہین۔ یا تم خود اُسمین داخل ہو جسمین عام لوگ داخل ہوئے ہین یا روکو اُن لوگون کو جس طرف وہ مایل ہین ہم چاہتے ہین کہ تمہارے لئے اِس امر مین ایک حصّہ قرار دین جو تمہارے اور تمہارے بعد کے لئے ہو۔ اسواسطے کہ تم عم رسول ہو۔ اگرچہ لوگون نے تمہاری اور تمہارے اصحاب کی منزلت سمجھی لیکن اس امر خلافت کو تم سے پھیر دیا۔ اے بنی عبد المطلب اپنی جگہہ پر قرار لو اِس واسطے کہ رسول تم سے بہی ہین اور ہم سے بہی"۔ اب عمر نے شروع کیا "ہان واللہ یہ مناسب ہے۔ ہم اس واسطے نہین آئے ہین کہ ہمکو تم سے کوئی حاجت ہے لیکن ہم نے اِس بات کو ناپسند کیا کہ تمہاری وجہ سے اُس امر پر کوئی طعن ہو جسپر عام لوگون نے اجماع کرلیا ہو۔ پس گھیر لینگے مشکلات تمکو اور اُنکو۔ پس اپنے اور لوگون کے لئے

غور کرو"۔ عباس نے جواب دیا:۔

"رسول نے لوگوں پر اُنکے امر کو چھوڑ دیا کہ وہ اپنے لئے انتخاب کریں اس طور سے کہ حق کو لئے ہوں نہ حق سے علحدہ ہوں بسبب خواہش نفس کے۔ اگر بسبب رسول کے تم نے اسکو طلب کیا ہو تو تمنے ہمارا حق احق لیا اور اگر مومنین کے ذریعہ سے لیا ہے تو ہم بھی مومنین میں سے ہیں اور سب میں مقدم ہیں اور اگر یہ تمہارا حق ثابت ہوا ہے مومنین کے ذریعہ سے تو وہ تمہارے لئے کیونکر ہوسکتا ہے درانحالیکہ ہم کارہ تھے۔ جو کچھہ ہمکو دینا چاہتے ہو اگر وہ تمہارا حق ہے تو ہمکو اُسکی کوئی ضرورت نہیں ہے اور مومنین کا حق ہے تو تمکو اُسکے متعلق فیصلہ کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اور اگر ہمارا حق ہے تو ہم بعض کو چھوڑ کر بعض پر اکتفا نہیں کرسکتے۔ یہ جو تمنے کہا کہ رسول ہم میں اور تم میں دونوں سے ہیں تو رسول وہ درخت ہیں جس کی ہم ٹہنیاں ہیں اور تم ہمسایہ ہو"۔ حضرت عباس کا یہ جواب ابن ابی الحدید نے لکھا ہے جیسے ابن قتیبہ نے نہیں لکھا کہ "تمہارا یہ قول کہ تمہیں خوف ہے لوگوں کا ہمارے باب میں پس اسکا تو تمنے پہلے ہی سامان کرلیا ہے اور خدا ہمارا مددگار ہے"۔

بمقابلہ بنی ہاشم پہلے سے سامان کرلیا گیا تھا۔

اب میں جو مثال دینا چاہتا ہوں وہ اُنھیں مثالوں کی ضمن میں ہے جیسی پیشتر دی گئیں کہ انصار بیعت ابوبکر کو مکروہ جانتے تھے یا سعد ابن عبادہ نے بیعت نہ کی۔ ابن خلدون کے مترجم کی زبانی ہم اس حکایت کو قبول کرتے ہیں جسے اور مورخین نے بھی نقل کیا ہے کہ "ایک روز ابوسفیان مدینہ میں علی کے پاس یہ کہتے ہوئے آئے کہ میں مدینہ میں ایک عجب شورش دیکھتا ہوں جس کو سوائے کشت و خون کے اور کوئی چیز فرو نہیں کرسکتی۔ اے آل عبدمناف ابوبکر تمہارے ہوتے ہوئے سرداری کا کیسے مستحق ہوسکتا ہے۔ کہاں ہیں وہ دونوں ضعیف و ذلیل علی و عباس۔ یہ عجب بات ہے کہ حکومت و سلطنت قریش کی نہایت چھوٹے اور حقیر قبیلہ میں چلی جائے۔ یہ کہکر علی سے مخاطب ہو کر کہا۔ ہاتھ بڑھاؤ میں تم سے بیعت کرتا ہوں واللہ اگر تم چاہو تو میں ابوبکر پہ اس میدان کو تنگ کردوں اور دم بھر میں اسکو سوار و پیادہ سے بھر دوں۔ علی نے یہ سنکر نہایت سختی سے جواب دیا اور یہ کہا کہ واللہ تونے اس سے سوائے فتنہ و فساد کے اور کسی بات کا قصد نہیں کیا۔ واللہ تونے اسلام میں آتش فتنہ روشن کرنے کی کوشش کی ہے۔ جا مجھے تیری نصیحت کی ضرورت نہیں ہے"۔

بیعت ابوبکر سے کراہت کی مثال اور بنی امیہ سے ابوسفیان کو علی کا جواب۔

صواعق میں ہے کہ:

"حضرت عباس ارادت بیعت با علی کرم اللہ وجہہ کردہ و علی قبول این معنی نکرد ..... زبیر صاحب شجاعت

علی نے قبول نہ کیا۔

بنوہاشم وغیر ایشان بہ او بودند وتقویت او میکردند"۔

ابوبکر کی بیعت سے تخلف کرنیوالون کے نام۔

ابو الفدا کہتا ہے کہ بنی ہاشم۔ عتبہ بن ابی لہب۔ خالد بن سعید بن العاص۔ مقداد بن عمر۔ سلمان فارسی۔ ابوذر۔ عمار یاسر۔ برا بن عازب اور ابن کعب علی کے ہمراہ رہے اور ان لوگون نے ابوبکر کی بیعت نہ کی۔ ابوسفیان بہی جو بنی اُمیہ تہا الگ رہا۔ ابن خلدون میں متخلفین بیعت مین طلحہ کا نام بہی ہے۔

ابن خلدون سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر نے خالد ابن سعید کو جو شام کے عامل تہے اور جنہون نے بعد وفات آنحضرتؐ چندروز بیعت ابوبکر سے تخلف کیا تہا اور علی وعثمان روسائے بنی عبدمناف کے پاس گئے تہے معزول کردیا۔

عتبہ بن ابولہب کے اشعار۔

ابوالفدا کے موافق عتبہ بن ابی لہب نے چند شعر اس مضمون کے کہے کہ "مین نہ جانتا تہا کہ خلافت اور حکم اولاد ہاشم سے جاتا رہیگا اور ابی حسن کو بہی جو سب سے پہلے ایمان لائے تہے اور سب سے پہلے مسلمان ہوئے قرآن وسنن کو خوب جانتے تہے اور جس نے آخر وقت مین رسول خدا کو غسل دیا اُسے خلافت نہ ملیگی بلکہ ایک اور ہی شخص کو ملجائیگی"۔

بنی ہاشم کی مالی مشکل قصہ فدک۔

اب ہم جو کچہہ کہینگے وہ صاحب اختیار لوگون کی یہ کوشش سمجہی جائیگی کہ وہ خاندان رسالت کو مالی حیثیت سے اپنا دست نگر بنانا چاہتے ہین۔ یا قبضہ خلافت کے ساتہہ رسول کی جائداد خالصہ کو بہی اُسی حق سے حاصل کرنا چاہتے ہین۔ ہم واقعہ فدک کو زمانہ رسول مین کسی حد تک تعارف کیلئے پیش کرچکے ہین۔ یہان اب اسقدر کہنا ہے کہ بقول مناہج النبوۃ "آمدن بنت رسول اللہ فاطمہ زہرا ابوبکر کے نزدیک اور میراث طلب کیا میراث نہ دی ابوبکر نے۔ پس کہا فاطمہ زہرا نے اے ابوبکر اگر تو مرجائے۔ کون وارث ہوگا تیرا کہا صدیق نے کہ میرے اہل اور اولاد وارث ہونگے۔ فاطمہ نے کہا پہر کیا سبب ہے جو مین وارث نہ ہون اپنے باپ کی کہا ابوبکر نے کہ سنا ہے مین نے رسول خدا سے کہ نہین ہوتی ہمکو میراث۔۔۔"

طاہرہ کا سوال اور خلیفہ کا اقرار کہ اُنکے مرنیکے بعد اُنکی اولاد اُنکی وارث ہوگی۔

فاطمہ زہرا کو غضبناک کرنیکے بعد معذرت فاطمہ نے اجازت نہ دی فاطمہ نے منہ پہیر لیا۔

کتاب الامامۃ والسیاستہ مین ہے۔ کہا عمرؓ ابوبکر سے چلو ہم لوگون کے ساتہہ فاطمہ کے یہان اس لئے کہ ہمنے اُنکو غضبناک کیا ہے۔ پس دونون شخص گئے اور اجازت چاہی فاطمہ سے اُنکے پاس حاضر ہونے کی لیکن اُنھون نے اذن نہ دیا تو دونون صاحب علی کے پاس گئے اور اُن سے گفتگو کی اور وہ ان دونون شخصون کو فاطمہ کے پاس لیگئے اور جب یہ دونون بیٹہے اُنکے پاس تو اُنھون نے اُن لوگون کی طرف سے منہ پہیر کر دیوار کی

طرف کر لیا۔ اُن لوگون نے سلام کیا۔ فاطمہ نے جواب سلام بھی نہ دیا۔ بس ابوبکر گویا ہوئے اور کہا:۔
''اے حبیبہ رسول اللہ قرابت رسول کی زیادہ محبوب ہے مجھے اپنی قرابت سے اور آپ میرے نزدیک میری بیٹی عائشہ سے زیادہ محبوب ہین۔۔۔۔ ایا آپ سمجھ سکتی ہین کہ مین آپ کو اور آپ کے فضل و شرف کو پہچان کر پھر بھی آپ کا حق نہ دون اور آپ کو میراث رسول سے محروم رکھون۔ آگاہ ہوجیے کہ مین نے آپکے والد رسول خدا سے سُنا ہے کہ وہ فرماتے تھے لا نورث ما ترکناہ صدقۃ۔ بس فاطمہ نے کہا اگر مین تم دونون سے رسول خدا کی حدیث بیان کرون تو اُس کا اقرار کروگے اور اُسپر عمل کروگے۔ دونون صاحبون نے کہا کہ ہان۔ پھر فرمایا کہ قسم دیتی ہون تمکو اللہ کی ایا نہین سنا ہے تمنے رسول اللہ سے کہ فرماتے تھے رضا فاطمہ من رضای و سخط فاطمہ من سخطی فمن احب فاطمہ ابنتی فقد احبنی و من ارضا فاطمہ فقد ارضانی و من اسخط فاطمہ فقد اسخطنی۔ دونون صاحبون نے کہا ہان سُنا ہے ہمنے رسول خدا سے۔ بس کہا فاطمہ نے بس مین گواہ کرتی ہون اللہ اور ملائکہ کو کہ تم دونون نے مجھے ناراض کیا اور مجھکو راضی نہین کیا اور اگر رسول سے ملونگی تو تمہاری اُن سے شکایت کرونگی۔ بس کہا ابوبکر نے ہم پناہ مانگتے ہین خدا کی اُسکی ناراضی اور تمہاری ناراضی سے اے فاطمہ۔ پھر ابوبکر نے رونا شروع کیا یہانتک کہ قریب تہا کہ روح اُنکی نکل جائے۔ اور سیدہ بھی کہہ رہی تھین کہ واللہ بد دعا کیا کرونگی تیرے لئے ہر نماز مین''۔

خلافت کے بعد پہلی حدیث جو ابوبکر نے بیان کی۔

طاہرہ ایک حدیث بیان فرماتی ہین۔

دوبارہ ابوبکر کو رونا آگیا۔

صاحب صواعق محرقہ فرماتے ہین:۔
''روایت کرد بخاری از عائشہ کہ حضرت فاطمہ کسے را نزد ابوبکر فرستاد و طلب میراث خود از اموال مدینہ و فدک و باقی خمس خیبر کہ از ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ماندہ بود کرد۔۔۔۔۔ چون ابابکر اباکرد از انکہ چیزے از ان اموال بہ فاطمہ دہد فاطمہ رضی اللہ عنہا غضب کرد برابابکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ ہجرت کرد و تکلم نہ کرد تا زمانیکہ حضرت فاطمہ زہرا حیات بود''۔

اپنی حیات تک بات نہ کی۔

مجالس الابرار ترجمہ بحار الانوار کے موافق حضرت ذکیہ طاہرہ فرماتی ہین کہ ''میرے باپ کے بخشے ہوئے باغ کو اور میرے فرزندونکے قوت و معیشت کو لے لیا ہے''۔

قوت و معیشت کے لینے کی شکایت۔

اپنے حصول اختیار کے آخری نتیجہ کی طرف توجہ دلاتا ہون یہ دردانگیز داستان ہے جسے ابوہنبل کا پُرجوش لہجہ اور آنسو خوب بیان کر سکتے تھے۔ مجھے اس جگہہ اہل ثروت کی تقسیم کردینی ہوگی جس سے مطلب

مانعین زکوٰۃ کا قتل

سمجھنے مین آسانی ہو۔ مورخین نے جہان مسیلمہ کذاب سجاج اور طلحہ ابن خویلد کو جائز حیثیت سے مرتدین کے خطاب سے یاد کیا ہے وہان اُن لوگون کو بھی جنہون نے ابابکر کو رسول کا جائز خلیفہ نہ سمجھکر ذکوٰۃ اور صدقات دینا روک رکھا تھا یا انکار کیا تھا انھین بھی اہل ردت کے ناجائز لقب۔ غلط الزام اور غلط مفہوم سمجھانے والے فقرہ سے یاد کیا ہے۔ مجھے اول الذکر گروہ سے کوئی غرض نہین ہے صرف یہ کہنا ہو کہ یہ فتوحات اگرچہ کیسے ہی غنیمت معاوضہ مین کیون نہ پیش کرتے ہون لیکن میری دانست مین یہ فتوحات بڑی قیمت سے خریدی گئی تہین جنمین صرف جنگ یمامہ مین سات سو حافظ قرآن کٹوا دیے گئے۔ مین کسی حدتک اسی دوسرے گروہ کے حالات پر اکتفا کرتا ہون۔ لیکن اسکے قبل بغیر یہ کہے نہین رہ سکتا کہ بعد رسول جو کچھہ ہوا اُسپر سلیم الطبعی سے رائے قایم کرنے مین ایسی وحشت خیز سطرین اڑانہ لیجائین کہ "قبائل کے قبائل اسلام سے پھیر گئے تہے۔ کم ایسے قبیلہ تہے جنکے بعض مرتد ہوئے تہے۔ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے انتقال کی وجہ سے نفاق کی تاریکی چہا گئی تہی۔ ہوائے مخالفت کے جھونکے چل رہے تہے۔ ارتداد کی سیاہ گھٹائین امڈی چلی آتی آتی تھین۔ مسلمان غریب ایسی شب تاریک مین اپنی قلت جماعت وکثرت اعدا سے حیران وپریشان ہو رہے تہے"۔ مین قایل ہون کہ باہر کی حالت دیکھنے کے لئے کُل حروف تہجی مدد کے لئے صرف کردئے گئے ہین لیکن اندر کی حالت دیکھنے کی طرف سے منہ موڑ لیا گیا ہے اس لئے کہ جو کچھہ ہم دکھارہے ہون اُسے دیکھو اور اُسے ویسا ہی سمجھو جیسا ہم سمجھا رہے ہین۔ اِس سے دو غرض پوری ہوتی ہے ایک تو یہ کہ ہمارا حق قبول کرو دوسرے یہ کہ اسکے بعد اسی حق کے رو سے ہم جو کچھہ کرین اُسے بھی قبول کرو اور ہمارا احسان مانو کہ ہم نے یہ کیا۔ حالانکہ حصول حق اور حق کا نفاذ دونون نہایت گہرے الزام کے سایہ مین ہین۔ مرتد جس مفہوم مین سمجھا گیا ہے اُسکی ابن خلدون سے مثال دیتا ہون "عمر بن معاویہ نے باوجود واجب ہونیکے صدقات کے دینے سے انکار کیا زیاد نے اُسپر حملہ کرکے اُنھین شکست دی۔ کل بنی عمر بن معاویہ اسی واقعہ سے برہم ہو کر منع صدقات پر امادہ اور مرتد ہوگئے"۔

ان حالتون مین بجز کسی ایسے صحیح اور صاف واقعہ کے جسمین یہ لکہا ہو کہ فلان شخص یا قبیلہ اسلام سے پھر گیا اور اُس نے اپنا دوسرا خدا و رسول چُن لیا ہم تمام دیگر واقعات کو اسی سُرخی مین لائینگے کہ ساری دوڑ۔ فوجین اور سرگرمی اپنے اختیارات تسلیم کرانیکے لیے تہی۔ اُن لوگون سے جو یہ سوال کرتے تہے کہ تم کون ہو جو رسول کے بعد ہمارے درمیان حائل ہوگئے ہو اور تمہین کیا حق حاصل ہے۔ ہم کیون تمہین ذکوٰۃ

مورخین نے اہل ردت اور مانعین ذکوٰۃ کو مخلوط کردیا ہے۔

اور صدقات کا محافظ قرار دین۔

مورخین کے لئے اس سے زیادہ کونسی آسان بات ہوسکتی تھی کہ انکو جنکے سر جھکانے کے لئے فوجین بھیجی جارہی تھین اس لئے کہ ہمین خلیفہ تسلیم کرو اور زکوٰۃ دو انھین اسلام سے پھرا ہوا کہدیتے اور انکے قتل و غارت کو صلاح دین کہتے۔ ایسے مواقع دکھائی دیتے ہین جہان یہ کہا گیا ہے کہ چونکہ ایک قبیلہ نے دوسرے مسلمان قبیلہ پر حملہ کیا تھا وہ مرتد ہوگیا یا چونکہ بعض قبائل سجاح اور مسیلمہ کے ساتھ ہوکر خالد کے لشکر سے لڑے اس لئے وہ کافر ہوگئے لیکن میرے خیال مین یہ واقعات کا غلط پیرایہ ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ ہم مدنی فوج کے سپاہیون کو کیا کہین جو اُنسے لڑنے گئے جو ابو قتادہ کے نزدیک مسلمان تھے بلکہ واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبائل مین جنگ ہوجانا اپنے گذشتہ عداوتون کی بنیاد پر تھا ارتداد کو اسمین کوئی دخل نہ تھا۔ اسی طرح وہ قبائل جو مسیلمہ کے ساتھ ہوکر لڑے۔ چونکہ وہ خود مرکزی حکومت کے استحقاق تحصیل زکوٰۃ کو قبول نہ کرتے تھے اُنھون نے حکومت کے دوسرے دشمن کو قدر مشترک کیوجہ سے یعنی جنگ مین ساتھ لے لیا۔ زیادہ سے زیادہ انپر یہ الزام عاید ہوسکتا ہے کہ اُنھون نے باوجود اختلاف کے غیر مسلم کے شریک ہوکر مسلمانون سے کیون جنگ کی۔ اسکے لئے شاید حضرت ابوبکر کو ایسے لوگون کو بھی سزا دینے اور مرتد کہنے کی ضرورت ہوتی جسے نہ وہ خود پسند کرتے اور نہ مسلمان۔ بلکہ حقیقتاً اُنمین بعض کا پیرایہ یہی تھا جیسا بنی حنیفہ کا ایک گرفتار عمر ابن شمر کہتا ہے کہ مسیلمہ نے دہوکا دیا اور قوت پاڈی "مثل خلافت شما کہ از خاندان نبوت بخدع گرفتید" (اعثم کوفی)

ان واقعات کا مفہوم سمجھانے کے لئے مین اعثم کوفی کو منتخب کرتا ہون جس نے مورخانہ سادگی اور صراحت سے یہ واقعات لکھے ہین جسکی فطری حیثیت مین مجھے کوئی شبہہ نہین ہے۔ لیکن مورخ مذکور سے مدد لینے کے قبل مین چاہتا ہون کہ مثلاً وہ روایتین بھی بیان کر دون جو اور مورخین سے بھی ملتی ہین جس سے یہ سمجھ مین آجائے کہ خود دار الخلافت کے اکثر ممیزین اسکے خلاف تھے۔ بقول صاحب مظاہر الحق " حضرت عمر اور حضرت علی مانعین زکوٰۃ کی کلمہ گوئی پر نظر کرکے سفارش کو اُٹھے اور کہا کہ کیونکر قتال کرین ہم اُنسے ایسی حالت مین کہ فرمایا آنحضرت نے امرت ان اقاتل الناس حتی یقول لا الہ الا اللہ کہا ابوبکر نے کہ قتال کرونگا اُن سے کہ جو فرق کرینگے درمیان زکوٰۃ اور نماز کے۔ حضرت عمر نے کہا کہ دیکھا مین نے کہ کھول دیا اللہ نے سینہ ابوبکر کا قتال کے لئے پس جانا مین نے کہ یہی حق ہے"۔

صاحب صواعق محرقہ لکھتے ہین:۔

"چون وفات پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم مشہور شد و در نواحی مدینہ طائفہ بسیار از عرب مرتد شدو

منع زکوٰۃ کردند ابوبکر صدیق بقتال ایشان برخاست۔ عمر و بعضے دیگر از اصحاب گفتند صلاح در انست کہ دست از قتال ایشان باز داری۔ ابوبکر گفت بہ سوگند کہ تقصیر نہ کنم در عقالے و عناقے کہ آنچہ در زمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میدادند از من منع می کنند و ادای آن نمی کنند ہر آئینہ مقابلہ با ایشان خواہم کرد در منع آن۔ بعد ازان عمر گفت چگونہ بر ایشان قتال میکنی و حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ وان محمد الرسول اللہ فمن قالہا عصم منی مالہ ودمہ الا بحقہا وحسابہا علی اللہ۔ مامور شدم بقتال مردمان تا زمانیکہ بگویند لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ و ہر کس کہ این کلمہ گفت منع کرد و حمایت کرد از من مال خود را و خون خود را الا بر حق این قول یا بر حق مال یا دم وحساب او بر خدا تعالی است .... ابوبکر گفت بسوگند کہ مقاتلہ خواہم کرد بکسیکہ درمیان صلوٰۃ و زکوٰۃ فرق کند چرا کہ زکوٰۃ حق مالست و حال انکہ رسول فرمود صلی اللہ علیہ وسلم الا بحقہا۔ عمر گفت بخدای سوگند کہ نیافتم کسے دیگر را انکہ خدای تعالیٰ منشرح ساخت صدر ابوبکر را بقتال آنجماعت و معلوم من شد کہ حق بجانب ابوبکر و آنچہ او می گفت راست بود۔“

ابن خلدون کے نزدیک ابوبکر کی بعض قابل شمار خدمتین۔

ہمکو ابن خلدون کے کسی ایسے معرفانہ استفہام سے کوئی بحث نہین ہے کہ ”اگر ابوبکر ایسے ہنگامہ مین جس وقت کہ کسی کے ہوش حواس بجا نہ تھے بیہوش نہ ہو گئے ہوتے تو عمر کو انکے پر جوش کلام سے کون روکتا۔ عائشہ کے سینہ سے سر مبارک کون اوٹھاتا۔ سقیفہ مین انصار و مہاجرین کے جھگڑے کو کون ختم کرتا۔ مرتدین کا کون قلع قمع کرتا“۔ یا وہ انھین ایسے ”اہم امور“ بتائین جنھین ”دین کے ساتھ نہایت قوی تعلق تھا“۔ ہمین ابوہریرہ سے کوئی شکایت ہے کہ ہم ان سے اسکی بازپرس کرین کہ ”اگر ابوبکر خلیفہ نبودی مردم بندگی خدا تعالی را بجا نمی آوردند بارہ مرتبہ سیوم این سخن را مکرر ساخت“۔ یا ان لوگون کا ساتھ دین جنھون نے یہ سنکر کہا کہ ”ساکن شو اے ابوہریرہ“۔ لیکن ہمکو ابن حجر مکی سے کہنا ہے کہ علی کی زبان تمہارے قلم کی طرح اپنی خواہش سے پھرنیوالی نہ تھی کہ وہ زیر بحث امر پر جس سے انکی مخالفت ظاہر ہو چکی تھی انپر اوپر یہ بوجھہ گوارا کرتے کہ ”روایت از علی کرم اللہ وجہہ از جملہ شجاعت ابوبکر قتال بود با جماعتے کہ منع زکوٰۃ کردند و عزیمت بران کسے را نباشد“۔

اعثم کوفی حضرموت کا عامل زکوٰۃ مانگتاہے

زیاد ابن لبید اس وقت حضرموت کا عامل تھا اسنے ایک روز منادی کرائی اور جب لوگ جمع ہوئے تو اُنسے کہا کہ ”اے مسلمانان صدقات درہم آورید کہ نزدیک صدیق میفرستم کہ انجا لشکر انبوہ است و اخراجات بسیار“۔ مال کے جمع کرنے مین زیاد نے ایک شخص کے اونٹ کو لے لیا اور اُسپر نشان کر دیا۔ اُس شخص نے

حارثہ بن سراقہ سے سفارش چاہئے کہ زیاد کوئی دوسرا اونٹ لے لے اور وہ دیدے لیکن زیاد نے باوجود
سفارش اسے منظور نہ کیا۔ اسپر حارثہ کو غصہ آیا اور اونٹ کے مالک سے کہا کہ جا اپنا اونٹ لیلے اور اگر کوئی
مزاحمت کرے تو تلوار سے جواب دینا" ما بفرمان خدا پیغامبر اورا مطیع بودیم تا صاحب شریعت بجای بود
چون اورا فرمان حق رسید اگر از اہلبیت او کسی بجای او نشیند آنکس را اطاعت داریم پسر ابوقحافہ را چہ
فرمان رسد و با با چہ کار دارد"۔ حارثہ کا یہ جواب جس وقت اشعث ابن قیس کندی کو معلوم ہوا جو ملوک
عرب میں سے تھا تو اس نے کہا:۔

صاحب شریعت کے بعد اسکے اہلبیت کی اطاعت کرسکتے ہیں ابوبکر کو ہم سے کیا بحث۔

"ما را یقین حاصل ست کہ عرب بتقدیم قبیلہ ابوبکر یعنی بنی تیمم تن در نہ ہند و ترک ہتران بطحی یعنی از بنی ہاشم
نگیرند کہ معدن رسالت و نبوت ایشانند و اگر رواست کہ خلافت بیرون بنی ہاشم کسی را باشد ہیچکس بدان
منصب سزاوارتر از ما نیست کہ ما و پدران ما ملوک زمین بودہ اند" زیاد ابن لبید نے اب چاہا کہ حضرموت
کے دیگر قبائل ملائے جائیں اور اگر تقویت حاصل ہو تو قبائل کندہ اسکے بعد مجبور کئے جائیں یہ سوچکر زیاد اب
بنی ذہل کے پاس گیا۔ بنی کندہ کی شکایت کی اور ابوبکر کی اطاعت چاہی۔ انہیں سے ایک شخص جسکا نام حارث
ابن معویہ تھا کہنے لگا:۔

اشعث ابن قیس تائید کرتا ہے اور اسکی حیرت عو بنے بنی ہاشم کے مقابلہ میں بنی تیمم کو خلیفہ کیا اور اور عا کہ اگر بنی ہاشم کے علاوہ کوئی خلیفہ ہو تو ہم کیوں نہوں

"تو مرا بطاعت مردی میخوانی کہ ہیچکس ما را بطاعت او وصیت نہ کردہ است"

زیاد نے کہا: "راست میگوئی لیکن ما مسلمانان باتفاق او را اختیار کردیم"۔

حارث نے کہا: "چون اجتہاد میکردید چرا اہلبیت رسول را علیہ السلام از میان ما بیرون نہادید و این کار حق ایشانست
بقول خدائے جلشانہ کہ فرمود و اولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ"

زیاد نے کہا: "مہاجر و انصار در کار مسلمان از تو داناترند"

حارث نے کہا: "بخدائے کہ حسد کردند و حق از مستحق ببردند و ما را یقین ست کہ رسول علیہ السلام از دنیا بیرون نرفت تا
امتیان را مقتدائی از اہلبیت خویش بموجب حکم حق تعالی نصب کرد روز غدیر خم وقت معاودت از
حجۃ الوداع کہ یک لک و چند ہزار عرب اشراف از ہر قبایل جمع بود علی علیہ السلام را خلیفہ و جانشین خود
گردانید بالائے منبر۔ کجاوہائے شتر و خطبہ درین باب فصیح فرمود کہ این علی بعد من مولا و مقتدائے شماست...
این را کہ شما خلیفہ مقرر نمودہ آید ابن صدیق و عمر بن الخطاب اول آمدہ بیعت کردند و بخ بخ لک یا امیر المومنین
علی علیہ السلام گفتند۔ آن کدام بیعت بود و این کدام است۔ آ زیاد از میان ما کنون بیرون شو کہ دعوت

قطع جماعت کی کوشش اور ناکام جواب

کیوں اہلبیت رسول کو الگ کر دیا۔

زکواۃ نہ دینے والا تاریخ بیان کرتا ہے اور دلیل لاتا ہے۔

توبہ قرار نیست ۔ اِسکی تقریر سنکر عرفجہ عبد اللہ نے تصدیق کی اور کہا "آخر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم برامت خویش مہربان تر از مہاجر و انصار نبود کہ مصالح ایشان بدین جماعت باز می گذاشت ؟"

اِسکے بعد "زیاد مرد شناخت و جائے دید و ازان قبیلہ بہ پرداخت و بقبیلہ دیگر شد ہمین چاشنی یافت و بہر جا کہ نزول فرمود ہم ازین گونہ اباہی نمودند" یعنے جس وقت سُنتے تھے کہ ہمارے لئے فوج بھیجی گئی ہے تو کہتے تھے کہ ادائے زکوٰۃ کی فکر کیجائے بعض کہتے تھے کہ اطاعت قبول کرلیتے ہین لیکن ادائے زکوٰۃ کی قوت نہین ہو۔ ان قبایل کی یہ دل شکستگی فطری تہی کچھہ تو اس وجہ سے کہ عامہ ناس کا درانحالیکہ وہ اپنے امورات خانگی اور اہل و عیال کے افکار مین مشغول ہین کسی ایسی فوج کے مقابلہ مین جنگ کرنا ہمیشہ دشوار ثابت ہوا ہے جو محض ارادہ جنگ سے آتی ہے اور اُسے کوئی دوسری فکر نہین ہوتی اور مرکزی حکومت ہر طرح اُسکی مدد اور فکر کرتی رہتی ہے۔ کچھہ اس سبب سے بہی کہ قبائل مین آپسمین کہنہ عداوتین تھین اور اُنھین خوف تھا کہ اگر ہم مدینہ کی فوجون سے لڑنے پر تیار ہون تو کہین ایسا نہ ہو کہ ہمارے دشمن بہی ہمپر لوٹ پڑین بکر ابن وائل اور قبیلہ کندہ ایسی ہی خوف مین مبتلا تہے جنمین آخر الذکر قبیلہ بنی مذحج سے ہر وقت ہوشیار رہتا تھا۔

زیاد ابن لبید جسکے پاس مرکزی حکومت سے چار ہزار فوج ساتھہ لگئی تہی ایک قبیلہ کے بعد دوسرے سے جنگ کرنے لگا اور تاخت و تاراج مین کامیابی ہوئی۔ خلیفہ نے جو خط اشعث ابن قیس وغیرہ کو لکھا اُسکا مضمون دلچسپ ہے:۔

قبائل کی کمزوری نے اطاعت کرائی نہ طبیعًا

"تمہارے اعتقاد مین جو خلل آگیا ہے وہ زیاد پر غصہ کیوجہ سے ہے۔ ہم اُسے معزول کرکے کسی دوسرے کو تمہاری امارت کیلئے بھیجینگے کہ بحسن معاملت بسر کرسکے۔ ہم نے قاصد سے کہدیا ہے کہ جب فرمان تمھین دیدے تو تم زیاد کو واپس کردو اور گذشتہ سے توبہ کرو"۔

خلیفہ کا خط اشعث کے نام۔

نامہ بریعنی مسلم ابن قیس سے مخاطب ہوکر اشعث ابن قیس نے کہا:۔

"تمہارے مقتدا نے اِس وجہ سے ہمین کفر سے نسبت دی کہ ہمنے اُسکی بیعت مین توقف کیا اور زیاد کو جس نے اتنے مسلمان ہمارے قبیلہ کے قتل کیئے بُرا نہ سمجھا"۔ قاصد نے جواب دیا

اشعث کہتا ہے کہ بیعت کے توقف سے ہم کفر کے ملزم ہوئے لیکن مسلمانونکا قاتل برا نہ سمجھا گیا۔

"توقف کی وجہ سے تمہین نسبت نہین دی گئی بلکہ اِس وجہ سے کہ تم نے مہاجر و انصار کے اجماع کے خلاف کیا"۔

قاصد جواب

قاصد کے الفاظ ابھی منھ مین تھے کہ بنی مرّہ کے ایک شخص نے جوش و غصہ مین اِسے تلوار ماری اور یہ مرکر گر پڑا۔ یہ دیکھکر اشعث نے کہا:-

اشعث کا جواب اسکی قلبی حالت کا آئینہ۔

"خدا تیرے باپ کو بخش دے کہ اس سے اچھا جواب نہین دیا جاسکتا تھا"

بعض لوگ قاصد کے قتل سے ناراض ہوئے اور انہین کے پانچہزار آدمی زیاد ابن لبید سے ملگئے۔ زیاد اور اشعث مین لڑائی ہوئی اور زیاد کا لشکر پسپا اور قلعہ بند ہوا۔ انھون نے مرکز خلافت مین اطلاع بہیجی۔ خلیفہ نے اپنے دوست سے صلاح کی کہ ایسے وقت علی سے جنگ کے لئے روانہ ہونیکی استدعا کیجائے ابن الخطاب کا جواب سب کچھہ سمجھا دیتا ہے۔ اُنھون نے کہا:-

زیاد کو آپس کی پھوٹ سے مدد ملی۔

عمر سے علی کے بہیجے جانیکی صلاح اور نہایت مفید جواب۔

آپ درست فرماتے ہین لیکن مجھے ایک بات کا خوف ہے وہ یہہ کہ علی آج کل کمال احتیاط کرتے ہین اگر خدانخواستہ وہ نہ گئے یا اُن لوگون نے کفر و اسلام مین توقف کیا تو پھر کوئی لڑنے نہ جائیگا مگر مجبوری سے مصلحت یہ ہے کہ اُنھین مشورہ کیلئے مدینہ مین رکھو اور عکرمہ ابن ابی جہل کو بھیجو۔"

عکرمہ بن ابو جہل نے کیا کیا۔

عکرمہ روانہ ہوا پہلے مارب پہونچا جہان کے لوگون نے ابوبکر کے عامل کو نکال دیا تہا۔ اہل مارب نے چونکہ پیشتر سے قلعہ بندی کا کوئی سامان نہ کیا تہا محصور ہونے پر بے سروسامانی کیوجہ سے صلح کی خواہش پر مجبور ہوئے۔ عکرمہ نے اِس حیرت خیز شرط پر صلح منظور کی کہ اہل قلعہ اپنے کفر اور ہمارے حقیقت کا اقرار کرین۔ اور کہین کہ اُنکے مقتول جہنم مین اور ہمارے بہشت مین جاوینگے۔ بھوکے پیاسے محصورین کو کوئی دوسرا چارہ نہ تھا۔ اسکی منظوری پر اُنھین بے ہتھیار باہر آنے کا حکم دیا گیا۔ اور جب وہ باہر آئے تو فولاد نے اُن کا استقبال کیا۔ مال اور اسیر دارالخلافت روانہ کئے گئے۔

دوسری بدعہدی

اشعث ابن قیس عکرمہ اور زیاد کے لشکر سے اِس طرح لڑا جس طرح بہادر کو لڑنا چاہیئے لیکن آخر مین فوج کی کمی۔ اپنی زخم داری اور مددگارونکی لاعلمی سے صلح کی خواہش پر مجبور ہوا۔ میرے لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ کن شرائط پر صلح ہوئی آیا تمام محصورین کی جان محفوظ رکھنے کی استدعا تھی یا اشعث نے محض اپنے مخصوصین کے لئے آزادی چاہی اور دوسرون کو دشمن اور ٹھنڈے فولاد کے حوالہ کردیا لیکن اہل قلعہ نے جس اطمینان سے دروازہ کھولا وہ ظاہر کرتا ہے کہ انمین سے ہر ایک کو اپنی جان کی طرف سے اطمینان تہا لیکن جب تلوار اپنا کام کرنے لگی تو اُنمین سے ایک نے سوال کیا کہ اے امیر کیا تو نے ہمین امان نہین دی ہے" تو جواب دیا گیا کہ "اشعث نے اپنے اور اپنے متعلقین کے لئے امان مانگی تمہارے

بنی کندہ کے قیدی عورتین۔

دین سے پھرنیکا مکر اعلان ارتداد کا الزام اور قتل کی دہمکی کے لئے کب تک مفید نہ ہوا۔

لئے کچہہ نہین کہا"۔ بجز معدودے چند سب قتل ہوئے اور اشعث دارالخلافت بہیجا گیا۔ ابن خلدون کو کہنا ہے کہ "اس واقعہ مین قیدیون کی تعداد کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک ہزار صرف عورتین قید ہوکر آئی تہین"۔ دربار خلافت مین اشعث کے پہونچنے پر عمر اُسے ارتداد کا الزام لگاتے رہے اور ابوبکر قتل کی دہمکی دیتر رہا اور اشعث کہتا رہا کہ مین دین سے نہین پھرا۔ یہ وجہ بھی بتائی کہ زیاد قتل اور استخفاف کرتا تھا جسے میری غیرت نے قبول نہ کیا۔ اسکے بعد اشعث نے وعدہ کرنے کے بعد خلیفہ کی بہن ام فردہ سے عقد کی خواہش کی۔ خلیفہ نے تہوڑی دیر سر جھکا کر کہا "مصلحت ہمین است"۔ بعض ظرافت پسندون نے کہنا شروع کیا کہ اکان ثواب الکفر۔ تزویجہ البکر (اُسکے کفر کا ثواب یہ تہا کہ اپنی کنواری بہن کے ساتھہ شادی کردی)۔ اسکے بعد ہماری تاریخ مین اشعث ابن قیس نہ صرف تغیر نفس کی حیرت خیز مثال پیش کریگا بلکہ ام فردہ اور اشعث کی اولاد وہ ذریعہ ہونگے جن سے مدبرین خاندان رسالت کا نام مٹانے کے لئے کافی اعتبار سے مدد لے سکین۔ انکے نام محمد۔ اسحٰق۔ اسمعیل اور جعدہ ہین۔

اشعث کی نئی سوانح عمری شروع ہوئی اور اُسکی اولاد۔

مالک ابن نویرہ کا واقعہ

دوسرا افسوسناک واقعہ جسپر مین قناعت کرتا ہون وہ سرزمین بطاح کی غارت اور مالک ابن نویرہ اور اُسکے متعلقین کا قتل ہے اور بقول ابوالفدا "مالک ابن نویرہ کو رسول نے اپنی قوم پر سردار کیا تھا" اسی کا خوشی مین ڈوبا ہوا یہ فقرہ ہے کہ "تعلّمت الایمان برب الکعبۃ"۔ جس وقت رسول نے اسے اسلام کی تعلیم فرمائی۔ بقول ابن خلدون مالک ابن نویرہ بوقت وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بنی حنظلہ پر عامل تہا۔ بنو تمیم کے کچہہ لوگ اپنے صدقات لیکر مدینہ گئے اور کچہہ لوگ نتیجہ کے منتظر رہے اتنے مین سجاج نے خروج کیا "مالک بن نویرہ نے اسسے مصالحت کرلی اور اسکو مدینہ پر فوج کشی کرنے سے روک کر بطون بنی تمیم پر حملہ کرنے کی تحریک کی"۔ آپس مین جنگ ہوئی اور جب مصالحت ہوگئی تو مالک بن نویرہ و وکیع ابن مالک اِس سے علیحدہ ہوکر اپنی قوم مین چلے آئے"۔ مالک بن نویرہ اِس حیص بیص مین مبتلا ہی تہا کہ قبیلہ تمیم سے بنو حنظلہ اسکے پاس آکر بطاح مین مجتمع ہوئے لیکن مالک بن نویرہ چونکہ خود اپنی بابت متردد تہا اُس نے بنی حنظلہ کے مال و اسباب کو مقام محفوظ مین رکھوا دیا اور اُنکو لڑائی کرنے سے منع کرکے اپنے مکان پر لوٹ آیا۔ خالد ابن ولید اس خبر سے مطلع ہوکر لشکر اسلام لیکر انکی سرکوبی کو بڑہے اگرچہ انصار نے ابتداءً خالد ابن ولید سے مخالفت کی اور یہ کہا کہ جب تک خلیفہ کا کوئی حکم نہ آئیگا آگے نہ بڑھینگے لیکن پھر یہ سوچکر کہ اگر مجاہدین ان مرتدون پر فتحیاب ہوگئے تو ہم اس نیکی سے محروم رہجائینگے اور اگر اللہ نہ کرے یہ ناکام ہوئے

توہم پر انکے حمایت نہ کرنے کا الزام عاید ہو گا ہمراہ ہو گئے"۔ مالک مع دیگر اہل قبیلہ کے گرفتار ہوا۔ سب کے سب قتل کئے گئے۔ اور" ابو قتادہ و خالد مین اس بات پر اس قدر جھگڑا ہوا کہ ابو قتادہ ناراض ہو کر ابو بکر صدیق کے پاس چلے آئے" "پھر جب خالد ابن ولید... مدینہ مین آئے تو عمر ابن الخطاب نے مالک ابن نویرہ کے مقدمہ مین ابو بکر صدیق سے خالد ابن ولید سے قصاص لینے اور اُنکے معزول کرنیکو کہا۔ ابو بکر صدیق نے اس سے انکار کیا اور جواب دیا کہ مین اس تلوار کو نیام مین نہیں کیا چاہتا جسکو اللہ تعالیٰ نے کافرون کے لئے سان پر رکھا ہو بعد ازان مالک اور اُسکے ہمراہیون کا خونبہا دیدیا اور خالد کو پھر اُنکے مقبوضہ بلاد کیطرف لوٹا دیا" مترجم ابن خلدون لیلے۔ زوجہ خالد سے اُسکے شوہر کے قتل کی رات کو اُسکی رضامندی کے خلاف خالد کے... کرنے کو اس لئے معتبر نہین سمجھتا کہ ابن خلدون نے نہیں لکھا اور اسکے بعد کچھ باتین تسلیم کرنے اور کچھ فرض کرانے کے بعد ایک نہایت شہتیر دلیل یہ لاتا ہے کہ "یہ امر مسلم ہے کہ مالک ابن نویرہ نے ایک مدت سے اپنی بیوی کو طلاق دیدیا تہا لیکن رسم جاہلیت کے موافق اسکو اپنے گھر مین قید رکھا تہا ایسی صورت مین انتظار عدت کی کوئی حاجت نہین ہے" اور مالک کے کفر کی دلیل مین یہ خبر لائی گئی ہے کہ" اس نے رسول اللہ صلے اللہ کے انتقال کی خبر سنکر بڑی خوشی منائی تہی" مین اس موقع مترجم ابن خلدون کی تمام دلیل اور تاریخ نویسی کو اس لئے صحت سے دور سمجھتا ہون کہ اسے ابن خلدون نے نہین لکھا اگر ایسا ہی ہوتا تو ابن خلدون اسے ضرور لکھتا۔

جہان اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر کا مرادف واقع ہوا ہے۔

ایک اصول جیسے مولف اسی موقع پر صرف مترجم ابن خلدون کیلئے پسند کرتا ہے

اعثم کوفی کو کہتا ہے کہ بطاح کا ایک شخص جسکا نام جہول تھا وہ لوگون سے کہتا تہا کہ اپنا مال کسی کو نہ دو۔ تم خود اپنے مال کے بمقابلہ دوسرون کے زیادہ مستحق ہو۔ مالک ابن نویرہ بہی اسی خیال کا تہا۔ انکے خیالات سے مطلع ہو کر خالد نے قسم کہائی تہی کہ فتحیابی پر اُسے قتل کریگا اور اُسکے سر کو دیگ کی ٹھیک بنائیگا۔ ایک سریہ روانہ ہوا سب گرفتار ہوئے۔ ساعت ہونے لگی اور سب نے کہنا شروع کیا "ما مسلمانیم کشتن ما از چہ وجہ روا می داری۔ خالد گفت زیرا کہ کشتن شما صلاح دین است" اسکے بعد ابو قتادہ نے کہا کہ ہم سے ان لوگون نے قبل جنگ مسلمان ہونے کا اقرار کیا تھا اور ہم سب لوگون نے ساتھ نماز پڑہی۔ خالد گفت فرقے نیست میان ارکان دین اگر یک رکن نگاہداشت دیگر رکن بگذاشتند یعنی زکوۃ وچارہ نیست از کشتن ایشان" اسکے بعد مالک ابن نویرہ کی باری آئی اور اُس نے پوچہا:۔

قبل الاسلام خلاف انسانیت فعل کیطرف سیف الخلیفہ کی رجعت۔

صلاح دین

خالد کا فتوی۔

"مرا خواہی کشت ومن مسلمانم و رو بسوئے کعبہ نماز میکنم" خالد گفت

"اگر مسلمان لمحق سامانان باز نگرفتی و زکوٰۃ اموال میدادی"۔ مالک گفت

"واجب فوت نہ شدہ ست اگر بسبب فوت شد تدارک آن سہل برائے فوت سنت مسلمان کشتن کدام دین وجواب این عمل نزد خدا و رسول او وہر کس کہ مثل تو خدا ناسپاس را تسلط اقتدار دادہ چہ خواہند گفت"۔ خالد گفت

"مسانہ تو از بول ہی نہ شود تا شخص تو از کلہ سر خالی نگردد"

مالک ابن نویرہ ایک اسیر گھونگھٹ کی طرف دیکھتا ہے

مالک سوی سر پوشیدہ نگریست و گفت

"اے خالد مرا این می کشد"

اسکے بعد "بیشتر از اصحاب تاریخ بر انند کہ خالد ہمانشب کہ روز آن مالک را کشت زنش نخواستہ و زنا کردہ او راضی نبود شعرا درین باب شعرہا گفتہ اند مبنی از ظلم خالد و مظلومی مالک"

صاحب سیرۃ الفاروق اگرچہ لکھتا ہے کہ "مالک ابن نویرہ کے مسلمان ہونے اور بے گناہ قتل ہونیکا واقعہ حضرت عمرؓ کے نزدیک ثابت تھا"، مگر پھر بھی انکے نزدیک واقعہ بیان کرنے کا یہ بھیس حقیقت سے نزدیک ہے کہ "سوائے اسکے کہ مالک کی عورت کو میدان جنگ ہی مین نکاح کر لینے پر ملامت کی اور کچھ کہنا پسند نہ کیا"۔ عصمت کی قدر دانی۔ انصاف اور تاریخ نویسی کے فرائض خدا نہ کرے کہ اس پیرایہ کے مماثل ہی ہون۔ ابن خلدون مالک اور اُسکے ہمراہ ہونیکا خونبہا دلوا دیتا ہے۔

عورت کا قلم گرفتار عورت کو ملامت کیلئے منتخب کرتا ہے۔

جذبات کی برانگیختگی جو مشکل سے سطح کئے گئے تھے۔

رسول کے بعد یہی یہ عظیم الشان واقعات تھے جنہون نے اپنی خلاف امید نوعیت کے لحاظ سے لوگون کو دفعتہً چونکا دیا اور ہر شخص اپنے اُن جذبات کے ساتھ کھڑا ہو گیا جنکے سدھارنے اور سطح کرنے مین ہادی عالم نے مشقت گوارا کی تھی۔ اس لئے کہ عموماً لوگون کو سوچنے کا وقت نہ ملا۔ ان واقعات نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آئندہ پر اپنا اثر ڈالا اور دفعتہً پرانے تعلیمی خصوصیات کو بھلا کر ایک نئے سایہ مین لیلیا۔ یہ تھا جسے مین نے سانحہ بدلنا کہا ہے۔

دفن رسول مین کون لوگ شریک تھے

ابھی یہ کہنا باقی ہے کہ دفن رسول مین جو لوگ شریک تھے اُنکے نام کیا ہین۔ ابوالفدا کے نزدیک یہ حضرات تھے جناب امیر۔ عباس۔ فضل ابن عباس۔ قثم ابن عباس۔ اُسامہ ابن زید۔ شقران۔ ابو طلحہ انصاری۔ حضرت علیؑ نے غسل دیا۔ ابو طلحہ نے قبر کھودی۔ اور حضرت علی اور قثم نے لاش قبر مین اُتاری۔

بعض کے نزدیک ایک انصاری نے جناب امیر سے خواہش کی کہ اُسے قبر مین اُترنے دین اور جناب امیر نے

اُسے اجازت دی مترجم ابن خلدون اسکانام خولی انصاری بتاتا ہے۔

ابن خلدون یا اُسکے مترجم کی یہ اُبلی ہوئی عبارت جسے عدم شرکت کی دلیل سمجھنا چاہئے توجہ کے قابل ہے کہ "رسول اللہ صلعم نے تو بجواب سوال فرما دیا تھا کہ نہلاؤ میرے خاندان والے نہلائین پھر کون موقع تھا کہ ابوبکر دخل درمعقولات کرنے شامل ہوجاتے۔ وہ لوگ تجہیز و تکفین مین مصروف ہی ہو گئے تھے۔ وہان جھگڑے ہونا مناسب تہا یا ان جہگڑون کا رفع کرنا" پھر آگے چلکر جب حضرت علی ابوبکر سے مشورہ مین شریک نہ کرنے کی شکایت کرتے ہین تو بقول مترجم ابوبکر جواب دیتے ہین کہ "تم جبکہ تجہیز و تکفین مین مصروف تھے تو مین تمکو کیسے محض اس کام کے لئے وہان سے بلوا آتا اور اس بابت مشورہ کرتا"

محض

علی کا رسول کی لاش مطہر سے مخاطبہ

دفن کے وقت جناب امیر نے فرمایا "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون آپکی وفات سے نبوت۔ وحی۔ آسمان کی خبرین منقطع ہو گئین۔ آپ مصیبت پہونچانے کے لئے مخصوص ہوئے جیسے کہ آپ نے غیر کی مصیبت سے ہمین مطمئن کر دیا۔۔۔ اگر آپ صبر کا حکم نہ دیتے جزع فزع سے منع نہ فرماتے تو ہم اس مصیبت پر مجرای اشک کا پانی انتہا کو پہونچا دیتے"

قبر سے مخاطبہ

دفن کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا "صبر کرنا اچھی بات ہے مگر حضرت سے صبر کرلینا ممدوح نہین ہے جزع و فزع بیشک قبیح ہے مگر آپ کے بچھڑنے کی مصیبت پر نہین۔ آپکی مصیبت سے جو رنج و اندوہ ہے وہ نہایت ہی بزرگ ہے اور یہہ رنج و اندوہ آپکی مصیبت سے پہلے حقیر تھا اور آپکی مصیبت کے بعد بھی حقیر ہی سمجھا جائیگا"

جناب امیر اپنے دیوان مین رحلت رسول کے متعلق۔

جناب امیر کا دیوان رحلت رسول کے نتیجہ پر اکثر مفید عکس ڈالتا ہے جسمین سے ہم کسی حد تک اقتباس کرتے ہین:۔ "وہ حضرت اپنے گھر والون کے علاوہ ہمارے لئے مثل قلعہ کے تھے اور اُنکا ملجا نہایت مضبوط ہے دشمنون سے۔ بیشک چھا گئی ہم پر تاریکی اُنکے انتقال کے بعد۔ گویا کہ تیرے بعد لوگون کے کام موج کی کشتی مین رکھے گئے جس وقت وہ دریا مین بلند ہوئی۔ اور مانگتی ہین تو مین ورثہ مردے کا۔ درانحالیکہ ہمارے پاس ہدایت اور نبوت کا ورثہ ہے"

فقر اور علی

"مین نے ہر شخص پر غلبہ چاہا اور مین اُسپر غالب ہوا اور جب فقر نے مجھپر غلبہ کیا تو مجھپر غالب ہو گیا۔ اگر ظاہر کرتا ہون تو رسوائی ہے اور اگر نہین ظاہر کرتا تو مار ہی ڈالتا ہے"

حق کے متعلق ابوبکر سے مخاطبہ

"ہمارے لئے ہے وہ امر جسکا تم بغیر حق کے دعوی کرتے ہو"

"پہچانا ہے جنھنے ہمارا حق پھر اُس سے اِنکار کیا"

"خاک بر سر زمانہ کہ وہ وقت نافرمانی کا ہے نہ کہ حق رسانی کا"

نافرمانی کا زمانہ ہی نہ کہ حق رسانی کا۔

"سیکھ اے ابوبکر اور تجاہل نہ رہ اِس بات سے کہ تحقیق علی بہترین ہی پابرہنہ اور جوتا پہننے والونکا۔ رسول اللہ نے اُسکے حق مین وصیت کی ہے۔ اور تلف نہ کر حق اُسکا اور پھیر خلق کو اُسکی طرف"

ابوبکر سے مخاطبہ۔

مین عذر طلب کرتا ہون اپنی قوم سے حالانکہ وہ فرض کتاب سے جاہل ہین اور پہونچے ہر اُس چیز کو جو حرام ہے۔ امامت کی رسی ہمارے احمد کے بعد ہمارے لئے ہے۔ نہ زمانہ نبوت مین آنجناب سے وہ صاحب ہنر گاری تھے اور نہ رعایت رکھی اُنلوگون نے عہد و میثاق کی بعد نبی کے۔ اگر ہے لیے اُنکے امر کا چھوڑنا جائز ہوتا تو چھوڑتا مین اپنی قوم کو حالانکہ وہ ایک امت ہی اُمتون مین سے"

امامت۔

اب مین اپنی خزادی حضرت فاطمہ زہرا ذکیہ طاہرہ کے اثر غم کو دیکھتا ہون۔ صاحب مناہج کہتا ہے کہ "حضرت کی رحلت کے بعد فاطمہ زہرا کو کسی نے ہنستے نہ دیکھا!" پھر کہتا ہے "فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ سب سے زیادہ مصیبت زدہ۔ بیکس اور زار و نالان تھے۔ امام حسن امام حسین کے منہہ کی طرف نگاہ کرتے تھے۔ اپنی یتیمی اور اُنکی نامرادی پر نالان و گریان تھین"

حضرت فاطمہ پر رحلت رسول کا اثر۔

دفن کرنیوالے جب اپنے اندوہناک فرض سے فارغ ہوئے اور رسول کی لاڈلی نے اُنھین دیکھا تو پُردرد سوال کیا کہ "کیونکر تمہارے دلونے گوارا کیا کہ رسول خدا پر خاک ڈالدی"۔ اِسکے بعد قبر شریف پر آئین۔ قبر کی خاک اُٹھائی اور اپنے چہرہ پر ڈالکر نوحہ فرمانے لگین کہ مجھپر ایسی مصیبتین دورہ کرتی ہین کہ اگر وہ زمانہ پر پڑتین تو تاریک رات ہوجائے۔ فرماتی ہین کہ "جب شوق زیادتی کرتا ہے تو تیرے قبر کی زیارت کرتی ہون اور جب تو جواب نہین دیتا تو نوحہ کرتی ہون۔ اے خاک کے آرام پانیوالے آگاہ ہو میری رونے سے۔ مجھے تیرا یاد کرنا تمام مصیبتون سے محبوب ہے۔ اگرچہ تو خاک مین میری نگاہ سے غائب ہو مگر میرے دل محزون سے غائب نہین ہے!"

حالت اور نوحہ۔

(مجالس الابرار)

اب مین ایک سرگذشت بیان کرتا ہون جسے طاہرہ کی وہ کنیز بیان کرتی ہے جسکے متعلق مشہور ہے کہ اُسنے برسون بجز آیات کلام الٰہی کے اور کسی لفظ سے کلام نہین کیا۔ یا جواب نہین دیا۔ ورقہ ابن عبداللہ زمانہ حج مین فضہ سے ملاقات کرتا ہے اور استدعا کرتا ہے کہ میری مخدومہ فاطمہ زہرا صلوۃ اللہ علیہا کا حال وقت وفات و نیز بعد رحلت رسول بیان کرو نام آنا فضہ کی آنکھون کے نلئے وہ جیسے ہی جس سے

طاہرہ کی حالت فضہ کی زبانی

آنسو ٹپکنے لگتے۔ جواب دیا کہ تو اُس غم کو ہیجان مین لایا جو ساکن ہو گیا تھا اور اُس آگ کو بھڑکا دیا
جو سینہ مین پوشیدہ تھی۔ مین نے دیکھا ہو اُن مخدومہ کو اور سانحہ پر غم یہ ہے کہ جب جناب رسالتمآب
نے رحلت فرمائی مین نے کسی کو نہ دیکھا کہ وہ نالہ و بیقراری نہ کرتا ہو مگر نالہ و زاری میرے خاتون
کی اور غم اُن مخدومہ کا ہر روز زیادہ ہوتا جاتا تہا۔ سات دن تک گھر مین بیٹھی رہین جب اٹھوان
روز ہوا طاقت صبر جاتی رہی اور وقت شب گھر سے باہر آئین اور ہائے ہائے کے نعرے مار کر روئین
اُسوقت تمام خرد و کلان عورتین اور بچے اپنے گھرون سے باہر نکل کر اُن معصومہ کے پاس جمع
ہوئے اور رونے لگے۔ ہر طرف سے لوگ جمع ہوئے اور راہون کے چراغ گل کر دیئے کہ نامحرمونکی نگاہ
عورتون کے چہرون پر نہ پڑے اور حضرت فاطمہ فریاد کرتی تہین کہ ای پدر بزرگوار۔ ای برگزیدہ
خداوند عالم کے۔ اے محمد مصطفی اے پالنے والے بیوہ عورتون کے اے باپ یتیمون کے کون ہے
قبلہ اور مصلی کے لئے کہ آپ سے بہتر نماز گذار ہو۔ اور کون ہے دلداری کرنے والا آپکی عاشق بیٹی کا
کہ وہ آپ پر مثل زن پسر مُردہ کے رو رہی ہے۔ اسکے بعد روضہ منور کی جانب متوجہ ہوئین اور
غایت اضطراب سے پائے مبارک اُن معصومہ کے دامن مین اُلجھے جاتے تھے اور کثرت اشکباری سے کوئی چیز
نظر نہ آتی تھی یہانتک کہ اس حال سے قبر منور کے پاس پہونچین جب نظر حجرہ رسالتمآب پر پڑی اور گلدستہ
اذان کو دیکھا آہستہ آہستہ قدم اُٹھانا شروع کئے اور اس قدر روئین کہ غش طاری ہوا۔ عورتون نے
پانی لاکر چھڑکا۔ افاقہ ہوا۔ اُٹھین اور فرمایا کہ طاقت اور قوت میری زائل ہو گئی اور اس حال سے دشمن
خوش ہوئے اور شماتت کی۔ آپکی مفارقت سے میری زندگی خراب ہو گئی۔ ای بابا مجھ سے آپکے خویش و اقربا پھر گئے
اور خوشی کا دروازہ مجھپر بند ہو گیا مین آپکے بعد دنیا سے بیزار ہون۔ برابر آپ کی مفارقت پر تاسف کرونگی
یہانتک کہ آپ سے ملاقات کرون۔ آپکے بعد ہم ضعیف و حقیر ہو گئے۔ لوگون نے منہ پھیر لئے۔ آپکی زندگی
مین ہم خلائق کے نزدیک معظم و مکرم تھے۔ وہ منبر جس پر آپ تشریف رکھتے تھے تاریکی نے اُسے
ڈھانپ لیا۔!

فاطمہ زہرا زمانہ کی شکایت کرتی ہین۔

رحلت کے دسوین دن علی اور سلمان

متذکرہ صدر عبارت مین جہان سرد مہری کا تذکرہ ہے وہان رحلت کے دسوین روز نہ صرف حضرت
بتول عذرا بلکہ خود مرتضی بھی ایسے پختہ عقیدت سے جیسے کہ سلمان تھے شکایت کرتے ہین کہ بعد رسول تونے
جفا کی اور ترک ملاقات کی۔ سلمان کثرت اندوہ کی معذرت کرتے ہین اور دولتسرائے ذکیہ پر اُسی حاضر ہوتے

ہین کہ وہی شکایت سنین اور دیکھتے ہین کہ ایک ٹکڑا عبا کا اوڑھے ہین جس سے اگر سر ڈھانکتی ہین تو پائے اقدس کھلے جاتے ہین اور پائے مبارک چھپاتی ہین تو معجر دکھائی دیتا ہے!

فاطمہ کے رونے کے متعلق علی سے لوگون کی استدعا۔

عام مورخین نے اسکا ذکر کیا ہے کہ خدیجہ کے کثرت گریہ سے لوگون نے جناب امیر سے استدعا کی کہ حضرت فاطمہ سے فرمائیے کہ صبح اور شام مین رونے کے لئے ایک وقت تجویز کرین کہ ہم اُنکی صدائے گریہ سے کوئی کام نہین کرسکتے۔ جناب امیر نے لوگون کا پیغام پہونچایا اور بتول عذرا نے غمگین متانت سے جواب دیا کہ

فاطمہ نے پیغام کا جواب دیا

اُنسے کہدو کہ مین تم مین بہت دن رونے کے لئے زندہ نہ ہونگی۔ سیدہ کا یہ فرمانا مستقبل کا واقعہ تھا۔ غم کے وزن نے اُنھین یقین دلایا تھا کہ اونکی روح پاک بغیر رسول کی روح اقدس سے قرب و اتصال حاصل کئے تسکین نہین پاسکتی۔ شغل یہ رہگیا تھا کہ بقیع مین اُس جگہہ جو جناب امیر نے بنوادی تھی اور جس کا نام بیت الاحزان رکھا تھا حسنین کی اُنگلی تھامے ہوئے جاتین اور شام کو امیر المومنین گھر واپس لاتے۔

حسنین مان کے ساتھہ نانا کے روضہ پر جاتے ہین۔

رسول کا غم اُنکی لاڈلی بیٹی کے لئے ایسا نہ تھا جسے زمانہ بھلاتا جاتا۔ بلکہ زمانہ نے ناگوار واقعات سے اُسکو تازہ رکھنے اور زیادہ کرنیکی تحریک کی۔ زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ طاہرہ علیل ہوگئین۔ علالت بڑھتی گئی اور جناب امیر سے وصیت کی کہ میری بیمار ہونے کی خبر چھپائی جائے اور لوگ مطلع نہ کئے جائین۔ تیمارداری مین جناب امیر مصروف رہے اور اسما بنت عمیس اعانت کرتی رہین۔

سیدہ کی علالت

مجالس الابرار مین شیخ ابن بابویہ علیہ الرحمہ کی کتاب معانی الاخبار سے روایت نقل کی ہے جو فاطمہ بنت الحسین علیہ السلام سے ہے کہ "جب مرض جناب سیدہ علیہا السلام کا شدید ہوا زنان مہاجر و انصار اُن معصومہ کے پاس جمع ہوئین اور کہنے لگین کہ آپ نے کس طرح صبح کی اے دختر رسول جناب سیدہ نے جواب مین فرمایا کہ واللہ صبح کی مین نے درحالیکہ تمہاری دنیا سے کارہ ہون اور دشمن اور بیزار ہون تمہارے مردون سے مین نے ترک کیا اُنھین قبل اسکے کہ اُنکی آزمایش کرون اور بیزار ہوئی مین اُن سے بعد امتحان کے اور دریافت اور مشاہدہ کرلینے اُنکی خصلتون کے۔ پس بڑا حال ہو دم شمشیر اُنکے کا کہ ہماری مدد مین کند ہوگئین اور بڑا حال ہوا اُنکے نیزے کا کہ وہ بھی سست ہوگئے ہماری مدد مین اور بڑا حال ہوا اضطراب رائے اُنکے کا کہ ہماری اعانت نہ کی اور بُرا ہے وہ کہ اُنکے نفس امارہ نے اُنکے لئے آگے بھیجا...... وای ہو اُنپر کہ کنارہ دور ڈالا خلافت کو اُن لوگون سے کہ کوہہائے استوار رسالت اور اساس نبوت ہین اور اُمور دنیا و دین کے ماہر ہین

اور کس سبب سے ابوالحسن پر کراہت اور عتاب کیا۔ قسم خدا کی کہ کراہت نہین کی اُنھون نے مگر بسبب جہاد
اُنکی شمشیر کے راہ خدا مین اور شدت سے حملہ کرنے اُنکے۔ اگر وہ باز رکھتے ایک دوسرے کو اور اُس مہار کے لینے مین کہ
رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے علی کے ہاتھ مین سپرد کی تھی اور وہ متولی امر امامت کے ہین تو ہر آئینہ وہ
وہ حضرت متعہد امر خلافت کے ہوتے اور لوگون کو سہولت سے راہ حق مین لیجاتے اور وہ جناب خود منتفع نہ

فساد کا ناقہ حاملہ ہوا

ہوتے نفع زائد سے مگر تھوڑا پانی پینے اور کھانا لینے سے کہ سد رمق اُس سے حاصل ہوتا..... تمہارے فساد اور فتنہ
کا ناقہ بار ور اور حاملہ ہوا....“ اسی کتاب مین اکثر مفہوم سے ملتی ہوی روایت احتجاج سے نقل کیگئی ہے جسکا
راوی سوید ابن غفلہ ہے۔ اِس روایت مین اس قدر زیادہ ہے کہ ان عورتون نے جاکر ان شکایتون کو

مہاجر و انصار معذرت کے لئے آئے۔

اپنے مردون سے کہا اور وہ سب حاضر ہو کر کہنے لگے کہ ”اے سیدۃ النسا اگر ابوالحسن ہم سے ذکر کرتے اس امر کو
قبل استوار کرنے اور مستحکم کرنے ہمارے عہد وعقد کے تو ہر آئینہ ہم اُن جناب سے عدُول نہ کرتے اور دوسرے سے
رجوع نہ کرتے حضرت فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا کہ مجھسے دست بردار ہوا اور اپنے کو مجھ سے باز رکھو کہ تمہارا
عذر قبول نہین ہے“۔ اس جگہہ یہہ کہنا مفید ہوگا کہ صاحب سیاستہ والامامۃ نے اسکا تذکرہ کیا ہے کہ بعد
واقعہ ثقیفہ جناب امیر معہ حضرت فاطمہ انصار کے پاس گئے تھے اور اُنھون نے بھی متذکرہ صدر جواب
دیا تھا۔

رسول اور طاہرہ کی رحلت کا وقفہ۔

اسکے بعد کوئی کہتا ہے کہ حضرت سیدۃ النسا نے رحلت رسول کے چالیسوین دن انتقال فرمایا کوئی آگے
بڑھتا ہوا دو ڈہائی تین مہینہ سے چھ مہینہ تک جاتا ہے۔ جو زمانہ صحیح ہو۔ ایک دن جناب امیر نماز ظہر سے
فارغ ہو کر گھر واپس آرہے تھے کہ راستہ مین چند کنیزون کو روتے ہوئے آتے دیکھا۔ پوچھا کہ تم کیون

فاطمہ زہرا کا احتضار اور علی۔

اس قدر متغیر ہو۔ سبھون نے جواب دیا کہ یا امیر المومنین جلد خبر لیجئے فاطمہ زہرا کی ہمین گمان نہین ہے
کہ آپ اُنھین زندہ پائین۔ جناب امیر جلد جلد گھر مین داخل ہوئے۔ یہان دیکھا کہ سیدہ مصری سفید
کپڑا پہنے ہین اور سکرات کے عالم مین کبھی داہنا ہاتھ کھینچ لیتی ہین اور کبھی بایان ہاتھ پھیلا دیتی ہین اور
کروٹین بدلتی ہین۔ علی نے عبا دوش مبارک سے پھینکدی۔ عمامہ سر سے اُتار ڈالا اور گھنڈیان قبا کی
کھول کر سرہانے بیٹھ گئے۔ ذکیہ کا سر مبارک گود مین لیا۔ جھکے اور پکارا ”زہرا“ جواب نہین ملا۔
پھر کہا اے بیٹی محمد مصطفےٰ کی جواب نہین۔ ای بیٹی اُسکی جو گوشہ چادر مین زکوٰۃ باندھکر غربا ومساکین کے
گھر پہونچاتا تھا۔ خاموشی۔ پکارا (غالبًا بڑھتی ہوی بیچینی اور کسی قدر بلند آواز سے) فاطمہ مین ہون

علی۔ آنکھ کے ڈھیلوں مین خفیف حرکت ہوئی۔ آہستہ آنکھیں کھولیں علی کو دیکھا اور آنسو نکل پڑے۔ پوچھا کہ کیون روتی ہو اے سیدہ۔ فرمایا۔ روتی ہون اُن ظلمون پر جو میرے بعد تم پر ہونگے۔ کافی تہا کسی شوہر کے دل بہ جانے کے لیے یہ خیال کہ وہ بی بی جو اپنی زندگی مین محبت کرتی تہی اُسے احتضار مین اپنے بعد بہی محبت کا ویسا ہی خیال ہو۔ علی جواب دیسکے۔ فرمایا "نہ رو کہ مجھے راہ خدا مین کل اذیتین آسان ہین"۔

طاہرہ کی وصیتین

طاہرہ کی مخصوص نصیحتین یہ تہین کہ جناب امیر امامہ بنت العاص سے عقد کرین اس لئے کہ وہ "میرے بچون کی دوست اور انپر مہربان ہے"۔ دوسرے تابوت مین شب کو لاش لیجانا۔ تیسرے جنلوگون نے ظلم کیا ہے انھین اجازت نہ دینا کہ وہ میرے جنازہ پر آئین اور نماز پڑہین۔ ترتیب کے اعزا پہلے اور اسکے بعد برابت اعزا اور احباب ہون۔

بچون کے متعلق۔

سیدہ نے اپنے بچون کے بارہ مین وصیت مین مبالغہ کیا ہے۔ فرمایا ہے کہ "اے ابو الحسن میرے بعد حسنین سے بلند آواز سے نہ بولنا کیونکہ وہ شکستہ خاطر اور غریب ہوجائینگے۔ ابھی کل کے دن اُنکے جد امجد کا سایہ اُنکے سرون سے اُٹھ گیا ہے۔ آج وہ ماں کے مرنے سے اور غمگین ہونگے۔ اسکے بعد آپ نے چند اشعار فرمائے جنکا مفہوم یہ تہا کہ اگر روتے ہو تو رو کہ آج فراق کا دن ہو۔ میرے بچے میرے بعد میری ملاقات کے مشتاق اور بیقرار ہونگے انھین تسلی دینا کہ مجھسے جدا ہوتے ہین"۔

فاطمہ اور اہتمام رحلت

مین نہین کہہ سکتا کہ اسکے کچھ ہی قبل یا کچھ بعد کی یہ حالت ہو جسے اسما بنت عمیس بیان کرتی ہو کہ جب وقت وفات قریب ہوپہنچا سیدہ نے وضو کے لئے پانی مانگا۔ وضو کیا۔ خوشبو مانگ کر کپڑے معطر کئے جنھین زیب جسم فرما کر نماز پڑہا کرتی تھین۔ اسکے بعد سر مطہر بستر پر رکھکر اسما سے سرہانے بیٹھنے کی ہدایت کی اور فرمایا کہ جب وقت نماز آئے تو مجھے اُٹھانا اور اگر نہ اُٹھون تو علی ابن ابیطالب کو بلا لینا۔ کافور سرہانے رکھوالیا اور چادر اوڑھلی۔

اسما پکارتی ہو مگر جواب نہین ملتا۔

وقت نماز آیا اسما نے الصلوٰۃ یا بنت رسول اللہ کہا لیکن خاموشی نے جواب دیا۔ اسما نے پھر آواز دی۔ جواب نہ ملا۔ چادر ہٹائی دیکھا کہ معصومہ عالم اعلیٰ کی طرف انتقال فرما گئین۔ اسما چیخ اُٹھی

حسنین اور ماں کی لاش

بچے قریب دوڑے ہوئے آئے۔ حسنؑ پوچھنے لگے کہ اسما اس وقت والدہ ماجدہ کیون آرام کرتی ہین۔ جواب ملا۔ پچھاڑین کھانے لگے۔ حسین ماں کے پاؤن چوم رہے تہے اور کہتے تہے اماں ہم تمہارے فرزند حسین ہین کچھ بولو۔ اسکے بعد دونون بچے نہین معلوم کس طرح مسجد مین باپ کو خبر دینے گئے۔ اصحاب دوڑے

باپ کو خبر دینے گئے۔
علی خبر سنکر

کسی نے کہا کہ اے فرزندان رسول خدا تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک لانے گیا رسول کی جگہہ خالی دیکھہ کر تم پر رقت طاری ہوئی ہے۔ جواب دیا کہ ہماری ماں نے رحلت کی۔ علی نے سر زمین پر رکھدیا اور کہا اے دختر رسول رسول کے بعد تم سے تسکین تھی اب تمہارے بعد تمہاری مصیبت میں کس سے تسکین لونگا۔

بچے ماں کی وداعی زیارت کرتے ہیں۔

جس وقت امیر المومنین نے چاہا کہ چادر میں لپیٹدیں اُس وقت تمام بچوں کو وداعی زیارت کیلئے بلایا اور بچوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا کہ ایک مرتبہ اور ماں کے سینہ پر لوٹ لیں۔ بچوں کی معصومانہ صدائیں ایک پُر درد ہم آہنگی بنا تی تھی کہ اے ماں جب آپ ہمارے جد بزرگوار کی خدمت میں پہونچیں تو ہماری جانب سے سلام پہونچا ئیگا۔ جناب امیر نے آہستہ بچوں کو لاش سے علیحدہ کیا۔ اور بند کفن باندھدیئے۔

شرکت جنازہ کرنیوالوں کو عباس کی اطلاع

خبر مدینہ میں پھیل گئی کہ دختر رسول نے انتقال فرمایا۔ مرد اور عورتیں رونے لگیں اور عورات بنی ہاشم اُن معصوموں کے گھر جمع ہوئیں۔ لوگ پرسہ کے لئے جمع ہورہے تھے اور انتظار میں تھے کہ مشایعت جنازہ کریں اُسوقت بقولے ابوذر اور بقولے عباس باہر آئے اور لوگوں سے کہا اس وقت واپس جاؤ کہ دختر رسول کا جنازہ زیادہ رات گئے اُٹھایا جائیگا۔ لوگ متفرق ہوگئے اور شب آگئی۔ جناب امیر حسنین۔

شریک دفن لوگ

عقیل اور گروہ بنی ہاشم کے علاوہ۔ زبیر۔ ابوذر۔ سلمان اور بریدہ جنازہ لیکر چلے۔ نماز پڑھی اور بقیع میں دفن کرکے قبر زمین سے برابر کردی۔ لاش اطہر کو قبر میں رکھتے وقت جناب امیر نے فرمانا شروع کیا:۔

فاطمہ کی قبر اور علی

"سلام ہو آپ پر اے رسول خدا میری طرف سے اور آپکی اس دختر کی طرف سے جو آپ کے پہلو میں وارد ہونیوالی ہے اور آپ سے ملحق ہونے کیلئے جلدی کر رہی ہے۔ یا رسول اللہ آپکی برگزیدہ دختر کے انتقال سے میرا صبر کم ہوگیا۔ اسکی مصیبت کی وجہ سے میری چستی و چالاکی جاتی رہی ..... ایک امانت واپس لے لیگئی۔ ایک یادگار نشانی اُٹھالیگئی۔ اب میرا حزن و ملال دائمی ہے۔ اب میری آنکھوں میں نیند کہاں۔ جب تک کہ پروردگار عالم میرے لئے اُس مقام کا ارادہ کرے جسمیں آپ مقیم ہیں عنقریب آپ کی دختر آپ کو آگاہ کریگی۔ میری موجودہ حالت کو اُن سے دریافت فرمائیے حالانکہ ابھی آپکے انتقال کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا"۔

لوگ بنت رسول کے دفن کی خبر سنکر۔

جب لوگوں نے سُنا کہ بتول عذرا خاک کے سپرد کر ڈالی گئیں تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ رسول نے صرف ایک دختر چھوڑی تھی حیف ہے کہ وہ رحلت کرے اور دفن ہو اور ہم لوگ نہ وقت وفات حاضر

قبر کب معلوم ہوئی۔

ہوں۔ نہ نماز پڑھیں اور نہ دفن میں شریک ہوں۔ا اور غالباً لوگوں کو صحیح نشان قبر اسوقت تک معلوم ہوا جب تک ذکیہ کا فرزند اکبر اس جگہہ دفن کے لئے نہ لایا گیا۔ اور بقول تاریخ خمیس ایک لوح برآمد ہوئی جسمیں لکھا تھا "ھذا قبر فاطمہ بنت رسول اللہ"۔

علی مرثیہ کہتے ہیں۔

اور کونسا زمانہ تھا جسکے متعلق جناب امیر فرماتے ہیں کہ "ہم مثل کبوتر کے جوڑے کے ایک مرغزار میں جوانی اور تندرستی سے برخوردار تھے کہ زمانہ ہمپر داخل ہوا اور ہم میں جدائی ڈالی۔ زمانہ دوستوں کا جدا کرنیوالا ہے"۔

"کیا ہوا مجکو کہ میں قبروں پر سلام کرتا ہوا کھڑا ہوں۔ قبر پر دوست کے۔ اور اُس نے میرے سلام کا جواب دیا"۔

"ایا تپ مجھے تیرے نزدیک ڈالتی ہے۔ میں تیرے لئے روتا ہوں (حالانکہ) مردوں میں میرا ہمسر نہیں ہے"۔

"دو دوستوں کے درمیان ہر اجتماع میں تفرقہ ہے اور ہر وہ شئے جو فراق سے سواہے قلیل ہے۔ بعد احمدؐ کے میرا فاطمہ کو کھو دینا اسکی دلیل ہے کہ کوئی دوست ہمیشہ نہیں رہتا"۔

مولوی نذیر احمد صاحب لکھہ فرماتے ہیں۔

شمس العلما مولوی حافظ محمد نذیر احمد خان صاحب ایل ایل ڈی اپنے تصنیف رویائے صادقہ میں فرماتے ہیں:۔ جو شخص سب سے زیادہ پیغمبر صاحب کی وفات سے متاذی ہوا وہ فاطمہ تھیں۔ والدہ پہلے انتقال فرما چکی تھیں۔ اب ماں اور باپ دونوں کی جگہہ پیغمبر صاحب تھے اور باپ بھی کیسے باپ دین و دنیا کے بادشاہ ایسے باپ کا سر سے اٹھ جانا اسپر حضرت علی کا خلافت سے محروم رہنا اور نمک بر جراحت ترکہ پدری باغ فدک کا دعوی کرنا اور مقدمہ کا ہار جانا کسی دوسرے کو ایسے پیہم صدمات پہنچتے تو وہ زہر کھا کر مر رہتا مگر اُنکے صبر و ضبط انھیں کے ساتھ تھے۔ پھر بھی انھیں رنجوں میں گھل گھل کر چھ مہینہ کے اندر اندر انتقال فرما گئیں اور جتنے دن زندہ رہیں اُن لوگوں سے جنہوں نے انکو رنج دیئے تھے نہ بولیں اور نہ بات کی یہانتک کہ اُن لوگوں کے اپنے جنازہ پر آنے کی بھی مناہی کر دی۔ اور شب کے وقت مدفون ہوئیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مانا کہ انکا غصہ کسی قدر بیجا بھی ہوتا تاہم اُنکے باپ کے حقوق کیا چاہتے تھے۔ فاطمہ کے دل غمزدہ کو خوش کرنیکے لئے علی کو اگر وہ اہل بھی نہ تھے برائے نام خلافت دی ہوتی اور آپ انتظام کیا ہوتا۔ خیر خلافت تو کون دیئے دیتا تھا۔ مگر باغ فدک کے دیدینے میں ایسی کونسی قباحت تھی۔ غایۃ ما فی الباب حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث و لا نورث ما ترکنا صدقۃ کے خلاف ہو تو ہو۔ گناہ اگر ہوتا تو فاطمہ کو

ہوتا کہ وہ سیدانی ہو کر صدقہ کھاتیں۔ سخت افسوس کی بات ہے کہ اہلبیت نبوی کو پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد ہی سے ایسے ناملایم اتفاقات پیش آئے کہ اُنکا وہ ادب اور لحاظ جو ہونا چاہتا تھا اُسمین ضعف آگیا اور شدہ شدہ منتج ہوا اُس ناقابل برداشت واقعہ کربلا کی طرف جسکی نظیر تاریخ مین ملنی مشکل ہے۔"

صاحب بلاد المبین نہایت متین عبارت مین فرماتے ہین کہ "اگرچہ شہادت حسین کا تیرہ و تار سانحہ سنہ ۶۱ھ مین واقع ہوا لیکن اِس دیجور قیامت کی شام ظلمت اُسیوقت سے شروع ہو چکی تھی جبکہ خورشید رسالت غروب ہوا اور جناب رسالتمآب نے اِس دار فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا۔"

رحلت فاطمہ کے بعد اہلبیت کے دوستونکی یاس۔

اِس باب مین مجھے کچھ اور کہنا نہین ہے بلکہ مسٹر گبن کی یہ عبارت پیش کرنی ہے کہ "دختر رسول کے انتقال کے بعد وہ دوست جو کچھ دنون تک ساتھ رہے تھے دباؤ مین آتے جاتے ہین اور اپنے کو تباہ ہوتا ہوا دیکھکر بیعت کر لیتے ہین"۔ اِسکے قریب صواعق محرقہ کی یہ عبارت ہے کہ "امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ در مدت حیات فاطمۃ الزہرا بیعت نہ کردہ بود لیکن او را عز و جاہے بواسطہ حیات حضرت خیر النساء نزد مردمان بود چون حضرت فاطمہ وفات یافت حضرت علی از روئے مردمان انکار نمود و عزلت اختیار کرد و کسے باو آمد و شد نہ کرد"۔

فاطمہ کے بعد علی کی گوشہ نشینی اور لوگ۔

باب دوم کا خلاصہ

واقعات کا نشو

باب اول کے خلاصہ نے ہمین یہانتک پہونچایا تھا کہ ہادی عالم کی ذات اور اصول وہ مرکز تھا جسکے گرد حجاز اور عرب کے سرگشتہ جمع ہوتے جاتے تھے اور دیکھتے تھے کہ نہ صرف رسول نے ہمین جن امورات کی تبعیت کے لئے بلایا ہے وہ روحانی حیثیت سے تسکین دہ ہے بلکہ جو محبت مساوات اور عادلانہ روش قایم کی ہے وہ دنیاوی حیثیت سے بھی ایک ایسی نعمت ہے جس کی قیمت کا اندازہ نہین کیا جا سکتا۔ لیکن باوجود اِن دل پسند صورتون کے دوسرا رُخ بھی تھا۔ کل طبیعتین ایسی نہ تھین جو محض تعلیم اور پیروی پر قناعت کرتین اور ایسے موقع نہ ڈھونڈھتین جس مین رسوخ اور امتیاز کی امید ہوتی۔ خصوصاً ایسی حالت مین جبکہ اسلام اپنی ایک حیثیت سے دنیاوی حکومت کی صورت بھی اختیار کرتا جاتا تھا۔ لیکن رسوخ کی

حوصلہ مند طبیعتونکا نصب العین۔

مصنوعی گوشہ نشین رسول ایسے قدر شناس کو دہوکا نہین دیسکتی تہین اُنکے نزدیک اسی کو رسوخ اور امتیاز ہوسکتا تہا جو دین کے لئے ایثار نفس اور خدمات یا ترقی نفس کے لئے مدارج تقویٰ طے کرسکتا تہا چہپی ہلی - کو دتی ہوئی - نمایشی کارروائیون کی قیمت رسول کو معلوم تہی -

رسول کے نزدیک کیسے امتیاز ہوسکتا تہا -

یہہ بہی ہم کہہ چکے کہ اگرچہ رسول کی تعلیم کا اقتضا یہ تھا کہ ایک جماعت اسلامی دکھا دیتی - لیکن جو جماعتیں مختلف حالتون مین داخل ہوئی تھین وہ ذراسی ٹھیس سے متغیر ہوسکتی تھین - موقع یا اسکا نا چاہیے تھا اور بس بندہا ہوا گلدستہ ٹوٹ کر یہ دکھانے کے لئے تیار تھا کہ ہمارے پھول مختلف رنگ کے ہین - یہ واقعہ تھا کہ پھول مختلف رنگ کے تہے - باغبان کی یہ تعریف تہی کہ اُس نے مختلف رنگ اور خوشبو کے پھولونکو ایک جگہہ جمع کر دیا تہا جس سے اُنکے رنگ و بو کا اختلاف بجائے علیحدگی کے خوشنمائی کا نمونہ تھا - رسول وہ حلقہ تہے جس نے انہین الگ نہ ہونے دیا - وہ جانتے تہے کہ پھول مختلف رنگ و بو کے ہین - انہین خیال ہوسکتا تہا کہ ہماری یہہ محنت رائیگان نہ ہو - اُن سے زیادہ کون تھا جسے اپنی محنت کی قدر ہوتی - اور کسے پڑی تہی کہ اُنکی طرح اُسکی حفاظت کے ایک ایک پہلو پر غور کرتا اور حفاظتیں کرتا - حفاظتین کین - دیکہنے والا مقرر کیا - بتدریج اُسے بہیجوایا لیکن دیکہتے ہیں کہ جس جس طرح وہ اپنے کو کبندہ حفاظت اور ذمہ داری کے قابل بناتا جاتا ہے اور جس جس طرح ہم اُسکی خدمات اور نفس کا اعتراف کرتے جاتے ہین - لوگون کی آنکہین بدلتی جاتی ہین اور اونکے چہرون پر اس افسوس کی لکیر پائی جاتی ہے کہ رسول کے بعد ہمین کچہہ امید نہین ہے - غور کرنے والے کے لئے یہ سوچنے کی جگہہ ہے کہ اسکی کوشش کیجاتی ہو کہ ہم کس طرح کامیاب ہون اور رسول کا نامزد کس طرح لوگون کی آنکہون سے اوجہل ہوجائے - اور اس کے بعد بقول مولوی نذیر احمد خان صاحب "لے اُڑے وہ جو اسکے اُڑنے کی تدبیر کرسکتے تہے"۔

رسول نے مختلف رنگ و بو کے پھولون کا گلدستہ بنایا تہا -

جیسے رسول عثمان گیر زار دیسکتے تہے اُسکے متعلق ایسے فرد یا افراد کو حسد ہوسکتا تہا جو خود اس امید مین ہون -

ہم یہ بہی دکہا چکے ہین کہ جماعت اسلامی کی کونسی تقسیم ہوسکتی تہی اور اگرچہ خالص جماعت کی طرح حوصلہ مند یا منتقم جماعت بہی عدداً کچہہ ایسی زائد متصور نہین ہوسکتی لیکن جس وقت خالص جماعت خاموش تہی اور اسکی فکر نہ کرتی تہی کہ عامہ ناس پر رسوخ و اقتدار حاصل کرے اور اُسکی تمام کوشش ہادی برحق کی خوشنودی اور بجا آوری احکام پر ختم ہوجاتی تہی - دوسری کو اس بات کا موقع تہا کہ اُس عام حق کو جو تمام اقرار اسلام کرنے والون کو رسول کی خدمت کی شرفیابی

حوصلہ مند جماعت کیونکر خالص جماعت پر غالب آئی -

حاصل تہا اپنے سے کم حاضر باش اور دور کے زائرین کی نگاہ مین رسول کے نزدیک اپنے رسوخ کی دلیل قرار دے اور بعض ہون جو بعض کی تصدیق کرتے ہون۔ درانحالیکہ اتفاقاً سننے والے جو رسول کے متعلق تمام باتون کو کمال اخلاص اور شوق سے سننے کے لئے حاضر ہوئے تہے وہ بغیر واقعات کی جانچ کئے ہوئے اُن باتون کو قبول کر لیتے ہون جو اُنکے کانون مین ڈالی جاتی ہون۔ ہم نہین کہہ سکتے کہ کیا تہا لیکن کچہہ تہا جو رسول کے اقربا سے چھپایا جا سکتا اور رسول کا جواب کہتا کہ اُنھین قریش کی طرف سے اپنے اہلبیت کی دوستی کے متعلق کچہہ شبہہ ہے۔ صاحب صواعق محرقہ لکھتے ہین "ابن ماجہ از ابن عباس بن مطلب روایت کردہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود چیست قومی را کہ چون یکے از اہلبیت من با ایشان می نشیند قطع حدیث خود می کنند بہ آن خدائے کہ جان من بہ ید قدرت اوست کہ ایمان در دل ہیچ مومن داخل نمی شود تاوقتیکہ اہلبیت مرا دوست دارد از جہت خدائے واز جہت قرابت من"۔

منتقمانہ بیچینی کے وجوہات۔

سب سے بڑی وجہ منتقمانہ بیچینی کی یہ ہی تہی کہ وہ لوگ جنہین اپنی قوم مین ایک گونہ اقتدار حاصل تہا وہ اسلام کی بڑہتی ہوئی قوت سے مغلوب ہوگئے تہے اور دیکھتے تہے کہ مقابلہ سے ہمین اپنے بہت سے اعزا کو کھونا پڑا۔ ہو سکتا تہا کہ فتح کی حالت مین وہ وقتی انتقام کے بعد بھول جاتے لیکن شکست اور مغلوبیت نے اُنھین مار آستین بنا دیا جو اب سامنے آکر لڑنے کی جرأت نہین کر سکتے تہے لیکن دیکھنا چاہتے تہے کہ ہمارے فاتح کس وقت غافل ہین۔ لیکن باوجود اِن عناصر کے رسول کی ذات اقدس کا حیرت خیز بلکہ معجز نما اثر یہ تہا کہ وہ جماعتین جو کیسی ہی موقع بینی یا مجبوریون سے داخل اسلام ہوئی ہون یا کیسے ہی حوصلے اور اُمیدین اُنھین نے دین کے سایہ مین کیون نہ کھینچا ہو سب کے سب ایک سکون کے عالم مین رہتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان داخل ہونیوالی جماعتون کی یہ قابل شکایت عناصر اِس قدر قابل الزام نہین ہین جس قدر وہ لوگ جنہون نے اِن عناصر کو زندہ کرنے کی مثال دین یا تحریک کی۔

اس سکون کو نامعلوم حرکت سے بدلنا قومی اور دینی گناہ تہا۔

عداوت کا انتہائی فعل اسکا ثبوت ہے کہ علی مین امامت کی قابلیت کا پورا نشو ہو چکا تہا۔

واقعات اپنی فطری روش پر چل رہے تہے کہ دفعۃً واقعہ عقبہ نے پچھلے سکون مین ایک ہیجان پیدا کیا اور یہ سوال پیدا کیا کہ اگر جتھا بندی اور رسول کے ارادون کے خلاف بغاوت پر ایک جماعت آمادہ نہ تہی تو یہ کیا تہا؟ دشمنون کا یہ غصہ ظاہر بظاہر اس لئے تہا کہ اُس ذات کو فنا کر دین جسنے آیندہ کے لئے اپنا قائم مقام ہمارے علاوہ اُسکو چنا ہے جسے ہم نہین چاہتے نہ اسلئے کہ وہ وجہ اسلام کا

سب سے بڑا حامی نہین ہے۔ نہ اِس لئے کہ وہ اُن صفات سے متصف نہین ہے جو ایک نبی کے وصی مین ہونی چاہیئن بلکہ اسلئے کہ اُس کا وصی ہونا آئندہ انکی امید پر خاک ڈالتا ہے کہ ہم کچھہ نہین رہتے۔ یہ خیال اسوقت کی تمام مخالفانہ جتھابندی کی اصل تہا۔

ذاتی طور پر مجھے اسکا یقین ہے کہ وہ چند افراد جنہین کسی طرح رسول کے بعد صاحب اختیار ہونیکا حوصلہ پیدا ہوگیا ہو اُسوقت سے اس خاص شاخ کے متعلق رسول کے احکام و انداز کو نہایت غور سے دیکھنے لگے۔ جس وقت سے رسول نے اپنی پارہ جگر حضرت فاطمہ زہرا کو علی کے عقد مین دیا۔ لیکن اُسوقت بجز خفیف کشیدگی کے سڑی ہوی دشمنی اور مصمم مخالفت کا خیال نہین کیا جاسکتا تہا اس لئے کہ ابھی قرابت پیدا کرنے کے ذرایع ختم نہین ہوئے تہے اور اسکے بعد اولاد کی امید ہوسکتی تہی جس سے آئندہ کوششون کا جواز ہوتا۔ کشیدگی مصمم حد تک نہین پہونچی جب تک یہ اُمید باقی رہی۔ زمانہ گذرنیکے ساتھہ جس جس طرح اِس اُمید مین ضعف پیدا ہوتا گیا وہان زوج بتول نے رسول کی آنکھون مین روزافزون وقعت حاصل کی جو عامہ ناس کی آنکھون کے سامنے کا واقعہ تہا اسلئے دیگر امیدوارون مین یاس کی زیادتی شروع کی اور یاس کے ساتھہ دل مین حقوق کی مخالفت کا ذخیرہ زیادہ ہوتا گیا۔

نیا دور شروع ہوتا ہے

انتظام ہے جو رسول اپنی امت کے مستقبل کے لئے کر رہے تہے۔ اُن لوگون کو انتظام کے لئے آمادہ ہونا چاہیئے تہا جو اپنے لئے امیدین کرتے ہون۔ مین سونچتا ہون کہ اُسامہ ابن زید کو اس لحاظ سے کہ دشمن کو اُسکے شرارت کی سزا دی جائے شدت بیماری مین روانہ کرنیکے لئے تیار کرنا بلحاظ سزا دینے کے ایک ایسا امر تھا جو ملتوی رکھا جاسکتا تہا اور اگر رسول رحلت ہی فرماتے تو ایک لشکر کے روانگی کی وصیت فرما سکتے تہے یا آئندہ والی امر کا کام ہوتا کہ وہ ضرورت دیکہتا۔ اس سریہ کا آراستہ کرنا زیادہ تر اس مصلحت پر مبنی تہا کہ بقرار طبیعتون سے مدینہ دور رکھا جائے۔ لوگ سمجھ گئے اور جانا مناسب نہ سمجہا۔ رسول اُنکے اس سمجھنے کو سمجھ گئے۔ اور اسکے بعد مزید قوت دینے کے لئے یہ امر تہا کہ اب اپنا ارادہ اور خیال تحریر اور وصیت کی صورت مین بہی امت کو حوالہ کر جائین۔ واقعات کا سلسلہ اِس طرح تہا کہ وہ طبیعتین جو ایک خیال مین آلودہ تھین اُنکا مشتبہ رہنا اور یہ سوچنا کہ اسکی غرض کیا ہے کچھہ زیادہ مشکل نہ تہا۔ کاغذ کے طلب کرنے کے ساتھہ ہی شبہہ کا بھڑک اُٹھنا کوئی عجب خیز نہ تھا۔ کیون نہ ایا حفصہ اور ابن ابوقحافہ نے دم لیا جب حضرت عائشہ سے یہ روایتین موجود ہین کہ رسول عبدالرحمن ابن ابوبکر کو بلا رہے تہے کہ ابوبکر کی خلافت کا وثیقہ لکھہ دیتے تہے

مؤلف کے نزدیک جیش اُسامہ کو حکم روانگی کی اصلی غرض۔

رسول نے کب کاغذ طلب کیا۔

کاغذ طلب کرنیکی غرض کا سمجھنا واقعات کے سلسلہ کی مخفی گرفت تہا

شاید یہی ہوتا لیکن حضرت عمر کی شدت نے یہ ظاہر کر دیا کہ کم سے کم وہ ایک تنہا شخص تہے جنھین اسکا یقین تھا کہ رسول اُنکے متعلق کچھہ تحریر نہ فرمائینگے اور نہ اُنھین اپنے دوست اور بیعت رضوان کے بھائی کے متعلق کوئی امید تہی ورنہ لکھنے نہ دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ کوئی خود سے اپنے ہاتھہ نہین کاٹتا۔ اُنہون نے اِس انکار اور رد و کاوش سے علی کا دعوی کمزور نہین کیا۔ اپنے اور اپنے مویدین یا ہمخیالونکے دعوے کی وقعت کہو دی۔ سچ تو یہ ہی کہ اُسوقت تک کسی کو ظاہر دعوی کی جرأت ہی نہین ہوئی تہی۔ ڈول والی حدیث۔ اینٹ والی حدیث اور طلاق سے کٹ جانے والی قرابت کا حق اور اُنکا وزن سمجھنا یا وزن دینا مرید ان می پر انند والے زمانہ کا ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ رسول کے زمانہ مین علی کے وقار اور وجاہت کے مقابلہ مین کسی کا وقار نہ تہا اور نہ ہو سکتا تھا۔

تحریر کے روکنے سے علی کا دعوی کمزور نہین ہوا بلکہ حضرت عمر نے اپنے اور ابوبکر کے دعوی کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر دیا۔

بیرونی کارروائیان یہ تہین۔ اندرونی سازشین یہ تھین کہ رسول کو ہر وقت یہ خیال ہوتا تھا کہ ہم کوئی نقل و حرکت نہین کرتے مگر کوئی آنکھہ اُسے غور سے دیکہتی ہے اور باہر اِسکی خبر پہونچا لیتی ہے یا مسٹر گبن کے خیالات کے موافق رسول کے بستر علالت کو "عایشہ نے جو علی کی دشمن اور ابوبکر کی بیٹی تھین محصور کر لیا تھا" وہی جنکے غرض کے موافق نہ ہو سکتا تہا کہ علی رسول سے یہ کہتے کہ آپ کو اِس غم سے خلاص ہونے کے لئے بہت سی عورتین ممکن ہین۔ نہ مین یہ سوچ سکتا ہون کہ حضرت ابوبکر نے طبعاً علی کے اِس جواب کو اِس روش سے علیحدہ دیکھا ہوگا جس سے اُنکی بیٹی نے دیکھا جسکے آثار ایک زمانہ تک دکھائی دیئے۔

گبن نے گھر کے اندر کی ایک بات کہنا چاہی ہے۔ حدیث افک کے متعلق علی کا مشورہ تصفیہ کی عایشہ اور ابوبکر کیلئے ہم اثری۔

اِن حالتون نے رسول سے کہلوایا کہ "مین ڈرتا ہون کہ دنیا کی رغبت کروگے اور آپسمین لڑوگے"۔ کبہی فرمایا کہ نہین معلوم میرے بعد کیا کیا فتنے تمہارے درمیان کھڑے ہونگے اور جب سازشون کی شدت دیکھی تو فرمایا کہ "آگ بھڑک اُٹھی اور فتنہ آگیا مثل اندہیری رات کے ٹکڑیکے"۔ کبہی انصار سے کہا کہ فہل عسیتم... (آیا تم سے امید ہی کہ اگر تم والی امر ہو تو فساد اور قطع رحم نہ کروگے؟) ایک طرف لوگون سے یہ فرما رہے تہے لیکن تنہا اُس سے جس کی روانگی پر صحیح و سالم واپس آنیکی دعائین مانگتے تہے اور جدائی پر افسوس کرتے تہے یہ فرماتے ہین کہ میرے بعد تجہے بہت سے صدمے پہونچینگے لیکن جب لوگ دنیا کی طرف مشغول ہون تو تو دین اختیار کرنا۔ کیسے مین اِن واقعات کی ترتیب مین اپنے کو اِس یقین سے باز رکھ سکتا ہون کہ اِن تمام الفاظ مین رسول کی یہ حالت ہے جیسے کوئی کسی بڑی

ان حالتون مین رسول کے الفاظ اور اونکا عکس

کام کو انجام دیا اور جب یہ دکھائی دینے لگے کہ اُسکے آیندہ اجرا مین کوئی غلطی یا تساہلی نہین ہوئی اور اب وہ خیر کا وسیلہ چلیگا تو دفعتاً اُسے یہ دکھائی دینے لگے کہ نہین کچھہ طبیعتین اسپر آمادہ ہین جو یہ چاہتی ہین کہ اُسکے چلنی کی صورت ہم درست کرین۔ غم کی اس گرانی مین واقعات کی روش نے یہ صورت اختیار کی کہ کچھہ لوگ اِس سے بھی پہچانے جاتے کہ رسول اُنکے دروازے بند کر دیتے۔ تیمار داری کی اجازت نہ دیتے اور اپنے پاس سے اُٹھا دیتے۔ رسول کو ایسے حلیم نے یہ نرم کشیدگی بھی اُس وقت تک

رسول کی آخری ناراضی آدمی اور گروہ پہچوانی ہو

اختیار نہین کی جب تک یہ یقین نہ ہو گیا کہ اظہار ناراضی مین خاموش رہنا واقعات اور امر حق کے سمجھنے مین ہارج ہوگا کیونکہ اسکے بعد رسول کی آماج ناراضی کو پہچاننا اور وجوہات سمجھنا آسان ہوجاتا۔

وہ افسوسناک وقت آیا کہ ہادی عالم سے زمانہ خالی ہوگیا۔ وہ اور اُسکے متعلقین جسکے سینہ اور گردن کے درمیان رسول کی روح اقدس عالم راحت کیطرف روانہ ہوئی جسم اطہر کے آخری فرض ادا کرنیکے فکر مین رہی۔

موقع بینی کی جلدی کا مطلب۔

کون سوچ سکتا تہا کہ کوئی مسلمان جسے رسول سے محبت ہوگی وہ تجہیز و تکفین کے قبل موقع اور وقت کو غنیمت سمجھہ کر اور فطری حق دار کو اس ناقابل تسکین غم مین مشغول دیکھہ کر یہ سمجھیگا کہ اگر اسوقت کچھہ نہ کیا تو پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلیے حوصلے خاک کے سپرد ہو جائینگے۔ کیونکہ اسکے بعد دفن کرنے والونکو کوئی ایسی مفید آخری خدمت کا ادا کرنا اپنے ذمہ نہوگا۔ اور وہ بھی ہماری طرح آزاد ہوگا ہر طرف دیکھہ سکے اور ہماری ہر کوشش کو رد کر دیتے۔ بلکہ اُسکا موجود رہنا اور محض اُسکی ذات بمقابلہ تمام دعویدارون اور اُنکی دلیلون کے زیادہ

صورت یہ پیدا ہوگئی کہ یا خلافت لو یا رسولؐ کو دفن کرو۔

وزنی ہوگی۔ مسئلے نے یہ صورت اختیار کی تہی کہ یا دفن مین شریک ہو یا خلافت حاصل کرو۔ لوگون نے دوسری صورت اختیار کی جس سے یہ امر صاف ہوگیا کہ انکے نزدیک کونسا فرض زیادہ توجہ کے قابل تہا۔

انصار کے متعلق مؤلف کا خیال۔

مین بذات خود اس امر کے مان لینے پر آمادہ نہین ہون کہ انصار نے کوئی جلسہ منشاء امیر منکم امیر کے لئے مرتب کیا ہو۔ بلکہ مجہے اسکے متعلق دو شبہہ ہین۔ ایک تو یہ کہ جس طرح اور لوگ رحلت کی خبر سنکر اپنی اپنی جگہہ باتین کرنے لگے ہون اس طرح یہ بہی باتین کر رہے ہون اور شیخین کے مخبر نے انہین یہ غلط خبر دی ہو کہ لوگ امارت کا تصفیہ چاہتے ہین اور یہ لوگ دوڑ گئے ہون اور اپنی دلیل پیش کی ہو اور انہین اپنے کو آگے بڑہتا ہوا دیکہکر انصار نے اپنے حقوق بہی پیش کئے ہون اور یا حضرت ابوبکر کا سقیفہ جانا حقیقت مین کہین ایک جلسہ منعقد کرنے کے لئے ہو جو آیندہ امورات پر بحث کرے یا قبیلہ اوس کو اپنا کرنیکے لئے جکاؤ کرانا ہے۔ انصار بہی اس مجمع مین داخل ہوگئے ہون اور صورت معاملہ وہ پہونچی ہو جو مذکور ہے۔ اور مورخین نے انعقاد جلسہ

مخبر نے کیون دو ہی آدمیونکو خبر دی اور ان دونون آدمیون نے مسلمانون کو شریک نہ کیا نہ انصار کو جلسہ ملتوی کرنیکی صلاح دی۔

کی مصلحت کو انصار کے سر تھوپا ہو اسکے کوئی معنی نہین ہین کہ مخبر آئے اور صرف انھین دو آدمیون کو مطلع کرے اور صرف اپنے امین ابو عبیدہ جراح کو ہمراہ لین اور مطلق اسکی فکر نہ کرین کہ بغیر قدم ڈھیلا کئے ہوئے ایک ہی آواز دیدین کہ مسلمانو ثقیفہ بنی ساعدہ مین اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے چلو انصار بے عنوانی کیا چاہتے ہین۔ یا وہان پہونچکر ہی انصار سے کہین کہ تصفیہ اُس وقت تک ملتوی رکھو جب تک کہ مہاجرین انصار کے سربرآوردہ لوگون کا مجمع نہ ہولے اور کسی کو یہ شکایت نہ ہو کہ ہمین ہمارے امور کے مشورہ مین شریک نہ کیا۔ صواعق محرقہ کی روایت مخبر کی بھی ضرورت نہین سمجھتی بلکہ ابا حفصہ خود سے ابو قحافہ سے خواہش کرتے ہین کہ انصار کے پاس چلو اور کہتے ہین کہ انصار ثقیفہ مین جمع ہوئے ہین۔ وہ جمع ہو کر یا نہ ہوئے لیکن لطف اسمین ہے کہ "حضرت علی و زبیر رضی اللہ عنہما و جمعی دیگر کہ با ایشان بودند در خانہ فاطمہ تخلف کردہ"۔ ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ تخلف کس بات سے کیا اس لئے کہ وہ لوگ تو تجہیز و تکفین کی فکر مین تھے اب تک سوال بیعت پیدا ہی نہین ہوا تھا اور اگر تخلف کرنا ہی تہا تو اس مجمع نے آپس مین کسی کو اسی طرح خلیفہ بنا لیا ہوتا جس طرح ثقیفہ بنی ساعدہ مین بنا یا گیا۔ اور نہین معلوم وہ مہاجرین کا مجمع کونسا تہا جو ابو بکر کے گرد جمع ہوا کیونکہ اور کسی کا نام جاننے والے نہین بجز دو اور شخصون کے نہین ہے۔ بلکہ واقعہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ امیر المومنین اور انکے رفقا کو چھوڑ کر انصار کو ملانے کی فکر سے روانہ ہوئے جسکے ساتھ غالباً مغیرہ ابن شعبہ کی یہ صلاح تھی کہ تم قبیلہ اوس اور خزرج کو علیحدہ کرکے ایک کو اپنی طرف کر لینا اور جب ایک امر طے ہو جائیگا تو پھر کوئی علی مخالفت سننے لئے نہ کھڑا ہوگا اور لوگ خموشی اختیار کرینگے۔ ہم خموش رہنے کو رضامندی ظاہر کرینگے انکا اس مجمع کے پاس کھڑا نہ ہو سکنا جہان علی موجود تھے اور دوسرا میدان تلاش کرنا موقع کو صاف دلیل سے سمجھا دیتا ہے۔

جلسہ کی دوری۔

سب سے پہلی بات اس جلسے سے متنبہ کرنیکی یہ ہے کہ جلسہ تصفیہ امورات کے لئے ایک ایسی جگہہ قرار دیا گیا جو شہر سے کئی میل پر واقع تھا جہان کی خبر پہونچتے پہونچتے کئی گھنٹہ ہو جاتا یا لوگونکے پہونچنے تک ایک بات طے ہو جاتی اور پھر "قول دیچکے" کی آڑ ہو جاتی۔ ہمنے مانا کہ انصار قابل الزام سہی لیکن وہ مہاجر جنہین خبر ملی اور انہون نے جماعت اسلامی کے مقتدر افراد کو مطلع کرنیکی کوشش نہ کی وہ اُن سے زیادہ قابل الزام ہین۔

انصار زیادہ قابل الزام ہین یا وہ مہاجر جو وہان تھے

ثقیفہ کے واقعات مین ایک بات جو نہایت غور کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ کچھہ ہوا جس سے اوس خزرج کے دو گروہ ایک دوسرے کی مخالفت پر تل گئے تم زمانہ رسول کے گذشتہ اوراق مین پڑھ آئے ہو کہ کس طرح رسول نے ایسے ہی ایک موقع کو بلا ثمت طے کر دیا اور خزرج کی پرانی رقابت سے صرف اس قدر کام نکالا کہ وہ اپنے

اسلامی وجہ کی مدد مین ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی کوشش کرتے اور یہ جد وجہد قومی اور مذہبی حیثیت سے مفید ہوتی۔ آج کیا ہوا؟

بشر ابن سعد کہا جاتا ہے کہ وہ سعد ابن عبادہ کی مخالفت کرتا تہا یعنی قبیلہ اوس خزرج کو صاحب اختیار نہین ہونے دیا چاہتا تھا۔ اور کہہ رہا تہا کہ قریش کی حکومت کو مان لو کہ اسکے بعد تمہاری ہوگی یا انکے مثل ہوگی۔ یعنی اگر سچ مچ تم صاحب اختیار نام سے نہ بہی پکارے جاؤ تو قریش کا اس طرح ساتھ دینے سے تمہارا جو موقع ہوگا وہ کسی طرح صاحب اختیار ہونے سے کم نہ ہوگا۔ جسکی ابوبکر نے تحریک یا تصدیق کی تہی کہ "ہم امراء ہین اور تم وزراء ہوگے" صورت معاملہ اس قدر ظاہر ہوگئی تہی کہ حباب ابن منذر بشر ابن سعد سے پوچھ سکتا کہ تونے کیون اپنے ابن عم سے "حسد" کیا۔ اور آپس مین تلوار کھچ جاتی۔ حباب اسکا استغاثہ کرتا کہ اے انصار مین دیکہہ رہا ہون کہ تمہارے سب پیچہے ایک کوزہ آب طلب کرتے ہین اور نہین ملتا اور حضرت ابوبکر کہتے ہین کہ کبھلا ہم سے تمکو ایسی امید ہے؟ اور مورخین یہ لکھتے کہ "خزرج را انجا لتے تمام ردی داد"۔

اور سب سے زیادہ پر لطف داستان تو یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور عمر مین بہی سیاسی چالون کی ردّ و بدل ہوتی ہے کہ ابوبکر عمر کو ابو عبیدہ کی بیعت پر آمادہ دیکہہ کر نہایت مخلصانہ اقدام یہ کہتے ہین کہ تم اپنا ہاتھ بڑہاؤ ہم تمہاری بیعت کرین اور اس امر مین اس قدر طول دیتے ہین کہ ابا حفص بغیر یہ کہے نہین رہ سکتے کہ تم مجھسے افضل ہو اور اسکے بعد ابوبکر اصرار ہوں کر بیعت کرا لینے مین عذر نہین کرتے چلگئی۔ یقیناً اسمین ابوبکر کی مصلحت قوی تہی۔ وہ دیکہہ رہے تہے کہ اگر بیعت ابو عبیدہ اور عمر مین رہ گئی تو ہمارا نمبر تیسرا ہو جائیگا اس لئے اُنھون نے ابو عبیدہ کو درمیان سے اُٹھا دیا اور خود اور ابا حفصہ پہلے اور دوسرے ہوگئے۔ ابا حفصہ اگرچہ اپنی پہلی مصلحت سے پیچہے نہ رہے لیکن وہ پہلے ہونے مین چوک گئے اور ابو عبیدہ تو یقیناً "چلگئی" کے موقع کو ہاتہ سے کہو بیٹھے۔ اگرچہ ابا حفصہ نے اسپنے زمانہ کو ختم دیکہہ کر انھین پہیر دیا۔ کیا لیکن یہ اُسوقت تمام ہوچکے تہے۔ کون جانے کہ سرور عالم کے خسر ہونیکا افتخار اس امر خاص مین دور اندیشانہ رقابت سے تہا۔ ان مواقع کو اُسوقت کے دیکھنے والے کی نگاہ سے اگر سمجھنا چاہتے ہو تو تمہین یہ فقرہ مدد دیگا کہ "اس طرح دودہ دوہو کہ تمہین بہی ایک حصہ ملے اور انکے لئے مضبوط کرو کہ کل وہ تمہین لوٹا دینگے"!

ہم کو اسپر بہی اب کچہہ کہنا نہین ہے کہ ابوبکر کی بیعت ناگہانی تہی اور ہم اسے بالکل صحیح سمجھتے ہین

ظاہری اور باطنی مناظرہ۔

کہ پہلے انکے چند مخصوصین نے بیعت کی اور یہ لوگ اس کام میں اسلئے لگے کہ ابوبکر کو بھی لنگی بندھوا کر ساتھ ساتھ چلیں اور جو دکھائی دے اُسے دیکھیں کہ اُسمیں ہاتھ ہے یا نہیں اور ہاتھ کھینچکر اپنے خلیفہ کے ہاتھ سے مس کرا دیں۔ اگرچہ اس حیرت خیز بیعت کو دیکھ کر برا ابن عازب کے ہوش کیوں نہ اڑ جائیں" - برا ابن عازب کے ہوش کا ٹھکانہ اڑ جانا اس قدر عجب کی چیز نہیں ہے جس قدر اُنکی اوقات پہ فطری سوال اپنی منصفانہ واقعہ خوانی ہے کہ کیا بنو عبد مناف اسپر راضی ہو گئے جو اور بلطف میں اس سے اور زیادتی ہو گئی کہ کوئی اُسے پست نہیں کر سکتا جسے تو بلند کرے"۔ مجھے یہ کہنا ہے کہ ابو قحافہ کی قدریت گذشتہ مثالوں کی طرح ایذا رسان نہیں ہے - ایسا کہنے کے وقت کہنے والے کی طبیعت کے کونسی عناصر آنکھوں کے سامنے موجود ہو جاتے ہیں اور اُن سے انکی طبیعت تاریخ پر کیسا عکس پڑتا ہے اسکی وضاحت سے میں اپنے کو باز رکھتا ہوں - لیکن یہ کہنا چاہتا ہوں کہ باپ کا سکے لینا اور شکر اور موقع کو قبول کرنے کے لئے نفس کا آمادہ ہونا فطری تھا - سوال انکے لئے دلچسپ ہے کہ دو سطحی طبیعت سے خاندانی درجہ خصوصیات سمجھنا چاہیں اس انداز طبیعت کا کسی قدر سخت پہلو یہ تہا کہ انصار کو داشتند بیعت او" اور اسکا تیسرا درجہ یہہ تھا کہ "ابن ابو قحافہ کون ہے جسکی ہم بیعت کرینگے"۔

یہاں کہاں اور کس طرح علی کی ناموجودگی میں انکی وکالت کی۔

ہمیں اسپر بھی توجہ دلانے کے لئے کسی قوت کی ضرورت نہیں ہے کہ انصار نے علی کو بغیر کسی سفارش کے خلافت کے لئے پیش کیا درانحالیکہ انکی کوئی مرتب مددگار جماعت نہ تھی لیکن نام آنے کے ساتھ ہی حضرت عمر کو ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ بیعت کی کارروائی شروع کر کے سوچنے کا موقع نہ دیں۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ پیشتر سے تیار رکھے گئے ہوں کہ اپنا عمل دکھا کر لوگوں کو تقلید پر آمادہ کریں۔ بنی اُمیہ کے مستند سردار نے بھی ویسا ہی چاہا - جو انصار نے چاہا تھا - اسکے علاوہ حضرموت جہاں دم کی وجہ سے علی کی کسی کوشش اور اثر کا موقع نہ تھا وہاں بھی نہ صرف عام لوگوں نے بلکہ عارف نے بھی ایسی ہی خواہش کی اس لئے کہ ملوک کی اولاد عامیوں کے سامنے جھکنے کو اپنی توہین سمجھتی تھی۔

علی کی شہرت نے آیندہ کے لئے انکا راستہ صاف کر دیا تھا۔

ان واقعات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دور دور کے مقامات پر علی تشریف لیگئے ہوں یا نہ لیگئے ہوں لیکن انکے خدمات اسلامی اور رسول کے نزدیک انکے درجہ کی شہرت ہر جگہ پہونچ گئی تھی اور جو لوگ واقف نہ بھی تھے انھیں حجۃ الوداع نے بتا دیا یا انھوں نے اپنے گھروں پر پہونچکر اس بڑی رسم کا تذکرہ کیا اور وہ ہر وقت اسکی امید کرتے تھے کہ ہم رسول کے بعد علی کو اپنا امام سمجھینگے - یہاں

مین یہ سمجھانا چاہتا ہون کہ ان امورات نے لوگون کے دلون کو اس امر کے لئے آمادہ کر دیا تھا کہ وہ علی کو خلیفہ رسول سُنکر نہ چونکین بلکہ ایک طے شدہ امر سمجھین جس کا اعتبار خود رسول نے قایم کیا تھا۔

ائمہ کے طرز عمل کا بڑا فرق

اب فرق دیکھو کہ کچھ لوگ ہین یوا ایسے موقع پیدا کرتے ہین جو افتراق اور اختلاف پر منتہی ہون نزاع اور قتل کا بازار گرم ہو جائے۔ اور اگر خوش قسمتی سے عملاً ایسا نہ ہو تو کہا جائے کہ "خدا نے اُسکے (بیعت کے ناگہانی واقع ہو جانے سے) شر سے محفوظ رکھا"۔ لیکن علی اگرچہ ہر طرح کا مرجح حق رکھتے ہین اور فوجی مدد کی امید دلائی جاتی ہے لیکن آمادہ نہین ہوتے اِس خیال سے کہ یہ مانا کہ ہم صاحب حق سہی لیکن نتیجہ قتل و غارت اور ایک ساکن حالت کو فساد سے بدلنا ہے۔ ہم کیون اسکے محرک ہون جناب امیر ہی کے لفظون مین حالت یہ تھی کہ

جناب امیر اپنی کشمکش کا نقشہ کھینچتے ہین۔

"اگر مین اپنا حق طلب کرتا ہون تو (لوگ) یہ کہتے ہین کہ یہ شخص ملک و مال پر کتنا حریص ہے اور اگر خموشی اختیار کرتا ہون تو سرگوشیان ہوتی ہین کہ موت سے ڈر گیا!" سوچ لینا آسان ہے لیکن ایسے جوش خیز مواقع پر یہ تصفیہ کرنا اور اُسپر قائم رہنا آسان نہین ہے۔ خصوصاً جبکہ یہ تصفیہ اُن علی کو کرنا پڑے جنکی عمر طعن و ضرب مین کٹی تھی۔ اپنے اِس جوش کو دبا دینا تھا اگرچہ یہ صبر درخت حنظل سے بھی زیادہ تلخ اور تیز چھری کی نیش سے زیادہ قلب کو اذیت پہونچانیوالا ہوا۔ اِس لئے کہ رسول کی قبر سے یہ صدا آرہی تھی کہ اے علی جسوقت لوگ دنیا مین مشغول ہون تو تم دین اختیار کرنا!" حیرت خیز پیشنگوئی تھی جسکے لئے حیرت خیز ذات چنی گئی تھی تا اُسپر عمل کرنا اپنے حقوق اور جائز حوصلون کی بڑی قربانی تھی۔ بزور شمشیر معاملہ نہ کرنے مین رسول کے بعد

علی کی خاموشی کا احسان اسلام پر۔

علی نے مسلمانون اور لطافت اسلام کے قائم رکھنے مین پہلا اور سب سے بڑا احسان کیا جس سے ابد الآباد تک اسی شکریہ کے مستحق ہین کہ انھون نے باوجود اشتعال انگیز حالتون کے ذاتی حقوق کو اسلامی لحاظ پر قربان کر دیا۔ صرف علی کا یہ طرز عمل رسول کے بعد انھین محافظ اسلام سمجھا دینے کے لئے کافی ہے۔ حالانکہ اس زمانہ مین بھی یہی ایک مثال نہین ہے۔

یہان مین اس سے بحث نہین کر رہا ہون کہ علی کی جنگی قوت کہان تک تھی اور کامیابی یا کس حد تک کامیابی کی امید کیجا سکتی تھی بلکہ مین اس امر کو تسلیم کرنیکے بعد کہ وہ فوجی قوت کا اظہار کر سکتے تھے یہ کہنا چاہتا ہون کہ باوجود ایسی حالت کے جسمین فوجی کارروائی ممکن تھی علی نے اسے معطل رکھا۔ اور یہ سمجھانا چاہتا ہون کہ ضرور نہین کہ فوجی قوت کا نفاذ فوجی قوت کی موجودگی پر حتمی ہو جائے بلکہ وہ اعلیٰ احساسات کا تابع کیا جا سکتا ہے ایسی اشتعال انگیز حالتون مین علی کا کام تھا جسکی انھون نے مثال دی۔ آج اس صورت سے اسلام پر احسان کرنا

علی نے فوجی قوت کا نفاذ اعلےٰ احساسات کے تابع رکھا۔

تھا آیندہ مثالیں آئینگی جو اس سے کم حیرت خیز نہ ہونگی جنکے بیان کرنے کے لئے ہم طبیعتوں کو تیار کر رہے ہیں

مغیرہ پھر سامنے آتا ہے جب ابو الہیثم۔ سلمان اور ابو ذر کے ایسے مہاجرین یہ منصفانہ روش اختیار کرتے ہیں کہ انتخاب خلیفہ شوریٰ سے ہو تو ایک ایسا جلسہ ہونا چاہئے جسمیں کسی کو ناواقفیت کی شکایت نہ ہو اور ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوں۔ انصار کے نزدیک یہ صلاح کیسی ہی مقبول کیوں نہ ہو لیکن اُن کے نزدیک دل پسند نہ تھی جو صاحب اختیار ہو گئے تھے۔ یہ کہہ چکنے کے بعد کہ "چپ چپ" عرب خاندان رسالت میں سے کسی کو جانے نہ دینگے" دوبارہ انعقاد شوریٰ سے کہیں یہ موقع پھر نہ آجائے اور ہم اُس موقع کو کھو بیٹھیں جو اتفاقات نے ہمیں حوالہ کیا ہے ظاہر ہے کہ اس تصفیہ پر آمادہ نہ ہونا کم سے کم اپنے کامیابی کی بے اعتباری ضرور تھی۔ اور اب مغیرہ کے صلاح سے اسپر آمادہ ہوئے کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے مقابلہ میں ایک دوسرے حقدار کو کھڑا کرکے امیر المومنین علی کے حقوق کو کمزور کر دیں یا لوگ اور علی کے درمیان ایک زبردست آڑ کر دیں۔

عباس سے اپنا انتخابی حق ظاہر کیا۔ دھمکایا۔ عزیز داری ظاہر کی۔ لالچ دی۔ لیکن جواب یہ ملا کہ

(۱) مومنین کے ذریعہ سے تمہارے لئے کیونکر ثابت ہو سکتا ہے درانحالیکہ ہم کنارہ تھے (موجود نہ تھے)

(۲) خدا ہمارا مددگار ہے۔

(۳) اگر ہمارا حق ہے تو ہم بعض کو چھوڑ کر بعض پر اکتفا نہیں کر سکتے۔

(۴) رسول وہ درخت ہیں جسکے ہم ٹہنیاں ہیں اور تم ہمسایہ ہو۔

(شیخین کے امر قرابت مورخین نے وقعت قائم کرنیکے لئے اکثر زور دیا ہے حالانکہ اسکو نہ صرف رسول نے کوئی وقعت دی نہ بنی ہاشم نے اسے رسول کے بعد کچھ سمجھا اور نہ خود مشرکین نے صلح حدیبیہ میں اس پر کوئی توجہ کی)

موقع جو نیت کو پوشیدہ نہیں رکھتا

جس طرح سے کیوں نہ ہوا ہو مدینہ میں اعلان خلافت کے بعد اسکی ضرورت تھی کہ بیرونی صوبجات بھی خلیفہ تسلیم کریں۔ ورنہ ایک دن اُن مقامات کی مخالفت سے پانسہ بدل سکتا تھا۔ مخالفت ہوئی۔ مخالفت کی یہی روش نہ تھی کہ ہم تمھیں خلیفہ رسول سمجھکر صدقات نہیں دیتے بلکہ صورت معاملہ میں وہ خوفناک عنصر بھی ملگیا تھا جسے ابن ابو قحافہ نے انصار سے کہا تھا کہ "عرب خاندان رسالت میں سے کسیکو جانے نہ دینگے ہم سب جانتے ہیں کہ خاندان رسالت کا "کسی" کون تھا) اور انصار نے یہ ہیبتناک نام بھی لے لیا تھا۔ یعنی یہہ اندیشہ تھا کہ علی ہم سے بزور شمشیر معاملہ کریں یا نہ کریں بیرونی مقامات پر نہ صرف ہمارا اثر نہیں ہے بلکہ

مدینہ کی خاموشی مفید نہ ہوئی اگر باہر شور ہوتا رہتا۔

ثقیفۂ بنی ساعدہ کے نابغہ کا "کسی"

وہ علی کے حقوق کے حامی ہین۔ کسی ایک کا ایسا ہونا مخدوش تہا نہ کہ صاحب قوت قبایل کا۔ حالانکہ اُنہین سے
چند ایسے تہے جنہون نے محض خاندان رسالت کا نام لیا تہا۔ یا یہ کہا تہا کہ بنی تمیم کی تو قبائل مین کوئی وقعت
نہین ہے جسے ہم اپنا امیر قرار دین۔ اگر ایسے بہت سے نہ بہی ہون تاہم مصالح اسکی مقتضی تہی کہ اسکا جلد
تدارک کیا جائے کہ اور لوگ بہی اس دلیل کے حامی نہ ہو جائین۔ کچہہ ایسے بہی تہے جو سجاح اور مسیلمہ کا ساتہہ
دیتے تہے نہ اس لئے کہ اُسے نبی یا کچہہ ایسا ہی سمجہتے تہے بلکہ دوسطے مین اُنکا آشیانہ تھا۔ وہ ڈرتے تہے کہ اگر

قبائل کا موقع۔

ہمنے مرتدین کا ساتہہ نہ دیا تو یہ ہمپر غارتگری لائینگے اور اگر ابن ابو قحافہ کا ساتہہ نہ دیا تو وہ مخالفت پر
آمادہ ہونگے۔ اس بناپر معمولی تصفیہ کی بات یہ تہی کہ وہ قریب کے دشمن کو دوست بناکر دور کے دشمن
سے لڑتے۔ دشمنی دونون مین قدر مشترک تہی۔ کسی طرح جان بچانی تہی۔

ذرا سی آگ بہی بہت سا پانی رنگین کر دیتی ہے۔

ابوبکر کے لئے موقع اس قدر نازک تہا کہ وہ کیسے فوجکشی کرتے اور کیسے عامہ مسلمین مین جنگ کا جوش پیدا
کر دیتے اسلئے کہ اکثر قبائل کے مسلمان ہونیکا خود اپنے آدمیون نے اعلان کیا تہا۔ نہ وہ علی الاعلان
یہ کہہ سکتے تہے کہ چونکہ ان لوگون نے علی کے حقوق کی تائید کی ہے اس لئے ہمین انپر فوجکشی ضروری ہے۔
اسکے لئے موقع کی باتین موجود تہین ایک تو یہ کہ مسیلمہ اور سجاح کی شورش کی خبر تہی ایک پڑیا بہی ایک
بوتل پانی کے رنگنے کے لئے کافی ہو جاتی ہے۔ اب مشکل نہ تھا کہ شورشون اور ارتداد کا ڈھول بجا دیا جاتا
اور سمجہانے کے لئے ایسے الفاظ ملجاتے کہ گھٹائین آرہی ہین طوفان اُٹھ رہے ہین بجلی چمک رہی ہے شعلہ
بلند ہو رہے ہین وغیرہ وغیرہ چہوٹے چہوٹے قبائل پر تاخت سے حوصلے بڑہائے جاتے یہانتک کہ کندہ ایکہ

مسلمانون کی آزاد عورتین کنیز بنائی گئیں

ہزار عورتون کا چندہ دے سکتے وہ عورتین جنہین اسلام نے آزادی عطا کی تہی وہ رسول کے بعد سے
اسلام کی کنیز ہوتین۔ یعنی منفعت کا راستہ دکہا دینا۔ دوسرا اصول تہا جسنے فوجکشی مین مدد دی۔
اسنے ساتہہ رہنے والون کو اپنی جگہہ قایم رکہا ورنہ دوسرون کا دوست بنانا تو درکنار خود قول دینے
والے خشک خلافت کے قریب نہ رہ سکتے تہے۔ یہی کرنا ہوتا تو کسی کو بالادوی کی کیا ضرورت تہی۔ اور دوسرا

کون قتل کئے گئے اور کیون

سب سے بڑا فائدہ یہ تہا کہ علی کے حقوق کی تائید آج اگر نہ کچلی گئی تو کل پہر وقت نہ رہیگا اور اسکی قوت بڑہتی
جائیگی۔ یعنی سچائی اور حق کے مقلدین کے قتل سے ابتدا کی گئی۔ یہ واقعات کیسے ہی پیرایہ اور الفاظ مین کیون
نہ ہون اللہ سینہ کہولدے یا اصلاح امت کہی جائے۔ تہا یہ کہ اہلبیت رسالت کے حقوق اور وقعت کے
مٹانے کی یہ پہلی بڑے پیمانہ پر عملی کارروائی تہی جسمین وہ گلے کاٹے گئے جن سے اہلبیت رسالت کے حقوق کی

تائید کی صدا نکلتی تھی۔ اس مصلحت سے کہ اگر یہ کمزور نہ کیے گئے تو ہمارا جمنا مشکل ہے۔ ایسا نہ تو نے دینا کہ جو شخص
زکوٰۃ اور صلوٰۃ میں فرق کرے گا میں اُسے مسلمان نہیں سمجھتا۔ آسان تھا اگرچہ رسول فرما چکے ہیں کہ
"ہمیں اہل شہادت کے قتل سے خدا نے منع کیا ہے" اور اُس سے زیادہ آسان ایسے لوگوں کا ملجانا تھا

رسول نے کیا کہا تھا

جنہیں یہ سوچنے کی پرواہ نہ تھی کہ وہ زکوٰۃ اور صلوٰۃ میں فرق نہیں کرتے بلکہ تمکو خلیفہ رسولؐ سمجھکر تمہیں
زکوٰۃ نہیں دیتے اور کہتے کہ اگر ہمیں زکوٰۃ نہیں دیتے تو تمہارے مسلمان ہونے اور نماز پڑھنے سے ہمیں کیا
فائدہ ہم بزور تم سے وصول کرینگے۔ اور کہدینگے کہ سب مرتد ہوگئے تھے۔ انصاف۔ یکجہتی اور محبت کی جگہ دہشت
گئی خوف۔ اظہار قوت اور گروہ بندی کا دور شروع ہوا۔ ایسی فضا قایم ہوگئی جو آیندہ قومی شیرازہ
کے منتشر کرنے کے لئے مذہبی روح۔ دینی تقدس اور امتیازہ خود غرضانہ۔ سیاسی ضرورتوں کے نیچے کچل
ڈالے۔ یہ قومی اور دینی تحفظ کے وسیع مفہوم کی اعلےٰ سیاست نہ تھی بلکہ اپنا موقع اور چہرہ محفوظ رکھنا تھا۔
یہی موقع تھا جہاں اسلام اپنے خون میں نہا رہا تھا۔ یہ ہوتا اگر علی ابن ابیطالب خلیفہ ہوتے اس لئے کہ

یہ ہوتا اگر علی خلیفہ ہوتے

نہ لوگوں کو مخالفت ہوتی اور نہ علی ایسے راستہ اختیار کرتے اور لوگوں کی طبیعتوں کو اس آب و ہوا
سے آیندہ کے لئے تیار کرتے۔ جس سے رفتہ رفتہ وہ تمام خصوصیتیں فنا ہو جاتیں جو رسول نے پیدا کی
تھیں بلکہ انہیں قایم رکھتے اور ترقی دیتے۔ قومی ساخت کا کارخانہ انہدام پذیر نہ ہوتا۔
سیڈیلٹ کا نہایت درست ریمارک ہے کہ "اگر قرابت کیوجہ سے تخت نشینی کا اصول علی کے موافق ابتدا
سے مانا جاتا تو وہ برباد کن جھگڑے نہ ہوتے جنہوں نے اسلام کو مسلمانوں کے خون میں غوطہ دیا" یا بقول

(اسپرٹ آف اسلام)

واشنگٹن ارونگ کہ سب سے زیادہ ممتاز امیدوار علی تھے جنکا سب سے زیادہ فطری حق تھا کیونکہ یہ رسول
کے ابن عم اور داماد تھے اور فاطمہ سے انکی جو اولاد تھی صرف وہی رسول کی یادگار رہ گئی تھی"۔
سید امیر علی صاحب اپنی تاریخ اسلام میں فرماتے ہیں کہ "آنجناب نے اکثر دفعہ حضرت علی کو خلیفہ کرنیکا
اشارہ کیا تھا مگر کوئی ضابطہ مقرر نہیں فرمایا تھا (مولف کے پاس شارٹ ہسٹری آف سارا سنس نہیں ہے بلکہ "وطن"
کا ترجمہ ہے۔ میں اس عبارت کو انگریزی میں دیکھنا چاہتا) اس بات سے ذاتی طمع۔ اسلامی فساد کے خوف پر
غالب آگئی اور بعد کے زمانہ میں اسکا یہ نتیجہ نکلا کہ خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں اور مذہب میں رخنہ پڑگیا
اگر اس وقت حضرت علی خلیفہ بنا دیئے جاتے تو مسلمانوں میں تباہی بخش خونریزیاں ظہور میں نہ آتیں"
یہ مورخین اُنیسویں بیسویں صدی عیسوی کے سیاسی معلومات کے سایہ میں لکھ رہے ہیں لیکن ہمارا امام

اسلامی تباہی کے وقوع مین آنیکے صدیون پیشتر عین دن کے دن کہتا ہے کہ "کہین ایسا نہ ہو کہ آنحضرت کے بعد تم اس امر خلافت کو ایسی حالت مین دیکھو کہ اسمین تلوارین کھچ جائین عہد شکنیان ظہور مین آئین حتیٰ کہ تم مین سے بعض لوگ اہل ضلالت وگمراہی کے امام اور اہل جہالت و نادانی کے پیرو ہو جائین" اسوقت اور اسوقت مین عناصر کا فرق نہین ہے تفصیل کا فرق ہے۔

اگر دلہا یہ پیشتر سے تیار نہ تھین تو یہ کیسے ممکن تھا کہ سرور عالم کی رحلت کے ساتھہ ہی کوئی ایسا ارادہ پیدا ہو جائے جس کی غرض یہ ہو کہ ہم اپنے اموراتی کی انجام دہی کے لئے رسول کے گھر والون سے حق باز ندر ہین۔ مجھے اسمین کوئی عذر نہین ہے کہ یہہ خاص اور کھلا ملکی اقدام نہ تھا ایسا اقدام جو اس حد تک پہونچ گیا ہو جسمین کسی مذہبی وقعت سے چشم پوشی کیجائے یا اسکا لحاظ کرنا ملکی غلطی یا کمزوری بھی جائے۔ بڑا ارادہ اور بڑی تصمیم تھی یہ بڑا ارادہ اور اسکی پختگی خصوصاً اسوقت کی طرف سے تجاہل جو ایک زمانہ سے قائم تھی کوئی ایسی سانس نہ تھی جس سے پتنگا اڑ گیا ہو بلکہ جنگل مین آگ لگانے اور قلعہ گیری کا سامان تھا۔ رسول کے گھر پر قبضہ کرنا اور دہاک بٹھانا نہ تھا اسلام کے دل کو ناخون سے دبانا تھا۔ سوچو اگر تم سوچ سکو کہ یہہ بھی سقیفہ کی ایسی کوئی دوربین کارروائی تھی؟ اپنے کو بہلاؤ اگر بہلا سکو کہ قلوب پیشتر سے ناموافقت اور مخالفت پر تیار نہ تھے جو اپنی پختگی مین یہانتک پہونچی۔ یہ غیر فطری نہین ہے کہ اگرچہ انسان ایک گناہ کا ایک وقت ارادہ نہین کرتا یا اس ارادہ کو محسوس نہین کرتا لیکن اسباب گناہ کے جمع ہوتے ہی وہ اس طرح دوڑتا ہے کہ گویا وہ دیر سے پیاسا تھا۔ گناہ کرتا ہے اس لئے کہ اسمین قابلیتین نشو ونما پاتی چلی جاتی تھین انکے توڑنے کی کوئی فکر نہ کی تھی۔ فعل تو خیال کا نتیجہ ہے جس ایک مثال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس طرح تیار ہو رہا تھا۔

انسان کی ایک حالت جسے وہ اکثر خود نہین سمجھتا۔

صحیح ہے کہ ایران اور روم کے محلون کے پتھرون سے مسلمانون کے بڑے بڑے قصر بن گئے لیکن یہ محل اس چنگاری سے نہ بچ سکے جو رسول کے گھر کے لئے مخصوص کیگئی تھی۔ یہ سب قصر جل گئے اور انکی راکھہ ہوا مین اڑ گئی اس لئے کہ جو اصول رسول کے گھر کو آگ دکھا سکتا تھا وہ مسلمانون کے گھر کو کیسے بچا سکتا تھا۔ ایران اور روم کی فتح اس لئے ہوئی تھی کہ الاؤ کے لئے ایندھن بہت سی لکڑی جمع ہو جائے۔ یہ صحیح نہین ہے کہ آگ لگنے مین دیر ہوئی نہین۔ سلگنے مین دیر ہوئی۔ اسلئے کہ اکثر دلون مین گذشتہ یاد

آگ لگنے مین دیر نہین ہوئی بلکہ سلگنے مین دیر ہوئی۔

اور اُسکے خصوصیات کی کچھہ بھی باقی تہی۔ اور فتوحات کی دیوانگی اور جوش منفعت نے یہ دیکھنے نہ دیا کہ خود ہمارے گھر مین سے دہوان اُٹھہ رہا ہے اور گہنے اور لہراتے ہوئے دہوین مین شعلے لپک رہے ہین۔ دیکھا تو اُس وقت جبکہ چارہ کار باقی نہ تہا اور اب یہ سمجھہ بہی باقی نہ تہی کہ آگ لگنے کے اسباب پر غور کرین کیونکہ اسباب ایک طویل زمانہ کے نشو مین اپنا منھہ چہپائے تہے۔ ایک کفن تہا جو لاش کے گرد لپٹا تہا۔

ظاہرہ کی فقرہ کی صدائے بازگشت۔

ہر حیثیت کی آتش افروزی کے تذکرہ سے نہ صرف مجھے متذکرہ صدر باتون پر غور کرانا منظور ہے بلکہ ذکیہ کا یہ فقرہ بہی پیش کرنا ہے کہ "کیا ہمارا گھر پہونکے جاتا ہے"۔ پوچھنے والی رسول کی بیٹی ہے۔ اُسکی سوانح عمری پر غور کرو۔

شریف ترین خاندان عرب کی بیٹی جس مین ہمیشہ سے دنیاوی اور روحانی حکومت تہی۔ جس نے آنکھہ کھولی تو دیکھا کہ باپ کے سامنے دل اور سر جُھک رہے ہین وقت آتا ہے کہ وہ دنیاوی حاکم بہی ہے۔ لیکن اپنے باپ کی اِس زاہدانہ روش مین شریک ہے کہ ہم دنیاوی لذتون کے لئے پیدا نہین ہوئے ہین۔ ہوسکتا ہے کہ ہم بہ فراغت بسر کرسکین۔ لیکن کرنا یہ ہے کہ نہ ہو کہ کوئی بھوکا ہو اور ہم سیر ہون۔ حاجتمند گرد تہے۔ اُنکے خیال نے اپنے کو بُھلا دیا تہا۔ یہانتک کہ اُس فقر و افلاس کو گوارا کیا جس سے بڑہکر مثال نہین دیجاسکتی۔ اور نہ اِس سے بڑہکر کسی کو اسکا اندازہ اور تجربہ ہوسکتا تہا۔ اسنے اُنہین غربا کا ہمدرد بنایا غربا کو غربت مین انتہائی شریفانہ وقار پر قایم رہنے کا سبق دیا اُنھین تسکین دی کہ غربت یا امارت فی نفسہ ذلت یا عزت کی چیز نہین ہے بلکہ دونون سے جو عیوب پیدا ہوتے ہین وہ قابل لحاظ ہین دونون مین عزت و ذلت ہوسکتی ہے۔ امیر بننے اور امیرانہ عزت دکھانے کیلئے ہر متنفس تیار ہوجائیگا لیکن ایسے جری کم نکلینگے جو غربت کے امتحان کا دعویٰ کرین بلکہ اُسے پسند کرین۔ حالانکہ امیر ہوسکتے ہون اور رہون اور دعویٰ کے بعد اپنے کو ایسا دکھائین کہ غمزدہ اُنکے پاس دوڑتے تہے کہ ہمین تسکین دیجائیگی کیونکہ انکی تسکین قابل قدر تہی وزن اور اثر رکہتی تہی۔ انھین جمع کرنا نہ تہا بانٹنا تہا۔ یہانتک کہ ایسی ضروری اور یادگار چیزین بہی فقرا کے راحت کے لئے صرف کردی ہین جنہے رسول نے عطا کی ہون۔ عقد کی یادگار ہون جسپر خود اُنہنے آرام کرتے ہون۔ ہم خاک پر سو رہینگے لیکن یہ نکرینگے کہ خدا کے بندہ کا دل توڑا جائے۔

کیسے حاکم تہے وہ

انکے ایسے پختہ اور حاکمانہ وقار کے باوجود انھین ایسی محبت۔ ہمدردی اور رحم کہتا ہے کہ خدا کی حکومت نے اپنا جلوہ دکھایا۔ انکی ذات اور عمل مین دکھایا اگر کبہی دکھایا۔ قاآنی مبالغہ نہین

نہین کرتا جہان وہ کہتا ہے کہ روز روشن خواجہ ہر شیر مرد شام تار خادم ہر پیر زن - واقعہ ہے شاعری نہین ہے - یہ اُس بی بی کے شوہر کی تعریف تھی - علی کو اپنی آنکھون سے مسلح ہوتے دیکھا تھا - رخصت کیا تھا اور منھ پھیر کر آنسو ٹپکا دیے تھے - صبر کیا تھا - خطرون مین جانے دیا اسلئے کہ وہ امر جو اسکا باپ اور شوہر کرے بغیر سوال کے انکے لئے قابل پیروی تھا - سمجھتی تھین کہ بڑی وجہ ہے - اور پھر اپنے کانون نے علی کو کامیابی اور ادائے فرض کے بعد یہ کہتے بھی سُنا تھا کہ "اے فاطمہ یہ تلوار لو جس سے مین نے خدا و رسول کی نُصرت مین جنگ کی ہے" اور باپ نے اسکی تصدیق کی تھی -

مختصر یہ کہ وہ جسکی شان اور آن بغیر کسی ٹھیس کے ترقی پذیر تھی جس نے کسی مظلوم - غریب یتیم اور اسیر کی تسکین مین کوتاہی نہین کی آج اُسے دیکھنا ہے کہ وہ لوگ جو ہمارے آستانہ کی خاک کو بہ فخر سر پر لگاتے تھے یہ کہہ سکتے ہین کہ "ہان گھر پھونک ڈالینگے نہین تو تم بھی بیعت کرو جس طرح اور مسلمانون نے بیعت کی ہے"۔ رسول کی لاڈلی مسلمانون سے فریاد کر سکتی تھی لیکن موقع یہ پیدا ہو چکا تھا کہ بہت سے مسلمان قول مین گرفتار ہو چکے تھے - فاتح عرب فطری مددگار تھا لیکن دیکھتی ہین کہ شیر کو اپنے گرفتاری کی اُس وقت خبر ہوئی جبکہ ہر طرف سے مضبوط سلاخون مین گھر گیا تھا - اِسکے بعد زور دینے کے معنی یہ تھے کہ ہم اس امکان پر بھی راضی ہین کہ قتل ہو جاؤ - اور غافل بے سمجھے ہوئے بہت سے مسلمانون کو قتل کر دیا قتل کراؤ اور اسکے بعد انتقام اور عداوت کا سودہ بڑھتا جائے -

مُسلّح نمائش کی غرض -

مسلح ہزارون آدمیونکو جو نہی مصلحت کے مؤید ہو گئے تھے دیکھا کہ وہ حملا آور ہونکے جوش سے آ رہے ہین - گھر کا تخلیہ کرانا ہو یا اپنے قوت کی نمایش ہو - اور یہ سب اِس لئے کہ علی بھی ہماری اطاعت اور پیروی کو واجب جانین -

شرفائے عالم کے غور کے قابل -

یہ مسلمانون ہی کی تاریخ کا ایک سیاہ ورق نہین ہے بلکہ موقع وہ ہے جہان ہر قوم کا شریف اس حیرت خیز واقعہ سے متاثر ہوگا - ہمین دُکھی ہوئے آن والے دیکھتے ہین کہ ہمین صدمہ پہونچایا جا رہا ہے اور ہمین برداشت کئے بغیر چارہ نہین ہے - توہین مین اور زیادہ تلخی اس سے پیدا ہو گئی ہے کہ یہ انکے ہاتھون نہین ہے جنپر ہمارا احسان نہ ہو بلکہ انکے بدولت جنکے سر کے بال بقول انھین کے ہمارے ہاتھون اُگے ہین - حالت مین کچھ ایسا ہی درد بھرا تھا کہ قنفذ جو ایک حملہ آور سپاہی کی حیثیت سے گیا تھا اسیر رو دیا کہ بیٹی باپ کو یاد کر رہی ہے!

واقعات جنسے وہ نہ رو سکے جنہیں رونیکا سب سے زیادہ حق تہا۔

تم سوچوگے کہ رحلت رسول کے بعد ہی ان واقعات نے انکو اطمینان سے رونے نہ دیا ہوگا جنہیں رونیکا سب سے زیادہ حق تہا۔ بلکہ اور بہت سے غم اصلی غم میں شامل ہوگئے ہونگے۔ ہملوگ جنکی آنکہوں پر تیرہ لانبی اور تاریک صدیوں کا پردہ پڑا ہے اُن حالات کا صحیح اندازہ نہیں کرسکتے اور نہ یہہ ہمارے امکانی غور میں ہے کہ اس سے کس درجہ نفرت اور غصہ پیدا ہوا ہوگا۔

اسوقت علی کا شغل

یہ سوچتے ہوئے حلق میں سانس رکتی ہے کہ علی کیا کرتے ہونگے ابہی تک سینہ اور گردن کے قریب رسول کی آخری سانس کا احساس باقی تہا۔ کفنائی ہوئی صورت بھولی نہ تھی۔ دفن کرنیکا عالم یاد تہا کہ ہر طرف سے نئے دور دورہ کے آثار دکھائی دینے لگے۔ یہ کیا کم تہا کہ اُسکا سایہ اُٹھ گیا جسکی گود میں آنکھ کھولی۔ جسکی زبان چوس کر پلے ہوئے۔ جسنے فطری ہوش کی زیادتی کے ساتھ اُن باتوں کا ہوش پیدا کرنا شروع کیا جو علی کی زندگی کی خصوصیات میں ہیں۔ جس نے اپنا مثیل اور شارح بنایا جس نے آیندہ کے لئے معاملات کا تجربہ کرایا اور نفس کے لئے راستہ صاف کرائے اور سمجھوا دیئے۔ آج اُسکی مسند اُسکے قدم کے نیچے ہے جسکی چراغ گل ہوا اور جناب فاطمہ کے اِس عظمت ریز بلیغ فقرہ میں دیکھنا تہا کہ "رسول کے منبر کو تاریکی نے ڈھانپ لیا۔"

زوال کی ایک لازمی بیرحم شان۔

لیکن صورت یہ تھی کہ محض روحانی حیثیت سے امت کی عدم مرکزیت دیکہنی نہ تہی یا یہی نہ تہا کہ ہماری گود کا پالا دین ہر زبان کی گویائی اور ہر عقل کی تاویل کا تابع ہوگیا ہے بلکہ اسکے لئے یہی یہ عالم تہا کہ ایک بڑے گہر کی تباہی اُس وقت تک برابر زوال کی تابع رہتی ہے جب تک وہ اپنے کو اُسکی روش کا خوگر اور اپنے کو اُسکا دستنگر نہ بنادے جسکا عروج اسکی تباہی کا باعث ہوا۔ اور عروج پانے والا مطمئن ہوکر اُسے بعافیت بسر کرنیکے سامان فراہم کردے۔ زوال پذیر کے لئے یہ فطری ہے کہ کچھہ دنوں یا دو ایک پشتوں تک اپنی آن کو اپنے سر پر رکھے اور دستنگیری یا صاحب اختیار کی خوشامد کے مقابلہ میں اپنی خاموشانہ غیرت کو زیادہ پسند کرے اور گرتے گرتے تباہی کی انتہائی حد تک پہونچ جائے اور اس درمیان میں صاحب اختیار کی مصلحت نہ صرف ختم ہوجائے بلکہ وہ نسلیں تیار ہوجائیں جنہوں نے اس روش کے سایہ میں بسر کرنا سیکہا ہے۔

اس وقت تازہ حادثہ تہا اور دیکہنا یہ تہا کہ نہ صرف ہمکو اختیار سے دستبردار ہونا پڑا ہے بلکہ کوشش یہ بہی ہورہی ہے کہ بقول حضرت سیدہ فرزندوں کا قوت معیشت بہی لے لیجائے۔ اہلبیت رسالت کے لئے تغیر

حکومت اس لئے اور تکلیف دہ تہا کہ اُنھون نے اپنے زمانہ حکومت مین اپنا گھر نہ بھرا تہا اب وقت تہا کہ علی کی آنکھین دیکھین کہ سیدہ کی گواہی جھٹلائی گئی اور طاہرہ دیکھین کہ علی کی گواہی کو وقعت نہ دیگئی۔ اس لئے کہ رسول کی جائداد پر ہمارا حق قبول کرنا امارت کے لئے فطری حق دار کا سوال سامنے کھڑا کر دیتا ہے۔ یہی نہ تہا کہ ہم مین غصہ افسوس اور نفرت پیدا ہوا اور ہم صبر کرین بلکہ یہہ بہی دیکھین کہ دختر رسول کا نسبتاً نازک دل کُرعد رہا ہے یہی جذبات انہین بہی پیدا ہو رہے ہین وہ گھٹ رہی ہین اور ہم دیکھہ رہے ہین۔ اور اس سے کسی طرح کم یہہ احساس نہ تہا کہ چھوٹے چھوٹے بچے ہر طرف دیکھتے ہین کہ آج ہمسے ہمارے نانا کی اُمت اُس پیار سے کیون متوجہ نہین ہوتی جو پہلے تہی۔ رسول کے بعد تو ہمین اور تسکین کی ضرورت تہی۔ ہمنے کیا کیا ہے۔ بچہ کیا جانتے تہے کہ زمانہ ہمین اب شاہزادہ نہین سمجہتا بلکہ ہمارے اس خطاب پر ہنس رہا ہے۔ حاضر باشون کو اب دوسرے کام ہین وہ اپنی حاضر باشی سے کام نکال چکے۔!

علی تہے اور یہ روح فرسا غم تہے۔ سوچو اس تکلیف دہ کوشش کو کہ جناب امیر بحیثیت افسر خاندان کے اس امر کی کوشش کرتے ہونگے کہ ہمارے چہرہ سے غم کے آثار ظاہر نہ ہون جس سے ہمارے متعلقین افسردہ نہ ہون ہم بغیر ساما نون کے تسکین دینے کی کوشش کرین۔ علی کا رونا اس قدر درد انگیز نہ ہوتا جسقدر کہ انکا صبر غم آلود ہے۔ مین مولوی عباسی صاحب کے ساتھہ سوچتا ہون جہان وہ فرماتے ہین کہ جناب امیر کا غم حسین کے غم سے کسی طرح کم نہ تھا۔ افسوس ہان۔ علی تہے جنہین غم کا دھکہ پہلے لگا اور بقیہ عمر اس طرح بسر ہوی کہ ایک سے ایک بڑہا ہوا صدمہ پہونچتا اور دیکہتے۔

کوشش اور اسکا تجربہ

جناب امیر سے بیعت کرانے کی کوشش اُنکی طبیعت شناسی سے اسقدر تجاہل تہا جس قدر نیز صاحب اختیار ہونے کے ولولے سے تہا۔ یا اس وجہ سے ہو کہ اُنکے دشمنون کو اپنی ماتحتی مین جمع اور انھین توہین پر آمادہ دیکہکر انہین روکنے کی جرأت نہ ہو سکی ہو۔ لیکن گرفتار شیر سے بہی آنکھین ملانا آسان نہین ہے۔ جسمین اُس سے بہی مدد ملی کہ علی نے مجمع مین اپنے حقوق کا اعلان کیا۔ ابتک یہ ہو سکا تہا کہ بنی ہاشم کی طرف سے تجاہل پیدا ہو جاتا اور لوگ قول دیدیتے لیکن ابہی اسکا تجربہ نہوا تھا کہ لوگ اسپر بہی آمادہ ہو جائینگے کہ اگر وہ بیعت نہ کرین تو اُن سے بزور شمشیر معاملہ کیا جائے۔ ایسے مخدوش تجربہ کے لئے آمادہ ہونا قرین مصلحت نہ تھا اور اگرچہ یہ دہمکی دی گئی کہ بیعت نہ کروگے تو گردن مارینگے۔ لیکن یہ فقرہ بہت سی حالتین اور اس تصفیہ کی مجبوری سمجہا دیتا ہے کہ سالمؓ گفت ای ابوبکر چہ چیز ترا براین داشت کہ والی مردمان شوی و حالانکہ نبی میکردی

دہمکی کو عمل مین لانا مصلحت کے خلاف تہا۔

مارا ازانکہ بردوکس امیر ہاشم گفت مارا ازین چارہ نیست ترسیدم کہ امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متفرق گردند و خلل افتد در دین"۔ بہتر ہے کہ راوی نے ہمین سائل کا نام نہین بتایا نہ ہمین کوئی ایسی ضرورت ہے کہ ہم خالد کے ایسے شکی ہو جائین لیکن اسکے کوئی معنی ہین کہ لوگ نہ جو اس خیال سے آسانی سے سانس نہین لے سکتے تہے کہ ہم دو آدمیون پر آمر نہین ہین۔ ظاہر ہے کہ یہ دو آدمی جناب امیر اور سعد تہے۔ دین کے ساتہہ ہمدردی کے لحاظ سے خلل نہ پڑنے دینا شکریہ کا مستحق ٹہراتا اگر عمل سکے خلاف کچہہ نہ کہتے بلکہ بہت ظاہر بات یہ تہی کہ مبادا ایسی سختی حفاظت کے خیال سے اُنھین بہی بزور شمشیر مقابلہ پر آمادہ نہ کر دے اور یہ تلوار علی کے ہاتہ مین ہو اور اُس وقت بنی ہاشم خلافت حاصل کرنے یا نہ کرنے کو چہوڑ کر عرب کے عام دستور کے لحاظ سے اپنے خاص فرد کی حمایت اور حفاظت کیلئے کہڑے ہو جائین اور انہین آمادہ جنگ دیکہہ کر عامہ مسلمین کا رُخ بدلنے لگے اور مغرور ابو سفیان اپنے سوار و پیادہ لے آئے جیسے جناب امیر کے حقوق کی سچی تائید ہو یا نہ ہو لیکن وہ ایک مُستند خاندان کو بنی تیم پر ترجیح دے۔ اور یہ بہی ظاہر ہے کہ سعد اگرچہ عامہ مسلمین کے نزدیک کسی طرح اُس وقار اور وقعت کے درجہ پر نہین ہو سکتے تہے جیسے جناب امیر تہے لیکن تاہم یہ ایک بڑے قبیلہ کے رئیس تہے۔ اب یہ سمجہنا آسان تہا کہ حکومت کے ساتہہ تالی بجانیوالے کسی شخص خاص کے نوکر نہین ہوا کرتے۔ وہ اختیار اور ہوا کے غلام ہین۔ درانحالیکہ وہ جو قبیلہ کے عہد اور قرابت کے پاس سے لڑنے کو آمادہ ہوتے اُنکا جوش اور اخلاص بدرجہا زائد ہوتا۔ اب ہر شخص کو تصفیہ کا اختیار ہے کہ یہ احتیاط دین مین خلل پڑنے دینے کی وجہ سے تہی یا مخدوش تجربہ سے گریز تہی۔ کہ ان کے اقرار بیعت کے لئے اپنے اختیار مین رعشہ نہ پیدا کرو جس سے لوگون کے خیال بدلنا شروع ہون۔ درانحالیکہ یہ پہلے اختیار چہین لینے کی لئے کوئی عملی کوشش نہین کرتے بلکہ صرف پر وقار کنارہ کشی چاہتے ہین مصلحت بہی ہے کہ انھین اِنکے حال پر چہوڑ دو۔ اور کہدو کہ اگر تم بیعت نہ کرو تو تمپر کوئی تکلیف نہین ہے۔

بیعت کا تشدد بنی ہاشم کے لئے حفاظت کا مسئلہ ہو جاتا جو حکومت کیلئے رسول کی رحلت کے قریب زمان سے مخدوش تہا۔

تمنے غالباً غور کیا ہوگا کہ سعد ابن عبادہ کو کونسا جن اور کیون قتل کر سکتا تہا۔ یقیناً کوئی جن خلافت کا رقیب نہ تہا۔

سعد کا قاتل جن۔

علی کے بیعت نہ کرنے کا اثر سوچنا مشکل نہین ہے۔ سرور عالم کی رحلت کے بعد فوری جوش یا تجاہل نے کچہہ ہی کیون نہ کرالیا ہو لیکن ایک مضبوط اہر ہر شخص اپنے دماغ سے ٹکراتی ہوئی محسوس کرتا ہوگا جسوقت سُنا اور دیکہا ہوگا کہ زوج بتول مرعوب نہین ہوا۔ علی اس سے نہ صرف اپنی جگہہ قایم رہے بلکہ اپنے

علی کے بیعت نہ کرنے کا اثر۔

تمام گذشتہ وقار کو اپنی پہلی شان سے لوگون کی نظر وںمین قایم رکھا بلکہ اس استعجاب اور حیرت نے انہین اور اضافہ کیا کہ ایسے امتحان خیز وقت مین بہی اُن پر کوئی اثر نہ ہوا! اس سے علی لوگون کے دل اور دماغ پر بیٹھ گئے کیا ہوا اگر لوگ حکومت پر بیٹھے۔ اس سے علی بجائے خود ایک مرکز ہو گئے جدہر لوگون کی نگاہین اُٹھ سکتین اور انکی ذاتی قابلتین کھینچنے مین مدد دیتین۔ واقعات ہین جنکے منھ مین یہ زبان ہے کہ حکومت بھی کبھی کبھی شستہ نگاہین ہٹا کر انکی طرف اس نگاہ سے دیکھتی تہی کہ اس وقت تمہاری ضرورت ہے۔ لوگ بھی اسے دیکھتے تہے۔ اور اب علی کے وقار مین روحانی زیادتی ہوتی جاتی تہی۔ یہ واقعہ تھا کہ لوگ پیٹ بھرنے حکومت کے پاس جاتے تہے اور تمام دقتون مین اُنکے حافظہ مین اس احساس کی گدگدی ہوتی ہو یا نہ ہو کہ علی ہمارے دماغ مین بیٹھے ہین۔ لیکن موقع کی چھیڑ اُنہین بغیر یاد دلائے نہ رہ سکتی تہی۔

چھوٹی بات نہ تہی کہ لوگ یہ جانتے کہ علی کو حصول خلافت کا حق اور قابلیت ہو لیکن وہ خاموشی مین اسلئے کہ امت بھوکے بھیڑیون کی طرح ایک دوسرے کی جان پر حملہ نہ کرے اور امن فساد سے مبدل نہ ہو جائے۔ ہم کوئی ایسی بات اپنی طرف سے نہ کرین جو اسلام کے حق مین مضر ہو اور نقص امن کہا جا سکے۔ وہ جانتے اور حیرت اُنھین گھیر لیتی کہ علی کسی ایسی لڑائی کے مخالف ہین جس مین مسلمان ایک دوسرے پر جرأت نمائی کرین جیسے حکومت اِن لفظون مین ظاہر کرے کہ "علی آجکل بکمال احتیاط کرتے ہین اگر خدا نخواستہ وہ نہ گئے یا اُن لوگون نے کفر و اسلام مین توقف کیا تو پھر کوئی لڑنے نہ جائیگا مگر مجبوری سے"۔ علی اپنے اختیار مین بہی صاحب اختیار دکھائی دیتے ہین جہان ایک فعل کے لئے اُنکا اقدام نہ کرنا لوگون پر یہ اثر کرتا ہے کہ کوئی اُس فعل کے لئے بجز مجبوری کے اور کسی طرح آمادہ نہ ہوگا۔ یہ واقعہ آزادی اور مجبوری کا فرق بہی دکھاتا ہے۔ جناب امیر کو مانعین زکوٰۃ پر نہ بھیجنے کی اس مصلحت کا سمجھنا بہی مشکل نہین ہے کہ وہ اُن لوگون پر نہین بھیجے جا سکتے تہے جو اُنکے حقوق کی تائید کرتے ہین۔ یا لوگ ہین جو موجودہ حکومت کے مخالف ہین ہو سکتا ہے کہ وہ علی کے طرف کھنچین۔ تیسرے یہ کہ علی کی ماتحتی مین ایسے وقت ایک فوج دینا مخدوش ہی۔

یہ واقعات مین نے اِس امر کے سمجھانے کے لئے لکھے ہین کہ اہلبیت پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کیگئی اور انکے موروثی حقوق سختی سے کچلے گئے۔ یہ بہی میری غرض تہی کہ باوجود تغیر حکومت کے ایسی مثالین دیجا سکتی تہین کہ بیعت نہ کیجائے اور نہ کرائی جائے اور اس سے یہ کہنے کی غرض تہی کہ اِن واقعات کو حسین نے دیکھا یا سنا تہا جسے آگے چلکر اُنکی بڑہتی ہوئی عمر نے سمجھایا اور حالات سے طبعی مس ہوا۔ اور یا اب

مؤلف سیرۃ الفاروق کا ایک اصول۔

دوم کے واقعات اور اُسکے نقشوں سے یہ دکھانا اور سمجھانا مقصود تھا کہ کس طرح حسین ستّا برس کے سن میں اپنے حق سے محروم ہوئے جو اُن تک پہونچتا۔ صاحب سیرۃ الفاروق مسئلہ خلافت کا ذکر کرتے ہوئے حسنین اور اُنکی اولاد کو وارث قرار دیکر کہتا ہے کہ "بلاشبہہ عرب کیواسطے یہ سب سے بہتر اصول ہوتا"۔

انصار نے رسول کے احسان کا فاطمہ کو کیا جواب دیا۔

اِس باب کی آخری بات پر اب توجہ دلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہماری خزادی نے جو پہلو اختیار کیا اُس نے لوگوں میں ذہنی ہیجان پیدا کرنے میں کہانتک اثر کیا۔ انصار ہماری خزادی کے پدر عالی مقدار کا یہ مشہور مخاطبہ بھولے نہ ہونگے کہ "اگر لوگ ایک طرف جائیں تو ہم اودھر جائینگے جدھر اے انصار تم جاؤ"۔ آج یہ دیکھنا تھا کہ خزادی باپکے سوگ میں اُن سے استعانت کرنے کیلئے آنے پر مجبور ہو۔ انصار نے کیسی ہی معذوری کیوں نہ ظاہر کی ہو لیکن اُنکی پیشانیوں پر شرم کی نمی پیدا ہوئے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔ اور کم سے کم وہ یہ سوچتے ہونگے کہ غفلت میں ہم نے یہ خیال نہ کیا تھا کہ بنت رسول ہمارے سامنے اسطرح کھڑی ہوجائینگی اور گویا پوچھینگی کہ کیا تمھیں یہی کرنا چاہئے تھا۔ کیا ہمنے تمہارے ساتھ کوئی بُرائی کی تھی؟ ہمیں کیوں ضعیف و حقیر کردیا؟ تمنے کیوں منھ پھیر لئے؟

کیا مورخین کو بنت رسول کا یہ فرمانا معلوم ہوتا بغیر اُن لوگوں کے سُنے ہوئے جو اُس وقت موجود تھے کہ "بابا ہمنے آپ کے بعد کیا کچھ نہ دیکھا"؟ لوگوں نے نہ آنکھوں پر پٹی باندھی تھی اور نہ کانوں میں روئی رکھ لی تھی جو اُنھیں نہ معلوم ہوا ہو کہ جناب فاطمہ زہرا کو اُنکے پدر بزرگوار کی میراث نہ ملی!

ہوسکتا ہے کہ ہمارا زمانہ ذکیہ کے اس فرمانیکے اثر کا پورا اندازہ نہ کرسکے کہ میں ہمیشہ بددعا دونگی لیکن اُن پر اثر کا خیال کرو جنہوں نے رسول کے زبان سے سُنا تھا کہ فاطمہ کی خوشی میری خوشی اور اُسکی ناخوشی میری ناخوشی ہے جسنے اُسے رنجیدہ کیا اُسنے مجھے رنجیدہ کیا۔ جواب یہہ سُنتے ہونگے کہ بنت رسول کو ناخوش کرنے کے بعد لفظوں سے تسکین دینے کی کوشش کیگئی اور اُنھوں نے نہ جواب سلام دیا اور نہ دیوار کی طرف سے منھ پھیرا۔

تاکید جس سے شعر سمجھ میں آتا ہے۔

قصہ کو یہیں ختم ہونا تھا۔ بلکہ غم اُس سے زیادہ تھا جسے ذکیہ کا جسم اقدس برداشت کرسکتا۔ علیل ہوئیں اور لوگوں سے شعر اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُنھوں نے خبر علالت چھپانے کی تاکید کی ہم تمہاری ہمدردی اور عیادت نہیں چاہتے۔ ہمیں غم کرنے دو۔ ہمیں مرنے دو۔ ہماری لاش کے قریب نہ آؤ۔

عیادت کرنیوالی عورتین کیا سنتی ہین اور اسکا اثر

علالت بڑھ گئی۔ مہاجر و انصار کی عورتین کسی طرح قریب پہونچگئین لیکن یہ سُننے کے لیے کہ "بیزار ہوتی
تمہارے مردون سے مین نے ترک کیا اُنہین قبل اسکے کہ انکی آزمائش کرون اور بیزار ہوئی مین اُن سے
بعد امتحان کے اور دریافت اور مشاہدہ کرنے انکی خصلتون کے"۔ اس لئے آئین کہ عیادت کے رسمی
الفاظ منہ مین گم ہوجائین اور اپنے مردون کے "اضطراب رہ آئے" کی ملامت سُنین۔ اور اسپر غور
کرین کہ خلافت اُنلوگون سے دور ڈال دی گئی جو کو ہپاڑے استوار رسالت اور اساس نبوت
ہین۔ اور یہ موقع ضائع کیا کہ سہولت سے راہ حق مین لیجائے جاتے۔ اور یہ سب دشمنی اس لئے کہ علی سے
جہاد کا انتقام لیا گیا۔

مردون مین شرم کا ہیجان

شرم اور غیرت مین ڈوبی ہوئی عورتین اپنے مردون کے پاس پہونچین اور وہ سب باتین بیان
کین۔ مجھے یہ کہدینا ہے کہ سننے اور بیان کرنے والیان سیماب خصال عرب کی مائین تھین جنکی حمیت
اور غیرت مشہور ہے۔ جنہون نے اپنی آنکھ اور کان سے گذرتے ہوئی یادگار رسول کو یہ غم انگیز باتین
بیان کرتے سُنا تھا جسے اب انہون نے اپنے گھرون مین دُہرایا۔ اثر کو سوچو اور فوری نتیجہ یہ دیکھو کہ لوگ
بنت رسول کے در دولت پر کھڑے ہوئے عذر کررہے ہین کہ "اے سیدۃ النسا اگر ابو الحسن ہم سے ذکر کرتے
اس امر کو قبل استوار کرنے ہمارے عہد کے تو ہم عدول کرتے"۔ اور جواب یہ سُنتے کہ "مجھسے دست بردار
ہو اور اپنے کو مجھسے باز رکھو کہ تمہارا عذر قبول نہین ہے"۔ یہان تک کہ چند ہی روز کے بعد سنتے کہ بتول عذرا
خاک مین چھپا دی گئین اور ہر شخص کہتا اور ایک دوسرے پر تاسف کرتا کہ "رسول نے صرف ایک دختر
چھوڑی تہی۔ حیف ہے کہ وہ رحلت کرے اور دفن ہو اور ہم لوگ نہ وقت وفات حاضر ہون نہ نماز پڑہین
اور نہ دفن مین شریک ہون"! قیاس نہین کیا جاسکتا کہ یہ باتین بغیر گہری لکیر ڈالے ہوئے گذر گئی ہونگی

جناب امیر کسی موقع کو کام مین نہین لاتے اور کیون۔

علی کی ذات نے اپنی روش سے اگر اہلبیت رسول کی ذات۔ قابلیت خدمت اور حق کی طرف بیکسی ہوئی توجہ
کو کھینچا تو جناب فاطمہ یعنی رسول کے خون نے لوگون مین رحم۔ ہمدردی اور جوش پیدا کیا۔ کیا ہوتا اگر
جناب امیر اُس وقت تلوار سے استغاثہ کرتے۔ لیکن جناب امیر اس سے بالاتر تھے کہ وہ ان چیزون کو
حصول اختیار کے لیے مدد کو بلاتے۔ کافی تہا اُن کے لئے کہ وہ اپنی جگہہ چھوڑ دیئے جائین اور کسی کے
فعل کے ذمہ دار نہ ہون۔ انہین ترتیب قرآن کی فرصت ملے اگرچہ عالم کی بدنصیبی ہے ایسے موقع پیش ہون
کہ باوجود اس علم کے کہ جناب امیر نے قرآن جمع کیا ہے لوگ اُس سے اپنے کو مستغنی سمجھین۔ اور آیندہ کوئی

معترض یہ کہہ سکے کہ قرآن من حیث الترتیب قابل اعتراض ہے۔ بغیر یہ جانے ہوئے کہ موجودہ قرآن
کی ترتیب کا کون ذمہ دار تھا۔

فاطمہ کی رحلت اُس تسکین کا عدم تھا جو ہجوم غم میں راحت تھی

علی کا وہ یادگار موقع تم بھولے نہ ہوگے کہ وہ ایک وفد کے مقرب سے کسی انصار کے باغ میں فرماتے
ہیں کہ تونے اُس چیز میں حرکت دیدے جو ساکن تھی۔ اور سوتے ہوئے خیال کو جگا دیا۔ آج وہ
خوشگوار دور دورہ تھا کہ جناب رسالتمآب زوجیت کا افتخار عطا فرمائیں آج یہ دھڑکن تھی کہ رسول کی یادگار
نشانی خاک کے سپرد ہوا چاہتی ہے۔ ان تمام روح فرسا صدموں میں جس تنہا ذات سے تسکین ہے وہ
بھی رخصت ہو رہی ہے۔ یہ علی کی حالت ہو کہ عبا پھینکدی۔ عمامہ اُتار دیا اور بند قبا کھولنے لگے۔ اُسرہانے
بیٹھکر رخصت ہونیوالی کی آنکھ میں آنسو دیکھے۔ وجہ پوچھی اور جواب ملا کہ اُن ظلموں پر روتی ہوں جو
تم پر میرے بعد ہونگے۔ میرا تصفیہ ہے کہ اِس صبر شکن فقرہ کے سننے کے بعد علی میں ضبط اور صبر نہیں رہ سکتا
تھا۔ محبت کرنے والا اُس وقت کے لئے رو لیتا ہے جب وہ نہ ہوگا۔ محبت دم توڑ رہی تھی۔ محبت کی
تصویر آنکھوں کے سامنے مٹ رہی تھی۔

دارالنبوت دار الحزن تھا۔

کوئی گھر آجکے دن دارالنبوت سے زیادہ محزون نہ تھا۔ جہاں سات آٹھ برس کے دو بچے جو ابھی ابھی
دو ڈھائی مہینہ قبل نانا کو رو چکے ہیں آج ماں کو رو رہے ہیں۔ رخصت ہوتی ہوئی ماں کو اس سے
تسکین نہیں ہو کہ کون میرے بچوں کی خبرگیری کریگا جسمیں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں زینب اور ام کلثوم بھی ہیں
وہ افسوسناک وقت آیا کہ جناب امیر سر خاک پر رکھدیتے۔ بچے آخری مرتبہ ماں کو چومتے اور سینہ پر
لوٹتے اور اسماء بنت عمیس آخری مرتبہ الصلوٰۃ یا بنت رسول اللہ کہتی۔ علی واقعہ خوانی کر رہے تھے
جہاں فرماتے تھے کہ یا رسول اللہ آپکی دختر پاکیزہ گوہر کے انتقال سے میرا صبر کم ہوگیا۔ علی فرما رہے تھے۔
اور یہ انکا صبر تھا جو کم ہو رہا تھا!

فاطمہ کی رحلت کے بعد علی کو کن باتوں کا سامنا تھا۔

تمہیں یہ فقرہ یاد ہوگا جو حکومت کی زبان سے ادا ہوا تھا کہ "جب تک فاطمہ اُنکے پہلو میں ہیں ہم
کبھی نہیں (علی کو) مجبور نہ کرینگے"۔ یعنی گذشتہ تمام صدموں کے علاوہ جناب امیر کو اب اس تردد کا
سامنا تھا کہ بقول صواعق "عزّو جاہے کہ بواسطہ حیات حضرت خیر النساء نزد مردمان بود" اب اس
منزلت کا وسیلہ نہ رہا جس کا علی کے پاس رہنا یہ معنی رکھتا تھا کہ حکومت کو اب وہ وقت ملا کہ اپنے طرز
عمل سے علی کے وقار کو عامہ ناس کے دلوں سے زائل کرنیکی کوشش کرے۔

باب سیوم

رسول اور اہلبیت کے نام حقوق وغیرہ کو زائل کرنیکی کوششین (غفلت)

رسول کے بعد دور حکومت مین توجہ کے قابل نام۔

مین نے ابھی اس امر پر توجہ نہین دلائی کہ حکومت کے نئے دور مین کون سے عمال توجہ کے قابل ہین مجھے صرف انھین سے تعلق ہے جو گذشتہ زمانہ مین اپنے کسی خاص میلان یا آیندہ زمانہ مین ایسی ہی حالت کیلیے مخصوص ہوئے ہون یہ کہا گیا ہے کہ زیاد ابن لبید وہ شخص تھا جس نے نہ صرف ابن ابو عمامہ کی تائید کی بلکہ حضر موت مین شورش کی تحریک کا بھی باعث ہوا اور آیندہ جو لوگ قبیلہ کندہ سے لڑنے کے لیے بھیجے گئے وہ عکرمہ بن ابی جہل اور مہاجر بن اُمیہ تھے۔ عموماً مانعین زکوٰۃ کی قسمت خالد ابن ولید کے سپرد کیگئی۔ عمر ابن العاص قضاعہ سے لڑنے بھیجے گئے۔ اور کچھ دنون کے بعد فلسطین انکا مرکز ہو گیا۔

آگے چلکر شام کی فوجکشی مین نہ صرف متذکرہ صدر لوگ دکھائی دینگے بلکہ ابو عبیدہ جراح۔ یزید ابن ابو سفیان۔ خود ابو سفیان۔ شرجیل۔ ذو الکلاع اور ولید بن عقبہ بھی دکھائی دینگے اور معاویہ ابن ابو سفیان اپنے بھائی یزید کی مدد کو بھیجا جائیگا۔

دیوانی کے عہدہ ن مین ابو عبیدہ بیت المال پر۔ ابن الخطاب قضا پر مامور دکھائی دینگے۔ اور خولان پر یعلی بن اُمیہ۔ زبید اور زمعہ پر ابو موسیٰ اشعری عامل ہونگے۔

پہلی خلافت مین حضرت عمر کا رسوخ۔

پہلے دور خلافت سے ابن الخطاب کے تعلقات سمجھنے مین اس سے لطف حاصل ہوگا کہ زبرقان اور اقرع جس وقت بحرین کیلیے خلیفہ سے ایک عہد نامہ لکھوا کر ابن الخطاب کی دستخط سے تصدیق چاہتے تھے انھوں نے اُس عہد نامہ کو چاک کر ڈالا۔ اس معاملہ مین طلحہ ابن عبد اللہ درمیانی آدمی تھے۔ بقول ابن خلدون "طلحہ کو بجید برافروختگی پیدا ہوئی۔ ابو بکر کے پاس آئے اور کہا انت الامیرام عمر؟ ابو بکر نے جواب دیا عمر غیران الطاعۃ لی"۔

عاملون اور عہدہ دارون کے نام لینے سے میری غرض یہ نہین ہے کہ خلیفہ نے اُن لوگون کو دستہً

عہدون پر مقرر کیا جنہون نے اُنھین مدد دی تھی اور آیندہ سنبھالنے کی اُمید ہوسکتی تھی بلکہ مین
اُن لوگون کے نام کے اُن عناصر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہون جو ایک زمانہ تک رسول خدا سے
مسلسل جنگ کے لیئے اُبھارے رہے - نہ مین اس کہنے سے یہ سمجھانا چاہتا ہون کہ مجھے اُنکے مسلمان
ہوجانے سے کوئی شکایت ہے اور مین اُنکے اُس گذشتہ کا زمانہ تعدی پر طنز کر رہا ہون - یا اُنھین
اُس جرم کا مستوجب قرار دے رہا ہون جسے اقرار اسلام نے دہو دیا - بلکہ مین اس سے یہ سمجھانا چاہتا
ہون کہ آیا یہ سوچنے کی گنجایش ہے یا نہین کہ اگرچہ یہ لوگ بادی النظر مین اصولاً مسلمان ہوگئے مگر
انمین عرب کا انتقامی عنصر بھی بجھ گیا یا نہین - جسکی واضح مثالین آئینگی -

نام لینے سے مؤلف کی غرض -

انتقامی خاصیت کسپر برانگیختہ ہوسکتی تھی ؟

انتقامی عداوت مین ایک مدد -

صورت معاملہ اس سے اور پُر پیچ ہوجاتی ہے کہ یہ انتقام یا رسول کی ذات سے مخصوص ہوسکتا تھا
یا اُس سے جس نے سرداران قریش کو معرکہ ہاے جنگ مین قتل کیا - رسول سے کوئی منتقمانہ اقدام اور
علی سے رسول کے زمانہ مین ایسا ہی اقدام قریب قریب ناممکن تھا لیکن اب حالت یہ پہونچی تھی کہ
وہ جو خلافت کے لحاظ سے خلیفہ کا رقیب تہا وہی اُنکے انتقام کا مرکز تھا جو اگرچہ خلیفہ نہ تھے مگر خلیفہ
کے مویدین تھے یا ہوگئے تھے یا بنائے گئے تھے -

موجودہ نظام حکومت مین ترتیب جماعت دوسری نہ ہوسکتی تھی

کہا جاسکتا ہے کہ ان عمارتون کی تقرری اس لئے نہ تھی کہ وہ کوئی نئی تحریک مخالفت کرین یا پُرانی
عداوتون کو زندہ کرین جو گذ چکے تو صرف اس فطری میلان طبیعت سے بحث ہے جو ایسے مواقع پر ظاہر
ہوتا ہے اور قدر مشترک پر جمع ہونا قرین مصلحت سمجھا جاتا ہے - امید نہین کیجا سکتی تھی کہ آپس کی ہمدرد جماعتین
اُسکے علاوہ کوئی اور ترتیب صورت اختیار کرتین جو دکھائی دی جس طرح یہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ
اگر علی خلیفہ ہوتے تو ترتیب جماعت کے عنصر دوسرے ہوتے یا جماعت مخالف افراد سے مرکب ہوتی - اور نہ
اُس ترتیب جماعت کے بعد جو ہوئی اُسکے علاوہ کوئی نتیجہ سوچا جاسکتا تہا جو نہ صرف اس وقت بلکہ اسکے
کچھ پہلے سے ایک صورت اختیار کرتا جاتا تہا اور اسمین پہچاننے کے قابل نشو ونما ہوتا جاتا تہا -

بنی ہاشم کے مخالف خاندان کے خریدنے بلکہ قوت دیکر جانبکے معنی -

اگر افعال سے غرض سمجھی جاسکتی ہے تو غالباً ابوسفیان کی مثال کافی ہے کہ وہ شخص جو دوسرے فریق کو
قوت دار مدد دینے پر آمادہ تھا وہ اور اُس کے لڑکے اسلئے خرید لیے گئے کہ نہ اُنھین مخالف امورات کے
سوچنے کی مہلت ہو اور نہ وہ آیندہ ہمارے خلاف ہمارے رقیب سے سلسلہ کلام جاری رکھین اس طرح
اُمیہ کے خاندان کو جو بنی ہاشم کا مخالف تہا وہ بنیاد ملرہی تہی جسپر آیندہ اپنے کو مضبوط کرے - یعنی

بنی اُمیہ کا موقع اس وقت یا اسکے بعد بنی ہاشم سے تو بالکل ہی آزاد اور دنیاوی حیثیت سے زیادہ دوستدار ہوگیا بلکہ اس خیال نے کہ حکومت نے بھی ہمیں اپنا مددگار سمجھا یا بنایا اُنھیں حکومت کا کوئی مشکور خادم نہ بنایا۔ اور اُنھوں نے آیندہ اپنے لئے میدان صاف دیکھا۔

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ علی کی غیر مخالفانہ مصلحت کس درجہ مفید ہوئی۔ علی نے اپنی روش سے نہ صرف حکومت کے جوش مخالفت کو فرو کر دیا بلکہ اُسے اطمینان ہوگیا کہ وہ مجھ سے کچھ نہیں چاہتے کہ مجھے بیعت کر لیکے ہیں اس امر کا حلیف قرار دو کہ ہم تمہارے افعال کے ذمہ دار اور شریک ہوں۔ بیعت نہ کرنیکے اعلان کا جو اخلاقی فائدہ تھا غیر مخالفانہ روش اُس کا دوسرا اقدام تھا۔ یعنی وہ لوگ بھی جو حکومت کے خوف سے علی سے قطع تعلق کر دیتے اب حکومت کا جوش مخالفت نہ دیکھکر سلسلہ ارتباط قایم کرنے میں متوحش نہ ہو سکتے تھے۔ یہ حالت علی کے موافق جماعت تیار کرنے میں ایک بڑی مددگار ہوئی جو آیندہ موقع پر علاًدکھائی دیگی۔

ان واقعات کے تذکرہ میں اب ہم سنہ تیرہ ہجری کے ماہ جمادی الثانی تک پہونچ جانے میں جس میں ہمارے ہیرو کی عمر دو مہینہ کم تو برس کی ہوئی ہے۔ وقت یہ ہے کہ خلیفہ علیل ہیں اپنا جانشین مقرر کیا چاہتا ہے۔ اور مورخین تالیاں بجا رہے ہیں کہ کیا انتظام کیا ہے۔ اور ایک شاعر بھی شبلی صاحب کا ایسا ذی ہوش ہوا ان فقرات سے خیر مقدم کرتا ہے کہ "حضرت ابوبکر صدیق کے بعد شاید بنو ہاشم کے دعوے نئے سرے سے پیش ہوتے لیکن حضرت عمر کی باضابطہ ولیعہدی نے اس کا موقع نہ دیا"۔ (المامون بالکل) کون ہے جسمیں حافظہ ابھی صحیح حالت میں ہے اور جسے گذشتہ جمہوریت کی جھنکار سُنی ہے وہ اس باضابطگی کے مصنف اور تائید کرنے والے مورخ دونوں کے طرز عمل سے حیرت میں ڈوب جائے گا۔ اور سوال کریگا کہ جمہوریت کی وہ فریفتگی کہاں گئی جس نے ایسی طرز عمل کو رسول کے انتخاب پر مقدم رکھا۔ ابھی کے نون ہوئے ہیں کہ ثقیفہ کا میدان جمہوریت کے ادعا کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا۔

زیر بحث زمانہ اس اصول کے اندر ہی نہیں آسکتا کہ جمہور نے کسی خلیفہ کا انتخاب چاہا تھا اور جمہور نے واقعی جمہوری انصاف اور طریقے سے منتخب کیا تھا۔ دویم یہ کہ اسی زمانہ میں اس سے روشن تر کوئی امر نہیں دکھائی دیتا کہ بعض لوگ تھے جنہوں نے کچھ لوگوں کے خیال اور عمل پر قبضہ کر لیا۔ جسکی غرض اور اخلاقی شان سے کافی بحث کیجا چکی۔ اور جب کچھ جماعت تیار ہوچکی جسے دیکھکر جمہور

بنی اُمیہ حکومت کے مشکور خادم نہ رہے
علی کی غیر مخالفانہ روش نے کس درجہ مفید اثر کیا
جمادی الثانی سنہ ۱۳ھ
خلیفہ ثانی کے طریقہ انتخاب کے متعلق ایک سوال
یا خلیفہ سازی کی دوسری صورت تصنیف ہوئی
جمہور کی مقصود کیا تھا

مخالفت کرنا خلاف مصلحت سمجھتے تھے تو اسے عام اجماع قرار دے لیا گیا۔ یہ صورت حقیقت مین خاموش رہنے
والون کی تعریف ہے نہ اُنکی جنہون نے جماعت سازی سے امن شکنی کا سامان مہیا کیا۔

اصول مین ترمیم ہوگئی۔

مجھے تو اسوقت صرف اُن مورخین اور حضرات کی خاموشی سے شکایت ہے جنہون نے یہ اصول قرار دے
لیا تھا۔ کہ حالت مرض مین مریض کو وصیت کرنے دینا اُسے "تنگ" کرنا تھا۔ یا تکلیف دینی تھی۔ لیکن اب تو یہ
اصول قابل عمل تھا کہ "مستغنی بودی ازین باز خواست چون کار بمراد ماست"۔

بیماری مین تفویض اختیار۔

واقعات یہ ہین کہ جب خلیفہ علیل ہوگئے تو بقول ابو اعدا اُنہون نے حضرت عمر کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھا دیا
کرین اور خلافت بھی اُنکے سپرد کی تھی" طبری مین ہے کہ" اندران بیماری ابوبکر رضی اللہ ہمہ روز در غم کار
مسلمانان بود کہ از پس خویش کرا خلیفہ کند پس رائش بر عمر رضی اللہ قرار یافت"۔ اسی مورخ کے موافق

عمر کے متعلق رائے لیجاتی ہے۔

خلیفہ نے عبدالرحمن بن عوف اور عثمان ابن عفان سے ابن الخطاب کے متعلق صلاح کی۔ ابن عوف نے
ابن الخطاب کو "درشت اور تنگدل" کہا۔ خلیفہ نے ان لوگون سے یہ بھی تاکید کی کہ کسی سے کہنا نہین ترجمہ

بصیغہ راز صلاح

ابن خلدون کے نوٹ مین ابن اثیر سے نقل کیا ہے کہ خلیفہ نے عبدالرحمن ابن عوف سے صلاح لی اور ابن
عفان سے پوچھا جس مین آخر الذکر نے کہا کہ "عمر کا باطن ظاہر سے اچھا ہے" ابوبکر نے یہ سنکر دونون
آدمیون سے اخفار راز کو کہا۔ اس اثنا مین طلحہ بن عبداللہ آگئے۔ ابوبکر نے اُن سے کہا کہ مین نے لوگون پر
عمر کو اپنا خلیفہ کیا۔ طلحہ نے جواب دیا کہ عنقریب تم اللہ تعالےٰ سے ملاقات کرنے والے ہو تم سے اللہ پوچھیگا
کہ تم نے رعیت کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ ابوبکر نے کہا مجھکو اُٹھا کر بیٹھاؤ جب لوگون نے انکو اُٹھا کر بیٹھایا تو
یہ جواب دیا کہ مین جب اپنے رب کے سامنے جاؤنگا اور وہ مجھ سے دریافت کریگا تو مین کہدونگا کہ تیری
مخلوق پر مین نے تیرے بہترین مخلوق کو مقرر کیا ہے طلحہ یہ سنکر خاموش ہورہے۔ بعد ازان عثمان کو عہد نامہ

خلافت کے متعلق لوگونکی رائے لینے کے قبل ہی اپنا اظہار رائے۔

لکھنے کا حکم دیا۔ ابوبکر شدت علالت کی وجہ سے رک رک کر بولتے جاتے تھے اور عثمان لکھتے جاتے تھے۔ جب
عہد نامہ لکھا گیا تو اُس کو لوگون مین پڑھے جانے کا حکم دیا اور خود باہر آکر لوگون سے مخاطب ہوکر
کہا کیا تم لوگ راضی ہوتے ہو اِس شخص پر جس کو مین نے اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ بیشک مین نے خلیفہ نہین
بنایا اپنے کسی عزیز و قریب کو مین نے اپنا خلیفہ بنایا ہے تمپر عمر کو پس اِسکا کہنا سُنو اور اسکی
اطاعت کرو"۔

صاحب صواعق محرقہ واقدی سے روایت کرتا ہوا ابن عوف سے یہ جواب دلاتا ہے کہ "از عالی

ابوبکر عمر سے خلوت میں چند وصیتیں کرتے ہیں۔

لسیکہ از من سوال بکنی تو عالمی بحال وے از من"۔ اسی کتاب مین ہو کہ "بعد ازان امر فرمود تا عہد نامہ را مُہر کردہ بیرون بردند و مردم بیعت کردند و بدان راضی شدند و ابوبکر عمر را در خلوت طلب کردہ وصیتے چند فرمود"۔ اسی کتاب مین نہایت خوش مزہ یہ مضمون ہے کہ جسوقت ابوبکر لوگون سے پوچھ رہے تھے کہ "آیا میرے عہد پر راضی ہو"۔ یہ سُنکر حضرت علی ابن ابیطالب نے فرمایا کہ "راضی نیستیم مگر آنکہ این شخص تو در حق عمر بودہ باشد"۔ اس لطیفہ کو اسی دوسری صورت سے ہمنے کہین دیکھا ہے کہ جس وقت سربمہر لفافہ سامنے آیا تو جناب امیر نے فرمایا کہ "مین راضی ہون اگرچہ وہ عمر ہون"۔

لطیفہ

ابن حجر کے موافق حضرت عمر اور ابوبکر کے وجوہات فضیلت۔

صواعق محرقہ مین منجملہ اُن وجوہات کے جنسے ابن الخطاب کو لوگون پر فضیلت دیگئی ہے ایک یہ ہے کہ اُنھون نے بیعت ابوبکر مین اجتہاد کیا اور وہ پہلے شخص تھے جنھون نے ابوبکر سے بیعت کی"۔ جس طرح حضرت ابوبکر کی سائر ناس پر تفضیل شجاعت کے لئے حضرت علی سے یہ روایت لائی گئی ہے کہ "از جملہ شجاعت ابوبکر قتال بود با جماعتے کہ منع زکوٰۃ کردند"۔

حضرت ابوبکر اور عمر کی معاملت۔

یہ سوچنا کہ ابن ابوقحافہ نے ابن الخطاب کو خلیفہ کیا میرے نزدیک کسی حدتک آخر الذکر کے ساتھ ناانصافی ہے۔ جن وجوہات سے کیون نہ ہو میرے اثر کے موافق ابن الخطاب نے خلیفہ کی مرضی یا عدم مرضی سے اپنا موقع ایسا بنالیا تھا جو بجائے خود اگر ایک وقت مین دوسرا خلیفہ نہ کہا جاسکے تو شکستہ سمجھنے مین کچھ سخاوت کا زیادہ مصرف نہین ہے۔ اور بغیر ایک دوسرے کے درگذر کے چارہ بھی نہ تھا۔

خلیفہ کے ہوتے ہوئے ابن الخطاب کا آزادانہ نفاذ اختیار اس مثال سے موید ہے کہ اُنھون نے ایک ایسے عہدنامہ کو جس کی حکومت کی زبان سے تصدیق کی تھی بے دقعتی کے تابع کردیا۔ جسنے یہ سوال پیدا کرایا۔ کہ ابوبکر خلیفہ ہین یا عمر۔ اور حکومت کو بجز اس تاویل کی کوئی چارہ نہ ہوا کہ اُسے اپنے سر اوڑھ لے۔

خلیفہ اول نے جو کچھ خلیفہ ثانی کے متعلق کیا اُسکی پیشین گوئی نہایت آسان تھی۔

اگرچہ وعدہ کا اعتبار نقص خوردہ کیون نہ ہوتا ہو۔ حضرت ابوبکر نے جو کچھ ابن خطاب کے ساتھ کیا وہ ایسا نہ تھا جو امید کے باہر ہو۔ جبکہ عامۂ انصار کو وزارت کی تسکین دلائی جاسکتی تھی تو اُسکے متعلق تو امید کبھی ٹھوکر کھا ہی نہین سکتی تھی جسنے میدان جیت دیا ہو۔ پھر بھی مین انھین ابوبکر کے سب سے بڑے بے غرض دوستون مین شمار کرنے کیلئے آمادہ نہین ہون۔ میرے نزدیک یہ اشتراک منفعت تھی یا باہمی قوت۔ نہ مجھے یقین ہے کہ اگر بنی ہاشم کا علیحدہ رکھنا قدر مشترک نہ ہوتا تو صورت معاملہ ایسی اسکے علاوہ نہ ہوتی۔

[illegible]

یہ عالتین اور اسکے شکر گذاری اور جزائی احسان مین یہ کر اسکتی تھین کہ کسی معترض کے جواب نیز کر دیں بستر بیماری سے اُٹھ بیٹھتے - لیکن صرف یہی نہین تھا - جواب دینے کے بیہ بیچینی اور آمادگی کی شرح کسی ایسے امر مین چھپی ہے جسے مین نہین جانتا - مین غالباً غلطی نہین کرتا جہان مین بتا با نہ انداز کے پیچھے کچھ ڈھونڈھتا ہون -

تدبیری حجاب کیون تھی

نہ پیسے ہی اسکا تصفیہ ممکن ہے کہ ابن ابو قحافہ کے نزدیک ابن الخطاب سے بہترین خلق ہونیکا کیا معیار تھا شاید یہ ہو کہ وہ اُنکی خلافت کے پہلے صدیق تھے -

دوسری بات اس تقریر کے متعلق یہ ہے کہ اگر ابن قحافہ کو اپنے انتخاب کر لینے پر ایسا ہی وثوق تھا اور وہ اسپر بھی آمادہ تھے کہ اگر خدا پوچھے گا تو ہم جواب دے لین گے تو پھر اُنھین اس تدبیری حجاب کی کیا ضرورت تھی کہ اُنھون نے اپنی ذات اور اُسکے منصب کی مدد سے لوگون کا اقرار حاصل کیا - اُنھین کیا ضرورت تھا جو اُنھون نے لوگون کے اقرار پہ اپنے منتخب کے نام کو مقدم ہز رکھا - اور کیون اہل حل و عقد کے رائے کی ایسی بیوقعتی کی کہ اُنھین آزادی سے بحث کرنیکا موقع نہ دیا بلکہ اپنے انتخاب کو قبول کرلینے کے لیے پیش کیا - شبہہ کے راستے صاف ہین کہ کہین عامہ ناس بھی طلحہ کے زبان مین شکہین کہ "عنقریب تم اللہ تعالٰے سے ملاقات کرنے والے ہو تم سے اللہ پوچھیگا کہ تمنے رعیت سے کیا معاملہ کیا" - اکیلے طلحہ چپ کرائے جاسکتے تھے عامہ ناس کو چپ کرانا مشکل ہوجاتا - اور یہی وجہ تھی کہ ابن عوف اور ابن عفان کو راز کے اخفا کی تاکید کی تھی کہ کہین افشا اقرار کی راہ مین حائل نہ ہو جائے - طلحہ ان لوگون کا جواب بے تکلف نہ تھا - بلکہ یہ بجائے اپنے خود خلیفہ کو ذمہ دار بناتے تھے - ایک صاحب اختیار کے سامنے انکی یہ احتیاط ویسی ہی تھی جیسی عامۂ ناس مین پائی جاتی ہے تاہم اُنکا یہ کہنا کہ "اُنکا باطن ظاہر سے اچھا ہے" باطن کی تعریف ہو یا نہ ہو لیکن ظاہر کی کوئی دلفریب تاثیر نہین ہے -

طلحہ کا تو ناچپ کرانا [illegible] تھا -

ایک فطری سوال اور اسکا حل

ان واقعات کے پڑھنے کے بعد فطری سوال جو ہر شخص کے دل مین پیدا ہوگا وہ یہ ہے کہ ابن ابو قحافہ کو دو برس کی حکومت سے مسلمانون کی اس درجہ فکر ہو کہ وہ بغیر اسکے کہ ایک شخص کو حکومت کا عنان گیر قرار دین اور اُسکے لیے تمام پختگی کر جائین دنیا سے نہ گذرین اور رسول جنہون نے بہت سے ایسے لوگ بنا دیئے وہ اپنے بعد کے لیے اُمت کی عنانگیری کو بھیڑ کی ہوا

کے سپرد کر جائین۔ ابوبکرؓ ایسے شخص کو اپنا جانشین بنائین جس نے اُنکے حق کا بقول مورخین امامت مسجد یا ثقیفہ مین لحاظ کیا اور رسول باوجود ایسے شخص کے ہوتے ہوئے جو اپنی شہ رگ کو رسول کی حیات کا پیش خیمہ کئے رہا اُسے بھول جائین ؟

مؤلف نبی بدلنے کیلئے تیار ہے۔

اگر ایسا تہا کہ نبی عربی سے ابن ابو تحافہ مین بہبودی عامہ اور شکر گذاری یا احسان شناسی کا مادہ زیادہ تہا تو ہم اپنا نبی بدل دینے کے لئے تیار ہین خلافت کیا چیز ہے۔ ہم صفت کے قدردان ہین محض ذات کوئی چیز نہین ہر۔ ہمے کامل یقین ہر کہ یہ حالت قصہ قرطاس کو حل کر دیتی ہے۔

خطبہ شقشقیہ اس نئے انتخاب کے متعلق حسب ذیل عکس ڈالتا ہی۔

جناب امیر انتخاب اور منتخب کر زمانہ کے متعلق

"یہان تک کہ اول تو اپنے راستہ پر گذر گیا مگر اپنے بعد خلافت کے ڈول کو ابن الخطاب کے کنوین کی طرف پہینک گیا.... مگر مجھے تو تعجب اور سخت تعجب ہر کہ وہ جانیوالا اپنی حیات مین بیعت خلافت کے توڑ دینے کا حکم دیتا تہا وہ اقالہ طلب کیا کرتا تھا مگر باوجود اس قول کے اپنے مرنے کے بعد دوسرے کے ساتھہ خلافت کو منعقد کر دیا اور واقعی امر یہ ہے کہ پستان ناقہ خلافت کو دونو نے آپس مین خوب بانٹ لیا۔ افسوس خلافت کو ایک درشت مزاج اور تند خو کے حوالہ کر دیا جسکی زبان کے زخم نہایت سخت اور کاری تہے اور جسکا چھونا بہی ناگوار تھا جسکی گفتار و کردار دونون ناہموار تھین اسکی طبیعت مین سخت لغزش تہین وہ قدم قدم پر ٹھوکرین کھاتا تھا اور پھر اپنی لغزشون پر عذر خواہ بہی ہوجاتا تھا ایسی طبیعت والے کی مثال بالکل اُس شخص کی سی ہے جو کبھی بوجھہ نہ اُٹھانے والے اونٹ پر سوار ہو اگر یہ سوار اُسکی مہار کھینچتا ہے تو اسکی ناک پارہ پارہ ہوتی ہے اور اگر چھوڑتا ہے تو خود گرنے کا خوف ہے۔ حیات خداوندی کی قسم ہے کہ لوگ اسکی سبب سے خبط مین مبتلا ہوگئے ہر اہل و نااہل دینی و دنیوی امور مین رائے زنی کرنے لگا۔ متلون مزاجان دامنگیر ہوگئین اعتراضون کی بوچہار ہونے لگی۔

خلیفہ اول کے زمانہ مین چونکہ امورات انتظامی کی ابتدا یا انتہا کچھہ ایسی بڑی نہ تہی اس لئے اُسوقت تک اس اصول پہ عمل ہو سکتا تہا کہ ملکی اور فوجی عہدے اپنے خاص خاص لوگون کے سپرد کئے جائین۔ خلیفہ ثانی کے زمانہ مین فتوحات کی وسعت نے اس اصول کو سالم رہنے نہ دیا بلکہ اسکی مجبوری ہوئی کہ وہ بہت سے لوگون کو اپنے اعتبار مین داخل کرین۔ تاہم اُنھون نے تغیر عمال مین سب سے زیادہ جو مشہور بات کی وہ یہ تھی کہ خالد ابن ولید کو معزول کرکے ابو عبیدہ جراح کو شام کے لشکر کا سردار

خالد کا عزل اور ا[illegible] کا نصب۔

بنایا۔ بقول ابن خلدون حضرت عمر کا یہ فقرہ توجہ کے قابل ہو کہ "اللہ ابو بکر پر رحم کرے اُنھون نے خالد کو امارت کی پردہ پوشی کر دی"۔ اور پھر لگے آنیوالے زمانہ مین جبکہ خالد کی سپاہیانہ کارگذاریان سنین تو یہ بھی کہا کہ "مین خالد کو اُسکے نفس کا سردار مقرر کرتا ہون اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم کرے وہ مجھسے زیادہ لوگون کو جانتے تھے" خلیفہ ثانی کے ان دونون فقرات کے تضاد پر خیال کرنیکے بعد انکی طینت کے متعلق جناب امیر کا یہ ریمارک سمجھ مین آتا ہے۔ جہان آپ فرماتے ہین کہ وہ اپنی لغزشون پر عذر خواہ بھی ہو جاتے تھے۔ حضرت عمر کا اُس شخص سے ناخوش ہونا جسنے اُحد مین انھین پہاڑ کی طرف جاتے دیکھا تھا اگر محض اخلاقی وجوہات سے تھا تو پھر بادجود اِسکے خالد جیسے مسلمانون کے سپہ سالار کو "اپنے نفس کا سردار" بنا لینا اخلاقی پسند کو ضروریات ملکی کا تابع کر دینا تھا۔ نتیجہ سوچنے کا ہر شخص کو اختیار ہو۔ انکا دورِ حکومت بمقابلہ پیشتر کے اگرچہ اعتبار کی وسعت کے ہے بہت کچھ ممتاز تھا مگر انکے زمانہ مین ایک نئی مصلحت کی بھی ابتدا ہوئی اور وہ یہ تھی کہ عربون کو بمقابلہ دیگر ملک کے مسلمانون کے زیادہ حقوق حاصل تھے یہ نہ صرف اصول جمہوریت کے منافی تھا بلکہ اخوت اور مساوات اسلامی کے توت دار بڑے اصول کو شکست کر دینا تھا جو رنگ اور قوم کا امتیاز درمیان سے اُٹھا دیتا تھا۔

صاحب سیرۃ الفاروق کے موافق انھون نے خلافت کے خطبہ مین کہا کہ "قوم عرب جہدی ہوئی ناک والے اونٹون کی قطار کے مانند ہے جسکی نکیل میرے ہاتھ مین دی گئی ہے"۔ یا عمر عاص سے کہا کہ "اگر قریش کی جماعت تنہا ایک غار مین گھسیگی تو اعرابی وہان بھی اُنکی پیروی کرینگے اور پیچھے پیچھے چلینگے وہ ایک کم حیثیت بھیڑ ہے"۔ حضرت عمر کا یہ فقرہ شاید بجائے میری کتاب کے ناظر کے مصنف صواعق محرقہ کی زیادہ توجہ کے قابل ہوگا۔ جنہون نے جمہور کی رائے مین "عصمت پیدا ہونے پر شدید زور دیا ہے۔

خلیفہ ثانی کا خطبہ اور حسین۔

صاحب تاریخ الخلفاء نے ایک واقعہ لکھا ہے جو اگرچہ زمانہ خلیفہ ثانی کا ہے لیکن اُسکا ٹھیک سنہ نہین بتایا۔ واقعہ یہ ہے جسے ابن عساکر ابو البختری اور وہب ابن وہب مدنی سے نقل کرتے ہین کہ ایک روز خلیفہ ثانی وعظ کہہ رہے تھے۔ اور حسین جو اپنے پدر عالی مقام کے تشریف رکھتے تھے کہ آپنے واعظ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"اُترو میرے باپ کے منبر سے"۔ واعظ نے یہ سنکر جواب دیا:۔

"ہان یہ تمہارے باپ کا منبر ہے میرا نہین ہو" علی نے چشم نمائی کی۔

خان بہادر شیخ احمد حسین صاحب اپنے قابل قدر رسالہ البلاء المبین مین ابن عساکر وغیرہ کے اسناد سے
تحریر فرماتے ہین کہ "امام حسین سے روایت ہے کہ عمر ابن خطاب منبر پر تھے مین بھی چڑھ گیا اور اُن سے کہا کہ میرے
باپ کے منبر سے اُترو اور اپنے باپ کے منبر پر جاؤ۔ حضرت عمر نے کہا کہ میرے باپ کا تو کوئی منبر ہی نہ تہا۔
پھر مجھے اپنے ساتھ بٹھالیا اور جب اپنی قیام گاہ کی طرف گئے تو مجھسے دریافت کیا کہ یہ تمکو کسنے سکھایا تہا
مینے کہا کہ کسی نے نہین سکھایا"۔

سنہ ۱۵ ہجری
ترتیب دیوان۔

ہجرت کا پندرہوان سال شروع ہوا اور اب چونکہ غنائم اور محاصل کی آمدنی اِس قدر ہوگئی تہی
کہ وظائف مقرر کئے جاسکتے لہذا ترتیب دیوان کی بُنیاد ڈالی گئی۔ اِس محکمہ مین جو بات سب سے پہلے مجھے

جُبیر ابن مطعم مہتمم دیوان

متوجہ کرتی ہے وہ جبیر ابن مطعم کا نام ہے۔ تم واقعات خیبر مین پڑھ آئے ہو کہ عثمان ابن عفان اور جبیر
ابن مطعم یہ دو شخص تہے جنہون نے سرور عالم سے عذر کیا تہا کہ خمس محض بنو ہاشم کو دیا گیا۔ وہی جبیر اب
محکمہ مال کا ایک افسر ہے اگرچہ مخرمہ ابن نوفل اور عقیل ابن ابیطالب کے نام بہی ماہرین حساب مین
لکھے گئے ہین۔ ہم ابہی اسپر توجہ دلائینگے کہ اس دور حکومت مین قاعدہ خمس قابل نفاذ سمجھا گیا

رجسٹر مین عباس کا نام پہلے لکھا گیا۔

یا نہین۔ کہا گیا ہے کہ رجسٹر مین نام کی ترتیب اسطرح ہوئی کہ پہلے بنو ہاشم۔ پھر ابوبکر اور پھر عمر کا قبیلہ تہا
بقول ابن خلدون "عمر فاروق نے اسکو ناپسند فرمایا اور ارشاد کیا۔ یون نہین۔ پہلے آنحضرت کے چچا سے
شروع کرو کیونکہ وہ رسول سے زیادہ قریب ہین بعد اونکے درجہ بدرجہ قرب و بعد قرابت کے لحاظ سے ہر
قبیلہ کو لکھتے چلے آؤ اور جب میرے قبیلہ کی نوبت آئے تو مجکو بہی لکھو" ابوالفدا بہی عم رسول کو مقدم
کرنیکے بعد لکھتا ہے "پھر جو قریب تر رشتہ کا رسول اللہ سے تھا اُسکے لئے بہت عطا مقرر کی" بقول ابن
خلدون یا مترجم "عمر فاروق کی یہ تجویز نہایت قابل قدر و لحاظ ہے کیونکہ اگر ترتیب سابق قایم رہجاتی
تو خلافت خود غرضی کا وسیلہ بنجاتی"۔ اور اُسکے بعد "ازواج مطہرات کی تنخواہین دس دس ہزار
مقرر کیگئین اور عائشہ صدیقہ کو علاوہ مقررہ تنخواہ کے دو ہزار زائد دیئے گئے"۔ نوٹ مین یہ بہی

حسنین اور وظیفہ۔

لکہا ہے کہ امام حسن وحسین و ابوذر وسلمان فارسی (رضی اللہ عنہم) کو باستثناء اپنے اہل کے اہل بدر مین
شریک کرکے پانچ پانچ ہزار درہم تنخواہین دی تھین"۔

مُغیرہ ابن شعبہ کی مصلحت دوسری صورت مین کامیاب ہوئی۔

مجھے نہ ترتیب دیوان کی کسی تفصیل سے بحث ہے نہ اُسکے عام اصول سے بلکہ مجھے صرف اس قدر کہنا ہے
کہ مغیرہ ابن شعبہ کی مصلحت ٹھہرائی گئی جو ایک زمانہ مین ناکامیاب ہوئی اُس وقت عباس نے کوئی

وظیفہ اسلئے منظور نہ کیا کہ وہ اظہار حق کے قیمت قرار دیا گیا تہا جسے غالباً اب اسلئے منظور کیا کہ مسلمانونے اپنی فتوحات مین ہمین مسلمان سمجھ کر حصہ دیا ہے اور اسکے عوض مین ہمنے کوئی عہد نہین لیا گیا ہے۔ لیکن بلاشبہہ حکومت کا سیاسی قدم آگے بڑہا جہان اُسے اب اسکا موقع ملا کہ وہ بنی ہاشم مین سے ایک کو پسند کرکے اُسے علی اور مسلمانون کے بیچ مین کھڑا کردے۔ اور اِس طرح گویا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے علی اور آل فاطمہ کی طرف سے چشم پوشی کیلئے ایک مستقل دفتر اور عملی اصول قرار دیا جائے۔ اور کون جانتا تہا کہ یہ اقدام آیندہ بنی اُمیہ کی بنی عباس کے ہاتھون تباہی کا سنگ بنیاد ہوگا۔

بنی عباس کا سنگ بنیاد

اگر عدم مساوات کی ضرورتین تسلیم کیجا سکتی ہین تو پھر یہ بھی کسی طرح قابل عذر نہین ہے کہ بنت ابوبکر کو تنخواہ مین حسنین پر ممتاز کیا مجھے جس قدر کہنا ہے وہ یہی ہے کہ مین صرف نام کی طرف توجہ دلاؤن۔ اُسکی بیٹی جس نے وصیت کی تہی اور کیا کیا نہین معلوم۔ مجھے اُس شخص سے بھی کوئی بحث نہین ہے جو اسے خلیفہ کی انکساری سمجھتا ہو کہ اُنھونے اپنا نام سب کے آخر مین لکھوایا۔ لیکن نہ یہہ بھول سکتا ہون کہ وہ خلیفہ ہے نہ یہہ نظر انداز کرسکتا ہون کہ اُسے محکمہ مال پر تسلط حاصل ہو۔

حضرت عایشہ کا ممتاز وظیفہ۔

ایک دوسرا مفید قدم یہ اُٹھایا گیا کہ لوگونے ابن الخطاب کو خلیفہ خلیفہ رسول کہنا شروع کیا اسپر بقول ابن خلدون "عمر فاروق نے کہا اس طور سے رفتہ رفتہ کلام طول ہو جائیگا کیونکہ جب کوئی خلیفہ ہوگا اُسکو خلیفہ خلیفہ خلیفہ رسول اللہ کہوگے مناسب یہ ہے کہ تملوگ مومنین ہو اور مین تمہارا امیر ہون تملوگ مجھے آج سے امیر المومنین کہا کرو"۔ ابن حجر کے پاس ایک روایت یہ ہے کہ "بعضے گفتہ اند اول کسیکہ عمر را مبتلا باین رسم کردہ مغیرہ ابن شعبہ بود"

حضرت عمر اپنے لئے امیر المومنین کا خطاب تجویز کرتے ہین۔

۱۷ھ مین ام جمیل اور مغیرہ ابن شعبہ کے مقدمہ کی ظرافت خیز شہادت سے مجھے بحث نہین ہو بلکہ اِس واقعہ سے کہ جب تین گواہ گذر گئے اور خاتمہ کی چوتھی شہادت رہ گئی جسکے بعد مغیرہ کو حکم رجم دیا جاتا تو خلیفہ نے چوتہے گواہ یعنی زیاد کو دیکھکر اُسکے شہادت دینے کے قبل کہا کہ "ایک آدمی سے مجھکو امید ہے کہ بہ سبب اُسکے ایک صحابی رسول اللہ کا جان سے شاید بچ جائے اِس لئے زیاد نے گواہی دی کہ ....." (ابو الفدا) ابن خلدون سے معلوم ہوگا کہ زیاد نفع مین رہا اور خلیفہ نے اُسے "ایک خدمت سپرد کی جسکو زیاد نے نہایت کفایت شعاری اور امانت و دیانت سے انجام دیا" اور "ابو موسیٰ اشعری نے اپنے زمانہ حکومت بصرہ مین اسکو میر منشی کا عہدہ دیا"۔ مشکل سے مجھے یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ اگر خلیفہ اول

ایک مقدمہ جسمین بیشتر حقوق ادا کئے گئے ہین اور جو اسکے بعد دوستی یا دشمنی کا مقدمہ ہوا

خلیفہ کے اشارہ پر عمل کرنے سے زیاد کو جگہہ ملی اور پھر میر منشی ہوا

خالدابن ولید کو اس لئے بچا سکتے تھے کہ وہ اچھا عامل تھا تو مغیرہ کو بچا لینے کی اس سے زیادہ فکر ہونی چاہئے تھی جو انکے لئے مفید مصالح کا موجد تھا۔ ایسے قصے اسکے بعد بھی ملین گے۔

معاویہ کی ۱۸ھ مین شام مین تقرری۔

۱۸ھ ہمارے لئے اس وجہ سے نہایت مفید ہے کہ اسمین معاویہ ابن ابی سفیان دمشق کا عامل مقرر ہوا۔ عام حالت سید امیر علی صاحب کی تاریخ اسلام سے معلوم ہوگی جہان وہ فرماتے ہین کہ "دمشق کا دستہ فوج یزید ابن ابوسفیان کے ماتحت بھیجا گیا جو پہلے دشمن اسلام تھا اور اب رسول صلعم کے جھنڈے کے تلے لڑنے مرنے پر تیار تہا۔ یزید کی فوج مکہ اور تہامہ کے عربون پر زیادہ تر مشتمل تہی اور اینمین سے بہت سے لوگ فتح مکہ سے پہلے رسول صلعم کے ساتھ لڑائی کر چکے تھے۔ لوٹ مار کی لالچ سے اب وہ یزید کی فوج مین بطور والنٹیر شامل ہوگئے۔ مکہ اور تہامہ کے عربون اور مدینہ کے لوگون مین سخت دشمنی تہی جسکا نتیجہ بد نکلا سو نکلا.... ابوسفیان کا دوسرا بیٹا معاویہ جسنے آخر خلافت کو غصب کر لیا یزید و فوج کا کمانڈر مقرر ہوا" یزید ابن ابی سفیان کے مرنے کے بعد اسکی جگہہ معاویہ کو دیگئی۔ اسکے علاوہ اس

اس دور حکومت کے بعض نام جو بنی ہاشم کے مخالف تہے

دور حکومت مین ابوالاعور اسلمی۔ حصین ابن نمیر۔ معویہ ابن خدیج اسکونی۔ شرجیل۔ ولید ابن عقبہ وغیرہ بحیثیت افسران فوج دکھائی دینگے۔ عمر ابن العاص مصر کا افسر اعلی تہا جسکی ماتحتی مین عبداللہ ابن سعد ابن ابی سراج دیا گیا۔ ابوموسی اشعری مکہ معظمہ کا عامل تہا۔ یعلی ابن امیہ یمن کا اور عمر ابن سعد حمص کا حاکم تہا۔ اور سمرہ ابن جندب سوق الاہواز پر حکومت کر رہا تہا۔

بعض نام جو موافق ثابت ہوئے۔

اسی دور مین عبداللہ ابن بدیل ورقہ الخزاعی۔ جریر ابن عبداللہ البجلی۔ احنف ابن قیس۔ مالک اشتر۔ براء ابن عازب۔ ہاشم ابن عتبہ۔ قعقاع ابن عمرو وغیرہ بھی اکثر نہایت مفید فوجی عہدون پر دکھائی دینگے۔ یہ لوگ جناب امیر کے بڑے حامی تھے اور انمین کسی کی دوستی باستثنائی جریر مشتبہ نہین ہوئی۔ یہ لوگ سپاہی تہی اور انہین اپنے لئے کوئی کام اور راستہ نکالنا چاہئے تھا۔ انکی سپاہیانہ حوصلون کے لئے بلاد مختلفہ مین کام مل رہے تہے۔

۱۶ھ

فتح مدائن اور حضرت شہربانو۔

فتح مدائن جو طبری کے موافق صفر ۱۶ھ مین ہوی ہمارے لئے خاص دلچسپی رکھتی ہے۔ اس لئے کہ مورخین کے موافق فتح مین مسلمانون کو جو چیزین ہاتھ لگین انمین شہربانو دختر یزدجرد بھی تہین۔ بقول مولف تاریخ الاسلام :-

معلوم اسکے بدن کے زیورات تقسیم کرنے کے لئے عربون نے اُتارنا چاہے۔ وہ بے بسی مین تہی لیکن پھر بھی

بادشاہ کی لڑکی تہی عربون کا یہ ندیدہ ین اُس نے نہایت مکروہ سمجہا۔ اُسکے چہرہ کی رنگت غصہ سے متغیر ہوگئی ..... عمر نے اُسکی مکافات یون کی کہ معہ زیورات کے اُسے حضرت امام حسن (غالبًا کاتب کی غلطی سے بجائے حسین کے حسن لکھا گیا) بن فاطمہ حوالہ کیا اور اِس طرح وہ جوان حسین شاہزادی شاہ دارین کے نواسہ کی زوجیت مین آئی۔ حضرت عمر نے کہا ہی کہ شہزادی شہزادہ ہی کو مناسب ہے"۔

معقاع ابن عمر اور قصر ابیض کا محاصرہ

واقدی کے فتوح عجم کے ترجمہ مین ہے کہ فتح مدائن کے بعد جب مسلمان آگے بڑہے تو کچھہ مرزبان قصر ابیض مین داخل ہوئے اور اُسے اپنا قلعہ بنایا تو پھر مسلمانون نے قعقاع ابن عمر کی ماتحتی مین اسکا محاصرہ کیا۔ تیرون سے لڑائی ہوتی رہی اور جب غالبًا عرصہ ہوا تو سعد ابن ابی وقاص نے سلمان فارسی کو قصر ابیض کی طرف اِس لئے بھیجا کہ وہ مصالح مسلمین کے لئے کوئی تدبیر سوچین۔ یہ گئے اور انہون نے اہل قلعہ کو مخاطب کرکے کہا کہ تم لوگ کیون جان دیتے ہو۔ اور جب ایرانیون نے انھین دیکہا تو اُن پر یہ اثر پڑا کہ یہ اکابر اہل اسلام مین ہین اور اُن لوگون نے کہا کہ ہمارے لڑنے کا یہہ سبب ہے کہ

سلمان فارسی مصالحت کیلئے۔

ہمارا بادشاہ کسریٰ نہاوند کی طرف چلا گیا اور چونکہ اپنی پیاری لڑکی کو اپنے ساتھ لیجانے سے متعذر رہا اُسے ہمارے سپرد کر گیا ہے۔ اُسکی حفاظت اپنے ذمہ واجب کی ہے اگر تم ہمکو اُسکے لئے امان دو تو ہم اُسے تمہارے سپرد کردین۔ سلمان نے سعد سے مشورہ کیا اور مرزبانون سے کہا گیا کہ مسلمانون کا لشکر اطراف مین پھیلا ہوا ہے۔ تمپر کوئی قبضہ کرلے گا اگر ہماری امان مین نہ آجاؤگے۔ اِسپر اُنھین سے بعض نے خفیہ راستہ سے ان لوگونکو بلالیا۔

کسریٰ کی پیاری لڑکی قصر مین تہی۔

ہاشم ابن عتبہ اور کسریٰ کا تعاقب۔

اِسی کتاب مین موسیٰ ابن عبداللہ سے اُسنے حمر سے اُسنے اپنے دادا یحییٰ سے روایت کی ہے کہ جب کسریٰ پسپا ہوا تو ہاشم ابن عتبہ نے حلوان تک تعاقب کیا۔ اور ایک جگہہ دیکہا کہ کچھہ ایرانی مسلح سپاہی بہت سی ہودج اور محمل کی محافظت کرتے ہین۔ اِنمین زنانی سواریان تھین بہت سے خدام اور کنیزین تھین اور وہ سب محافہ کے گرد تہے۔ محافہ چوب رطب کا بنا تہا۔ رنگ برنگ کی پوششین پڑی تھین۔ اُس کا تار تار زرین تہا اور اُسکے بیل بوٹے طلائی اور مرصع بجواہر تہے۔ ہاشم نے اپنے گروہ کے ساتھہ اُسپر حملہ کیا۔ ایرانی بڑے استقلال سے اپنی ملکہ کی محافظت مین لڑے۔ مسلمانون نے آخر مین ان محافظون پر قبضہ کرلیا۔ سعد ابن وقاص نے جب فتح مدائن کی خبر خلیفہ کو بھیجی تو ان شاہی اسیرون کو بھی اُسی کے ساتھہ بشر کی نگہداشت مین روانہ کیا۔

ہودج اور محمل۔

شاہی اُسرا مدینہ بھیجے گئے۔

بنت کسریٰ کے خدام اور پرستار ساتھہ ساتھہ تھے ۔ بشر یہ چیزین لیکر مدینہ پہونچا اور خلیفہ جب تقسیم غنائم سے فارغ ہو چکے " تو دربارہ بنت کسریٰ حکم کیا کہ اُسکو سامنے لاؤ ۔ چنانچہ وہ شاہزادی روبرو جو آئی تو اُسکے تن پر پوشاک نفیس اور زر و جواہر سے بہت کچھہ تھا ۔ تب ایک شخص کو حکم کیا کہ متاع زیور وغیرہ اُسکے بدن سے اُتار لے تا اُسکی قیمت مین لوگون کے لئے اضافہ کیا جاے آخر وہ شخص شاہزادی کی طرف آگے بڑہا تاکہ وہ سب اسباب اُتار لے مگر شاہزادی نے اُسکو منع کیا اور اُوسکے سینہ پر دو ہتھڑ مارا کہ وہ باز رہا ۔ یہ دیکھہ کر عمر رضی اللہ عنہ غیظ و غضب مین آئے اور لوگ اُس ملکہ مکرمہ پر تازیانہ بلند کئے ہوے منتظر حکم کے تھے اور وہ روتی تھی ۔ اُس وقت علی علیہ السلام بولے اے امیر المومنین مہلاً یعنی غصہ نکرو اور افروختہ خاطر نہو بہ تحقیق کہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے ارحموا عزیز قوم ذلّ و غنی قوم افتقر یعنی جو عزیز و رئیس قوم کہ ذلیل و خوار ہو جاے اور جو غنی و تونگر کسی قوم کا محتاج و نادار ہو جاے تو اُن پر رحم کرو ۔ یہ کلام سنکر طیش عمر رضی اللہ عنہ کا فرو ہو گیا اور پھر جو اُس شاہزادی کی طرف نگاہ کی تو دیکھا وہی تحدق بالنظر الی الحسین بن علی رضی اللہ عنہما ۔ یعنی وہ خود از گوشہ چشم سے یا نظر تیز سے حسین بن علی علیہم السلام کو دیکھہ رہی ہے اُس وقت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے اتقوا فراستہ المومن فانہ ینظر بنور اللہ یعنی فراست و ذکا مومن سے ڈرتے رہو اور ملحوظ خاطر رکھو کہ وہ بہ قوت نور خدا مشاہدہ کرتا ہے چنانچہ مین جو دیکھتا ہون تو یہ لڑکی حسین ابن علی کو بچشم التفات اور تیز نگاہ سے تکتی ہے سو مجھپر یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ دختر سائر مردم مین سے طرف حسین کے ارادت و عقیدت رکھتی ہے اِس لئے کہ لوگون مین از روے صباحت و وجاہت کے حسین سے کوئی بہتر نہین ہے ۔ بعد ازان کہا اے ابا عبد اللہ اس لڑکی کو لو یہ میری طرف سے تمہارے لئے ہدیہ و تحفہ ہے چنانچہ علی علیہ السلام اور جو لوگ مسلمین مین سے حاضر وقت تھے وہ سب اس امر مین شکر گذار و منت پذیر عمر رضی اللہ عنہ کے ہوے " عمر بن محمد ابو اقدی کے سامنے مسجد اقصیٰ مین ۲۹۰ سنہ مین یہ روایت پڑہی گئی

صاحب بحار تحریر فرماتے ہین کہ " عمر نے چاہا کہ عورتون کو بیچ ڈالین اور مردونکو غلامی مین دین کہ بڈھے حاجی انکی پیٹھہ پر طواف خانہ کعبہ کرین ۔ جناب امیر نے فرمایا کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ جو شخص اپنی قوم کا بزرگ ہو اُس کی بزرگی کرنا چاہئے اور عزیز رکھنا چاہئے اگرچہ دین اُسکا تمہارے دین کے مخالف

خلیفہ نے شہربانو کے جسم سے زیورات اُتار لینے کا حکم دیا ۔

شہربانو کی غیرت اور خلیفہ کا غصہ ۔

جناب امیر کی وساطت نے رنگ بدل دیا

شہربانو حسین کیطرف دیکھہ رہی تہین ۔

اب حضرت عمر ایک قابل قدر حدیث بیان کرتے ہین اور شہربانو کے حسین کی طرف میلان کی وجہ بتاتے ہین ۔

شریف قوم کے ساتھہ برتاؤ کے متعلق باوجود تخالف مذہب

ہو یہ قیدی صاحب ریاست و شرافت مین انہون نے تمہاری اطاعت کی اور اسلام کی طرف رغبت ہے مین نے اپنا حق اور بنی ہاشم کا انکی گردنون سے ساقط کیا۔ اکثر مہاجر و انصار نے بھی بخشا۔ اب اکثر لوگون نے عورتون سے عقد کی خواہش کی۔ جناب امیر نے فرمایا کہ اسے عورتون کی رائے پر چھوڑ دو اور جبر و اکراہ نہ کرو۔ کسی نے نیر دجرد کی بیٹی کی خواہش کی وہ خاموش ہوگئی۔ لوگون نے پوچھا کہ اے شہربانو تم اپنے خواستگارون مین سے کسی کو چاہتی ہو کر وجہ اُسکی بتو۔ جناب امیر نے کہا "اُسکی خاموشی عین اقرار ہے۔ پوچھا کسکو چاہتی ہو۔ کہا اگر مجھے اختیار ہے تو مین نے حسین کو اختیار کیا۔ جناب امیر نے حذیفہ ابن الیمان کو خطبہ پڑھنے کا حکم دیا اور نکاح کردیا"۔

جناب امیر عورتونکی آزادی رائے قایم رکھتے ہین شہربانو زبان سے بھی حسین کو پسند کرتی ہین۔

بحار کی ایک روایت و نیز جامع التواریخ کے موافق یہ خبر ہے کہ جناب امیر نے اپنے دور حکومت مین حریث بن جابر جعفی کو بلاد مشرق کی طرف بھیجا اور نیر دجرد کی تین لڑکیان انکے ہاتھ لگین جسین سے ایک عبداللہ ابن عمر دوسری محمد ابن ابی بکر اور تیسری حسین کی زوجیت مین دی گئین۔

اس واقعہ کے زمانہ کے متعلق مجھے شبہہ ہے۔ ایسی صورت مین کہ سنہ قایم ہونے کے قراین اسکے بعد کے زمانہ کے ہین جیسا ابن خلدون سے پایا جاتا ہے کہ تعین سنہ کی ضرورت سنہ ۱۶ھ مین مین ہوئی اور بلحاظ اسکے کہ مختلف تواریخ مین واقعات مختلف ترتیب اور سنہ کے اختلاف سے لکھے گئے ہین مین سوچتا ہون کہ فتح مداین یا دو تین برس قبل لکھی گئی ہے یا شہربانو کی اسیری کا واقعہ فتح مدائن سے متعلق نہین ہے۔ جیسا ابن خلدون سے پایا جاتا ہے کہ "نیر دجرد نے اپنے حرم اور خاندان شاہی کو اس سے پہلے جس قدر مال و اسباب اُٹھا سکتا تہا اوٹھا کر روانہ کردیا تھا"۔ بلکہ مین سوچتا ہون کہ یہ واقعہ سنہ ۲۲ یا ۲۳ کا ہے جبکہ مرد شاہجہان مین خود نیر دجرد کے اُمرا نے نیر دجرد کی مخالفت کرکے اُس کا مال و اسباب چھین لیا اور نیر دجرد بھاگا اور امرائے لشکر نے تمام چیزین احنف ابن قیس کو دیکر صلح کرلی"۔ فتح مدائن اگر سنہ ۱۶ھ مین ہوئی تو اسوقت حضرت امام حسین علیہ السلام کا سن اقدس زیادہ سے زیادہ ۱۲ برس کا تھا اور یہ سن غالباً عقد کے انتخاب کے لئے موزون نہ تھا۔ اس امر پر لحاظ کرنیکے بعد بھی کہ بنی ہاشم کی آزادہ۔ اندانہ اور کچھہ دن قبل کی حاکم قوم کا نشو نما جلد ہوتا تھا۔ سرزمین عرب بھی معین ہوتی ہے۔ اور جناب امیر جسمانی قوت مین نہایت ممتاز تھے پھر بھی مجھے حسین کے بارہوین یا حد تیرہوین برس عقد کا ہونا بہت ممکن القیاس نہین معلوم ہوتا۔ خصوصاً جبکہ عورت نے خود اپنی

پسند کا اعلان کیا۔

کون جانتا ہے کہ شہربانو کو روپیہ کے شکل مین پُھنا کر قیمت کے تقسیم کرنیکا ارادہ کیا گیا ہو۔ خوش نفیبی سے جناب امیر وہان موجود رہتے۔ اُنھون نے دیکھا کہ ہزار دن برس کی شخصی اصول سے متاثر بادشاہ کی بیٹی مجبور ہوکر وہ فاتح عربون کے مفتخرانہ برتاؤ ظلم برداشت کرے۔ شہربانو کی حالت کا قیاس کرنا ناممکن نہین ہے۔ اور اسی طرح اُسکی شرم کے ساتھہ اُسکی غیرت اور نفرت کا قیاس بہی خیال کے اندر ہے کہ وہ عرب جو اُسکے ذہن مین کبہی اُس کے دستنگر تہے آج اتفاقات سے اُسیر تحابو پاکر اُسکی گذشتہ عظمت اور شرافت کی طرف سے لاپرواہ ہوگئے ہین اور اُسکے ساتھہ وہی اصول برتنا چاہتے ہین جو عام اُسرا جنگ کے لیے تہا۔ مین کچہہ نہین سوچ سکتا مگر یہ کہ جس وقت عام عرب تقسیم غنیمت مین ایک دوسرے سے لڑرہے ہونگے یا فاتحانہ شان مین ڈوبے ہونگے جناب امیر اِس شریف قیدی کی حالت کا غور سے مطالعہ کر رہے ہونگے اور اُنمین ہمدردی کے وہ جذبات پیدا ہو رہے ہونگے جو شریف کی مصیبت دیکھہ کر ہر شریف مین ہونی چاہیے۔ یہ بہی عجب خیز نہین ہی کہ مجبور قیدی نے جس وقت وہ مجمع مین ہر طرف کسی ہمدرد کو ڈہونڈہنا چاہتی ہو جناب امیر کے بشرہ اور آنکہون مین امید کے آثار پائی ہون اور حسین کو پہلو مین بیٹہا ہوا دیکہکر وہ مرکز پالیا ہو جہان اِس انتشار کے عالم مین اپنے کو ٹہرا سکے۔ (مین یہ پیراگراف وغیرہ بعد کا لکھہ چکا تہا کہ محمد الواقدی کی روایت دیکہی جس نے میرے خیال کی تصدیق کی اور مین نے اُسے واقعات کے سلسلہ مین پیشتر درج کر دیا۔)

عرب قیدی۔ اور جناب امیر کی حالتین۔

قیدی مجمع مین ہمدردی کا مرکز پالیتا ہی۔

اب ایک شاہزادی کے خصوصیات اور احساسات کے عمل کا وقت تہا۔ اُسکی آنکہین تہین اور امتیاز تہا اُسے مجمع مین چہرون پہ وہ لکیرین اور خصوصیات کی وہ اعلےٰ تحریرین تلاش کرلی تہین جو پہچاننے والون سے چھپی نہین رہتین۔ خصوصاً شاہی خاندان کے کسی فرد کی منجی ہوئی نگاہ کے لئے جسکے سامنے ملک در مختلف اقوام کے شرفا کا گلدستہ بندہا ہوا رہتا ہے۔ نہ یہہ سوچنا ممکن ہے کہ شہربانو کو یہ معلوم نہ ہوگیا ہو کہ یہ دونون بزرگ کون ہین۔ اسنے انتخاب اور پسند مین مدد دی۔ جناب امیر کے صلاح سے عربون نے پہلے اپنے قیدیون کی شرافت کی طرف توجہ کی اور دوبارہ جناب امیر ہی کی صلاح سے اُن مجبور قیدیون کی آزادی انتخاب اور عقد کی خواہش کسی کے نزدیک قابل عذر نہ ٹہرے۔ ایسے نازک وقت مین انکے غرور ہور آن کی اِس سے اچہی اور کسی طرح حفاظت ممکن نہ تہی۔ قیدیون کی طرح بیچ ڈالنا انکا کوئی قابل

شاہزادی کی خصوصیات عمل کرتی ہین۔

مردونکا پسند کرنا عورتوں کی اسیری سے بہتر نہ ہوتا۔

وقعت لحاظ نہ ہوتا مردون کا ایسے وقت خواہش عقد کرنا اور پسند کرلینا اسیری سے کسی طرح بہتر نہوتا بجز اسکے کہ عورتین عقد کرنے مین مختار قرار دیجاتین۔ اور انکا انتخاب کرنیوالا زر فدیہ ادا کرکے بیت المال کے ساتھ کوئی ناانصافی نہ کرتا۔ یا حکومت مصلحت کے اعلیٰ احساس سے اسکی کوئی قیمت نہ لیتی جبکہ وہ لوگ جو بیت المال کے اس ایک جزو سے نفع اُٹھاتے اُنہون نے اسپر خوشنودی ظاہر کی کہ وہ شے اُنکے پاس گئی جسکا سبکو لحاظ تہا۔ اور حق تو یہ ہے کہ شہربانو کو اسیر جنگ کہنا ہی غلط ہی جبکہ انکے محافظین نے اُنکے جان و آبرو کی حفاظت کا عہد لیکر حوالہ کیا تہا۔ جسے اُنہون نے اُس وقت ظاہر بہی کیا جس وقت اس اصول کے خلاف خلیفہ کے حکم سے کسی عرب نے انکے زیورات لینا چاہے۔ اور چونکہ حکومت کے ایک حکم پر مواقع نے انھین فتح دی انکی آزادی مین کسی وقت شکستگی نہین پیدا ہوئی۔ جناب امیر کی صلاح حکومت اور جمہور کی رضامندی اور خود شہربانو کی آزادانہ نفاذ خواہش یہ سب موجودہ نظام سے انکے متاثر نہ ہونے اور اپنی حالت پر قایم رہنے کی مزید تائید ہے۔

عامۂ ناس کی خوشنودی حوالگی نہ کہ اسیری۔

سویمبر یگ

مجھے یقین ہی کہ شہربانو نے جناب امیر کی صلاح کے لطافت لحاظ کا اندازہ کیا۔ یہ اندازہ اُنکے جواب سے ظاہر ہے جس نے سویمبر یگ (ہندو راجاؤن مین کبہی کبہی یہ رسم برتی جاتی تہی کہ اُنکی وہ لڑکی جسکی شادی ہونے کو ہوتی تہی وہ اُس راجہ کے گلے مین ہار ڈال دیتی تہی جسے وہ پسند کرتی تہی) پر امادہ کردیا۔ اور پسندیدگی کا ہار فاتح عرب اور شاہ کوشین کے نواسے کے گلے مین ڈالا گیا۔ مظلوم عورت کی حمایت اصول شجاعت مین داخل ہے جس کی بنیاد پر جناب امیر اُسکے عزت کے وکیل بنے تہے۔ شہربانو نے اپنی پسند مین غلطی نہ کی تہی۔ اور نہ وکالت کے بعد جناب امیر اور حسین سے یہ ممکن تہا کہ شہربانو کے اس پرامید یا ایسی ہی فقرہ کو کہ "اگر مجھے اختیار ہے تو مین نے حسین کو اختیار کیا" یاس سے بدل دیتے یا ایسی بیان خیز اور پرمعنی نظر کو جو خلیفہ کو یہ سمجھا دیتی کہ "یہہ دختر سائر مردم مین سے طرف حسین کے ارادت و عقیدت رکھتی ہے" قبولیت کی پناہ سے علیحدہ رکھتے۔ قدردانی اور حمایت کا اقتضا یہ تہا کہ اگر جناب امیر ہونا نا منظور کرتے تو حسین اُنھین زوجیت مین قبول کرتے۔ شہربانو کی تباہ شدہ عظمت نے اگرچہ دنیاوی حکومت پر قبضہ نہ کیا لیکن اُس سے کہین زیادہ پُراثر عظمت مسلمانون کی نگاہ مین حاصل کی کہ وہ بادشاہ قلوب کے فرزند کی بی بی ہوین۔

شہربانو کی تباہ شدہ عظمت کی تلافی۔

کیا قلبی میلان کا تقدم ہورہا تہا۔

کوئی عجب نہین ہی کہ اس عقد کے لئے دونون طرف سے قلبی میلان پیدا ہوگیا ہو۔ شہربانو کی مسرت کا

اندازہ روضۃ الشہدا کی اِس روایت سے ہوسکتا ہے کہ اِنکے پاس سو کنیزین تھین اور بعد زفاف انہون نے راہ خدا مین پچاس کنیزین آزاد کین۔

شہربانو کی عقد کے بعد خوشی شہربانو کے ذکی الحس ہونیکا مثال اور آپکے احساسات کالحاظ۔

شہربانو کے ذکی الحس ہونیکے اشارے اِس روایت سے بہی موید ہین جو روضۃ الشہدا سے ملتی ہے کہ شہربانو کی ایک نہایت حسین کنیز تہی جسکا نام شیرین تہا۔ ایک روز حضرت سبط اصغر شہربانو کے پاس تشریف رکہتے تہے کہ شیرین سامنے آئی۔ حسین نے شہربانو سے مخاطب ہوکر فرمایا۔

"شہربانو شیرین کی آنکہین کیسی برافروختہ ہین"

شہربانو نے سُنا اور تھوڑی دیر کے بعد شیرین کو پُرتکلف لباس سے آراستہ کرکے سبط اصغر کی خدمت مین بہیجدیا اور جب حسین نے تعجب سے اِس طرح آنیکا سبب پوچہا تو شہربانو نے جواب دیا:۔

زن و شو کا ایک دوسری کی خاطر کالحاظ۔

"شیرین کی خوش چشمی کی تعریف سے مین آپ کا میلان طبیعت سمجہی۔ مین نے اُسے آپکو بخش دیا"

حسین ہنسے اور فرمایا:۔

"اگر تمہارا یہ خیال ہی تو مین نے اُسے راہ خدا مین آزاد کردیا"

تھوڑی دیر کے بعد شیرین عمدہ لباس اور زیورات مین نظر آئی تو حسین نے پھر پوچہا:۔

"شہربانو تمنے بہت سی کنیزین آزاد کین لیکن کسیکو اِس تکلف سے آراستہ نہین کیا تہا"

شاہ زمان نے جواب دیا:۔

"اِسوجہ سے کہ وہ میری آزاد کی ہوئی تہین اور شیرین کو آپ نے آزاد کیا ہے۔ مجھ مین اور آپ مین امتیاز ہونا چاہئے"

شیرین کنیزی کو آزادی پر ترجیح دیتی ہے۔

اگرچہ شیرین کو آزادی کا خوشگوار حکم سُنا دیا گیا لیکن اِس نے خاندان رسالت کی کنیزی کو آزادی پر ترجیح دی اور اِس گہر سے اُسوقت تک اپنا تعلق قطع نہین کیا جب تک کہ ہم ایک اندوہناک واقعہ کے قریب نہ پہونچین۔

خلیفہ ثانی اور حسنین کی نسبی عظمت

خلیفہ ثانی کے زمانہ کے واقعات مین صاحب سیرۃ الفاروق۔ ازالۃ الخفا باب گشت سے نقل کرتا ہی کہ "ایک دن مال غنیمت تقسیم کرنے لگے تو امام حسن سے شروع کیا اور اُنکو ہزار درہم دیئے پھر امام حسین کو بہی ہزار درہم دیئے۔ جب اُنکے بیٹے عبداللہ کی باری آئی تو پانچ سو درہم اُنکو دینے کو کہا اُنھون نے کہا یا امیرالمومنین مین قوی آدمی ہون جس نے رسول اللہ کے سامنے تلوارین مارین ہین امام حسن اور امام

حسین دو لڑکے ہین جو مدینہ کی گلیون مین کھیلتے پھرتے تھے اُن کو ہزار ہزار درہم دیا گیا اور مجھکو پانچسو یہ میرے حق سے کم تھا۔ حضرت عمر جوش مین آئے اور فرمانے لگے کہ جا تو ہی اُنکے باپ جیسا باپ اُنکی مان جیسی مان اور اُنکے نانا جیسے نانا اور اُنکی نانی جیسی نانی اُنکے چچا جیسا چچا اُنکے مامون جیسے مامون اور اُنکی خالہ جیسی خالہ لے آجس کو نہین لاسکے گا۔ تجھے معلوم نہین کہ اُنکا باپ علی مرتضیٰ اُنکی مان فاطمۃ زہرا اُنکے نانا محمد مصطفیٰ اُنکی نانی خدیجہ کبریٰ اُنکا چچا جعفر ابن ابیطالب طیار۔ اُنکا مامون ابراہیم بن رسول اللہ اور اُنکی خالہ ام کلثوم اور رقیہ رسول اللہ کی بیٹیان ہین۔ عبد اللہ یہ سنکر خاموش ہوگئے"

"اسی طرح ایک دن امام حسن یا امام حسینؑ آئے اور دیکھا کہ عبد اللہ اپنے بیٹے کو اسوقت اندر نہین بلایا تو وہ لوٹ گئے۔ حضرت عمر کو جب معلوم ہوا تو آدمی بھیج کر اُنکو بلایا اور کہا کہ ای میرے بھائی کے بیٹے تم کیون لوٹ گئے کیا میرے سر کے بال تمہارے ہی اگائے ہوئے نہین ہین" اور ایسے ہی ایک موقع پر یہ کہا ہے کہ "ہماری بزرگی تو خدا کے بعد تمہین سے ہے"

خلیفۂ ثانی اور خاندان رسالت کے احسانات کا اعتراف

ابن الخطاب کے زمانہ کے واقعات مین سے ایک یہ ہے جسے مولوی شبلی صاحب الفارق مین بیان کرتے ہین :۔

خلیفۂ ثانی نے کبھی اہلبیت کو خمس نہین دیا

"حضرت عمر کے نسبت لوگون کا بیان ہے کہ وہ قرابت داران پیغمبر کو مطلقاً خمس کا حقدار نہین سمجھتے تھے چنانچہ اُنھون نے اہلبیت کو کبھی خمس مین سے حصّہ نہین دیا" ذوالقربیٰ کے حق کے لحاظ سے یہ کہتے ہوئے کہ ساتھ دینے کی وجہ سے مصلحت تھی کہ حصہ مقرر کیا جاتا۔ آگے بڑھکر لکھتے ہین کہ "لیکن یہ قرار دینا کہ قیامت تک آپکے قرابت دارون کے لئے پانچوان حصہ مقرر کر دیا ہے اور گو انکی نسل مین کسی قدر ترقی ہو اور گو وہ کتنی ہی دولت مند اور غنی ہوجائین تاہم یہ رقم ہمیشہ ملتی رہیگی ایسا قاعدہ ہے جو اصول تمدن کے بالکل خلاف ہے۔ اگر کوئی بانی شریعت ایسا کریگا تو اُسمین اور خود غرض بر ہمنو ئین کیا فرق ہوگا" اور اسکے بعد اگرچہ یہ آیت لکھی ہے کہ "واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان اللہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمٰی والمساکین وابن السبیل" لیکن پھر انہین یہ اجتہاد ہی کرنا پڑا ہے کہ "یہ تمام احکام نقد و اسباب سے متعلق تھے زمین اور جائداد کے لئے کوئی قاعدہ نہین قرار پایا تھا"

صاحب مناہج نے یمن مین قبیلہ ہمدان کے اسلام لانے اور جناب امیر کی ایک کنیز اپنے حق مین لینے اور بریدہ کے اعتراض پر جناب امیر سے جواب دلوایا ہے کہ "نہین دیکھتا تو اس جاریہ کے تئین کہ پایا ہے خمس مین

آئی ہے اسواسطے مین نے اُس سے نزدیکی کی گویا حضرت علی نے حضرت سے اذن پایا ہی تھا خمس کی قسمت کا اور ذوی القربیٰ کو اُسمین حصہ ہے۔ بریدہ کو اس سے غالباً تسکین نہ ہوئی اور اُنھون نے جناب رسالتمآب کے سامنے واقعہ بیان کیا اور آپ نے فرمایا کہ "اے بریدہ حصہ علی کا اِس خمس سے زیادہ اسقدر تہا"

خمس مین ذوی القربیٰ کا حصہ۔

اصول خمس کے متعلق سوال یہ نہین ہے کہ ابن الخطاب بنی ہاشم کو حقدار سمجھتے یا نہ تھے یا یہ کہ ایسے توہمات کی گنجایش ہو کہ "گو اُنکی نسل مین کسی قدر ترقی ہو اور گو وہ کتنی ہی دولتمند اور غنی ہوجائین تاہم یہ رقم ہمیشہ ملتی رہیگی"۔ بلکہ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ہدایت نامہ مسلمین نے کیا حکم دیا تھا اور رسول کا طرز عمل کیا تہا۔ اسکے بعد یہ سمجھنا ہوگا کہ ابن الخطاب کا طریقہ کیا تہا اور اُسکی کیا وجہ ہوسکتی تہی۔

مسئلہ خمس کا سباق اور سیاق۔

آیہ قرآنی متذکرہ خمس سے جواز خمس مین کوئی شبہہ باقی نہین رہتا۔ رسول کا طرز عمل کہ آنحضرت نے بنی ہاشم کو خمس خیبر سے عطا فرمایا مزید تائید ہے جیسے جبیر ابن مطعم اور ابن عفان کے اعتراض نے اور صاف کردیا اور پھر جناب امیر کا یمن مین طرز عمل مسئلہ خمس کی ایک طے شدہ شان رکھتا ہے جیسے بریدہ کے اعتراض پر رسول کا جواب ہمیشہ کے لئے صاف کردیتا ہے۔ بعد رحلت رسول حضرت سیدہ کا بقیہ خمس خیبر مین سے اپنا حصہ طلب کرنا قایم شدہ حق کا اظہار یقین تہا۔ کوئی عجب نہین ہے اگر ابوبکر نے دینے سے انکار کیا اور کوئی حیرت نہین ہو اگر ابوبکر کے جانشین نے بہی اپنے پیشرو کی مصلحت پر عمل کیا حقیقت مین فدک اور خمس مسئلہ خلافت کی دو چھوٹی شکلین ہین۔ قابل مولف الفاروق نے بنی ہاشم کی محرومیت اور ابن الخطاب کی مصلحت کی حمایت مین مبالغہ نہ کیا ہوتا اگر انہین یاد رہتا کہ اگرچہ وہ "قیامت تک" اور "نسل کی ترقی" کی بُنیاد پر اصول خمس کے مخالفت کررہے ہین۔ لیکن حقیقت مین وہ لوگ جنکی مصلحت کی حمایت کی جارہی ہے خود سے ایسی مصلحت کی بُنیاد ڈالنے عباس کے پاس گئے تہے کہ "اُنکی اولاد کا بہی حصہ" قرار دین۔ اِس لئے کہ یہ حجت ہوگی علی اور بنی ہاشم پر جبکہ عباس ساتہہ ہونگے" مجھے اسپر بہی حیرت نہ ہوگی اگر اسکے بعد بہی خلفا کے تصفیہ کی حمایت کیجائے درانحالیکہ وہ نسلاً بعد نسل کا مولف الفاروق کے نزدیک قابل اعتراض اصول جاری کرنے گئے تہے۔ بحث تو اِس سے ہے کہ بنی ہاشم کے حقوق کی طرف سے کسی طرح آنکھ جھپک جائے اسکے بعد یہ سوچنے کی بہی ضرورت نہین ہے کہ ابوبکر اور عمر تو اسلئے بیت المال کو رقیق بنادین کہ ایک شخص کی زبردست آڑ سے یہ خلافت پر قایم رہتے ہین اور رسول کو یہ حق حاصل نہ ہو کہ وہ اُنکے لئے وظیفہ مقرر کردین جنہون نے شیوع اسلام۔ وقار اسلام کی محافظت اور

فدک اور خمس مسئلہ خلافت کی دو چھوٹی شکلین ہین۔

مولف الفاروق ایسے اصول کی ترمیم چاہتا ہے جسے عمر اور ابوبکر نے ہی جاری کیا۔

رسول کو وہ حق حاصل نہ تھا جو خلفا کو تھا!

رسول پر جان نثاری مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا۔ اور جو اس وقت محافظ رہتے تھے
اور اپنے خون بہاتے تھے جس وقت دلیل لانیوالون کے دوست جان ہی توجہان ہے - پر عمل
کرتے تھے۔

تمدن کا ایک ہیبتناک اصول

مین ایسے اصول تمدن کہون یا تمدن کش اصول کہ اگر کوئی دولتمند اور غنی ہو جائے تو اُسے اُس کا
حق نہ ملے۔ حالانکہ خدا نہ کردہ بنی ہاشم مین کوئی اسلامی تاریخ کی مفہوم مین "غنی" نہ تھا۔ یہ بھی صاف
امر ہے کہ کسی دولتمند کے ذرایع آمدنی کا باقی رہنا اُسے مالی انحطاط یا زوال سے بچاتا ہے اور حکومت کا
فرض ہوتا ہے کہ وہ لوگون کے تمول کو باقی رکھے بلکہ اُسمین ترقی دیتی جائے جس سے نہ صرف حکومت
بلکہ جماعت کے کچھہ افراد کو بھی مدد ملتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ کسی ہمدرد حکومت کا یہ فرض ہوتا ہے
کہ کسی جگہہ مالی مرکزیت سے ایسی حالتین نہ پیدا ہو جائین جس سے اوسط یا پست درجہ کی حالت کو
اور پست ہوتے جانے کا خوف ہو۔ تصفیہ کو اُس وقت سے تعلق تھا قیامت سے نہ تھا۔ کوئی مدبر قیامت
کا ذمہ دار نہین ہے بلکہ اپنی وقت کی مصلحت اور اُسکے اثر کا۔

اصول خمس سے انکار کرنے کے وقت بنی ہاشم کے تمول کی حالت ایسی نہ تھی جس سے یہ اندیشہ
ہو کہ اُنکے کچھہ ذرائع بند کئے جائین ورنہ اُنھین عامہ ناس پر غیر مفید مالی تفوق حاصل ہو جائیگی
بلکہ بنی ہاشم کی یہ حالت ظاہر تھی کہ اُنھون نے حیات رسول مین اپنے ہادی کی تقلید سے زندگی کی
نہایت ضروری چیزون کے تلطف سے بھی کمال ایثار سے اپنے کو محروم رکھا تھا۔ انقلاب اختیار نے
اب اُنکی حالت ایسی پہونچا دی تھی کہ جناب امیر اپنے دیوان مین یہ فرما سکتے کہ "مین نے ہر سختی پر
غلبہ پایا اور مین اُسپر غالب ہوا اور جب فقر نے مجھپر غلبہ کیا تو غالب ہوگیا اگر ظاہر کرتا ہون تو رسوائی
ہے اور اگر نہین ظاہر کرتا تو مارے ڈالتا ہے" صحیح ہے کہ اس شعر کا وقت نہین معلوم ہے لیکن یہہ
سونچنا سہل ترین امر ہے کہ کوئی دوسرا زمانہ رحلت رسول کے بعد کے سوا نہین ہو سکتا تھا۔ اور
حضرت سیدۃ النساء کے اس فقرہ کا تو وقت بھی معلوم ہے کہ "میرے فرزندون کے قوت و معیشت کو
لے لیا ہے"!

بنی ہاشم کو خمس کا حقدار نہ سمجھنے کی غرض

اب مین کیا سونچ سکتا ہون بجز اسکے کہ بنی ہاشم کا ایک مخصوص حق جو اُنکے مخلصانہ جانبازی کا اعتراف
یا تائیدی صلہ تھا وہ ان سے نہ صرف اس لئے لیلیا گیا کہ اُنکا یہ جائز امتیاز چھین لیا جائے اور

اُنہین اس صورت مین ہر درجہ کے مسلمان کے برابر کردین عام اس سے کہ اُس سے برائے نام عداوت بہی اسلام کے متعلق سرزد نہ ہوئی ہو بلکہ اس لیئے بہی کہ یا بنی ہاشم ہمارے دستنگر رہین اور یا افلاس اور اُسکے لازمی تنگی اور بے اثری مین بسر کرین۔

اُصول خمس کو بنی ہاشم پر نافذ نہ سمجہنا رسول کے شہنشاہانہ حقوق کا انکار تہا۔ رسول کی پسند کا انکار تھا۔ اور بنی ہاشم کے اُن حقوق کا انکار تھا جنہین اُنھون نے اپنے خون اور اعتبار اور خدمت سے حاصل کیا تہا۔ کیا عجب ہے کہ اِس سے اِنکار نہ کیا جاتا اگر خمس کا تعلق بنی ہاشم یا خلافت کے فطری حق دار سے نہ ہوتا۔ حکومت کی تبدیلِ ہیئت نے اِس مسئلہ کی صورت بہی اِس طرح بدلنی چاہی ہی جو تغیر کے موافق ہوسکے بنیز کے اِسلامی جانباز اپنے حق کی محرومیت سے یہ سمجہائے جائین کہ اب آیندہ کے لئے تم اپنے کو بے تعلق سمجہو ہم اپنے محافظ بنالین گے۔ ایک دوسری ضمنی بات کو بھی مولوی شبلی صاحب نے ظاہر کیا ہے جسین واقع ذاتی رائے کے ساتہہ بھینٹ دیا گیا ہی۔

واقعہ رائے اور دلیل کا اختلاط

وہ فرماتے ہین: "بنو ہاشم کو جو عہدے نہین دیئے اُسکی بڑی وجہ یہ تہی کہ اُنکو خوف تہا کہ بنو ہاشم چونکہ خمس مین اپنا حصہ ایک شرعی حق سمجہتے ہین اِس لئے باوجود دولتمند ہوجانیکے خمس مین سے حصے لین گے حالانکہ عمر کے نزدیک خمس کے مصارف امام وقت کی رائے پر منحصر ہین"۔ اِسمین واقعہ صرف اس قدر ہے کہ عمر نے بنو ہاشم کو عہدے نہین دیئے۔ اسکے بعد یہ فقرات کہ باوجود دولتمند ہوجانیکے" اور "امام وقت کی رائے پر منحصر ہین"۔ یہ اپنی صورت مین ویسی ہی بالغ دلیلین نہین ہین جیسی واقعہ خمس مین پیش کیگئی تھین۔

کیون بنی ہاشم کو عہدے نہین دیئے گئے۔

بنی ہاشم کو عہدے دینا یا نہ دینا بہی حضرت عمر کے زمانہ کی کوئی مخصوص مصلحت نہ تہی بلکہ اسکی ابتدا ابوبکر کے زمانہ سے ہو چکی تہی اور جو وجوہات اُنکے زمانہ مین انہین علیحدہ رکھنے کے تہے اس وقت اگرچہ اُسمین ویسی قوت باقی نہ تہی اور کسی قدر اسباب بہی مختلف تہے تاہم اصل مصلحت مین فرق نہ تہا کہ بنی ہاشم کو کسی گروہ نہ کہ مسلح گروہ سے ملنے نہ دو جس سے اُنھین اپنا اثر ڈالنے کا موقع ملے اور خلافت انکی تلوار کے سایہ مین تہراتی رہی حالانکہ یہ بات ہی دوسری ہے کہ بنی ہاشم کوئی ایسی شورش پسند کرتے یا نہ کرتے اور ایسے عہدے قبول کرتے یا نہ کرتے جس مین اُنھین ابوبکر اور عمر کی تاویل کا محکوم رہنا پڑتا۔

حکومت کا یہ خوف اور دلیل کس قدر مضحک ہوگی کہ چونکہ کوئی اپنے کو خمس کا شرعی حقدار سمجھتا ہو اور وہ اپنا
یہ حق لے لیگا اِس لئے حکومت اُسے کوئی عہدہ نہین دیتی - عہدہ دار کا یہ فعل محکومانہ کاہی کو ہوتا اپنے آزادانہ
اختیار کا نفاذ ہوتا اور کسی ایک یا چند کے ایسا کرنے کو حکومت منع نہ کرسکتی - بجز اس صورت کے جسمین حکومت
کو اسکا یقین ہوتا کہ ہمارا روکنا ایک قائم شدہ قانون کی خلاف ورزی ہوگی اور جمہور کی رائے ہماری
خلاف ہوجائیگی - بہتر ہوگا کہ اِسکا موقع ہی نہ آنے دو -

مکالمہ سے گذشتہ اور موجودہ مصلحت سمجھ مین آتی ہے

اب مین ایک خوش مزہ مکالمہ کے قریب پہونچ گیا ہون جس سے یہ امر اچھی طرح واضح ہوجائیگا کہ بنی ہاشم کے محرومیت کیلئے
کونسی قوتین متحرک تھین - اسمین یہ بھی دیکھنے کی بات ہوگی کہ ابن الخطاب اپنے پیشرو کے
مسلک کی تائید کرتے ہین جو کسی طرح حیرت خیز نہین ہے - قریش کی اِن کارروائیون کا خلیفہ کی
زبان سے اعلان ایک مفید شہادت ہے جسکی نوعیت کہتی ہے کہ راز اُس وقت ظاہر کیا گیا جبکہ وہ
تجویز کے درجہ سے نکل کر پوری طرح عملی صورت مین آگیا اور صاحب اختیار کو اِن خیالات کے ظاہر
کردینے مین اب کوئی تردد نہ ہوا - مکالمہ شروع اِس طرح ہوا کہ کسی شاعر نے کچھ اشعار پڑھے جنھین
سُنکر عمر نے کہا خدا کی قسم مین جہانتک جانتا ہون اِن اشعار کا مصداق اولی بجز بنی ہاشم کے کوئی
دوسرا نہین ہوسکتا" ابن عباس موجود تھے اُنہون یہ سُنکر کہا کہ "تمنے اِس سمجھ مین توفیق
پائی" اسکے بعد مکالمہ یہ ہے -

عمر - ابن عباس کچھ جانتے ہو کہ تمہاری قوم نے تملوگون کو کیون محروم رکھا ؟

ابن عباس - اگر ہم نہین جانتے تو امیر المومنین بتلائینگے -

عمر - تمہاری قوم نے نہ چاہا کہ نبوت و خلافت دونون تمہارے خاندان مین رہین جس سے تم اپنی
قوم پر فخر و مباہات کرو لہذا قریش نے خلافت کو اپنے ہاتھہ مین لیا اور اپنی طرف سے خلیفہ بنایا -
اِس کارروائی مین قریش صواب پر ہین اور نیک توفیق پائی -

ابن عباس - اے امیر المومنین اگر آپ اجازت دین اور غصہ نہ فرمائین تو مین کچھ کہون ؟

عمر - کہو -

ابن عباس - امیر المومنین کا یہ کہنا کہ قریش نے خلافت اپنے ہاتھہ مین لی ـــ اور یہ
اختیار خود خلیفہ مقرر کرلینے مین نیک توفیق پائی ہے - اور اچھا کیا اگر مطابق حکم و اختیار

خدا ایسا کرتے تو بیشک ثواب پاتے اور کوئی انپر رد کرتا۔ باقی یہ کہ قریش نے ہم مین نبوت وخلافت کے جمع ہونے سے کراہت کی تو خدا ایک قوم کی کراہت کے بارہ مین کہتا ہے:" اور یہ سبب اسکے ہے کہ اُنھون نے کراہت کی اُس چیز سے جسکو نازل کیا خدا نے۔ پس حبط کر دیا خدا نے اُنکے اعمال کو"۔

عمر۔ ہیہات ہیہات۔ افسوس افسوس۔ ای ابن عباس ضرور مجھکو تمہاری بہت سی باتونکی خبرین پہونچی تہین جنکو اس وجہ سے تمسے نہ دہرایا کہ اُس کے اقرار سے تمہارا مرتبہ میری نظر دیکھ زائل ہو جائیگا۔

ابن عباس۔ ای امیر المومنین تبلائیے وہ کونسی باتین ہین اگر حق ہین تو ضرور میری منزلت گھٹنی چاہیے۔ اگر باطل خبرین پہونچی ہین تو مین اپنی برأت ثابت کر دونگا۔

عمر۔ مین نے سُنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ خلافت ہمکو نسے ازراہ بغاوت وحسد وظلم چھین گئی ہ

ابن عباس۔ ظلم کا حال تو جاہل وعالم سبکو معلوم ہے باقی رہا۔ حسد پس حضرت آدم سے حسد کیا گیا اور ہم لوگ اُنھین کی اولاد ہین اور ہم سے لوگ حسد کرتے ہین۔

عمر۔ ہیہات ہیہات۔ ای ابن عباس تم لوگ بنی ہاشم کے دل نے بجز حسد کے سب باتون سے انکار کیا۔

ابن عباس۔ بس بس۔ ای امیر المومنین جس قوم کے دلونکی تعریف خدا نے اذھب اللّٰہ عنکم الرجس ویطھرکم تطہیرا سے فرمائی ہے حسد اور کھوٹے پن سے اُنکی طرف حسد اور غش کی نسبت نہ کرو۔ حضرت رسول کا دل بھی اُنھین بنی ہاشم سے ہے۔

عمر۔ تم میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔

ابن عباس۔ بہت خوب۔ جب اُٹھنے لگے۔

عمر۔ ای ابن عباس ٹہر جاؤ۔ خدا کی قسم مین تمہارے حقوق کی رعایت کرتا ہون اور تمہاری خوشی کو دوست رکھتا ہون۔

ابن عباس۔ ای امیر المومنین ضرور میرا حق تمپر ہے اور ہر مسلمان پر جس نے اسکی حفاظت کی وہ نصیب کو پہونچا اور جس نے ضائع کیا اُسنے اپنا نصیب کھویا۔

مولوی شبلی صاحب نے الفاروق مین جو مکالمہ لکھا ہے اُسمین عمر کی زبانی جو جب کا اس قدر ٹکڑا زیادہ ہے کہ

"شاید تم کہو گے کہ حضرت ابوبکر نے تمکو خلافت سے محروم کیا لیکن خدا کی قسم یہ بات نہین۔ ابوبکر نے
وہ کیا جس سے زیادہ مناسب نہین ہو سکتا تہا۔ اگر وہ تمکو خلافت دینا ہی چاہتے تو اُنکا ایسا کرنا تمہارے
لئے کچھ مفید نہ ہوتا"۔

مکالمہ کے متعلق مؤلف الفاروق کا استنباط اور ریمارک۔

اِس مکالمہ سے زیادہ کھٹ مٹھا مؤلف الفاروق کا یہ ریمارک ہے کہ "ان مکالمات سے علاوہ
اصل واقعہ کے تم اِسکا بھی اندازہ کر سکوگے کہ حضرت عمر کے مبارک عہد مین لوگ کس دلیری اور
بیباکی سے اپنے خیالات ظاہر کرتے تہے اور زیادہ اس وجہ سے کہ حضرت عمرؓ آزادی اور حق گوئی
کو قوم مین پھیلانا چاہتے تہے"۔ اگر امیر شام کو ایسے لوگ فخر کے لئے مل سکتے تہے جو جُمل اور ناقہ مین تمیز
نہ کر سکتے تو مولفین کو ایسے پڑہنے والون کا ملجانا عجب خیز نہین ہے جو مکالمہ پر نظر کرنیکے بعد بہی اِس نتیجہ
اور ریمارک کو قبول کرلین جو پیش کیا گیا ہے۔

قوم کو بنی ہاشم کے فخر و مباہات سے کیون عداوت تہی۔

مکالمہ۔ اُسکا مفہوم۔ انداز اور اُسکی پیچیدار تلخی اِس قدر واضح ہے جسکی شرح کی کوئی ضرورت
نہین ہے۔ اِس سے زیادہ اور کیا صاف بات ہوگی کہ "تمہاری قوم نے نہ چاہا کہ نبوت و خلافت
دونون تمہارے خاندان مین رہین جس سے تم اپنی قوم پر فخر و مباہات کرو"۔ اِسمین سوال کی
جس قدر بات ہے وہ یہی ہے کہ قوم کو انکے فخر و مباہات سے عداوت کی کیا وجہ تہی اور وہ کیون انکے
احسانات کے معاوضہ مین ایسی اُلٹی بات پر آمادہ ہو گئی کہ دوسرا فخر و مباہات کے موقع پر ہو تو ہو لیکن
یہ نہ رہین۔

خلیفہ کی رائے۔

اور خلیفہ خود ان لفظون مین رائے دیتے ہین کہ "اس کارروائی مین قریش صواب پر ہین
اور نیک توفیق پائی"۔

تدبر کی مقدار۔

اسمین تھوڑا یا بہت جس مقدار مین ہو تدبر صرف اس قدر ہے کہ خلیفہ "قوم"
کا لفظ استعمال کرتے ہین حالانکہ یہ صاف ترین امر ہے کہ وہ کون لوگ تہے جو "اس کارروائی (بنی ہاشم
کو فخر و مباہات کے درجہ پر رہنے نہ دینے) کے محرک تہے۔ جنہون نے چھیدی ہوئی ناک والے قریش
کو" اپنے ہاتھ مین لینے کا موقع پایا۔

ابن عباس کی شرح

ان کارروائیون مین ابن عباس قریش کے نفس کی صحیح شرح کرتے
ہین جہان کہتے ہین کہ "ہم سے لوگ حسد کرتے ہین"۔

بنی ہاشم مین یاس پیدا کیگئی تہی۔

اگرچہ یہ مکالمہ اتفاقاً شروع ہوگیا لیکن میرے خیال مین ابن عباس کے لیے نیا ہو تو ہو لیکن کسی طرح
ابن الخطاب کے لئے نیا نہ تہا۔ اِس لئے کہ اسکے اکثر مضمون وہی تہے جسے کہنے کے لیے عباس کے پاس
گئے تہے۔ اور ایک حد تک تصفیہ کی بحث ہو چکی تہی۔ آج اگر یہ کہا گیا تہا کہ تمہاری قوم نے نہ چاہا کہ

خلافت اور نبوت دونون تمہارے خاندان مین رہین اور وجہ یہ بتائی تہی کہ جس سے تم اپنی قوم پر فخر و مباہات نہ کرو تو پہلے یہ کہہ چکے تہے کہ " اگرچہ لوگون نے تمہاری اور تمہارے اصحاب کی منزلت سمجہی لیکن اس امر خلافت کو تم سے پھیر دیا" اور غرض یہ تہی کہ تم ہمارا ساتہہ دو اور ہمارا پیشکش قبول کرلو۔

عباس کے پاس جو سیاسی وفد گیا تہا اُسے کوئی تقریری کامیابی نہ ہوئی ابن عباس سے جو مکالمہ ہوا اُسمین حسد، ظلم، بغاوت اور حبط اعمال وغیرہ کے ایسے گہرے الزامات کا یہ جواب تہا کہ "خدا کی قسم مین تمہارے حقوق کی رعایت کرتا ہون اور تمہاری خوشی کو دوست رکھتا ہون"۔ اور ابن عباس اس محبت نما ادعا کو بہی اپنے حق کے وقار سے ہٹا دیتے ہین۔ مین انظر انداز نہین کرسکتا کہ حضرت عمر کا کرخت لہجہ اُس وقت ملین ہو جاتا ہے جب ابن عباس اُٹھنے لگتے ہین!

چند اور واقعات

چند واقعات عجیب اور لکہنے مین جنکے من حیث الواقعہ ہونے سے کسی کو انکار نہین ہے لیکن متکلمین اور مورخین دونون کو اُنکا ایسا حل معلوم ہوا ہے جسکی غرض سمجہانے کے لیے اُنھون نے کوششین کی ہین۔ وہ یہ ہین :۔

شعائر اللہ کی تعظیم

مولوی شبلی صاحب فرماتے " اسلام کا ایک اصول شعائر اللہ کی تعظیم ہے۔ اسی بنیاد پر کعبہ اور حجر اسود وغیرہ کے احترام کا حکم ہے لیکن اسکی صورت صنم پرستی سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب مین اس اصول سے رفتہ رفتہ صنم پرستی قایم ہو گئی۔ حضرت عمر نے

خلیفہ ثانی اور حجر اسود

مختلف موقعون پر لوگون کو اس غلطی مین پڑنے سے باز رکھا۔ ایک بار حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر علانیہ کہا مین جانتا ہون کہ تو ایک پتھر ہے نہ فائدہ پہونچا سکتا ہے نہ نقصان"۔

ابن خلدون کہتا ہے :۔ " ایک دفعہ حج کرنے کو آئے طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دیکر سامنے کھڑے ہو کر کہدیا مین جانتا ہون کہ تو ایک پتھر ہے نہ فائدہ پہونچا سکتا ہے نہ نقصان لیکن چونکہ آنحضرت (صلعم) کو مین نے استلام کرتے ہوئے دیکہا ہے اسوجہ سے مین بہی کرتا ہون۔ محدثین نے اس خیال سے کہ عمر فاروق کے دامن عزت پر اس قول سے یہ بدنما دھبہ لگ جائیگا کہ اُنہون نے شعائر اللہ کی اہانت کی جہان عمر فاروق کا قول نقل کیا ہے وہان اس قدر اور اضافہ کر دیا ہے کہ علی ابن ابیطالب نے انکو اس کہنے سے روکا تھا اور ثابت کر دیا تہا کہ حجر اسود نفع و نقصان

پہونچا سکتا ہے کیونکہ قیامت مین وہ شہادت دیگا۔ لیکن ناقدین فن حدیث نے اِس اضافہ کو غلط اور بے بنیاد تسلیم کیا ہے۔"

کیا شعائر اللہ کی تعظیم صورت صنم پرستی سے ملتی جُلتی ہے جو

مؤلف الفاروق نے غالباً بہت احتیاط کی ہے کہ "ملتی جُلتی" کا لفظ استعمال کر دیا ہے۔ حالانکہ اسکی اتفاد قطعاً "صنم پرستی" سمجھانے مین تقیۃ نہین کرتی۔ خصوصاً ایسی حالت مین کہ کسی مؤلف کی کتاب کا ہیرو اُسکے تمام دلائل کا مرکز اور مبنیٰ ہو۔ مجھے سوچنے کی ضرورت نہین ہے کہ کسنے اپنے ہیرو کے انتخاب مین غلطی کی ہے لیکن غالباً فردوسی نے اپنے منم کردہ ام رستم داستان۔ وگرنہ رستمے بود در سیستان والے شعر کو اپنے ہی لئے پیٹنٹ نہین کرا لیا تہا۔ مین جو کچھہ سوچ رہا ہون وہ کہنے والے اور شرح کرنے والے کے متعلق یہ خیال ہو کہ "صنم پرستی" سے وہ کیا سمجھے ہین۔ مین حقیقتاً یہہ نہین چاہتا تہا کہ وہ سُقراط کی طرح اشیا کی تعریفین گڑہنے بیٹھین۔ لیکن مین ایسے تعریف اشیا کے خزانہ کے لئے ایک رقم کا اضافہ سمجھتا اگر قابل صنّاع نے حضرت عمر کی زبانی کسی شرح کی ناموجودگی مین خلق کو "صنم پرستی سے ملتی جُلتی صورت" کے سمجھانے کی کوئی کوشش کی ہوتی۔

موحدین اور صنم پرستی

موحدین صنم پرستی سے کیا مراد لیتے ہین ؟ یہ کہ صنم پرست اپنی صنعتون کو وہ توتین حوالہ کرتے ہین جو موحدین خدا کے لئے سمجھتے ہین اور اِس طرح ان مورتون کی پرستش سے بجائے خالق کے مخلوقات کی پرستش ہونے لگتی ہے۔ یہی حالت اُس زمانہ کی بہی تہی جسمین دریا۔ پہاڑ۔ آگ۔ اور طوفان وغیرہ کی پرستش ہوتی تہی۔ جسمین لوگ اگرچہ اِن مین سے کسی شئے کو قادر مطلق نہین سمجھتے لیکن خدا کی کسی نہ کسی قوت کا اوتار سمجھتے تہے۔ اب کیا مسلمان کعبہ یا حجر اسود کو اُس وقت سے آجتک کوئی خدائی اختیار حوالہ کرتے ہین ؟ نہین۔

بُت پرستی کی ایک یہ شاخ حقیقتاً متذکرہ صدر مفہوم مین نہ ہوتی اگر یہ کہا جاتا کہ چونکہ ہم نے خدا کو کبھی نہین دیکہا ہے اور ہم ایک ایسی چیز کے مرکز پرستش بنانے کو دشوار سمجھتے ہین جسے ہمنے دیکہا نہین ہو اگرچہ ہم اسکے وجود کا انکار نہین کرسکتے لہذا اپنے مرکزیت کے لئے ایک صورت بنائی ہے جسے ہم خدا سمجھتے ہین عام اس سے کہ وہ جسم یا جسمانی ہو یا نہ ہو۔ خیالی حیثیت سے۔ ہم مادے اور صورت کو منفرداً یا مجموعاً بھی خدا نہین سمجھتے بلکہ ہم اِسے خدا فرض کرتے ہین۔ یہ صورت خیالی حیثیت سے خداوند تعالیٰ کے سوا چیز دیگر قائمقام نہ ہوتی۔ ہمنے نہ خدا کی توتین گوشت اور خون کو حوالہ کی ہوتین۔ نہ عناصر کی اور نہ کوئی

ایک خدائی قوت کسی ایک کو - یہ پہلے برے مفہوم مین بت پرستی نہ ہوتی بلکہ اس مفہوم مین کہ تم نے خدا کا خیالی بت بنایا - لیکن چونکہ موحدین - مسلمین اور فیلسوفین کے نزدیک خدا اس سے بالاتر ہے کہ کسی خیال اور صورت کے اندر آسکے اس لئے اس دوسری صورت کی خدا کی بت پرستی ذہنی صورتگری کے لحاظ سے قابل اعتراض ہوتی نہ اس لحاظ سے کہ تمنے شرک کیا یا دوسری چیزون کو خدا کی عبادت مین شریک کیا پھر بھی یہ دوسری صورت لطافت توحید کے اندر نہ آسکتی جنہین صورتگری تو دور از حال یہ بھی دور ہے کہ اسکی صفت زائد از ذات سمجھی جا اور مزید غلطی یہ ہو کہ باوجود اس ادعا کے کہ ہم مادہ اور اسکی صورت کو مجموعًا یا منفردًا خدا نہین سمجھتے بلکہ فرض کرتے ہین پھر بھی اس خیال کی غیر صریحی یا ظاہر صورت یہ ہے کہ ہم خدا کی پیدا کی ہوئی کسی شے یا اپنی صنعت کے نمونہ کو خدا کی عبادت کا مرکز قرار دیتے ہین - اور باوجود ادعائے بے تعلقی وہ سے عبادت کے خیال کے اندر شامل ہوجاتی ہو - پس اگرچہ ہمارا ارادہ غیر خدا کی پرستش کا نہ بھی ہوتا ہم عملًا ایسی چیز کی پرستش ہوتی ہے جو خدا نہین ہو - اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسلمین کعبہ و حجر اسود کو اس دوسری صورت کے کسی مفہوم مین سمجھتے تھے یا سمجھتے ہین ؟ نہین -

تاریخی صورت

اب تاریخی اور مذہبی صورت کی طرف توجہ کرو - "تب خداوند نے ابرام (ابراہیم) کو دکھلائی دیکے کہا کہ یہی ملک مین تیری نسل کو دونگا اور اس نے وہان خداوند کے لئے جو اسپر ظاہر ہوا ایک قربان گاہ بنائی اور وہان سے روانہ ہوکے اسنے بیت ایل کے پورب کے ایک پہاڑ کے پاس اپنا ڈیرا کھڑا کیا - بیت ایل اسکے پچھم اور عئی اسکے پورب تھا اور وہان اسنے خدا کے لئے ایک قربان گاہ بنائی اور خداوند کا نام لیا" (توریت کتاب پیدایش باب ۱۲ - آیت ۷ و ۸)

"اور اگر تو (موسیٰ) میرے لئے پتھر کی قربان گاہ بنائے تو تراشے ہوئے پتھر کی مت بنائیو کیونکہ اگر تو اسے اوزار لگائیگا تو تو اسے ناپاک کریگا" (توریت کتاب خروج باب ۲۰ - آیت ۲۵) کون نہین جانتا جسنے توریت پڑھی ہے کہ حضرت ابراہیم - یعقوب اور اسحٰق کسی پتھر کو قربانی کے لئے مخصوص کرتے تھے اور چونکہ اس پتھر سے خدا کی قربانی اور خدا کا نام منسوب رہتا تھا لوگون کو نہ صرف خدا بلکہ مقدس قربانی کرنے والا بھی یاد آجاتا تھا - یہانتک کہ حضرت موسیٰ کی کسی حد تک مطمئن حالت نے قوم اسرائیل کے مخصوص قربان گاہ بنانی جسکے علاوہ بنانے کی اجازت نہ ہوئی نہ اس سے کہ

قربانگاہ بنانا کسی عقیدہ شرک کے لحاظ سے برا تھا بلکہ قومی - معاشرتی اور سیاسی اغراض سے کہ عدم مرکزیت نہ ہو - بعد کے زمانہ میں اسرائیل اور یہود کی حکومتوں کی جنگ کے اسباب میں ایک یہی تھا کہ انھوں نے الگ اپنی قربانگاہ بھی بنالی تھی - اُس سے الگ جو موسیٰ اور سلیمان نے بنادی تھی - توریت سے بُت پرستی کا جو مفہوم سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ پتھر کو لوہا لگا کر کوئی صورت نہ بنائی جائے جو پرستش کے کام یا استعمالات میں لائی جاسکے - نہ یہہ کہ بیت المقدس کا سا کوئی گھر نہ بنایا جائے جسمیں تعمیری حیثیت سے پتھروں کے گڑھنے کی ضرورت ہو آگے چلکر گوسالہ پرستی کی تردید بتاتی ہے کہ کسی ایک یا چند دھاتوں سے کسی جانور کی صورت بھی پرستش کے لئے نہ بنائی جائے - اور اسکے بعد بعل زہرہ اور اشتردت کے بتوں سے بنی اسرائیل کا باز رکھا جانا یہ بتاتا ہے کہ سیاروں اور ایسے ہی قدرت کے نمونوں کے بُت بنا کر اُنکی پرستش نہ کیجائے - کیا حجر اسود کی تعظیمی صورت توریت کے کسی اعتراض کے اندر تھی ؟ نہیں -

قرآن شریف اور بُت پرستی کی قسمیں

ہمارا ہدایت نامہ بھی یہ تین باتیں پیش کرتا ہے کہ "الا نعبد الا اللہ ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله" (سوا اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں - کسی چیز کو اُسکی طاعت میں شریک کریں - اور سوائے خدا کے اپنے میں سے کسی کو اپنا خدا نہ بنالیں) -

ظاہر ہے کہ قرآن پاک کو اپنی تیسری صورت کی جو ضرورت محسوس ہوئی تھی وہ اُس غلو کے لحاظ سے جو مسیحیوں میں حضرت عیسیٰ کے لیے متعلق بعض کمی احتیاط کے فقروں سے پیدا ہو گئی حضرت موسیٰ جانتے تھے کہ فراعنہ مصر اپنے کو سجدہ کرلیتے ہیں جس کا متاخرین انبیائے بنی اسرائیل کو اپنے دو فاتحین یعنی اہل بابل اور اہل روم سے بھی تجربہ ہوا - قطع نظر اس خیال کے کہ قوموں نے جو کم ترقی علمی اور عقلی زمانہ میں بعضیں اُنھوں نے اپنے بعض مشاہیر کی بُت سازی میں جو محض اُنکی یاد اور وقعت کے لحاظ سے ہو آیندہ یہ ترقی کی کہ اُنھیں خدا کا کوئی اوتار سمجھنے لگے - بنابرایں اِس ضروری امر کو بھی جسکے طرف یہودیت اور مسیحیت میں خاص توجہ نہیں دلائی گئی تھی اسے اسلام نے پورا کیا - جو عقل ماضیہ کا متمم تھا -

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہم مسلمان کعبہ یا حجر اسود کی عبادت کرتے ہیں - آیا ہم اُسے خدا کی عبادت میں شریک کرتے ہیں - نہیں - اور تیسری صورت یعنی " اپنے میں سے خدا بنالینے کی " محض

انسان کے لئے مختص ہو جو کعبہ اور حجر اسود کے لئے صادق نہین آسکتی - بیت المقدس مین تو یہی جائز رکھا گیا تھا کہ ایک صندوق قانون کی لوحین رکھنے کے لئے بنایا جاتا اور دو فرشتون کی مورتین ہوتین جو اپنے پرون سے صندوق پر سایہ کئے ہوتے۔ کعبہ تو وہ گھر ہے جسمین عبادت کیجاتی ہے نہ کہ جسکی عبادت کی جاتی ہو اور اُس مین حجر اسود ہے جس کا تمام قابل اعتراض احترام مس کرنے اور بوسہ دینے تک محدود رہا اور ہے۔

جسمین نہ کہ جسکی

کعبہ کی قدیم تاریخ

کارلائل کہتا ہے کہ ڈیوڈورس سیکلوس سنہ مسیحی سے نصف صدی قبل کا ذکر کرتا ہے کہ وہ اُسکے زمانہ کا نہایت ہی قدیم اور محترم معبد ہے۔ "بیشمار عبادت کرنیوالون کی آنکھین آج بلکہ ہمیشہ دن مین پانچ مرتبہ اسکی طرف پھرتی ہین۔ اِنسانی مساکن مین مشہور ترین مرکز ہے"۔

کعبہ اور حجر اسود کی تعظیم کے متعلق ابتدائے اسلام سے آجتک مسلمانوں کا کیا طرز عمل رہا۔

حضرت سرور عالم نے کیا کیا اور تیرہ صدیون کے ابتدا سے آج تک مسلمان کیا کرتے رہے۔ منہاج النبوۃ دیکھو کہ حضرت نے "فتح مکہ کے بعد" جب حجر اسود کے برابر پہونچے استلام کیا اُسے یعنی ہاتھ سے مس کیا اور بوسہ دیا اُسکے تئین .... اور بعد استلام تکبیر سرور عالم نے شروع کیا طواف کرنا"۔ اس کتاب مین حجۃ الوداع کے زمانہ مین ہے کہ "اور حالت استلام یہ کہتے تھے بسم اللہ اللہ اکبر اور کبھی پیشانی اُسپر رکھتے تھے اور اُس جگہہ سجدہ کرتے اُسوقت بوسہ دیتے اسکے بعد" جب صفا کے نزدیک آئے یہ آیہ پڑھا ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ .... پس صفا کے اوپر چڑھے ایسے کہ کعبہ کو دیکھ سکے... اور تکبیر کی اور کہا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر..." مسلمانون نے اُسوقت سے آجتک کعبہ اور حجر اسود کو کیا سمجھا۔ نہ اُنمین سے کسی کو خدا سمجھا۔ نہ خدا کا اوتار سمجھا اور نہ انمین سے کسی کو خدا کی کوئی قوت یا قوتین حوالہ کین۔ کعبہ کو اگر بیت اللہ سمجھا یا بیت الحرام کہا تو حجر اسود کو حجر اسود کہا۔ حج اُس طرح کیا جس طرح اپنے ہادی کو دیکھا تھا یا جس طرح حکم ملا تھا۔

فلسفہ حج اور علی

مولانا امیر المومنین اپنے خطبہ قاصعہ مین تعصب اور تکبر سے پرہیز کرنے اور تواضع اور فروتنی اختیار کرنے کی مثالین دیتے ہوئے فرماتے ہین "کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ پروردگار عالم نے اپنے بندگان اولین کو ابتدائے حضرت آدم صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ سے لیکر اس عالم موجودہ کے آخرین تک پتھرون کے ساتھ آزمایا ایسے پتھر جو نہ ضرر پہنچا سکتے تھے نہ نفع نہ دیکھتے سنتے تھے اِن پتھرون کو اپنا ایسا بیت الحرام بنایا جسے لوگون کے

منفعت کے لیئے قرارگاہ اور تکیہ گاہ قرار دیا۔ اور یہ لحاظ پتھر کے قطعات زمین مین سے نہایت ہی سخت
قطعہ۔ بروے کلوخ و زمین خشک دنیا کے شہر و نین تقریباً ایک ہی شہر۔ سخت پہاڑ و ن۔ ریگ کے
ٹیلون۔ کم آب چشمون اور متفرق قریات کے درمیان اسے ایک نہایت ہی تنگ وادی قرار دیا۔
نہ شتر اسین پرورش پاکر تروتازہ اور فربہ ہو سکتے ہین نہ سمدار حیوان نہ کہرون والے۔ پھر آدم اور
اُسکی اولاد کو حکم دیا کہ قصد اور توجہ کو اسکی طرف مائل کرین۔ پس وہ (بیت الحرام) انلوگون کے
منافع سفر کا مرجع۔ انکے بوجھ اُتار دینے کے مکان کی انتہا ہوگیا۔ منقطع ہوجانے والے سمندرون کے
جزیرون۔ عمیق غارون مین واقع ہونے والے مکانون۔ بے آب وگیاہ اور دور و دراز بیابانون سے
سفر کرتے ہوئے دلون کے میوے اسکی خواہش کرتے ہین۔ حتیٰ کہ نہایت شوق کے ساتھ اطاعت
کی حالت مین اپنے شانون کو حرکت دیتے ہین۔ اسکے اطراف مین خوشنودی خدا کیلئے صدائے
لبیک بلند کرتے ہین۔ خداوند تعالیٰ کے لیئے بالون کو پریشان اور غبار آلود کیئے ہوئے ایسی حالت
مین اپنے پانؤن پر دوڑتے ہین کہ اپنے پیراہنون اور لباسون کو پشت پر لاد رکھا ہے۔ اپنے بدن کے
حسین مقامات کو بال نہ ترشوانیکے سبب سے زشت اور بدروپ کرلیا ہے اور یہ حکم۔ امتحان عظیم
ازمایش شدید۔ ایک بین جانچ پڑتال اور انتہائی رستگاری کیلیے صادر فرمایا اور اس امتحان و
آزمایش کو اپنی رحمت کے سبب سے جنت تک پہونچ جانیکا سبب اور وسیلہ قرار دیدیا۔ اگر پروردگار
عالم اپنے بیت الحرام اور اپنی عبادت کے بزرگ مقامات کو باغات۔ نہرون۔ نرم اور ہموار زمینون
میوے کے قریب پہونچے ہوئے درختون کے جھنڈ۔ گندم کے دانون سرسبز مرغزارون۔ باغات
والے کشت زارون۔ پانی سے سیراب رہنے والے اطراف۔ تروتازہ زراعتون۔ اور آباد رستون
کے درمیان واقع ہونے والے قریات مین قائم کرتا۔ تو بیشک اس امتحان کی نرمی کی بنا پر جزا اور
ثواب کی مقدار بہی بالکل قلیل کردیتا۔ وہ بنیادین جنپر بیت الحرام محمول ہے۔ وہ پتھر جنکے سبب سے
بیت اللہ بلند اور رفیع ہے اگر سرسبز زمرد۔ سرخ سُرخ یاقوت اور نور و روشنی کے درمیان واقع
ہوتے تو بیشک اُسکے سبب سے سینون مین شبہات کے غلبے کو خفیف اور ضعیف۔ ابلیس کی کوششونکو
قلوب سے الگ اور شک و شبہہ کے مقامات کو لوگون سے دور کردیتا۔ لیکن پروردگار عالم اپنے
بندون کو طرح طرح کی سختیون سے آزماتا ہے۔ قسم قسم کی شقتون سے انکی عبادت کی تحقیق کرتا ہے

انواع الانواع کے مکروہات مین مبتلا کرتا ہے۔ کیونکہ انکے دلون سے تکبر کو خارج کرنیکے لیئے۔ فروتنی اور انکساری کو انکے نفوس مین جگہہ دینے کیلیئے اور اسلیئے کہ اس امتحان و آزمایش کو اپنے فضل وکرم کی طرف کھلے ہوئے دروازے۔ اپنی بخشش اور معافی کے لئے آسان سبب مقرر فرمائی "۔ ایک دوسرے خطبہ مین فرضیت حج "تقویت دین کےلئے" فرماتے ہین۔

حج تقویت دین کیلیئے ہے

ان تمام باتون کے لکھنے سے مین خلیفہ کے تجربہ بت پرستی کا منکر نہین ہون لیکن میری غرض یہ ہے کہ ناحق خلیفہ نے حجر اسود کو پتھر کہنے کی تکلیف گوارا کی۔ اُسکا نام ہی حجر ہے اور اندھا بھی اُسے ٹٹول کر پتھر کہہ سکتا ہے۔ ایسی صورت مین کہ خلیفہ نے اپنے اس برہنہ ریمارک کی تاویل کسی وجہ سے نہین کی ہمین کوئی مورخ یا متکلم وہ کھونٹی نہین دکھا سکتا جسمین اُسکی دلیل لٹکائی جا سکتی ہو۔ لیکن خلیفہ نے جس خیال سے کیون نہ کہا ہو جسمین اہانت شعائر اللہ ایک ایسی فربہ بات ہے جسے ہر شخص دیکھتا ہے۔ متکلمین اور مورخین نے اپنی تاویل مین اس قدر حمایت نہین کی جسقدر اور پردہ ہٹا دیا اور دلیلین وہ لائے جو نہ صرف۔ خدا کے حکم۔ رسول کے طرز عمل۔ مسلمانونکی بجا آوری حکم اور عمل کے مخالف ہے بلکہ کسی طرح عقل کے نزدیک ادنے توجہ کی چیز نہین ہے۔

بیکار ریمارک کا بُرا اثر

فلسفیانہ نقطہ خیال۔ اور توحید مذہب دونون "صنم پرستی" کے الزام کو مغرورانہ نفرت سے ٹال دیتی ہے۔ مسلمان جانتے ہین کہ اُنکے ہادی کی تعلیم اور مسلمانون کے عمل سے توحید کامل ہوئی۔

استلام اور اعمال حج کی اِس شان نے بھی معترضین کو باز نہین رکھا کہ مس کرتے وقت مس کرنیوالا خدا کے نام سے شروع کرتا ہے اور خدا کے بزرگ ہونیکا اقرار کرتا ہے۔ صفا اور مروہ کو شعائر اللہ کہتا ہے۔ کہتا ہے کہ سوا خدا کے کوئی خدا نہین ہے وہ اکیلا ہے اور اُس کا شریک نہین ہے اُسی کا ملک ہے اسی کے لئے تمام حمد ہے اور وہی تمام چیزون پر قادر ہے۔

کعبہ اور حجر اسود کے احترام کی وجہ۔

یہ واقعہ ہے کہ اوایل اسلام سے آج تک نہ صرف ہادی اسلام نے حجر اسود اور کعبہ کا احترام کیا بلکہ مسلمان بھی کرتے رہے نہ اس وجہ سے کہ ڈیوڈورس نے اسے قدیم کہا ہے یا پولوس یعنی ابن مریم کا حواری اپنے سفر عرب کے زمانہ مین یہان گیا ہوگا نہ اسوجہ سے کہ سالوسٹر ڈی ساسی کہتا ہے کہ قرینہ ہے کہ اجرام سماوی مین سے کسی جرم کا کوئی شکستہ ٹکڑا ہے۔ نہ اس وجہ سے کہ حضرت ابرہیم نے اس پتھر پر خدا کی نام کے لئے قربانی کی ہوگی یا یہ ٹکڑا بہشت سے آیا ہوگا۔ یا اس لئے کہ۔ یہود۔ نصاریٰ

موحدین اور صابئین نے منفرداً اور مجموعاً اسے اپنا معبد قرار دیا اور ایک لامعلوم زمانے سے اسجگہ عبادت گاہ بننے کی خصوصیت حاصل ہوئی اور اسی وجہ سے اسے خدا کی خالص عبادت گاہ بنانا اس مفہوم مین مفید ہوا کہ اس مرتبے سے خیال تقدس کا سلسلہ شکست نہ ہونے پائے۔ بلکہ اسوجہ سے کہ عالم کے سب سے بڑے نقیب توحید نے اس مقام کو عبادت الٰہی کے لئے مخصوص کیا اور اس وجہ سے کہ ہمارے ہادی کے دست اقدس اس سے مس ہوئے۔ ہمکو اپنے ہادی کا عمل اور حکم معلوم ہے اگرچہ تخصیص کے وجوہات معلوم نہ ہون۔

انسان بہت سی چیزونکی تعظیم کرتا ہے لیکن کوئی اُسے بت پرستی نہین سمجھتا

ہم کس کس چیز کی فہرست دین جنکی انسان تعظیم اور احترام کرتا ہے۔ کیا انسان اپنے والدین کی تعظیم اور احترام نہین کرتا ہے۔ یہان تو نہ صرف تصویر ہے بلکہ گوشت اور خون بھی ہے اور ہماری تخلیق کی ایک بڑی وجہ ہے انسان جھکتا ہے۔ وہ سب جھکتا ہے جو انسان مین اچھا ہے۔ اور اپنے اس اطاعت احترام اور تعلیم کو سعادت سمجھتا ہے۔ سوچو ایک ایسے وقت کو جبکہ انسان ایک بڑے پہاڑ کے نیچے کھڑا ہے۔ ٹھوس۔ سیاہ مادے کا ڈھیر جو ہمارے قد سے ہزار ہزار درجہ بلند اور عریض ہے۔ کیا معلوم ہوتا ہے۔ محسوس خوف۔ ہماری کیا حالت ہوتی ہے۔ اگر ہم بہتے ہوئے صاف۔ عمیق اور چوڑے دریا کے قریب کھڑے ہوتے ہین دیکھتے ہین کہ ایک چوڑا سیال جسم لہرین لیتا اور ٹھکراتا ہوا بہتا چلا جاتا ہے۔ ایک کیفیت لطف اور محویت طاری ہوتی ہے ہم اُسکی عظمت سے مرعوب ہوتے ہین۔ سب نے ہونگے جو مادے کی ان مختلف اور جسیم شکلون کو دیکھکر فتبارک اللہ احسن الخالقین کہدیتے ہون لیکن ان احساس کے منکر نہین ہوسکتے۔ کیا ہم لوگ اپنے اس احساس سے عناصر پرستی کے حد کے اندر آتے ہین؟ بیشک بغیر ارادہ بھی ہمارا تمام خاتمہ جسمانی اور روحانی خوف اور عظمت سے متغیر اور منقلب ہوگیا۔ ہماری فطرت ہیجان مین آ گئی کیا یہ احساسات فلسفہ توحید کی اعلیٰ ترین ترقی مین کبھی شرک اور بت پرستی کے حد کے اندر آئے۔ نہین لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ وہ ملتے جلتے اسکے وسیع المعنی فلسفہ کے باہر ہے۔

حج کا منظر

حج کا فلسفہ۔ اور اُسکی صورت جن روشن لفظون مین دکھائی گئی ہے وہ جناب امیر کا حق تھا۔ بندہ عجز۔ فروتنی اور انکساری سے اپنے معبود کی عبادت کے لئے دل و جان سے آمادہ ہوتا ہے۔ اُسکی سراسیمگی اور حیرانی۔ اُسکا عین ہوش ہے۔ وہ لبیک کہتا ہے۔ گویا مالک کی صدا پر خادم صدا دے رہا ہے

یہ عبادت کا سب سے عظیم اور اظہار عبودیت - اخلاص و محبت کا وہ ٹکڑا ہے جس کے بشیار عناصر کی
تشریح نہیں ہو سکتی - اور ہو سکتی ہے تو اُسکا لطف اور خوبصورتی قایم نہیں رہ سکتی - ایک نہیں ہزاروں
ہزاروں نہیں لاکھوں بندے اس طرح خدا کی عبادت میں مشغول ہیں - اسکا تماشہ نہیں ہے کہ لوگ
کیا کر رہے ہیں بلکہ توحید کا تماشہ ہے کہ کس طرح مختلف صداؤں - لہجوں - زبانوں ترتیب اور جماعتوں
سے وحدانیت اپنے کو بلند کرا رہی ہے - کون نہیں جانتا کہ کعبہ - حجر اسود - صفا اور مروہ انھین سے
کوئی یا سب بلکہ توحید کا کوئی جزو نہیں ہے - نہ توحید بغیر اسکے ناکامل ہے - ہم اپنے کمرہ کے تمام دروازے
اور سوراخ بند کر کے اقرار توحید کر سکتے ہیں اسلام نے عبادت کے لیے کسی مخصوص مقام کی قید نہیں
کی ہے - خدا محیط کل ہے - اسکی عبادت ہر جگہہ ہو سکتی ہے - نہ فرضیت حج اسکے منافی ہے بلکہ اسکے
فرض ہونیکے وجوہات میں اصل وہی وجہ ہے کہ "تقویت دین" کیلئے ہے - قوت خیالی ہو یا عملی تنہائی
میں نہیں ہے بلکہ مجموعہ میں ہے - عمر بھر گوشہ میں عبادت کرنیوالا ایک مرتبہ دیکھتا ہے کہ ہم ہی نہیں
بلکہ ہماری طرح اور بندے بھی اسی طریقہ سے عبادت کر رہے ہیں جس طرح ہم کرتے ہیں - وہی خیال جو ہماری
روح کی تسکین ہے دوسروں کا بھی رہنما ہے - قومیت انسانی - رسم و رواج - زبان - لہجہ - آب و ہوا -
کوئی چیز ایسی نہ تھی جو اس خیال سے مغلوب نہ ہو جاتی - یہ اعتقاد کی بلندی اور تقویت
کا باعث ہوتا ہے اور اسکے بعد ان ہمخیالوں میں جو محبت پیدا ہوتی ہے وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں رہتی -
یہ حالت ساختہ قومیت کے اس نظریہ کی تابع نہیں رہتی کہ مذہب - زبان - نوعیت اور رسم و رواج
اور آب و ہوا ایک ہو بلکہ محض مذہب وہ حکومت ہو جاتی ہے جسکی ماتحتی دیگر عناصر کی ناموجودگی میں
بھی پاشان جسم اور اعضا کو ایک رکھ سکتی ہے - یہ قوت ہے بلکہ وہ قوت ہے جو کسی اور کو حاصل
نہیں ہے - کیونکہ کسی اور کا ایسا جاندار خالص مرکز نہیں ہے - اس کا مرکز قرار دینا بانی ملت و
مذہب کی موید من اللہ عقل کا کام تھا جس سے مسلمان ابد الآباد تک اصول معاشرت کی ہر قسم کی
ترقی کے باوجود مذہبی - معاشرتی - سیاسی نفع اُٹھا سکتے تھے اور اُٹھا سکتے ہیں - اس مرکز کی تحقیر
کرنا یا اسکے ساتھ عدم مرکزیت کے باعث خیالات کو ملا دینا نہ صرف اسکے تقدس پر حملہ ہے بلکہ اُس کل
کے پرزے علیحدہ علیحدہ کر دینا ہے جو نہ صرف قوم بناتی ہے بلکہ شکستگی دور کرتی ہے -

اب جو روایت میں بیان کرتا ہوں وہ متذکرہ صدر واقعہ کا ایک ضمن سمجھا جاسکتا ہے - میں نے اسے

کعبہ کے اسباب آرایش کے فروخت کرنیکی تجویز۔

تہذیب المتین فی امیر المومنین[ع] اور نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغت مین دیکھا ہی جسے مین آخرالذکر سے نقل کرتا ہون "زمانہ عمر خطاب مین لوگون نے کعبہ کے آرائشونکا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ کعبہ کو اِن آرائشون کی کیا ضرورت ہے اگر آپ اِنھین وہان سے اُٹھاکر کسی لشکر کی تیاری مین صرف کرین تو یقیناً باعث ثواب ہوگا۔ خلیفہ صاحب نے بہی یہ رائے پسند کی اور ارادہ کرلیا کہ کعبہ کی تمام آرائشونکو برطرف کردیا جائے۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السّلام سے بہی اِس بارہ مین رائے دریافت کی حضرت نے فرمایا:۔ بیشک قرآن نبی پر نازل کیا گیا ہی اور مالکی چار قسمین تھین (مسلمانون کا مال فی۔ خمس۔ ذکوٰۃ) اور کعبہ کی آرائشین اُس روز (نزول قرآن کے وقت) بہی ایسی ہی تھین جیسے آج ہین۔ مگر خداوند عالم نے اِنھین انکے حال پر چہوڑ دیا۔ اب سونچنا چاہئے کہ خداوند عالم سے سہو و نسیان کے باعث یہ فروگذاشت نہین ہوئی۔ نہ اُس کا مکان اُسکی نگاہون سے پوشید تہا۔ پس تو بہی اِن آرائشون کو وہین قایم رکھ جہان خداوند عالم اور اُسکے رسول نے انہین قائم رکھا ہے"

وہ درخت کٹوادیا گیا جسکے سایہ مین رسول نے جہاد کی بیعت لی تھی۔

دوسرے ایک واقعہ کو ابن خلدون بیان کرتا ہے کہ:۔ "فتح مکہ سے بیشتر جس درخت کے نیچے بیٹھکر آنحضرت (صلعم) نے لوگون سے جہاد پر بیعت لی تہی۔ اور زمانہ عمر فاروق مین لوگ اُس کو متبرک سمجھکر زیارت کرنے کو آنے لگے تہے اُنھون نے یہ دیکھکر اُسکو کٹوادیا کہ آیندہ مبادا اُسکی پرستش ہونیلگے اور رفتہ رفتہ اسکے ذریعہ سے اسلام مین شرک نہ ہو جائے۔ اصل یہ ہے کہ اسلام انھین غلطیون کے مٹانے اور لوگون کو اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت سکہانے کو آیا ہے۔ آجکل کا زمانہ ہوتا تو بیچارے عمر فاروق پر خدا جانے کس چیز کا فتوے دیدیا جاتا"

متذکرہ عبارت مین مترجم اور مورخ کی دلیل اور کوشش کو دور کرنے کے بعد واقعہ صرف اِس قدر رہجاتا ہے کہ "فتح مکہ سے بیشتر جس درخت کے نیچے آنحضرت (صلعم) نے لوگون سے جہاد پر بیعت لی تہی اسے انھون (عمر) نے کٹوادیا"

تاریخی حیثیت ہوگئی تھی۔

اسمین بات کوئی غیر معمولی نہین ہے جسپر توجہ دلانی ضرور ہو بجز اسکے کہ یہ درخت وہ نشان تہا جہان ایک سخت وقت مین ہمارے ہادی کو تجدید عہد کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور وہ عہد جہاد کے لئے تہا اس لحاظ سے اب اِس مقام کو نہ صرف ایک تاریخی واقعہ کی یاد سے تعلق تہا بلکہ نبی عربی کی ذات اقدس نے اسمین اور بہی محبت کا جز شامل کردیا تہا۔ کوئی عجب نہین ہے کہ لوگ اِس مقام کو دیکھنے آتے ہون

اور دم لیتے ہون اور ایک مہتم بالشان واقعہ کی تمام کارروائی اُنکے نگاہ کے سامنے گذر جاتی ہو۔
خبرین کہتی ہین کہ خلیفہ نے پہلے لوگون کو اِسکے قریب جانے سے دھمکایا اور پھر کٹوا دیا۔ یہانتک کہ مناہج النبوۃ
اور قرۃ العیون مین باختلاف الفاظ یہ خیال پایا جاتا ہے کہ "حدیبیہ نام ایک کنوین یا درخت کا ہے کہ
اُس مکان (جگہہ) مین تہا ... اور وہ مکان حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان ہدایت
نشان مین متعین اور معلوم تہا اور صحابہ کے عہد مبارک عہد مین وہ مبہم اور مجہول ہوگیا اب آدمی
زیارت اُسکی سے محروم ہین اُسکی جہت مسافت کی معلوم ہے مگر مخصوص اور متعین نہین ہوتا" اور اگرچہ
تہوڑے ہی زمانہ کے بعد لوگون نے موضع شجرہ مین ایک مسجد بنالی لیکن سعید ابن مسیب کو شجرہ کے
صحیح مقام کا تعین نہ ہوا اور اُنھون نے اپنے باپ کا قول نقل کیا جو بیعت رضوان مین شریک تہے کہ جب
باہر آئے ہم سال آیندہ فراموش کیے گئے ہم اُس موضع کے تئین جو شجرہ تہا پس قدرت نہ پائی ہم نے
اُسکے دریافت پر اور مشتبہ ہوا وہ مکان اوپر ہمارے"۔

اشارہ جو آثار رسول کے ساتہہ بے لحاظی کیوجہ سے بڑہی ہو جاتے ہین۔

ہم مسلمان اِس واقعہ پر باوجود صدیان گذر جانے کے اُس محبت اور عقیدت کے لحاظ سے متاسف
ہو سکتے ہین جو ہمین ورثاً اور علمی حیثیت سے ملے ہین اور سوچ سکتے ہین کہ آثار رسول کے ساتھہ یہ
بیرحمی سمجھی جائیگی اگر وہ چیزین نیست و نابود کردیجائین جو اُنکے یاد آنے کا ایک وسیلہ تھین۔ لیکن حقیقتاً
ہم پر ویسا اثر نہین پڑ سکتا جیسا اُن لوگون پر جنہون نے جناب اقدس نبوی کی زیارت کی تہی اور
اس قرآن مین ذکر کیے جانے کے قابل درخت (اذ یبایعونک تحت الشجرۃ) کے نیچے بیعت کی تہی۔ اور
جنہین وہ تمام حالتین یاد آجاتی ہونگی جنمین اس عہد کی ضرورت ہوئی تہی۔ ہم لوگ جو میموریل اور اسٹیچو
کے زمانہ مین ہین ہر روز دیکہتے اور سُنتے رہتے ہین کہ قومین کس طرح اپنے افراد کی یادگار قائم رکہنے کے لیے ایسے
سامان ضروری سمجہتی ہین اور اہتمام کرتی ہین۔ خلیفہ کا یہ فعل ہماری سمجہہ مین نہین آتا کہ وہ عبد الوہاب
نجدی کے ایسے مسلمان کے علاوہ مسلمانون کو بہلے معلوم ہون جنکے مزید واقعات تاریخ روم (ترک) مین
مل سکتے ہین۔ حقیقتاً عبد الوہاب کا نہایت مشہور فعل مسلم ابن عقبہ کی شاگردی تہی اور اِسکے بعد ناظرین اور
طلبائے تاریخ کے سمجہنے کی بات ہے کہ ابن عقبہ اور ابن نمیر وغیرہ نے یہ اور اسکے بعد خانہ کعبہ کے ساتہہ
جو کچہہ کیا وہ کس مصلحت کا نشو تہا!

قرآن مین ذکر کیے جانیکے قابل درخت۔

تاریخی مماثلتین

وہ شکلین جو نبی عربی کی تعلیم توحید اور قلع شرک کے بعد پہر اسکے عود کرنیکا خوف طاری کرتے ہین غالباً

ایسی الزام دہی جسکے مسلمان کبھی مرتکب نہ تھے۔

نہ اُنھون نے یہ خیال کیا کہ عقیدہ توحید کے بیج کی نشو کی ابتدا اُس زمانہ مین ہو چکی۔ نہ اُنھون نے اسپر غور کیا کہ ایک عقیدہ باطل کا ترک طبعاً اُسکی طرف عود کرنے سے روکتا ہے۔ نہ اُنھون نے یہ سوچا کہ نفرت شرک جس طرح کی مسلمانون کی پہلی نسل کے خیال مین ذخیرہ کر دی گئی تھی وہ کبھی قیامت تک صرف اور ختم نہ ہوگی مسلمانون کی خدا پرستی کا وہ مستحکم یقین موجود ہوگا جو اس سے خوف کرے کہ وہ شجر پرستی مین مبتلا ہو جائینگے۔ غالباً حفاظت مذہب اور ترقی کی یہ حیرت خیز کوشش ہوگی کہ مسلمانون کو اس گناہ کا الزام لگائے جسکے وہ مرتکب نہ تھے اس خوف سے کہ آیندہ زمانہ مین بھی مبتلا نہ ہو جائین اور یہ اس لئے کہ اُنھین کسی کے فعل کی حفاظت کیلئے کوئی اور گارھی دلیل نہین ملتی تھی۔

خلیفہ ثانی اور احادیث رسول

اسکے بعد جو کچھہ کہتا ہے وہ شعائر اللہ یا آثار رسول کے متعلق نہین ہے بلکہ عین جناب رسالتماب کی احادیث کے متعلق ہے۔ اور جس طرح مذکرہ صدر امورات کے متعلق جو کچھہ خیالات خلیفہ کے ظاہر کئے گئے ہین اُنکی کوئی وہ وجہ اور غرض خلیفہ کی زبانی نہین ہے جو متکلمین اور مورخین نے بیان کی ہے اِسی طرح پیش نظر امر کے متعلق بھی خلیفہ نے ریمارک کرنے مین اپنی غرض کو ظاہر نہین کیا ہے بلکہ صرف مورخین نے ریمارک کے ساتھہ کوئی غرض لگا دی ہے۔

صاحب سیرۃ الفاروق فرماتے ہین " احادیث کے نسبت حضرت عمر کا ایک ممتاز اصول جو دکھائی دیتا ہے وہ یہ ہے کہ حدیثون کی کثرت روایت کو روکتے تھے۔" پھر فرماتے ہین " حضرت عمر کی روایت حدیث کی مخالفت صرف اُنکی قلت روایت ہی سے نہین ظاہر ہوتی بلکہ وہ اسکی علانیہ طور پر مخالفت کرتے تھے اور دانستہ حدیثونکی کثرت کو روکتے تھے۔" کوفہ اور عراق جانے والون کو احادیث کم بیان کرنیکی وصیت کرتے ہوئے کہا کہ " انکو حدیثون مین نہ پھنسا لینا۔" اِسی مورخ نے آگے چلکر اُنکے اقوال مین لکھا ہے کہ " قرآن کی تفسیر اور رسول اللہ سے روایت تھوڑی کیا کرو اِسمین بھی تمہارا شریک ہون۔"

قرآن کی تفسیر کریگا حکم

مؤلف الفاروق حکم کی غرض بتاتے ہین۔

مولوی شبلی صاحب الفاروق مین خلیفہ کے حکم کو معہ وجہ کے بیان فرماتے ہین کہ " حضرت عمر اس ڈر سے کہ صحابہ آنحضرت سے روایت کرنے مین غلطی نہ کرین صحابہ کو حکم دیتے تھے کہ رسول اللہ سے کم روایت کرین۔"

حکم اور غرض پر نظر۔

اِسمین غور طلب امر یہ ہے کہ آیا کم روایت کرنا غلطی کے خوف کو مرتفع کر دیتا ہے یا نہین۔ اِس لئے کہ یہ بہت ممکن ہے کہ کسی کی کم گوئی اُسے غلط بیانی سے محفوظ نہ رکھہ سکے۔ ہوا صرف اِس قدر کہ اگر اِس کم گو لیکن غلط بیان شخص سے کم گوئی کی حالت مین تھوڑی غلطیان ہوئین تو زیادہ گوئی کی مقدار کے لحاظ سے

غلط بیان وزن میں زیادہ ہوتی جاتیں یعنی اس حکم نے کسی طرح غلط بیانی کا انسداد نہیں کیا۔ یہ حکم کم بیان کرنے کے متعلق ہے۔ قابل سوانح نویس کہیں یہ حکم نہیں لکھتے کہ صحیح روایات بیان کرو اگرچہ تمہیں زیادہ یاد ہوں اور اس سے مقدار بڑھ جائے۔ اس کم گوئی کے حکم میں اگرچہ صحیح گوئی کیلئے کوئی رعایت ملحوظ نہیں رکھی گئی ہے لیکن میں بحث کے لئے اسے قبول کرلیتا ہوں کہ غیر صریحی منشا یہی تھا۔ مگر اسکا معیار کیا تھا کہ اسکے بعد جو کہے گا وہ صحیح کہے گا۔ اور یہ کیوں نہ سمجھا گیا کہ اگرچہ کوئی کیسا ہی صحیح کیوں نہ کہے لیکن جہاں کچھ زیادہ کہا اور وہ غلط بیانی کے میدان میں آگیا۔ یہ ایک ایسا حکم تھا جسنے کسی طرح صحیح گوئی کی مدد نہ کی بلکہ اپنے ہیئت سے جسکی غرض مفقود ہے صحیح گوئی پہ لگام چڑہادی۔

اسکا اثر

غلط بیانی کا روکنا کسی طرح امکانی بات نہ تھی جو کچھ انسداد ممکن تھا وہ یا تو کسی حد تک تقریر و تحریر سے یا خلاف ورزی کا ثبوت ملنے پر سزا کرنے سے بلکہ جو طرز عمل کہ نہایت متعصفانہ اور نا قابل اعتراض معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ وہ زمانہ تھا جسمیں زیادہ تر اصحاب رسول زندہ تھے اور یہ تمام لوگ اگرچہ کل احادیث کی تصدیق نہیں کرسکتے ہوں اور باوجود اسکے کہ رسول کے بعض اصحاب کو معلوم ہوں لیکن یہ ممکن نہ تھا کہ وہ امورات جو شرع اور عامۂ مسلمین سے متعلق ہوں اسکے متعلق وہ لوگ رسول کے احکام اور اصول نہ سن چکے ہوں۔ اس لحاظ سے یہ بہت آسان تھا کہ کوئی حدیث جو کسی صحابی کے زبانی غیر معمولی معلوم ہوتی وہ جانچ کے لئے ان اصحاب کے حوالہ کیجاتی اور وہ انکار یا تصدیق کرتے۔ نہ کہ ایک ایسا حکم صادر کردیا جاتا جس سے لوگ احادیث بیان کرنا حکومت کے حکم کے خلاف سمجھ کر خوف زدہ ہوتے۔ حضرت عمر کے لئے کافی تھا کہ وہ ایک ایسی تحریک کے باعث ہوتے جس سے آخری وقت کے ایسے مفید موقع پر رسول مسلمانوں کے لئے ہدایت کی مخصوص وصیتیں نہ لکھوا سکتے۔ نہ کہ انہوں نے اپنے دور خلافت کو اس سے بھی مخصوص کیا کہ کچھ لوگ ہوں جنہیں مفید شاخ کے متعلق احادیث یاد ہوں اور وہ بیان نہ کرسکے ہوں اور زبان کھلنے کے قبل دنیا سے گذر گئے ہوں۔ یہ انسداد شبہات کے جواز کے ساتھ یہ خیال بھی دلاتا ہے کہ کیا خلیفہ نے کسی یا چند مخصوص امورات کے متعلق رسول کی احادیث کو بیان کرنے سے روکا تھا؟

ان تذکروں کے بعد جسمیں خلیفہ ثانی کا خود رسول کی احادیث کے متعلق طرز عمل واضح ہوجاتا ہے۔ ہمیں الفاروق کی اس عبارت پر کوئی تعجب نہیں ہوتا کہ "حضرت علی کے ہم صحبت اکثر وہ لوگ تھے جو فن حدیث میں بلند پایہ نہ تھے۔ حضرت علی سے جن لوگوں نے روایتیں کیں انپر اعتبار نہیں کیا جاتا تھا۔" نہیں اسپر

سوال کرنیکی ضرورت ہے کہ آیا یہ ممکن ہو کہ بزازے کا کوئی معمولی دلال مانچسٹر کے کسی کارخانہ کے منیجر سے اصول تجارت کو بہتر سمجھتا ہو۔ ہمارا یہ خیال کہ آیا کسی یا چند مخصوص اُمورات کے متعلق رسول کی احادیث کو بیان کرنے سے روکا تھا الفاروق کی عبارت سے بہت کچھ صاف ہو جاتا ہے۔

مؤلف تہذیب المتین حسب ذیل کشف سے نقل کرتے ہیں کہ علی ابن عیسی اردبیلی اور ابو المؤید خوارزمی نے محمد بن خالد الجہنی سے روایت کی ہو کہ ایک روز عمر ابن الخطاب نے ممبر پر خطبہ کہا کہ ''ای امت محمد اگر ہم تمکو اُس چیز سے جس کو تم پہچانتے ہو (یعنی اسلام) اُس شئے کی طرف پھیرین جسکے تم منکر ہو (یعنی کفر) تو تم کیا کرو گے راوی کہتا ہے کہ لوگ خاموش ہو گئے۔ عمر نے تین مرتبہ اعادہ کیا۔ علی اُس وقت گوشہ مسجد مین نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ سُنکر بیتاب ہو گئے اور کہا۔ ایسا ہو تو ہم تجھسے توبہ کرائینگے۔ اگر تو توبہ کرے تو تیری توبہ قبول کرینگے۔ عمر نے کہا اگر نہ مانین؟ فرمایا اُس وقت گردن مارینگے۔ اب کہا عمر نے۔ شکر خدا کا کہ اُسنے اس امت مین ایسے شخص کو مقرر کیا ہے کہ جب ہم راہ راست سے منحرف ہون تو وہ ہماری کجیونکو درست کرے اور ہمکو سیدھے راستہ پر لادے''

خلیفہ ثانی کا مخاطبہ علی۔

میں نہین جانتا کہ مورخین اِس واقعہ کے متعلق کیا کہنا پسند کرتے ہین۔ غالبًا کم لوگ ہونگے جو یہ تصفیہ کرینگے حضرت عمر کے مزاج کے اُس میلان کے لحاظ سے جو متذکرہ صدر مثالون سے ظاہر ہوا۔ اس روایت کے خیالات بھی ''بعید نہین ہین'' حضرت عمر جانین۔ خدا جانے یا شارحین جانین کہ ردت کے اس پُر اسرار سوال مین کیا الم تھا۔ لیکن غالبًا اسوقت نہ تو ارتداد کی بجلی کڑکڑا رہی تھی نہ بادل گڑگڑا رہا تھا نہ طوفان اُٹھ رہا تھا۔ نہ سیاہی نور پر غالب آئی جاتی۔ جس سے کہا جاسکے کہ لوگون کے غلط میلان کو دھمکی سے روک رہے تھے۔

خلیفہ ثانی کا قاتل مغیرہ ابن شعبہ کا غلام ہوا۔

یہ باب اس حیرت خیز اتفاق پر ختم ہوتا ہے کہ ابا حفصہ کا قاتل مغیرہ ابن شعبہ ہی کا غلام ہوتا۔ صاحب صواعق محرقہ ابولولو کو مجوسی بتاتے ہین درانحالیکہ ابن خلدون کے نزدیک نصرانی تھا۔ اسی نے خلیفہ سے شکایت کی کہ ''میرا مالک مجھسے زیادہ محصول لیتا ہے اِسے کم کرا دیجے''۔ محصول ابن حجر کے نزدیک چار درہم روزانہ اور ابن خلدون کے حساب سے صرف دو درہم تھا (سات آنہ) ابولولو لوہاری۔ نقاشی اور بڑھئی کا کام جانتا تھا۔ خلیفہ نے فیصلہ کیا کہ ''اِن صنعتون کے مقابلہ مین یہ محصول زیادہ نہین ہے''۔

فیروز اِس رقم کو گران محسوس کرتا تھا جو فیصلہ سننے کے بعد اُسکے اِس حالت اور قول سے ظاہر ہے۔ جو

ابن حجر مکی نقل کرتے ہین کہ "آنگاہ غلام خشم گرفت ورفت وگفت عدل او بہمہ کس رسیدہ است غیر از من" یا چکی بنانے کے حکم پر "ابو لولو روئے ترش کردہ خصمانہ بجانب عمر نظر کرد و گفت آسیا بجہت تو سازم کہ مردم سالہا از ان باز می گفتہ باشند" اسنے ایک روز موقع پاکر وار کیا۔ زخم مہلک تہا۔ بقول ابن خلدون "ایک طبیب بلایا گیا اُسنے عمر فاروق کو نبیذ پلائی" لیکن زخم کی راہ سے باہر نکل گئی۔ اور بقول حجر جو بخاری سے ابن مخرمہ کی روایت نقل کرتے ہین کہ "چون عمر از زخم خنجر زدند متالم بود و جزع می کرد و ابن عباس گفت ای امیر المومنین مبالغہ مکن در جزع"

ابو لولو گھورتا ہے۔

نبیذ مفید ہوئی۔

زخم کہانیکے وقت خلیفہ کی حالت

باب چہارم

مرکزی خلافت وزیونکی ترقی اور اُسکا اثر

آپا حفصہ نے دنیا سے کوچ نہین کیا مگر یہ کہ اُنہون نے خلافت کے لئے جو کچھ انتظام کیا اگرچہ اُسکی غرض کتنے ہی زمانہ تک کیون نہ پوشیدہ رہی ہو لیکن جاننے والون سے نہ اُسوقت پوشیدہ تہی جسوقت اسکا نفاذ ہوا اور نہ اس زمانہ مین مبہم رہ سکتی ہے جب کہ طریقہ انتخاب کی مختلف صورتون سے زمانہ واقف ہوتا جاتا ہے۔ اسکے خوفناک نتائج کا نشو ہمارے اس باب سے شروع ہوتا ہے۔ یہ ناظرین کے غور کی بات ہوگی کہ رحلت رسولؐ کے بعد سے اسوقت تک جو روش مصلحت تہی۔ اسکے بعد کی روش کو اُسکی ترقی کہنا زیبا ہے یا نہین۔

انتخاب خلافت کی تیسری شکل اور اُسکی ترکیب

خلیفہ کے زخمی ہونیکے بعد جو کچھ واقع ہوا وہ یہی تہا کہ اُنہون نے اپنے جانشین مابعد کی فکر کی۔ اگرچہ عموماً یہ کہا گیا ہے کہ اپنی آخری وقت خلافت کے لئے چھ شخص منتخب کئے لیکن اگر صواعق محرقہ کی یہ روایت بہی نظر انداز نہین کیجا سکتی کہ "حاکم روایت کرد کہ عمر خطبہ خواندہ گفت کہ در خواب دیدم گویا خروس مرا یک منقار یا دو منقار زد و گمان نمیکنم مگر آنکہ اجل مرا نزدیک شدہ و قومی مرا مامور می سازند بہ آنکہ شخص را خلیفہ سازم و تحقیق خدائے تعالیٰ دین خود را و خلافت خود را ضائع نخواہد گردانید۔ اگر امر من بسبیل تعجیل واقع شود خلافت شوری باشد میان این شش کس یعنی عثمان و علی المرتضیٰ و طلحہ و زبیر

خلیفہ ثانی کے ذہن مین انتخاب کی یہ تجویز پہلے سے تہی

و عبدالرحمن ابن عوف و سعد ابن ابی وقاص کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از ایشان راضی بود" تو اس سے
ظاہر ہے کہ یہ اسکیم پیشتر انکے ذہن مین موجود تھی۔

لیکن اپنے بعد کے لئے یہ طرز عمل بھی اُنکی اکیلی خواہش نہ تھی جیسا طبری وغیرہ سے ظاہر ہے کہ جس وقت
اُنہون نے اپنے منتخب لوگون کو بلایا اور معلوم ہوا کہ طلحہ نہین ہے اور اُنہون نے کہا کہ مقررہ وقت مین
اگر وہ آجائین تو خیر ورنہ تم اپنا کام کرنا اور جب لوگون نے کہا کہ تم خود ہی کسی کو خلیفہ بنادو جس طرح ابوبکر
نے کیا تو کہا کہ "اگر ابو عبیدہ جراح زندہ بودے اورا دادمی" بعض نے سالم کا نام بھی لیا ہے اور بعض نے
ابن عوف ہی کو منتخب کیا ہے لیکن انہون نے انکار کیا۔ طبری ہی کے موافق یہ حکم بھی ضروری سمجھا کہ
اگر پانچ آدمی موافق اور ایک ناموافق ہو تو اُسے قتل کر ڈالنا اور اگر دو شخص ناموافق ہون تو رائے
اُدھر ہوگی جدھر عبدالرحمن ابن عوف ہو۔ روضۃ الصفا مین بھی ابن عوف کا موقع مقدم اور نصف مخالف
کے لئے قتل کا حکم لکھا ہے۔ ابوالفدا کے نزدیک عبدالرحمن ابن عمر اُس طرف رکھے گئے جدھر عبدالرحمن
ابن عوف ہون جسکی وضاحت ابن خلدون سے ہوتی ہے کہ۔

حضرت عمر ابو عبیدہ جراح یا سالم یا ابن عوف کو پسند کرتے۔

"آپ (عمر) نے عبدالرحمن کو بلا کر فرمایا۔ مین تم سے کچھ عہد کیا چاہتا ہون۔ عبدالرحمن نے کہا کیا
آپ مجھ سے کچھ عہد کرینگے۔ فرمایا نہین بخدا مین ایسا نہ کرونگا جاؤ مین اُنلوگون سے عہد لونگا جن سے
آنحضرت (صلعم) راضی وخوش تشریف لیگئے ہین۔ یہ کہکر آپ نے علی وعثمان وزبیر وسعد اور خود
عبدالرحمن ابن عوف کو بلایا اور انلوگون سے مخاطب ہوکر کہا تین روز تک تملوگ طلحہ کا انتظار کرنا
اگر وہ آجائین تو فبہا ورنہ تملوگ مشورہ کرکے کسی کو اپنے مین سے امیر بنا لینا.... اور ابو طلحہ
انصاری ومقداد بن الاسود کو طلب کرکے حکم دیا کہ ان لوگون کے دروازہ پر جاکر کھڑے رہنا اور
کسیکو انکے پاس جانے نہ دینا جب تک وہ باہم مشورہ نہ کرلین.... اور عبداللہ سے مخاطب ہوکر
فرمایا۔ اگر لوگ انتخاب خلیفہ مین مختلف ہون تو تم کثرت رائے سے موافقت کرنا اور اگر فریقین برابر ہون
تو تم اُس گروہ کے رائے سے اتفاق کرنا جسمین عبدالرحمن ابن عوف ہون..... چنانچہ لوگون نے
عمر فاروق سے کہا۔ آپ اپنا ولی عہد منتخب کر جایئے۔ جواب ملا مین کر چکا" ابن خلدون مین ہے کہ "در صورت
مساوات عبداللہ ابن عمر حکم بنائے جائین اور عبداللہ ابن عمر اُس فریق سے اتفاق رائے کرین
جسمین عبدالرحمن ابن عوف ہون"۔

خلیفہ ابن عوف سے کچھ عہد کیا چاہتے ہین۔

خلیفہ ولیعہد منتخب کرچکے

علی اور عباس نے نتیجہ انتخاب ظاہر ہونیکے قبل کیا کہا اور کیون ؟

اب مجھے یہ کہنا ہے کہ اِس انتخاب کے متعلق علی و عباس کا کیا خیال تہا۔ ابو الفدا کہتا ہے "علی عباس کے پاس گئے اور کہا خلافت مجھسے گئی کیونکہ سعد عبدالرحمن سے مخالفت نہ کریگا اِس لئے کہ وہ چچا کا بیٹا ہے اور عبدالرحمن خسر ہے۔ یہ لوگ آپسمین ایک دوسرے کو خلیفہ بنالین گے۔ . . . اِس گروہ کو چین نہ آویگا جب تک امر خلافت ہم سے دفع نہ کرلین"۔ یہی مضمون روضۃ الصفا مین بھی ہے کہ "عبداللہ عثمان کا داماد اور سعد ابن ابی وقاص ابن عوف کا ابن عم ہے۔ اگر طلحہ و زبیر ہمارا ساتھہ بھی دین تو بیکار ہے"۔ اور ابن عباس کہتے ہین کہ "از مکر این طائفہ ایمن مباش کہ ہمت بر دفع ما مقصود دارند تا دیگر ابد مسند حکومت نشانند"۔ طبری کہتا ہے کہ "علی با عباس گفت مارا ہمی خواند۔ عباس گفت مشو۔ گفت چرا۔ گفت بدانکہ عمر بنی ہاشم نہ دید مگر کہ ہمہ گردانید و یک تن را خلیفہ کنند۔ تو مباش تا بگویم کہ کسی از بنی ہاشم آنجا نبود"۔

صاحب تہذیب المتین نے ابن الحدید کی زبانی ایک دلچسپ موقع دکھایا ہے۔ جسمین گذرے ہوئے خلیفہ نے طلحہ زبیر۔ ابن عوف۔ جناب امیر اور عثمان کے متعلق کچھہ ریمارک کئے ہین مجھے صرف آخرالذکر کے متعلق ریمارک سے بحث ہے۔ عثمان کو مخاطب کرکے کہا:۔

عثمان کے متعلق ریمارک انتخاب کی پیشینگوئی کرتا ہے۔

"ہا ہا الیک (ایک کلمہ جس سے اونٹ ہنکاتے ہین) مین دیکھتا ہون کہ قریش نے بسبب محبت کے تیرے ساتھہ تجھکو فرمانروا مقرر کیا اور تونے بنی اُمیہ اور پسران معیط کو خلائق کی گردنون پر سوار کیا اور اموال فی کو اُنکے لئے مخصوص کرادیا۔ پس ایک گروہ گرگان عرب نے آکر تیرے فراش پر تجھکو قتل کیا قسم بخدا اگر تجھکو خلافت ملی تو تو بغیر ایسا کئے نہ چھوڑے گا اور تونے یہ کیا تو وہ تجھے قتل کئے بغیر نہ چھوڑینگے۔ پھر اُنکی پیشانی کو ہاتھہ سے پکڑ کر فرمایا۔ جب یہ باتین ہون اور ضرور ہونگی تو اُسوقت مجھے یاد کرنا"۔

سنہ ۲۳ھ

شب چہارشنبہ ۲۷ ذی الحجہ سنہ ۲۳ھ کے بعد موقع ملتا ہے کہ ابن عوف کی جدت اور ذہانت پر نظر کیجائے۔

امیدوارون کے متعلق اظہار رائے۔

صاحب صواعق محرقہ فرماتے ہین "بعد از فراغ از دفن جماعت مذکورہ یعنی اصحاب شورے دریکجا مجتمع شدند۔ عبدالرحمن بن عوف گفت امر خود را بسہ کس باز گذارید زبیر گفت من امر خدا یرا با میر المؤمنین امام برحق علی گذاشتم۔ و سعد گفت من امر خود را بعبدالرحمن بن عوف گذاشتم و طلحہ گفت رجوع امر خود را بعثمان کردم۔ چون این سہ کس بیرون شدند عبدالرحمن بہ عثمان و علی گفت من ازادہ این امر خلافت

ابن عوف علی اور عثمان

ندارم ہر یک از شما کہ تبرا کند ازین امر خلافت بدست او میدہیم۔ و عہد خدائے و اسلام بر وباد کہ در نفس خود ملاحظہ افضل کند وحریص باشد بر اصلاح حال امت آنگاہ عثمان و امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہما ہر دو سکوت درین امر اختیار فرمودند۔ باز عبد الرحمٰن گفت اگر شما درین امر سکوت اختیار میکنید رجوع بمن کنید و خدا براست برمن کہ تقصیر نمی کنم از فضل ایشان ہر یک گفتند بلے بتو رجوع کردیم۔ بعد ازان عبد الرحمٰن با امیر المؤمنین حضرت علی خلوت کردہ گفت عہد و میثاق خدا تعالیٰ از تو میگیرم اگر ترا امیر سازیم طریقہ عدل مرعی داری۔ واگر دیگرے بر تو امیر گردانم اطاعت وانقیاد پیش آری علی فرمود بلے قبول دارم۔ باز با عثمان رضی اللہ عنہ خلوت کرد ہمین طریق گفت۔ بعد از عہد و میثاق بیعت کرد بعثمان"۔ اِسی مولف کے موافق" ابن عساکر روایت کرد کہ مردم درین ایام نزد عبد الرحمٰن مجتمع شدہ درین باب مشورت می کردند و ہیچ مرد ذی رائے (۲) نیافت کہ مائل بر خلافت عثمان نباشد"۔ اسی کے موافق" در مسند امام احمد از ابی وائل مرویست کہ گفت عبد الرحمٰن بن عوف را گفتم چگونہ بیعت با عثمان کردید و حضرت علی را گذاشتید عبد الرحمٰن گفت گناہ من نیست۔ ابتدا بحضرت علی خلوت کردہ گفتم با تو بیعت میکنم بشرط کتاب اللہ تعالیٰ و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر سیرت ابوبکر و عمر بداری و بطریق ایشان عمل میکنی۔ گفت کہ نہ دارم پس عثمان را گفتم عمل ابوبکر و عمر برے خود قبول داری گفت قبول دارم" اچھا کیا کہ ابن حجر نے یہ بھی کہدیا کہ" واضح شد کہ خلافت عثمان فرع خلافت عمر است کہ آن فرع خلافت صدیق ہست"۔

غالباً جہان "ذی رائے" قریش کا مرادف ہے۔

علی سنت خلفا کی پیروی سے انکار کرتے ہیں عثمان کی خلافت گذشتہ کی فرع ہے

ابن خلدون کے نزدیک انتخاب گاہ یا دار الشوریٰ مسور بن مخرمہ یا ام المومنین عائشہ کا گھر تھا۔

انتخاب کہان ہوا۔

یہان ابن عوف نے اہل شوریٰ سے کہا "تم مین سے ایسا کوئی شخص ہے جو اپنے کو ان لوگون مین سے نکال لیوے جو خلافت کے لیئے نامزد کیئے گئے ہین تاکہ وہ اِس امر کا منصرم مقرر کیا جائے کہ تم مین سے جو افضل ولایق ہو اُسکو خلیفہ بنائے۔ کسی نے اِسکا جواب نہ دیا"۔ اسکے بعد ابن عوف نے اپنے کو نکالا اور اپنے کو منصرم بنایا۔ سب اِسپر راضی ہوگئے اور علی نے کچھہ نہ کہا۔ اِس پر ابن عوف نے پوچھا "یا ابا الحسن آپ کیا کہتے ہین"؟

خود ساختہ منصرم

"مین بھی راضی ہون بشرطیکہ تم اقرار کرو کہ حق کروگے۔ اپنے ہوائے نفس کی پیروی نہ کروگے نہ کسی کے رشتہ داری کا پاس ولحاظ کروگے حق کہتے ہین کسی کی ملامت ونصیحت کا خیال نہ کروگے"۔

علی کے شرائط اور انکا عکس۔

عہد و پیمان کے بعد ابن عوف نے علی کو "علیحدہ" لیجا کر کہا:-

علی کے حقوق کا اقرار

"تم قرابت داری رسول اللہ (صلعم) اور سابق الاسلام اور حسن مساعی دین کی وجہ سے خلافت کے زیادہ مستحق ہو اور تم سے زیادہ موزون کوئی اور شخص خلافت کے لئے نہین ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ اِن لوگون مین جو خلافت کے لئے نامزد کئے گئے ہین تمہارے بعد کون زیادہ مستحق ہے۔ جواب دیا عثمان ابن عفان پھر عثمان کو تخلیہ مین لیجا کر اُن سے بھی ایسا ہی کہا اُنھون نے کہا علی"۔

"اِس قدر باتین ہونے کے بعد جلسہ ختم کردیا گیا اور عبد الرحمن ابن عوف۔ صحابہ کبار اور اُن لوگون سے جو اسوقت مدینہ مین موجود تھے ملتے اور اُن سے خلافت کے بابت چوتھے روز کی صبح تک دریافت کرتے رہے۔

زبیر اور سعد علی کو منتخب کرتے ہین۔

پھر مسور بن مخرمہ کے مکان پر آئے اور زبیر و سعد کو بلا کر کہا۔ لوگون کا اتفاق علی و عثمان کی خلافت پر ہو رہا ہے تم لوگ کیا کہتے ہو۔ اِن دونون بزرگون نے علی پر اتفاق کیا"۔

عمار یاسر علی کی طرف

"نماز فجر کے بعد مہاجرین اور سابقین اسلام انصار و امراء لشکر کو طلب کیا ایک ساعت مین ساری مسجد پُر ہوگئی تِل رکھنے کی جگہہ باقی نہ رہی عبد الرحمن نے حاضرین سے کہا جس کو تم لوگ خلافت کیلئے منتخب کیا چاہتے ہو اُسکی طرف اشارہ کرو۔ عمار نے علی کی طرف اشارہ کیا۔ ابن ابی سرح نے کہا۔ اگر قریش کے اختلاف کا اندیشہ ہو تو عثمان کے خلافت پر بیعت کیجائے۔ عبد اللہ ابن ربیعہ نے اِس رائے سے اتفاق کیا۔ عمار و ابن ابی سرح مین گفتگو بڑھ گئی سخت کلامی کی نوبت آگئی۔ سعد نے اُٹھکر کہا۔ اے عبد الرحمن اِس سے پیشتر کہ لوگون مین فتنہ برپا ہوجائے تم جسکو چاہو خلیفہ منتخب کرلو۔ عبد الرحمن نے جواب دیا مین نے اپنے ذہن مین خلیفہ منتخب کرلیا اور رائے قایم کرلی۔ اے لوگو ذرا دم بھر کو خاموش ہوجاؤ پھر علی کی طرف مخاطب ہوکر اور انکا ہاتھ پکڑکر کہا تمکو اِس شرط پر خلافت دیجاتی ہے کہ تم کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی تعلیم دینا اور خلیفتین (جو اُنکے بعد ہوئے ہین اُنکی اتباع کرنا۔ علی نے جواب دیا کہ مین امید کرتا ہون کہ مین اپنے مبلغ علم و طاقت کے موافق عمل کرونگا۔ یہ جواب پاکر اُنھون نے عثمان سے مخاطب ہوکر یہی کلمات کہے۔ عثمان نے کہا ہان مین اقرار کرتا ہون کہ مین ایسا ہی کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ عبد الرحمن نے یہ سُنتے ہی سقف مسجد کیطرف سر اُٹھایا اور اُنکا ہاتھ عثمان کے ہاتھہ مین تھما"۔ اِسی مورخ کے موافق مغیرہ ابن شعبہ اور عمر عاص دار الشوریٰ کے پاس آکر بیٹھے

ابن عوف نے اپنے ذہن مین خلیفہ چُن لیا۔

ابن عوف عثمان کا ہاتھہ اپنے ہاتھہ مین لیکر چھت کی طرف دیکھتے ہین۔

مگر سعد نے یہ کہکر اُٹھا دیا کہ تم کہو گے کہ ہم بھی آراکین شوری مین تھے۔

ابو الفدا مین سنت وغیرہ کے سوال پر ابن خلدون کے "ثقیل التلفظ" "مبلغ" کے علاوہ سب ہی جواب ہے۔

روضۃ الصفا مین اِس قدر زیادہ ہے کہ مقداد ابن الاسود نے عمار یاسر کی تائید کی۔

عثمان کی دلمین علی کے متعلق تردد وغیرہ اور انکے کینہ۔

طبری کے موافق بھی سعد اور زبیر نے علی کے لئے ووٹ دیا اور اِس وجہ سے "عثمان را از سعد کینہ در دل بماند"۔ اسی مورخ کے موافق "ابو سفیان نزد عمرو عاص شد و گفت عبد الرحمن نزد من شد و گفت کرا خواہی گفتم عثمان را۔ عمرو گفت من نیز عثمان را خواستم۔ ابو سفیان گفت اکنون چہ کنم کہ

بنی امیہ کی کوششین

او مرد نرم است و این کار بشکند و علی بر باید۔ عمرو گفت اندیشہ مدار کہ امشب ہر دو را بہ بینم و چنان کنم کہ کار بعثمان"۔ اسکے بعد ایک روایت بھی ہے کہ ابن عاص نے علی سے کہا کہ تم سے اتباع سنت خلفا کے لئے کہا جائیگا تم قبول نہ کرنا اور عثمان سے جا کر کہا کہ تم سے جو کچھ کہے کہنا مان کر لینگے۔ اور جب ابن عوف نے سوال کیا اور علی نے جواب دیا تو ابن عوف نے "دست علی را رہا کرد و گفت بدین ضعیفی نہ خواہم" اور عثمان نے کہا "پذیر فتم"۔

کیون علی کو سنت خلفا منظور نہ تھی۔

صاحب نظام عثمانی فرماتے ہین کہ علی کو رغبت خلافت تھی لیکن یہ شرط کہ سنت خلفا کی پیروی کرین منظور نہ تھی "اس وجہ سے کہ انھین بہت سی باتین پسند نہ تھین"۔

رائٹ آنریبل مولوی سید امیر علی صاحب بالقابہ اسپرٹ آف اسلام مین فرماتے ہین: "علی ابن ابیطالب کو خلافت نذر کیگئی لیکن حکم خدا و رسول کے علاوہ سنت شیخین کی جو قید لگائی گئی تھی وہ بنی امیہ کو معلوم تھا کہ علی منظور نہ کرینگے۔ علی نے اپنی مخصوص جبلی آزادی سے اپنی تجویز کو مقید کرنے سے انکار کیا"۔ واشنگٹن آرونگ اپنی کتاب لائف آف محمد مین بھی یہی کہتے ہین۔

ابن عوف اور مقداد کی گفتگو۔

ابو الفدا کے موافق مقداد ابن الاسود اور عبد الرحمن ابن عوف مین بیعت کے بعد یہ گفتگو ہوئی۔

مقداد۔ تو نے قسم خدا کی علی کا حق اُنکو نہ دیا حالانکہ یہ شخص انلوگون مین ہے کہ اسکا حق پورا دینا چاہئے اور انصاف کرنا چاہئے۔

ابن عوف۔ اے مقداد مین نے بہت کوشش کی مسلمان نہ مانین تو کیا کرون۔

مقداد۔ تعجب ہے قریش سے کہ ایسے شخص کو پسند نہ کیا۔ مین تو کبھی نہ کہونگا۔ میری نزدیک علم اور عمل مین کوئی

شخص اُس سے بہتر نہین ہے۔

فتنہ مین گرفتار ہونگی ہمکی

عبدالرحمن۔ اے مقداد خدا سے ڈر کہین تو کسی فتنہ مین گرفتار نہ ہو جائے۔

عثمان کی بیعت کے بعد علی نے کیا کہا۔

اب مین یہ کہنا چاہتا ہون کہ بیعت کی اِس کارروائی کا علی پر کیا اثر ہوا۔ ابو الفدا کے موافق:۔ "علی نے کہا کہ یہہ وہی روز اول ہے کہ دکھلانے کو حجت کی ہے۔ تو نے اِس لئے بیعت کی کہ خلافت تیری طرف عاید ہو"۔ روضۃ الصفا کے موافق " اے پسر عوف غرض تو ازین حرکت آن بود کہ مرجع خلق گردی این نہ اول روز است کہ شمار برمن غلبہ کردہ باشید"۔ طبری کے موافق "علی برپا ماند و گفت خدعۃ وای خدعۃ .... عبدالرحمن عمر گفت کہ ہر کس مخالفت عبداللہ کند بکشید" صاحب نظام عثمانی کے

ابن عمر نے حکم قتل یاد دلایا۔

موافق "علی اور عباس نے بیعت نہ کی اور کہا یہ پہلا دن تمہارے ظلم ظاہر ہونے کا نہین ہے"۔

نہج البلاغہ مین ہے کہ:۔

تسلیم ورضا کی مفید شرط۔

"تم خوب جانتے ہو کہ مین اپنے غیر سے زیادہ حکومت اور بیعت کیلئے قابل اور مستحق ہون۔ مین تسلیم کرتا ہون جب تک اُمور مسلمین سلامت رہین اور اُسکے ایام خلافت مین کھلم کھلا ظلم و جور نہ ہو۔ گو خاص مجھپر ظلم و ستم ہوتے رہین۔ مین اِس تسلیم و رضا کو اِس لئے اختیار کرتا ہون کہ مجھے خدا وند تعالی کیجانب سے اسکا اجر و ثواب عطا ہو اور تقرب خدا وندی نصیب ہو کیونکہ جس چیز کے سبب سے تم اسکے طالب ہو اور اسپر راغب ہو مین اُس سے پرہیز کرتا ہون"۔

قریش اور عثمان

صاحب صواعق محرقہ زہری سے روایت کرتے ہین کہ" نزد قریش دوست تر عثمان بود از عمر رضی اللہ عنہ زیرا کہ عمر شدت و غلظت بہ ایشان میکرد چون عثمان والی شد بہ ایشان بہ لینت و نرمی سلوک می نمود و طریق مواصلت و موافقت پیش گرفتہ بود"۔

عثمان کا انتخاب اسلام کی تباہی کا باعث ہوا۔

رائٹ انرایبل سید امیر علی صاحب بالقابہ اپنی تاریخ اسلام مین فرماتے ہین:۔ "اس متعلق (جانشین کی تقرری) اپنے پیش رو کے نقش قدم پر نہ چلنے مین اُنسے ایسی غلطی سرزد ہوئی جسنے بنی اُمیہ کی سازشون کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ بنی اُمیہ اب مدینہ مین نہایت زبردست ہو گئے تھے اور رسول صلعم کے خاندان ہاشمیون کے مدت سے رقیب تھے اور اُن سے سخت نفرت رکھتے تھے۔۔۔ چند دنون کے بحث مباحثہ کے بعد بنی اُمیہ خاندان کے ممبر حضرت عثمان بن عفان کو منتخب کیا گیا اُنکا انتخاب آخر مین اسلام کی تباہی کا باعث ہوا"۔

عثمان کی بیعت کے بعد ابوسفیان اور حسین

اُسوقت کے متعلق علامہ مجلسی بحار مین ایک مفید روایت نقل کرتے ہین جسے مین محاسن الابرار سے لکھتا ہون کہ" ابوسفیان نے امام حسین علیہ السلام کا ہاتھہ پکڑ لیا جبکہ عثمان کی بیعت کی گئی اور اُن سے کہنے لگا۔ کہ اے بیٹے میرے بھائی کے تم میرے ساتھہ بقیع غرقد کو چلو۔ وہ نکلا یہانتک کہ جب وہ قبرونکے بیچ مین آیا تو آواز بلند سے چیخا یہ کہکر کہ اے اہل قبور وہ ملک کہ جسپر تم ہمسے مقابلہ کرتے تہے وہ ہمارے ہاتھ مین ہوگیا اور تم خاک مین بوسیدہ ہوگئے۔ پس حسین بن علی علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تیری بڑہاپے کا بُرا کرے اور تیرے مُنھ کو بُرا کرے۔ پھر حسین علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اُسکے ہاتھ سے چھڑا لیا اور اُسے وہین چہوڑ دیا۔ پس اگر نعمان ابن بشیر نے اُسکا ہاتھ نہ پکڑ لیا ہوتا اور اُنھین مدینہ مین نہ پھیر لائے ہوتے تو ابوسفیان اُسی روز ہلاک ہوتا۔"

پہلا خطبہ

ابوالفدا کو ایک مفرّح واقعہ لکھتا ہے کہ" جبکہ بیعت اِن سے لوگون نے کی اُسوقت حضرت عثمان رضی اللہ منبر پر چڑھے اور خطبہ پڑہا۔ پہلے حمد اللہ کی کی اور کلمہ شہادت ادا کیا بعدہ بند ہوگئے اور پھر یہ کہا کہ اول ہر شئے کا سخت ہوتا ہے اور اگر مین جیتا رہونگا تو بہت سے خطبے سنوگے بعد از ان منبر سے نیچے اُترے۔" اسپرٹ آف اسلام مین ڈوزی کی زبانی ایسے ہی خیالات کا اظہار ہے۔

قتل ہرمزان

خلافت عثمان کا پہلا واقعہ جو ابن خلدون مین ملتا ہے وہ قتل ہرمزان ہے جسے مولوی شبلی صاحب اپنے رسائل مین اِن لفظون بیان کرنیکا موقع پاتے ہین :-

مہاجرین نے ابن عمر کے قتل کا فیصلہ کیا۔

عبد اللہ (ابن عمر) تلوار ہاتہہ مین لیکر نکلے۔ فیروز کے بیٹے اور جفینہ اور ہرمزان کو جنپر سازش کا شبہہ تھا قتل کر دیا۔ اِنہین سے ہرمزان مسلمان ہوگیا۔ تمام مہاجرین یعنی اُن بزرگوارون نے جو رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ وطن چھوڑ کر چلے آئے تہے اور تمام صحابہ کے نسبت افضل سمجھے جاتے تہے ایک زبان ہوکر کہا کہ عبد اللہ کو قتل کر دینا چاہئے۔ حضرت علی علیہ السلام بہی اس مجمع مین موجود تہے اور انھون نے بہی یہی رائے دی۔ اگرچہ حضرت عثمان بعض مصلحتونکی وجہ سے اس فیصلہ کی تعمیل نہ کرسکے۔۔۔۔

فیصلہ کی عدم تعمیل اور بیت المال۔

تاہم اُنہون نے تینون مقتولون کے بدلے بیت المال سے خون بہا دلایا۔"

بقول ابن خلدون قتل کی رائے کے بعد عمرو ابن عاص کے اِس جواب پر کہ" ایسا نہ ہوگا۔ کل اِسکا باپ مارا گیا ہے اور آج لڑکا مارا جائے۔ عثمان نے کہا مین اُسکا ولی ہون اور اُسکا خونبہا ادا کرتا ہون۔"

غیر معمولی ہین وہ واقعات جنکے قریب اب ہم اپنے کو دیکھ رہے ہین اور اس سے زیادہ مشکل ہے کہ بہت ہی ہین - ہمین ہر وقت اپنے دانتون کے تیزی کا لحاظ رکھنا ہوگا کہ کہان تک ہم اُنھین اس طرح چبا سکتے ہین جس سے ہمارے اس راہ کی روشنی قایم رہے جسکے دکھائے بغیر ہم گویا اسباب شہادت حسین سے جو سوانح عمری حصہ اول کی سب سے ضروری چیز ہے عمداً اعراض کرینگے -

یہ باب اسکا خاکہ ہے کہ اس زمانہ کے واقعات گذشتہ بارہ برس پر کیا عکس ڈالتے ہین؟

قتل ہرمزان کی واقعہ نگاری سے کے بعد ابن خلدون مغیرہ ابن شعبہ کو "حسب وصیت عمر" معزول کرکے سعد ابن ابی وقاص کو کوفہ کا گورنر مقرر کرتا ہے - چونکہ خلیفہ ثانی کے انتقال کا واقعہ آخر ماہ ذی الحجہ ۲۳ھ کا ہے غالب قرینہ ہے کہ سعد ۲۴ھ کے کسی مہینہ مین مقرر کئے گئے ہون - لیکن ۲۵ھ مین وہ معزول بھی کردیئے گئے اور اسکی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ سعد نے ابن مسعود سے کچھ روپیہ قرض لیا تھا جسے وہ باوجود تقاضے کے ادا نہ کرسکے اور اُنکی جگہہ ولید ابن عقبہ ابن ابی معیط مقرر کیا گیا اسی سنہ مین عتبہ ابن ابی فرقد اذربائجان کا گورنر ہٹا لیا گیا - ہٹنے کے ساتھہ ہی بغاوت ہوئی اور فوج کشی کرنی پڑی - اعثم کوفی کے موافق عثمان نے "عمر ابن الخطاب کے عاملون کی جگہہ دوسرے عامل بھیجے" اور اسی ضمن مین بجائے ابو موسیٰ کے عبد اللہ ابن عامر کریز کو جو خالہ زاد (؟) تھا بصرہ کا عامل مقرر کیا -

اُن سرایا مین جو دور دور کے ممالک فتح کرنیکے لئے روانہ کئے گئے تھے ارمینہ کی مہم قابل ذکر ہے جسمین خلیفہ نے عامل شام یعنی معاویہ کو اسکی فتح کا فرمان بھیجا - معاویہ نے حبیب بن مسلمہ فہری کو روانہ کیا - قریب پہونچکر معلوم ہوا کہ رومیون نے ایک بڑا لشکر مہیا کیا ہے جسکے مقابلہ کے لئے اسلامی لشکر عدداً کافی نہین ہے - حبیب نے معاویہ کو خبر دی - امیر شام نے خلیفہ کو لکھا اور خلیفہ نے ولید ابن عقبہ کو مدد بھیجنے کا حکم روانہ کیا - ولید نے سلمان بن ربیعہ کی ماتحتی مین ایک لشکر بھیجا - مدد پہونچنے کے قبل حبیب نے رومیون پر حملہ کیا اور فتح ہوئی - مال غنیمت ملا اور تقسیم ہوا - مددگار لشکر پہونچا اور اسنے اس زبردست ادعا سے اپنا حصہ طلب کیا کہ تمنے ہماری مدد کی خبر سنکر ہمت کی - فاتح لشکر نے کہا کہ ہمنے محنت اور خون سے جو چیز حاصل کی ہے وہ تمھین کیونکر ملسکتی ہے - نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ ہوئی اور بقول اعثم کوفی "یہ پہلی جنگ تھی جس سے اہل شام اور عراق مین دشمنی پیدا ہوئی" -

بنی امیہ کی تقرری شروع ہوئی

مال غنیمت کیلئے مسلمان سپاہی آپس مین لڑگئے -

حسین اور افریقہ

ابن خلدون کہتا ہے کہ سنہ ۲۶ھ مین فتح افریقہ کے لئے جو لشکر عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کی ماتحتی مین روانہ کیا گیا تھا اسمین حسنین علیہ السلام بھی تشریف لیگئے تھے۔ اعثم کوفی مین ہے کہ خلیفہ نے اکابر صحابہ مثل حضرت علی۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ اور سعد ابن زید وغیرہ سے صلاح لی لیکن اُنمین سے "زیادہ تر کی رائے تھی کہ اہل افریقہ سے کوئی تعرض نہ کیا جائے" یہ مورخ بھی نہیں کہتا کہ حضرت علی کی کیا صلاح تھی۔ اگر حضرت بھی کثرت کی طرف تھے تو بہت کم قرینہ ہے کہ حسنین افریقہ کیطرف روانہ ہوئے ہون۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جسے عموماً مورخین نے نقل نہین کیا ہے۔ علاوہ برین اسکے آثار بھی ہین کہ جناب امیر حسنین کو صفین مین بیجانے سے متردد تھے۔ جسکی وجہ ظاہر ہے کہ وہ فرزندان رسول کو خطرہ مین گرفتار نہین کرنا چاہتے تھے اور دوسرے فرزند محمد حنفیہ کو جنگ کیلئے روانہ کرتے تھے۔ نظر برین مجھے روانگی کے بہ نسبت عدم روانگی کے قرائن زیادہ قوی معلوم ہوتے ہین۔

بقول ابن خلدون عثمان نے ابن ابی سرح کو اس شرط پر فتح افریقہ پر مقرر کیا "اگر اللہ تعالی کامیابی و فتحیابی عنایت فرمائیگا تو مال غنیمت کے خمس کا خمس حسن خدمت کے صلہ مین دیا جائیگا" اسی کتاب مین ہے کہ "ابن زبیر فتح کی خبر اور خمس لیکر مدینہ کو آئے۔ جسکو مروان ابن حکم نے پانچ لاکھ کو خرید ا بعضے کہتے ہین کہ افریقہ کا خمس اسکو دیا گیا لیکن یہ صحیح نہین ہے بلکہ ابن ابی سرح کو افریقہ کی پہلی لڑائی کا خمس الخمس دیا گیا۔"

ابن عاص اور مغیرہ خلیفہ کے مخالف ہوگئے

سنہ ۲۶ھ شروع ہوا اور اسمین مصر کا فاتح مشہور عمر ابن عاص معزول کیا گیا۔ اور بقول روضۃ الصفا ابن عاص نے اس طرح انتقام لیا کہ عثمان کی بہن کو جو اُسکی زوجیت مین تھین "طلاق دیدیا" اسی مورخ کے موافق مغیرہ اور ابن عاص یہ دونون خلیفہ پر طعن کرنے لگے۔

جزیرہ قبرس کی فتح اور ابوذر کا تاسف

جزیرہ قبرس معویہ کے اہتمام مین فتح ہوا۔ جسوقت سپاہی مال غنیمت آپسمین تقسیم کر رہے تھے ابوذر غفاری انھین دیکھکر مغموم تھے کسی نے ایسے مبارک وقت اِنسے اِنکے بے موقع تاسف کی وجہ پوچھی اور ابوذر نے جواب دیا:—

"تم جو کچھ کہرہے ہو صحیح ہے۔ لیکن مین جس وقت اِن عورتون اور بچون (اسیر) کو دیکھتا ہون مجھے خیال آتا ہے کہ یہ امت کے گناہگارون کی بدولت اِس تکلیف مین مبتلا ہوئے ہین۔ یہ لوگ

نعمت اور فراغت مین بسر کر رہے تھے اور جب گناہ کیا اور حکم خدا کو عزیز نہ رکھا اِس ذلت مین گرفتار ہوئے۔ جسے خدا اپنے بندون کا بندہ قرار دیتا ہے وہ ایسی ہی خذول و مقہور ہوتے ہین"

تقسیم غنیمت کیوقت خصومتین۔

اعثم کوفی کے موافق تقسیم غنیمت دیانت داری سے نہ ہوئی اور آپسمین خصومتین پیدا ہوئین وہ وقت اور اُسکے تعلیہ کی فضا دور ہو گئی تھی کہ کوئی سپاہی کوئی سوئی کپڑا سینے کے لیے حنین کی غنیمت سے بغیر حکم رسول نے لیتا اور رسول اُسے عدم مساوات کے لحاظ سے واپس کر لیتے۔ ابوذر کے علاوہ عبادہ ابن الصامت سیداد۔ واثلہ بن الاشقع اور ابو امامہ وغیرہ نے دیکھا کہ ایک شخص دو دراز گوش ہنکائے لیئے جاتا ہے دریافت سے معلوم ہوا کہ معویہ نے دیا ہے۔ انھون نے کہا کہ نہ معویہ کو دینا اور نہ تمھین لینا جائز ہے۔ یہ واقعہ بھی معاویہ سے کہا گیا۔ یہ لوگ بلائے گئے اور انھون نے صلاح دی کہ صفائی، تدین، امانت اور خصلت نیت سے متصف کوئی شخص تقسیم غنیمت کے لئے مقرر کیا جائے۔ معاویہ نے دمشق مین خلیفہ کے لئے جہان بہت کچھ نقد بھیجا منجملہ اُسکے ایک

غنیمت کی ایک کنیز اور اہلیہ عثمان۔

نہایت ہی حسین اور خوش ادا کنیز بھی تھی لیکن اہلیہ عثمان نے اہتمام کیا کہ وہ دار الخلافت مین نہ رہ سکے اور شام روانہ کر دی جائے۔ بہر حال معویہ کی اہلیہ کوئی بغاوت نہ کر سکی۔ معاویہ اسوقت

زمانہ عثمان مین معاویہ کے اقتدار کی وسعت۔

نہ صرف اضلاع شام بلکہ فلسطین۔ قبرس اور صقلیہ کا بھی حاکم تھا اور شام کے علاوہ مقامات بھی زمانہ عثمان مین اُسکی حکومت مین شامل کئے گئے تھے۔

ولید کی شکایت کا وفد

ولید ابن عقبہ کی شکایت کے لئے کوفہ سے ایک وفد آیا اور اُسنے ولید پر شراب خواری۔ بدمستی اور غفلت کا الزام لگایا۔ شکایت کے وقت دربار مین ایک شخص ابو زینب حاضر تھا اسنے ایک انگوٹھی پیش کی اور کہا کہ مین ایک دن کوفہ گیا اور ولید اسقدر بدمست تھا کہ مین نے انگوٹھی اُتار لی اور اُسے خبر نہ ہوئی اور لوگون نے بھی تصدیق کی اور جناب امیر کی صلاح سے طے یہ پایا کہ ولید اپنی صفائی کیلئے طلب کیا جائے ولید حاضر ہوا اور صفائی نہ دیسکا۔ بعض جنہون نے شراب پیتے نہ دیکھا تھا انھون شراب کی قے کرنے کی شہادت دی۔ عثمان نے سعید ابن العاص (آیندہ گورنر کوفہ) کو درہ لگانے کا حکم دیا بعض کے نزدیک حسن یا عبد ابن جعفر نے درّہ لگایا۔ اور بقول ابن خلدون جب چالیس درہ پر پہونچے

علی شرعی کر سزا نافذ جاری کرنے والے

تو علی ابن ابیطالب نے کہا بس اب درّہ نہ لگاؤ۔ آنحضرت اور ابو بکر نے چالیس چالیس درّے انکا حکم دیا اور عمر نے اسّی درّے شراب خوار کو مارے تھے اور یہ سب سنت ہے۔ لیکن وہ سچّے

زیادہ محبوب ہے"۔

مشکل سے سوچا جا سکتا ہے کہ کسی ایک شاخ کے متعلق مورخین کے پاس کے درجن سنت ہو جبکہ یہ ظاہر کر دیا گیا کہ رسول کا کیا حکم تھا اور جناب امیر بھی اُسے پسند فرماتے تھے۔ ولید کا حالت نشہ میں صبح کی نماز کے بعد خواہش کرنا کہ کہو تو دو چار رکعت اور پڑھا دوں۔ کوئی اذ اعلانہ تھی جبکہ حضرت عمر نے سزا صرف دو دلی کر دی تھی۔

بعض اور زیادتیاں جنپر اعتراض ہوا۔

بقول ابن خلدون "منجملہ ان اُمور کے جن سے مخالفین کو موقع اعتراض ملا یہ بھی تھا کہ امیر المومنین عثمان نے ندا ثالث جمعہ میں زیادہ کر دی تھی اور منیٰ و عرفہ میں پوری نماز پڑھی تھی حالانکہ آنحضرت صلعم کے عہد مبارک میں اور شیخین کے دور خلافت میں نماز قصر کیجاتی تھی" اسکے بعد مکالمہ ہوا اور آخر میں "امیر المومنین عثمان نے کہا یہ میری رائے ہے اور میرے نزدیک یہی مناسب ہے"

سعید ابن العاص کی تقرری اور اُسکے آئندہ نتائج۔

ولید معزول کیا گیا اور سعید ابن العاص اموی جو فتح شام میں معویہ کے ساتھ تھا اور جسنے عثمان کے گود میں پرورش پائی تھی اور جسے مدینہ بلا کر عقد کر دیا تھا بجائے اُسکے گورنر مقرر ہوا۔ ہونے والا تھا کہ عثمان کے ایسے معتمد سے انھیں بے ارادہ وہ سب دیکھنا پڑتا جو آئندہ بیان کیا جانیوالا ہے اور جسکا دور حکومت عثمان کے اسباب خلع اور قتل میں بڑا سبب ہوا۔

طبرستان اور حسنین

ابن خلدون ہی کے پاس یہ روایت بھی ہے کہ سعید ابن العاص نے جب طبرستان پر حملہ کیا تو اس لشکر کے ساتھ حسنین علیہم السلام بھی تھے۔ میرے وجوہات وہی ہیں جو افریقہ کے متعلق لکھے گئے ہیں۔

اسی مورخ کے موافق "امیر المومنین عثمان حج کو گئے اور مقام منا میں خیمہ نصب کرایا یہ پہلا خیمہ ہے جو اسلام میں مقام منا پر نصب کیا گیا۔ اسی واقعہ سے لوگوں نے کھلم کھلا امیر المومنین عثمان پر حرف گیری کرنی شروع کی"۔

قرآن کے ساتھ معاملات

سنہ ۳۰ کا ایک دوسرا نازک معاملہ قرآن کے نسخوں کا پارہ پارہ کرنا اور جلوا دینا تھا۔ ابن خلدون ایسے حذیفہ سے شروع کرتا ہے جنہیں اسکا تجربہ ہوا تھا کہ قراۃ قرآن میں اختلاف ہے اسکے نزدیک حمص کے لوگوں نے مقداد سے قراۃ سیکھی تھی۔ اہل دمشق اسکے خلاف کہتے تھے۔ بصری کہتے تھے کہ ہم نے ابو موسیٰ سے سیکھا ہے اور کوفی ابن مسعود کو اپنا معلم بتاتے تھے۔ حذیفہ نے قرآن مجید کو ایک قراۃ و صورت

پر جمع کرنیکی خواہش کی اور ابن مسعود سے بھی کہا لیکن اُنھون نے منظور نہ کیا۔ حذیفہ نے مدینہ مین آکر خلیفہ سے کہا۔ خلیفہ نے وہ قرآن جو خلیفہ اول کے حکم سے زید ابن ثابت نے جمع کیا تہا اور جو حفصہ کے پاس امانت تہا منگوایا۔ اور "زید ابن ثابت۔ عبد اللہ ابن زبیر۔ سعید ابن العاص۔ عبد الرحمن ابن الحرث ابن ہشام کو اسکی نقل و ترتیب پر مامور کیا اور یہ ارشاد کیا کہ اگر تمکو کسی لفظ مین اختلاف واقع ہو تو محاورہ قریش کے مطابق لکھنا کیونکہ قرآن مجید انھین کی زبان مین نازل ہوا ہے۔ پس ان بزرگوارون نے ایسا ہی کیا اور متعدد نسخے قرآن مجید کے لکھے۔ امیر المومنین عثمان نے اسی قرآن کے نسخے تمام بلاد اسلامیہ مین بہیجدیئے اور یہ حکم دیا کہ اسی پر اعتماد و بھروسہ کیا جائے اسکے سوا اور جو نسخے تہے انکو صحابہ نے جلادیا۔ کوفہ مین جب یہ قرآن پہونچا تو صحابہ رضی اللہ عنہم بہت محظوظ ہوئے لیکن عبد اللہ ابن مسعود نے اس قرآن کے نسخے کے لینے سے انکار کیا اور لوگون کو اپنی ہی قرأۃ پر رہنے کو کہا"۔

قرآن کی نقل و ترتیب کے ذمہ دار اور ایک حکم

خلافت کے مرتبہ قرآن کو علاوہ اور نسخے جلوا دیئے گئے۔

ابن مسعود حکومت کا قرآن نہین لیتے۔

ابن خلدون خلیفہ کی محتاط حفاظت لیکن تدین کی قایل افسوس بے لحاظی سے ان نسخون کو صحابہ کے ہاتھون جلواتا ہے حالانکہ خود "احیاء علوم و جمع قرآن" کے سرخی مین بخاری کی روایت بھی نقل کرتا ہے جسکی آخری عبارت یہ ہے کہ "تا آنکہ صحف کے متعدد مصاحف مین نقل ہوگئی۔ عثمان نے اس صحف کو حفصہ کے پاس واپس کر دیا اور منقول کو اطراف و جوانب مین بہیجدیا اور سوا اس قرآن کے اور صحیفہ اور مصحف کے جلادینے کا حکم دیا"۔

ابو الفدا بھی قرآن کے جلائے جانے اور "قریش کی بولی" مین لکھنے کے حکم کا تذکرہ کرتا ہے۔ ابن خلدون ابن مسعود کا کوئی تذکرہ نہین کرتا جو اعثم کوفی مین اس طرح ہے جبکہ طلحہ و زبیر لوگون کی شکایت لیکر خلیفہ کے پاس گئے تہے "گفتند ترا با عبد اللہ ابن مسعود چہ کار بود کہ فرمودی کہ قرأۃ او مہجور است و او قرأۃ از مصطفے صلے اللہ علیہ و آلہ آموختہ است و چندان بر شکم او زدی کہ این ساعت در خانہ خویشتن افتادہ است و تن نداد ہمانا کہ برخیزد"۔ صاحب صواعق محرقہ صرف اشارہ دیتے ہین۔ یہ لکھتے ہین کہ جب عثمان کا غلام بہر جانے وقت پکڑ گیا "ہیچ کس از اہل مدینہ نماند مگر آنکہ بر عثمان دل تنگی و خشم نمودند و جمیع کہ بواسطہ ابن مسعود و ابوذر و عمار در غضب بودند غیظ و غضب ایشان زیادہ گشت"۔ اسکے کچھ پہلے بھی اسی کتاب مین ابن حجر نے لکھا ہے "و قبل ازین میان عثمان و عبد اللہ ابن مسعود و ابوذر و عمار یاسر نزاع واقع شدہ بود"۔

ابن مسعود کے ساتھ خلیفہ کا برتاؤ۔

بنی اُمیہ اور خلیفہ

اعثم کوفی زمانہ خلافت عثمانی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "عثمان نے کچھہ دنون تک تو عمر کے
عمال کو رکہا اِسکے بعد اس ولایت کو بنی امیہ کو دیدیا اور مثال مین عبداللہ ابن عامر عامل بصرہ
ولید ابن عقبہ عامل کوفہ۔ معاویہ ابن ابوسفیان عامل شام۔ عمر ابن عاص اور ابن سرح وغیرہ
کو پیش کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ تقسیم غنایم مین ایک مرتبہ عبداللہ ابن خالد بن اسد بن ابی العاص
بن امیہ جو موجود نہ تھا اُسے حاضر ہونے پر تین لاکھہ درہم دیئے اور حکم بن العاص جسے رسول نے
مدینہ سے نکال دیا تھا عثمان نے اُسے بلایا اور ایک لاکھہ درہم انعام دیا اور خمس افریقہ اُسے عنایت
کیا اور اُسکے لڑکے حارث بن حکم کو بھی بہت کچھہ دیا۔ اصحاب کو یہ اُمورات ناگوار ہوئے اور انہون
نے ابن عوف سے شکایت کی اور کہا کہ یہ سب ہمین تمہاری بدولت دیکھنا پڑا ہے۔ تمنے عثمان کو خلافت
دیتے وقت ہملوگون سے اِن امورات کا اقرار نہین لیا تہا۔ ابن عوف نے لاعلمی اور عدم رضامندی
ظاہر کی اور علی نے فرمایا کہ "صورت معاملہ یہ نہونی چاہئے اور واجب نہین ہے" ابن عوف نے

خلیفہ گر اور خلیفہ

کہا یا ابوالحسن اگر ایسا ہے جیسا یہ لوگ کہہ رہے ہین تو ہم اور تم دونون آدمی تلوار کھینچین۔ ابن عوف
کی یہ باتین خلیفہ کے کانون تک پہونچین اور اُنہون نے ابن عوف کو منافق کہا۔ خلیفہ کے اس ریمارک
کو ابن عوف نے بھی سنا اور کہا "مجھے گمان نہ تھا کہ مین ایسے زمانہ تک پہونچون گا کہ عثمان ہمین منافق
کہین! اور اِسکے بعد قسم کھائی کہ پھر کبھی عثمان سے بات نہ کرینگے" ابوالفدا بھی کہتا ہے کہ جب
لوگون نے عبدالرحمن ابن عوف سے عمال کی تقرری کے نسبت شکایت کی تو ابن عوف نے بات کرنا
عثمان سے چھوڑ دیا" طبری کہتا ہے کہ "ہمہ شہر عمال عثمان بنی امیہ بود چون یکے را از ایشان باز کردی
دیگرے را ہم از ایشان قرار کردی"۔

جناب امیر اسوقت کی مصوری کرتے ہین۔

اِسوقت کی عام حالت مختصر لفظون مین جناب امیر کے خطبہ شقشقیہ کے موافق جہان خلیفہ ثالث کے
زمانہ کا ذکر کیا گیا ہے یہ تھی کہ "اِسکی یہ حالت تھی کہ اُس نے اپنے معدے اور امعا کو حلق تک دنیا کے
مال سے بھر لیا۔ تن پروری اختیار کی۔ لوگون کے مال کھانا شروع کئے اور پھر اسکے ساتھہ ہی اِسکے باپ کے
بیٹے بھی کھڑے ہوگئے اور خدا کے مال کو اِس طرح کھا گئے جیسے اونٹ فصل بہار کی گھانس کو چرجاتا ہے"
صورت معاملہ یہ ہوتی جاتی تھی کہ اصحاب رسول نے اپنی شکائتین لکھین جسمین یہ فقرہ بھی تہا کہ "اگر یہ
بے قاعدگیان ترک نہ کیگئین تو ہم تمہین معزول کرکے دوسرے کو خلیفہ بنا ئینگے" پہلے یہ مصالحت ہوئی کہ

سب لوگ چلیں آخر میں طے یہ ہوا کہ عمار یاسر لیجائیں۔ عمار لے گئے خط دیا اور جواب مانگا۔ خلیفہ نے چند سطریں پڑھکر کاغذ پھینکدیا۔ عمار نے کہا اسے اصحاب رسول نے لکھا ہے پھینکنا مناسب نہیں ہے۔ بلکہ جو لکھا ہے اسپر غور اور تامل لازم ہے۔ ہم تمہارے خیر خواہ ہیں۔ یہ باتیں تم سے مصلحت اور نصیحت کے لئے لکھی جاتی ہیں۔ اسپر عمار جھوٹے بنائے گئے اور غلاموں کو مارنے کا حکم دیا گیا۔ عمار گر پڑے اور اب خلیفہ نے بھی تبرّکا چند لاتیں پیٹ اور حلق پر ماریں۔ عمار بیہوش ہوگئے اور عارضہ فتق میں مبتلا ہوگئے۔ بنی مخزوم آکر اٹھا لیگئے اور قسم کھائی کہ اگر عمار جان بر نہ ہوئے تو عثمان کو قتل کر ڈالینگے۔

ابوذر شام میں کیا دیکھتے ہیں۔

یہ خبر ایسی تھی کہ مدینہ میں بند نہ رہ سکتی اور ابوذر غفاری کے پاس شام پہونچی۔ بات ایسی نہ تھی کہ ابوذر چپ رہ سکتے جب وہ ایسی باتیں بھی دیکھتے رہتے تھے کہ شام کے بیت المال کو بیت المال اللہ کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ امیر کو اُسکے تصرف پر پورا اختیار ہو اور مومنین کو باز پرس کا کوئی حق نہ رہے۔

امیر شام ابوذر کے اخراج کیلئے لکھتا ہے اور خلیفہ کا حکم۔

معاویہ نے انکی حالت خلیفہ کو لکھی جنمیں اسکا تذکرہ مناسب سمجھا کہ ابوذر کا شام میں رہنا مناسب نہیں ہے وہ لوگوں کو تم سے پھیرتے ہیں مبادا کوئی فتنہ کھڑا ہو جائے۔ عثمان نے حکم بھیجا کہ فوراً ایک سخت اونٹ پر بٹھاؤ۔ ساربان شب و روز ہنکاتا ہوا آئے کہ ابوذر پر نیند غالب ہو جائے جس سے ہمارا اور تیرا ذکر بھول جائے۔ معاویہ نے ایک درشت خو شتربان کے حوالہ کیا اُسنے برہنہ کوہان پر سوار کرکے مدینہ کا رخ کیا۔ مدینہ پہونچتے پہونچتے بوڑھے ابوذر کا گوشت ہڈیوں سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ اسکے بعد ابوذر اور خلیفہ میں گرم گفتگو رہی۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ ابوذر کو ربذہ میں جلاوطنی کا حکم دیا گیا۔ مروان کو ہدایت کیگئی کہ ابوذر کو اونٹ پر بٹھا کر مدینہ کے باہر لیجاؤ اور کوئی شخص اُنکے رخصت کرنے کو نہ جائے۔ اصحاب کو

ربذہ میں جلاوطنی

مشایعت کی شکایت

یہ امر بھی ناگوار گذرا اور ابوذر کی مشایعت کے لئے علی۔ ابن عباس۔ حسنین۔ مقداد اور عمار یاسر وغیرہ گئے۔ مروان نے خلیفہ سے ان لوگوں کے مشایعت کا ذکر کیا۔

علی کا ابوذر سے مخاطبہ

ابوذر کے ساتھ خلیفہ کے برتاؤ نے علی کو بہت متاثر کیا تھا اور مشایعت کے وقت یہ الفاظ فرمائے جو نہج البلاغہ میں ملتے ہیں:۔

"اے ابوذر تو محض خدا کی وجہ سے خشمناک ہوا تھا اب اُسی سے امید وار رہ جسکی خاطر تونے خشم اختیار کیا۔ اس قوم نے تیری طرف سے اپنی دنیا کا خوف کھایا اور تونے اُنکی طرف سے اپنے دین کا خوف کیا۔ اب تو اُس چیز کو اُنھیں کے ہاتھوں میں چھوڑ دے جسکے زوال سے یہ خائف ہو رہے ہیں اور تو اُس چیز کو

لیکر فرار کر جاتیکے زائل ہو جائیگا تجھے انکی طرف سے خوف تھا۔۔۔۔ اگر تو انکی دنیا کو قبول کر لیتا تو البتہ تیری ساتھ دوستی سے پیش آتے۔ اگر دنیا کو اُن سے قرض لیتا تو تجھے اپنی مضرتون سے پناہ دیتے"۔

رحلت ابوذر اور انکی تجہیز و تکفین۔

مقدس صحابی اِس ویران جگہہ رہنے لگا مددگار یا صرف بی بی تہی اور یا لڑکی تہی۔ یہانتک کہ غربت مین موت آگئی۔ بی بی سرِ راہ بیٹھکر رونے لگی۔ اتفاقاً کچھہ لوگ حج سے فارغ ہوکر واپس آرہے تہے جنمین مخصوص لوگ عنیف ابن قیس التمیمی۔ عبداللہ بن مسلمہ النخعی۔ علقمہ ابن قیس۔ صعصعہ بن صوحان اور ہلال ابن مالک۔ جریر ابن عبداللہ البجلی۔ اسود ابن زید وغیرہ تہے جنکے میر کارروان مالک اشتر تہے۔ جب یہ قریب پہونچے تو ضعیفہ کہڑے ہوگئی اور کہنے لگی کہ "اے مسلمانو! ابوذر نے جو رسول کے صحابی تہے یہان رحلت کی۔ مین انکی بی بی ہون اور اِس جگہہ غربت مین کوئی میرا مددگار نہین ہے جو دفن کرے۔ اگر تم لوگ اِس کام کو انجام دیدو تو خدا تمہین اجر دیگا"۔ یہ سنکر لوگ رو دیئے۔ افسوس کرنے لگے۔ ٹہرے اور طلب امرزش کی۔ اور ہر شخص نے خواہش کی کہ اُسکے مال سے کفن دیا جائے۔ نماز اور دفن کے بعد مالک اُشتر قبر پر کھڑے ہوئے اور بقول اعثم کوفی یہ یادگار دعا کی:۔

مالک اُشتر کی یادگار دعا

"خداوندا ابوذر غفاری تیرے رسول کے ساتھہ رہا۔ تیری کتاب اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا۔ تیری راہ مین لڑا اور جادہ اسلام پر ثابت قدم تہا۔ اُسنے شرع مین کوئی تغیر نہین کیا۔ اُسنے کچھہ باتین دیکھین جو سنت رسول کے موافق نہ تہین اُس نے اُن سے انکار کیا۔ اِسوجہ سے اُسے لوگون نے حقیر سمجھا اور اُسے روضہ رسول کے طواف کی دولت سے محروم کرکے نکال دیا اور اُسے ضائع چہوڑ دیا یہانتک کہ غربت مین مرگیا۔ خداوندا اُسے بہشت عطا کر جسکا تو نے مومنین سے وعدہ کیا ہے اور اُسے بہی سزا دے جسکا وہ مستحق ہو جسنے اُسے حرم رسول سے نکال دیا"۔ لوگون نے آمین کہی۔

سعید ابن العاص کی سیاسی بے تمیزی۔

کوفہ مین یہ ہو رہا تہا کہ بقول ابن خلدون سعید ابن العاص نے کوفہ مین پہونچکر رؤسائے شہر اور اہل قادسیہ ایسے مراسم بڑہائے کہ مثل مالک ابن کعب۔ اسود بن یزید۔ علقمہ بن قیس نخعی۔ ثابت بن قیس ہمدانی۔ جندب ابن زہیر۔ جندب ابن کعب ازدی عروہ بن الجعد۔ عمرو ابن الحمق خزاعی صعصعہ و زید پسران صوحان۔ ابن الکوا۔ کمیل ابن زیاد۔ عمیر بن ضابی۔ طلیحہ بن خویلد وغیرہم یہ راتون کو لوگون کے انساب اور عرب و اسلام کے ایام و اخبار کے تذکرے اور باہم ہنسی مذاق کرتے سعید کی

صحبت مین حاضر ہوا کرتے تہے۔ اکثر ہنسی مذاق ہوتے ہوتے نوبت طعن و تشنیع و سخت کلامی کی پہونچ جاتی تہی ایک روز اتفاق سے سعید نے اثناء کلام مین کہا ھذا اسواد بستان قریش۔ اشتر نے جواب دیا جس سواد کو اللہ تعالی نے ہماری تلوار اور ان کے زور سے عنایت فرمایا ہے تم اسکو اپنا اور اپنی قوم کا بستان خیال کرتے ہو۔ اشتر کے اس جواب سے اور حاضرین نے بہی کچہہ کہنا شروع کیا۔ عبدالرحمن اسدی (سعید ابن العاص کے پولیس کے افسر) نے اُن لوگون کو شور و غل مچانے اور لاحاصل تقریر کرنے سے بہ تشدد منع کیا۔ لوگ اُسپر ٹوٹ پڑے اور اسقدر مارا کہ وہ بیہوش ہوگیا۔"

ابن خلدون نے اسکے پہلے کا ایک واقعہ نہین لکہا ہے جس طرح اُسنے عمار۔ ابوذر اور ابن مسعود کے اصل واقعات کو اپنے لئے بلا ضرورت سمجہکر ترک کیا ہے ہم اُسے اعثم کوفی سے نقل کرتے ہین۔

سعید اور ہاشم ابن عتبہ۔

سعید ابن العاص اور ہاشم ابن عتبہ ابن ابی وقاص مین کچہہ گفتگو ہوئی اور سعید نے اُسے کانا کہا۔ اور بات یہانتک بڑہہ گئی کہ سعید نے اپنے آدمیون سے مارنیکا حکم دیا اور گہر جلوا دیا۔ جب یہ خبر سعد ابن ابی وقاص کو ہوئی تو بہت برافروختہ ہوئے اور عثمان سے شکایت کی اور اُنہون نے بہی سعید ابن العاص کے گہر مین آگ لگا دی۔ اسکے بعد کا واقعہ ہے کہ ایک روز زمینون اور اُنکی پیداوار کا ذکر ہو رہا تہا کہ مالک اشتر نے کوفہ کی تعریف کی اسپر عبدالرحمن ابن خنیس الاسدی نے کہا کہ عراق اور اُسکا سواد قریش کے لئے بمنزلہ بوستان ہے جس قدر ہم چاہین لے لین اور جس قدر نہ چاہین چہوڑ دین۔"

قوم نے اشتر کے جواب کو پسند کیا۔

اس واقعہ کے بعد سے بد مزگیان بڑہنے لگین اشتر کی اُنکے ہمخیالون نے تعریف کی کہ اگر تمنے ایسا نہ کیا ہوتا تو یہ گروہ اسکے بعد ہمارے گہر بار مین تصرف شروع کرتا اور ہمین ہمارے آبا و اجداد کی میراث سے محروم کر دیتا۔ سعید نے عثمان کو حالات لکہے اور ان لوگون کے جلاوطنی کی خواہش کی۔

مالک اشتر کی جلاوطنی

سعید اور خلیفہ دونون آدمیون نے اشتر وغیرہ کے متعلق اچہے الفاظ استعمال نہ کئے اور انہین شام روانہ کر دیا۔ روانگی کے وقت سعید نے کہا کہ "جاتے ہو تو اُن سفہا اور اوباشون کو بہی لیتے جاؤ جو تمہین برانگیختہ کرتے ہین"۔ اشتر نے اسکا نہایت ہی مدبرانہ جواب دیا کہ "کوفہ مین جتنے لوگ ہین سب

طنز اور اُسکا جواب

میرے ہوا خواہ ہین اور کوئی اسپر راضی نہ ہوگا کہ تو اُنکے شہر اور گہرون کو اپنا بستان قرار دے"۔ یہ لوگ معویہ کے پاس پہونچے معویہ نے مدبرانہ پہلو سے قریش کی تعریف شروع کی کہ اگر جلاوطن لوگ خاموش رہین تو گویا اپنا کام کیا اور عذر کرین تو رسول کا نام بہی قریش مین شامل کر دین۔

معاویہ اور جلاوطنی

اِن لوگون نے بہی جہبتی ہوئی تقریرین کین - معویہ نے دہمکایا اور جب دیکہا کہ یہ لوگ رُعب مین آنے والے نہین ہین تو خلیفہ کو لکہہ بہیجا کہ ”اُن سے نیکی کی کم امید اور بُرائی کا زیادہ اندیشہ ہے“۔

شام سے بہی نکالے گئے

یہ لوگ حمص مین عبدالرحمن بن خالد ابن ولید کے پاس بہیجے گئے اور بقول ابن خلدون عبدالرحمن نے ”انکے ساتہہ ایسا سختی کا برتاؤ کیا کہ یہ لوگ مرعوب ہوکر کہنے لگے ہم اپنے اقوال سے رجوع کرتے ہین اور اللہ تعالےٰ کے سامنے توبہ کرتے ہین“۔

دوسرا شکایتی وفد

زیادہ عرصہ نہین گذرا کہ کچہہ مشاہیر کوفہ نے اکثر اشتر وغیرہ کے جلاوطنی اور سعید ابن العاص کے نسبت شکایت کی۔ اتفاقاً کچہہ بصری بہی آئے تہے اور اِنلوگون نے عبداللہ ابن عامر کرِیز کی شکایت کی اعثم کوفی کے موافق عثمان نے اپنے عاملون کو طلب کیا اور اُنھین نصیحتین کرکے واپس کیا لیکن یہ لوگ اپنے پُرانے رنگ پر رہے۔ اہل کوفہ نے پہر خط لکہا اور اُسکے ساتہہ ساتہہ بقول ابن خلدون عامر ابن عبداللہ تمیمی کو روانہ کیا اسنے پہونچکر عام مجمع مین کہا ”اے عثمان لوگون نے تمہارے افعال پر نظر کرنا شروع کیا ہے تم نے بڑے بڑے ناروا کام کئے ہین۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور توبہ کرو۔ امیرالمومنین عثمان نے فرمایا تملوگ سنتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے۔ لوگ اسکو زاہد و متورع سمجہتے ہین اور یہ مجہسے بالمواجہ ایسی ایسی باتین نا ملائم کہہ رہا ہے واللہ یہ اللہ تعالےٰ کو نہین جانتا کہ کیا ہے۔ عامر نے جواب دیا مین اللہ تعالیٰ کو نہین جانتا؟ بے شک اللہ تعالےٰ ظالمون پر قابو پانیوالا ہے“! اعثم کوفی کے موافق جو شخص کہ اہل کوفہ کا خط لایا تہا اُسکی خوب مرمت کرائی گئی اور قید کا حکم دیا گیا۔ جنلوگون نے عرضداشت بہیجی تہی وہ سفہا۔ اہل بغی اور حسد سمجہے گئے۔ کعب ابن عبیدہ جنہون نے اہل کوفہ کے ساتہہ خط بہیجا تہا بلائے گئے اُنہین کوڑے مارے گئے اور کہین پہاڑ پر قید کئے گئے۔

لوگون نے خلیفہ کی باتون پر نظر شروع کی

خلیفہ کا اللہ تعالےٰ

عرضداشت کے ساتہہ سلوک۔

ابن خلدون کے موافق ”عثمان نے معاویہ۔ عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح۔ سعید ابن العاص عبداللہ ابن عامر۔ عمر ابن العاص کو مشورہ کی غرض سے طلب کرکے ارشاد کیا۔ تملوگ میرے وزیر میرے ناصح۔ میرے معتمد علیہ ہو تمپر مجہے اطمینان ہے کہ تملوگ نیک نیتی سے رائے دوگے۔ تملوگ اور لوگون کا برتاؤ دیکہتے ہو۔ طرح طرح کے الزامات مجہپر قایم کرتے ہین۔ میرے عمال کی معزولی چاہتے ہین اور جسکو وہ دوست رکہتے ہین مجہے اُسکا پابند اور اُسکی طرف لوٹانا چاہتے ہین۔ اس امر مین غور کرکے بتلاؤ کیا کیا جائے۔ جس سے یہ یورش فرد ہوجائے۔ ابن عامر نے کہا میرے نزدیک ان لوگون کو جہاد مین

معتمدون کی صلاح۔

مصروف کر دیجئے کیونکہ جب فارغ بیٹھینگے تو طرح طرح کے خیالات پیدا کرکے آئے دن ایک نہ ایک فتنہ اُٹھاتے رہینگے۔ سعید نے کہا مناسب یہ ہے کہ انکے سردار وغیرہ معقول گرفت کیجائے جب انکے سردار ہلاک ہوجائینگے تو یہہ لوگ خود بخود متفرق ہوجائینگے۔ امیرالمومنین عثمان نے فرمایا یہ رائے ضرور مناسب ہے لیکن اسپر عمل کرنا کسی قدر مشکل ہے۔ معاویہ بولے امیرالمومنین اس کام کو امرائے لشکر کے سپرد کیجئے مین شام کو ان لوگون سے صاف کردونگا۔ آپ مدینہ کو سنبھالئے اور امرا اپنے صوبہ کو صاف کرین۔ عبداللہ نے کہا یہ لوگ طمعی ہین انکو مال وغیرہ دیکر اپنا بنا لیجئے اس سے زیادہ تالیف قلوب اور کسی صورت سے ممکن نہین ہے۔ امیرالمومنین عثمان نے ان لوگون سے رائے لینے کے بعد انکے صوبجات کی طرف واپس کیا اور یہ حکم دیا کہ لوگون کو جہاد پر روانہ کردو تاکہ اصلی مقصد انکو اور خیالات سے روک دے"۔

[تصفیہ جو گذشتہ مصالح کی تقلید تھی۔]

بعض کے موافق معاویہ نے صلاح دی کہ علی اور طلحہ و زبیر قتل کردیے جائین۔

[اہل کوفہ کی صلاحیتیں۔]

جس وقت مدینہ مین خلیفہ اپنے معتمدین سے اپنے قیام اختیارات کے متعلق مشورہ کررہے تھے اہل کوفہ انھین معزول کرنیکی صلاحون مین سرگرم تھے۔ چنانچہ سعید ابھی کوفہ واپس بھی نہ آیا تھا کہ یزید ابن قیس نے خروج کیا اور ان لوگون کو بھی بذریعہ خط کے طلب کیا جو حمص مین عبدالرحمن ابن خالد کے پاس نظربند تھے۔ اعثم کوفی کے موافق مالک اشتر ولایت شام سے کوفہ تیرہوین دن پہونچ گئے۔ انہون نے موضع جرعہ کو اپنا فوجی مرکز بنایا اور مختلف کارآزمودہ لوگون کو سپاہیون کے ساتھہ بصرہ۔ عین التمر۔ حلوان۔ مدائن وغیرہ اس حکم کے ساتھہ روانہ کیا کہ اگر سعید ابن العاص کوفہ کا قصد کرے تو اُسے مدینہ لوٹا دین۔ عمر ابن حریص اسکونی نے جسے سعید اپنا قایمقام کر گیا تھا ان لوگون کو اس سے روکنا چاہا لیکن قعقاع نے جو فوجی افسر تھا یہ کہکر اُسے روکا کہ "تم سیلاب کو حالت جوش مین روکا چاہتے ہو صبر کرو یہ لوگ بغیر فساد کئے ہوئے نہ رُکین گے"۔ (ابن خلدون) خلیفہ کو یہ خبرین پہونچین اور انہون نے سعید ابن العاص کو روانہ کیا اور اعثم کوفی کے موافق عذیب کے قریب عبداللہ کنانہ نے تین سو سوارون سے روک کر کہا "اے دشمن خدا کہان جاتا ہے لوٹ جا جہان سے آیا ہے اب دوسری مرتبہ تو کیا ذکر ہے تو فرات کا ایک قطرہ نہ پی سکیگا"۔ بقول ابن خلدون سعید کے نوکر نے کچھہ تکرار کی اشتر نے اُسکی ٹانگ گھسیٹ کر ایک ہاتھہ مارا اور کہا:-

[مالک اُشتر اور فوجی انتظام]

[سواد بستان قریش کا جواب]

خلیفہ نے کب عامل بدلا۔

بجاؤ عثمان سے کہدو کہ ابو موسیٰ کو بھیجدے"۔ خلیفہ نے ابو موسیٰ کو بھیجدیا اور یہ غالباً اُسوقت تک کوفہ کا برابر عامل رہا جب تک مالک اشتر نے امارت سے نہ ہٹایا۔ جسکا ذکر آئیوالا ہے۔

اہل کوفہ کے نام خلیفہ کا خط

اعثم کوفی نے سعید ابن العاص کی روانگی کے وقت اہل کوفہ کے نام عبد الرحمن ابن ابی بکر کی معرفت عثمان کا ایک خط بھیجا ہے اور اشتر نے اُسکا جواب دیا ہے جسے دلچسپ سمجھہ کر ہم اُسکا لفظی ترجمہ پیش کرتے ہین:۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبد اللہ عثمان امیر المومنین۔ یہ خط مالک اشتر اور اُس جماعت مسلمین کو لکھتے ہین جو اُسکے موافق ہین۔ تمہین جاننا چاہیے کہ خلیفہ وقت پر طعن کرنا ایک بڑا وبال ہے اور ظاہری نقصان۔ جو شخص ایسے گناہ پر اقدام کرتا ہے اُسکا نتیجہ بجز بلائے سخت۔ عذاب اور مشقت کے کچھ نہین ہوتا۔ تمنے میرے نائب کی جو بے حرمتی کی وہ مجھے معلوم ہوئی۔ تمکو جاننا چاہیے کہ تم نے جو ظلم کیا وہ خود اپنے اوپر کیا اور اسوجہ سے تمنے خدا کے غضب کے دروازہ کو اپنے اوپر کھولدیا۔ تمنے عوام کو فتنہ مین مبتلا اور اپنے کو عیب ونقص کا خوگر کر دیا ہے۔ رعیت مین سے پہلا فرقہ جسنے مخالفت شروع کی اور اپنا طریقہ علیحدہ مقرر کیا وہ تم ہو۔ صورت یہ ہے کہ اُمت کا کوئی گروہ تمہارے اس مناقشہ اور مخالفت مین تمہارا ساتھہ نہ دیگا۔ اور اس ناپسندیدہ کام مین تمہاری موافقت نہ کریگا۔ اور اسکا وبال تمہارے اوپر رہیگا۔ اے بندگان خدا خدا سے ڈرو اور حق کی طرف پھرو۔ اعمال ناپسندہ سے توبہ کرو کہ گنہگار ہو۔ تمہاری جو عرض اور شکایت ہو مجھے لکھو۔ اگر تم اُس امیر کو نہین چاہتے جسے مین نے مقرر کیا ہے تو اُسے معزول کردو ہم اُسے مقرر کرینگے جسے تم چاہتے ہو۔"

اہل کوفہ نے مالک اشتر کو جواب کا ذمہ دار کیا

عبد الرحمن ابن ابی بکر نے یہ خط دیا اہل کوفہ کے سامنے پڑھا گیا اور لوگون نے اشتر سے جواب دینے کو کہا۔ اشتر نے یہ جواب دیا:۔

یادگار جواب

"یہ خط مالک ابن حارث اور مسلمانون کی جماعت کی طرف سے خلیفہ ... کے نام ہے جو سنت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر گیا ہے۔ امابعد خط پہونچا۔ اُسمین لکھا تھا کہ خلیفہ اور ایک جماعت کی مخالفت اور ائمہ پر طعن کرنا وبال عظیم اور ظاہر خسران ہے۔ یہ بات سچی ہے بشرطیکہ خلیفہ عادل ہو اور امورات کو طریقہ حق پر انجام دے اور اگر ایسا نکرے اور راہ صلاح پر نہ چلے تو اُسکے خلاف کرنا اور اُس سے مفارقت کرنا خدا کے نزدیک ایک بڑا وسیلہ اور قربت ہے۔ اپنے عامل کی جو حدیث تو نے یاد کی ہے اور کہا ہے کہ

ہمنے ظلم کیا اور احترام نہ کیا۔ ہمنے تیرے عامل پر ظلم نہیں کیا بلکہ اپنے اور بندگان خدا پر سے اُسکا ظلم دفع کیا۔ تجھے چاہیے کہ تو اپنے اور اپنے عاملون کو ظلم سے منع کرے کہ ہم تیرے مطیع اور فرمانبردار رہین اور امر حق مین تیری مدد کرین۔ اور یہ جو لکھا تہا کہ تیرے عامل پر جو کچھہ ہوا اُس سے تمنے اپنے اوپر ظلم کیا۔ یہ ایک گمان ہو جو تیرے نقصان کا باعث ہوگا کہ انصاف اور طلب انصاف کو ظلم کہتا ہے۔ ہملوگ خدا کے فضل سے راہ راست پر ہین اور اچھے آدمیون کے ساتھہ سلوک کرتے ہین اور اُسمین کوئی شک اور شبہہ نہین کرتے ہملوگ اپنے اِس شیوہ جمیل مین کوئی تغیر اور تبدل نہ کرینگے۔ جو شخص ہماری اقتدا کریگا راہ راست پر رہیگا اور سعادت حاصل کریگا۔ دنیا اور آخرت مین عزیز اور مکرم ہوگا اور اُنلوگون مین ہوگا جو ظالمونکو مدد نہین دیتا اور قیام سنت اور فرائض مین مداہنت نہین کرتا۔ یہ جو لکھا تہا کہ ہم توبہ کرین اور راہ حق کی طرف لوٹ آئین۔ ہمارا تیری طاعت کی طرف لوٹنا ضلالت ہو اور تقویٰ سے دور ہو جانا ہے۔ تو نے کہا ہے کہ جو ہماری مراد ہو اور جسے ہم امیر چاہتے ہون مقرر کیا جائے تو پہلی خواہش ہماری یہ ہو کہ تو خدا سے طلب امرزش کرے۔ اپنے جرم و گناہ اور تعدی اور ظلم سے جو ہمپر کیا ہے۔ ہمین اپنے گھر بار۔ بال بچون اور اعزا سے چھڑا کر دور پھینکدیا اور جو فاسق نائب اور عامل ہمپر مقرر کئے اُن سے توبہ کرے۔ اگر اِس طریقہ پر چلے جو ہمنے کہا ہی تو ہم تیرے اُسوقت تک مطیع رہینگے جب تک تو خدا اور رسول کا مطیع رہیگا ورنہ تیرے مخالف ہونگے اور اسپر اصرار کرینگے جب تک خدا ہم مین اور تجھ مین فیصلہ نکرے۔ اگر ہماری یہ نصیحتین قبول ہون اور ناپسندیدہ کامون سے توبہ کرے تو عبداللہ ابن قیس کو ہمارے شہر مین بہیج کہ ہم مین مساوات جاری رکھے اور شرائع اسلام کو قایم کرے۔ حذیفہ بن الیمان کو افسر مال مقرر کر کہ وہ رعیت سے اپنا معاملہ کرے۔ سعید ابن العاص اور ولید ابن عقبہ سے ایسے لوگون کو جو تیرے عزیز ہین اور رعیت پر اپنے خواہشات نفس کی پیروی سے ظلم اور مخالفت شروع کرتے ہین اپنے پاس رکھو کہ ہم اُنکی امارت کے خواہشمند نہین ہین"۔

کمیل ابن زیاد کا زبانی جواب۔

جو لوگ یہ خط عثمان کے پاس لائے انہین کمیل ابن زیاد بہی تہے اور جب پوچہا گیا کہ تملوگ کیا چاہتے ہو تو انہون نے کہا کہ "ہمین وطن مالوف سے باہر نہ کرو کہ ہم اپنے اعزا اور اولاد سے جدا ہو جائین۔ ہمارے وظیفے دو۔ اپنے نوجوان عزیزون کو جو "ہوائے نفس اور شہوات کی تتبع" کرتے ہین ہمارا امیر نہ بناؤ۔ اور اچھے لوگون کے ہوتے ہوئے بُرے کو منتخب نہ کرو"۔

خلیفہ کے ہاتھوں سے رسول کی انگوٹھی گر گئی۔

ابن خلدون کہتا ہے کہ "منجملہ اُن اُمور کے جن سے لوگون کے قلوب پر خاش پیدا ہوئی آنحضرت صلعم کی انگشتری کا امیرالمومنین عثمان کے ہاتھ سے چاہ اریس مین گر جانا تھا جو مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا بہت تلاش کرائی لیکن نہ ملی"۔

عام مخالفت۔

بقول اسی مورخ کے جب "چارون طرف علانیہ طعن و تشنیع کا بازار گرم ہوگیا۔ روزانہ اسکی متواتر خبرین مدینہ مین پہونچنے لگین۔ مدینہ مین بھی لوگون مین سرگوشیان شروع ہوگئین۔ امیرالمومنین عثمان اور اُنکے عمال پر زبان طعن دراز ہوگئی" تو "ایک گروہ عوام کا مجتمع ہو کر علی ابن ابیطالب کے پاس گیا اور امیرالمومنین عثمان کی شکایات اور بناء مخالفت بیان کی۔ علی ابن ابیطالب انلوگون کے کہنے سے امیرالمومنین عثمان کے پاس گئے اور لوگون کے خیالات اور اُنکی شکایات و اسباب مخالفت بیان کرکے ..... اور امیرالمومنین عثمان کو انجام کار اور جن خطرات کا اندیشہ ہوتا تھا اُس سے مطلع کیا"۔

ایک گروہ علی کے پاس خلیفہ کی شکایت کیلئے گیا۔

علی نے خلیفہ کو متنبہ کیا

جناب امیر کی تقریر

اسی کتاب کے نوٹ مین جناب امیر کی جو تقریر لکھی اُسکے بعض عبارت توجہ کے قابل ہے کہ "تم اپنے بابت غور کرو بخدا تم بے بصیرتی سے نہین دیکھتے اور نہ تم جہالت سے کچھ نہین جانتے اور بیشک راستہ واضح ظاہر ہے اور بیشک اعلام دین قائم ہین۔ سمجھو اے عثمان بیشک اللہ تعالیٰ کے بندون مین افضل امام عادل ہے۔ خود ہدایت پایا (ہوا) اور (جسنے) دوسرونکو ہدایت دی پس اُس نے سنت معلومہ کو قایم اور بدعت متروکہ کو مردہ کیا بخدا یہ دونون امور کھلے ہوئے ہین اور بیشک سنتین قایم ہین انکے لئے اعلام ہین اور بیشک بدعتین بھی قائم ہین اور اُسکے لئے بھی اعلام ہین اور بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک شریر آدمیون سے امام ظالم ہے (جو) گمراہ ہوا اور (جسنے) گمراہ کیا پس مردہ کیا اُسنے سنت معلومہ کو اور زندہ کیا بدعت متروکہ (کو) اور مین تمکو اللہ تعالیٰ کی سطوت اور انتقام سے ڈراتا ہون کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہایت شدید دردناک ہے۔ اور مین تمکو اس سے ڈراتا ہون کہ تم اس امت کے امام مقتول ہو کہ تمہارے قتل سے اسمین قتل و قتال کا دروازہ قیامت تک کے لئے کھل جائے اور اسپر اُسکے واقعات ملتبس اور مشتبہ ہوجائینگے اور ایک گروہ چھوڑ دیئے جائینگے جو حق کو بوجہ علوے باطل نہ دیکھ سکینگے اور اس مباحثہ مین خلط ملط بیجد ہوگا۔ اضطراب و اختلال اسمین پیدا ہونگے"۔

عثمان منبر پر۔

عثمان اسکے بعد منبر پر گئے اور کہا کہ "تملوگ میری نرمی اور الطاف کیوجہ سے جری ہوگئے ہو۔ ایسی جرأت تمکو ابن خطاب کے زمانہ خلافت مین نہین ہوئی تمکو مناسب ہے کہ تملوگ اپنے خیالات تبدیل

کردو اپنی رائے سے رجوع کرلو اور اپنے کاموں کو اپنے امرا پر چھوڑ دو جنکو مین نے مامور کیا ہے" علی نے کہا "بخدا اگر تم میری جگہہ پر ہوتے تو تمکو مین قرابت دارون کے پاس لحاظ کرنے پر کچھہ بہی نہ کہتا"

اہل مصر کا وفد

اعثم کوفی کے موافق اہل مصر آئے اور انہون نے بہی وہی شکایتین کین جو اور صوبجات کے لوگ کر چکے تہے اور عثمان نے ایک حکم جاری کیا کہ جہان جہان کے لوگون کو شکایت ہو وہ میرے پاس حاضر ہوکر اپنے عذر پیش کرین۔ ابن خلدون کے موافق خلیفہ نے ایام حج مین اپنے عمال کو طلب کیا اور سبہونکو فہمائش کی اور جب لوگ مدینہ آئے تو معاویہ نے کہا (علی۔ طلحہ و زبیر بلوائے گئے تہے)

علی طلحہ اور زبیر سے معاویہ کی پرمعنی تقریر

"تملوگ ارباب حل و عقد ہو اور اس امت کے سرپرست و والی ہو تمنے اپنے دوست (عثمان) کو بلا رورعایت اس کام کے لئے منتخب کیا اور اب وہ بڈہا ہوگیا اور اسکے حق مین طرح طرح کی باتین مشہور ہورہی ہین تملوگون نے اس امر مین اگر کچھہ فیصلہ کیا ہے تو مین موجود ہون۔ باقی رہا یہ امر کہ اگر کوئی شخص خلافت و امارت کی طمع کرے تو واللہ تملوگ سوائے پیٹھ پھیر کر بھاگنے کے اس سے اور کچھہ نہ دیکھوگے" عثمان نے بہی اثنائے گفتگو مین کہا کہ "میرے اعزہ و اقارب غریب اور کم مایہ والے ہین مین نے اپنا ہاتھ انکے لیے کھول دیا پس اگر اسمین تملوگ میری غلطی دیکھو تو اسکو واپس لیلو"

جلسہ برخاست ہونے پر معاویہ کہا:۔

معاویہ کی آخری صلاح

"امیر المومنین! اس سے پہلے کہ آپ پر حملہ ہو جسکا آپ تحمل نہ کرسکین مناسب ہوگا کہ آپ میری ساتہہ شام چلے چلین کیونکہ کل شام میرے مطیع ہین"

اسکے بعد معاویہ شام رخصت ہوگیا۔

اعثم کوفی کے موافق عثمان کے طلب کرنے پر کوفہ۔ بصرہ اور مصر سے لوگ آنے لگے اور وہ لوگ انکے ساتہہ ملگئے جو مہاجر و انصار مین سے تہے اور جنہین عثمان سے شکایت پیدا ہوگئی تہی۔ اور انمین مشورہ ہوا کہ خلیفہ سے کہو کہ وہ عزل گوارا کرین یا ہم قتل کر ڈالین گے۔ ابن خلدون کے موافق مصریونکی تعداد ایک ہزار تہی۔ اسی مورخ کے موافق اہل بصرہ کی طبیعتین طلحہ کی طرف مائل تہین اور کچھہ لوگ بلوایان کوفہ کے اپنے گروہ سے نکل کر اعوص مین آکر مجتمع ہوئے۔ ان لوگون کا رجحان زبیر بن العوام کی جانب تہا۔

ابن خلدون کے تین گروہ

اس گروہ کے ساتہہ کچھہ لوگ اہل مصر کے بہی تہے اور عام بلوائی ذوالمروہ مین ٹہیرے رہے۔ مصریونکی طبیعت علی ابن ابیطالب کیجانب تہی"۔

اسکے بعد ابن خلدون کے موافق مخالفین عثمان نے علی طلحہ اور زبیر کو خلیفہ منتخب کیا لیکن انلوگون

دار الامارت کا محاصرہ

بھڑک دیا اور یہ لوگ اپنے اپنے کیمپ مین واپس گئے۔ صبح ہوتے دیکھا تو امیر المومنین عثمان کا مکان محاصرے
مین تہا۔ بلوائیون نے اسکو چارون طرف سے گھیر لیا تہا اور یہ منادی کرائی تہی کہ جو شخص اپنا ہاتہہ مقابلہ سے
روک لیگا وہ مامون ہے۔ چند ایام تک امیر المومنین لوگون کو نماز پڑہاتے رہے اور اہل مدینہ اپنے اپنے
مکانون مین گوشہ گزین رہے۔"

صاحب صواعق محرقہ ابن عساکر سے زمانہ عثمان کے وحوشناک انقلاب بیان کرتے ہوئے جسمین اُنکی خلاف وزریان
بنی اُمیہ کی تقرری۔ ابوذر۔ عمار اور ابن مسعود اور اُنکے قوم کی ناخوشی کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہین " چون
اہل مصر شکوہ عبد اللہ ابن ابی سرح کردند عثمان کتابتے نوشت اورا تہدید و نہی ازان اعمال فرمود۔
عبد اللہ مذکور ابا کرد ازانکہ سخن عثمان بشنود و در باب آن جماعت وآنکس کہ کتابت از جانب عثمان
آوردہ بود اورا بقتل رسانید اہل مصر چون مشاہدہ این حال نمودند ہفتصد کس متفق شدہ بمدینہ
آمدند و در مسجد نزول کردند و نزد اصحاب پیغمبر شکوہ آغاز کردند در مواقیت صلوٰۃ ازانچہ عبد اللہ ابن
ابی سرح باشان کردہ بود۔ آنگاہ طلحہ ابن عبد اللہ برخاستہ متکلم شد و سخنے سخت بعثمان گفت۔ باز عایشہ

طلحہ عثمان کو سخت باتین کہتے ہین۔

کسے را نزد عثمان فرستاد و گفت اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نزد شما آمدہ اند و التماس میکنند کہ
این عامل را عزل کنید و این معنی را اِبا مینما سُد و حال آنکہ آنمرد شخصے از ایشان را کشتہ است باید

عایشہ اور علی بہی نصیحت کرتے ہین۔

ایشان را طریق عدل و انصاف مرعی دارند و دیگر آنکہ علی کرم اللہ وجہہ آمدہ گفت این جماعت ازاو
نہ دارند مگر آنکہ شخصے را بجائے شخصے نصب کنی و حال آنکہ قبل ازین دعوئے خون خود می کردند۔ این
عامل را عزل کن و میان ایشان حکم کن اگر حقے براو ثابت کند طریق عدالت مرعی دار۔ عثمان گفت
ہرکس را کہ ایشان اختیار کنند بجای او نصب کنم آنجماعت محمد ابن ابی بکر را اختیار کردند۔ عثمان اورا

محمد ابن ابی بکر کی تقرری۔

والی گردانید۔ فرمان جہت او نوشتہ بجانب مصر متوجہ شد و بعضے از مہاجران و انصاریان باتفاق
ایشان بیرون آمدند تا ملاحظہ نمایند کہ صحبت میان ایشان و عبد اللہ ابن ابی سرح بکجا منجر خواہد شد
چون محمد ابن ابی بکر بار فیقہا سہ روز براہ از مدینہ دور شدند در اثناء راہ غلامے سیاہ دیدند کہ
بر شترے سوار است و شتر را بسرعت تمام می راند گویا کسی را میجوید یا از کسے میگریزد۔ آنگاہ

شتر سوار۔

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باو گفتند حال قصہ تو چیست باین ماند کہ از کسے می گریزی یا

کسے را میجوئی گفت من غلام امیر المومنین علی ام کہ مرا نزد عامل مصر فرستادہ است گفتند او درین مقام
حاضر است بیا نزد او ببریم گفت مرا باین عامل کار نیست بلکہ نزد عامل اول میروم۔ آنگاہ محمد ابن ابی بکر
مرا خبردار گردانیدند۔ او شخصے را بطلب غلام فرستاد او را گرفتہ آوردند چون ازو پرسیدند کہ غلام کیستی
گاہ می گفت کہ غلام حضرت امیر المومنین عثمان ام وگاہے میگفت غلام مروانم۔ اتفاقاً مردے درانجا

عثمان کا غلام اور خط

حاضر بود و آن غلام را می شناخت گفت غلام مروانست پرسیدند بچہ مہم بمصر میروی وکتابتے میداری
یا نہ گفت برسالتے میروم وکتابتے ندارم چون تفتیش کردند غیر از اداوہ (کوزہ) خشک شدہ باو
چیزے دیگر نہ بود۔ چون اداوہ را متحرک ساختند چیزے دران بود و بیرون نمی آمد آنگاہ ان اداوہ

خط کا مضمون

را شگافتند وکتابتے ازانجا بیرون آمد۔ محمد ابن ابی بکر جمعی کہ از مہاجر و انصار درانجا حاضر بودند
ایشانرا طلب نمودہ آن کتابت را خواندند و مضمون آن کتابت این بود کہ از عثمان نوشتہ شد بجانب
ابی سرح کہ محمد ابن ابی بکر و فلان فلان کہ بانجانب می آیند در قتل ایشان حیلہ کن وکتابت ایشان
را باطل سازی و بر عمل خود باقی مانی و برقرار باشی۔ تا وقتیکہ پیغامے دیگر یا نامہ من بتو رسد واگر کسے بہ
تظلم تو شکایت بہ طرف من آید او را حبس کن تا وقتیکہ خبر بتو رسد انشاء اللہ تعالیٰ۔ آنگاہ محمد ابن ابی بکر

محمد ابن ابی بکر مدینہ
واپس ہوئے کوئی نہ رہا
جو عثمان سے خفا نہ ہوا

واصحاب فارغ شدند از خواندن کتابت آنرا بہ مہر جمع کہ ہمراہ بودند رسانیدند و بہ کسے امین
سپردند و بجانب مدینہ مراجعت نمودند"۔

جب اصحاب کو یہ حال معلوم ہوا تو "ہیچکس از اہل مدینہ نماند مگر آنکہ بر عثمان دلتنگی وخشم نمودند
واصحاب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جمیعاً غمناک شدہ بمنزلہائے خود رفتند و جماعۃ مذکور عثمان را
محاصرہ کردند و محمد ابن ابی بکر بجماعت بنی تمیم و غیر ایشان بروے لشکر کشیدند"

مقدمہ

چون علی مشاہدہ این امر نمود۔ طلحہ و زبیر و سعد و عمار را و جمعی دیگر از اصحاب را کہ جمع ایشان
از اہل بدر بودند طلب نمود و نزد عثمان رفت و شتر وکتابت مذکورہ۔ آنگاہ بجانب عثمان التفات
نمود گفت۔ این غلام ملک شماست۔ گفت بلے۔ باز گفت این شتر شماست۔ عثمان گفت بلے۔
باز گفت این کتاب شما نوشتہ آید۔ عثمان قسم یاد کرد بخدائے کہ این کتابت من نہ نوشتہ ام۔ و کسے
را امر نہ کردہ ام بنوشتن آن و برا این علم نہ دارم۔ علی گفت مہر کہ برین کاغذ است مہر شماست۔
عثمان گفت بلے مہر من است باز علی گفت چگونہ غلام شما با شتر و کتابتے و مہر و سکہ شماست بیرون

مروان کے دینے سے انکار اور اصحاب کا اثر

میرود و شما خبر ندارید" .... گفتند مروان را بما تسلیم کن و مروان چون در خانہ عثمان بود از تسلیم نمودن او امتناع نمود و اصحاب بواسطہ امتناع از تسلیم شاکی و غضبناک از منزل عثمان بیرون آمدند۔ و نزد ایشان ظاہر شد کہ عثمان سوگند دروغ یاد نمی کند و از این معنی خبر ندارد۔ ولیکن قوم گفتند کہ ابرار ذمہ عثمان نمی شود مگر آنکہ مروان را بما تسلیم نماید و باو مباحثہ کنیم بدانیم کہ چون امر نمودہ است بقتل دو مرد از اصحاب مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم بغیر حق۔ از دو حال بیرون نیست اگر عثمان نوشتہ باشد او را عزل میکنیم۔ و اگر مروان از زبان عثمان نوشتہ در امر مروان نظر خواہیم کرد۔ و بعد از این حکایت اصحاب از خانہ خود بیرون نیامدند و عثمان مروان را نزد ایشان نفرستاد از قتل او اندیشید بنا بر این آن گروہ محاصرہ عثمان کردند و آب از وی منع نمودند"

محاصرہ کرنیوالون نے عثمان کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دی۔

اس واقعہ کا اثر اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ بقول ابن خلدون "اُسوقت تک بلوایان مصر کوفہ و بصری امیر المومنین عثمان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے لیکن اس واقعہ کے بعد اُنہوں نے لوگون کو امیر المومنین عثمان کے پاس جانے اور اُنکے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنا شروع کیا"۔

عثمان اپنے عاملوں کو مطلع کرتے ہین۔

امیر المومنین عثمان نے والیان ممالک اسلامیہ کے نام متعدد خطوط بھیجے اور اُن کو اِن واقعات سے مطلع کیا"

اعثم کوفی کے موافق زمانہ محاصرہ مین عثمان نے عبد اللہ ابن عمر سے کہا تم دیکھتے ہو کہ مخالفین میری عزل کی نسبت کہتے ہین اسپر عبد اللہ نے کہا:۔

ابن عمر کی صلاح کہ جماعت کو عزل کا اختیار نہ دو

"یہ طریقہ جاری نہ کرو کہ جس وقت جماعت خلیفہ سے راضی نہ ہو اُسے معزول کر دے اور اور دوسرے کو اُسکی جگہ بٹھائے۔ جس لباس کو خدا تعالے نے تمہین پہنایا ہے اُسے محفوظ رکھو اور جدا نہ کرو۔ اس قوم سے کہو کہ ہم کتاب خدا اور سنت محمد مصطفے پر عمل کرینگے اگر مانین تو اُن کے لئے بہتر ہے اور اگر انکار کرین تمہارے لئے اچھا اور اُنکے لئے بُرا ہوگا"

عمر ابن عاص اور مغیرہ کی سفارت بیکار ہوئی۔

عثمان نے مغیرہ ابن شعبہ کو بلایا اور اُنھین سفارت پر روانہ کیا لیکن اُنکے استقبال کو فاتحانہ کامیابی مطلق نصیب نہ ہوئی۔ عمر ابن عاص بھیجے گئے اور یہ بھی "شرمندہ" واپس ہوئے۔ اب ابن عمر کی صلاح سے علی کو بھیجنا طے پایا اور جناب امیر نے اس شرط پر سفارت منظور کی کہ "مجھسے عہد کرو کہ جو کچھ میں کہتا ہوں اُسپر وفا کروگے"۔ جناب امیر تشریف لیگئے

جناب امیر کی وساطت لوگون کا صاف جواب اور رضامندی۔

اور لوگون نے کہا اے ابوالحسن آپ سعادت واپس چلے جایئے اور اس میں تکلیف نہ اٹھایئے۔ ہم جلتے ہین کہ یہ معاملہ طے نہ ہوگا۔ اِس قوم کا ارادہ دوسرا ہے۔ ہم لوگون کو آپ کی عزت ہے۔ آپکی عزت واجب ہے۔ ہم چاہتے ہین کہ ہماری طرف سے آپکی حُرمت مین کوئی تقصیر نہ ہو"۔

جناب امیر کی ذات نے انھیں راضی کیا۔ عثمان پاس آئے صلحنامہ ہوا اور اسکے بعد غلام اور خط کا قصہ تہا۔

اِسکے بعد عثمان نے خطبہ پڑہا اور برارت ظاہر کی۔ مجمع کی حالت بہت جوش کی تہی۔ اثنائے تقریر مین عثمان پر ڈھیلے پڑے اور وہ ممبر پر نہ رہ سکے۔ ابن خلدون نے بہی یہ کہا ہے کہ جب علی کے سمجہانے سے لوگ واپس ہوئے تہے تو مروان نے خلیفہ سے کہا کہ آپ منبر پر تقریر کیجئے کہ اہل مصر اسوجہ سے واپس ہوئے کہ انھین جہوٹ خبرین ملی تھین۔ جون ہی عثمان نے تقریر شروع کی چارون طرف سے آواز آنے لگی اتق اللہ یا عثمان وتب الی اللہ۔ سب سے پہلے اِس فقرہ کو عمر ابن العاص نے کہا تہا"۔ اِسی مورخ نے یہ بہی کہا ہے کہ جب توبہ والی تقریر کر چکے تو بنی امیہ نے عثمان کو ملامت کی اور جب اِسکے بعد چند آدمی رخصت ہونے یا اور کسی غرض سے دروازہ پر جمع ہوئے تو عثمان نے مروان سے فرمایا کہ تو جا کر اِن لوگون سے ہمکلام ہو اور گفتگو کرنے مین درشتی سے کام لے چنانچہ مروان نے نکل کر کہا:۔

واقعات کے خلاف تقریر پر لوگون کی صدا

لوگون سے سختی کرنیکا حکم

"تم لوگون کو کیا ہوگیا ہے تمہاری کیا حالت ہے۔ تم لوگ ہمارے قبضے سے ہمارے ملک کو چھیننے کو آئے ہو۔ بخدا اگر تمنے کسی قسم کا قصد کیا تو ہم تم پر ایسا بوجہ ڈالین گے کہ جسکو تم اٹھا نہ سکوگے۔ جاؤ اپنے اپنے مکانات کی طرف لوٹ جاؤ بخدا جو ہمارے قبضہ مین ہے اُسمین ہم تم سے مغلوب نہین ہین"۔

بنی امیہ اپنے ذاتی اختیار کیلئے لوگون کی صدا سے لاپرواہ تھے۔

اِسی مورخ کے موافق جب جناب امیر نے یہ تقریر سُنی تو فرمایا:۔

"تمنے عثمان کا خطبہ کل اور مروان کا کلام آج سُنا ہے۔ مین جب گھر مین بیٹھ رہا تو عثمان نے مجھے کہا کہ تمنے مجھے چھوڑ دیا تمنے میری قرابت وحق کا پاس نہ کیا اور جب مین نے دخل دیا اور لوگونکو سمجہا بوجہا کر واپس کیا تو مروان کے کہنے سے لڑکون کے کھیل کی طرح اُسکو اُلٹ پلٹ دیا۔ تعجب ہے کہ عثمان باوجود مسن ہونے اور آنحضرت صلعم کے صحبت سے مشرف ہونیکے مروان کے قبضہ مین ہے جس طرح وہ چاہتا ہے اُس طرف پھیر دیتا ہے"۔

یہ تقریر سنکر علی پر اثر

علی عثمان کے پاس جانیکا عہد کرتے ہین۔

اسکے بعد جناب امیر نے عثمان کو مروان کے تسلط پر ملامت کی اور کہا کہ "آج سے اب مین پھر تمہارے پاس نہ آؤنگا" نائلہ زوجہ عثمان یہ تقریر سن رہی تھین انہون نے بھی مروان کی پابندی پر نصیحت اور علی ابن ابیطالب سے صلاح و مشورے لینے کی رای دی"۔

نائلہ کی صلاح

اس روایت کے موافق کہ وقت محاصرہ جناب امیر خیبر مین تھے جب واپس آئے اور عثمان ملاقات کو گئے تو کہنے لگے:۔

عثمان کس بات کو باعث ننگ جانتے ہین۔ طلحہ اور علی

"اے علی میرے حقوق تمپر بہت ہین۔ بھائی ہونے کا حق ہے۔ قرابت داری کا حق ہے۔ ہمرلف ہونیکا حق ہے اور بغرض تقدیر اگر جاہلیت ہی کا زمانہ ہوتا تو بھی بنی عبد مناف کے لئے یہ امر باعث ننگ تہا کہ بنو تیم انکے قبضہ سے حکومت چھینے۔ علی ابن ابیطالب یہ سنکر طلحہ کے پاس گئے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ جواب دیا۔ کیا بعد اسکے کہ تنگ نے مس کیا چھاتیونکو اے ابوالحسن (کسی کام کے حد سے متجاوز ہونیکا محاورہ۔ یہ ظاہر ہے کہ جب تنگ چھاتیون تک پہونچ جائے گا تو زین پشت پر نہین ٹہر سکتا) علی ابن ابیطالب لوٹ کر بیت المال کی طرف آئے لوگون کو جو کچھہ مناسب تہا دیا۔ لوگ طلحہ کے پاس سے اُٹھکر چلے گئے۔ اکیلے طلحہ رہ گئے۔ امیر المومنین عثمان کو اس سے مسرت ہوی۔ بعد اسکے طلحہ امیر المومنین عثمان کے پاس آئے آپ نے فرمایا مین تائب نہین ہوا لیکن مغلوب ہوا ہون بس اللہ تعالی اے طلحہ تمکو کافی ہو"

اہل مصر جس وقت غلام کو گرفتار کے واپس آئے تو انہون شکایتین پیش کین اور کہا "یہ تعجب کا مقام ہے کہ اس قسم کے خطوط تمہاری مہر سے لکھے جائین اور تمہارا غلام لیکر جائے اور تمکو اسکی اطلاع نہو۔ پس تم جھوٹے ہو یا سچے ہو اور بہر دو تقدیر تم سے خلافت لے لینا مناسب ہے کیونکہ جھوٹے کو مسلمانون کا والی بنانا جائز نہین ہے اور اگر سچے ہو تو تمہارا ضعف اس حد تک پہونچ گیا ہے کہ تمہارے بغیر اجازت و اطلاع جسکا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے لہذا بہتر یہ ہے کہ تم خلافت چھوڑ دو۔ امیر المومنین عثمان نے فرمایا مین اُس لباس کو نہین اُتارا چاہتا جس کو اللہ تعالی نے مجھے پہنایا ہے۔ یعنی مین خود منصب خلافت ترک نہین کرونگا۔ ہان یہ ہوگا کہ اگر مجھ سے غلطی ہوگی تو مین توبہ کرونگا اور اپنی غلط رائے سے رجوع کرونگا۔ ابن عدیس نے کہا ہم بارہا دیکھہ چکے ہین کہ تم توبہ کرتے ہو اور پھر وہی کام کرتے ہو اب ہمپر فرض ہے کہ ہم تمسے خلافت چھین لین یا تمکو قتل کر ڈالین اور اگر تمہارے دوستون مین سے کوئی مزاحمت کرے تو اُس سے بھی لڑینگے اور جب تک ہم

جہان عثمان کو خلیفہ بنانیوالے اللہ تعالی کے مرادف ہین۔

زندہ ہیں لڑتے جائینگے پس یا تم تک پہونچیں یا مرجائینگے"۔۔۔۔ علی ابن ابیطالب اُٹھے اور بلوائیوں کو امیر المومنین
عثمان کے پاس سے نکال کر اپنے مکان پر چلے آئے۔ اور مصریوں نے امیر المومنین عثمان کے مکان کا دوبارہ
محاصرہ کر لیا۔ دوبارہ محاصرہ کرنیکے بعد معاویہ و ابن عامر کو امداد کیلئے لکھا"۔

معاویہ وغیرہ سے عثمان مدد طلب کرتے ہیں۔

اعثم کوفی کے موافق معاویہ نے جواب دیا کہ خدا نے جس سے کوئی نعمت چھین لی ہو اُسے واپس نہیں
کر سکتا اگر میں یہاں سے جاؤں گا تو دشمنان اسلام اس صوبہ پر حملہ کر دینگے۔ عبداللہ ابن عامر نے بصرہ میں
لوگوں کو آمادہ کرنا چاہا لیکن کوئی نہ گیا۔

معاویہ کا جواب۔

"پھر امیر المومنین عثمان کے مشیروں نے رائے دی کہ علی ابن طالب کو ان لوگوں کے روکنے کیلئے بھیجو کہ
وہ انکو سمجھا بوجھا کر واپس کر دیں اور اُنسے وعدہ کر دیں کہ انکی مرضی کے موافق عمال کی بحالی و معزولی
کیجائیگی چنانچہ علی ابن ابیطالب بلوائیوں کے پاس گئے۔ وعظ و پند کرکے انکی درخواستوں کے موافق
عملدرآمد کرنیکا وعدہ کیا بلوائیوں نے کہا آپ ایک میعاد مقرر کیجئے۔ علی ابن ابیطالب لوٹ کر امیر المومنین
عثمان کے پاس آئے۔ امیر المومنین عثمان نے تین دن کی مدت مقرر فرمائی۔ علی ابن ابیطالب نے ایک عہدنامہ
لکھکر بلوائیوں کو دیا جسمیں اقرار تھا کہ تین یوم کے اندر اُنکی مرضی کے موافق عمال کی تقرری و معزولی
اور اُنکی شکایت رفع کر دی جائیگی۔ بلوائی اس اقرار نامہ سے بلا جنگ و جدل رُکے رہے لیکن امیر المومنین
عثمان نے کسی وجہ سے کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ کیا۔ بعد انقضاء میعاد بلوائیان مصر ذی خشب سے مدینہ میں
ایفاء عہد کی غرض سے آئے۔ امیر المومنین عثمان نے انکار کیا۔ بلوائیوں نے برہم ہو کر چاروں طرف سے
محاصرہ کر لیا"۔

پھر علی کی وساطت اور تین دن کی یکامہ مہلت

اسکے بعد ابن خلدون ہی کے موافق عثمان نے سب لوگوں کو بلوا بھیجا جسمیں بلوائی اور غیر بلوائی
سب تھے اسکے بعد کہنا شروع کیا "اے اہل مدینہ میں تمکو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور اس سے دعا
کرتا ہوں کہ میرے بعد تمپر کسی اچھے کو خلیفہ بنائے۔ یہ کہکر تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر سر اُٹھا کر
بولے۔ تمکو میں اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ عمر کے زخمی ہونے کے وقت تم نے اللہ تعالیٰ سے
دعا کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کسی کو منتخب کر دے اور تمہارے بہترین شخص پر تمکو مجتمع کرے۔
کیا تم کہوگے کہ یہ نہیں قبول کیا یا کہوگے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو اس دین کا ولی کیا ہے اسکو ابتلا میں
نہیں ڈالا یا کہوگے کہ امت نے مکابرہ سے یا بغیر مشورہ کے ولی کیا ہے۔ پس اپنے کام کو اسکے

عثمان کا لوگوں سے خطاب

سپرد کر دیا بغیر میرے انجام دیتی ہے۔ پھر میں تمکو اللہ کی قسم دلاتا ہوں تم لوگ میرے سوا اُن کو جانتے ہو جنکا حق واجب ہے پس درگذر کرو۔ کیونکہ تین آدمیوں کے سوا اور کسی کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ زانی محصن اور مرتد اور قاتل بغیر حق کا۔“

لوگون کا جواب

”بلوائیوں نے جواب دیا کہ جو تم نے بعد عمر فاروق کے استخارہ کے نسبت کہا ہے تو اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسمین کیا اچھا کیا لیکن درحقیقت اللہ تعالیٰ نے تمکو ایک بلا بنایا ہے جسمین اُس نے اپنے بندون کو مبتلا کیا ہے۔ اور حق اور سابقیت اسلام کو جو تم کہتے ہو تو وہ صحیح ہے اور تم ضرور اسکے مستحق تھے لیکن تم نے بہت سی باتین ایسی کین ہین جس سے تمکو ہم حق قائم کرنیکے لیے بھی نہین چھوڑ سکتے اس خیال سے کہ مبادا سال آئندہ اور فتنہ و فساد برپا ہو اور باقی رہا حصر کرنا تین ہی آدمیون کو قتل کرنا جائز اسکے نسبت ہم یہ کہتے ہین کہ ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب مین سوائے اُن تینون آدمیون کے اور لوگون کا قتل کرنا بھی جائز دیکھتے ہین ازانجملہ اُن آدمیون کا قتل کرنا روا ہے جو دنیا مین باعث فساد ہون یا بغاوت پر جو شخص لڑے یا حق و راستی کو منع اور اُسپر مکابرہ کرے۔ اور تم نے بیشک بغاوت کی اور حق پر مکابرہ کیا اور جو لوگ فساد کے باعث ہین اُنکے طرفدار ہوئے اور بلاشبہ تم نے امارت کا زور و دباؤ بہم پہونچا ڈالا اور بیشک جو لوگ ہمسے لڑے اور لڑنے کو آئے ہین وہ تمہاری امارت کی وجہ سے لڑتے ہین پس اگر تم خلافت چھوڑ دو تو وہ لوگ برسر مقابلہ نہ آئینگے۔“

کھانا پانی بند کرنے پر علی لوگون کو ملامت کرتے ہین۔

اسکے بعد خلیفہ کے پاس پانی پہونچنا مشکل ہوگیا۔ اور بقول ابن خلدون عثمان نے علی و طلحہ و زبیر و امہات المومنین کے پاس کہلا بھیجا کہ بلوائیوں نے میرا پانی بند کر دیا ہے اگر تم لوگ مجھکو پانی پہونچا سکتے ہو تو مجھے پانی بھیجدو۔ علی ابن ابیطالب اس دردناک خبر کے سنتے ہی علی الصباح سوار ہوکر بلوائیوں کے پاس گئے اور اُنکو مخاطب کرکے فرمایا:۔ ”اے لوگو تمہارا یہ فعل نہ مسلمانون سے مشابہ ہے نہ کافرون سے تم لوگ اُس شخص (عثمان) کا پانی و کھانا نہ بند کرو۔ بلاشبہ رومی اور ایرانی اپنے قیدیون کو کھلاتے پلاتے ہین۔“

حضرت عایشہ حج کو چلین

واقعات کی یہ صورت تھی کہ بقول ابن خلدون ”ام المومنین عائشہ صدیقہ بقصد حج نکلین اور اپنے بھائی محمد کو ہمراہی کی غرض سے بلایا۔ محمد نے ساتھ جانے سے انکار کیا۔ حنظلہ کاتب وحی بولے تمکو ام المومنین اپنی ہمراہی کے لئے بلاتی ہین۔ تم اُنکے ساتھ نہین جاتے ہو اور سفہاء عرب کی اتباع کرتے ہو

بنو عبدمناف کی تسلط کا خوف۔

جو تمہارے شایان شان نہیں ہے۔ الغرض محال اگر اسکا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ امیرالمومنین عثمان مغلوب تو تم پر بنو عبدمناف مسلط ہو جائیگے۔"

یہ واقعہ اعثم کوفی میں جس وضاحت سے موجود ہے اُس سے اس وقت حج کی روانگی اور اسکے بعد حیرت خیز جذبہ ہمدردی کا پیدا ہونا دونوں اچھی طرح سمجھ میں آئیگا۔ وہ لکھتا ہے:-

حضرت عائشہ اور عثمان میں کشیدگی تھی

در پیش ازین درمیان عائشہ و عثمان گفتگوے رفتہ بود و عائشہ ازو ناخوش دل گشتہ خشم گرفتہ سبب آنکہ اگر روزے چند در وظیفہ ارزاق کہ عائشہ را معین بود تاخیرے افتادہ و متعلقان او واصلاح شدہ۔ عائشہ او را گفت اے عثمان امانت بجور دی و رعیت را ضایع گذاشتی و جماعتے بد مردمان را از خویشاوندان خویشتن بر سر نیک مردان و ضعیفان مسلط گردانیدی خدا تعالی ترا از آسمان آب ندہاد و از برکات زمین محروم گرداناد۔ اگر حرمت پنج نماز نیستی کہ می گذاری و الا ترا چنان کشتندے کہ شتران را کشند۔ عثمان این آیت از قرآن مجید در جواب سخنان او بر خواند۔

حضرت عائشہ کا فتویٰ

ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امراۃ نوح وامراۃ لوط کانت تحت عبدین من عبادنا الصالحین فخانتاھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئا وقیل ادخل النار مع الداخلین۔ ازین معنی خاطر اندیشہ مردمان بر عثمان بغایت (۲) ومیگفت بکشید این پیر کفتار را کہ ہنوز پیراہن حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کہنہ نشدہ است کہ سنت او را کہنہ کردہ بکشید این پیر کفتار را و زندہ مگذارید۔ درجملہ چون مردمان بمنازعت عثمان برخواستند و بر در سرائے او گرد آمدند و او را در سرائے نشاندند عائشہ کار ساختہ کرد و راحلہ مرتب گردانید و جانب مکہ

مروان اور عائشہ

بر عزیمت حج گذاردن روان شد۔ مروان حکم بخدمت او رفت و گفت ای مادر مومنان اگر عزیمت حج در توقف داری و در حق این واقعہ کہ عثمان را افتادہ است بآن قوم کلمہ گوئی تا شر این قوم ازو دفع شود ہمانا اولی تر باشد و ثواب آن از حج زیادت۔ عائشہ گفت آن ساعت این سخن با من مگوی کہ حج برمن فرض شدہ است و اللہ کہ مقام نتوانم کرد۔ مروان حسب حال این بیت

مروان جیلا کر شعر پڑھتا ہے۔

بخواند۔ فرب قیس علی البلاد حتی اذا اضطرب اجحما۔ یعنی قیس آتش فتنہ در شہرہا زد چون آتش درگرفت و شعلہ فتنہ بلند گشتہ قیس سر خویش گرفت و برفت۔ عائشہ گفت بیدانم کہ این چنین مثل

کہ میزنی۔ مرا در دفع این طایفہ از امیر المومنین عثمان مقصر دانی و راست بنداری کہ من در عثمان
بشکم داو را ایمن نمی شناسم این بگفت و بجانب مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفا روانہ شد،"

توبہ یا خلع

طبری کہتا ہے "حضرت عائشہ بجنگ بود چون او را (عثمان) حصار گرفتند او بحج می رفت و می گفت
عثمان رضی اللہ عنہ را کہ توبہ بایستے کردن و یا خویشتن را خلع کردن"

رسول کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے کہ سنت کہنہ ہو گئی

صاحب روضۃ الصفا کہتا ہے کہ عائشہ آزردہ بہین او مردمان را بر مخالفت می گماشت و
میگفت ہنوز جامہ رسول نو است کہ سنت او کہنہ و متروک شد"

مدد کی خبر سنکر محاصرہ کی سختی۔

بقول طبری جس وقت محاصرہ کرنے والونکو معلوم ہوا کہ عثمان نے اپنے عاملون سے مدد طلب کی
ہے تو انہون نے محاصرہ مین سختی شروع کی۔ طلحہ نے بیت المال پر قبضہ کر لیا اور کہا کہ "عثمان را
سخت گیرید کہ فوج نزدیک او آمد" اور عثمان نے یہ سنکر کہا کہ یہ سب طلحہ کا کیا ہوا ہے کہ خود خلیفہ
ہو جائے۔

بقول روضۃ الصفا "عثمان گفت کہ طلحہ این فتنہ انگیختہ است"

طلحہ زبیر اور سعد محاصرہ سے عثمان کے پاس آئے۔

اعثم کوفی کہتا ہے کہ ایام محاصرہ مین جو پچاس روز تک قایم رہا۔ ایک روز عثمان کوٹھے پر آئے اور
سلام کیا اور پوچھا کہ تم مین طلحہ زبیر اور سعد ہین اور جب یہ لوگ سامنے آئے تو شکایت کی کہ ہمین گمان
نہ تھا کہ تم کسی مجمع مین ہو ہم سلام کرین اور تم جواب نہ دو۔ اسکے بعد خلیفہ نے علی کو پیغام بھیجوایا کہ
ہمارے پاس پانی نہین ہے اور بقول صاحب صواعق و اعثم کوفی وغیرہ علی نے تین مشکین بھیجدین

حسنین زخمی ہوئے۔

حسنین قنبر اور اکثر بنی ہاشم کو حکم دیا کہ مخالفین مین سے کسی کو گھر مین داخل نہ ہونے دو۔
اور روایتین یہ بھی کہتی ہین کہ اس کشمکش مین حسنین زخمی بھی ہوئے۔

اعثم کوفی نے یہ بھی کہا ہے کہ جس وقت محاصرہ کی شدت ہوئی عثمان نے چند شعر علی کو لکھ بھیجے
جسکا مفہوم تہا کہ کیا تم اسے گوارا کروگے کہ تمہارا ابن عم قتل ہو جائے۔ جب علی نے یہ شعر پڑہا مسجد
مین آئے۔ بنی ہاشم اور خدام جمع ہوئے اور جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ علی مدد کے لئے آتے ہین تو لوگون
نے طلحہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ طلحہ نے اپنے کو تنہا دیکھکر عثمان کے پاس جاکر عذر کرنا مناسب سمجھا۔
عثمان نے عذر قبول نہ کیا اور جواب دیا کہ تمہاری معذرت اُس وقت شروع ہوئی جس وقت
تمنے دیکھا کہ لوگ تمہین چھوڑ کر علی کے پاس چلے گئے اور وہ مدد کے قصد سے آتے ہین۔

اس درمیان مین محاصرہ کرنے والون نے دروازہ مین آگ لگادی اور کچھ لوگ پشت سے گھر مین داخل ہوگئے۔ صواعق محرقہ ہو ابن خلدون ہو یا اعثم کوفی ہر شخص اسکا تذکرہ کرتا ہے کہ محمد ابن ابی بکر گئے اور عثمان سے گفتگو ہوئی۔ اگر عثمان نے کہا کہ تمہارے باپ ہوتے تو میرے بڑھاپے کی قدر کرتے تو محمد ابن ابی بکر نے کہا کہ میرا باپ تمکو یہ کام کرتے دیکھتا تو وہ ان کاموں کو پسند نہ کرتا اور مجھے زیادہ سختی سے تمہاری ڈاڑھی پکڑتا" اور اسکے بعد چلے گئے۔

۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ

اب کچھ لوگ داخل ہوئے اور انھون نے قتل کر ڈالا۔ قاتل کا نام نہ مورخین کو معلوم ہے اور نہ علی کے سوال پر نائلہ بنت الفراضہ بتا سکین۔ اور اسکی بھی تصدیق کی کہ محمد ابن ابی بکر قاتل عثمان نہین ہین۔ ابن خلدون کہتا ہے کہ "بیان کیا جاتا ہے کہ ..... عمیر بن صابی نے ٹھوکرین مارین جس سے چند پسلیان ٹوٹ گئی تہین۔ ٹھوکرین لگاتے وقت یہ کہتا جاتا تہا تمنے میرے باپ کو قید کیا تہا جو بیچارہ حالت قید ہی مین مرگیا"

کوئی قاتل عثمان کا نام نہ جانتا تہا

باپ کا انتقام

قتل عثمان کے وقت عمال

اسی مورخ کے موافق "بوقت شہادت ممالک اسلامیہ مین عمال اس تفصیل سے تھے۔ مکہ مین عبد اللہ ابن الحضرمی۔ طایف مین قاسم بن ربیعہ ثقفی۔ صنعا مین یعلی ابن منیہ۔ جند مین عبد اللہ ابن ربیعہ۔ بصرے مین عبد اللہ ابن عامر۔ شام مین معاویہ بن ابی سفیان۔ اور حمص مین عبد الرحمن ابن خالد۔ قنسرین مین حبیب بن مسلمہ۔ اردن مین ابو الاعور اسلمی۔ فلسطین مین علقمہ بن حکیم کندی۔ معاویہ کی طرف سے۔ اور بحرین مین عبد اللہ بن قیس فزاری عامل تہے قضا ابو الدرداء کے سپرد تہی۔ کوفہ مین امامت ابو موسی اشعری کرتے تہے جنگی افسری قعقاع ابن عمر کے قبضہ مین تہی۔ خراج سواد پر جابر مزنی اور سماک انصاری مامور تہے۔ اور قرقیسا مین جابر بن عبد اللہ۔ اذربائیجان مین اشعث ابن قیس۔ حلوان مین عتیبہ بن نہاس۔ اصفہان مین صائب ابن اقرع۔ سیدان مین خنیس گورنر تہے۔ مدینہ منورہ مین بیت المال کے افسر عتبہ ابن عمر اور قضا پر زید بن ثابت تہے۔"

باب چہارم کا نشو
اور واقعات کا خلاصہ

گذشتہ افسوسناک حالت کے لکھنے اور اُسپر تنقیدی نظر ڈالنے مین ذاتی طور سے مجھے کیسے ہی کراہت کیون نہ ہو لیکن ایک مورخ کی دیانت اسکی مقتضی ہے کہ وہ واقعات لکھے۔ واقعات کسی نوعیت کے کیون نہ ہون اور دیکھے اور دکہائے کہ ان واقعات کو اُن واقعات اور شخص سے کیا نسبت ہو جسکا دکھانا اصل مقصود ہے۔

رسول کے بعد سے ہمنے اسکا ضروری اہتمام کیا ہے کہ ہم یہ دکھاتے آئین کہ کون کون سے لوگ انکے مددگار اور ہمخیال تھے۔ اور ان لوگون کا ضروری تعارف بہی کسی حد تک کرایا جا چکا ہے۔ ان لوگونمین جس حد تک آپس کی مشورت اور یکجہتی غرض کیون نہ ہو چونکہ انکا واقعہ حکومت ایک انقلابی شکل کا تھا اور بلحاظ اسکے کہ فوراً ہی عامہ ناس کو اہل ردت اور مانعین زکوٰۃ کی طرف جھونکار دیا اس لئے صاحب اختیار لوگون کو اسکا کافی موقع ملا کہ وہ نہ صرف اپنے کو اپنی جگہہ مضبوط کرتے بلکہ لوگون کو جو اُنکے قریب یا دور تھے امید وبیم مین مبتلا کرکے اور باتونکی طرف غور کا موقع نہ دیتے۔ خلیفہ اول کا دو برس یا کچھہ زیادہ کا زمانہ ایسا نہ تہا جسمین لوگون کی یہ مشغولیت تمام ہو گئی ہوتی بلکہ یہہ زمانہ وہ تہا جسمین انہین ایسی مشغولیت کی چاٹ پڑ گئی اور اُنکے ذہن مین یہ بات سما گئی کہ حقیقتاً جو کچھہ ہے وہ تو باہر ہی ہے مدینہ مین کیا دہرا ہوا ہے۔ اسنے مدینہ کی بچی بچائی پرانی فضا کے علیحدہ کر دیا۔

مشغولیت نے اپنے ہاتھہ خالی رکھے اور دوسرے دنکو غور کا موقع نہ دیا۔

بنی امیہ کو شام کا صوبہ دکہا دیا گیا ظاہرا ان سے کام نکالا گیا اس لئے کہ وہ علی کی طرف رُخ نہ کر سکین اور صدر مقام سے حتی الوسع دور ہی رہین۔ انکی ماتحتی مین لوگ تھے۔ فتح۔ نام آوری اور غنیمت تہی۔ خالد دیکھہ رہا تہا کہ ہمنے جس تصفیہ سے اسلام قبول کیا تہا وہ کسی طرح غلط نہ تہا۔ آج حکومت ہمارے سیف اللہ ہونیکا اعلان کر رہی ہے۔ ہمارے ہاتھہ اور تلوار کی آزادی مین کوئی شئے حائل نہین ہے۔

ابوبکر اور عمر کی پسند کے عناصر مین کوئی فرق نہ ہو سکتا تہا حقیقتاً یہ دونون آدمی ایک اتفاق مین بسر کر رہے تھے۔ اور ایک دوسرے کے معاون تھے۔ تعین عمال مین ابوبکر کی پسند اور عمر کی قبولیت مین جس قدر اختلاف دکھائی دیا وہ صرف خالد کے متعلق تہا۔ کچھہ دنون تک تو عمر اور خالد کا معاملہ ذاتی حیثیت کا رہا لیکن اسکے بعد خالد یا مثنے ابن حارثہ کی معزولی بقول خلیفہ اس حد

ابن حارثہ اور خالد کے معزولی کی مرکزی وجہ۔

کے اندر بہی آئی کہ انمین فتوحات کی وجہ سے غرور پیدا ہوگیا تہا۔ یا مغیرہ ابن شعبہ اسوجہ سے ہٹا یا گیا کہ وہ بنو ایادمین بہت صاحب اثر ہوگیا تہا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ان جوابون مین انلوگونکے صاحب قوت ہونیکا خوف چہپا ہوا نہین تہا۔

عمو ماً شرکت جنگ سے کوئی امر مانع نہ تہا۔

خلیفہ ثانی کے زمانہ مین نئے لوگ بہی آزمائے گئے۔ نئے لوگون سے میرا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جنہون نے بنی ہاشم کے حقوق سے کوئی مخالفت نہ ظاہر کی تہی اور جنہون نے ابتدائی یورش مانعین ذکوۃ کے قتل مین کوئی شرکت نہ کی تہی اور جو آخر مین بنی ہاشم کے بڑے موید اور دوست ثابت ہوئے جنہین مین نے خلیفہ ثانی کے مخصوص عاملون کے علاوہ دکھایا ہے مثلاً عبد اللہ ابن بدیل۔ جریر۔ اشتر۔ براء وغیرہ۔ مین سوچتا ہون کہ اب حالت یہ ہوگئی تہی کہ نہ حکومت کو بغیر دائرہ اقتدار بڑہائے مفر تہا اور نہ ان لوگون کو پیش قدمی بغیر چارہ تہا جو کچہہ زمانہ تک خاموشی اور بیکاری سے سوکہتے رہتے تہے۔ اور موقع تو اب یہ تہا کہ خسرو اور قیصر سے جنگ کیجائے جنمین سے اول الذکر مقام اگر اس الزام سے بری نہ تہا کہ اُس نے رسول کے نامہ کی خفت کی تو آخر الذکر نے مسلمانون کے سفیر اور مسلمانون کو قتل کیا تہا۔ یہ عالمین ایسی نہ تہین جنمین کام لینے مین حکومت کو کسی غیر ضروری شبہہ پسندی کی ضرورت ہوتی تاہم یہ ہوا کہ یہہ لوگ کسی بڑی فوجی افسری یا ملکی نگاہداشت کے لئے کام مین نہین لائے گئے جس سے مین یہ نتیجہ اخذ کرتا ہون کہ شاید حکومت کے نزدیک انکی تقرری تجربہ کی ابتدائی حالت مین ہو۔

خلیفہ ثانی اپنے کو بستر احتضار پر بنی اُمیہ مین گہرا ہوا پاتے ہین

خلیفہ اول کے زمانہ مین جب اسکا موقع آہی گیا تہا کہ بنی اُمیہ کا رُخ شام کی طرف پہیر دیا جاتا تو حضرت عمر کے نزدیک بہی ابو سفیان۔ یزید ابن ابو سفیان اور معاویہ کی کوششون کے بعد اب کوئی چارہ نہ تہا کہ معاویہ شام کے صوبہ مین مستقل کر دیا جاتا۔ اور اگر شرجیل۔ ذوالکلاع معاویہ۔ عمرو ابن عاص۔ ولید ابن عقبہ یعلی ابن امیہ اور ابو موسی زمانہ خلافت اول مین دکہائی دیئے تو خلیفہ ثانی کے زمانہ مین انہین سے زیادہ تر لوگ شام کے صوبہ مین سکونت پذیر ہوئے جس سے شام ایسے لوگون کی ایک نو آبادی ہو جاتا جنکے اور متعلق تذکرے ہمارے اصل تذکرہ سے بہت تعلق رکہتے ہین۔ بلکہ حضرت عمر کے عاملون کی فہرست مین ایسے ہی اور لوگون کا اضافہ ہوتا جنکے نام ابو الاعور اسلمی۔ حصین ابن نمیر۔ معاویہ ابن خدیج اور عمر ابن سعد مین۔ عجب نہین ہے کہ خلیفہ

ثانی نے اپنے کو بستر موت پر دیکھکر جب تین مین کے تیسرے (ابو عبیدہ جراح) کو نہ پاکر آہ سرد کھینچی ہو اور خلیفہ منتخب کرنیکے لیئے نظر دوڑائی ہو تو اپنے کو بنی اُمیہ مین گھرا ہوا دیکھا ہو۔ اب نہ چارہ تہا اور نہ غم تہا۔

اپنے افعال کے نتائج کی لاعلمی نہ تھی۔

مجھے یقین ہے کہ وہ بنی اُمیہ کے صاحب اختیار ہونے کو کسی خوف سے نہ دیکھتے تھے اور یہ امورات اُنکے ذہن مین تھے کہ بنی امیہ کا صاحب اختیار ہونا اُنکا صاحب اختیار ہونا ہے جو ایک زمانہ تک اسلام اور مسلمین کے سخت ترین دشمن تھے اور اُنہین صاحب اختیار بنانا گویا اُنکی بھولی ہوئی انتقامی خاصیتون مین گدگدی پیدا کرنا ہے۔ کسی وقت تک شاید یہ امر نظر پڑنے کی قابل نہ ہوتا کہ ابو سفیان یزید ابن ابو سفیان اور معاویہ کی تقرری ہوش کے اندر تھی یا بے سمجھے ہوئے اتفاقی کارروائی تھی۔ خاندان کے ایک فرد کے بعد دوسرے کی تقرری اور اکثر بنی امیہ پر ایسی ہی توجہ ایسے اتفاقی حیثیت مین زیادہ دیر تک نہین رہ سکتی تھی لیکن آخری وقت اُنکی عثمان سے وہ تقریر جو ہمنے ابن ابی الحدید سے نقل کی ہے۔ خصوصاً اُسکا یہ فقرہ کہ "جب یہ باتین ہون اور ضرور ہونگی" کوئی شبہہ نہین رہنے دیتا کہ رسول کے بعد جس طرز حکومت کا نشو ہوا تھا اُس نے قریش (بہ استثنائے بنی ہاشم) کو اس درجہ مضبوط کر دیا تہا کہ اب اُنکے علاوہ دوسرے کے نام قرعہ فال نہ گرنیکی پیشنگوئی کیجا سکتی تہی۔ اور اگر یہ تمام باتین نظر انداز بہی کر دی جائین تو حضرت عمر نے مرتے مرتے خلیفہ نامزد کرنیکے لئے جو طریقہ اور لوگ مقرر کئے تہے اُسنے یہ اچھی طرح سمجھا دیا کہ اُنکی مرضی بہی یہ تھی کہ بنی امیہ ہی صاحب اختیار ہون!

آخر کیا وجہ ہو سکتی تہی علی کو انتخاب کے قبل یہ کہنے کی کہ ہم منتخب نہین ہونگے۔ اِس لئے کہ سعد۔ عبد الرحمن عبد اللہ اور عثمان ہین۔ ایسی قرابت ہے کہ وہ آپس مین ابن عم۔ اور داماد تہے۔ اب اُن روایات کے موافق کہ طلحہ نہ تہے علی کی طرف صرف زبیر رہجاتے ہین اور چونکہ طلحہ نے آخر مین عثمان کے لئے رائے دی اور سعد نے ابن عوف کے بعد علی کے متعلق رائے دی پھر بہی گورنمنٹ پارٹی نہ صرف عدداً زیادہ تہی بلکہ جناب صدر انجمن صاحب بہی اُسی اضافہ کے طرف تہے۔

گورنمنٹ پارٹی ہر حال مین قوی تھی۔

لیکن اسکے بعد بہی ابن عوف کا پس و پیش صاف صاف کہرہا ہے کہ وہ صورت معاملہ کو سمجھ رہے تہے اگرچہ اُنہین یہ معلوم تہا کہ عبد اللہ یا عثمان کا داماد میری رائے کا مقلد بنا دیا گیا ہے اور کچھ ہی دن کے بعد تاریخ کے سینہ پر یہ واقعہ بہی ثبت ہونیوالا تہا کہ ان منتخب لوگون مین سعد۔ طلحہ۔ زبیر۔ اور ابن عم

ابن عوف کے پس و پیش کے معنی۔

علی کی بیعت سے اکراہ کرتے۔ اگرچہ ابن عمر یزید کی بیعت نہ کرنیکو اجماع مسلمین کے خلاف گناہ تصور کرسکتے
حقیقت یہ ہے کہ ابن عوف کا پس و پیش ہی اس امر کی کنجی ہے کہ وہ علی کو خلیفہ نہیں بنانا چاہتے تھے اور ایک
ایسے پہلو کی فکر مین تھے جس سے یہ نہ کہا جاسکے کہ اُنھون نے خسر ہونیکی وجہ سے عثمان کی جنبہ داری کی۔ ورنہ
زبیر اور سعد کے علی کیلیئے رائے دینے پر صرف طلحہ عثمان کے حامی رہجاتے تھے اور اب ابن عوف کو اپنا میلان ظاہر
کرنا رہگیا تھا۔ لیکن ابن عوف نے اب کیا کیا۔ بقول ابن حجر "ذی رائے" لوگون سے صلاح لی اور یہ سب عثمان کے
لئے کہتے تھے۔ طبری ان ذی رائے حضرات کے نام بتاتا ہے اور وہ ابوسفیان اور عمر ابن عاص ہین۔ یہ بھی بمقابلہ
علی عثمان کی کمزوریون کے قائل ہین اور یہ تینون مدبر یہ طے کرتے ہین کہ علی سے نامزدگی کی شرط سنت خلفا کی
پیروی قرار دو جسے وہ منظور نہ کرینگے اور اس طرح عثمان خلیفہ ہوجائینگے۔ بلاشبہ عامہ ناس کو اپنی معذوری
دکھانیکے لئے اُنھون نے ایک بات سامنے کھڑی کردی اور اسی طرح اسمین بھی کوئی شبہ نہین ہے کہ علی نے
اس شرط پر خلافت قبول نہ کرنے سے عام مجمع مین یہ بھی ظاہر کردیا کہ سنت خلفا کی پیرُی ہمارے نزدیک قابل عمل
نہین ہے۔

وہ وقت آیا کہ اب مشورہ تمام ہوتا اور عام مجمع مین انتخاب کا اعلان کیا جاتا۔ مہاجرین۔ انصار۔ اور امرائے
لشکر جمع ہیتے۔ ابن عوف نے "حاضرین سے کہا جسکو تملوگ خلیفہ منتخب کیا چاہتے ہو اُسکی طرف اشارہ
کرو"۔ مین نہین کہسکتا کہ ابن خلدون کے "حاضرین" سے عام مجمع مراد ہے یا وہ لوگ جو ارباب شوریٰ
قرار دیئے گئے تھے۔ اس لئے کہ عامہ ناس کو انتخاب مین کوئی اختیار نہین دیا گیا تھا غالباً ابن عوف کا یہ خطاب
عام نہ ہو لیکن کوئی عجب نہین ہے اگر اس سے عام دکھاوا مقصود ہو۔ غالباً ابن عوف کی امید کے خلاف
جسوقت اُسکا تہیہ اور نمایش اس اطمینان پر تھی کہ ایک بڑی جماعت ہمین سنبھالے گی مجمع مین سے
عمار سر کے ایسے مشہور صحابی کی آواز علی کے لئے بلند ہوئی۔ کون جانتا ہے کہ اس صدا سے بنی امیہ
کو سردی معلوم ہونے لگی ہو اور سبھون نے انتشار اور بے چینی سے ابن عوف کی طرف دیکھا ہو۔
کون جانتا ہے کہ مقداد کے تائید کرنے سے مجمع کا رنگ بدلنے لگا ہو — لیکن یہ صدا بھی ویسی ہی
تھی جیسی ثقیفہ بنی ساعدہ مین انصار مین سے کسی نے بلند کی تھی اور اوسپر مرتب مخالفت غالب
آگئی۔ اس لئے کہ نہ اُسنے اپنے لئے کوئی بحث برپا کی تھی جس کے لئے یہ صدا بلند ہوئی تھی اور نہ آواز
دینے والے نے اپنی کو قوت دینے کے لئے اہتمام کیا تھا بلکہ سچی بات تھی جو بغیر غور اور اہتمام کے

عمار کی صدا مرتب مخالفت کے سامنے بے اثر ہوئی

علی نے حصول اختیار کے لیے ترتیب جماعت نہ کی تہی۔

مُنہ سے نکل پڑی تہی۔ سبنے دیکہا کہ مرتب مخالفت اور تجاہل اُسپر غالب آگیا۔ مقداد کی صدا ویسی ہی تہی اور اس وقت بہی علی نے کوئی انتظام اپنے صاحب اختیار ہونیکے لیے درست نہ کیا تہا۔ کیونکہ علی کے نزدیک یہ ذیب اور محال کا امام ہونا ہوتا بلکہ ابن عباس کا ایسا اثر دار ہاشمی علی کو کنارہ کشی کی صلاح دے رہا تہا جس سے یہ کہنے کا موقع ملے کہ کوئی بنی ہاشم تمہارے مشورہ مین شریک نہ تہا جو دلیل وہ ثقیفہ بنی ساعدہ کے بعد پیش کر رہے تہے۔ پھر بہی علی گئے۔ نہ اس امید سے کہ وہ کامیاب ہونگے۔ اسکی تو وہ پیشنگوئی کر چکے تہے۔ بلکہ ثقیفہ بنی ساعدہ اور انصار کی اس صدا کا جواب دینے کہ اگر علی ہوتے تو تمہارا کام ناتمام رہ جاتا یا یہ کہ اگر ہمین پہلے تمہارا خیال معلوم ہوتا تو ہم دوسرے کی بیعت نہ کرتے۔ وہ دیکہا رہے تہے کہ ہمارے خلاف ایک مرتب مخالفت ہے۔ علی خاموش بیٹھکر اب یہ نہین دکھا سکتے تہے اسکے برخلاف دن اور راتین گذری تہین کہ بنی امیہ اور وہ جو اُنکے امیدوار اور متعلقین تہے اس امر مین سرگردان تہے کہ ہم کس مکر یا کس فریب سے صاحب اختیار ہو جائین۔ اور گویا اس قطعی تصفیہ کے میدان مین آنیکے قبل وہ طے کر چکے تہے کہ ہم کیا کرینگے۔

کسنے عثمان کی تائید کی تہی اور کیون۔

اگرچہ عامہ مہاجرین اور انصار کا مجمع تہا جسمین مدبرین۔ سپاہی۔ روسا اور ہر طبقہ کے لوگ موجود تہے لیکن قضا و قدر نے بجز اُس شخص کے کسی کے حلق مین آواز نہ پیدا کی جسے خیانت وحی کے لحاظ سے جلاوطن اور عثمان کے ہاتہون امیر مصر ہونا تہا۔ عمار کو سچائی کی حمایت کا غصہ آیا اور اُنہون نے حقارت کے طرز سے کہا کہ "چپ رہ او مرتد تجہے مسلمانون کے امورات مین دخل کا کیا حق ہے"!! لیکن آج کا دن وہ زمانہ اور وقت ظاہر کر رہا تہا جسمین ابن ابی سرح کو جرات ہوتی اور رسول کے مقدس صحابی منہ دیکھتے رہتے کیونکہ ہر شخص کے منہ کے الفاظ وہ کوئی اور کیسا ہی کیون نہ ہو قومی گروہ بندی کے مقابلہ مین سننے کے قابل نہ تہے نقطۂ اقدام یہی تہا۔ ابن ابی سرح کی جرأت آزادانہ جرأت نہ تہی

ابن ابی سرح کی جرأت آزادانہ نہ تہی۔

وہ دیکھتا تہا کہ مجمع زیادہ تر کون سی افراد سے مرکب ہے اور اُسے عثمان کے نزدیک جیسی قربت حاصل تہی اُس سے یہ خیال کرنا کہ ابن عوف۔ ابوسفیان اور عمر ابن عاص وغیرہ کے مشورون سے وہ ناواقف تہا۔ معمول سے زیادہ بھولاپن ہوگا۔ اُسے یہ بہی معلوم تہا کہ ارباب رائے کون ہین اور وہ عددا کیسے قوی ہین۔ اب اُسے مجمع پر اپنی رائے کھینچ مارنے مین کسی پس و پیش کی وجہ باقی نہ رہ گئی تہی۔ اور نہ عبداللہ ابن ربیعہ کو تائید کرنے مین کسی تردد کی ضرورت تہی۔

صورت معاملہ پر مزید روشنی علی کے ان فقرات سے پڑتی ہے جس سے وہ اُسکو مخاطب کرتے ہین جو
بظاہر ایثار نفس دکہارہا ہے اور اپنے کو اُن لوگون کی فہرست مین سے باہر نکال رہا ہے جس سے خلیفہ
منتخب کیا جاسکتا تہا کہ " اقرار کرو کہ حق کروگے۔ اپنے ہوائے نفس کی پیروی نہ کروگے نہ کسی کے رشتہ داری
کا پاس و لحاظ کروگے۔ حق کے کہنے مین کسی کی ملامت و نصیحت کا خیال نہ کروگے"۔ بادی النظر مین یہ ایک
اقرار ہے لیکن حقیقتاً موقع کے عناصر کا نام گنوانا اور واقعہ خوانی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ "ابتدائے ہوائے
نفس" کہنے مین علی نے اسمین مبتلا نہ ہونے سے صرف ہوشیار کیا ہو اور اُنکی نگاہ مین صریحاً ایسا
کہنے کے وجوہات ہون یا نہ ہون لیکن یہ فقرہ کچھہ ہی دیر کے بعد شرح کی صورت مین سامنے آیا جب
عثمان کے انتخاب پر علی نے کہا کہ " تونے اس لئے بیعت کی کہ خلافت تیری طرف عاید ہو"۔ علی کا یہ کہنا
گذشتہ واقعات کا ترجمہ تھا۔ تجربہ کہلوا رہا تہا یا تاریخ اپنے کو دُہرا رہی تہی۔ "رشتہ داری" ظاہر
ظاہر بات تہی۔ "ملامت" سے اُنکی طرف اشارہ کر رہے تہے جو یہ کہتے کہ گذشتہ حکومت کے
اصول کے موید مین اور بنی امیہ کے ہوتے ہوئے تم نے کیون دوسرے کو چُنا اور "نصیحت"
سے یہ مراد ہو کہ "خلافت اور نبوت ایک خاندان مین نہ ہونی چاہئے"!

علی موقع کے عناصر کا نام گنوا رہے تہے۔

علی کے فقرات کا ترجمہ

اس جماعت کی قوت بلکہ ضرر رسان روش بہی معلوم ہوگئی جس وقت مقداد نے ابن عوف سے
علی کو منتخب نہ کرنیکی شکایت کی اور اُنہون نے جواب دیا کہ "خدا سے ڈر کہین تو کسی فتنہ مین گرفتار
نہ ہو جائے"۔ مشکل سے سمجھہ مین آئیگا کہ جب خدا کے اختیارات ایسے پر معنی شورے مین منتقل ہوگئے
تہے تو پہر اُس سے ڈرنیکی غیر ضروری دہمکی کیون دیجاتی تہی بجز اسکے کہ اُن لوگون سے ڈر رہے
ہون جو اپنے کو اختیارات کا عامل اور اُسکے مددگار سمجھہ رہے تہے۔ اور اپنے فوائد کے کسی مخالف
سے انتقام لینے کے لئے آمادہ ہوسکتے تہے۔

ضرر کی دہمکی تہی

کون امید کرسکتا تہا کہ رسول کے انتقال کے بارہ برس کے بعد حالت یہ ہوجائیگی کہ علی کے لئے کچھہ نہ کہنا
"خدا سے ڈرنے اور فتنہ مین گرفتار ہونیکا مستوجب ٹہرائے"!

نشو جماعت کیونکر ہوا تہا۔

ہونیوالا یہ تہا کہ یہ دہمکی بغیر مثال دیئے نہ رہے۔ اگر سعد ابن ابی وقاص کے علی کے لئے رائے
دینے پر طبری کو لکھنا ہے کہ "عثمان را از سعد کینہ در دل ماند" اور ہم لوگون نے دیکھا کہ وہ کس طرح معزول کیا گیا
اور ہاشم ابن عتبہ ابن ابی وقاص ا باج توہین قرار دیا گیا تو بوڑھا عمار علی کی گرما گرم حمایت کرنیکی بدولت

علی مثالین۔

دربار خلافت مین اُس استقبال کا شایان قرار دیا گیا جو عثمان کے خلاف بدمزگی کا ایک بڑا سبب ہوا۔ اسمین بہی کوئی نئی بات نہ تہی۔ جب بیار سعد ابن حیادہ کو مجمع مین کہل جاتے اور ابن الخطاب کو یہ کہتے سُن چکے ہین کہ "اسکو اللہ تعالیٰ ہی نے مارا ہے"۔ اور یہ بہی دکہا چکے ہین کہ خالد ابن سعید معزول کیا گیا اور اُس وقت تک مورد الطاف نہ ہوا جب تک اُسنے موجودہ حالت پر رضامندی ظاہر نہ کی اور بنی ہاشم خصوصًا علی ابن ابیطالب کا تو ذکر ہی بیکار ہے۔

کیون عثمان ہی کے زمانہ مین انقلاب ہوا بیشتر کیون نہ ہوا۔

سوال ہوگا کہ پہر اُسوقت بدمزگیان کیون پیدا نہ ہوین اور کیون عثمان کا زمانہ ہی طبیعتون مین ایک انقلاب عظیم کا باعث ہوا۔ اسلئے کہ کام اور کام کرنیوالون اور اُسکے دیکہنے والون کی ابتدا تہی۔ اسلئے کہ اُنہین دیکہنے اور رائے پختہ کرنیکا مشغولیت کی وجہ سے وقت نہ ملا۔ اس لئے کہ رحلت رسول سانحہ عظیم اور اُسکے بعد فوری انقلاب نے نہ کسی کے منہ مین لفظ رکہے تہے اور نہ ہاتہون مین حرکت تہی۔ اِس لئے کہ ابتدائی اختیار حاصل کرنیوالونکی جماعت جن افراد سے مرکب تہی اُنہین کسی ہی یکجہتی غرض اور عمل کیون نہ پائی جاتی ہو لیکن وہ قریبی قرابت اور ایک قبیلہ کے افراد کی حیثیت سے نامزد نہین کیجا سکتی تہی۔ جو نسبت عثمان کو بنی امیہ سے تہی۔ اور جب لوگون نے یہ دیکہا کہ ہر وہ شخص جو حکومت کے افعال مین اُسکی مدد کرے تو فائدہ اور اعتبار کا شایان ہوتا ہے تو فوری منافع کی امید نے محرکات طبعی اور اخلاقی پر غلبہ حاصل کیا برخلاف اِسکے عثمان کے زمانہ مین ہر شخص بنی امیہ کے قوی ہونے اور اِنہین کو زیادہ تر مورد الطاف دیکہکر اپنے موقع اور نفع کے لئے خوف زدہ ہوا۔ اور صورت حال یہ کس نیا سوخت علم تیر از من + کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد۔ کی ایسی ہو گئی۔ علاوہ اِسکے عثمان اپنے پیش رووں کے ایسے مستعد اور ہوشیار نہ تہے۔ اور سب سے آخر مین اُسوقت اِس لئے بدمزگی پیدا نہ ہوئی کہ وہ جسے عملی مخالفت کا حق ہو سکتا تہا اُسے یہ عزیز وصیت یاد تہی کہ "جس وقت لوگ دنیا مین مشغول ہون تم دین اختیار کرنا"۔ اُسوقت خاموش رہنا دین تہا اور شروع ہی شروع مین مسلمانون پر تلوار آزمانا اُنہین بُرا سبق دینا تہا۔ بلکہ کسی مددگار سے پیشکش کو بہی رد کر دیا۔ اور وجہ بہی ظاہر کر دی۔ عثمان کے خلیفہ ہونیکے وقت بہی بہ اختلاف الفاظ لیکن اُسی معنی مین یہ فقرہ ارشاد فرمایا کہ "مین تسلیم کرتا ہون جب تک امور مسلمین سلامت رہین۔ اور اُسکے ایام خلافت مین کہلم کہلا ظلم وجود نہ ہو گو خاص مجہپر ظلم وستم ہوتے رہین"۔ افسوس

تاریخ کے سینہ مین داغ ہین کہ کھلم کھلا ظلم وجور بھی ہوا اور علی پر ظلم وستم بہی ہوتے رہی اور زمانہ نے جناب امیر کے اِن فقرات کے سمجھنے مین بہی مدد دی کہ جس چیز کے سبب تم اسکے طالب اور راغب ہو مین اُسی سے پرہیز کرتا ہون ۔۔

خود ساختہ منصرم کا پتیرہ۔

عبارت کی رُو مین مین خود ساختہ منصرم یا حکومت کے بنائے ہوئے پنچ کے ایک خاص پتیرے اور اُسکے مضحک انتشار سے دور ہو گیا۔ علی کے شرائط کہتے ہین کہ اُنھون نے ابن عوف کو غیر مشروط اطاعت کا شایان نہ سمجہا۔ اور یہ تو یاد دلانا بیکار ہے کہ عثمان کو کیا عذر ہو سکتا تھا۔ پھر بھی ابن عوف نے بقول ابن خلدون علی کو "علیحدہ" لیجاکر اُنکی اُن تمام صفات اور دعاوی کو جو وہ اپنی خلافت کے لئے پیش کر سکتے قبول کر لیا۔ جس طرح ثقیفہ بنی ساعدہ کے بعد عمر ابو بکر اور عبیدہ جراح نے عام مجمع مین علی کے تمام دعاوی کو قبول کر لیا تہا۔ مدبّرین اولین کو "عام مجمع" مین قبول کرنے مین اب کوئی خوف نہ تہا اِس لئے کہ مسئلہ خلافت اب عامہ ناس کی نگاہ مین ایک شکل اختیار کر چکا تہا۔ اِس وقت

بے پردہ اور پس پردہ اقبال کی وجہ۔

ابن عوف نے "علیحدہ" یعنی مجمع کے کان اور آنکھہ سے دور اقرار کیا اِس لئے کہ ابہی انتخاب خلیفہ باقی تہا۔ مین نہین سمجہتا کہ علی کے حقوق کی سچائی اور اثر کے لئے اِس سے زیادہ کوئی قوی دلیل اور اُنکے خوف زدہ نفس کی حالت سمجہانے کے لئے جو عامہ ناس کے خیال پر پردہ ڈالنے کے لئے آمادہ تہے اِس سے اچہی کوئی مثال پیش کیجا سکتی ہے۔ ابن عوف کو جرأت نہ تہی کہ قبل اعلان انتخاب وہ علی کو علی کی صفات کے ساتھہ مجمع مین یاد کرتا جس طرح ثقیفہ بنی ساعدہ مین نام آتے ہی علی کے علاوہ کسی شخص سے فوراً بیعت کی ضرورت سمجہہ لیگئی اِسی طرح اِس مجمع مین علی کا نام آتے ہی خصوصاً عمار کے وکالت کرنے سے کچہہ کیفیت پیدا ہوئی کہ سعد کو جلد تصفیہ کرنے کے لئے ابن عوف سے کہنا پڑا

اول اور آخر کی مناسبت۔

اور ابن عوف نے جواب دیا کہ "مین نے اپنے ذہن مین خلیفہ منتخب کر لیا"۔ کیا ابن عوف کے "ذہن" مین علی تہے ؟ نہین۔ سنت خلفا کی شرط کہتی ہے کہ نہ تہے۔ وہی امر جسپر آپ ابھی غور اور بحث کر چکے ہین کہ علی قبول نہ کرینگے۔ تم کہوگے کہ سب کچہہ غور اور بحث ہی لیکن ابن عوف کو یقین کیا تہا کہ علی انکار ہی کرینگے۔ مناسب۔ لیکن سوچو کہ علی اقرار بہی کر لیتے تو عثمان کو ابھی اقرار کرنیکا موقع باقی تہا اِس لئے کہ علی سے پہلے سوال کیا گیا تہا اور پھر اِسکے بعد بہی تصفیہ کا اختیار ابن عوف کو حاصل تہا۔ اور اُسکا تصفیہ قطعی تہا۔ سوال پہلے عثمان سے نہ کیا گیا اِس لئے کہ اقرار کے بعد ابہی تصفیہ کرنیکے

اگر علی اقرار بہی کر لیتے تو عثمان سے پوچہنا اور پنچ کا تصفیہ باقی تہا

کیونکہ علی باقی رہ جاتے اور اُن سے نہ پوچہنے کی ایک ظاہر شکایت رہ جاتی - اِس لئے "منتخب کرلیا" کے
یقین ہے علی سے پہلے سوال کیا کہ اُنکے انکار کرتے ہی عثمان کا آخری اقرار اُنھین خلیفہ منتخب کرنیکے اعلان کو بے
عذر منصفانہ اعلان سمجہا جائیگا - سب کچہہ تہا مگر اُسی وقت علی کو بہی کہدینا تہا کہ "خدعتہ" -

حکم قتل کس کے لیے ہو سکتا تہا -

معاملہ انتخاب جسکی شکل مین تہا اُسکی آخری مہیب بات ابہی باقی ہے اور وہ یہ ہو کہ "اگر پانچ آدمی موافق اور
ایک ناموافق ہو تو اُسے قتل کر ڈالنا" یہ ناموافق کون ہوتا - کیا سعد - عبداللہ - عثمان اور ابن عوف
مین سے جو ایک دوسرے کے عزیز تہے کوئی قتل کیا جاتا - اور طلحہ تو عثمان کے لیے رائے دے ہی چکے تہے - کون رہ
جاتا ہے - زبیر اور علی - یعنی ایک وہ جو ہمیشہ سے صاحب حق تہا اور دوسرا وہ جسنے اُسکی اول معرکہ کے بعد
بہی تائید کی تہی - مین شدت کے ساتہہ نہین کہہ سکتا کہ اصول انتخاب کا تعزیری دفعہ زبیر پر سختی سے نافذ کیا
جاتا - شاید یہ محض دہمکی اور شاید انتہائی ضرورت کے لئے رکہا گیا ہو - اب کون رہجاتا ہے جسکے نام لینے کی جرأت
نہین ہو - لیکن وہ جسکے متعلق ایک مرتبہ پہلے ہی کہا جا چکا ہے کہ اگر بیعت نہ کروگے تو گردن مارینگے - ہمارے
یہ خیالات واقعات سے کیسا ہی قریبی عکس کیون نہ لیتے ہون پہر بہی ہم سب کو متوہمانہ شاعری بیجا تعزیری
خیال اور بے اعتبارانہ الزام سے متاثر قبول کرلینگے مگر ہم واقعہ کے اُس ٹکڑے کا کیا جواب دینگے جو عبدالرحمن
ابن عمر کا فتویٰ ہے کہ "ہرکس مخالفت عبداللہ کند بکشید" ابن عمر کو بہی نام لینے کی جرأت نہ ہوئی ہم
سب جانتے ہین کہ وہ "کس" کون تہا ؟ کیا اتفاقاً ابن عمر کا ریمارک متعلق ہو گیا تہا - کیا قضا و قدر کو
بہی اُس محروم سے عداوت تہی کہ اُسکے انکار پر یہ کہا جا سکتا - یقیناً نہین - ایک جماعت کی مرتب مخالفت
اور سوچے ہوئے نظام کی موافقت یہ سب کچہہ کر رہی تہی -

انتخاب اُسکے اصول و طرز عمل کے متعلق مجہے کچہہ اور کہنا نہین ہے - نہ قریش کے نزدیک عثمان کے
"دوست تر از عمر" ہونے مین مجہے شبہہ ہے جبکہ ایسے زمانہ مین بہی کہ مسلمان اور مشرکین مین جنگ ہو رہی
تہی اُنکے مکہ بہیجے جانے پر انہین قریش کے ساتہہ گہوڑے پر چڑہے چڑہے پہرنے کا موقع ملسکا اور حضرت عمر
سفارت قبول نہ کرسکے - نہ ہم اپنی کتاب مین مقررین کی فصاحت بلاغت یا ظرافت کا موازنہ کرنے بیٹہے ہین
کہ حضرت عثمان کی بحیثیت خلیفہ پہلے مختصر تقریر کے متعلق یہ کہین کہ سب کچہہ آج ہی پر موقوف تہا - اُسکے
لطف مین کوئی آورد نہ تہی - کون کہہ سکتا تہا کہ آج کا ناقابل تعریف حالت مین منبر سے اترنا آئندہ
تخت سے اُترنے کی پیشگوئی تہی -

کیون ابتدائی ۶ برس شورش نہ ہوئی۔

مجھے جو کچھ کہنا ہے وہ یہ ہے کہ خلیفۂ ثالث کے چھہ برس نسبتاً امن سے گذرے اور انمین نظام حکومت کے متعلق کوئی شورش پیدا نہ ہونے پائی۔ کیا اس لئے کہ اُس زمانہ تک انکا طرز حکومت اچھا تھا اور آخر مین نقص پیدا ہوگیا تھا؟ نہین۔ بلکہ ہم شدت کے ساتھہ ابن حجر کے اس فقرہ کے موافق ہین کہ ”عثمان کی خلافت عمر کے خلافت کی اور عمر کی خلافت ابوبکر کے خلافت کی فرع ہے“۔ مین جو کچھہ کہہ رہا ہون وہ یہ ہے کہ عثمان کو جو کچھہ دیکھنا پڑا وہ پہلی دو خلافتون مین بھی ہوتا اگر اُنکا موقع بھی عثمان کا ایسا ہوتا۔ اور وہ موقع کیا تھا؟ وہ یہ تھا کہ عثمان کی خلافت کا چھہ برس یعنی وہ زمانہ جسمین قوم اور سپاہی اسکندریہ۔ ارمینیہ۔ آذربائیجان۔ افریقہ۔ قبرس۔ خراسان۔ کابل۔ زابلستان۔ طبرستان وغیرہ کی فتح یا شورش فرو کرنے اور دوبارہ فتح کرنے مین مشغول رہے (جس طرح ابوبکر اور عمر کا زمانہ گذرا تھا) اُسوقت نظام حکومت پر کسی کو نظر اُٹھانے کا موقع ملا۔ لیکن اسکے بعد ایسے آسان مواقع نہ رہے اس لئے کہ مرکز سے بہت دور دور کے مقامات پر فوجین پہونچ چکی تھین اور آگے بڑھنا ناممکن نہین کہہ رہا ہون بلکہ یہ کہہ رہا ہون کہ اب اُن دور دور کے مقامات پر فوجکشی کرنے یا انتظام درست رکھنے مین ویسی آسانیان نہ تھین جیسی اُن مقامات پر جو اب تک فتح کئے جا چکے تھے۔ سچ پوچھو تو عمر کے زمانہ مین فتوحات کا دائرہ اس قدر وسیع ہو چکا تھا کہ انحطاط کی امید کی جا سکتی لیکن قضا و قدر کے نزدیک عثمان کا زمانہ ہونے والے واقعات کیلئے مخصوص ہوا تھا۔ نتیجہ کیا ہوا۔ قوم کی قوم جسکا مشغلہ صرف جنگی کارگذاری پر موقوف تھا مصروفیت کے ذرایع ڈھونڈھنے لگی۔ سچ مچ یہ قصور قوم کا نہ تھا بلکہ اُن کا جنھون نے اس شغل مین مبتلا کرنیکی تو کوشش کی لیکن اُنھین اپنی صفات قومی مین نہ ترقی کا کوئی ذریعہ حوالہ کیا نہ اس جوش کو آپس کیلئے معتدل رکھنے کی کوئی کوشش کی۔ نہ مصروفیت کے لئے کچھہ سامان کئے۔ دوسرون سے لڑنے مین وہ قدر مشترک پر جمع تھے۔ لیکن آپسمین صلح اور اتحاد سے رکھنے کے لئے انھین کسی قدر مشترک پر توجہ نہ دلائی گئی اب شاید حکومت کرنیوالونکی مصلحت یہ ہو کہ جماعت کو حصونمین تقسیم کرنے سے حکومت کرنا ممکن ہوگا اور نہ کوئی ذمہ دار ذات تھی جسکے طرز عمل کا لوگون پر کوئی وزن ہو۔ فطری ہے یہ امر کہ جس قوم کو جنگی تمام اور لوٹنے کیلئے ایک وسیع حلقہ ملتا ہو تو اُس نے تجارت اور صنعت و حرفت یا زراعت کی طرف سے آنکھہ بند کرلی ہو بلکہ انھین سب سے بے قدر سمجھنے لگی ہو۔ لیکن قوم کے منتظمین نے اشغال صلح کی قدر کیلئے کیا سامان کئے تھے؟

فتوحات کب تک چلتیں اور اُنکے پاؤن کس قدر لانبے ہوجاتے کہ وہ طی الارض مین مشغول رہتے!
فاصلہ اُنھیں تھکاتا۔ جوش کم ہوتا مفتوحہ ممالک کی غنیمت اور محاصل عمارت کے سامان مہیا کرتی۔
آرایش۔ اور لذتون کا لطف انہماک پیدا کرتا اور رفتہ رفتہ تلوار کی جھنکار اور طبل کی جلجلہ دلفریب
صدائین بے لیتیں۔ یہ بھی بعد کی باتیں تھیں ابھی تو سپاہی جنگی کیفیت محسوس کر رہے تھے کہ رُکے رُکے
اور پُرانی صفتیں عود کرنے لگیں۔ اب قوم کی مہار رسول کے ایسے کسی مخلوق الہٰی کے ہاتھ مین نہ تھی
بلکہ ایسے لوگون کے ہاتھ مین جنکے زمانے نے مسلمانون کو قتل حق دار کو محروم۔ فرقہ بندیون کو تازہ اور
بغض حسد کو زندہ اور خودغرضیون کو پیدا ہوتے دیکھا تھا۔ یقیناً مسلمانون نے غیر اقوام کے مقابلہ مین
اپنے کو بڑا بہادر ثابت کیا۔ لیکن افسوس کہ آپسمین شجاعت آزمائی نے اُنھیں ایسا تباہ کیا کہ وہ دوسرے
کے مقابلے سے غافل ہوگئے۔ فتح کرنے باہر گئے تھے اب تو گھر ہی مین افتخار ست خالی جنگی مشغلہ
حاصل ہورہا تھا!

اسکے آثار عثمان کے ابتدائی زمانہ مین بھی دکھائی دیے مثلاً ارمینہ کی فتح مین جو حبیب بن مسلمہ فہری
نے بقول اپنے محنت اور خون سے "حاصل کی تھی سلیمان ابن ربیعہ اور اُسکے لشکر نے اس دلیل سے حصہ
طلب کیا کہ "تم نے ہماری آمد کی خبر سُنکر ہمت کی"۔ ظاہر ہے کہ فوجی امداد سے دشمن جو اثر پڑ سکتا تھا
اور لازماً اپنے لوگون مین مدد سے جو ہمت افزائی ہوسکتی تھی وہ بغیر خودغرضانہ اصول منفعت کے
نہ گذرتا بلکہ اُسکا دام لینے کے لیے آپس کے بہت سے سپاہی لڑے اور مارے گئے۔ ایک نے اس غرض
سے پیش قدمی کی کہ غنیمت مین حصہ دینا نہ پڑے تو دوسرے نے اپنے رفقا کے فوجی کارنامونکی اُسوقت
تک داد دینی مناسب نہ سمجھی جب تک غنیمت مین شرکت حاصل نہ ہولے۔ آپس کی فتح اور نام آوری قومی
افتخار کا سرمایہ نہ رہی تھی جب تک کہ اپنا نفع۔ نام اور شہرت اُسمین داخل نہ ہولے۔ کیون ہوتا
جب نقطہ اقدام یہ تھا کہ "ہم کیون نہ ہون" ذمہ دار مدبرین ایثار نفس اور حب قومی کی کیسے امید
کرتے اور لوگ کیسکے نمونہ پر چلتے! جبکہ انفرادی تشخص کا قوم شکن بھوت سر پر سوار تھا۔

قوم کے خیال کی شناخ
مثال۔

اسوقت کی بات نہین یہی ایک واقعہ نہ تھا جسمین خودغرضیون سے آپسمین جنگ ہوئی ہو جنھین
ملکی فرد رتون نے کوفہ اور شام مین رکھا تھا۔ بلکہ جزیرہ قبرس کی غنیمت بھی اس طرح تقسیم نہ ہوئی جسکی
شکایت اُجتک باقی نہ رہ گئی ہو۔ میرا عذر نہ کسی دراز گوش پر سوار ہے اور نہ مین کسی شیرین ادا

اور دلفریب کنیزک کے پیچھے دوڑ رہا ہون نہ مین اسکی شکایت کر رہا ہون کہ امیر شام نے کیون کسی کو اپنی عنایات کے صرف مین ممتاز کیا بلکہ مین یہ موقع دکھا رہا ہون کہ یہ حالت ظاہر ہونے لگی تہی کہ مال لڑائی کی ہڈی اور حوصلون کا مرکز ہو سکتا۔ لیکن یہ بھی خفیف ہی بمقابلہ اسکے کہ سپاہیون اور عامہ ناس کو اسکی تقسیم پر اعتبار نہ رہا تھا۔

اعثم کوفی کا ایک واقعہ نہایت پُر معنی ہے کہ جب امیر شام جزیرہ سقلیہ پر حملہ کرتا ہے تو یہان کا مسیحی بادشاہ قناریہ کے شکست خوردہ بادشاہ کے ساتھ عربون کی آمد دیکھکر متعجب ہوتا ہے کہ عربون کے پاس عمدہ عمدہ اسلحہ اور آرایش و زیبایش کی چیزین جو نمود اور نمایش کے کام آتی ہین کہان سے آگئین اور ملک قناریہ اپنا واقعہ بیان کرتا ہے کہ ہم سے جو جماعت جنگ کرنے آئی تہی وہ "غریب۔ صاحب نیت صادق۔ صالح اور یقین واثق کی تہی جو اپنے تقویت دین کے لئے جنگ کرتی تہی اور اسباب دنیاوی کی زیادہ گرویدہ نہ تھی اور یہ جماعت جو آج آئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اسباب دنیاوی اور مال کی طمع رکھتی ہے اگر یہ ملک و مال سے دفع کئے جا سکین تو اس سے اچھا ہے کہ جنگ کیجائے"

یہ تغیر تہا جو مسلمین کی روش مذاق مین ایک غیر مسلم نے دیکھا تہا مجھے ایک مسلمان کی حالت لکھنی ہے جسکے زہد اور ورع کے سب قائل تھے اور جسے رسول نے "اصدق" فرمایا تھا مین ابوذر غفاری کو کہہ رہا ہون۔ فاتح لشکر غنیمت قبرس کی تقسیم کر رہا ہے۔ خوش ہے۔ مال اور اسیر آگے جنگ سامنے ہین لیکن ابوذر کا چہرہ بھرا بھرایا ہوا اور آنکھین پُر نم ہین اور کسی کے غالباً بر طنز غصے سے ٹوکنے پر کہتے ہین کہ "جس وقت ان عورتون اور بچون کو دیکھتا ہون تو مجھے خیال آتا ہے کہ یہ امت کے گناہگارونکی بدولت اس تکلیف مین مبتلا ہوئی ہین۔ یہ لوگ نعمت اور فراغت مین بسر کر رہے تھے اور جب گناہ کیا اور حکم خدا کو عزیز نہ رکھا تو اس ذلت مین گرفتار ہوئے۔ جسے خدا انکے بندونکا بندہ قرار دیتا ہے وہ ایسے ہی مخذول و مقہور ہوتے ہین"۔

کونسی قوم تباہ ہوتی ہے مگر یہ کہ اسمین وہ صفات جو قومی یکجہتی کے باعث ہوتے ہین ضعیف اور معدوم ہو جاتے ہین۔ ہوتا ہے کہ قومین جو فلسفہ اخلاق کے لحاظ سے پست درجہ ہوتی ہین ملکی یا سیاسی اخلاق مین ایسی کامل ہوتی ہین کہ وہ اعلیٰ اخلاقی مقاصد کے تجاہل پر بھی اپنی قومی حیات کو نوعی طریقون سے قائم رکھتی ہین اسکی مثالین ہمارے زمانہ کو اس قدر حاصل ہین جسپر مین کچھ کہنے کی اُس شخص کے لئے کوئی ضرورت نہین ہے جو واقعات عالم کو ہوش سے دیکھتا ہے۔ بلکہ زمانہ کو تو اس حد تک تجربہ ہو رہا ہے کہ ماہرین فلسفہ [illegible]

چند برسون مین فرق ظاہر ہو گیا تھا۔

ابوذر کی آہ سرد کے معنی نظام قومی کی درستی اور حفاظت تہی۔

دوسرونکو اِس لئے فلسفۂ اخلاق کا سبق پڑہاتے ہین کہ وہ بے کھٹکے ہماری تدبیر کا شکار ہوسکین۔
ابوذر کی اِس حالت کا مجموعی جو اثر پڑرہا ہے وہ محض یہ نہین ہے کہ وہ انسانی ہمدردی سے بیقرار ہوگئے
یا محض بحیثیت ایک ناصح کے اُنہون نے قبل از وقت اپنی قوم کو اُن نتائج سے آگاہ رکہنا چاہا جو غفلت
کا نتیجہ۔ حب الوطنی اور حُب قومی کی ناموجودگی یا اضمحلال کی بدولت دیکھنا پڑتا ہے یا بغض و حسد سے جو کچھہ
عدم مرکزیت پیدا ہوجاتی ہے۔ بلکہ باوجود اسکے۔ وہ اس وقت کے غالب فاتحین مین وہ آثار دیکھ رہے
تھے جو اُنکے نزدیک ایسے نہ تھے جو ایسی خوشی کے موقع پر بھی اُنہین خوش اور شریک کرسکتے۔ اُنھون نے
قوم کو ایسے وقت مطلع کیا ہے جس وقت مغلوب قوم مواسیٔ مال کے سامنے کہڑی ہے اور دوسرے حصول
دولت مین نہ صرف انہماک ظاہر کررہی ہے بلکہ عدم مساوات خودغرضی۔ بغض و حسد سے بھی پاک نہین کہی
جاسکتی تہی۔ جو کچھہ دنون کے بعد اُس حالت پر منتہی ہوسکتی تہین جو مفتوح قوم کی دکھائی دے رہی تہی
ابوذر نے جو باتین صاف صاف محض قومی درد سے کہی تھین مجھے اُن سب پر نظر ڈالنے کی ضرورت نہین ہے
لیکن یہ کہنا ہے کہ اُنکی ایسی قوت دار اور گہرے لہجہ کی نصیحت نہ صرف بے توجہی کے حوالہ کیگئی بلکہ مسلمانونکی
بدنصیبی سے ذمہ دار مدبرین نے درستی اور حفاظت قومیت کے اِس آہ سرد کو اپنے اغراض ذاتی اور نفاذ
اختیار کے حق مین مُضر سمجہا اور دشمن ہوگئے اور مصلح اپنی نصیحتون کے ساتہہ ایسی جگہہ جلاوطن کیا گیا جس سے
قید تنہائی مقصود تہی کہ کوئی اُسکی بات سننے کے لئے موجود نہ رہے! اِسکے معنی اور کیا ہین کہ کسی مصلح کا قوم
کو اپنی مرکز پر لانا بھی قوم اور حکومت کے نزدیک قابل لحاظ نہ رہا تہا۔ قومی حس فنا ہوگیا تہا۔

حکومت کا پہلا فیصلہ نہ صرف غیر منصفانہ ہوا بلکہ بیت المال مین بیجا دخل دیا گیا۔

عثمان کے زمانہ کو سلطنت کو اس ہنگامہ و شورش پیداست کا موقع نہ ملا بلکہ غالباً اُنکے محکمہ قضا کو عام رائے
اور انصاف کے خلاف بیت المال سے مدد لینی پڑی۔ اگرچہ یہ جزو تاریخ نہین ہے کہ عامۂ ناس نے اِس فیصلہ کا
کس حیثیت سے استقبال کیا لیکن سوچنا آسان ہے کہ جب اُنھون نے دیکھا ہوگا کہ خلیفہ کے عزیز کے لئے
نہ صرف ثنات خون معاف ہے بلکہ ایسے قابل عذر حالت کے دفعیہ کے لئے پبلک فنڈ کام مین لایا جارہا ہے
تو اِس زمانہ کے انصاف کی طرف سے اعتبار اُٹھ گیا ہوگا اور سب تو سب خود اُن مہاجرین و انصار نے کیا کہا
ہوگا جنہون نے "یک زبان ہوکر کہا کہ عبید اللہ کو قتل کردینا چاہیے"۔ کیا اُنھون نے سوچا ہوگا کہ خلیفہ
ہوجانیکے بعد خلیفہ کو "اجماع" کی پابندی لازمی نہین ہے؟ میرے نزدیک خالد ابن ولید یا مغیرہ ابن شعبہ کا
بچالیا جانا اِس سے کم قابل اعتراض نہین ہے۔ بچانیکے اغراض ایک ہین۔ اِس لئے کہ یہ مددگار اور حکومت کے

نزدیک قابل اعتبار تھے۔

مغیرہ اور عمر عاص کی معزولی انکے اثر مین کمی نہ کرتی تھی۔

عثمان کے پہلے چھ برس کے زمانہ مین یہ بھی ہوا کہ پہلے زمانہ کے اکثر گورنر معزول کیے گئے اِس لئے کہ خلیفہ اپنے قابل اعتبار بنی امیہ کو اُنکی جگہہ مقرر کرسکین۔ اِن واقعات مین اگرچہ عمر ابن عاص اور مغیرہ ابن شعبہ بھی داخل ہین لیکن انکا معزول ہونا انکے اختیار اور اثر مین میرے نزدیک کوئی کمی نہ کرتا تھا اِس لئے کہ یہ لوگ اگرچہ کسی خاص صوبہ کے حاکم نہ رہے ہون لیکن یہ وزارت کے رکن رہے جیسا اکثر مفید مواقع پر انکی کارگذاری اور کاربرآری سے معلوم ہوتا ہے۔

عثمان سے مخالفت کے ذاتی وجوہات۔

سعد ابن ابی وقاص اور ہاشم ابن عتبہ۔

سعد ابن وقاص جنکی سپاہیانہ قابلیت سب کو معلوم ہے انلوگون مین پہلے شخص تھے جنکو اتفاقات نے خلیفہ کے ساتھہ ہمدردی نہ رکھنے پر مجبور کیا۔ اسکی وجہ یہی نہ تھی کہ خلیفہ کو انکی طرف سے خیال پیدا ہوگیا تہا کہ انہون نے ہمین اپنی رائے انتخاب کے متعلق نہ دی۔ بلکہ یہ بھی کہ مضافات فارس کے وہ مقامات جو انکی کوششون سے فتح ہوئے تھے ایک سال کے اندر ہی قبضہ سے نکال لیے گئے۔ لیکن یہ ذاتی نقصان بھی جسکے ساتھہ شہرت کو نقصان پہونچتا ہو گوارا کئے بغیر چارہ نہ تھا یہانتک کہ سعید ابن العاص کی ناقابل برداشت اذیت نے ہاشم ابن عتبہ کے ایسے بہادر سپاہی کو جسنے لڑائیون مین بڑے بڑے کام کئے تھے اور تلوار سے شیر کو قتل کرسکتا تہا اپنے آدمیون سے ذلیل کرایا۔ بہادر بہائی کی ایسی ذلت سعد کے نزدیک قابل برداشت نہ تھی اور اسکے بعد اُنکی حالت کہتی ہے کہ وہ کمال غیض مین آگئے تھے۔ یہ سب اُسکی ہاتہون (سعید ابن العاص) جو اُنکی (سعد ابن ابی وقاص) جگہہ قائم کیا گیا تہا۔ ہم نہین جانتے کہ سعید ابن العاص نے "عثمان را از سعد کینہ در دل بماند" کا بحیثیت ایک وفادار خادم کے کچھہ معاوضہ کرنا چاہا تہا یا نہین۔

سعد صرف سپاہی تھے۔ عثمان نے ایک سپاہی مدبر۔ بیسوین صدی کے معیار کے مدبر۔ عمر ابن عاص کو جسنے اونکے خلیفہ بنا دینے مین بہت کچھہ کیا تہا۔ ناخوش کردیا۔ اسنے بھی اپنے بے اختیار ہوجانیکو اُسی طرح محسوس کیا ہوگا جس طرح سعد نے اسلئے کہ مصر اسکے ہاتہون فتح ہوا تہا اسنے مفتوحہ کا انتقام منکوحہ سے لیا۔ لیکن پھر بھی کچھہ زمانہ تک انتظار رہا جب تک وہ یادگار موقع نہ آیا کہ خلیفہ بجائے اپنے قول کی پابندی کے اُنکو دہمکانے جنہین زبان دی تھی اور ابن عاص ہی وہ شخص ہوتا جو مجمع سے بول اُٹھتا کہ "خدا سے ڈرو اور توبہ کرو"۔ اُس وقت تک ابن عاص مین اتنا حس باقی تہا کہ عدم ایفائے وعدہ پر ٹوکتا اور خدا سے ڈراتا۔ لیکن آیندہ زمانہ اُسکے سیاسی خاصہ اور روش مین اُسے طحانہ حد تک پختہ کرنیوالا

تہا- مغیرہ ابن عاص سے کسی طرح کم درجہ کا نہ تھا بلکہ گذشتہ خلافتون پہ اُسکے بڑے پایہ کے تعلیم کردہ
سیاسی اصول کی مدد کا احسان تہا- یہ بھی تخفیف مین آیا- اور یہ بھی باوجود تخفیف کے جو میری ذہن مین
عامہ ناس کے مخالفت کی قوت اور اُنھین خوش کرنیکی نیت سے عمل مین آئی تھی حکومت کی کل کا ایک
پرزہ رہا- لیکن اُسکے ایسے موقع مین شخص کی ذات سے یہ ناممکن تھا کہ تخفیف اور دوبارہ امورات
مملکت کی شرکت کے درمیانی زمانہ مین روضۃ الصفا کے خیال کے موافق خلیفہ کے خلاف اپنی طعن
کسی قدر بلند کردی ہو- اسکا ایک یہ پہلو بھی غور کے قابل ہو کہ مغیرہ "حسب وصیت عمر" معزول کیا گیا
تہا- یعنی خلیفہ دویم کے مصالح اسکے مقتضی نہ تھے کہ وہ معزول کرتے بلکہ دوسرے کو وصیت کی تھی-

مروان کی رعایت

شاید ان امورات نے بھی لوگون کی نگاہ مین غور اور انقلاب کی کوئی وجہ پیش نہ کی ہو لیکن یہ بھی ہونیوالا
تہا کہ مروان کی ذات اور غیر معمولی رعایت یا انعام لوگون مین مذہبی جوش اور حسد دونون پیدا کرتین
مذہبی جوش اس لئے کہ خلیفہ کے نزدیک مورد عنایت وہ ٹہرا تہا جسے رسول جلاوطن کرسکتے تھے- حسد
اس لئے کہ عرب کو یہ گوارا نہ تہا کہ عثمان کا عزیز تو اپنی آسان قربت کے لحاظ سے بڑے انعام کا مستحق ٹہرے
اور ہم باوجود ملک گردی کے خشکی کی شکایت مین مبتلا رہین- یہ کل باتین اسکا آئینہ ہین کہ ہم اُسوقت تک
دوست ہین جب تک نفع مین شرکت ہے- باوجود عام مورخین کے اس اقرار کے کہ عثمان نے ابن حکم کو

خمس افریقہ کے خریدنے کے لئے مروان کے پاس روپیہ کہاں سے آیا-

افریقہ کا خمس دیدیا- ہم ابن خلدون کے اِس کہنے کو ماننے کے لئے آمادہ ہین کہ جب ابن سعد خمس افریقہ لائے تو
مروان نے اُسے پانچ لاکھ کو خریدا- لیکن سوال یہ ہے کہ ابن حکم کب کا قارون تہا کہ اُسکے پاس اتنا روپیہ رہتا
جبکہ خود خلیفہ کا یہ فقرہ موجود ہے کہ مین نے اپنے کم مایہ اعزا کے لئے اپنا ہاتھ کھول دیا- بجز اس صورت
کے کہ مروان کے پاس بیت المال کے نام کوئی چک ہوتی- خمس دیدینا یا اُس کا دام ادا کردینا
دونون برابر تھا-

ولید ابن عقبہ

خلیفہ کا کوفہ کا خلیفہ ولید ابن عقبہ مورد الزام ٹہرایا گیا- الزام مسلمانون کی نگاہ مین نہ
صرف سخت بلکہ قابل نفرت تہا- اسلئے کہ اسلام نے شراب کی طرف سے جو نفرت دلائی تھی اور جیسی سختی
عمل ہورہا تہا اُسکی خلاف ورزی جماعت کے ایک مفید اصول سے اغماض تہا- شراب پینا- پلانا-
بیچنا- شراب بنانیکی چیزون کا شراب بنانے کی نیت سے کاشت کرنا وغیرہ وغیرہ سب ممنوع تہا- ہم مسلمان
اسکے (ممانعت) کی پورے منافع حاصل کرتے اگر ولید ابن عقبہ کے ایسے گورنر اور اکثر غیر محتاط لذت

پسند مسلمان بادشاہون نے سبق دیا ہوتا۔

ولید ابن عقبہ تو صرف اُنگلی سے دکھانیکے قابل ہوگیا تہا حالانکہ مولوی سید امیر علی صاحب بالقابہ کے موافق جیسا وہ اپنی تاریخ اسلام مین فرماتے ہین:۔

زمانہ عثمان مین جماعت کی اخلاقی حالت۔

"حضرت عثمان کے تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوتے ہی نوجوانون اور خاص کر بنی امیہ کے نوبہالون نے وہی عیاشانہ زندگی اختیار کرلی۔ اُنکے اپنے بھتیجے نے ایک قمارخانہ جاری کیا اور عورتون کا عاشقی معشوقی کرنا ایک فیشن ہوگیا۔ مکہ کی عیاشی بنی امیہ کے عہد مین دمشق مین بدترین صورت مین نمودار ہوئی"۔

مثالین جنکا خلیفہ کی ذات سے غیر صریح تعلق کہا جاسکتا ہے

یہ واقعات تہے جنکے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ اِنہین خلیفہ کی ذات سے غیر صریح تعلق تہا۔ یعنی عمال کی بے عنوانیان صرف اِس قدر قابل اعتراض نہین کہ کیون اُنہون نے عامۂ ناس کے مقابلہ مین بنی امیہ ہی کو اعتبار کا شایان سمجہا یا کیون ایسے لوگ مقرر کئے جنہون نے لوگون کو خوش نہ رکھا اور پھر شکایت پر یا تو توجہ نہ کی اور یا ویسا ہی دوسرا شخص مقرر کیا لیکن بدنصیبی سے زیادہ تر واقعات

صریح تعلق کی مثالین

ایسے ہوئے جنکی ایجاد مصلحت بھی خلیفہ کی ذات سے ہوئی جس کا نفاذ اُنکے حکم سے ہوا۔ اور بعض اوقات خلیفہ کے غیر اور لحاظ کی کمی نے اُنکے خلاف سخت برافروختگی پیدا کردی۔

اگرچہ خلیفہ ہونا ایک موقع موقع پیدا کرتا تہا کیونکہ منجملہ اور وجوہات کے کسی نہ کسی طرح تمدن اور مذہب کا نظام ابھی ایک ہی شخص مین مجتمع تہا اور ابھی حکومت نے اپنے کو اِس قدر مذہب کے ذمہ داری سے مطلق العنان نہین کیا تہا کہ وہ اِس شاخ کو علیحدہ کردیتی اور امام سازی کی طرف متوجہ ہوکر مذہب کو حکومت کا

رسومات کی خلاف ورزی

ماتحت کرلیتی۔ پھر بھی رسومات کی خلاف ورزی نے خلیفہ کو آماج اعتراض بنادیا۔ ابھی کچھ ایسا زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا کہ لوگ رسومات مذہبی کو بھول گئے ہون جس طرح وہ رسول کے ساتھ یا اُنکی تعلیم سے بجالاتے تہے۔ اُنھون نے دیکھا کہ ندائی ثالث جمعہ مین زیادہ کردی گئی ہے اور عرفہ مین نماز قصر نہ کی گئی۔ منا مین شان وشوکت سے خیمے نصب کئے گئے۔ لوگون نے خلیفہ کو سے شکایت کی اور اُسے کہنا پڑتا کہ مین نے تمہین اِس لئے خلیفہ بنایا ہے کہ سنت کے موافق کروگے نہ کہ اُسکے خلاف کرو۔

قرآن کے ساتھ طرز عمل لوگون کی خواہش کے موافق نہ تہا۔

کہا جاسکتا ہے کہ یہ بہت بڑے درجہ کی خلاف ورزی نہ تہی بلکہ تھوڑا سا فرعی ڈھیلاپن تہا۔ ہو لیکن قضا وقدر کو یہ بھی منظور تہا کہ خلیفہ نے ترتیب قرآن کیسی ہی عمدہ غرض سے کیون نہ کی ہو لوگ

کسی کو لفظی اختلاف کے لحاظ سے قریش کی بولی مین لکھنے کا آسان حکم دیدیا ہو مگر پھر بھی حکومت کے اس مرتبہ نسخہ کے علاوہ نسخون کے جلا دینے کا حکم بر افروختگی پیدا کرے۔ مسلمانون کو گوارا نہ تھا کہ وہ اپنے مذہبی۔ اخلاقی۔ تمدنی اور معاشرتی ہدایت نامے کے ساتھ کسی طرح کی توہین کو دیکھ سکین۔ ایک طبعی انقلاب ہوا۔ یہانتک کہ ام المومنین عائشہ نے قرآن جلانے والے کے قتل کا فتوی بھی دیدیا۔

ابن مسعود کی مخالفت کے کچھ معنی تھے۔

اس علم کے بعد بھی کہ موجودہ ترتیب قرآن مین کم و بیش گذشتہ خلافتون نے اہتمام کیا تھا یہ حالت توجہ کے قابل ہے کہ "ابن مسعودؓ نے اس قرآن کے نسخہ کے لینے سے انکار کیا اور لوگون کو اپنی ہی قرأت پر رکھا" اور لوگون نے اقرار کیا کہ انہون نے خود رسول سے قرأت سیکھی ہے۔ یقیناً کچھ اختلاف تھا کہ اس مرتبہ حکومت قرآن کے لینے کا زور ڈالا گیا اور یقیناً کچھ اختلاف تھا کہ انہون نے نہ لیا اور انہین اپنے اوپر باوجود دباؤ کے اعتبار رہا۔ ورنہ اگر ایک صورت ہوتی تو نہ دباؤ کی ضرورت تھی نہ انکار کا۔ اور یہ تو کہنا ہی نہین ہو کہ گذشتہ دو خلافتون نے باوجود علم کے علی کا مرتبہ قرآن نہ لیا اور نہ تیسری خلافت کی قرآن مرتب کرنیوالی جماعت مین علی کا نام ہے۔ اور چونکہ تمام دیگر نسخون کے جلنے کا حکم دے دیا گیا تھا علی کا مرتبہ نسخہ اس حکم کے اندر آگیا و حقیقتاً جلا ہو یا نہ جلا ہو۔

احراق مصاحف کے حکم میں علی کا مرتبہ قرآن بھی لازماً داخل تھا۔

مین خود اس امر پر بھی بغیر ٹہرے آگے نہین بڑھ سکتا کہ اگر گذشتہ دو خلافتون مین ترتیب قرآن کا کام پورا ہو چکا تھا تو کیون نہ اسکی نقل اور اشاعت کی گئی۔ کیا انھین رسول سے قریب تر زمانہ مین ہونے کے لحاظ سے اپنی ترتیب کے خلاف یورش پیدا ہونے کا اندیشہ تھا اگرچہ جنگ یمامہ مین سات سو حافظ قرآن شہید ہو چکے تھے؟

کیون دو گذشتہ خلافتون مین اشاعت نہ کیگئی۔

لیکن واقعہ قرآن تنہا نہین گذرا بلکہ اسمین رسول کے مقتدر صحابی کی توہین بھی ضم ہو گئی۔ ہم نہین جانتے کہ غریب ابن مسعود نے بیشتر سے بہرے ہونیکی کوئی اور وجہ بھی پائی تھی۔ ہمین اس وقت کا کلام بھی نہین معلوم جسکے بعد انکے پیٹ پر غالباً گرانے کے لیے لاتین ماری گئین۔ یقیناً اسوقت کا مکالمہ معاملہ کے سمجھنے مین بہت معین ہوگا۔ بہرحال یہ پہلا موقع تھا جسمین اختلاف رائے (جسکے علاوہ ہمین کچھ نہین معلوم) رسول کے صحابی کو سزا کا مستوجب ٹہراتا۔

اصحاب کی توہین

اب سید امیر علی صاحب کی تاریخ اسلام کے اس فقرہ کا وقت گذر چکا تھا کہ "انکے عہد کے پہلے چھ سال مین اگرچہ انکے گورنرون کے ظلم سے ناک مین دم آگیا تھا (مگر) لوگ چپ چاپ رہے" بلکہ اب وہ وقت آیا جیسا وہ آگے

چلکر فرماتے ہین کہ "اس اثنا مین خلیفہ کی کمزوری اُنکو منہ لگون کی شرارتین لوگون مین سخت غیض و غضب پیدا کر رہی تہین۔ اُنکے گورنرون کے ظلم و تعدی کی پرزور شکایتین دھڑا دھڑ دار الخلافۃ مین موصول ہونے لگین ... آخر نوبت بہ اینجا رسید کہ صوبون سے انصاف کا تقاضا کرنے کے لئے وفد آنے شروع ہو گئے وعدہ وعید پر ٹال کر انکو واپس کیا گیا۔" انہین مواقع مین سے ایک تہا جسمین اصحاب رسول نے غالباً تقریر کی گرمی کی احتیاط سے شکایتین کاغذ کے حوالہ کین اور مزید لحاظ سے بہ یک جسم جانا بہی منو و قوت کی دہمکی سمجہ کر ترک کیا بلکہ ایک شخص کو اپنا وکیل کیا۔ وہ شخص وہی تہا جس کے متعلق رسول کی یہ حدیث کہ "اے عمار تجہکو ایک فرقہ باغی قتل کرے گا" اور مورخین کی طرح ملا جامی بہی شواہد النبوۃ مین نقل کرتے۔ نہ صرف رسول گرامی کے ساتہہ عمار کی محبت اور وجہ اسلام کی حمایت ہر شخص کو معلوم تہی بلکہ انکے پدر بزرگوار اور مادر اوائل مسلمین و مسلمہ مین کفار کی تعدی کے شکار اور حیرت خیز اسلامی استقلال کے نمونے تہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ مستغیثین نے انہین بجز صلح اور دادرسی کے اور کسی نیت سے اپنا وکیل بنایا تہا۔ گئے۔ لیکن ایسے وزنی استغاثہ اور مقدس وکیل کی اس طرح توہین کی گئی کہ چند سطرین پڑہکر کاغذ پہینکدیا گیا۔

اصحاب کی لطافت لحاظ۔

کسیکے ساتہہ نا ملائم برتاؤ ہوا۔

پہر بہی وکیل غصہ مین نہ آیا۔ لیکن اُسے ایک فرض ادا کرنا تہا۔ وہ اور اصحاب رسول کے وفا کا بہی وکیل تہا لکہا کہ اسے اصحاب رسول نے لکہا ہے پہینکنا مناسب نہین ہے" لیکن اسکے علاوہ بہی ایک اور نازک فرض تہا اور وہ ناصح ہمدرد اور مسلمان کی حیثیت سے کہنا تہا کہ "اسپر غور اور تامل لازم ہے ہم تمہارے خیرخواہ ہین۔ یہ باتین (جو کچہہ لکہی ہین) تمہارے مصلحت اور نصیحت کے لئے کہی جاتی ہین" کون کہیگا کہ ان الفاظ مین کوئی گرمی یا سختی ہے یا آداب شاہی کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔

عمار سنجیدگی سے اصحاب کی وکالت کر رہے تہے۔

یہ سب کچہہ نہ تہا بلکہ صورت معاملہ یہ ہو گئی تہی کہ یہہ کہنا بہی کہ ہم غدر یا داد خواہ ہین حکومت کے خوشگوار سرمین ایک تکلیف دہ پیچ مخلوط کر دیتی تہی۔ عمار کے سیاق مین ایک اور ناگوار بات تہی جسے خلیفہ کا حافظہ دماغ سے خارج نکر سکا ہو گا۔ یہی تہے جنہون نے خلیفہ سازی کے مجمع مین علی کی وکالت کی تہی۔ کسی کا بڑا صاحب اخلاق حمیدہ اور مذہباً مقدس ہونا اُسے سیاسی جُرم سے محفوظ نہین کر سکتا نہ کہ سیاسی حیثیت کے رقیب کا وکیل ہونا۔ اگرچہ اُسکے بعد اُسکے دل مین اُس واقعہ کی کوئی یاد باقی نہ رہی ہو۔ آج قبضہ مین تہے۔ اسکے بعد خلیفہ کی حرکت کی قدر دانی کے لئے مین ابن خلدون یا مترجم ابن خلدون کے لئے ووٹ دیتا ہون۔ نتیجہ کیا ہوا۔ بنی مخزوم نے قسم کہائی کہ اگر عمار جانبر

عمار کے ساتہہ برتاؤ اثر اور اسکی وجہ۔

نہ ہوئے تو عثمان کو قتل کر ڈالیں گے۔ تم کہو گے کہ یہ اُنکی گستاخی تھی کہ اُنہوں نے خود انتقام کا قصد کیا اور عدالت میں نہ گئے۔ عدالت کہاں تھی؟ جب داماد کے لئے بیت المال تھا تو اپنے لئے ممالک محروسہ فروخت کئے جا سکتے تھے۔ کیا عدالت کی طرف سے یہ بے اعتباری انصاف کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کافی وجہ نہ تھی؟ یہ موقع تو خیر گذر گیا۔ محمد ابن ابی بکر کو ابھی ایسا ہی موقع باقی ہے۔ صرف برخاستگی کا جوش بڑھتا جا رہا ہے۔

ابوذر غفاری۔ کسی طرح ابن مسعود اور عمار یاسر کے واقعہ سے کم جوش خیز ابوذر غفاری کا واقعہ نہ تھا۔ ابوسفیان کا بیٹا کب خوش ہو سکتا تھا کہ حکومت اور فتوحات کا تلذذ تسویہ۔ انصاف اور احتیاط کی تلخی میں ڈبویا جائے اور تصرف کے وقت کھٹکا لگا رہے کہ کوئی دیکھنے والا آگاہی کی صدا لگایا چاہتا ہے۔ معاویہ کو اس صورت

نازک موقع۔ میں کہ وہ اپنے لوگوں کو مخصوص توجہ سے نہ دیکھ سکے ایک مضبوط تائید سے شکستہ ہونا پڑتا اور اس صورت میں کہ عامہ ناس پر ابوذر غفاری کی تقریر اور خدمات کا اثر پڑتا کیونکہ وہ حقوق مسلمین اور عامہ ناس کی وکالت کرتے تھے اُسے لوگوں کی طرف سے بھی اطمینان کی امید نہ تھی۔ یہ سچی وکالت کی قوت تھی کہ تنہا آدمی نے حکومت کے خود غرضانہ نفاذ اختیار کا موقع اس قدر نازک کر دیا تھا۔ کیا کیا جاتا۔ معاویہ کے حوصلے اس سے کہیں بڑے تھے کہ وہ اپنے کو مساوات اور احتیاط کا پابند کرتا۔ صرف اب یہ رہ گیا تھا کہ وہ خلیفہ کو مدد کے لئے پکارتا۔ اور کہتا کہ ابوذر کو اس قدر جرأت ہو گئی ہے کہ وہ نہ صرف میرے افعال پر معترض ہے بلکہ وہ خلیفہ وقت سے بھی جواب طلب کرنے کا اپنے کو مستحق سمجھتا ہے۔ وہ حکومت کا رفیق نہیں ہے بلکہ قانون اور جماعۂ ناس کا اپنے کو وکیل سمجھتا ہے۔ خلیفہ نے نہ صرف ابوذر کے قول کی صدق یا کذب کے سمجھنے کی مطلق کوشش نہ کی بلکہ قطعاً اپنے عامل کی مصلحت کے پیرو ہو گئے اور سختی شروع کر دی۔ ابوذر کی اسلامی منزلت بھی حکومت کی روش کے لحاظ سے کسی سفارش کے قابل نہ ہوئی۔ حکومت کا درشت مذاق تھا کہ مسلسل دوڑتے ہوئے اونٹ پر اپنے ملزم کو قلا بازیاں کھلائے اس لئے کہ "ہمارا (حکومت) اور تیرا (عامل) ذکر بھول جائے" لیکن دردانگیز بھی تھا کہ سچ کہنے میں اپنے جسم کا گوشت بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ بوڑھا مقدس صحابی اس طرح آدھ موا دار الخلافہ پہونچا کہ

نیکی اپنا آپ انعام ہے۔ حکومت تحقیر اور طنز سے استقبال کرے۔ نہ سفر کی جھپیٹ اور نا ملائم برتاؤ اور نہ خلیفہ کا رعب اور سختی ابوذر کو یہ کہنے سے روک سکے کہ مجھے جہاں چاہے بھیجو جہاں رہونگا سچ کہونگا۔ ابوذر نے اُس

اعتبار کی وقعت قائم رکھی جس کی بنا پر رسول نے انھیں اصدق فرمایا تھا۔ طبیعت شناس رسول نے فرمایا تھا۔

سزا کے بعد عداوت ختم نہ ہوئی۔

چند بھیڑ اور ایک آدہ اونٹ کے ساتھ جو انکی بقیہ زندگی تک کے گذارے کے لئے دیا گیا تھا انکی خاص ملکیت تھی بوڑھا صحابی ربذہ کی طرف جلاوطن ہوا۔ جو مقام اسے نہایت ناپسند تھا۔ جلاوطنی کے حکم کے بعد بھی حکومت کے دل میں خنکی نہ پیدا ہوئی اور وہ وقت بھی کہ جسمیں کوئی یا چند آدمی تھوڑی دور مشایعت کرتے ابوذر کی ہمراہی کے لئے مخدوش سمجھا گیا کہ مبادا وہ لوگوں کے کان میں ایسے لفظ پھکا دیں جو برا اثر کریں۔ اور حکم دیا گیا کہ کوئی مشایعت نہ کرے۔ یہی مصلحت تھی کہ ایک غیر آباد مقام انکی سکونت کے لئے مخصوص کیا گیا۔

ابوذر سے علی کے مخاطبہ کی شرح۔

نہ اس لئے کہ علی نے فرمایا ہے بلکہ حالات پر غور کے بعد ان فقرات پر نظر کرو جو علی نے ابوذر سے اس وقت کہے تھے جس وقت وہ مدینہ نبی کو وداعی نگاہ سے دیکھ رہے تھے کہ اس سے زیادہ مناسب لفظوں میں اسوقت کی صحیح حالت نہیں بیان کیجا سکتی۔ ابوذر کو خواہش اصلاح میں کوئی خود غرضانہ وجہ محرک نہ ہوئی تھی بلکہ وہ "خدا کی وجہ سے خشمناک ہوئے تھے" لیکن چونکہ ایسا چاہنا بنی امیہ کی بے مہار خواہش حکومت کے نزدیک دلپذیر نہ تھا اسلئے "اس قوم نے انکی طرف سے اپنی دنیا کا خوف کھایا۔" آسان تھا کہ وہ بھی حکومت کے ساتھ تالیاں بجاتے لیکن یہ ابوذر کے ضمیر کے خلاف تھا اور اپنے "دین کا خوف کیا" ورنہ "اگر یہ انکی دنیا کو قبول کر لیتے تو البتہ بنی امیہ انکے ساتھ دوستی سے پیش آتے اور اگر دنیا کو ان سے (بنی امیہ سے) قرض لیتے تو ابوذر کو اپنی طرف سے پناہ دیتے" اب جبکہ ابوذر چلے جا رہے ہیں تو انھیں اس سے بہتر کیا تسکین ہو سکتی کہ "اب تو اس چیز کو انکے ہاتھوں میں چھوڑ دے جسکے زوال سے یہ خائف ہو رہے ہیں" انہیں فصل بہار کی گھانس اطمینان سے چرنے دے کہ انکی انتڑیاں حلق تک بھر جائیں اور "تو اس چیز (دین) کو لیکر فرار کر جا جسکے زائل ہو جانیکا تجھے انکی طرف سے خوف تھا۔"

روز جزا کے آثار

روز جزا کی آمد کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ ساز بنا ہوا تیار تھا چھیڑنے کی دیر تھی۔ غریب ابوذر باوجود مظلوم ہونے کے نہیں معلوم جانشین حکومت اور انکے مداحوں کے نزدیک کس قدر مورد الزام ہوں گے مگر اُنکی زندگی میں انکا کوئی لفظ کسی پر برا اثر کرتا۔ جو حکومت کی طرف سے نفرت آمیز غصہ

موت کی زبان کا اثر

پیدا کر دیا - اور کہا جاتا کہ بغاوت ایک زمانہ سے سیتی جا رہی تھی - زندگی نے کچھ نہیں کہا موت نے کہا - اتفاق تھا جس نے جریر ابن عبداللہ البجلی - صعصعہ اور مالک اشتر کے مادہ کے لوگون کو اسوقت پہونچا دیا جسوقت حالت یہ تھی کہ ایک کمزور عورت گویا لاش سے پوچھ رہی تھی کہ ہم کیا کرین - نہ ہم تمہارا اسم دفن ادا کر سکتے ہین اور نہ رسمی کفن ہے جو تمہارا آخری لباس ہو - یہ محض وصیت نہ تھی کہ ضعیفہ سر راہ پیشگوئی بلکہ موقع کا بنتا ہوا انتشار تھا جسنے اُس جگہ کھینچا جہان سے لوگون کے گذرنیکی امید تھی - یہ پرسہ کی معمولی رسم نہ تھی کہ جریر اشتر اور صعصعہ کے ایسے سپاہی ادا کرتے بلکہ گذری ہوئی باتون کی یاد - موجودہ موقع اور ایک غریب عورت کی صدائی استغاثہ تھی جسنے پتھر پگھلا دیا - سپاہی اینٹھ گئے اور بچپنے سے رو دئے - لیکن صرف ہمدردی سے رو دینا عورتون کے کمزور دل سے کسی طرح اچھا نہین ہے - نہ یہ اِس طرح رو ئے تھے - آئندہ تربت سے مطالعہ اور خیالات کی تشریح سمجھائیگی - انکی

دعا پر نظر -

وداعی دعا کو غور سے دیکھو ۔ بین اُسکا کوئی لفظ ایسا نہین دیکھتا جو نظر انداز کئے جانے کے قابل ہوا ور عین واقعہ یا واقعہ کے متعلق بے تکلف خیال نہ ہو - ابوذر کے ایمان لانے - رسول کے ساتھ رہنے - مشرکین سے جنگ - اسلام پر ثابت قدم رہنے کے حقوق یاد کئے گئے ہین - کہا گیا ہے کہ اُنہون نے " شرع مین کوئی تغیر نہین کیا "

یہ ابوذر کے مخالفین پر عکس تھا جسکی شرح آئندہ فقرات سے ہوتی ہے جہان زمانہ کے واقعات بیان کئے جاتے ہین کہ " اُس نے کچھہ باتین دیکھین جو سنت رسول کے موافق نہ تھین - اُس نے اُن سے انکار کیا " اِسکے بعد وہ فقرہ ہے جسے ہم آئندہ کی کنجی کہہ سکتے ہین کہ " اِس وجہ سے اُسے لوگون نے حقیر سمجھا اور اُسے روضہ رسول کے طواف کی دولت سے محروم کرکے نکال دیا اور اُسے ضایع چھوڑ دیا یہان تک کہ غربت مین مرگیا " اور آخر مین دعا تھی کہ " اُسے بھی سزا دجزا دے جس کا وہ مستحق ہو جس نے اُسے حرم رسول سے نکال دیا "

اتفاقات

قسمت کی حیرت خیز مخالفت تھی کہ یہ لوگ کوفہ کے ہوتے جہان ہاشم ابن عتبہ کی توہین ہوتی اور سعید ابن العاص سے وہ معاملات پیش آتے جنھین ہم بیان کرتے ہین - سعید ابن العاص اموی عثمان کی گود کا کھلایا - جسکا عقد بھی عثمان نے کرایا جو گویا معاویہ کی فوجی شاگردی مین تھا کوفہ کے ایسے مفید مقام کا اپنے کو حاکم دیکھ رہا تھا - اِس سے زیادہ کون اپنا موقع قوی سمجھ سکتا تھا جسکا

ایک اُستاد شام کے صوبہ مین حاکم اور دولی مدینہ مین خلیفہ ہو۔ اسنے اسمین ناگوار رعونت اور حاکمانہ تبختر پیدا کیا یہان تک کہ اُس کے منہہ سے نہ صرف موجودہ بلکہ گذشتہ مصلحت کے بہی بالکل خلاف یہ فقرہ نکل گیا کہ "عراق اور اُسکا سواد قریش کے لئے بمنزلہ بوستان ہے جس قدر ہم چاہین لے لین اور جس قدر نہ چاہین چہوڑ دین"۔ یہ خود غرضانہ فقرہ نہ صرف اُنکے روبرو تہا جو اب گذشتہ اور موجودہ حکومت کے زمانہ کی فتوحات مین حصہ لینے والے سپاہی تہے لیکن قریش نہ تہے بلکہ وہ جنکا وطن عراق تہا۔ اُنہون نے کیا سوچا۔ یہ کہ کوشش ہماری لیکن نام آوری بنی امیہ یا حاکم گروہ کے چند متنفس کی ہمین اسکی دوکہی دیتے ہین کہ ہمین مغز کہاتے دیکہتے رہو اور اسکی دعائین مانگو اور منتظر دیکہتے رہو کہ ہم ہڈی بہی تمہاری طرف پہینکتے ہین یا نہین! سعید کو سننا پڑا کہ "جس سواد کو اللہ تعالیٰ نے ہماری تلوارون کے زور سے عنایت فرمایا ہے تم اُسکو اپنا اور اپنی قوم کا بستان خیال کرتے ہو"۔ بات یہین تک ختم نہ ہوئی بلکہ واقعہ کا اثر اس سے سمجہہ مین آئیگا کہ سعید بن العاص کا پلیس کا افسر مجروح ہوا۔ اور لوگون نے اشتر کی تعریف کی اس لئے کہ "اگر ایسا نہ کیا ہوتا تو یہ گروہ اسکے بعد ہمارے گہرون مین تصرف شروع کرتا اور ہمین ہمارے آبا و اجداد کی میراث سے محروم کر دیتا"۔

معاویہ اور سعید کے طرز عمل کی موافقت۔

سعید ابن العاص نے وہی مصلحت اختیار کی جو معاویہ نے کی تہی اگرچہ دونون کے تسکاروں کے خیالات مین فرق تہا۔ اور ایک گروہ پر مخصوص الطاف غالباً قدر مشترک تہی۔ لیکن ابوذر محض بحیثیت ایک مسلمان اور مصلح کے نصیحت کرتے تہے انہین اپنی کسی جائداد پر حکومت کی دستبرد کا اندیشہ نہ تہا اور اہل کوفہ کو سعید ابن العاص کے فقرات نے ذاتی نقصان کا خطرہ دلایا تہا۔ یعنی صوبہ معاً کسی خاص گروہ کے موہوب و عنایت ہونے سے پڑ گیا اب اس دوہرے خوف کی بہی محرک ہو گئی تہی کہ ہمارا مال اور معاملہ عمال کے رحم اور مزاج کے اعتدال یا عدم اعتدال پر موقوف ہے۔ جب ایک عامل دوسرے عامل کے عمل کی تقلید کر رہا تہا تو کوئی وجہ نہ تہی کہ خلیفہ اپنے پیشتر کے دستور العمل سے انحراف کرتے۔ اس مرتبہ انہون نے ملزمون کو مدینہ بلایا۔ کون جانے کہ اس لئے کہ اصحاب رسول محض انکے عمال کا بیان کیا ہوا الزام نہ سنینگے بلکہ خود ملزمین سے بہی کچہ پوچہینگے اور اگر اُنکے نزدیک الزام درست نہ نکلا تو پہر انہین ویسی ہی بددلی پیدا ہو گی جیسی ابوذر کے متعلق پیدا ہو چکی تہی۔ اس لئے مناسب سمجہا کہ ان لوگون کو شام یعنی وہان کے بیدار مغز عامل کے نگاہ

بھیج دین۔ سعید نے ان گون کو جلاوطنی کا حکم سُنایا اور برافروختگی مین جو کچھ کسر باقی رہ گئی تھی اُسے یہ کہکر پورا کردیا کہ رہ جاتے ہو تو اُن سفہا اور اوباشون کو بھی لیتے جاؤ جو تمھین برانگیختہ کرتے ہین ؎

جائز نکتہ چینی پہ تشدد۔

لیکن سچ مچ حکومت نے جنلوگون کو جائز نکتہ چینی پہ خاموش اور ذلیل کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ کسی غرض کیسی ہی کیون نہ ہو کسی طرح سمجھ کی جھلک اُسمین نہ پائی جاتی تھی۔ اشتر محض کُند سپاہی نہ تھا سردار قبیلہ۔ مقرر۔ مدبر۔ اور نہایت ذکی الحس تھا۔ اپنے اُن تقریرون مین جو امور سیاست کے متعلق تھین نہایت محتاط تھا۔

سعید کے فقرہ کے بعد اُسکا کہنا کہ "کوفہ مین جتنے لوگ ہین سب میرے ہوا خواہ ہین اور کوئی امیر ایسا نہ ہوگا کہ تو اُنکے شہر اور گھر ونکو اپنا بستان قرار دے"۔ اُسی قدر سچ تھا جیسا مدبرانہ تھا۔ اُسنے ایسے موقع پر نہ صرف اہل کوفہ کو اپنا ہوا خواہ بنایا بلکہ یہ بھی ذکر کرنے کے قابل سمجھا کہ حکومت کی بے مہار اور غیر محتاط تقریر پہ اہل کوفہ راضی نہین ہو سکتے اور سب میرے ہمخیال ہین۔ معاملہ جوش خیز تھا۔ اشتر نے سازکے اُس تار پر انگلی رکھی تھی جو حکومت کو بھلا نہ معلوم ہوتا۔ لیکن عام رائے جسکا طبعی اقرار کرلی۔

مدبر معاویہ نے مالک اشتر وغیرہ کو اپنا کرنے کے لئے دسترخوان کو مدد کیلئے بلایا۔ تقریری مغالطے دیئے دھمکی اور لالچ سے کام نکالنا چاہا لیکن اُسکے تمام تدبر کو کامیابی نہ ہوئی۔ جب ابوذر کا ایسا بے غرض مُصلح شام مین رکھے جانیکے قابل نہ ہوسکتا تھا اِس لئے کہ وہ خدا کے لیے خاموش جم غفیر کے حقوق کی آزادانہ وکالت کرتا تھا تو ایسے حوصلون مین بسر کئے ہوئے لوگ جنھین آیندہ کا حوصلہ ہوسکتا تھا کب

دسترخوان کی مخدوش زینت دور ہوگئی۔

ایسے مہمان ہوسکتے تھے جو زر دسترخوان کی مخدوش زینت بنتے دوبارہ امیر شام کو تم بدھ سے زیادہ نہین الصلوۃ فلسفی اور دین کی حمایت کا مجسمہ بنکر خلیفہ کو صدا دیتا ہے اور اِن لوگون کی بہبودگی سے انصاف۔ حق۔ دین۔ اور نیکی سبکو معرض خطر مین مبتلا دیکھتا ہے اور یہ چند جری صاف گو۔ دمشق سے اِس لئے نکالے جاتے ہین کہ حمص روانہ کیے جائین۔

شخص کہ متعلم

لیکن یہ جگہہ نہین تھی جہان انکا بھیجا جانا کوئی خصوصیت رکھتا ہے بلکہ حقیقتاً اسکا تعلق شخص سے تھا۔ وہ شخص دور اول کے دست راست ذو شمشیر کا فرزند تھا۔ میری غرض خالد ابن ولید کے

عبدالرحمن بن خالد ابن ولید کے برتاؤ نے آگ بھڑکائی

فرزند عبدالرحمن سے ہے۔ یہ اپنے باپ کا بیٹا کریہہ الفاظ سے اِس گروہ کا استقبال کرتا ہو اور "ایسی سختی" کا برتاؤ کرتا ہے جس سے کوئی عجب نہیں ہو اگر ان لوگوں نے اپنا موجودہ موقع دیکھکر مجبوری سے "توبہ" کی ہو۔ زمانہ نے بتایا کہ یہ توبہ ایک آگ تھی جو وقت پر بھڑکنے کے لئے دبا دیگئی۔

ہم نہیں جانتے کہ اہل کوفہ اس سے واقف تھے یا نہ تھے کہ مالک اشتر اور صعصعہ وغیرہ شام اور حمص میں ہر طرح کی ذلتوں میں بسر کر رہے ہیں اور انکا مدینہ میں آکر خلیفہ سے عمال اور اپنے لوگوں کی جلاوطنی کی شکایت محض فریاد رسی کی حیثیت سے تھی۔ اور وہ اور جوش میں آتے اگر انھیں صحیح حالات معلوم ہوتے جو کچھ بھی ہو اہل کوفہ کے وفد نے اپنے کو تنہا نہ دیکھا بلکہ اہل بصرہ کو بھی موجود پایا۔ اِن وفود کا اس قدر نتیجہ ہوا کہ عاملوں کو "نصیحت" کی گئی۔ عمال نے یا تو نصیحت کو اس قابل نہ سمجھا جسے وہ اپنے اپنے عمل میں لیجاتے یا خلیفہ نے دریافت پر ان عاملوں کی روش کو حکومت کے نقطہ نگاہ سے قابل چشم نمائی نہ سمجھا اور واپس کیا۔ اہل کوفہ کو تشفی نہ ہوئی اور انھوں نے دوبارہ ایک متقی آدمی کو اپنا سفیر بنایا اور دوسرے ایک مقدس بزرگ نے علیحدہ سے بھی ایک خط بھیجا۔ مجھے سفیر کے اِس فقرہ سے بحث ہے کہ "اے عثمان لوگوں نے تمہارے افعال پر نظر کرنا شروع کیا ہے"۔

وجہ کی کیفیت

کسی ہوشیار حکومت کے لئے لوگوں کا اُمورات حکومت پر نظر کرنا حکومت کی آنکھیں کھولنے کا باعث ہوتا۔ لیکن افسوسناک ضد نے خلیفہ کے منہ سے یہ خیالات ظاہر کئے کہ "ایسی باتیں نالائق ہیں اور ایسا کہنا کہنے والے کے "زاہد اور متورع" ہونیکو مشتبہ کر دیتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ حکومت کے خوفناک، "اللہ تعالے" کو بھی بیچ میں لانا چاہتے تھے اور جواب ملتا ہے کہ "میں اللہ تعالیٰ کو نہیں جانتا۔ بیشک اللہ تعالے ظالموں پر قابو پانے والا ہے"! اسکے بعد خلیفہ نے تصفیہ کیا کہ فریاد خواہ سفہا، اہل بغی اور حسد ہیں۔ سفیر پر "اللہ تعالیٰ" نے توجہ کی بلکہ اس طرح بھجوایا گیا کہ بغیر کسی ایسی ہولناک مزاح کے ایجاد کئے ہوئے جو ابوذر کیلئے اختیار کیا گیا تھا کسی طرح نہ بھولتا۔ کعب ابن عبیدہ کوفہ سے گرفتار کرکے بلوائے گئے۔ اور کوڑوں کی سانٹیں یا خون آلود نشان کے مٹانے کے لئے بہار تجویز ہوا۔

خلاف مصلحت الفاظ

اللہ تعالیٰ کا تعارف کروایا گیا

حالت خطرناک تھی کہ خلیفہ نے معاویہ۔ ابن ابی سرح۔ سعید۔ ابن عامر اور ابن عاص کو طلب کیا اس لئے کہ یہ لوگ "وزیر" بعد ناصح "معتمد علیہ" تھے۔ اپنے "اطمینان" تھا کہ یہ لوگ مدد نیک نیتی" سے

نازک حالات اور معتمد لوگ۔

رائے دینگے۔ رائے زنی کا مضمون یہ تھا کہ لوگ " طرح طرح کے الزامات مجھپر قائم کرتے ہین میرے عمال کی معزولی چاہتے ہین اور جس کو وہ دوست رکھتے ہین مجھے اُس (امر) کا پابند اور اُسکی طرف لوٹانا چاہتے ہین " چونکہ ابن ابی سرح کی لالچ دینے والی رائے قبول نہ ہوئی تہین اس سے کوئی واسطہ نہین نہ سعید کی اس رائے سے کہ سرداروں کی ہلاکت " سے لوگ خود بخود متفرق ہوجائینگے " باوجود اسکے کہ خلیفہ نے " ضرور مناسب " سمجھی تھین کوئی بحث ہے اس لئے کہ مورخ نے یہ بھی بتایا ہے کہ " اسپر عمل کرنا مشکل " تہا۔ اور ہم اپنے کو اُسی صلاح پر متوجہ کرتے ہین جو عبداللہ ابن عامر کرنے دی کہ " انکو جہاد مین مصروف کر دیجئے کیونکہ جب یہ فارغ بیٹھینگے تو طرح طرح کے خیالات پیدا کر کے آئے دن ایک نہ ایک فتنہ اُٹھاتے رہینگے " خلیفہ نے یہ رائے منظور کی اور حکم دیا کہ " لوگون کو جہاد پر روانہ کرو تاکہ اسکی مصروفیت انکو اور خیالات سے روک دے " یہ دکھانے کے لئے مشکل سے مین کوئی اور دلیل لاسکتا ہون کہ رسول کے بعد کامیابی کا یہی ایک بڑا راز تھا جسکے تجربہ پر

تاریخ اپنا حال آپ ہی کر رہی تھی۔

اب وقت نہ تھا

اب پھر توجہ ہوئی تہی۔ لیکن جہاد کی آسانیان اب دور ہوچکی تھین اس لئے کہ فتوحات کا دائرہ وسیع سے بہی کچھہ زیادہ ہوچکا تہا۔ دور دراز مقامات پر فوجین بہیجنا آسان نہ تھا بلکہ خود مفتوحہ ممالک مین ذرا سی غفلت بغاوتین کہڑی کر دیتی تہی اور عمال پر نظر رکھنا ایک اور مشکل کام ہوگیا تہا۔

اہل کوفہ کی کوشش

خلیفہ اور اُنکے نیک نیت ناصح جسوقت آئندہ کا دستور العمل درست کر کے انجمن مشورت برخاست کرچکے تہے اور اپنے دل سے اپنے اپنے عمل کی طرف واپس جارہے تہے کہ اب یزید ابن قیس نے اپنا موقع پایا اور مالک اشتر وغیرہ کو ولایت شام سے طلب کیا اور یہ لوگ رات دن مسافت طے کرتے ہوئے کوفہ مین داخل ہوگئے۔ کوفہ کی عام برانگیختگی اس سے سمجھہ مین آئیگی کہ بہت سے کارآزمودہ سپاہیونکی ماتحتی مین فوراً بہت سے سپاہی مفید فوجی مقامات پر بھیجی جاسکے اور جرعہ فوجی مرکز قرار دیا گیا۔ یہ اشتر کی فوجی قابلیت۔ ہوشیاری۔ مستعدی اور کارآزمودگی تھی عام حالت اسی سے بہی سمجھہ مین آئیگی کہ اگرچہ کوفہ مین حکومت کی طرف سے قعقاع ابن عمر کا ایسا تجربہ کار اور بہادر سپاہی موجود تہا لیکن اُس نے بہی حکومت کے موجودہ قائمقام مالک جہم ابن حبیش اسکونی کو صلاح دی کہ " سیلاب کو حالت جوش مین " نہ روکے۔ سعید جس وقت

سرداروں کی معقول گرفت" کی صلاح صادر کرکے کوفہ واپس آرہا تھا اور عذیب پہونچا
اُسے عبداللہ ابن کنانہ کے تین سو سواروں کی فولادی صف سامنے دکھائی دی جو یہ کہہ رہی
تھی کہ "اے دشمن خدا کہاں جاتا ہے لوٹ جا جہاں سے آیا ہے۔ اب دوسری چیزوں کا کیا
ذکر ہے تو فرات کا ایک قطرہ نہ پی سکیگا" اور دردانگیز منظر تھا کہ لانبی شان والا سعید جھینکتا
ہوا چلا کہ خلیفہ سے فریاد کرے کہ جسکی "معقول گرفت" اور "ہلاکت" کی ہم صلاح دیرہے تھے انہوں نے
ہماری "معقول گرفت" کی اور ہمارے وقار کو "ہلاک کیا" اور اگر ہم اپنے کو علم کا متحرک مجسمہ نہ
دکھاتے تو ہلاکت دور نہ تھی۔ یہی نہ تھا۔ فریاد کرنے اور عرضداشتیں بھیجنے کا وقت گذر چکا تھا
دلیل منھ سے اب وہ اپنے ہاتھ میں آگئی تھی زبانی گفتگو کا موقع نہ رہا تھا تلوار کے بولنے کا وقت
تھا اور اشتر کو اب حکم دینا تھا کہ "مجاو عثمان سے کہدو کہ ابو موسیٰ کو بھیجدے" اور خلیفہ کو
تعلق قایم رکھنے کے لئے راضی ہوجانا تھا۔ نہ اس کے قبل کہ وقار کو صدمہ پہونچ چکتا اور اس سے
زیادہ قابل افسوس یہ ہے کہ یہ قسمت نہ تھی۔

اب جو خط خلیفہ نے اہل کوفہ کو بھیجا اگر اُسکا مفہوم یہ تھا کہ وہ لوگوں کی جرأت بازپرس شان دار
حیرت صرف کر رہے تھے بغیر لوگوں کا حق قبول کئے ہوئے اور اسکی نصیحتیں کر رہے تھے کہ بس تم اطاعت کے سوا
کوئی خیال ہی دل میں نہ لاؤ تو اہل کوفہ اپنے جواب میں خلیفہ کی بے رعایت نکتہ چینی کر رہے تھے اور اپنی
پسند کے قابل امام کی تعریف کر رہے تھے اور اس امر کو قوت سے ظاہر کر رہے تھے کہ ہم اپنے خیال پر قائم
ہیں اگرچہ اس سے ہم میں اور تمہارے روابط میں شکستگی ہی کیوں نہ ہوجائے۔ وہ ایسے خود غرض۔
بے لحاظ اور ناشنو عامل نہیں چاہتے تھے جو حکومت کو اپنی خواہش کا پرتو دیکھنا چاہتے ہیں۔
وہ حکومت کے اس روش سے مشتبہ ہوگئی تھی کہ وہ ایسے لوگ بھیجتی ہے جنہیں اُس نے ہمارے ساتھ سب
کچھ کرنے کا اختیار دیا ہے لیکن ہمیں کسی اعتراض کرنے کا حق نہیں دیا ہے بلکہ ہمارا اعتراض وہ کیسا ہی
فریادرسی اور دادخواہی کے لہجہ میں کیوں نہ ہو اس لئے ناگوار گذرتا ہے کہ ہمنے کیوں دادخواہی
کے لئے اپنی صدا بلند کی۔ اور حکومت کو اپنے عاملوں پر یہ اعتبار تو ہے کہ وہ حکومت کے ساتھ
قومیت کے اشتراک کے لحاظ سے کوئی بدمعاملگی نہ کرینگے لیکن اُسے مطلق اسکی فکر نہیں ہے کہ وہ عام عاملوں
کے ساتھ کس طرح کا برتاو کرینگے اور اُنکا برتاو قابل بازپرس بھی ہے یا نہیں۔ بلکہ اُنہیں خیال تھا کہ

خلیفہ اپنے عاملون سے اِس لئے باز پرس نہین کرتے کہ مبادا وہ حکومت سے برافروختہ ہوکر اپنی
اپنی جگہہ آزاد اور خود مختار دیکھنا نہ چاہین اور اِس لئے عمال کی ناخوشی پر اُنہون نے
رعایا کی ناخوشی کو گوارا کرلیا ہے۔

پھر بھی اہل کوفہ نے اپنی آواز سنانے کے بعد خاموشی سے حکومت کے ہر حکم کو اپنے اوپر
گوارا کیا اور اُس وقت تک مصمم عملی مخالفت کا ارادہ نہ کیا جب تک وجوہات مین اضافہ نہ
ہوتا گیا اور اُنھین یہ یقین نہ آگیا کہ موجود نظام حکومت سے کسی اصلاح کی امید کرنا اپنے کو تباہ
کرتے جانا ہے۔

وہ ضرور ہوتا جو کچھہ ہوا

کیا یہ ممکن تھا کہ ایسا نہ ہوتا جیسا ہوا۔ نہین۔ ضرور ہوتا۔ وہ حوصلہ خیز مصلحت جو رسول کے
بعد ایجاد ہوئی تھی اُسکا اور کوئی نتیجہ نہ ہوتا بجز اسکے جو کچھہ ہوا۔ کچھہ عثمان ہی کے ساتھہ موقوف
نہ تھا۔ کوئی دوسرا انکی جگہہ ہوتا یا خلیفہ ثانی کو کچھہ اور زمانہ ملتا جسمین اُنھین دم لینا پڑتا۔
مین سمجھتا ہون کہ خلیفہ ثانی کے زمانہ مین ایرانی سلسلہ کوہ کے سرحد قرار دیئے جانے اور صلح کے
بعد فارس پر دوبارہ فوجکشی کیسی ہی وجوہات پر کیون نہ مبنی ہو لیکن سپاہیونکو مشغول رکھنے کی
ضرورت نے دوبارہ فوجکشی کے تصفیہ پر قوی اثر ڈالا ہوگا۔ اِس ناگوار نتیجہ کے جلد واقع ہونے
مین ضرور حضرت عثمان کی کمی احتیاط نے جلدی کی۔ جو کچھہ ممکن تہا وہ یہی تہا کہ نتیجہ آیندہ کے
لئے ٹالا جاتا۔ اسکے لئے ابو قحافہ یا ابن الخطاب چاہتے تہے۔

بنی ہاشم کی پامالی کے بعد بنی امیہ کا صاحب اختیار نہونا ممکن نہ تہا۔

ضمناً مین یہ بہی سوچنا چاہتا ہون کہ کیا یہ ممکن تہا کہ بنی ہاشم کے حقوق اور تقدس کی طرف سے
تجاہل اور اُنکے اختیارات کی پامالی کے بعد بنی امیہ صاحب اختیار نہ ہوتے۔ نہین۔ اِس لئے
کہ اگر عرب کی جماعت سے بنی ہاشم نکال دیے جاتے تو بنی امیہ کو ثروت اور عدد کی جو مدد ملتی
اور انکے جاہلیت کے اثر کی یاد جس قدر معین ہوتی وہ دوسرے کو حاصل نہ تہی۔ ابوبکر یا
عمر اپنے اپنے لڑکون کو خلیفہ منتخب نہین کرسکتے تہے۔ نہ کرسکنا انکے اِس ہوش پر مبنی تہا کہ بنو تیم
اور بنی عدی کی وقعت ایسی نہین ہے کہ ہمارے لڑکون کے مدد کے لئے صرف خلیفہ کا لڑکا ہونا کافی
ہو۔ اور لوگ اور بہت سے اعتراض لیکر کھڑے ہو جائین درانحالیکہ ان لڑکون کے پاس نہ خلیفہ جو
چلا ینگے وہ اتفاقات ہون اور نہ دلائل ہون جو ہمارے لئے لائے جاسکتے تہے۔ جیسا [illegible]

ایک سوال یہ کہ ابن عثمان کو خلیفہ بناؤ۔ زبیر نے اپنے حوصلون کے زمانہ مین بقول ابن خلدون جواب دیا کہ "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اکابر و شیوخ مہاجرین کو چھوڑکر ان لڑکون کو حاکم بنائین"۔ نہ حضرت ابوبکر حضرت عمر کی موجودگی سے چشم پوشی کر سکتے تہے اور نہ علی ہذا القیاس حضرت عمر اپنے گرد و پیش کے واقعات سے غافل تہے۔ اِس لیے انہین (اولاد کو) نہ صرف ان قیاسات کے حوالہ کرنا تھا کہ انکی مخالفت ہو بلکہ انھین اُس لحاظ سے بھی محروم کر دینا تہا جو اِس سے پیدا ہوتا کہ خلفا نے اپنے اعزا کو اپنا جانشین نہین کیا اگرچہ کسی کی دانست مین محض "ممکن ہو"۔ بہت سی باتین ممکن ہین لیکن سب قابل عمل نہین ہین۔ اور نہ خلفا کے لیے یہ ممکن تہا کہ وہ بنی اُمیہ کو علیحدہ رکہتے جس طرح بنی ہاشم کو علیحدہ رکھا تھا۔ ایسا کرنا ان دو زبردست گروہ کو ایک کر دینا ہوتا۔ بلکہ دیکھا یہ گیا کہ عملاً ایسا موقع آتی ہی ایک جو قبضہ مین کیا جا سکتا تہا یعنی بنی امیہ کا گروہ خریدا گیا اور خواہی نخواہی قوی ہوتا گیا۔

جہان یہ سب ہو رہا تہا عقیدت کے لحاظ سے عامۂ ناس مین خلیفہ کی طرف سے ایک اور توحش پیدا ہوا۔ اور وہ یہ تھا کہ کہا جاتا ہے کہ جس انگوٹھی سے جناب رسالتمآب اپنے فرامین پر مُہر فرماتے تہے اور جو غالباً اپنے اعلان نیابت کیلئے خلفا نے اپنے قبضہ مین رکھنا مذہبی پہلو سے مفید سمجہا تہا۔ عثمان کے ہاتہہ سے گر گئی۔ انگوٹھی کا گرنا انکا تخت سے گرنا یا لوگون کے قلب سے گرنا تصور کیا گیا۔ چاہ عریش نہ کچہہ زیادہ گہرا تہا اور نہ پانی تھا۔ خاک چھانی گئی لیکن انگوٹھی کہین نہ تھی۔

انگوٹہی کا گرنا تخت سے گرنا تہا۔

ایک حیرت خیز نشو

اِن واقعات مین کسی قدر حیرت خیز صورت ایک یہ بھی تھی کہ لوگون کی توجہ جناب امیر کی طرف مائل ہوتی اور اکثر موقع پر صرف انھین کو مداخلت یا وساطت کا شایان سمجھتے۔

اِن واقعات مین یہ دیکھنا ہے کہ ایسے موقع پر جبکہ لوگون کو حکومت سے کوئی اذیت پہونچتی تہی وہ کیون علی کو ڈھونڈھتے تہے۔ کیا اِس لئے کہ ایک غم زدہ دوسرے درد رسیدہ کو ہمدردی کے لئے تلاش کرتا ہے کیا لوگون کی توجہ اسکی نگہی سے کہ سیاسی حیثیتون سے قطع نظر کرکے علی کی وقعت عامۂ ناس کی نگاہون مین کبھی کم نہین ہوئی تہی اور وہ ایک مشکل وقت جب انھین کسی اور سے تسکین نہ ہو علی کو تلاش کرتے تہے۔ کیا اِس لئے کہ زمانہ گذر اتھا جسمین پیش پیش لوگ اپنے خیالات اور معاملت کے لحاظ سے اِس طرح سمجہہ مین آگئے تہے کہ وہ اخلاقی اعتبار کے مرکز نہ ہو سکتے اور ان شورانگیز فتنون نے علی کو موقع دیا تہا کہ وہ اپنے کو اپنی حقیقی شان سے دکھاتے اور انکی خوبیان دلون مین گہری جڑ پکڑتین اور وہ لوگون کی توجہ

لوگ کیون علی کے پاس جاتے تہے۔

اُمید ہوتے۔ اور یہ لوگ یہ دیکھتے کہ ایسے نازک وقتون مین جبکہ اعتبار ایک نہایت مفید شئے ہوتی ہے اور جسکے بغیر کسی بڑے معاملہ کی ابتدا ہی نہین ہوسکتی بغیر کسی سفارش یا نمایش کے لوگونکو کوئی ذات ہی نہین دکھائی دیتی۔ علی کی ذات کے سوا۔ جو اعتبار اور اطمینان دلاسکے۔

معاملت کی یہ صورت اسی طرح تمام نہین ہوجاتی بلکہ اسکے عکس مین ایک اور پہرتو اختیار کرتی ہے۔ یعنی پہلی صورت تو یہ تہی کہ لوگون کو حکومت سے معاملہ تھا اور وہ لوگون کی کم قولی ہو۔ انصاف پسندانہ خواہش اصلاح ہو۔ یا محض خاموشی سے شکایت ہو کہ اُنھین ایک پنچ کی ضرورت تہی لیکن واقعات کا نشو اِس طرح بہی ہونیوالا تھا کہ حکومت بہی علی کی وساطت پر مجبور ہوتی۔ وہ حکومت کی کمزوری ہو۔ یہ سمجھکر ہو کہ اعضائے حکومت اِس قدر مرفوع الاعتبار ہوگئے ہین کہ اب اُن سے کوئی کام لینا لوگون کو اور جوش دلانا ہے۔ یا اِس لئے ہو کہ علی (یا وہ ذات جسپر لوگون کو اطمینان تھا) کو درمیان مین لاکر وقت حاصل کیا جائے۔ اور لوگ علی کی وساطت کو بہی غیر مفید سمجھکر حکومت کے ساتھ علی سے بھی ناخوش ہون۔ دکھایا جائیگا کہ آخری موقع کو علی سمجھ چکے تہے اور اِس اخلاقی حد سے آگے نہ بڑھے جس سے فریقین کے تصفیہ کی امید ہوسکتی تہی۔ اور جب امید منقطع ہوگئی تو اپنے پنچ کے منصب سے استعفا دیدیا۔

خلق اللہ کے میلان سے حکومت کو بہی علی کی وساطت چاہتی تہی۔

علی نے کب تک اس نازک دبرے منصب سے برارت کا اعلان نہین کیا۔

غالباً پہلا موقع وہ تھا کہ بنی مخزوم نے عمار کے ساتھ تشدد کی علی سے شکایت کی اور انہون نے جاکر سمجھایا۔ اسکے بعد اگرچہ کسی نہ کسی طرح عمار اور عثمان مین التوائے جنگ کی حالت پیدا ہوگئی لیکن ابوذر کی رحلت کی خبر سنکر جب خلیفہ نے "رحمۃ اللہ" کہا اور عمار سے پوچھا کہ کیا یہ دلسے کہا ہے؟ تو اسپر عثمان نے جواب دیا کہ "کیا تجھے شک ہے کہ مین نے جو نکال دیا تو اب شرمندہ ہون" عمار نے جواب دیا "واللہ نہین"! اسپر عثمان نے انھین بھی نکالدینے کا حکم دیا تو پھر بنی مخزوم علی کے پاس شکایت لائے اور جناب امیر نے دوبارہ عثمان سے فرمایا کہ "ابوذر کے واقعہ سے لوگ ناخوش ہین اور عمار کے لیے بہی جو حکم دیا گیا ہے وہ مناسب نہین ہے" اِسپر جواب ملا کہ "پہلے تمہین شہر بدر کرنا چاہیے" یہی مجمع تہا جسمین مغیرہ ابن اخنس ثقفی ان لفظون مین علی کی تائید کرتا کہ "رسول کی خدمت مین جو تیرا مرتبہ ہے وہ کسی کا نہین ہے" اور مغیرہ ابن شعبہ کہتا کہ "تم چاہو یا نہ چاہو تمہین محکوم رہنا ہوگا"

آگ اس قوت سے نہین لگی تہی کہ دو ایک چھینٹے اُسے بجہا سکتے یا بجہتی درانحالیکہ بجہانے کی مناسب کوشش ہی نہ کی جاتی۔ اسوقت تک چارون طرف علانیہ طعن و تشنیع کا بازار گرم ہوگیا روزانہ اسکی متواتر خبرین مدینہ مین پہونچنے لگین اور مدینہ مین بہی لوگون مین سرگوشیان شروع ہوگئین" اب پھر علی تہے اور لوگ تہے۔ لوگ تہے جو علی سے کہتے تہے کہ ہماری شکایتین خلیفہ سے کہدیجئے اور اصلاح کرادیجئے۔

علی کی حیثیتین

موقع کی صحیح صورت یہ ہے کہ جناب امیر کی آنکہہ واقعات کو دیکہہ رہی ہے اور عثمان کو سمجہا رہی ہے۔ علی کے لحن اور الفاظ پر غور کرو کہ آیا اس سے زیادہ شریفانہ متانت ایک ایسے شخص سے ممکن ہے جس کا حکومت کے نزدیک اپنے حق کے لحاظ سے نہایت ہی نازک موقع رہا۔ پھر بہی وہ اس وقت جماعت کے ایک فرد۔ ایک گروہ کی زبان۔ اپنے علم اور اپنے یقین کے لحاظ سے ناصح کی حیثیت سے آیا ہے۔ اور معلوم نہین ہوتا کہ سطح سے کوئی چہوٹی سی چہوٹی لہر بلند ہورہی ہے جسمین ناگوار نغمہ ہو بلکہ وہ اس وقت انسانی "حق" کے وکیل تہے اور اپنا "فرض" ادا کررہے تہے۔

شاید جناب امیر کے یہ الفاظ کہ "اپنے بابت غور کرو" یا یہ چبہتی ہوئی جھنجوڑ کہ "تم بے بصیرتی سے نہین دیکہتے اور نہ تم جہالت سے کچہہ نہین جانتے" یا فرمانا کہ "راستہ واضح ظاہر اور اعلام دین قایم ہین" بعض کے نزدیک محض استعارہ ہو۔ اگر کسی کی دانست مین یہ صورت ہو تو آگے چلکر یہ فقرہ استعارہ کی سرحد سے نکل کر صراحت کی صورت اختیار کرتا ہے کہ "مین تمکو اس سے ڈراتا ہون کہ تم اس امت کے امام مقتول ہو" اور اسکا ایک نتیجہ یہ ہو کہ "قتل و قتال کا دروازہ قیامت تک کہل جائے" جس سے "واقعات ملتبس اور مشتبہ ہوجائینگے"۔ اور لوگ "حق کو بوجہ غلو کے باطل نہ دیکہہ سکین گے"۔ اور اضطراب واختلال اسمین پیدا ہوگئے امت کی بدنصیبی سے جناب امیر کے یہ الفاظ ایسے سچ ہوئے کہ گویا وہ جناب آیندہ کو اس طرح دیکہہ رہے تہے کہ اُسنے صورت اختیار کرلی تہی جسکا تذکرہ ہمارے آیندہ باب مین کیا جائیگا۔

کسوقت بہی خلیفہ نے اپنے افعال پر نظر ثانی نہ کی۔

اگر کوئی اور دلیل نہین بہی لائے جاسکتی تہی تو غالباً امت رسول مین "واقعات کے ملتبس اور مشتبہ ہوجانے سے" قتل و قتال اور اضطراب واختلال پیدا نہ ہونے کا واسطہ ایسا تہا

جسکے لحاظ سے خلیفہ کو اپنے روش پر نظر ثانی کی ضرورت تھی۔ لیکن ایسا ہونیوالا نہ تھا۔
سوچو اگر تم سوچ سکتے ہو کہ خلیفہ کو اپنی روش پر اصرار کے علاوہ کچھ اور سمجھانا تھا جبکہ علی کی
وکالت کے تمام ہونے پر وہ منبر پر گئے۔ آج فصاحت اُنکا ساتھ دے رہی تھی اور وہ داد
خواہوں سے کہہ رہے تھے کہ "تم لوگ میری نرمی اور التفات کی وجہ سے جری ہو گئے ہو" تم لوگ
اپنے خیالات تبدیل کر دو۔۔۔۔ اور اپنے کاموں کو اپنے امرا پر چھوڑ دو۔ جنکو مین نے
مامور کیا ہے"۔

ان واقعات مین مدبّر معاویہ کو بھی دُہرے وار کرنے کا موقع ملا جنمین سے ایک تو یہ تھا جو
علی۔ طلحہ اور زبیر کے سامنے آزمایا گیا کہ "تملوگون نے اِس امر مین اگر کچھ فیصلہ کیا ہے تو
مین موجود ہون"۔ اس سے یا تو یہ غرض تھی کہ یہ لوگ ٹٹولے جائین کہ آیا انہین عثمان کو معزول کرنیکا
کوئی تصفیہ ہوا ہے یا نہین اور اگر ہوا ہو اور یہ لوگ آیندہ کیلئے کوئی دستور العمل مرتب کر چکے
ہون تو اپنی رضامندی ظاہر کرکے اُسکے ایک معتمد حصہ دار بنجائین۔ اسمین کامیاب نہین ہوا۔
ایسا ہی خیال کعب الاحبار کے سامنے معاویہ نے ظاہر کیا تہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ عثمان کے بعد
کون خلیفہ ہوگا تو مین اُسکی بیعت کرتا۔ چلتے چلاتے عثمان سے بہی ایک بات کہہ لی کہ "اس سے
پہلے کہ آپ پر حملہ ہو جس کا آپ تحمل نہ کرسکین مناسب ہوگا کہ آپ میرے ساتھ شام چلے چلین
کیونکہ کل اہل شام میرے مطیع ہین" اِس فقرہ مین خوش خلقی اور محبت یا احسان کی تحریر واضح
سے بہی زیادہ ہے۔ لیکن میرے خیال مین آج پہلا موقع تہا جسمین معاویہ کا آیندہ خلیفہ بنجانیکا
حوصلہ ظاہر ہوا۔ وہ خلیفہ کو نہ صرف بھلے یا بُرے ہوا خواہوں کے اثر سے نکال رہا تہا بلکہ
انہین شام مین خلیفہ دکھا کر تمام اختیارات اور اثر پر خود قابض ہو جانا چاہتا تہا۔ اور اسکے
بعد خلیفہ کے رحلت پر مطیع اہل شام کے سامنے اپنے کو خلیفہ کہنا کچھ مشکل نہ تہا۔

پہلا موقع جس سے معاویہ کا حوصلہ خلافت ظاہر ہوا

یہ مصلحت حضرت عمر اور ابن عوف کی مصلحت سے قطعاً مشابہ تھی صرف اتفاقات کی قوت کا
فرق تہا یعنی معاویہ وہان خلیفہ کو قائم رکھنا چاہتا تہا جہان وہ حاکم بہی تہا۔ اور اسے
آیندہ کے لئے نہ صرف احسان بلکہ اپنی قوت سے بہی امید تھی۔ لیکن یہ آخر موقع تہا کہ معاویہ
عثمان کی حیات مین مدد کا وعدہ کرتا اس لئے کہ خلیفہ کے آخری وقت اسکے استغاثہ

مدد کو یہ جواب پاتا تھا کہ "خدا نے جس سے کوئی نعمت چھین لی ہو میں اُسے واپس نہیں کرسکتا" اور بقول جناب امیر کے معاویہ عثمان ابن عفان کی مدد کرتا تھا جہاں اُسے اپنے نفع کی امید تھی۔

آخری وقت قریب آتا جاتا رہا تھا اور اہل مصر کے ابن سرح کی شکایت پر جب عامل کے نام خلیفہ نے تہدیدی خط روانہ کیا تو عامل مصر نے بجائے اسکے کہ کوئی اصلاح کرتا اُس شخص ہی کو قتل کر دیا جو خط لایا تھا اور جس جماعت کی طرف سے شکایت کیگئی تھی اُسکی بازپرس شروع کی۔ اب بقول ابن حجر مصر سے سات سو آدمی آئے اور اوقات نماز میں اصحاب رسول سے مسجد میں جاکر شکایت کی۔ طلحہ نے عثمان کو "سخت" باتیں کہیں۔ خود حضرت عائشہ نے بھی ابن ابی سرح کو معزول کرنے کے لئے کہلوایا اور جناب امیر نے بھی ایسا ہی فرمایا۔ اب خلیفہ نے لوگوں کی خواہش سے محمد ابن ابی بکر کو مصر کا عامل مقرر کرنا منظور کیا۔ لوگ روانہ ہوئے اور کچھ مہاجر و انصار بھی صورت معاملہ دیکھنے کے لئے ساتھ چلے۔ مدینہ سے ابھی تین دن کا راستہ طے کیا تھا کہ ایک حبشی غلام دکھائی دیا جو "کسی کو ڈھونڈھتا تھا یا کسی سے بھاگتا تھا" اُسے روکا تو اُسنے اپنے کو کبھی عثمان اور کبھی مروان کا غلام بتایا۔ لیکن جوبات اُسنے لوگوں کے توجہ کے قابل کہی وہ یہ تھی کہ "ہم مصر کے عامل کے پاس جاتے ہیں" لوگوں کا استعجاب اِس سے اور بڑھ گیا اور اُنھوں نے کہا کہ چلو عامل مصر کے پاس لے چلیں وہ تو یہیں ہیں تو اُس نے کہا کہ ہمیں عامل اوّل سے کام ہے۔ شبہہ ہوا تلاشی لیگئی اور مہلک خط برآمد ہوا جو عائشہ نا اس کے سامنے پڑھا گیا۔

آسان تھا کہ یہ خط خلیفہ کے سامنے پیش ہوتا اور حکومت اُس سے انکار کر جاتی اِس لئے اُسپر حاضرین کی دستخط یا مُہر کرائی گئی اور ایک معتمد کے پاس حفاظت سے رکھا گیا۔ یہ لوگ اُلٹے پاؤں مدینہ واپس گئے ابھی بعض مقامات کے دادخواہ وخود واپس بھی نہ گئے تھے کہ اُنھیں یہ حقیقت معلوم ہوئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ "اہل مدینہ میں کوئی نہ رہا جو عثمان سے دلتنگ اور غصہ نہوا ہو"

خط گرفتار کرنے والوں کی احتیاط۔

پھر بھی خلیفہ کے خلاف کوئی سخت کارروائی اختیار نہ کی گئی بلکہ اسکے پہلے لوگوں نے تصدیق اور رفع حجت چاہی۔ اور عثمان نے اسکا اقرار کیا کہ "اونٹ۔ مُہر اور غلام ہمارا ہے"۔ لیکن مضمون خط سے انکار کیا۔ اِسکے بعد بھی لوگ مان لینے پر آمادہ تھے بشرطیکہ عثمان اپنے سکرٹری کو حوالہ کر دیں جسکے علاوہ کوئی تیسرا یہ مضمون نہیں لکھ سکتا تھا۔ لیکن عثمان نے مروان کو حوالہ کرنے

لوگ رفع نزاع چاہتے تھے۔

انکار کیا۔ مشکل سے یہ موقع سمجھنے کے قابل ہے۔ ایسے موقع پر یا تو عثمان اِس لئے حوالہ کرنے سے انکار کرسکتے تھے کہ مروان نے جو کچھ لکھا تھا وہ انکے ایما سے لکھا تھا اور اگر اپنے موقع کے بچانے کے لئے خلیفہ نے انکار کرکے مروان پر عکس ڈالا تھا تو اُسکا بچا لینا بھی انکا فرض تھا۔ اور یا اسلئے بچا سکتے تھے کہ اگرچہ انھیں علم نہ تھا کہ کیا لکھا گیا ہے لیکن معلوم ہونے پر اُسکے بچا لینے کی کوشش سے یہ سمجھایا کہ جو کچھ اُسنے کیا اُسے ہم پسند کرتے ہیں جسکی مثال پیشتر گذر چکی تھی کہ خلیفہ اول کے عہد کو جب ابن الخطاب چاک کرڈالتے تو ابوبکر اُنکے اِس فعل سے کوئی اظہار ناراضی نہیں کرتے بلکہ اُسے اپنی طاعت کے شایان سمجھتے ہیں۔

مروان کی حفاظت کے معنی

کسی فرد قومی کی حفاظت کے لحاظ سے حضرت عثمان نے مروان کا بچا لینا کیسا ہی ضروری کیوں نہ سمجھا ہو۔ لیکن اگر وہ اِسپر راضی تھے کہ انکا سکرٹری بیگناہوں کو قتل اور حبس کرا دیتا اگر اسکی چل جاتی تو انھیں اب اسپر بھی راضی ہوجانا تھا کہ سلطنت کا اعتبار قایم رکھنے کے لئے انکا یہ مخدوش دوست قربان کرا دیا جائے۔ ایسے پُرجوش موقع پر اُسے بچا کر اپنا اعتبار کھونا تھا۔ اور ایسا کرنا اپنے نظام سیاست کو شکستگی اور جلتی ہوئی آگ کے حوالہ کرنا تھا۔ مین اسپر نظر ڈالنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ بحیثیت خلیفہ رسول کے اُنکا یہ فعل کس نگاہ سے دیکھے جانیکے قابل تھا ابن خلدون احتیاط کرتا ہے کہ اِن طرز عمل کے تذکرہ کے وقت بھی نام کے ساتھ "امیرالمومنین" کا لفظ چھوٹنے نہ پائے۔ اگرچہ وہ یہ بھی دیکھ رہا ہو کہ مہاجر و انصار گھر سے باہر نہیں نکلتے اور اہل مصر کوفہ اور بصرہ نہ خود خلیفہ کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں نہ دوسرے کو پڑھنے دیتے ہیں!

جنگی تیاری

کوئی حیرت کی بات نہیں ہے اگر ایسے وقت مین خلیفہ نے بقول ابن خلدون "والیان ممالک اسلامیہ کے نام متعدد فرامین بھیجے اور اُنہیں واقعات سے مطلع کیا" کیا غرض ہوسکتی تھی ان فرامین کی بجز اسکے کہ اپنے کو اپنی جگہہ قائم رکھنے کے لئے فوجی امداد طلب کیجاتی کہ شکایت کرنے والوں کا نہ گلا رہے نہ آواز رہے۔ اور حقیقتاً فوجیں روانہ بھی ہوئیں لیکن قضا و قدر نے انہیں وقت پر نہ پہونچایا۔ اور اسی زمانہ مین خلیفہ نے عبداللہ ابن عمر کی یہ یادگار صلاح بھی پسند کی کہ "یہ طریقہ جاری نہ کرو کہ جس وقت جماعت خلیفہ سے راضی نہ ہو اُسے معزول کر دی" اور اسکا یقین دلایا کہ جماعت کی ضرورت اور عصمت محض نصب تک ہی تھی۔ مین نہیں جانتا کہ علامہ ابن حجر

اِس موقع پر کیا فرماتے۔ اور اِس فقرہ مین عصمت دیکھتے یا نہ دیکھتے کہ "تم جھوٹے ہو یا سچے ہو اور بہر تقدیر تم سے خلافت لے لینا مناسب ہے کیونکہ جھوٹے کو مسلمانون کا والی بنانا جائز نہین اور اگر سچے ہو تو تمہارا ضعف اِس حد تک پہونچ گیا ہے کہ تمہارے بغیر اجازت و اطلاع جسکا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے" اور اِسکے بعد نہین معلوم مولوی شبلی صاحب اپنے "خالکمانہ لیاقت" والے فقرہ مین عدد کے لحاظ سے کوئی ترمیم مناسب تصور فرمائینگے یا نہین جسکو اُنہون نے (حضرت عمر کے چھ منتخب لوگون مین جنمین عثمان بھی تھے) حضرت عثمان کے لئے بھی استعمال فرمایا ہے۔ اگر "جبکی چلگی" کا فلسفہ سیاست درست ہے تو کیسے اس سیاسی اخلاق کے بنا پر اُن لوگون پر کوئی اعتراض کریگا جنہون نے خلیفہ کو محصور کرلیا درانحالیکہ اُنکے افسرونکو اِسکا اندیشہ تہا کہ اگر خلیفہ یا اُنکے موئدین کی چلگئی ہوتی تو ہم کو یا تو ملک الموت کے جلد آنیکی دعا مانگنی ہوتی اور یا ہین بلائے ہمین مجبوراً اُنکا استقبال کرنا ہوتا۔ اور اب بھی وہ اندیشہ رفع نہ ہوا تہا جیسا اللہ کی زبان سے بتایا کہ "عثمان را سخت گیرید کہ توج او نزدیک آمد"۔

اُن تمام امورات کے برداشت کے بعد بھی جو علی پر گذر چکے تھے اور اِس فرمانیکے بعد ہی کہ "قسم خدا کی مین نے محاصرہ کو اس سے دفع کیا حتے کہ اب مجھے گنہگار ہونے کا خوف ہے" وہ فریقین کی اصلاح کے لئے آمادہ تھے صرف اسکی ضرورت انکی نگاہ مین تہی کہ "مجھے عہد کرو کہ جو کچھ تم کہتے ہو اُسپر وفا کروگے" کیونکہ بغیر کسی ایسے اطمینان کے اُنکے پاس جانا بے سُود تہا جو اِسلئے "نہین چہوڑ سکتے تھے کہ مبادا اسال آیندہ اور فتنہ و فساد بر پا نہ ہو" اور جو اِن تینون باتونمین سے کسی ایک پر ارادے مصمم کرچکے تہے کہ "خلع۔ موقوفی عمال۔ یا قتل"۔ عثمان جب خلیفہ ہوجانیکے لئے تمام شرائط قبول کرسکتے تھے جو عاید کیجاتی تو لذت حکومت حاصل ہونے کے بعد کیا کچھ اقرار نہین کرسکتے تھے اگر اسکا شدید تر لزل مائل بسکون ہوجائے۔ لیکن وہ مداخلت جسکے لئے علی بغیر اکراہ آمادہ نہ ہوئے تہے اور جسکے بغیر ایسا بڑا نتیجہ حاصل نہین ہوسکتا تہا کہ ایسے مصمم لوگ جو گویا اپنے قتل کے فریب کا انتقام لینا چاہتے تھے ہتیار روک رکہتے انکا اپنے جوش کو حکومت کے بار بار عہد شکنی کے بعد بھی اصلاح کی امید پر روک لینا بے انتہا تعریف کا مستحق تہا۔ ابتدا ہی تمام کوشش کا یہ تاسف خیز مذاق تہا کہ "امیرالمومنین عثمان سے کسی وجہ سے کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ کیا" یا ایک مرتبہ معذرت

اور اصلاح کا وعدہ کرنیکے بعد پھر منہ پہ پیچھا انکار کرتے اور لوگ پکار اُٹھتے کہ "خدا سے ڈرو اور توبہ کرو" یا جب کسی وعدہ کے بعد لوگ خوش خوش رخصت ہونے کے لئے آتے تو مروان کو درشتی کی ہدایت ہوتی اور وہ لوگوں سے کہتا کہ "تم لوگ ہمارے قبضہ سے ہمارے ملک کو چھیننے آئے ہو؟" اس طنز پر بھی تسکین نہ ہوتی اور رحبعام ابن سلیمان ابن داؤد کے لہجہ میں جسکی چھنگلیا اپنی باپ کی کمر سے زیادہ دلدار تھی" مروان جواب دیتا کہ "اگر تم نے کسی قسم کا قصد کیا تو ہم تمپر ایسا بوجھ ڈالینگے کہ جسکو تم اُٹھا نہ سکوگے" اور غرہ یہ تڑتا کہ "جو ہمارے قبضہ مین ہے اسمین ہم تم سے مغلوب نہین ہین"

حالت اب ایسی پہونچ گئی تھی کہ جناب امیر خلیفہ کے پاس جاکر کہدیتے کہ "آج سے اب مین پھر تمہارے پاس نہ آؤنگا" کب تک علی مداخلت کرتے رہے اور اپنے کو اس مخدوش شبہہ مین مبتلا کرتے کہ وہ تنہا شخص جسکا اب تک تمام فریق اعتبار کرتے رہے ہین حکومت کے امورات مین شریک تو نہین ہے اور اُن افعال کو پسندیدگی سے تو نہین دیکھتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ "اب گناہگار ہونے کا خوف تھا" یعنی حکومت کے افعال بتکرار صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ثابت ہو چکے تھے اور اب مصلحانہ مداخلت کے معنی یہ تھے کہ ایسے ہی افعال کے صدور کے لئے دوبارہ وقت اور موقع دیا جائے۔ کیا یقین تھا کہ آئندہ ایسے ہی امور پھر سرزد نہ ہونگے۔ اس لئے کہ خلیفہ کے سیاسی مجموعہ مین لوگون کے حقوق کا کہین موقع نہ تھا۔ بلکہ اگر اُنھین علی سے بھی کچھ کہنا تھا تو یہ کہ "اگر جاہلیت ہی کا زمانہ ہوتا تو بھی بنی عبد مناف کے لئے یہ امر باعث ننگ تھا کہ بنی تمیم انکے قبضہ سے حکومت چھینے" مین اُن تمام لوگون کو جو ثقیفہ بنی ساعدہ کے مجمع کو اسلام کے جمہوریت کی شرح سمجھتے ہون۔ اس سمجھنے کے لئے اپنی مدد کو بلاتا ہون کہ وہ اسمین جمہوریت تلاش کرین۔ افسوس مین کہان کہان دکھاؤن کہ جمہوریت شعبدہ باز کا وہ کھلانا تھا جو دیکھتے دیکھتے اپنی صورت بدل دیتا ہے۔ ابن ابو قحافہ کو بمقابلہ انصار نہ قریش یا مہاجرین کی افضلیت کے ادعا کا حق تھا نہ ابن الخطاب یہ کہہ سکتے تھے کہ "قبیلہ زہرہ کو خلافت و حکمرانی سے کوئی نسبت نہین" نہ عثمان کے پاس بجز اسکے کوئی دوسری وجہ بمقابلہ بنی تمیم بنی عبد مناف کے "ننگ" کی ہو سکتی تھی کہ وہ خود بنی عبد مناف مین واقع ہوئے تھے۔ نہ یہ بنی عبد مناف کی حاکمانہ قابلیت کی تعریف کا موقع تھا جسکی غرض استثنا

خلیفہ کا سیاسی مجموعہ

مد دیا خودستائی سمجھی جاتی حقیقتاً بنی عبد مناف کی تعریف نہ ہوتی۔

اور وہ تمام لوگ جو نفس انسانی کے اُس نادر مانہ انقلاب کو جسے تو یہ کہتے ہین اصلاح کا پہلا زینہ سمجھتے ہین۔ اِن تمام باتون کے بعد جو اب تک ہو چکی تھین خلیفہ کے اِس فقرہ کو غور سے پڑھین جو طلحہ کے سامنے کہا گیا کہ "مین تائب نہین ہوا لیکن مغلوب ہوا ہون" کہ آیا اسپر اصلاح کا کوئی شوبہ پڑا ہے بلکہ اپنے فعل پر اصرار کی لئے اس سے زیادہ قوت سے کچھہ کہنا ممکن نہ تھا۔

یہ سب کچھہ تھا لیکن ابھی انسانیت کا حق باقی تھا۔ اِنصاف اور فیصلہ دوسری چیز ہے اور ایسا رحم جو فیصلہ پر اثر نہ ڈال سکے دوسری چیز ہے۔ یہ کہنا ہمارا کام نہین ہو کہ اگر مصلحین ایک طرف اور خلیفہ دوسرے فریق ہو کر علی سے اُنکے مقدمہ کے فیصلہ کی خواہش کرتے تو وہ کیا تجویز سُناتے۔ اُسوقت خلیفہ نے پانی طلب کیا تہا علی نے اپنے آدمیون سے بھجوا دیا بلکہ محاصرہ کرنے والون کو بہی اِس "حق بشری" سے منع نہ کرنے کی نصیحت کی۔ نائلہ نے غلطی نہ کی تہی اگر اپنے خلیفہ شوہر کو علی کے مشورہ پر عمل کرنیکی صلاح دی تہی۔ خلیفہ اگر مردونکے سیاسی حقوق قبول کرتے تہے تو عورتون کے ایسے حقوق کا تسلیم کرنا اُنسے صدیون دور تہا۔

اُن چھہ آدمیون مین جو خلافت کے لیے نامزد کئے گئے تہے چار آدمی خلیفہ کے مخالف ہو گئے تہے۔ ابن عوف کی ناخوشی زیادہ تر اپنی انتخاب کی ذمہ داری پر مبنی تھی۔ سعد ابن ابی وقاص کے ساتہہ بہی ذاتی وجہہ تہی اور طلحہ و زبیر نے عام جوش و خروش دیکہکر تیار چیز مین شرکت نہ کرنا موقع بینی کی مصلحت کے خلاف سمجہا جسمین طلحہ کو خلیفہ بہی اچہی طرح سمجہہ گئے۔ کبہی کہا کہ "اللہ تعالےٰ انکو اے طلحہ کافی ہو"، اور کبہی کہا کہ "یہ سب تمہارا کیا ہوا ہے" اور کبہی افسوس ظاہر کیا کہ طلحہ زبیر اور سعد مجمع مین ہون اور ہمارے سلام کا جواب نہ دین۔

بہ استثنا علی کے عثمان کی کوئی مدد نہین کرتا تہا

عبداللہ ابن عمر کا قریبی نازک رشتہ کی وجہ سے کسی مخالفت پر آمادہ نہ ہونا زیادہ قابل تعریف نہ تہا۔ اگرچہ ہم اسمین متردد ہین کہ انھون نے خلیفہ کو عزل منظور نہ کرنیکی صلاح دیکر کہانتک شدنی امر کے واقع ہونے مین مدد دی اور کہانتک صلاح دینے کی ذمہ داری محسوس کی۔ اب علی رہجاتے ہین اور اپنے اُس تمام زمانہ کے افعال این سخت سے سخت جارح کو چیلنج دیتے ہین کہ وہ اُمور مسلمین مین کسی بے عنوانی کے باعث ہونیکا اشارہ بہی تلاش کر سکے۔ کیا اُنکی یہ روشن

اُسوقت علی کی ذات سے کیا کیا۔

اِس لئے تہی کہ حکومت نے اُنکے ساتہہ احسان اور نرمی کا برتاؤ جائز رکھا تھا؟
افسوس زمانہ جانتا ہے کہ رسول کے بعد سے اسوقت تک وہ کسی طرح کے برتاو کے شکار رہتے لیکن
وہ اِس سے نہایت بلند ہیکر واقیات انھین احسان کرنے سے باز رکھ سکتی بلکہ اِس لئے کہ جب آیندہ
زمانہ کی نسلین اِن تمام حالتون پر نظر ثانی کرین اور سوال کرین کہ آیا اُسوقت کوئی محب قوم۔ محب
وطن اور محب مذہب تہا تو انھین وہ ذات دکھائی دے جسنے اپنے ہادی کے اعتبار کے ساتہہ
خیانت نہین کی کہ "جب لوگ دنیا مین مشغول ہون تو تم دین اختیار کرنا" دین کو بہت محدود کردیگا وہ
شخص جو اس سے محض چند رسومات مراد لے۔

حضرت عایشہ کی مخالفت کا اثر۔

بلاشبہہ حضرت عایشہ کی مخالفت عورت کی مخالفت تہی اور ابھی مخالفت کی ترتیب مین اُن نمونون
وہ انتظامی قابلیت نہین دکھائی تہی جو چند مہینون کے بعد دکھانے والی تھین اور ابھی وہ زمانہ
بہی کچہہ دنون بعد آنیوالا تہا جنمین وہ روایتین نمودار ہوئین جو اثر کی زیادتی مین معین ہوسکتین
لیکن یہ امر کم قابل لحاظ نہ تہا کہ وہ ایک گذرے ہوئے خلیفہ کی صاحبزادی تھین اور رسول کا شرف
زوجیت بہی حاصل ہوچکا تہا۔ سوتجو صدیقہ کے اِس سچے ریمارک کے اثر کو کہ "ابہی رسول کا کپڑا
پرانا نہین ہوا ہے کہ اُنکی سُنّت کہنہ ہوگئی" اِس فقرہ کا طنز نہایت پرمرارت عنصر سے مرکب
تہا۔ اُنکا فتوے اگرچہ عثمان کے عبرتناک نتیجہ کا تمامتر سبب تہا لیکن ایک قوی سبب ضرور تہا مین
مروان ابن حکم کے اِس مثل کہنے پر غور کرتا ہون جب وہ ام المومنین سے ٹہرنے اور کلمہ خیر کہنے کی
استدعا سے مایوس ہوجاتا ہے کہ "قیس نے آگ لگائی اور جب دیکہا کہ شعلے بلند ہوگئے تو اپنی راہ
لی" حضرت عایشہ نے مروان کو مثل کہنے کے معنی سمجہا دیئے اور بغیر معذرت یا انکار کے اپنی
راہ لی۔

عثمان کے خلاف انقلاب کی نوعیت۔

ایک آخری لفظ اور بس مین یہ باب تمام کرچکا اور وہ یہ ہے کہ اکثر انقلاب اسکے باعث ہوئے
ہین کہ وہ اپنے زمانہ کے تمام بھلائی اور برائیون کو اپنی جگہہ سے اکھیڑ دین اور جب انقلاب تمام
ہو تو چارون طرف ایک نیا وسی حالت دکھائی دی۔ لیکن پیش نظر انقلاب کی اُٹھان ہی اس لئے
تہی کہ وہ اُن تمام برائیون کے دور کرنے کی وکالت کرے اور اچھی حالت کو اپنی جگہہ قایم کرے۔
اُسکے طرز عمل کی کوئی بڑی فہرست نہ تہی جسنے موجودہ حالت کا تار تار علیحدہ کردیا ہو بلکہ وہ چند

آدمیوں کی برطرفی اور اسی نتیجہ کے حاصل کرنے پر مُصر اور کوشاں تھی۔ انقلاب اپنی اِس کوشش میں کامیاب ہوا۔ کامیابی کے لئے جو ذرائع اختیار کئے وہ پس پردہ نہ رکھے گئے بلکہ اعلان کردہ ضرور تون سے کسی قسم کی خلاف ورزی نہ کی۔ اُنکا طرز عمل کس قدر انصاف سے دیکھے جانیکے قابل ہے اب اس قدر واقعات لکھنے اور اُنکی شرح کے بعد مجھے خود دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اسی طرح یہ بھی ناظر کے تصفیہ کی چیز ہوگی کہ کہان تک یہ انقلاب اُس گذشتہ نظام کے خلاف مدر کا نتیجہ تھا نہ انقلاب تھا جسکی عثمان کا زمانہ حکومت ایک فرع تھا۔ عثمان کو اُس اصول نے قتل کیا جسکے معتدل مصرف نے اُنکے پیشرؤن کو اپنی جگہہ قائم رکھا اور اِس مصلحت کے سانچے مین ڈھلے ہوئے لوگون مین اپنے خودغرضانہ حوصلون کے آزمانے کی اُس وقت تک جرأت نہ ہوئی جب تک خلق اللہ کی ہم آہنگی انھین شرکت کے لئے دکھائی نہ دی۔ اِس طرح عثمان کے خلاف دو قوتین مختلف نقطۂ خیال سے متحد تھین اِن دقتون مین حسین کی قابلیتون کا فطری نشو و نما اس حد تک ہو چکا تھا کہ وہ بغیر کسی کی مدد کے واقعات کو دیکھتے اور سمجھتے۔

مین نے اِن واقعات مین زیادہ وقت صرف کیا۔ مجھے اسکے سوا چارہ نہ تھا۔ اِس سے بھی کمی کرنا گذشتہ اور آیندہ واقعات کی زبان کاٹ لینا ہوتا۔

انقلاب اور پس بینی

باب ۵ پنجم

رسولؐ کے بعد کے نظام کا سکون اور دوبارہ حرکت

اِس باب کے شروع کرنے کے ارادہ کے ساتھہ ہی مجھے خیال ہوتا ہے کہ میری کتاب کا ناظر جیسے عثمان کے اختتامی واقعات پڑھے وہ سوچتا ہوگا کہ مین اب جناب امیر کی حیات کے اِس زمانہ کے واقعات بیان کرنیکے لئے یہ آہنگ اختیار کرونگا جس سے جناب امیر علیہ السلام سمجھے جا سکین۔ نہین بلکہ صرف اُس محدود حیثیت تک کہ انھون نے نظام قومی اور روح دینی کے قائم رکھنے کے لئے اپنے زمانہ مین

اِس باب کا آہنگ

کون سے وسایل اختیار کئے خصوصاً اُس زمانہ مین جبکہ اُسکی مخالفانہ کوششین تھین کہ یہ کچھہ نہ کر سکین۔
گذشتہ ابواب مین جس حد تک کوئی واقعہ یا سلسلۂ واقعات پیش کئے گئے ہین وہ محض اس نقطۂ
خیال سے کہ وہ کون سے اسباب اور آثار تھے جو بالارادہ یا بے ارادہ شہادت حسین کے باعث
اور موجب ہو سکتے اور اگر مین نے جناب رسالتمآب۔ جناب فاطمہ زہرا اور جناب امیر علیہ السلام کا

دو متضاد جماعتوں کا اثر

نشو ونمائے اسلام کا ذکر کیا تو اُسکی غرض یہی کہ مین آیندہ حسین کی روش اور تعلق دکھا سکون
اور حسین کے افعال مین جو عکس دکھائی دیتے اُسکی ابتدا تلاش کرنے مین شاعرانہ تخیل سے کام
نہ لینا پڑے۔ اِن نفوس قدسی کے حالات اِس لئے لکھے گئے کہ یہ سمجھایا جاسکے کہ حسین کس روح اور
مادّے سے بنے تھے۔ لیکن یہ باب اِسکے سمجھنے مین مدد دیگا کہ حسین کو اپنے مشہور دنون مین اکثر
پدر بزرگوار کے کون سے افعال اور روش سے اپنے روش کے اختیار کرنے مین مدد ملی۔ اسکے
مقابل مین یہ بھی دکھاتا رہا ہون کہ انکی روش کے خلاف بھی کچھہ افراد یا جماعتین کچھہ کر رہی
تھین یا نہین۔ اور اِن دونون کوششون کی جو اپنی نوعیت مین متضاد تھین کیا صورت
ہوتی جاتی تھی اور کیا نتیجہ دکھائی دیتا تھا۔ حسین کی سوانح عمری نہین ہو مگر یہ کہ افراد اور ایک جماعت کا
خروج اور مخالفت ہے۔ بنی ہاشم کے حقوق سے یہ واقعات تھے جنکے حیرت خیز کہنے مین مجھکو کوئی کلام

رسول کے بعد کے نظام کے سکون کا نتیجہ

نہین ہے اور انکا نتیجہ یہ تھا کہ رسول کے بعد جو نظام دکھائی دیتا تھا اسمین دفعتاً سکون پیدا ہو گیا۔
اگر اسوقت تک کے ابواب یہ سمجھانیکے لئے کافی ہوئے ہون کہ اُنکی غرض یہ تھی کہ "نبوت اور خلافت ایک
خاندان مین نہ ہونی چاہیے" تاہم اُسکے سکون سے یہی نتیجہ نکالنا کہ لوگونکی فطری خواہش سے خلافت
اور نبوت ایک خاندان مین ہو ہی جاتی۔ اعتقادی الیقین کی حد کے اندر آتا۔ لیکن یہ ایک ایسا
معاملہ تھا جو محض تخیل کے آئینہ مین اپنی صورت نہین دیکھتا رہا بلکہ دن اور رات نے بھی ایسا ہی دیکھا۔
گویا زمانہ کو اسکا انتظار تھا کہ طبیعتونکی روش اپنی فطری شان مین دکھائی دے اور کچھہ دخل دینے
والے اور درمیان مین آجانیوالے خودساختہ منصرم نہ دکھائی دین تو ہم اپنی خواہش ظاہر کرین
یہ حالت اِس سوال کو پیش نظر کرتی ہے کہ اگر منصرمین کا زمانہ مداخلت کا زمانہ سمجھکر نکال دیا جائے

عامۂ ناس کی بلا فصل خواہش۔

تو لوگون کی خواہش کے بلا فصل کہنے مین کسی مبالغہ کی کوشش نہ کرنی پڑیگی۔
باوجود اس حالت کے علی کو خلیفہ دیکھکر اس زمانہ کو علی کا زمانہ حکومت سمجھنا واقعہ فہمی کی غلطی

علی کا زمانہ حکومت تمامتر اُنکی حکومت کا زمانہ تہا۔

ہوگی یا دو اقعہ کی مقدار سمجھنے مین مبالغہ کرتا ہوگا۔ واقعہ اِس قدر تہا اور بس کہ گذشتہ نظام کے خلاف ایک انقلاب ہوا اور انقلاب کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس نظام مین سکون پیدا ہوگیا اور علی سامنے دکھائی دیئے۔ لیکن علی کو سامنے دکھائی دیتے ہی گذشتہ نظام مین ایک منتقمانہ جوش سے حرکت پیدا ہوگئی۔ اور اسنے علی کو اسکے علاوہ کوئی موقع نہ دیا کہ وہ اسے ساکن کرنے کے لئے اپنے ممکن ذرائع سے کوشش کرتے۔ یہ حقیقتاً اُس قدر جناب امیر کی خلافت کا زمانہ نہ تھا جس قدر رسول کے بعد کا نظام اپنی کچھ دیر کی کھوئی ہوئی قوت کے حاصل کرنے کے لئے جان توڑ کوشش کر رہا تھا۔ علی اسکے ساکن کرنے مین پوری کامیاب نہین ہوئے۔ نہ اِسوجہ سے کہ اُنھون نے جو طریقے اختیار کئے تھے وہ غلط تھے۔ نہین۔ بلکہ سامان اور زمانہ کا فرق تہا۔ پچیس برس تک جو حالت انکے خلاف پیدا ہوئی تہی اور اُس نے جو صورت قائم کر لی تہی اُسکے مقابل۔ اُنکے موافق ایک فوری انقلاب سے یہ امید کرنا کہ وہ اِس طرح کامیاب ہوجاتا کہ گذشتہ کوششون کے زمانہ پر غالب آجاتا ایک غیر معمولی امید ہوگی۔ دونون کی قوت کا اندازہ تو اُسوقت ہوسکتا جبکہ علی کو بہی لوگون کو اپنے رنگ مین رنگنے کا موقع ملتا۔

علی کو ترتیب جماعت کا موقع نہ ملا۔

علی کا اختیار بے اختیاری سے صرف ظاہری صورت مین مختلف تھا۔ لیکن وہ اختیار بہ نسبت بے اختیاری علی کو لوگون کے کانون تک یہ صدا پہونچا دیتی تہی کہ خلافت ملے یا نہ ملے ہم سنت خلفا کی پیروی کو نہین منظور کرینگے کیا یہ انکار سیاسی حیثیت سے علی کے مفید تہا۔ نہین۔ اب تو نسبتاً بڑی بھاری سلطنت ملتی ہے۔ بہرحال ہمارا یہ باب بہی یہی دکھائیگا کہ علی کے موافق انقلاب پر غالب آنیکے لئے گذشتہ نظام نے کیا طریقے اختیار کئے اور یہ سکون کیونکر حرکت سے بدلا۔ اور یہ حرکت آیا صورت اور غرض مین اُس سے مختلف کہی جاسکتی ہے جو رسول کے بعد سے علی کے خلیفہ دکھائی دینے تک جاری رہی۔ اور جب یہ سمجھ مین آجائیگا تو پھر یہ سمجھنے کا موقع ہوگا کہ علی کے دور حکومت سے مخالفت آیا اُس اصول کے روح اور طرز عمل سے مخالفت تہی یا نہ تہی جو گذشتہ تین خلافتون کے پہلے تہا۔ اور جب علی نے سنت خلفا کا اتباع منظور نہ کیا اور قرآن اور سنت رسول کی شرط کو منظور کیا اور بدعتون کے متغیر کرنیکی حسرت ظاہر کی تو آیا علی کے طرز عمل کے کوئی اور معنی بجز اسکے ہوسکتے تہے کہ وہ اُس راہ کو روشن کرنیکی کوشش مین تہے جو تین خلافتون کے پہلے تھی؟ علی کے مخالف جو قوتین حرکت مین تہین آیا اُنکے عناصر کے سمجھنے کے لئے علی کے پہلے کا زمانہ اور اُنکا طرز عمل کوئی مدد دیتا ہے؟ اسی طرح ہم بہی کہدون کہ جس طرح علی نے از ابتدائے بعثت تا رحلت رسول بے کسل اشارہ سے کام کیا اور اسکے بعد

چند مفید تنقیحات

علی کی گذشتہ اور آیندہ روش

رحلت رسول سے تا جنگ جمل جماعت اسلامی کی موت و زندگی اکثر موقع پر علی کے طرز عمل پر موقوف ہوتی تھی اور مسلمانون کا شیرازہ منتشر ہو سکتا تھا علی نے اپنے حق کو تجاہل مین دفن ہو جانے دیا جس سے کوئی شکستگی انکی وجہ سے نہ پیدا ہوئی۔ اسی طرح اب بھی آپ دیکھینگے کہ ایسے وقت مین بھی جبکہ عناصر تفرقہ اپنے پورے جوش و خروش کے عالم مین تھے علی نے کس احتیاط سے قدم اُٹھایا بلکہ ناشنود دشمنون کو اتنی بار سمجھایا جیسے ایک ایسا حاکم جو اپنے موقع کو محض حاکمانہ سمجھتا ایسی بار بار استغاثہ امن کو کسر شان سمجھتا۔ یہ باب دکھانیوالا ہے کہ دشمنون کا کوئی فریب علی پر غالب آیا لیکن اُنکے نافہم ہمراہی فریب یا لالچ مین آگئے جس سے اُنھون نے دین اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تباہ کر دیا۔ ہم "نافہم" "ہمراہی" کا لفظ مجبوراً استعمال کرتے ہین اس لئے کہ ایسے لوگ جو بظاہر علی کے ساتھ ہو گئے تھے لیکن اُنکی ترتیب خصائل قطعاً دوسری ہوا دن مین ہوئی تھی اور وہ نہ خود سمجھنے کی قابلیت رکھتے تھے نہ سمجھانے پر عمل کرتے تھے اُنکے لئے ہم بجز اس فقرہ کے اور کیا کہین۔ لیکن کسیطرح وہ "ہمراہی" کے وسیع اور پورے مفہوم مین نہین آسکتے تھے اگرچہ کچھ وقت ملنے اور علی کی تعلیم کے زیر اثر رہنے پر اُنکا ویسا ہو جانا ممکن تھا جیسے علی کے پہچاننے والے دوست اور پیرو تھے۔

دشمنون کا کوئی فریب علی پر کارگر نہ ہوا بلکہ اُنکے نافہم ہمراہیون پر

اب ہم واقعات کی طرف رجوع کرتے ہین ابن خلدون کہتا ہے:۔

لوگ بیعت کیلئے علی کے پاس گئے۔

"بعد شہادت عثمان بن عفان طلحہ و زبیر اور مہاجرین و انصار (رضی اللہ عنہم) کا ایک گروہ علی ابن ابیطالب کے پاس بیعت کے واسطے گیا علی نے کہا مین تمہارا وزیر ہونگا اس سے بہتر ہے کہ مین امیر ہون تم جسکو منتخب کرو گے مین اس سے راضی ہو جاؤنگا۔ ان لوگون نے منت و سماجت سے کہا ہم تمسے زیادہ کسی کو اسکا مستحق نہین پاتے اور نہ تمہارے سوا کسیکو منتخب کر سکتے ہین۔ علی ابن ابیطالب لوگون کے اصرار سے مجبور ہو کر مسجد کیطرف تشریف لائے اور صحابہ کرام کے مواجہہ مین طلحہ و زبیر سے کہا مین تمہین اختیار دیتا ہون اگر تم پسند کرتے ہو تو مین تمہارے ہاتھ پر بیعت کرون ویا راضی ہو تو تم میرے ہاتھ پر بیعت کرو۔ انھون نے کہا نہین ہم تمہارے ہاتھ پر بیعت کرینگے یہ کہکر طلحہ و زبیر نے بیعت کی ... بعد طلحہ و زبیر کے اور لوگون نے بیعت کی پھر لوگ سعد ابن ابی وقاص کو لائے اور بیعت کرنے کو کہا سعد نے جواب دیا لوگون کو بیعت کر لینے دو تو مین بیعت کرون۔ علی نے کہا رہنے دو۔ پھر ابن عمر لائے گئے۔ ابن عمر نے بھی ایسا ہی کہا۔ لوگون نے کہا کوئی ضامن لاؤ۔ ابن عمر بولے کہ مین ضامن نہین دیسکتا۔ اشتر نے کہا مجھے اجازت دیجئے

سعد ابن ابی وقاص اور ابن عمر کا توقف۔

مین اُسکو قتل کرڈالون۔ علی ابن ابیطالب نے فرمایا چھوڑدو مین اسکا ضامن ہون۔ بعد اسکے انصار نے بیعت کی گرچند لوگون نے بیعت سے تخلف کیا ازانجملہ انصار سے :۔

انصار متخلفین بیعت کے نام۔

حسان ابن ثابت۔ کعب بن مالک۔ مسلمہ بن مخلد۔ ابو سعید خدری۔ محمد بن مسلمہ۔ نعمان بن بشیر۔ زید بن ثابت۔ رافع بن خدیج۔ فضالہ بن عبید۔ کعب بن عجزہ۔ سلمہ بن سلامہ بن وقش۔

مہاجرین مین سے

مہاجرین متخلفین۔

عبد اللہ بن سلام۔ صہیب بن سنان۔ اُسامہ ابن زید۔ قدامہ ابن مظعون مغیرہ ابن شعبہ تھے۔

عثمان کا کرتہ شام گیا۔

نعمان ابن بشیر نائلہ زوجہ عثمان کی اُنگلیان اور اُسکا قمیص خون آلودہ لیکر شام چلے گئے،،

یہی مورخ لکھتا ہے کہ جب علی۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد اور ابن عمر نے بیعت لینے سے انکار کیا تو بلوائیون نے اہل مدینہ کو جمع کرکے کہا کہ اگر تم امام نصب کروگے تو ہم فلان فلان کو قتل کرڈالین گے۔ ابن اثیر نے بجائے فلان فلان فلان کے علی۔ طلحہ اور زبیر کا نام لیا ہے۔ تو" اہل مدینہ یہ سنکر علی ابن ابیطالب کے پاس گئے اُنھون نے خلافت سے انکار کیا۔ ان لوگون نے اسلام کے انجام سے ڈرایا تب علی نے مجبور ہوکر اگلے دن کا وعدہ کیا۔

علی کب بیعت لینے پر راضی ہوئے۔

صبح ہوتے ہی وہ لوگ پھر آپہونچے اور حکم بن جبلہ مصریون کے ساتھ اور اشتر کوفیون کے ہمراہ حاضر ہوا۔ حکم بن جبلہ نے زبیر کو اور اشتر نے طلحہ کو بہ اکراہ لاکر پیش کیا۔ چنانچہ لوگون نے علی ابن ابیطالب کے ہاتھ پر بیعت کی علی ابن ابیطالب مسجد مین آئے اور منبر پر چڑھکر فرمایا :۔

علی کا خطبہ

اے لوگو! ہماری بابت کسی کو کوئی حق سوائے اسکے نہین ہے کہ مجھکو تمنے امارت کے لئے منتخب کیا۔ کل تملوگ میرے پاس پریشان ہوکر آئے تھے اور مین خلافت وامارت سے گریز کر رہا تھا۔ لیکن تملوگ اسپر مصر ہوئے کہ مین تمہارا امیر ہون اور تمہاری کنجی میرے ہاتھ مین ہو۔

حاضرین نے کہا۔ ہان ہملوگ اپنے اسی کل کے خیال پر ہین۔

علی ابن ابیطالب بولے۔ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔ بعد اسکے وہ لائے گئے جنہون نے بیعت سے تخلف کیا تھا پس اُنہون نے بھی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ واقامۃ الحدود پر بیعت کی۔ پھر عوام کی بیعت لینے کے بعد

جمعہ ۲۰ ذی الحجہ ۳۵ھ

علی ابن ابیطالب نے خطبہ دیا"۔

ابن حجر نے صواعق محرقہ مین لکھا ہے :۔

سوم آنکہ آنجماعت بجانب علی شتافتند وگفت دست بکشا تا باتو بیعت کنیم۔ علی گفت شما اینرا

"رجوع بیعت بلکہ این امر برائے اہل بدر منوط است - ہر کس کہ ایشان باو راضی شوند آنکس خلیفہ باشد - آنگاہ از اہل بدر ہیچکس باقی نماند مگر آنکہ نزد علی آمدند گفتند ما احق و اولی از شما نمیدانیم - دست بکشا تا بیعت کنیم علی قبول کرد و با او بیعت کردند - مروان و ولد مروان فرار را بر قرار اختیار نمودند" -

"ابن سعد گوید بیعت علی وقت صبح روز دوم از قتل عثمان بود در مدینہ و جمیع اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم در مدینہ بودند با او بیعت کردند" "گفتہ اند کہ طلحہ و زبیر بیعت حضرت اسد اللہ الغالب علی را کارہ بودند و بعد از آنکہ بیعت کردند از مدینہ بیرون رفتند و بمکہ آمدند و چون عایشہ در مکہ بود او را برداشتہ بجانب بصرہ توجہ نمودند و طلب خون عثمان کردند"

"علی نزد زوجہ عثمان آمد و از وے سوال کرد کہ قاتل عثمان کہ بود گفت نمی دانم دو مرد آمدند کہ ایشان را نمی شناختم و محمد ابن ابی بکر با آن دو مرد ہمراہ بود و بیان آن واقعہ بتفصیل نزد علی نمود - آنگاہ علی کس را بطلب محمد ابن ابی بکر فرستاد چون حاضر شد از و سوال کرد از آنچہ زوجہ عثمان گفتہ بود گفت آنچہ او می گوید راست است و اللہ کہ من داخل بر عثمان شدم و ارادہ قتل او داشتم لیکن پدر من بر زبان راند و او را گذاشتم و تائب شدم بسوئے خدا و اللہ کہ او را نکشتم و نگاہ نداشتم - زوجہ عثمان گفت محمد ابن ابی بکر راست می گوید ولیکن او آن دو مرد را بخانہ آورد و باین تشنیع ترغیب فرمودہ"

صاحب روضۃ الاحباب کہتا ہے کہ بیعت سے "علی علیحدہ می داشت زیرا کہ اختلاف مشاہدہ می فرمود" اس مورخ نے بھی علی - نائلہ اور محمد ابن ابی بکر کی روایت کو ابن حجر کی طرح لکھا ہے - اور بیعت کے الحاح پر علی نے فرمایا ہے کہ "از حد شیخین تجاوز نہ کنم - میل بمحابا از من واقع نشود - فضل اہل بدر بشارت بجاہد ... بگیرم از بیت المال برائے خود تصرف نہ کنم و میان شما ترجیح نہ نہم" اسکے بعد خلافت کا عہدہ قبول کیا اور علی نے طلحہ و زبیر کے طلب قصاص کے جواب میں فرمایا ہے کہ خون عثمان میں جن سے متہم ہیں جب کسی کی نسبت گواہی سے تصدیق ہو تو ہم حکم دیں - اسی مورخ کے موافق بنی امیہ کچھ عایشہ کے پاس چلے گئے - کچھ شام کی طرف چلے اور کچھ مخفی ہو گئے - دوسرے دن بیت المال تقسیم کر دیا گیا - عثمان کی ذاتی جائداد اُنکے وارثوں پر تقسیم کی گئی اور حکومت کا مال علیحدہ کر دیا گیا -

اعثم کوفی زیادہ بیان نویس ہے اور مورخانہ تیز نگاہی سے واقعات دیکھتا ہے - اسکے نزدیک جب جنگ

اہل بدر کے نزدیک علی سے احق کوئی نہ تھا -

مروان بھاگا

بیعت کا وقت -

علی نے زوجہ عثمان سے قاتل کا نام پوچھا تھا اور نائلہ لاعلم تھی

محمد ابن ابی بکر کی طلبی

نائلہ محمد ابن ابی بکر کے قول کی تصدیق کرتی ہیں

علی بیعت لینے کی شرائط پیش کرتے ہیں -

ثبوت کے لیے تصدیق

بنی امیہ شام چلے گئے -

عثمان کا مال انکے وارثوں پر تقسیم ہوا -

طلحہ کا علی سے قبول خلافت کا اصرار۔

بیعت کی استدعا سے جناب امیر کے پاس آتے ہیں تو آپ انہیں طلحہ و زبیر کے پاس لیجاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ "اے ابوالحسن تو بدین کار اولی تری و خلافت حق تست بحکم سوابق جمیل و فضائل بسیار کہ تراست و شرف قرابت کہ با رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ داری" اور یہ سنکر جناب امیر نے فرمایا کہ "از ان می اندیشم کہ اگر این کار قبول کنم و در ان شروع نمایم مضایقتے و منازعتے ظاہر شود" یہ سنکر طلحہ نے بڑی زیر دستی "استغفر اللہ" کہی اور اسکے بعد زبیر سے بھی یہی معاملہ پیش آیا - اب جناب امیر مسجد رسول میں تشریف لائے یہاں علاوہ اور لوگوں کے ابو الہیثم - رافع بن رفاعہ - مالک بن عجلان - ابو ایوب - خالد ابن زید - اور خزیمہ ابن ثابت تھے - ان لوگوں نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:-

علی کو خدشہ تھا۔

بعض اصحاب کا عامۂ ناس سے مخاطبہ

"تم لوگ جانتے ہو کہ تمہارے ساتھ عثمان کا کیا طریقہ برتاؤ تھا - اب وہ گذر گیا - علی کی فضیلت کرامت اور قربت آفتاب سے زیادہ ظاہر ہے - جن علوم - محاسن اخلاق اور خوش خصلتی پر انکی ذات شریف حاوی ہے وہ شرح اور بیان سے مستغنی ہے انہیں دقائق حلال و حرام پر جیسا وقوف ہے اور ہمیں اور تمہیں ہر روز بلکہ ہر لحظہ اُسکے جو احتیاج پڑتی ہے اُسے جانتے ہو - اگر امورات خلافت کی انجام دہی کیلئے ہم علی سے زیادہ کسی کو فاضل پرہیزگار اور خدا ترس جانتے تو ہم اُسکی طرف اشارہ کرتے - لیکن گرچہ تمام روئے زمین پر ان خصائل حمیدہ کے لئے ہم علی سے زیادہ معتبر کسیکو نہیں پاتے - اب تم اس معاملہ میں کیا کہتے اور سوچتے ہو" - اسکے بعد "جملہ متفق اللفظ و المعنی گفتند کہ علی علیہ السلام راضی و مطیعیم و فرمانبردار بطوع و رغبت نہ باکراہ و اجبار این سخن میگوئیم - از سر ایقان و بصیرت نہ از وجہ تردد و تحیر" اور علی یہ سنکر پوچھتے ہیں کہ:-

بلا اختلاف رضامندی

علی کا سوال

"یہ جو کچھ تم کہتے ہو محض اپنی حسن رائے کی وجہ سے یا خدا تعالٰی کی جانب سے میرا حق واجب جانتے ہو؟ جواب دیا بلکہ ہم اس حق کو خدا تعالٰی کے حکم سے اپنے اوپر واجب جانتے ہیں" یہ سنکر فرماتے ہیں کہ:-

پھر سوچنے کا وقت دیتے ہیں۔

"اچھا آج جاؤ اور اسپر سوچکر کل پھر آؤ اور تم جو کچھ طے کرو گے اس طرح اُسکا انجام ہوگا"

دوسرے دن پھر لوگ جمع ہوئے اور آج پھر حکومت اور اختیار پر سنکر لینے والا اپنے ارادہ اپنے نفس پر اپنا اختیار رکھتا ہے جبکہ وہ کہتا ہے کہ

دوبارہ آگاہی۔

"ابھی کام کا آغاز ہے اور اسکا رشتہ تمہارے ہاتھوں میں ہے - قبل اسکے کہ کام تمہارے ہاتھ

چھوٹ جائے۔ خوب غور کر لو۔ تم جسے چاہو اور لائق سمجھو اُسے اختیار کرو۔ مین تمہارے موافق ہون اور مجھے کوئی جھگڑا اور مناقشہ نہین کرنا ہے" لیکن

عام آواز

از ہر گوشہ مسجد آواز برآمد کہ ما امروز ہم برانیم کہ دیروز بودہ ایم و در اہتمام مہم خلافت بر تو مزید نہ داریم بسعادت دست بیرون کن تا با تو بیعت کنیم"

اسوقت علی کا انداز

امیر المومنین علی علیہ السلام چون حال بران جملہ دید و سخن مہاجر و انصار برین منوال شنید۔

خاموش ایستاد"

اب اس مجمع مین کوئی نفس ایسا ذی نہ تھا جو علی کو اتمام حجت کے بعد اس کیفیت مین دیکھتا اور نہ کھچتا۔ دنیا کے تمام فصیحون کی خوش بیانی اس چپ کھڑے ہو جانیکی" ادا پر صدقے تھی۔ مین بیعت کی حالت کو علی الفظو نہین بیان کرکے ہنستا ہون اور روتا ہون۔ فرماتے ہین۔

علی اور بیعت کے وقت کی معذوری۔

" تمنے بیعت کے لئے میرا ہاتھ پھیلادیا۔ مین نے اُسے کھینچ لیا۔ تمنے میرا ہاتھ کھینچا۔ مین نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر تم میرے گرد ہو کر اس طرح ایک دوسرے کے مزاحم ہونے لگے جیسے کہ پیاسے اُونٹ اپنی آبگاہ ہو نپر وارد ہو کر ایک دوسرے کی مزاحمت کیا کرتے ہین۔ حتیٰ کہ میری نعلین کے تسمے ٹوٹ گئے۔ ردا میرے کاندھے سے گر پڑی۔ ضعیف آدمی اس ہلچل مین پس گیا اور لوگون کی خوشی کی اس بیعت مین یہ نوبت پہونچی کہ چھوٹے تو خوش ہوئے۔ کبیر السن بیچارے بیعت کے لئے آتے آتے راہ مین گر پڑے۔ بیمارون نے اُس بیعت کے مقام تک پہونچ کر رنج اُٹھایا اور اِس بیعت کے لئے لڑکیون تک نے اپنے گھونگھٹ اُلٹ دیئے""

اعثم کوفی کے موافق تقسیم بیت المال مین ہر شخص کو تین دینار ملے۔ جب مین کہہ رہا ہون کہ ہر شخص کو تین دینار ملے تو مین یہ سمجھا رہا ہون کہ امتیاز اُٹھا دیا گیا اور مساوات قائم کی گئی۔ نہ کسی کو خمس یا خمس الخمس دیا گیا اور نہ حکومت کی جائداد کسی جاگیر مین عطا ہوئی۔ مین اُن چہرون کے دیکھنے کے جو

مساوات کی تلخ تفریح

امتیاز کے عادی اور بڑی بڑی زمین پا کر رعونی نگاہ کے ہوگئے تھے کیا کچھ قربان نہ کرتا جو کچھ کر سکتا کہ انہون نے کس طرح تین دینار جیبی مین ڈالے ہونگے شکل سے مین امید کر سکتا ہون کہ بہت زمانہ کا

مساوات پر اعتراض اور علی کا جواب

سب سے بڑا مسخرہ ایکٹر اسکو فطری شان سے نباہ سکتا ہوگا۔ اور زمانہ یہ پہونچگیا تہا کہ مساوات کا برتا جانا قابل شکایت تہا اور وہ شکایت کرنے والے طلحہ و زبیر ہوتے جنہین علی جواب دیتے کہ یہ مساوات

بارہ مین جو تم ذکر کرتے ہو تو یہ ایک ایسا امر ہے جسمین مین نے اپنی رائے سے حکم نہین کیا نہ اپنی خواہش نفس سے اسکا مرتکب ہوا ہون بلکہ مین نے اور تم دونون نے اُس حکم کو پا لیا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لائے تھے جس سے اپ فارغ کر دیئے گئے... جسکی تقسیم سے خداوند عالم فارغ ہو چکا ہے اور اس بارہ مین اُسکا حکم نافذ ہو چکا ہے اب تمہارا اور تمہارے اغیار کا کوئی حق نہین کہ مجھے اس معاملہ مین معتوب کرین۔

ولید ابن عقبہ بنی ہاشم کی ہجو کرتا ہے اور فضل ابن عباس جواب دیتے ہین

روضۃ الاحباب کے موافق ولید ابن عقبہ نے آل ہاشم کی مذمت مین اشعار کہے اور فضل ابن عباس نے اُسکا جواب دیا کہ وکان ولی الامر بعد محمد - علی وفی کل موطن صاحبہ - وصی رسول اللہ حقا وصہرہ - واول من صلی وصادم جانبہ۔

عمار یاسر کی ایک صلاح اور علی کا جواب۔

اعثم کوفی کے موافق عمار یاسر اور اشتر نے امیر المومنین کی خدمت مین عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو وہ لوگ جو ابتک شریک بیعت نہین ہوئے ہین وہ بھی لائے جائین کہ انھین عذر نہو۔ لوگ اپنی صلاح کار کے لئے آپ سے بیعت کرتے ہین آپ بھی اپنے صلاح کار محفوظ رکھیئے۔ جناب امیر نے فرمایا کہ اے عمار اور مالک جسکو ہماری رغبت نہین ہے ہمین بھی اُسکی احتیاج نہین ہے۔ ہم آدمیونکو تم سے اچھا پہچانتے ہین۔ رہنے دو یا مجھے اپنی رائے پر چلنے دو۔ زیاد بن حنظلہ تمیمی نے جناب امیر کی تائید اور شرح مین کہا کہ ایسے لوگ جنسے باکراہ بیعت لیجائیگی اُسکا کوئی فائدہ نہوگا اگر وہ برغبت بیعت کرین تو مناسب ہے ورنہ اُنسے ہاتھ اُٹھالو۔

علی اور سعد ابن ابی وقاص

سعد ابن ابی وقاص نے کہا کہ مجھے کوئی شک نہین ہے کہ آپکی خلافت برحق ہے۔ مگر یہ بھی ہے کہ ہم سے ایک جماعت اس معاملہ مین آپ سے لڑے گی اگر آپ چاہتے ہین کہ ہم بیعت کرین تو ہمین ایک تلوار دیجے کہ اُسکے زبان اور دو ہونٹ ہون اور بات کرسکے اور حق و باطل مین فرق کرسکے۔ جناب امیر نے جواب دیا کہ مہاجر و انصار اور کافہ مسلمین سے کتاب اور سنت پر عمل کرنیکی شرط ہے اگر تمہین خواہش ہو تو بیعت کرو ورنہ گھر مین بیٹھو کہ ہم تمہین کسی امر پر مجبور نہ کرینگے۔

علی بنی امیہ سے وجہ مخالفت پوچھتے ہین۔

جناب امیر نے مروان ابن حکم۔ سعید ابن العاص اور ولید ابن عقبہ کو طلب کیا اور اُنسے تخلف کی وجہ دریافت کی ولید نے کہا۔

جواب

"اے ابو الحسن ہم آپ سے کس امید پر بیعت کرین اور کس آنکھ سے دیکھین۔ آپنے ہماری پر و بال کو نوچا اور ہمارے سینہ کو کینہ سے بھر دیا۔ ہمارے باپ کو بدر مین قتل کیا اور عثمان کو جو خلیفہ اسلام تھے

غوغا مین چھوڑ دیا اور مدد نہ کی یہانتک کہ وہ قتل ہوگئے۔ سعید ابن العاص کے باپ کو بھی جو بنی امیہ کا سردار تھا بدر مین قتل کیا اور مروان ابن حکم کے باپ کو جب عثمان مدینہ مین لائے تو آپ نے کہا جو کچھ کہا۔ عثمان کی رائے کو ضعیف اور غلط سمجھا۔ ہم نے تینون آدمیون کے حال کو بتا دیا اب ہم کس طرح بیعت کرین اور کس دل سے آپ کو دوست رکھین۔ اور اگر بیعت کرنی ہی ہوگی تو اس شرط سے بیعت کرینگے کہ قاتلان عثمان کو قتل کیجیے اور اگر ہم سے کوئی سہو اور خطا ہو تو اُسے معاف کیجیے اور اگر آپ سے ہم اپنے ابن عم معاویہ کے پاس شام جانے کی اجازت طلب کرین تو اجازت دیجیے اور منع نہ کیجیے"۔ جناب امیر نے فرمایا کہ تمہارا مجھسے کینہ رکھنا بحق نہین ہے وہ حکم خدا تھا اور مروان کے باپ کے حق مین بھی مین نے کوئی ناحق بات نہین کہی اور کشندگان عثمان کو اگر آج قتل کر سکون تو کل پھر نہ اُٹھا رکھونگا۔ مین تمہارے خوف کو دور کرتا ہون۔ ان لوگون نے بیعت کی اور چلے گئے۔

علی کا جواب

لیکن جناب امیر کو انکے بے اطمینانی کی خبرین پہونچتی رہین یہانتک کہ ایک دن مروان ابن حکم کے چند شعر پڑھے گئے جو اُسنے بیعت کی عدم رضامندی اور اپنے تردد کی حالت کے متعلق کہے تھے۔

مروان کے اشعار

جناب امیر نے ان لوگون کو پھر طلب کیا اور فرمایا کہ اگر تملوگ یہان ڈرتے ہو تو تمہین اجازت ہے کہ جہان چاہو چلے جاؤ۔ یہ لوگ یہہ کہکر واپس ہوئے کہ ہمین اطمینان ہوگیا ہم اب مدینہ ہی مین رہینگے۔ چند روز نہ گذرے تھے کہ مروان نے پھر شعر کہے جنکا مفہوم یہ تھا کہ قاتلان عثمان مدینہ مین بعافیت بسر کر رہے ہین علی دیکھتے ہین اور خاموش ہین۔ مسلمانون نے مروان سے بازپرس چاہی لیکن جناب امیر نے منع فرمایا۔

اس زمانہ مین امیر شام بنی امیہ کا حال دریافت کرتا تھا یہانتک کہ مدینہ کا ایک شخص جسکا نام حجاج بن خزیمہ تھا شام گیا اور اُسنے یہ کہنے کے بعد کہ "علی سے اشراف حجاز۔ اعیان یمن اور اکابر و معارف مصر بیعت کر چکے اور ابتک اہل بصرہ نے بھی بیعت کر لی ہوگی۔ کہا۔ اس وقت شام مین تیرے پاس جس قدر لشکر اور سامان ہے وہ علی سے بہت زیادہ ہے ابھی اُنکا انتظام جما نہین ہے کہ وہ مدینہ سے جنبش کر سکین۔ لشکر تیرے موافق ہے۔ تھوڑا سا یکدل اور موافق لشکر اُس فوج پر غالب آجاتا ہے جو موافق نہ ہو اگرچہ عدد مین زیادہ ہو حالانکہ تیرا لشکر خود علی کے لشکر سے زیادہ ہے۔ اگر تو علی سے مخالفت کرنا چاہتا ہے تو اسکے قبل جنگ کر کہ اُنہین قوت پیدا ہو جائے۔ جب وہ اپنا انتظام کر لین گے تو ہمین یقین ہے کہ وہ عراق و حجاز پر بغیر شام کے راضی نہ ہونگے۔

معاویہ اور حجاج ابن خزیمہ۔

خزیمہ کی تقریر سنکر جو گویا معاویہ کے دل کی باتین کہہ رہا تھا معاویہ نے اُسکی تعریف اور عثمان کی مدد نہ کرنےکی

مغیرہ ابن شعبہ کو معاویہ کے اشعار سے انکا خیال معلوم ہوا۔

شرمندگی ظاہر کی عثمان کے غم مین شعر کہے اور یہ اشعار مدینہ مین پہونچے اور مغیرہ ابن شعبہ کو معلوم ہوئے اور آپ جناب امیر کے پاس حاضر ہوکر بقول ابن خلدون کہا کہ جب تک حکومت و خلافت کو استقلال حاصل نہو اسوقت تک عمال عثمان کو برقرار رکھو بعد استقلال استقرار حکومت جسکو چاہنا معزول و تبدیل کرنا۔ علی ابن ابی طالب نے اس سے انکار کیا" اور اسکے بعد اسی مورخ کے موافق "چونکہ مغیرہ ابن شعبہ نے نصیحت کی تھی اور علی ابن ابیطالب نے اسکو قبول نہ کیا تھا اسوجہ سے ناراض ہوکر مکہ چلا آیا"

مغیرہ علی کو صلاح دیتا ہے اور علی قبول کرنے سے انکار کرتے ہین۔

مورخین نے اہتمام کیا ہے کہ ابن عباس کو بھی مغیرہ ابن شعبہ کا ہمخیال بنا دین اور ابن خلدون نے ایک بھلا چنگا مکالمہ درج کر دیا ہے جسمین ابن عباس علی کو یہ صلاح دیتے ہین کہ " واللہ اگر تم میرے کہنے پر عمل کرو تو مین تمکو ایسے راستہ پر چلا دون کہ وہ انجام کار پر غور ہی کرتے رہجائین اور پیش افتادہ امور انکو نہ سوجھ پڑین" ہم نہین جانتے کہ یہ سچ کہا یا نہین کہ جبتک وہ سمجھین ہم پھر ایسا ہی ایک امر اور پیش کر دین۔ علی کا یہ جواب خوش ذائقہ ہے کہ "مجھمین نہ تمہاری خصلتین ہین نہ معاویہ کی"

ابن خلدون کو یہ بھی کہنا ہے کہ "مروان اور بنی امیہ شام کی طرف بھاگ کر چلے گئے۔ علی ابن ابیطالب قریش کو خروج سے نہ روک سکے۔ تیسرے دن اعراب کو انکے بلاد کی طرف واپس جانیکا حکم دیا۔ انلوگون نے اس سے انکار کیا اور اسکے ساتھ سبئیے نے فتنہ و فساد کی آمادگی ظاہر کی اس اثنا مین طلحہ و زبیر آئے اور کہا ہمکو آپ کوفہ و بصرہ جانیکی اجازت دیجیے تاکہ لوگون کے منتشر خیالات کو ہم مجتمع کرین۔ علی ابن ابیطالب نے کسی مصلحت سے انکو روک لیا"

طلحہ و زبیر بصرہ اور کوفہ جانیکی اجازت مانگتے ہین

علی حصول اجازت کی غرض بتا دیتے ہین۔

اعثم کوفی کے موافق جب طلحہ و زبیر نے جناب امیر سے عمرہ کیلئے مکہ جانیکی اجازت طلب کی تو امیرالمومنین نے انکی تمام دلی ارادے بتا دیے اور "ایشان سر در زیر افگندہ بودند" اور اسکے بعد واشنگٹن آروینگ کے لفظون مین "ایسی حالت مین کہ لب پر تقوی اور دل مین مکر تھا یہ عایشہ سے جاملے جو مخالفت کے لئے تیار تھین" اسی مورخ کے موافق شب کو یہ واقعہ گذر چکا تھا کہ جناب امیر کسی راستے سے تشریف لا رہے تھے اور جب زینب بنت ابوسفیان کے گھر کے قریب پہونچے تو سنا کہ کوئی دف پر شعر گا رہا ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ "طلحہ و زبیر نے عثمان کے قتل مین کوشش کی اور فتنہ کھڑا کیا اگر آج علی کی بیعت کی ہے تو اسکی کوئی اصل نہین ہے آخر مین مخالفت کرینگے ظاہر مین دوست ہین اور باطن مین دشمن ہین"

زینب بنت ابوسفیان کے اشعار۔

حضرت عایشہ مکہ معظمہ سے حج کرکے واپس آ رہی تھین اور جب مقام سرف مین پہونچین تو بقول ابن خلدون

ایک شخص عبید بن ابی سلمہ سے ملاقات ہوئی دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ عثمان شہید ہو گئے اور لوگوں نے علی کی خلافت کی بیعت کی ہے۔ ام المومنین عائشہ نے ارشاد کیا واللہ عثمان مظلوم مارے گئے ہیں میں اُنکے خون کا معاوضہ لونگی۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں اور اس سے پیشتر آپ کیا کہتی تھیں جواب دیا بیشک ان لوگوں نے پہلے عثمان سے توبہ کرائی پھر انکو شہید کیا غرض ام المومنین عائشہ صدیقہ اُس مقام سے لوٹ کر مکہ واپس آئیں لوگوں کا ایک مجمع ہو گیا ۔ ۔ ۔ ۔ عبداللہ ابن عامر حضرمی (عثمان کی طرف سے مکہ کا عامل تھا) بولے میں سب کے پہلے خون عثمان کا بدلہ لینے والا ہوں۔ اس کلام کے تمام ہوتے ہی بنی امیہ نے (جو بعد شہادت عثمان مکہ کی طرف بھاگ گئے تھے) سمعاً و طاعۃً آمادگی ظاہر کی از انجملہ سعید ابن العاص۔ ولید ابن عقبہ وغیرہ تھے۔ اس عرصہ میں عبداللہ ابن عامر بصرہ سے اور یعلی بن منیہ یمن سے چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ دینار لیکر مکہ میں آئے بعد ازاں طلحہ و زبیر مدینہ سے وارد مکہ ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔ ام المومنین عائشہ نے کہا ہمارے ساتھ انکی طرف خروج کرو۔ حاضرین میں سے بعضوں نے رائے دی کہ شام کی طرف چلنا چاہیئے اسپر ابن عامر بولے شام میں معاویہ ہیں وہ اسکے لئے کافی ہیں بصرہ کی طرف چلو میری وہاں بات بنی ہوئی ہے اور لوگوں کا رجحان طلحہ کی جانب ہے۔ لوگوں نے بصرہ سے ابن عامر کے چلے آنیکو نیز مستحسن سمجھکر بصرہ کے طرف جانے پر اتفاق کر لیا۔ ۔ ۔

کوئی حضرت عائشہ کے تغیر پر اعتراض کرتا ہے

مخالفین علی کا مجمع اور مرکز۔

ام المومنین حفصہ نے ہمراہی کا قصد کیا لیکن اپنے بھائی عبداللہ ابن عمر کے کہنے سے رُک گئیں۔ غرض ابن عامر اور یعلی ابن منیہ نے اپنے مال و اسباب سے قافلہ کی روانگی کا ساز و سامان درست کیا اور یہ ندا کرادی کہ ام المومنین عائشہ اور طلحہ و زبیر بصرہ کی طرف جا رہے ہیں پس جو شخص اسلام کی ہمدردی کرنا اور خون عثمان کا بدلہ لینا چاہتا ہو اور اُسکے پاس سواری نہ ہو وہ اسے اُسکو سواری دیجائیگی ۔ ۔ ۔ ۔ جب نماز کا وقت آیا تو مروان نے اذان دی اور طلحہ و زبیر کے پاس آکر کہا تم دونوں میں سے امامت کس کے سپرد کی جائے۔ ابن زبیر نے کہا میرے باپ کو۔ ابن طلحہ بولے میرے باپ کو۔ ام المومنین عائشہ نے یہ سنکر مروان کے پاس کہلا بھیجا کہ کیا تم ہمارے کام کو درہم و برہم کیا چاہتے ہو امامت میرا بھانجا عبداللہ ابن زبیر کرے گا"

ڈگڈگی پیٹ دی گئی

امامت نماز کا جھگڑا۔

اعثم کوفی کہتا ہے کہ جب عائیشہ نے سنا کہ "عثمان قتل ہو گئے" تو پوچھا کہ پھر اسکے بعد کیا ہوا کہا علی سے بیعت کیگئی۔ عائیشہ نے کہا۔ کاش آسمان پھٹ پڑتا کہ یہ بُرا دن نہ دیکھتی۔ اور عبید نے کہا کہ "اے ام المومنین یہ اچھا نہیں کرتی ہو کہ لوگوں میں شورش پیدا کر رہی ہو۔"

حضرت عائشہ کا کام علی کی بیعت کی خبر اور حضرت عائشہ پر اثر

روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب عبید بن سلمہ نے عائشہ سے خون عثمان کا دعوی سُنا تو کہا کہ کیا تمہیں انکی شان

عبید نے حضرت عائشہ کو اُنکا فتویٰ یاد دلایا

مین " اقتلوا نعثل فانہ قد کفر" نہین کہتی تہین۔ اور جب عائشہ نے حضرت ام سلمہ کو بہی اپنے موافق بنانا چاہا تو اُنکے "تعجب کی آواز گھر کے ہر شخص نے سنی" اور اُنھون نے کہا کہ اے دختر ابوبکر کیا تو نے رسول کی یہ حدیث نہین سُنی کہ " علی خلیفتی علیکم فی حیاتی و فی مماتی فمن عصاہ فقد عصانی" اور عائشہ نے تصدیق کی لیکن عبداللہ ابن زبیر کی محبت سے پھر اپنا خیال بدل دیا۔

طلحہ و زبیر کب علی کے منکر ہوئے۔

اسی مورخ کے موافق طلحہ و زبیر نے بیعت سے اُسوقت انکار کیا جبکہ ریاست بصرہ و کوفہ نہ دیگئی۔ اور عبداللہ ابن عامر کریز نے یہ سمجھکر کہ علی اُسے نکال دینگے بصرہ مین برافروختگی پیدا کرنیکا قصد کیا اسپر جاریہ ابن قدامہ سعدی نے جواب دیا کہ تو بہ اکراہ حاکم ہوا ہے اِس لئے کہ عثمان نے تجھے یہان بہیجا تہا اب اگر علی تجھے نکال دینگے تو ماخوذ ہوگا۔ یہ سنکر بصرہ سے بھاگا اور طلحہ سے ملا۔

اعثم کوفی نے بہی بالکل یہی لکہا ہے اور جب ابن عامر طلحہ کے پاس آیا تو آخرالذکر نے کہا کہ " تو کیون آیا کہ بصرہ کا مال ہاتہ سے جاتا رہا تجھے اس قدر صبر کرنا چاہیے تھا کہ ہم پہونچ جاتے" اور ثعلبہ ابن مخیط نے بہی ایسا ہی کہا۔

معاویہ کے اشعار اور عایشہ۔

اِسی مورخ کے موافق جب معاویہ نے سُنا کہ عایشہ اور انکے رفقا شام کا قصد رکھتے ہین تو اُسنے چند شعر لکہکر مکہ مین بہجوا دیے کہ وہ لوگ ادہر آنیکا ارادہ فسخ کر دین۔ اگرچہ اپنا نام ظاہر نہین کیا۔ عایشہ اور ام سلمہ سے گفتگو ہو چکنے کے بعد ابن زبیر نے حضرت ام سلمہ سے کہا:۔

ابن زبیر اور حضرت ام سلمہ

" اے ام سلمہ ہمنے اپنے بارہ مین تمہاری دشمنی دیکہی ہے اور جانتے ہین کہ ہمین دوست نہ رکھوگی۔ حضرت ام سلمہ نے جوابدیا:۔

" اے ابن زبیر آیا تیرے نزدیک یہ مصلحت ہے کہ مہاجر و انصار اور اشراف صحابہ علی کو جو مسلمانون کے والی ہین چھوڑکر تیرے باپ سے بیعت کرینگے۔ تجھے اور تیرے باپ کو جو یہ فتنہ کھڑا کر رہا ہے یقین کرنا چاہیے کہ اِس سے کوئی مطلب نہ نکلیگا" ابن زبیر نے کہا:۔

" ہمنے کبھی رسول سے یہ نہین سنا کہ علی مسلمانون کے والی ہین" حضرت ام سلمہ نے فرمایا:۔

" اگر تو نے نہین سُنا تو تیری خالہ نے جو یہان بیٹھی ہے سُنا ہوگا اُس سے پوچھ لے مین بالمشافہ کہہ رہی ہون کہ آیا رسول نے یہ نہین کہا ہے کہ " علی میرا خلیفہ ہے میری زندگی مین اور میری وفات کے بعد۔ اے عایشہ تم نے رسول سے یہ سُنا ہے یا نہین اور گواہی دوگی یا نہین" عایشہ نے گواہی دی اور تصدیق کی۔

حضرت عایشہ کے متعلق ایک مشہور حدیث۔

اسکے بعد حضرت عایشہ سے حضرت ام سلمہ نے وہ مشہور حدیث بیان فرمائی جسے عامہ مورخین نے نقل کیا ہے

کہ " اے عائشہ ہرگز تو وہ عورت نہونا جسے دیکھکر اب جواب کتّے بھونکیں "

مولف تاریخ الاسلام مولوی عباسی صاحب گورکھپوری کو اقرار ہے کہ " ایک بڑی فساد کی بنیاد عائشہ کی ذات سے قایم ہوئی "

مورخ تاریخ الاسلام اور حضرت عائشہ کی روش

کوفہ کا یہ حال تھا کہ جناب امیر کے خلیفہ ہونیکی خبر پہونچی تو لوگ ابو موسیٰ کے پاس آئے اور اُس سے پوچھا کہ تو کیون علی کی بیعت نہین لیتا اُس نے جواب دیا کہ ہم ابھی توقف کرتے ہین دیکھین اسکے بعد کیا ہوتا ہے۔

اہل کوفہ اور ابو موسیٰ

ہاشم بن عقبہ بن ابی وقاص نے یہ سُنکر کہا:۔

" اب تجھے کیا خبر ملیگی۔ عثمان قتل کئے گئے اور مہاجر و انصار خاص و عام نے علی سے بیعت کی۔ اس سے نہ ڈر کہ اگر تو علی سے بیعت کریگا تو عثمان اُس جہان سے واپس چلے آئینگے "

یہ کہکر اُس نے اپنے داہنے ہاتھ مین بایان ہاتھ لیا اور کہا:۔

" بایان ہاتھ میرا ہے اور داہنا علی کا ہے مین نے علی سے بیعت کی اور اُنکی خلافت پر راضی ہوا "

اب ابو موسیٰ کوئی عذر نہ کرسکا اور اسنے اور اسکے بعد تمام اہل کوفہ نے بیعت کی۔

اہل یمن نے جناب امیر کی خلافت کا ذکر سُنکر برسم تہنیت مدینہ کا قصد کیا اور انکا استقبال کیا گیا

اہل یمن اور بیعت۔

جناب امیر نے اپنے جو عمال روانہ کئے اُسکا حسب ذیل نتیجہ ہوا۔

عثمان ابن حنیف بصرہ بھیجے گئے اور حکومت اپنے ہاتھہ مین لی۔

عمارہ ابن شہاب کوفہ بھیجے گئے۔ راہ مین طلحہ ابن خویلد نے کہا کہ ہم بجز ابو موسیٰ کے کسی کو نہین چاہتے تم جاؤ نہین تو قتل کر ڈالین گے۔ یہ واپس ہوئے۔

عبید اللہ ابن عباس یمن گئے اور اختیار اپنے ہاتھہ مین لیا۔

قیس ابن سعد مصر گئے اور جناب امیر کا فرمان پڑھا۔ کچھہ نے ساتھہ دیا۔ کچھہ نیوٹرل رہے۔ کچھہ نے عثمان کا قصاص طلب کیا۔

سہیل ابن حنیف شام جارہے تے انہین تبوک مین چند سوار ملے اور کہا کہ اگر تمھین عثمان کے علاوہ کسی نے بھیجا ہو تو واپس چلے جاؤ۔

ابن خلدون کے موافق علی نے سبرہ جہنی کے ہاتھ معاویہ کے پاس خط بھیجا اُس نے تین مہینہ تک کوئی جواب نہ دیا۔ اسکے بعد قبیصہ عبسی کے ہاتھہ ایک سر بمہر خط روانہ کیا جس کا عنوان تھا " من معاویہ الی علی "

جناب امیر کا خط معاویہ کے نام۔

اور جب لفافہ چاک کیا گیا تو اسمین کوئی خط نہ تھا۔ علی نے قاصد کی طرف دیکھا اور اس نے کہنا شروع کیا:-

معاویہ کا قاصد شام کا حال بتاتا ہے۔

"مین شام مین ایسے لوگون کو چھوڑ آیا ہون جو سوائے رو کنے کے کسی طرح راضی نہ ہونگے۔ مین نے ساٹھ ہزار شیخ کو دیکھا ہے کہ وہ عثمان کے قمیص خون آلودہ پر رو رہے ہین جو اسی غرض سے جامع دمشق کے منبر پر رکھا ہے"

اعثم کوفی مین اس قدر زیادہ ہے کہ پہلے وہ شیطان پر لعنت کرتے تھے اب قاتلان عثمان پر لعنت کرتے ہین

جناب امیر کا ایک صحابی

جناب امیر نے پوچھا کہ اور وہ لوگ قتل عثمان سے کسے متہم کرتے ہین۔ قاصد نے کہا تمہین۔ یہ سنکر حلیہ بن نمر العبسی نے کہا "تو عجب بے شرم ہے کہ امیر المومنین اور مہاجر و انصار کو اُس جرم مین متہم کرتا ہے جو اُنھون نے نہین کیا۔ اگر جہال کی کوئی جماعت عثمان کے کُرتے پر روتی ہے تو نہ وہ کُرتہ پیراہن یوسف ہے اور نہ وہ رونا گریہ یعقوب ہے اگر قتل عثمان پر رونا تہا تو اُسوقت مدد کیون نہ کی جب مدد طلب کرتے تہے"

سکونت عراق کا خیال

ابن خلدون کے موافق اب جناب امیر نے شام کی طرف روانگی کے لئے تیار ہو جانیکا حکم دیا۔ اعثم کوفی کے موافق ابو ایوب انصاری کی صلاح نہ ہوئی اور جناب امیر نے فرمایا کہ خزانہ اور لشکر کے لحاظ سے ہمکو عراق مین رہنا چاہئے اِس سے ہم شام کی طرف سے مطمئن رہینگے تاہم جناب امیر نے کچھہ دنون کے لیے یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔ اور مختلف مقامات پر عمال روانہ کئے۔ اسکے بعد جب ہر طرف سے شورشون کی خبر آنے لگی تو

دیگر عمال کی روانگی۔

فرمایا:-

شورش کے متعلق خیال

"جسکا مجھے اندیشہ تہا وہ ظاہر ہوا اور لوگ مخالفت کرنے لگے۔ فتنہ کی مثال آگ کی ایسی ہی کہ بھڑک اُٹھنے کے بعد شعلے زیادہ ہوتے جاتے ہین۔ جہان تک میرے امکان مین ہی مین اِس فتنہ کے فرو کرنے اور اس آگ کے بجھانے مین کوشش کرونگا۔ اگر حالت درست ہوگئی تو خیر ورنہ بجز جنگ کے چارہ نہوگا"

حضرت ام سلمہ کا خط جناب امیر کے پاس آیا۔

جناب امیر ان افکار مین مبتلا تہے کہ اُنھین حضرت ام سلمہ کا خط ملا جسمین مکہ کے حالات کی خبر اپنے فرزند عمر ابن سلمہ کے ہاتھہ روانہ کی تہی اور لکھا تہا کہ "اگر جناب رسالتمآب نے عورتون کو گھر سے باہر نکلنے کو منع نہ کیا ہوتا تو مین بہی تمہارے لشکر کے ساتھہ اُس طرف حرکت کرتی جدہر تم جاتے مین اپنے فرزند کو بھیجتی ہون یہ آپکا تابع فرمان رہیگا"

ام الفضل کی اطلاع

اسیطرح اُم فضل بنت الحرث ام عبد اللہ ابن عباس نے قبیلہ جہینہ کے ظفر نامی ایک شخص کی زبانی عایشہ کی

خروج کی خبر امیر المومنین کے پاس پہنچی۔

طلحہ وزبیر کی مخالفت سنکر آیندہ کی مصلحت ظاہر کرتے ہین۔

بقول ابن خلدون جب اس خروج کی خبر معلوم ہوئی تو جناب امیر نے خطبہ مین فرمایا کہ "بلاشبہہ طلحہ وزبیر وعایشہ نے میری خلافت وامارت کے درہم وبرہم کرنے پر درپردہ اتفاق کرلیا ہے اور بظاہر لوگون کو اصلاح کی طرف بلایا ہے اور مین تحمل کرونگا جب تک تمہاری جماعت پر مجھے کسی امر کا اندیشہ ہوگا اور مین رکا رہونگا اگر وہ لوگ رُکے رہے" اعثم کوفی کے موافق منجملہ اور اموروات کے جناب امیر نے محمد ابن ابی بکر سے فرمایا کہ "سنتے ہو تمہاری بہن نے کیا ارادہ کیا ہے" اور انھون نے کہا "اے امیر المومنین مسلمان آپ کے موافق ہین خدا آپ کو فتح دیگا"

ابن عثمان کو خلیفہ بنانے کے متعلق طلحہ وزبیر سے سوال اور اسکا جواب

ایک اور دلچسپ واقعہ یہ تھا کہ بقول ابن خلدون سعید ابن العاص "طلحہ وزبیر کے پاس آئے اور کہا۔ اگر تم فتحمند ہوگے تو کس کو صاحب الامر بناؤگے جواب دیا ہم دونون مین سے جسکو لوگ منتخب کرینگے۔ سعید نے کہا نہین بلکہ عثمان کے لڑکے کو حکومت دینا کیونکہ تم لوگ خون عثمان کا معاوضہ لینے کو نکلے ہو۔ جواب دیا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اکابر وشیوخ مہاجرین کو چھوڑکر ان لڑکون کو حاکم بنائین۔ سعید بولے مین گمان کرتا ہون کہ ایسی حالت مین مین کوشش نہ کرسکونگا مگر یہ کہ بنی عبد مناف سے حکومت نکالنے کی کوشش کیجائے۔ طلحہ وزبیر نے اسکا کچھہ جواب نہ دیا سعید لوٹ کھڑے ہوئے انکے لوٹتے ہی عبد اللہ ابن خالد ابن سعید اور مغیرہ ابن شعبہ اور جو لوگ اسکے ہمراہ قبیلہ ثقیف کے تھے واپس ہوئے اور طلحہ وزبیر بقیہ لوگون کو ہمراہ لئے ہوئے آگے بڑھے انکے ہمراہ ابان وولید پسران عثمان تھے،،

حضرت عایشہ کا خط بعض روسائے بصرہ کے نام اور اسکا جواب۔

حضرت عایشہ اپنی "اصلاح" کے لشکر کے ساتھہ بقول ابن خلدون اب جواب پر ایک شبانہ روز شہرین تھین کہ لشکر مین علی پہونچ گئے "تا غل اُٹھا اور سبھون نے "نہایت تیزی سے بصرے کا رُخ کیا" اور روسائے بصرہ کو جنکے نام احنف ابن قیس اور صبرہ بن شیمان وغیرہ ہین مدد کے لئے خط لکھا۔ احنف وغیرہ نے اُلٹے اُنھین کو الزام دیا اور انکی شرکت نہ کی۔

علی کا عامل

عثمان ابن حنیف کو جب خبر معلوم ہوئی تو اسنے ابوالاسود وغیرہ کو عایشہ اور طلحہ وزبیر کے پاس دریافت حال کے لئے بھیجا اور اگرکسی نے اپنے آنیکی غرض "اصلاح" بتائی توکسی نے "انتقام خون عثمان" بتایا اور اگرچہ انھین بیعت شکنی کا الزام دیا گیا لیکن یہ اِنکے لئے کافی نہ تہا۔ عثمان ابن حنیف نے سُنکر کہا "برب کعبہ اسلام کی چکّی چلی"۔ ونیز یہ کہ "مین اِنکو روکونگا تا آنکہ امیر المومنین علی آئین"،،

حضرت عایشہ مربد تک آپہونچین۔ عثمان ابن حنیف مقابلہ کو پہونچ گیا اور طلحہ وزبیر نے اپنی اپنی صف سے

نکلکر خون عثمان کے انتقام کے لیئے اُبھارنے مین فصاحت کا کوئی گُر نہ بے چھوئے نہ چھوڑا - اور حضرت عائشہ نے بھی الیسی کوشش کی جاریہ ابن قدامہ سعدی نے بقول عامہ مورخین کہا:۔

جاریہ ابن قدامہ اور حضرت عائشہ۔

"اے ام المومنین واللہ عثمان کا قتل ہونا زیادہ پسندیدہ تھا اس سے کہ تم اس ملعون اونٹ پر سوار ہوکر لڑائی کے لیئے مکان سے نکلتین - تمہارے لیئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے پردہ و حرمت تھی تم نے پردہ کی ہتک کی اور حرمت کو مباح کیا اور بیشک جو شخص تم سے لڑا چاہتا ہو اُسکا قتل کرنا مناسب ہے بس اگر تم اپنی طبیعت سے آئی ہو تو بہتر ہے کہ اپنے مکان پر واپس جاؤ اور اگر بہ جبر و اکراہ آئی ہو تو اللہ تعالےٰ سے استعانت چاہو اور لوگون سے واپس چلنے کو کہو"۔

جنگ اور التوا

فریقین مین خوب جنگ آزمائی ہوئی آخر مین تھککر صلح کی اور ہتھیار روک رکھنے کا معاہدہ ہوا طلحہ و زبیر نے عثمان سے شہر خالی کرنے کو کہا مگر اسنے انکار کیا اور بقول ابن خلدون "طلحہ و زبیر نے لوگون کو مجتمع کیا اور شب تاریک مین بعد نماز عشا مسجد کیطرف آئے - عبدالرحمن بن عتاب نے بڑھکر حملہ کیا تلوار ونکی جھنکار سے مسجد گونج اُٹھی تقریباً چالیس آدمی اُسوقت مسجد مین موجود تھے لڑائی ہوئی مارے گئے بالآخر عثمان بن حنیف کے گھر مین گھُس کر اُسکو نکال کر طلحہ و زبیر کے پاس لائے اس حالت مین کہ اُسکے چہرے کے کل بال نوچ ڈالے گئے تھے" - اِسی مورخ کے موافق بعض کے نزدیک عثمان ابن حنیف کی گرفتاری نماز پڑھانے کی حالت مین عمل مین آئی اور عائشہ نے انھین مارنے اور شہر بدر کرنے کا حکم دیا - مجاشع ابن مسعود اِسکے لیئے مامور کیا گیا۔

عہد کے بعد مسجد پر شبخون اور ابن حنیف کے ساتھ برتاؤ۔

(ابن خلدون)

بصرہ مین داخل ہوکر طلحہ نے کہا "اے اہل بصرہ توبہ گناہ کے لیئے ہم چاہتے تھے کہ امیرالمومنین عثمان کو راضی کرلین اِس اثنا مین کمینون بلوائیون نے بلوہ کرکے انکو شہید کر ڈالا حاضرین نے طلحہ کو مخاطب کرکے کہا ہمارے پاس تو تمہارے خطوط اِسکے خلاف آتے تھے - زبیر بولے ہمنے یقیناً ایسے خطوط نہ لکھے ہونگے"!

طلحہ اپنے خطبہ مین جھٹلائے گئے۔

جناب امیر نے کوچ کیا

امیرالمومنین نے مدینہ پر ابن عباس یا سہیل ابن حنیف کو اور مکہ پر قثم ابن عباس کو اپنا نائب کرکے کوچ فرمایا - اسوقت کی ترتیب لشکر کے موافق حسین افسر میسرہ تھے۔

حسین سردار میسرہ

زبدہ مین قبیلہ طے اور اسد نے شرف قدمبوسی حاصل کیا اور رکاب مین چلنے کو عرض کیا - آپ نے فرمایا اپنے اقرار پر تملوگ ثابت و قایم رہو مہاجرین کافی ہین - اسی مقام پر ایک شخص شیبانی کوفہ سے آیا آپنے اُس سے ابوموسیٰ کو دریافت فرمایا اُسنے جواب دیا - اگر صلح کا قصد رکھتے ہو تو وہ تمہارا ہمراہی ہے اور اگر قصد

جنگ ہے تو وہ تمہارا شریک نہین ہے - آپنے فرمایا واللہ ہمارا قصد سوائے صلح کے اور کسی امر کا نہین ہے جب تک
ہم پر کوئی وقوعہ نہ ہو" راہ مین عثمان ابن حنیف وغیرہ کے واقعہ کی خبر معلوم ہوئی - ذی قار مین قبیلہ بکر ابن
وائل نے حاضر ہو کر ہمراہی کے لئے گذارش کی اور آپنے متذکرہ صدر جواب دیا -

ابو موسیٰ کا خیال

امیر المومنین نے محمد ابن ابی بکر اور محمد ابن جعفر کو کوفہ روانہ کیا تہا - ابو موسیٰ نے انھین جواب دیا کہ
"لڑائی کے لئے خروج کرنا دنیا کی راہ ہے اور بیٹھ رہنا آخرت کی . . . . واللہ عثمان کی بیعت میری گردن مین ہے
اور علی کے گردن مین بھی ہے - اگر لڑائی ضروری امر ہے تو قاتلین عثمان سے جہان کہین ہون لڑنا چاہئے"
یہ واپس گئے جناب امیر نے مالک اشتر اور ابن عباس کو روانہ کیا یہ بھی واپس آئے اور اب جناب
امیر نے حسن اور عمار کو روانہ کیا ابو موسیٰ نے عمار سے کہا "اے ابو الیقظان تم نے امیر المومنین کی
مخالفت مخالفین کے ساتھ ہو کر کی اور اپنی ہمراہی کو فجار کے ساتھ جائز رکھا" . . . . " پھر زید بن صوحان

حضرت عائشہ کے خطوط

مسجد مین ام المومنین عائشہ کا ایک خط اپنے نام کا اور ایک بنام اہل کوفہ لئے ہوئے آئے اور اُن کو
بمواجہہ حاضرین علی سبیل الانکار پڑھا (نوٹ مین لکھا ہے :-
"ہر دو خطوط کا مضمون کا یہ تھا کہ اس زمانہ مین تم لوگ کسی کی مدد نہ کرو اپنے اپنے مکان مین بیٹھے رہو یا ہماری
نصرت پر آمادہ ہو ہم خون عثمان کا معاوضہ لینے کو آئے ہین") ابو موسیٰ یہ کہتے جاتے تھے کہ میری اطاعت
کرو اور عرب کے ٹیلون مین سے ایک ٹیلہ بن جاؤ تاکہ مظلوم تمہارے سایہ مین آکر پناہ گزین ہون

زید ابن صوحان اہل کوفہ کو علی کی مدد کے لئے اُبھارتے ہین

زید بن صوحان نے کھڑے ہو کر کہا - ای عبد اللہ ابن قیس! فرات کو لوٹا دو جس طرف سے بڑھکر
آتا ہے اور امیر المومنین و سید المسلمین علی کی مدد کو چلو - قعقاع ابن عمر نے کھڑے ہو کر اس
اس کلام کی تائید کرتے ہوئے بیان کیا - امیر نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ سب درست و صحیح ہے لیکن مین
تم لوگون کو نصیحتانہ کہتا ہون اور سوا حق کے اور کچھ نہین کہتا ہون کہ امیر المومنین علی کی مدد کرو حق تک
پہونچ جاؤگے - عبد خیر نے بھی اسی قسم کی تقریر کی اور ابو موسیٰ سے مخاطب ہو کر کہا - تم جانتے ہو کہ
طلحہ و زبیر نے علی کی بیعت کی تہی ؟ جواب دیا ہان - پھر دریافت کیا - کیا علی نے کوئی ایسا کام کیا ہے
جس سے انکی بیعت توڑ دی جائے ؟ جواب دیا مین نہین جانتا - اسپر عبد خیر نے خشونت سے کہا - تم یہہ
نہین جانتے ہو تو ہم تمکو چھوڑ دیتے ہین تا آنکہ تم جان جاؤ! اے لوگو - تمکو امیر المومنین نے بلایا ہے تاکہ جو
معاملات انہین اور انکے دونون رفیقون (طلحہ و زبیر) مین ہین اُنکو دیکھو اور وہ (علی) امت پر فتنہ [illegible]

مین ماموں ہین۔ پس جو شخص اونکی مدد کو جائیگا اُسکے ہمراہ چلنے کو تیار ہون۔ عمار بولے علی نے تملوگونکو
حق کے دیکھنے کو بلایا ہے۔ چلو اور اُنکے ہمراہ ہوکر لڑو۔ حسن ابن علی نے کہا۔ تملوگ ہماری دعوت قبول کرو اور

حسن کا مخاطبہ

ہماری اطاعت کرو اور جس بلا مین تم اور ہم بھی مبتلا ہوگئے ہین اُسمین ہماری مدد کرو اور بیشک امیرالمومنین
کہتے ہین کہ ہم اگر مظلوم ہین تو ہماری امداد کرو اور اگر ہم ظالم ہین تو ہم سے حق لو واللہ طلحہ و زبیر نے
سب کے پہلے میری بیعت کی اور سب کے پہلے مجھہ سے بیوفائی کی۔ لوگون کے دلون پر اس تقریر سے ایک فوری
اثر پیدا ہوگیا سبھون نے آمادگی ظاہر کی۔ عدی ابن حاتم اپنی قوم کو اور حجر ابن عدی نے اُسیطرح
تحریک کی چنانچہ حسن ابن علی کوفہ سے نو ہزار کی جمعیت سے روانہ ہوئے،،

نو ہزار سپاہی تیار ہوئے۔

اعثم کوفی مین اس قدر زیادہ ہے کہ ابو موسی نے کہا کہ عایشہ کا ہمارے پاس خط آیا ہے اور اُسمین لکھا ہے
کہ ہم اہل کوفہ سے گھر وندین خاموش بیٹھنے کو کہین اسپر عمار نے کہا کہ اگر عایشہ نے تجھے یہ کہا ہے تو امیرالمومنین نے
ہمین حکم دیا ہے کہ لوگون کو جمع کرکے اُنکی خدمت مین لیجائین۔

اسی اثنا مین مالک اشتر پھر کوفہ پہونچگئے اور دار الامارت سے ابو موسی کا معہ خیل طبل کے کامل استقام
ہوگیا اور جب رؤسائے کوفہ اور سرداران لشکر ذی قار مین آئے آپ (امیرالمومنین) اُنکو استقبال
کو سوار ہوکر گئے اُنپر مرحبا کہا اور یہ ارشاد فرمایا۔ اے اہل کوفہ ہم نے تمکو اس غرض سے بلایا ہے کہ ہماری
ساتھہ اپنے بھائیون اہل بصرہ سے مقابل ہو۔ اگر وہ لوگ اپنی رائے سے رجوع کرلین تو فہو المراد اور اگر
اپنے خیال پر اصرار کرینگے تو انکا علاج ہم نرمی کے ساتھہ کرینگے تاکہ ہماری طرف سے ظلم کی ابتدا نہ ہو اور
او رہم کسی کام کو جسمین ذرہ بھر فساد ہوگا بغیر اصلاح کے نہ چھوڑینگے انشاء اللہ تعالی۔ پس اہل کوفہ نے
امیرالمومنین کے پاس ذی قار مین قیام کیا اور عبدالقیس جنکی تعداد ہزارون سے متجاوز تھی بصرہ اور
امیرالمومنین کے درمیان ٹھیرے ہوئے انکا انتظار کررہے تھے۔ پھر امیرالمومنین علی نے قعقاع ابن عمرو
کو اہل بصرہ کی طرف طلحہ و زبیر کے پاس سمجھانے اور اتفاق کرنے روانہ کیا،،

جناب امیر نے امدادی لشکر کا استقبال کیا۔

بقول اعثم کوفی ذی قار مین اُنیس ہزار لشکر جمع ہوگیا اور اب جناب امیر بصرہ کی طرف روانہ
ہوئے۔ اُنکے آنیکی خبر سُنکر طلحہ۔ زبیر۔ عبداللہ ابن زبیر۔ مروان ابن حکم۔ عبدالرحمن ابن عتاب
بن اسید۔ ہلال ابن وکیع۔ عبدالرحمن ابن حارث۔ عبداللہ ابن عامر کریز۔ حاتم بن بکر البابائی۔
عمر ابن طلحہ اور مجاشع ابن مسعود نے تعبیہ لشکر درست کیا۔ لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی۔

حضرت عایشہ کے لشکر کی تعداد اور مہتمین

امیرالمومنین نے سنا اور اپنے لشکر سے خبر کی اور اہل لشکر نے بھی درستی کی صلاح دی۔ اس اثنا مین احنف ابن قیس نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ "اہل بصرہ مین افواہ ہے کہ اگر علی کو فتح ہوئی تو وہ ہمارے مردون کو قتل کر کے ہمارے بچون اور عورتون کو غلام بنائین گے۔ جناب امیر نے جواب مین فرمایا کہ مین ہرگز یہ نکرونگا اہل بصرہ مسلمان ہین۔ اسکے بعد دریافت کیا مین نہین جانتا کہ تو نے کیا سوچا ہے تو ہمارے موافق ہے یا نہین ؟ احنف نے موافقت کا یقین دلا کر کہا کہ اگر آپ فرمائین تو دو سو بہادرون سے ہم آپ کے ہمراہ رہین یا چار ہزار جنگجو سپاہیون کو آپ سے دفع کرین امیرالمومنین نے شق ثانی کو پسند فرمایا۔ اسکے بعد خطبہ فرمایا کہ :-

(اعثم کوفی)
احنف کی وکالت اور علی کا جواب

"مجھے اپنے بھائیون سے نقص عہد۔ بغاوت اور ظلم و حسد سے سامنا ہوا ہے۔ میرے بھائی اور دوست مجھے خلیفہ رسول نہین دیکھ سکتے۔ حاسد محسود فیہ کے زوال کے علاوہ کچھ نہین چاہتا۔ یہ لوگ چاہتے ہین کہ لباس خلافت کو جو خدا نے مجھے پہنایا ہے مجھسے اُتار کر خوش ہون .... اس لئے مخالف حیلے اختیار کئے ہین .... اور سخت تر امر یہ ہے کہ چار شخص جو چار باتون مین بے ہمتا ہین۔ میرے مخالف ہین۔ رسول کے بعد ایسے چار آدمیون سے کسی کو سامنا نہین ہوا۔ انمین سے پہلا زبیر ابن عوام ہے جس سے زیادہ کسی بہادر نے رکاب مین پاؤن نہین رکھا۔ دوسرے طلحہ ابن عبداللہ جس سے بڑھکر کوئی مکار نہین ہے۔ تیسرے عایشہ جنسے زیادہ کسی کے فرمانبردار نہین ہین۔ چوتھے یعلی ابن منیہ کہ جس سے زیادہ اس زمانہ مین کسی نے مال دنیا جمع نہین کیا۔ اول الذکر تین شخص میری مخالفت مین صرف کرینگے جس قدر روپیہ اُس سے طلب کرینگے دیگا"۔

مخالفت کے عناصر کا اندازہ۔

خزیمہ ابن ثابت نے یہ سنکر علی کی سچائی۔ شجاعت اور علم کی تعریف کی۔ لوگون کی اطاعت کا ذکر کیا اور کہا کہ "ان لوگون نے ظلم سے جو مال جمع کیا ہے اُس سے جبل در فساد کی شکم پُری کرینگے"۔

اسکے بعد جناب امیر نے طلحہ و زبیر کو خط لکھا جسمین مُضامین بیان کئے تھے۔ فرمایا کہ اہل مدینہ کو حکم بناؤ جو اس وقت کسی کے ساتھ نہین ہین۔ تم نے بہت سے مسلمانون کو قتل کیا اور عایشہ کو نکال لائے تمھین عثمان سے کوئی قرابت نہین کہ تم خون کا دعوٰے کرسکو۔ عثمان کے لڑکون کو پہلے میری بیعت کرنی چاہئے اسکے بعد حسیر انھین دعوے پیش کرین کہ موافق انصاف شریعت کا حکم نافذ کیا جائے اس طرح عایشہ کو بھی خط لکھا کہ تم کہتی ہو کہ ہم اصلاح کے لئے آئے۔ عورتون کو لشکرکشی اور مردون کے

جناب امیر کا خط جسمین اہل مدینہ کو حکم بنانیکا [illegible] ظاہر کرتے ہین۔

درمیان اصلاح سے کیا کام تم مین باہم عثمان مین کوئی قرابت نہین ہو۔ عثمان بنی امیہ سے تھے اور تم بنی تیم بن مرہ بن کنانہ ہو تم گھر سے باہر نکلین اور خلق کو معرض بلا مین ڈالا۔

طلحہ وزبیر کا جواب

طلحہ وزبیر نے جواب دیا کہ تم نے شہرت کی غرض سے لشکر کشی کی ہے۔ ہم تمہاری اطاعت نہ کرینگے اور ابن زبیر نے تقریر کی کہ "اپنے زن و فرزند اور حسب و نسب کی حفاظت کے لئے لڑو" کسی نے حسن سے یہ تقریر نقل کی اور انہون نے جواب مین اپنے لشکر کے سامنے تقریر کی جسکا مخصوص مضمون یہ تہا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ زبیر نے عثمان کو کیا کچھ نہین کہا اور طلحہ نے بیت المال پر کیا تصرف نہین کیا۔ ہمیں انصار عثمان سے کوئی غرض نہین ہے بلکہ ہم شتر نشین کے رفقا سے آمادہ جنگ ہین۔" ہر شخص نے اس خطبہ کو پسند کیا۔

حسن کا لشکر سے خطبہ

علی اور صلح کی کوشش

دونون لشکر ایک دوسرے کے مقابل پہونچ اور سپاہیون مین جنگی کیفیت پیدا ہونے لگی تہی کہ کعب بن سور نے عائشہ سے کہا "بہت خون بہا چاہتا ہے اے مادر مومنان کچھ فکر کرو ورنہ پھر تسکین ممکن نہ ہوگی" یہ سنکر ہودج مین بیٹھکر آئین اور دیکہا کہ علی اپنے سپاہیون کو جنگ سے روک رہے ہین۔ یہ دیکھکر واپس آئین۔ جناب امیر نے دوبارہ ابن صوحان اور ابن عباس کو سمجہانے کے لئے بہیجا لیکن عائشہ نے جواب دیا کہ "ہم کوئی جواب نہین دینگے اس لئے کہ ہم حجت مین علی پر غالب نہین آسکتے" یہ سنکر جناب امیر نے سرداران لشکر کو طلب فرمایا اور جب حاضر ہوئے تو فرمایا:۔

جناب امیر کا لشکر سے جنگی خطبہ

"جہانتک میرے امکان مین تہا مین نے نرمی اور تساہل کی جنگ کی سختیون سے ڈرایا قسم دی کسی کا نتیجہ نہوا بلکہ مجھ سے کہاہے کہ لڑائی کے لئے آمادہ ہو اور مردون کے سامنے آؤ۔ ہم سے یہ کہاہے جس کا نشو نما میدان جنگ مین ہوا ہے۔ مین وہی علی ہون جس نے انکی صفین توڑی ہین انکے آبا و اجداد کو قتل کیاہے اور انکی صف کو پریشان کیاہے۔ وہی تلوار میرے قبضہ مین ہے۔ میرا دل اور بازو بھی وہی ہین۔ جو قتل نہ ہوگا مرے گا ضرور۔ مرنے سے قتل ہونا بہتر ہے۔ مجہپر تلوار کے ہزار زخم عود تونکی طرح فراش پر مرنے سے زیادہ آسان ہین"

اسکے بعد علی نے مناجات کی مسلمانون کے درمیان جنگ کرانے والونکی شکایت کی۔ نقض عہد اور بیوفائی کا شکوہ کیا۔ اور اپنے کو لڑائی چھڑنے سے معذور کرکے تعبیہ کا حکم دیا۔ عمار یاسر۔ شریح ابن ہانی۔ سعید ابن قیس۔ رفاعہ بن شداد البجلی۔ محمد ابن ابی بکر۔ عدی بن حاتم۔ زیاد ابن کعب۔ حجر ابن عدی۔ عمرو ابن الحمق اور جندب بن زہیر کو افسران لشکر مقرر کرکے حکم دیا کہ ہر قبیلہ اپنے افسر کے حکم پر توجہ دے

لیکن خواہش اصلاح سے علی سیر نہین ہوئے۔ رسُول کا کرتہ پہنا رسول کی ردا اوڑھی۔ سیاہ عمامہ سر پر رکھا اور رسول کے مرکب دُلدُل۔ پر سوار ہو کر۔ غیر مسلح میدان جنگ مین آئے اور آواز دی :۔

صلح کے لئے علی غیر مسلح میدان آئے اور زبیر کو حدیث یاد دلائی۔

"زبیر کہان ہے میرے سامنے آئے"

زبیر آگے بڑھے اور عایشہ نے فریاد کی کہ کیا اسما کو بیوہ کر ڈالیگا۔

زبیر نے جواب دیا

"مطمئن رہو علی مسلح نہین ہین۔ وہ بہ قصد جنگ نہین آئے ہین شاید مجھسے کچھ کہنا ہے"

جب زبیر پہونچے تو علی نے فرمایا :۔

"اے ابا عبد اللہ یہ کس بات کے لئے تم آمادہ ہوئے ہو"

جواب دیا

"طلب خون عثمان کے لئے"

فرمایا

"سُبحان اللہ! تم نے اور تمہارے دوستون نے عثمان کو قتل کیا۔ قصاص کس سے طلب کرتے ہو؟"

اسکے بعد جناب امیر نے جناب رسالتماب کے قوال یاد دلائے۔ زبیر پر اثر پڑا اور یہ واپسی کا عہد کر کے چلے

حضرت عایشہ اور ابن زبیر کا زبیر سے مکالمہ۔

عایشہ نے مضمون گفتگو دریافت کیا۔ بتایا۔ اور کہا کہ "لڑائیون مین مجھے بصیرت اور قوت رہتی تھی لیکن آج علی کو مقابلہ مین گویا تردد اور تحیر سے اپنے قدم اپنی جگہہ نہین دیکھتا۔ عایشہ نے جواب دیا کہ تم علی کی تلوار سے ڈر گئے۔ یہ کوئی عیب کی بات نہین ہے تم سے پہلے بڑے بڑے ڈر چکے ہین۔

ابن خلدون بھی حدیث بیان کرنے کے بعد عبد اللہ ابن زبیر سے کہلوا تا ہے کہ

"یہان جب دونون فریق کو مجتمع کر لیا اور ایک کو دوسرے کی عداوت پر ابھار دیا تو اب چھوڑ کر جانے کا قصد کرتے ہو"

"زبیر نے کہا مین نے قسم کھالی ہے۔ جواب دیا کہ اپنی قسم کا کفارہ دیدو۔ اپنے غلام مکحول کو آزاد کر دو"

لڑائی شروع ہوئی

جنگ شروع ہوئی اصحاب جمل نے تیر مارنا شروع کیا۔ علی کے سپاہی خاموش کھڑے تھے۔ یہانتک کہ اُنھون نے کہا۔ امیر المومنین! اب اُنکی شوخی حد سے گذر گئی اور ہمارے آدمی زخمی ہوگئے اب کیا انتظار ہے۔ فرمایا مین اپنی معذرت چاہتا تھا۔ اب علی نے اسلحہ جنگ زیب جسم فرمایا اور ایک جوان کو قرآن دیکر فرمایا کہ جاؤ اور اسکے اوامر و نواہی یاد دلاؤ۔ قرآن بردار سپاہی گیا اور بہادر کی طرح اُس نے ہاتھ کٹوائی اور جان دی۔ جناب امیر نے اپنے فرزند محمد حنفیہ کو علم دیا اور حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اثنائے گرمی جنگ مین بقول اضحم کوفی مروان ابن حکم نے طلحہ کو ترغیب جنگ دیتے ہوئے دیکھ کر غلام سے کہا کہ مجھے عجب ہے کہ قتل عثمان مین طلحہ سے زیادہ کوئی تحریص نہین کرتا تھا۔ آج کہتا ہے کہ مین خون عثمان کا انتقام لیتا ہون۔ مین سمجھتا تو اُس کا قصاص

قرآن بردار سپاہی

مروان اور طلحہ

کرتا ہون تو میرے سامنے کھڑا ہو جا کہ کوئی نہ دیکھے مین اُسے تیر مارتا ہون۔ یہ کہکر زہر آلود تیر مارا۔ تیر طلحہ کو لگا اور اُس کے صدمہ سے بیہوش ہو کر گرے اور کچھ دیر کے بعد مرگئے۔ عائشہ کو صدمہ ہوا۔ مولوی عباسی صاحب گورکھپوری اور روضۃ الصفا و جامع التواریخ وغیرہ نے بھی اسکا تذکرہ فرمایا ہے۔ جناب امیر اور اُنکے سرداران لشکر نے تصفیہ کیا کہ جب تک عائشہ کا اونٹ زندہ رہیگا مسلمان قتل ہوتے رہینگے اِس لئے اونٹ کے پاؤن کاٹنے پر سپاہیونکو مشغول کیا۔ اونٹ گرا۔ لڑائی ختم ہوئی نہ اسکے قبل کہ عائشہ کے نو ہزار اور علی کے ایک ہزار ستر سپاہی قتل ہو چکے ہوتے۔ جناب امیر نے قبل آغاز جنگ منادی کرادی تھی کہ "کوئی شخص اس معرکہ مین بھاگنے والے کا تعاقب کرکے اُس سے نہ لڑے اور نہ کسی زخمی پر حملہ کرے اور نہ کسی کا مال واسباب چھینے" بعد ختم جنگ بھی یہی منادی کرائی جس مین اس قدر زیادہ تھا کہ کوئی "کسی کے گھر مین نہ گھسے" بقول روضۃ الاحباب اپنی فوج سے فرمایا کہ "ہماری نیت دفاعی ہے کہ قتل کی۔ تم ابتدا بہ جنگ نہ کرو اور مجروح یا مریض کو قتل نہ کرو"۔

مقتولین جنگ کی تعداد

منادی

بعد ختم جنگ جناب امیر نے بقول ابن خلدون "مقتولین کے درمیان سے عماری اُٹھالینے اور محمد ابن ابی بکر کو اُسپر قبضہ کرنیکا حکم دیا اور یہ ارشاد کیا کہ دیکھو ام المومنین کو کہین زخم تو نہین لگا" جب لوگ عائشہ کے پاس گئے تو کہا "مجھے محبوب و منظور تھا کہ آجکے واقعہ سے بیس برس پہلے مین مرجاتی"

عائشہ بھائی کی حفاظت مین۔

عائشہ کی حسرت

زبیر بھی اس جنگ کے بعد زندہ نہ رہے۔ حضرت عائشہ ابن خلف کے مکان پر ٹھہرائی گئی تھین۔ امیر المومنین یہان تشریف لیگئے اور بقول ابن خلدون "چونکہ اس واقعہ مین عبداللہ ابن خلف کام آئے تھے انکی مان اور نیز بعض اور عورتون نے امیر المومنین علی کو سخت دُرشت کہا آپنے مطلق توجہ نہ کی بعض مصاحبین نے آپکو برخلاف اُنکے اُبھارنا چاہا آپ نے فرمایا چونکہ عورتین ناقص العقل ضعیف البنیان ہوتی ہین اسوجہ سے ہم ہمیشہ عورت مشرکات سے تعرض کرنے کو منع کرتے ہین چہ جائیکہ مسلمان عورتون سے ہم متعرض ہون"

عائشہ نے عبداللہ ابن زبیر کے لئے امان طلب کی اور جناب امیر نے فرمایا کہ "ہم نے تمام عالم کو پناہ دی ہے" اسکے بعد جناب امیر نے ابن عباس کو عائشہ کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ تم اب مدینہ جاؤ۔ بصرہ مین زیادہ قیام کی ضرورت نہین ہے۔ کچھ دیر تک آپس مین گرم کلام ہوئے اور "امیر المومنین" کے لفظ سے انکار کرتی رہین آخر مین کہا اچھا "اِس شہر سے چلی جاؤنگی مجھے کوئی گھر اُس سے زیادہ دشمن نہین ہے"

حضرت عائشہ بصرہ سے مدینہ بھیجی گئیں۔

حضرت عائشہ کا ... خیال۔

جہان اے بنی ہاشم تم ہو" بقول روضۃ الاحباب کہا "اب وہان جائینگے جہان اے بنی ہاشم تم نہ ہو"۔ اور یہ سنکر ابن عباس اسکو تفصیلاً کہتے رہے کہ تمہین تمام شرف بنی ہاشم سے حاصل ہوئے ہین۔ اور آخر مین یہ سنکر عایشہ نے کہا کہ "تم اطمنان رکھو کہ علی تمہاری اِن باتون پر توجہ نہ کرینگے اور تمہین اسیر مسلم نہ رکھینگے" ابن عباس نے جواب دیا کہ "ہم علی سے اِن امورات مین کوئی مضائقہ نہ کرینگے اور انھین مسلم رکھینگے کہ وہ بہ نسبت میرے قریب تر ہین"

حسن بھیجے گئے اور اُنکے ایک اشارہ نے اثر کیا

ابن عباس نے واپس آکر تمام مکالمہ علی سے عرض کیا۔ علی نے دوسرے دن حسن کو بھیجا اور اُنھون نے کہا "امیر المومنین سوگند یاد می کند بدان خدائے کہ خالق آفریدہ اوست کہ اگر این ساعت برنہ خیزی و بجانب مدینہ باز نہ گردی سخنے کہ میدانی در حق تو بگویم و عایشہ دران ساعت سر را شانہ می کرد و گیسوی راست بافتہ بود و چپ ماندہ چون حسن رضی اللہ عنہ این بگفت گیسوئے چپ نابافتہ بگذاشت و برپائے جست و گفت بشتابید و راحلہ من بیارید تا بجانب مدینہ روم" صاحب روضۃ الاحباب نے بھی اِس کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک عورت اسوقت موجود تھی اُس نے کہا کہ آپ نے ابن عباس اور خود امیر المومنین کو سخت جواب دیئے اِس لڑکے کے کہنے سے اِس قدر مضطرب ہونیکی کیا وجہ ہے اور قسم دی۔ حضرت عایشہ نے فرمایا جس رمز کا علی نے اشارہ کیا ہے اُس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن تقسیم غنیمت مین ہم لوگ زیادتی کی درخواست کر رہے تھے کہ علی نے منع کیا اور ہم نے سختی سے جواب دیا علی نے یہ آیت پڑہی کہ "عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیراً منکن" پھر ہمنے سختی کی اور رسول نے فرمایا کہ "این زنان را بدست تو کردم ہر کرا از ایشان طلاق دہی ہیچکس از من نباشد و از حبالہ من بر طرف گردد و این طلاق را وقتے معین نہ کردہ کہ در حالت حیات من یا بعد از وفات من دہی۔ از ان می ترسم کہ اگر این ساعت اشارت علی گوش نہ دارم علی طلاق گوید آنگاہ ہیچکس مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ را نباشم و از دولت ابدی محروم باشم"

فتح جمل کا فائدہ

جمل کی فتح نے جناب امیر کو اس قدر موقع دیا کہ وہ گرد و پیش کی دشمنون سے ایک گونہ مطمئن ہوجائین اور اُنھین اچھی طرح پہچان لین۔ یہ بھی ہوا کہ عطائے امان سے بہت سے زخمی دشمنون۔ دشمنون اور متوقفین نے بیعت کی اور کہا جاسکتا تہا کہ بجز شام کے تمام صوبجات پر جناب امیر کو اختیار حاصل ہوگیا۔ جناب امیر نے بقیہ مقامات پر اپنے عامل کو روانہ بھی کئے۔

رجب سنہ ۳۶ھ
کوفہ اور استقبال

امرا اور سرداران لشکر نے بعد ختم جنگ سوال کیا کہ "امیرالمومنین اب کس طرف توجہ فرمائینگے کہ ہم بھی مستعد رہین اور جواب ملا کہ اس وقت کوفہ چلنے کی صلاح ہے اسکے بعد جو مصلحت ہوگی ویسا کیا جائیگا اور نہ صرف وہ روسا۔ شرفا اور اُمرائے لشکر جو کوفہ کے تھے اور اُس وقت شریک فوج تھے خوش ہوئے بلکہ خود جو کوفہ مین تھے انہون نے نہایت مسرت اور خوشی سے استقبال کیا۔ جناب امیر قصر امارت مین فروکش نہ ہوئے بلکہ جعدہ ابن ہبیرہ کے مکان کو پسند فرمایا اور یہان عابدین سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ اور جناب امیر نے اکثر سے فرمایا کہ "اگرچہ تو بھی ہمارے مخالفین مین سے تھا مگر آج مخلص ہے"

جنگ صفین کا مقدمہ
جزیرہ کی چھیڑ چھاڑ

جناب امیر کو معلوم ہوا کہ ولایت جزیرہ کے لوگون نے عثمان کی ہواخواہی کے لحاظ سے یہ مناسب سمجھا کہ معاویہ سے بعیت کرلین۔ امیرالمومنین نے مالک اشتر کو اسکا عامل مقرر فرما کر روانہ کیا۔ ضحاک ابن قیس الفہری معاویہ کا معتمد سردار اُس وقت حرّان مین تھا۔ اُس نے اہل رقہ سے مدد طلب کی اور لکھا کہ مالک اشتر کو داخل نہ ہونے دو۔ رقہ اور حرّان کے لشکرون نے ملکر مالک اشتر پر حملہ کیا لیکن اشتر نے شکست دی اور ضحاک کو امیر شام سے کمک طلب کرنی پڑی۔ اشتر کے پرانے دوست عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید فوج شام کی مدد کے لئے آئے لیکن شام کے مجموعی لشکر کو آج وہ موقع نہ ملا جو اشتر کے ساتھ حمص مین ملا تھا۔ شام سے پھر مدد آئی اور پھر اشتر کی تلوار نے سبکو شام کی سڑک دکھادی۔ جزیرہ قبضہ مین آگیا اور اشتر نے واقعات کی باضابطہ اطلاع بھیجی۔ حالات کے ملاحظہ پر امیرالمومنین نے حسب ذیل خطبہ فرمایا:۔

فتح جزیرہ کی اطلاع پر
جناب امیر کا خطبہ

"خداوند عالم اپنے بندون سے بجز اسکے راضی نہین ہوتا کہ وہ راہ حق کے سالک ہون اور جب تک آپس مین دوستی اور موافقت رہتی ہے اور ایک دوسرے پر طعن و تشنیع نہین کرتے اُس وقت تک اُنکے قبضہ سے انتظام اور حکومت نہین نکلتی۔ جب اسکے خلاف کرتے ہین اور ایک دوسرے کو افعال ناپسندیدہ اور اقوال ناستودہ سے نسبت دیتے ہین کاموںمین خلل واقع ہوتا ہے جسکا نتیجہ تباہی ہے۔ ضرورت خطاب یہ ہے کہ معاویہ نے اہل شام کو شک مین ڈال رکھا ہے اور اُنکے دلون کو میری اطاعت اور بیعت سے پھیر دیا ہے اور کہا ہے کہ علی ابن ابیطالب نے عثمان کو قتل کیا۔ یہ بڑا کام میرے سپرد کیا ہے۔ اس بنیاد پر میری مخالفت مین اُس نے مالک اشتر سے لڑنے کے لئے فوج بھیجی جو جزیرہ کا عامل ہو کر گیا تھا۔ اور لشکر جمع کرکے مجھسے لڑنے کا قصد کر رہا ہے۔ یہ صلاح معلوم ہوتی ہے کہ اُسے نصیحت کرون اور خط لکھون شاید اُسپر اثر ہو اور لڑائی کے خیال کو فسخ کردے اسمین تمہاری کیا صلاح ہے"۔

حاضرین نے جواب دیا کہ "امیر المومنین کی رائے نہایت مناسب ہے ہم لوگ آپکے ویسے ہی مطیع ہین جیسے رسول کے تہے"۔

معاویہ سے خط و کتابت

جناب امیر اور معاویہ مین جس قدر خط کتابت ہوئی وہ بہت زیادہ ہے جو نہ صرف عام تاریخون مین ملتی ہے بلکہ وہ نہج البلاغہ مین بھی موجود ہے۔ اسکا کوئی نتیجہ نہوا اور فریقین تلوار سے فیصلہ کیلئے آمادہ ہوئے۔ جناب امیر نے اپنے عاملون کو اپنی ممکن فوج کے ساتہہ حاضر ہونے کا حکم بہیجا اور انھین مین اشعث ابن قیس کندی کے نام بہی تہا جو اُن دنون آذربائجان کا عامل تھا اسے عبداللہ ابن عامر کریز نے اُس وقت مقرر کیا تہا جبکہ ابن عامر عثمان کے پاس مشورہ کے لئے آیا تہا۔ یہ اُسوقت سے برابر آذربائجان مین رہا۔ جب امیر المومنین کا فرمان پہونچا تو بقول اعثم کوفی وہ سوچنے لگا کہ امیر المومنین کے پاس جائے یا معاویہ سے ملجائے کہ حساب فہمی سے محفوظ رہے۔ اِس نے اپنے اعزا اور مقربین سے اپنا تردد بیان کیا اور سبنے اسے امیر المومنین کی خدمت حاضر ہونیکی تساہلی پر ملامت کی اور یہ شرما کر معہ سامان روانہ ہوا۔ اور شرف قدمبوسی حاصل کیا۔ جریر ابن عبداللہ البجلی عامل ہمدان بہی حاضر ہوا اور یہ معاویہ کے پاس بغرض فہمایش روانہ کیا گیا۔

جناب امیر اپنے عمال سے مدد طلب کرتے ہین۔

علیؑ کا فرمان اور اشعث ابن قیس۔

عمر عاص پر علی کی بیعت کا اثر۔

اِس اثنا مین عمر ابن عاص بہی انتظار کا جو الکھیلرہا تہا اور بقول ابن خلدون جب علی کی بیعت کا حال سُنا سخت رنجیدہ ہوئے" اور جب عایشہ کے خروج کی خبر لگی تو وہ اِس سے ایک گونہ انکی طبیعت کو شگفتگی ہوئی" اور جب عایشہ کو شکست ہوئی تو "انکے حالات مین تذبذب واقع ہوا" اور جب اہل شام اور معاویہ کو خون عثمان کا معاوضہ طلب کرتے ہوئے پایا دل ہی دل مین خوش ہوئے"

اِسکے بعد عمر عاص کا بیٹون سے صلاح لینا اُنکی رائے۔ غلام کا فقرہ۔ عمر عاص کا جناب امیر کی مدح کرنا۔ معاویہ کے پاس جانا۔ مکالمہ اور شرکت کے صلہ مین مصر کی دستاویز کا لکہا جانا قریب قریب تمام تاریخون مین پایا جاتا ہے۔

معاویہ اور عمر عاص کے تصفیہ کے بعد ابن عاص کے ایک چچازاد بھائی نے اُسے ملامت کی کہ تونے دین کو دنیا کے ہاتہہ بیچ ڈالا۔ اسپر ابن عاص نے ہنسکر جواب دیا۔

"اے برادر کار دنیا حکم تقدیر سے وابستہ ہین نہ یہ معاویہ اور نہ علی کے ہاتھ مین ہین مینے کوشش کی کہ شاید موافق ہو جائے اور نام و نصیب حاصل ہو"

وبن عاص کا ابن عم شام سے روانہ ہوکر کوفہ مین آیا اور امیر المومنین کی خدمت مین حاضر ہوکر صورت معاملہ عرض کی۔ اگرچہ خود جناب امیر طے کرچکے تھے کہ معاویہ کی فوراً خبر لینی ضرور ہے لیکن صلاح لینے پر معلوم ہوا کہ کچھ لوگ عجلت اور اکثر لوگ توقف چاہتے تھے۔ بنا برآنکہ جناب امیر نے فرمایا:۔

اثنائے سفارت مین تیاری جنگ

"اہل شام سے لڑائی کے لئے میرا مستعد ہو جانا حالانکہ میرا قاصد جریر اُنکے پاس موجود ہے گویا اُن لوگون کے لئے درجعت بند کردینا ہے اور گویا مین اہل شام کو اگر وہ اطاعت کا ارادہ بھی رکھتے ہون روک رہا ہون ..... ہان مین تمہاری تیاری جنگ کو بُرا اور مکروہ نہین سمجھتا"۔

جریر کو تاکیدی حکم

اسکے بعد جناب امیر نے جریر کے نام حکم بھیجا کہ معاویہ سے گفتگو ختم کیجائے اور جریر نے معاویہ کو امیر المومنین کے حکم کی اطلاع دی۔ معاویہ نے عمر عاص سے صلاح کی۔ سوچا گیا کہ علی سے بیعت نکرنے مین خطرہ ہے لیکن طے یہ کیا گیا کہ شرجیل ابن سمط الکندی جو روسائے شام مین سے اسوقت حمص مین سکونت پذیر تھا بلایا جائے اور چند مقبول القول گواہ تیار رکھے جائین جو یہ کہین کہ علی نے عثمان کو قتل کیا۔ بشر ابن ارطاۃ۔ حمزہ ابن مالک

شرجیل کیلئے گواہونکی تیاری۔

حابس ابن سعد الطائی ابوالاعور اسلمی۔ یزید ابن انس وغیرہ شہادت دینے پر راضی کے گئے۔ شرجیل بلایا گیا اور تیار شدہ نقل بغیر غلطی کے کیگئی۔ اور شرجیل نے جواب دیا کہ "اب ہم مین اور علی مین بجز تلوار کے اور کسی چیز سے معاملہ نہین ہوسکتا"۔ جریر نے اسکی تقریر سنی اور اُسے سمجھایا لیکن اُسپر کوئی اثر نہ ہوا۔ اب معاویہ نے جریر سے کہا:۔ "تونے اہل شام کی رائے سنی اور دیکھی اب تونے جو کچھ دیکھا یا سُنا ہو اُسے جاکر علی سے بیان کر"۔ اسکے بعد شرجیل نے صلاح دی کہ اس امر مین بغیر موافقت عوام کام نہ چلیگا اور اپنے زیر اثر شہرون مین

علی کے خلاف برانگیختگی کیلئے الزامات کا اعلان

تقریرین کین اور منادی کردی کہ "علی ابن ابیطالب نے عثمان کو قتل کیا۔ امت رسول مین تفرقہ ڈالا۔ بصرہ مین قتل عام کیا۔ اب تمہاری طرف رخ کیا ہے کہ تمہین گھرون سے نکال دے اور رنج و مشقت مین گرفتار کرے۔ کوئی بجز معاویہ کے مقابلہ کی طاقت نہین رکھتا اس لئے تم سب لوگ ایسے دشمن کے دفع کرنے کے لئے معاویہ کی مدد کرو"۔ اسی زمانہ مین عبداللہ ابن عمر خطاب بھی شام تشریف لائے اور امیر شام نے کمال اظہار مسرت سے عمر عاص سے کہا "معلوم ہوا کہ عمر ابن خطاب پھر سے زندہ ہوگئے (لوگون سے مخاطب ہوکر) اگرچہ علی سے کشیدہ نہ ہوتے تو ہرگز میرے پاس نہ آتے اب ہمارے پاس انکی موجودگی سے لوگون کا اعتقاد بڑھیگا"۔ عمر عاص نے کہا:۔

"وہ یہ تیری موافقت سے نہین بلکہ علی سے بھاگ کر آئے ہین"۔ اسکے بعد ابن عمر کیلئے تقریرین مشہاس اور وعدہ وعید کا اہتمام کی حد تک اہتمام کیا گیا اور اُن سے چاہا گیا کہ تم منبر پر علی کی مذمت کرو اور کہو کہ انہونے

عثمان کو قتل کیا۔ ابن عمر نے شق ثانی کو قبول کیا لیکن منبر پہ جاکر بکا بکا ہوگئے اور اُتر آئے جب پوچھا گیا تو کہا کہ "مین نے نہ چاہا کہ منبر پر جھوٹ بولون"۔

لینے معاویہ کی دعوت قبول کی اور کس نے نہ کی

امیر شام نے عبد اللہ ابن عمر۔ سعد ابن وقاص۔ محمد ابن مسلمہ انصاری وغیرہ کو اپنا ساتھ دینے کے لئے بلایا لیکن اِن سب لوگون نے اسے سخت جواب دی بقول روضۃ الصفا۔ مشہور ابوہریرہ۔ ابو دردا۔ ابو اُسامہ اور نعمان ابن بشیر الانصاری نے معاویہ کی دعوت قبول کی اور اب معاویہ نے اہل شام کے سامنے خطبہ دیا اور کہا:۔

معاویہ علی کے مقابلہ مین اپنی فضیلتون کا تذ پڑہتا ہے۔

"تم لوگ بیان کرو کہ علی کو مجھپر کس بات سے فضیلت ہے۔ مین رسول کا منشی تھا۔ میری بہن اُنکے گھر مین تھی۔ مین عثمان کا نائب اور عامل تھا۔ میری ماں ہندہ دختر عتبہ ابن ربیعہ ہے۔ اگر اہل حجاز و عراق نے علی سے بیعت کی ہے تو اہل شام نے میری بیعت کی ہے۔ ہم مین اور علی مین کوئی فرق نہین ہے۔ اگر دو شخص کسی چیز کے بارے مین جنگ کرین تو وہ چیز اُسکی ہے جو غالب ہو" اور پھر علی کو خط لکھا کہ "پہلے اہل حجاز اجرائے احکام حق کے حاکم تھے اب وہ اختیارات شام مین منتقل ہوگئے"۔ اور بہت سی خط کتابت کے بعد علی نے جواب دیا کہ "تو اپنے باپ کا بیٹا نہ ہوتا اگر اُسکے افعال کی تقلید نہ کرتا"۔ اگر معاویہ نے لکھا کہ ہم اتنے سوار اور پیادے لارہے ہین لڑنے کو تیار رہو۔ تو علی نے جواب دیا کہ "وہ ہاتھ جس نے تیرے دادا عتبہ چچا شیبہ خالو ولید اور بھائی حنظلہ کو قتل کیا ہے ابھی ویسا ہی سالم ہے"۔ یا کبھی فرمایا کہ:۔

"حقیقت یہ ہے کہ تو نے عثمان کی وہان مدد کی جہان تجھے اُسکی مدد سے فائدہ پہونچا اور اُس مقام پر اُسکی امداد سے ہاتھ اُٹھا لیا جہان اُسے تیری امداد سے فائدہ پہونچ سکتا تھا"۔

فوجین روانہ ہوئین معاویہ کے انتظام فوج مین لحاظ طلب بات یہ تھی کہ مروان ابن حکم عثمان کی تلوار حمایل کئے ہوئے فوج کے آگے آگے رکھا گیا تھا۔

مروان ابن حکم عثمان کی تلوار لگائے تہا

جناب امیر نے فوجی احکام کے ساتھ اپنے سرداران لشکر کو روانہ کرنا شروع کیا۔ اپنے مقدمۃ لشکر کے افسر زیاد ابن نصر اور شریح ابن ہانی سے فرما دیا کہ "دیکھنا قبل اسکے کہ دشمن تمہین لڑائی کے لئے میدان مین طلب کرین قبل اِس سے کہ اُنکے عذر تمام ہون کہین انکے سینون مین جوش کہانے والی دشمنیان تمہین اُنکے ساتھ قتل و قتال پر آمادہ نہ کرین" اور یہ احتیاط بہی افسرو نمین کر مالک اشتر نے ابو الاعور کا انکاری خط ثبوت کے لئے امیر المومنین کے دکھانے کو اپنے پاس رکھ لیا۔

جناب امیر کا خواب جسے مین نے مقدمہ کتاب مین ذکر کیا ہے صفین کی روانگی کے زمانہ مین تہا جسے ملا جامی

صفین مین جناب امیر کا خواب

ان لفظون مین بیان فرماتے ہین "بکربلا رسید بر است و چپ نگریست و گریان گریان از انجا بگذشت پس گفت واللہ انیست محل خوابانیدن شتران ایشان و موضع مردن ایشان ۔ اصحاب گفتند ای امیر المومنین این چہ موضع است فرمود کہ این کربلا است ۔ اینجا قومے را بکشند کہ بیحساب در بہشت در انید بعد از ان برفت و ہیچکس تاویل سخن وی ندانست تا آن روز کہ واقعہ امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ واقع شد" صاحب سلم الشہادتین فرماتے ہین کہ "اور بربلا ذکر کیا امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے صفین کے سفر مین"

اعثم کوفی یہ ذکر کرتے ہوئے کہ فرات کے کنارہ تشریف رکھتے تہے اور نیند آگئی تہی "ہمدران زمان بیدار گشت چنانکہ کسی از چیزے ترسیدہ باشد بعد ران حالت ابن عباس رابخواندو فرمود ای عبداللہ عجب خوابے دیدہ ام ... دیدم کہ جماعتے از مردان سپیدرو ے از آسمان می آمدند ... پس این درختان خرما رادیدم کہ شاخہاے خویشتن بر زمین میزدند و جوے دیدم کہ پر از خون تازہ می رفت و حسین پسر من او را دیدم در میان جوے خون افتادہ و فریاد می خواست و او را کس بفریاد نمی رسید و مددی نمی جست و کسے او را امدد نمی کرد پس آن مردان سپیدرو ی را دیدم کہ منادی میکردند و می گفتند صبر کنید ای فرزندان رسول خدا و بدانید کہ بر دست بدترین خلق کشتہ می شوید" اسکے بعد حسین کو قریب بلایا اور فرمایا "ای فرزند صبر کر اور صبر مین ثابت قدم رہ کہ دنیا محنت و بلا کی جگہہ ہے" مین نہین جانتا کہ جناب امیر کے دیوان کا یہ شعر کہ "حسین اذا الفت فی بلدۃ ۔ غریبا فعاشر بآدابہا" اور اسکے بعد کے اشعار اسی موقع کے لئے ہین یا اسکے بعد کے لئے ہین جنکا مفہوم یہ ہے کہ "خوشی نہ کر دنیا کے اسباب پر اور پریشان نہو اُسکے رنج و غم سے ۔ قیاس کرلینے والے کل کو گذشتہ کل پر تاکہ تو راحت پائے ۔ اور حریصونکی طرح تلاش نہ کرے گویا کہ مین بذات خود معہ اپنی اولاد کے کربلا اور کربلا کے مقام جنگ مین ہون ۔ رنگین ہین ہماری داڑھیان خون سے مثل رنگین ہونے عروس کے اپنے لباس مین ۔ چند مصیبتین ہین کہ آمادہ کرینگی تجہکو پھر جانے پر پس آمادہ ہو اُنکے لئے اُنکے آنے سے پہلے .... اے حسین پریشان نہ ہو فراق احباب سے کہ دنیا تیری بربادی کے لئے پیدا ہے"

حسین کو صبر اور مصیبت آنیکے پہلے تیار ہونیکی نصیحت۔

معٰویہ کا لشکر فرات سے قریب اُترا تہا ۔ جب امیر المومنین کے سپاہی پانی لینے گئے تو اُنہین شامیون نے روکا یہ خبر جناب امیر کو ہوئی ۔ آپنے شبث ربعی اور صعصعہ ابن صوحان کو بلا کر فرمایا کہ تم لوگ معاویہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ تیرے لشکر نے ہمارے خدمتگار اور چارپایون کو پانی سے روک دیا ہے ۔ لشکر کے ساتہہ ضعیف ۔ کمزور اور

اہل شام نے فرات کا پانی روکا۔

بوڑھے بھی ہیں۔ یہ مناسب نہ ہوگا مسلمانوں سے پانی باز رکھا جائے۔ اگر ہم تیرے پہلے وارد ہوتے تو ہرگز منع نہ کرتے اسوقت دو باتوں میں سے ایک کرنی ہوگی یا تو ہمارے خادموں کو پانی لینے دے اور تیرا لشکر بھی بقدر ضرورت سیراب ہو۔ دونوں طرف سے ایک دوسرے کو پانی کی روک نہ ہو اور اگر مضائقہ ہے تو جس وجہ سے جنگ کی تیاری ہے اُسے ترک کرکے پیشتر پانی کے واسطے جنگ کریں جسے فتح ہو اُسپر قبضہ کرے"۔

جناب امیر پانی کو وجہ جنگ نہیں قرار دینا چاہتے تھے۔

یہ لوگ گئے اور معاویہ سے کہا لیکن ولید ابن عقبہ کی یہ صلاح پسند کیگئی کہ" اے معاویہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے چالیس روز تک عثمان کو پانی نہ دیا یہ لوگ مستحق عذاب ہیں۔ خدا انہیں اُس عالم میں بھی پانی نہ دیگا"۔ یہ سنکر صعصعہ نے کہا" اے پسر عقبہ خدا تیرے ایسے کافروں کو جس نے گناہ کیے اور بدکار ہیں پانی نہ دیگا۔ تو نے شراب پی۔ مسجد جامع کوفہ میں بحالت مستی پیش نمازی کی اور صبح کی نماز چار رکعت پڑھی اور سلام پھیرنیکے بعد کہا کہ آج بہت خوش ہوں کہو تو دو چار رکعت اور اضافہ کردوں۔ عثمان نے تجھے حد ماری۔ تو نے علی سے مناظرہ کیا جسپر تیرے لئے کفر اور علی کے لئے مومنیت کی آیت نازل ہوئی اور تو مہاجر و انصار کے سامنے ذلیل ہوا"۔ اِس پر ابن ابی سرح نے ولید کی حمایت کی اور تلوار کھینچی لیکن بیچ بچاؤ کردیا گیا۔

صعصعہ اور ولید کی گرم گفتگو۔

اِن لوگوں نے امیر المومنین سے حالت بیان کی اور اجازت جنگ طلب کی۔ اجازت دیگئی ابو الاعور نے روکا لیکن آخر میں بقول ابن خلدون" ہمراہیان امیر المومنین نے اس تیزی سے حملے شروع کئے کہ لشکر شام کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ دریائے فرات سے انکا قبضہ اُٹھ گیا۔ اشتر اور اُنکے ہمراہی پانی پر قابض ہوگئے۔ ان لوگوں کا بھی یہی قصد تھا کہ ہمراہیان معاویہ کو پانی نہ دیں۔ لیکن امیر المومنین علی نے اِس سے منع کیا"۔

ابو الاعور گھاٹ کا محافظ تھا۔

امیر المومنین گویا ہمیشہ اس فکر میں رہتے تھے کہ ہم کب موقع پائیں اور نصیحت کریں نہ صرف اس واقعہ کے بعد آپ نے اپنے بعض نامی افسر ونکو معاویہ کے پاس روانہ کیا بلکہ محرم تک لڑائی کو سختی سے جاری نہ کرنیکی وجہ بیان فرمائی کہ" شاید معاویہ سوچے اور مخالفت سے باز آئے"۔ اور پھر عدی ابن حاتم وغیرہ کو بھیجا اور اُنھوں نے کہا" اے معاویہ امیر المومنین علی کی اطاعت قبول کرلو شاید اللہ تعالی تمہارے بیعت کرنے سے مسلمانوں میں اتفاق پیدا کردے اور واقعی تمہارے سوا کسی اور شخص نے بیعت سے تخلف نہیں کیا"۔ یزید ابن قیس نے کہا" ہم تمکو نصیحت نہیں کرنے آئے ہیں لیکن اس امر کی ضرور کوشش کرینگے

فتح کے بعد علی نے دشمن کے ساتھ حق بشری کا لحاظ کیا۔

کر تفرقی جماعت نہ ہونے پائے اور آپس میں ربط و اتحاد بڑھے"۔ اسکے بعد آپسمین سختی سے کلام ہوئی اور معاویہ

معاویہ کی پس پردہ کارروائی۔

نے بقول ابن خلدون "زیاد ابن حفصہ کو تنہائی میں لیجا کر امیرالمومنین کی شکایت کی اور اُنکے قبیلہ سے مدد
طلب کی اور یہ کہا کہ دونوں شہروں میں جسکو پسند کروگے اُسکا میں تمکو والی کردونگا زیاد نے اِس سے انکار
کرکے کہا میں مویّد من اللہ ہوں گنہگاروں کا معین نہیں ہوسکتا"۔ اسکے بعد معاویہ نے عمرو بن العاص سے

اسوقت علی کے رفقا کی ہم آہنگی۔

کہا میں انمیں سے جس سے کچھ بات کہتا ہوں وہ ایک ہی جواب دیتا ہے گویا اُن سبھوں کے دل ایک ہی ہیں"۔

معاویہ نے بھی امیرالمومنین کے پاس شرحبیل وغیرہ کو بھیجا۔ اعثم کوفی نے قاتلان عثمان کی حوالگی کا سوال ابوہریرہ
اور ابو درداء کی معرفت کرایا ہے۔ جناب امیر نے اُنکے ناموں سے لاعلمی ظاہر فرما کر کہا کہ اگر تجھے یقین ہو تو جس نے

قاتلان عثمان کی فہرست۔

قتل کیا ہو اُسے گرفتار کر لیجا۔ روضۃ الصفا ابو درداء وغیرہ کی فہرست میں قریب قریب اُن تمام لوگوں کو داخل
کیا ہے جو جناب امیر کے بڑے جان نثار تھے۔ ابوہریرہ کسی ایک کے پاس گئے اور صورت معاملہ بیان کی۔
لشکر میں شور ہوا اور قریب دس ہزار سپاہی آمادہ جنگ ہو کر کہنے لگے:۔

دس ہزار نے اپنے کو قاتل عثمان کہا اور قتل کی وجہ بتائی۔

"ہم سب نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ وہ جب تک قاعدہ پر تھے اور حکم خدا و رسول کی اطاعت کرتے تھے ہم سب
مطیع تھے۔ جب اِس سے تجاوز کیا اور مسلمانوں کو رنج دینا شروع کیا اور بنو امیہ کو مسلمانوں پر مسلط کر دیا تو ہم سب نے
بالاتفاق قتل کیا اور سب شریک ہیں"

حسین کا مشترک عہدہ محرم ۳۷ھ

محرم کے بعد کے اعلان جنگ پر جو فوجی انتظام ہوا اُنمیں حسین سواران میمنہ کی افسری میں اپنے بھائی معظم
کے شریک تھے۔

صفین اعلان

ابن خلدون نے بھی منبر میں ضعفا اور عورتوں کے متعلق صفین میں جناب امیر کے حکم کو نقل کیا ہے جسمین
یہ زیادہ ہے کہ "کسی کا ستر نہ کھولنا اور نہ مثلہ کرنا اور نہ کسی عورت پر غصہ سے دست اندازی کرنا اگرچہ وہ تمکو
گالیاں دیں کیونکہ وہ ضعیف النفس و القویٰ ہیں"

ابن خلدون اور اعثم کوفی نے اُس روز کی جنگ میں جسمیں معاویہ نے عبداللہ ابن عمر کو میدان جنگ میں

محمد ابن حنفیہ کو ابن عمر کے مقابلہ سے روکا۔

بھیجا ہے اور امیرالمومنین نے محمد ابن الحنفیہ کو حملہ اور لشکر کا افسر مقرر کیا تھا لکھا ہے کہ "عبداللہ ابن عمر نے
صف لشکر سے علیحدہ ہو کر محمد ابن الحنفیہ کو مقابلہ کے لئے للکارا محمد ابن الحنفیہ جوش مردانگی میں آگے بڑھے لیکن امیرالمومنین
علی نے گھوڑا دوڑا کر واپس کر لیا"۔

حسن کو نہ روکا

اعثم کوفی کو ایک دوسرا واقعہ لکھنا ہے کہ عبداللہ ابن عمر نے حسن کو طلب کیا۔ حسن میدان میں تشریف

لیگئے اور انھیں مسلح دیکھکر ابن عمر نے کہا:-

حسن اور ابن عمر کا مفید مکالمہ-

"تمنے اسلحہ کیون پہنا معاذ اللہ مجھے تم سے مخالفت نہ تھی بلکہ صرف ملاقات کرنی تھی اور اسکے ضمن مین کچھ نصیحت کرنا چاہتا تھا" حسن نے کہا "تمھین جو کچھ کہنا ہو کہو" - کہا:-

"تمہارے باپ نے قریش کے ساتھ اچھی زندگی بسر نہین کی- اس لئے لوگ اُنکے دشمن ہین اور کہتے ہین کہ عثمان کو قتل کیا مصلحت یہ ہے کہ تم علی کا ساتھ چھوڑ کر ہمارے پاس چلے آؤ کہ ہم لوگ اتفاق کر کے خلافت تمہارے سپرد کرین سب مطیع ہوجائین اور خصومت برطرف ہوجائے"! فرمایا

"تو چاہتا ہے کہ مین خلاف حکم رسول کرون اور خلیفہ دوم رسول کا مخالف بنون- تیری آنکھون مین بصیرت نہین رہی تو دین سے نکل کر ظالم- بدکردار- فاسق دھوکا دینے کے پاس گیا شاید تو بھول گیا کہ وہ اور اُسکا باپ ہمیشہ مسلمانونکا دشمن رہا- یہ سب خدا اور رسول پر ایمان نہین لائے صرف مصلحت وقت پر نظر ڈال کر اپنی حفاظت کیلئے انلوگون نے کلمہ پڑھ لیا تو اب واپس جا اور تجھسے جہانتک ہوسکے کوشش کر کہ ہم خدا پر بھروسہ رکھتے ہین اور جب تک ممکن ہوتا ہے کسی کو نہین ستاتے"

ادھر سپاہیون کو ملانے کی کوشش-

معاویہ اب نہ صرف علی کے اکثر سپاہیون کے ملانے کی کوشش مین رہا- مثلاً- خالد ابن معمر السدوسی کو امارت خراسان کی لالچ دی- جس وقت وہ شام کے فوجون کو معاویہ کے خیمہ تک ہنکالایا تھا اور اسکے بعد تساہلی کرنے لگا بلکہ اب امیر شام نے یہ دیکھکر کہ ہمارے سپاہی اور افسر علی کے سپاہی اور افسرون کے ایسے شجاع اور پُرجوش نہین ہین اور ترکیبین اختیار کین- مثلاً نعمان ابن جبلہ قضاعی کو جسکا میلان علی کی طرف تہا اور امیر شام سے صاف نہ تہا بلایا- استغاثہ کیا- بیٹا بنایا اور چاہا کہ تو اپنے بڑے قبیلہ سے ہماری مدد کر نعمان مارا گیا- اور کبھی ابن الخطاب سے کہا کہ آج تمہین کچھ کرو کہ اہل شام خوش ہون یہ بھی مارے گئے نہ اسکے قبل کہ بقول ابن خلدون یہ کہہ چکے ہوتے کہ "ای اہل شام یہی لوگ امیر المومنین عثمان کے قاتلین ہین ذرا خدا کا خیال کرو- ایسی مردانگی پر امیر المومنین عثمان کے خون کا بدلہ لینے کو آئے تھے"

معاویہ آخری حیلے کر رہا تھا-

ابن عمر قتل ہوئے-

معاویہ کو موقع ملا

انکے مارے جانے سے وہ موقع ملا جس کے حاصل کرنے کے لئے انھیں قتل کرا دینا مفید تھا- معاویہ نے اظہار غم مین مبالغہ کیا اور سرداران لشکر نے متاثر ہو کر انتقام پر آمادگی ظاہر کی- اسی نشان فوج کے نیچے فوجین جمع ہوئین اور ایک بڑا لشکر آگے آگے چلا- عبرتناک جنگ ہوئی جسمین تلوارین- نیزے اور چھریان ٹوٹین اور بیکار ہوئین یہانتک کہ سپاہیون نے ہاتھون سے بوٹیان کاٹین- عمار یاسر بلند آواز سے کہہ رہے تھے کہ "جو شخص

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے اُسے چاہیئے کہ وہ مال و اولاد کی طرف واپس جانیکی امید نہ رکھے" اور امیر المومنین کے سپاہی جواب دیتے تھے کہ "ہمارے ساتھ ہو کر ان لوگوں پر حملہ کرو جو خون عثمان کے طالب ہیں اور اس ذریعہ سے اپنے دلی باطل خواہشات کو پھیلاتے ہیں"۔ انکے ساتھ اصحاب رسول کی سیل چلی

قومی تمیز

ابن عاص دکھائی دیا اور اُس سے کہا "اے عمرو تُف ہو تجھ پر تو نے اپنے دین کو مصر کے عوض فروخت کر ڈالا"! جنگ ہوتی رہی یہانتک کہ رسول کی یہ پیشنگوئی پوری ہوئی کہ "عمار کو گروہ باغی ماریگا"۔

رسول کی پیشگوئی پوری ہوئی

امیر المومنین کا یہ شغل تھا کہ کبھی انکی تلوار گرد و پیش موت برساتی تھی۔ کبھی گھوڑے سے اُتر کر کسی مقدس مجاہد کو دم توڑتے ہوئے دیکھ کر اپنا زانو عنایت فرماتے تھے اور کبھی کسی مرتے ہوئے سپاہی کا آخری سلام لیتے تھے۔

جناب امیر کا شغل

لشکر شام کی ہمتوں کے پرزے اُڑ گئے تھے اور اُنپر عام یاس اور خوف طاری تھا یہانتک کہ معاویہ کو ان لفظوں سے تسکین کی ضرورت ہوئی کہ "اگر ذو الکلاع (حمیری) ہمارے لشکر سے مارا گیا تو علی کے لشکر سے عمار یاسر قتل ہوا۔ اگر حوشب (ذو الظلیم) کا حادثہ ہوا تو ہاشم بن عتبہ بھی زندہ نہیں ہے۔ اگر عبد اللہ ابن عمر الخطاب قتل ہوئے تو عبد اللہ ابن بدیل بھی مارے گئے۔ اولیٰ یہ ہے کہ یہ لوگ دلتنگ نہ ہوں بلکہ خوش ہوں کہ تین آدمی سے جنکا عرب میں نظیر نہ تھا خلاص ہوئے اب تین آدمی اور رہ گئے ہیں۔ اشتر نخعی۔ اشعث ابن قیس و عدی ابن حاتم کوشش کرو کہ یہ بھی تمام ہو جائیں"

لشکر شام کی حالت

معاویہ کو علی کے لشکریوں کی فکر تھی۔

میدان جنگ میں اب شام کا تعبیہ اور نظام فوج بھی قائم نہ رہا تھا اور غالباً اشتر کی تخمین قابت گوارا نہ کرتی تھی کہ اسکی شمشیرزنی جناب امیر کے ناقابل مقابلہ قوی نفس کی موجودگی سے اپنے درجہ سے دھندلی پڑ جائے۔ اور وہ مطیعانہ لجاجت سے کہہ اُٹھتا تھا کہ "یا امیر المومنین تم خوش ہو جیئے کہ میدان ہمارے ہاتھ سے نزدیک ہے کہ ہم بعنایت ایزدی فتحیاب ہوں۔ آپ سعادت واپس ہوں کہ سرداران لشکر آپ کو ڈھونڈھ رہے ہیں"

مالک اشتر اور علی۔

یہاں اشتر دیکھتا ہے کہ حسن حسین محمد حنفیہ۔ محمد ابن ابو بکر اور عبد اللہ ابن جعفر کی تلواریں سُرخ ہو رہی ہیں اور اب اپنے رجز میں انکی مدح بھی شامل کر لیتا ہے۔

حسنین شریک جنگ میں

اعثم کوفی کے موافق معاویہ اب امیر المومنین کو خط لکھتا ہے جس میں قتل عام کے تذکرہ کے بعد گذارش کرتا ہے کہ ہم اپنے صوبہ پر رہنے دیئے جائیں اور ہم سے بیعت طلب کیجائے تو لڑائی موقوف ہو جائیگی۔ اور جناب امیر فرماتے ہیں کہ ابھی یہ معرکہ تمام نہیں ہوا تو نے کونسا نیا حق قائم کر لیا ہے کہ دوبارہ بیعت اقتدار کا

شام پر قبضہ قایم رہنے کی درخواست بغیر میری بیعت کیے ممکن نہین ہے"

معاویہ علی سے دست بدست جنگ سے دور رہا

جناب امیر نے علاوہ خطوط اور متواتر سفارتون کے یہ بھی چاہا کہ خود اور معاویہ مین دست بدست جنگ سے فیصلہ ہو جائے اور عمر عاص نے بھی جو اپنے مشہور غیرت دارانہ تفنن سے علی کے ہاتھ سے بھاگ نکلا تھا امیر شام کو غیرت دلائی لیکن معاویہ نے ہنسکے ٹال دیا۔ امیر المومنین نے پھر لشکر کا جنگ کیلیے آمادہ ہوئے۔ اور اپنے سپاہیون سے فرمایا:۔

علی مجموعی حملہ کیلیے لشکر کو آمادہ کرتے ہین۔

"یہ قوم اگر دین کے حدود کو مطلق نہ چھوڑتی۔ باطل کی حامی اور وسوسہ شیطانی سے خدا کی نعمتون کا کفران نہ کرتی تو مین کبھی میدان مین قدم نہ رکھتا۔ لیکن مین مجبور ہون کہ بہ ضرورت اس قوم کی ہدایت کرنی ہوگی اور طریقہ دین کی طرف بلانا ہوگا۔ حالت یہ پہونچی ہو کہ بغیر جنگ کیے چارہ نہین۔ صبر نہایت اچھی چیز ہے علی الخصوص جنگ مین۔ عجز اور کاہلی سے کسی کا نام نہین ہوا۔ ان دو خصلتون سے ادبار اور رنج ہوتا ہے۔ نصیب اور اقبال کارکنی اور محنت کشی سے حاصل ہوتا ہے۔ صبر اور نصرت کو ایک دوسرے سے قریبی تعلق ہے۔ ثبات اور وقار سے مشکل کام سہل ہو جاتے ہین"

اٹھارہ ہزار کا حملہ اور اسکا اثر۔

اسوقت اٹھارہ ہزار سپاہی جان دینے اور جنگ کرنیکے لیے مستعد ہو گئے۔ اشتر آل نخع کو بڑھاتا ہوا۔ ابن عباس بصرہ کے سپاہیون کے ساتھ قیس ابن سعد اپنی قوم اور علی حجازیون کی فوج کے ساتھ بڑھے۔ عدی ابن حاتم رکاب مین حاضر رہا اور اس حکم نے فوج مین گشت کی کہ جون ہین مین حملہ کرون یہ اٹھارہ ہزار آدمی اس طرح حملہ کرین کہ سب کا حملہ ایک کا حملہ سمجھا جائے۔ یہ خاموش لیکن مصمم لشکر بڑھا۔ ذوالفقار کی نوم خمیدگی نے کسی طرح اسکی ہیبت مین کمی نہ کی تھی۔ اٹھارہ ہزار تلوارین پیچھے چمک رہی تھین جنپر سپاہیون کے ہاتھ کی گرمی اور جوش نے صیقل کیا تھا۔ اس افسوس سے کام نہین چلیگا کہ عکسی متحرک تصویر کے فن کی ایجاد کیون نہ ہوئی تھی کہ یہ جلالت خیز منظر دکھائی دیتا۔ سوچو کہ لشکر شام دلکی کس حالت سے اس امنڈتے ہوئے دریا کا انتظار کرتا ہوگا۔ شاعرانہ تصویر کشی کی ضرورت نہین ہے جس وقت اس لشکر نے پہلا حملہ کیا تو عمر عاص چیخ اُٹھا کہ "اگر علی نے ایک حملہ ایسا ہی کیا تو لشکر کا کہین نشان نہ ملیگا"

عمر عاص کی چیخ۔

ایک دن کے مقتول

ان لڑائیون مین کوئی لڑائی ایسی ہوئی تھی جسمین فریقین کے ۳۶ ہزار مارے گئے اور غالباً وہ کوئی دوسری لڑائی لیلۃ الہریر کی آخری لڑائیون کے علاوہ نہین ہو سکتی تھی مالک اشتر نے شام کے علمدار کو قتل کیا شامی نشان سرنگون ہو گیا۔ اور امیر المومنین نے "ہیم مدد" بھیجنی شروع کی۔ اہل شام کی فوج کا

رحم کے لئے بلند ہوئین اور بقول ابن خلدون "عمر عاص اشتر کے حملے سے گھبرا گئے اور اپنے ہمراہیونکے کشت و خون سے ڈر کر معاویہ سے کہا کیا دیکھتے ہو تمہارا ہاتھ میدان نہ آئیگا لوگون کو حکم دو کہ قرآن شریف کو نیزون پر اُٹھائین اور آواز بلند سے کہین ہمارے تمہارے درمیان یہ قرآن شریف ہے اگر اسکو وہ لوگ منظور کرینگے تو سردست لڑائی بند ہو جائیگی کشت و خون سے نجات ملجائیگی اور اگر اُنمین سے بعض لوگون نے اس سے اختلاف کیا تو اُنکے اختلاف سے بھی ہمکو فائدہ پہونچیگا چنانچہ مصاحف نیزون پر اُٹھائے گئے لوگون نے کہنا شروع کر دیا ہم کتاب اللہ کے فیصلہ کو منظور کرتے ہین۔ امیر المومنین علی نے للکارا۔ اے اللہ کے بندو اپنے حق کے حاصل کرنیکو بڑھو اور دشمنون سے جنگ کرنے مین تامل کرو کیونکہ معاویہ۔ ابن ابی معیط۔ حبیب۔ ابن ابی سرح۔ ضحاک نہ صاحب دین و قرآن ہین اور نہ صاحب ایمان ہین۔ ہم اُنکی حالت سے بخوبی واقف ہین۔ ہم انکے لڑکپن اور بڑے ہونیکے بعد بھی صحبت مین رہے ہین۔ لڑکپن مین وہ نہایت شریر لڑکون مین سے تھا اور سن شعور مین پہونچکر بھی بجد بدتر آدمیون سے ہوا۔ افسوس ہے تمکو سمجھہ نہین پڑتا۔ اُن لوگون نے قرآن شریف کو براہ مکر و فریب اُٹھایا ہے۔ لوگون نے کہا ہم سے یہ نہین ہو سکتا کہ ہم کتاب اللہ کی طرف بلائے جائین اور اُسکو منظور نہ کرین۔ امیر المومنین نے ارشاد کیا۔ ہم لوگون سے اس لئے لڑتے ہین کہ کتاب اللہ پر عمل کرین کیونکہ اُنہون نے اسکو پس پشت ڈالدیا ہے۔ مسعر ابن فدک تمیمی اور زید بن حصین الطائی مع اُن لوگون کے جو بعد کو خوارج ہو گئے تھے بولے۔ اے علی کتاب اللہ کو منظور و قبول کر دو ورنہ ہم تمکو چھوڑ دینگے اور تمہارے ساتھہ وہی برتاؤ کرینگے جو ابن عفان کے ساتھہ ہم نے کیا تھا۔ امیر المومنین علی نے فرمایا اگر تم میرے مطیع ہو تو برابر لڑتے رہو اور اگر باغی ہو اور چاہتے ہو تو جو تمہاری سمجھہ مین آئے وہ کرو"

خوارج نے اب اشتر کو میدان جنگ سے واپس بلانے پر زور دیا اور اشتر نے جسپر اب تک واقعات واضح نہ ہوئے تھے نہایت صحیح کہا کہ "یہ وقت میری طلبی کا نہین ہے اور نہ یہ مناسب ہے کہ مین موقع جنگ سے ہٹایا جاؤن مجھے تو یہی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے فتح و نصرت عنایت فرمائیگا" خوارج نے پھر زور دیا۔ پھر قاصد گیا اور جناب امیر نے کہلوایا کہ جہانتک جلد ممکن ہو میرے پاس آجاؤ کیونکہ فساد کا دروازہ کھلگیا۔ اشتر نے دریافت کیا کیا قرآن شریف کے اُٹھانے سے؟ یزید (قاصد) نے جواب دیا ہان۔ اشتر بولے مجھے اسکا خیال پہلے ہی ہوا تھا کہ لوگون مین اختلاف پڑ جائیگا اور مجموعی حالت جماعت کی باقی نہ رہ جائیگی۔ مین کیسے ان لوگونکو چھوڑ کر واپس چلون اللہ تعالیٰ کی عنایت سے فتح ہوا ہی چاہتی ہے۔ یزید نے کہا۔ کیا تم اسے دوست رکھتے ہو کہ تم تو فتحیاب ہو

حیلۂ قرآن

علیؑ دشمن کے فریب سے آگاہ اور حصول حق کیلئے آمادہ کرتے ہین۔

لشکر کی مخالفت

اشتر کی طلبی اور اسکا جواب

آخری پیغام اور اشتر کا جواب

اور امیرالمومنین دشمنوں کے حوالہ ہو جائیں یا شہید کر ڈالے جائیں۔ اشتر یہ سنتے ہی مسعر وغیرہ کے پاس چلے آئے اور انسے مخاطب ہو کر کہا اے اہل عراق بڑے افسوس کا مقام ہے کہ جس وقت اللہ تعالی نے تمکو ان لوگوں پر غالب کیا اسوقت تم لوگ اہل شام کے فریب میں آگئے۔ . . . عجب تھا کہ باہم جنگ چھڑ جاتی لیکن امیرالمومنین علی کے ڈانٹنے سے وہ شور و غل فرو ہو گیا"۔

کسنے پہلے مخالفت کی

اعثم کوفی کے موافق پہلا شخص اشعث ابن قیس کندی تھا جسنے لڑائی روک دیے کا زور ڈالا اور اس شور انگیز گفتگو کو سنکر جناب امیر نے جواب دیا کہ وہ اے قوم کیا وہ پہلا شخص جس نے قرآن کو قبول کیا میں نہیں ہوں اور کیا میں شروع ہی سے یہ نہیں کہتا تھا لیکن فرق یہ ہے کہ کل حکم دیتا تھا لیکن آج مامور ہوں۔ کل منع کرتا تھا۔ آج منع کیا جاتا ہوں۔ میں کیا کہوں کہ تم میں اختلاف دیکھ رہا ہوں۔ کہہ رہا ہوں کہ یہ معاویہ کا فریب ہے اور وہ اپنے کو اس حیلہ سے خلاص کیا چاہتا ہے۔ میں نے تم سے اصل بات کہدی آیندہ تمہیں اختیار ہے"۔

علی کل اور آج کا فرق بتاتے ہیں۔

یہی مورخ اشتر کو یہ خبر بتا کر "اگر جلدی نہ چلے تو علی کو زندہ نہ پاؤ گے" تصویر کھینچتا ہے کہ "اشتر نے تلوار پھینکدی اور غصہ میں بھرا ہوا لوٹا۔ سر پیٹتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ اے گروہ عاق اور اے اہل نفاق یہ کیا بیہودہ حرکت ہے۔ جس وقت دوستوں کی مراد بر آئی اُس وقت تم نے فتنہ کھڑا کر دیا"۔ امیرالمومنین نے اشتر کو اور اشتر نے امیرالمومنین کو دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ بیس ہزار مسلح سپاہی جنکے مشہور افسر اشعث اور سفیان ابن ثور البکری ہیں گویا آیندہ طرز عمل کے متعلق احکام صادر کر رہے ہیں۔ اشتر نے قائل معقول کرنا چاہا۔ میدان جنگ میں جانیکی خواہش کی جو لجاجت کے قریب سمجھی جائے۔ گرم الفاظ کہے۔ کوڑے چلے اور اور حالت مخدوش ہونے لگی تھی کہ امیرالمومنین نے مداخلت کی۔ حکمین کے تقرر کی صلاح ہوئی۔ معاویہ نے

مالک اشتر اور علی کیا دیکھتے ہیں۔

عمرا بن عاص کو منتخب کیا اور اشعث اور انکی جماعت نے ابو موسیٰ اشعری کو اپنا حکم تجویز کیا اور ابن خلدون کے موافق "امیرالمومنین علی نے ارشاد کیا میں اس انتخاب سے راضی نہیں ہوں" اور وجہ بتائی کہ "میں اسکو ثقہ نہیں سمجھتا۔ اسنے میری رفاقت ترک کی۔ لوگوں کو میرے ساتھ جمل میں جانے سے روکا۔ مجھسے متنفر ہو کر بھاگا۔ پھر بھی میں نے ایک مہینہ کے بعد اُسے امن دیا۔ میں اُسکو حکم ہرگز نہ بناؤں گا۔ البتہ ابن عباس کو میں اپنی طرف سے حکم منتخب کر سکتا ہوں"۔ متخلفین نے کہا

حکم کے انتخاب میں بھی علی کی مخالفت ہوگئی اور ابو موسیٰ چنا گیا۔

"ابن عباس تمہارے عزیز ہیں۔ ہم اُنکو حکم نہ بنائینگے"۔

"اچھا اشتر تو میرا عزیز نہین ہی!"

"کیا اشتر کے سوا روئے زمین پر کوئی اور شخص نہین ملتا" ج

"پھر کیا تملوگ سوائے ابوموسیٰ کے اور کسی کو حکم نہ بناؤگے" ج

۱۴۳ / صفحہ ۳

اور اسکے بعد بقول ابن خلدون "امیرالمومنین علی اِن مباحثے سے تنگ ہوگئے اور مجبور ہوکر ارشاد کیا اچھا جو چاہو اور جو تمہاری سمجھ مین آئے وہ کرو" اب "عمرو بن العاص امیرالمومنین علی کے پاس اقرارنامہ لکھنے کو حاضر ہوئے کاتب نے بسم اللہ کے بعد لکھا هٰذَا مَا تَقَاضیٰ عَلَیْہِ امیرالمومنین۔ عمرو بن العاص نے جھٹ قلم پکڑلی۔ بولے۔ یہ ہماری امیر نہین ہین تمہارے امیر ہون تو ہون۔

علی کا وہ موقع جو رسول کیلئے صلح حدیبیہ مین تہا

اخنف۔ اِس لفظ کو محو نہ کرو مجھے اسکے محو کرنے سے بدفالی کا خیال ہوتا ہے۔

اشعث امیرالمومنین کا لفظ ضرور محو کردو۔

امیرالمومنین۔ اللہ اکبر۔ صلح حدیبیہ مین بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا کفار نے آنحضرت صلعم کے اسم مبارک کے ساتھ رسول اللہ کو نہین لکھنے دیا تھا۔ کیون عمرو بن العاص اِس واقعہ مین تم بھی ایسا ہی جانتے ہو۔

عمرو بن العاص سبحان اللہ آپ کفار سے ہماری تشبیہ دیتے ہین حالانکہ ہم لوگ مومن ہین۔

امیرالمومنین علی — اے ابن النابغہ! تو کب فاسقین کا ولی اور مومنین کا دشمن نہ تھا"

عہدنامہ لکھا گیا۔ دستخطین ہوئین" لیکن اشتر نے دستخط کرنے سے انکار کیا۔ اشعث مصر ہوئے"۔ اسی مورخ کے موافق "اخنف ابن قیس نے امیرالمومنین سے یہ خواہش ظاہر کی کہ مجھکو بھی ابوموسیٰ کے ساتھ حکم بنائیے لیکن لوگون نے اس سے مخالفت کی"۔ اعثم کوفی کے موافق اخنف اور شریف بن ہانی کچھ دور ابوموسیٰ کو پہونچانے گئے۔ لیکن شرجیل ابن سمط الکندی نے ابوموسیٰ سے کہلوایا کہ جو لوگ تیرے وداع کرنے کو آئے ہین اُنھین رخصت کردے

اشعث نے عہدنامہ پر دستخط نہ کی۔

اخنف ساتھ نہ رکھے گئے۔

اِسکے بعد امیرالمومنین کوفہ کی طرف اور معاویہ شام کی جانب روانہ ہوگئے تھے۔ جناب امیر نے عمال کو اپنے اپنے عمل پر واپس کردیا۔ فیصلہ کا دن آیا۔ اور بقول ابن خلدون "حکمین کے ساتھ مجلس حکم مین عبداللہ ابن عمر۔ عبدالرحمن ابن ابی بکر۔ عبداللہ ابن زبیر۔ عبدالرحمن بن الحرث بن ہشام عبدالرحمن بن عبدیغوث زہری۔ ابوجہم بن حذیفہ عدوی مغیرہ بن سعد۔ سعد ابن ابی وقاص مع سعد

حکمین کے فیصلہ کے وقت حاضرین کے نام۔

تب عمرو بن العاص نے کہا - اے ابو موسیٰ تم جانتے ہو کہ عثمان براہ ظلم مارے گئے ہین اور معاویہ اور انکی قوم اولیا و وارثان عثمان ہین - ابو موسیٰ نے کہا ہان - پھر عمرو بن العاص بولے پس کون امر تمکو انکی خلافت قبول کرنے سے روکتا ہے حالانکہ وہ قبیلہ قریش سے ہین جیسا کہ تم جانتے ہو اگرچہ سابق الاسلام نہین ہین لیکن انمین سیاست و ملکداری کا مادہ بہت بڑا ہے اور وہ ام المومنین ام حبیبہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہین اس سے زیادہ قریب قرابت اور کیا ہو سکتی ہے اور مدتون آنحضرت صلعم کے کاتب رہے ہین اور شرف صحبت سے بھی ممتاز ہوئے ہین اس قدر کہنے کے بعد کہا اگر تم میرے رائے سے موافقت کروگے تو تمکو جس شہر کی حکومت پسند کروگے فوراً دیجائیگی"

ابو موسیٰ کیلئے حکومت کا پیشکش -

اسی مورخ کے موافق ابو موسیٰ نے عبد اللہ ابن عمر کو والی و حاکم بنانیکا خیال ظاہر کیا اور ابن عاص نے کہا "تمکو میرے لڑکے کے والی مقرر کرنے مین کیا عذر ہے - تم اسکی حالت و صلاحیت فضیلت سے بخوبی واقف ہو" اور یہ بھی کہا کہ "یہ کام تو ایسے شخص کو سپرد کرنا چاہیے کہ جسکے دانت ہون جن سے وہ کھاتا پیتا ہو" آخر طے یہ پایا کہ علی اور معاویہ دونون معزول کر دیئے جائین اور مسلمان جس کو چاہین شوریٰ کر کے مقرر کرین - اعلان کا وقت آیا اور صحبت رسول کے شرف اور بزرگی سن کے لحاظ سے عمرو عاص نے چاہا کہ ابو موسیٰ پہلے اعلان کرے اور ابو موسیٰ نے کہا :-

ابن عاص اپنے لڑکے کو خلیفہ بنایا چاہتا ہے

ابو موسیٰ کا اعلان

"ہم لوگون نے بہت کچھہ غور و فکر کیا لیکن سوائے اسکے جس پر ہمنے اتفاق کیا ہے اور کچھہ سمجھہ مین نہ آیا کہ ہم اور عمرو بن العاص دونون باتفاق رائے علی و معاویہ کو معزول کردین اور مسلمانون کو اختیار ہے جنکو وہ چاہین باتفاق رائے خلیفہ بنائین - چنانچہ مین نے علی اور معاویہ دونون کو معزول کر دیا پس تم جسکو لائق سمجھو اسکو خلیفہ بناؤ"

عمرو عاص کا اعلان

ابن عاص نے کہا :-

"تم لوگ گواہ رہنا (ابو موسیٰ کی طرف اشارہ کر کے) کہ اس شخص نے اپنے رفیق (علی) کو معزول کر دیا ہے اور بیشک مین بھی اسکو معزول کرتا ہون جیسا کہ اسنے معزول کیا ہے اور معاویہ کو بحال رکھتا ہون کیونکہ وہ عثمان ابن عفان مظلوم خلیفہ کا ولی ہے اور اسکے قائمقام ہونیکا مستحق ہے"

حکمین کی گرم گفتگو اور تصفیہ کا اثر -

اسکے بعد ابو موسیٰ اور ابن عاص مین جنگ زرگری ہوئی - اور شریح بن ہانی نے عمرو بن العاص پر تلوار چلائی عمرو بن العاص نے جواب ترکی بہ ترکی دیا لوگ درمیان مین پڑ گئے مورخ اعثم کوفی کے موافق بھی "نزدیک بود کہ اصحاب امیر المومنین علی علیہ السلام و لشکر معاویہ بایکدیگر جنگ کنند" - اہل شام خوش تھے اور عراقیون پر طنز

کرتے تھے اور سعید ابن قیس ہمدانی کہتا تھا کہ "اگر ہم لوگ راہ راست پر ہیں تو اور اس قوم سے جنگ کرتے تو یہ شماتت سننے میں نہ آتی اب بھی کچھ نہیں گیا ہے اور نہ ہم میں سستی آئی ہے"۔

وقف علی الاولاد اور حسنین

صفین سے واپس تشریف لاکر جناب امیر نے اپنی جائداد خاصہ کے متعلق ایک دستاویز تحریر فرمائی کہ "اس حکم کے ساتھ حسن ابن علی قایم ہو۔ موافق شرع اس مال میں تصرف کرے اور حسب شرع اس مال کو فقرا و مساکین میں تقسیم کرے۔ اگر حسن کو کوئی حادثہ پیش آئے اور حسین زندہ ہو تو اُسکے بعد وہ اس حکم کے ساتھ قیام کرے۔ اور اس وصیت کو اُسکے مصدر اور موقع کے متعلق جاری کرے۔ بیشک علی کے اس مال میں فاطمہ کے بیٹوں کا وہی حق ہے جو تمام اولاد علی کا ہے"۔ فرمایا ہے کہ بوجہ قربت رسول اور اُنکے احترام کے (تولیت) اولاد فاطمہ کے متعلق رکھی گئی ہے۔ اصل کی حفاظت اور منافع کے تقسیم کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک دوسری وصیت ہے جسمیں جناب امیر نے حسن کی تعلیم کا تذکرہ کیا ہے۔ اُنہیں مُضر تعلیم کے اثر سے محفوظ رکھنے اور ایک شفیق باپ کی طرح ہر کام میں توجہ لازم سمجھنے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ کتاب خدا کی تعلیم۔ اسکی تاویل پر عبور اور اسلام کے طریقے اور اُسکے حلال و حرام کا اہتمام فرمایا ہے۔ اور بہت سے مسائل فلسفہ پر مفید نصیحت کی ہیں۔

جناب امیر حکمین کے فیصلے سے بیزاری اور تیاری جنگ کا حکم دیتے ہیں۔

حکمین کے فیصلے کے بعد جناب امیر نے خطبہ میں فرمایا "حکمین نے قرآن کے حکم کو چھوڑ کر ہر ایک نے اپنی خواہش کی اتباع کی اور دونوں نے فیصلہ کرنے میں اختلاف کیا اور دونوں راہ راست سے علیحدہ رہے پس اس حکم و فیصلہ سے اللہ اور اُس کا رسول اور صلحاء امت بری ہیں لہذا تملوگ شام پر حملہ کرنے کی تیاری کرو"۔

خطبہ کی نقل خوارج کو بھیجی۔

اسی زمانہ میں خوارج کا گروہ برسر فساد ہوا۔ سمجھایا گیا۔ لیکن رو براہ نہ ہوا۔ جناب امیر نے متذکرہ صدر خطبہ کی نقل اُنکے پاس بھیجدی اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ "ہم اُسی پہلی رائے پر ہیں جسپر اس سے پیشتر تھے یعنی اہل شام سے جنگ کرینگے" اس کا بھی کوئی نتیجہ نہ ہوا اور جناب امیر نے مدائن کے گورنر کو اُنکے روکنے کا حکم بھیجا اور اُس نے نہروان کے قریب انھیں روکا۔ بصرہ کے خوارج مسعر ابن فدک تمیمی کی ماتحتی میں چلے (جو قصہ تقرر حکم اور قرآن کے بلند کرنیکے وقت اشعث کا ہم آواز تھا) اور عبد اللہ ابن عباس نے روکا اور یہ بھی نہروان چلا آیا۔ اس زمانہ میں جناب امیر

جو لشکر شام کے لئے جمع ہوا۔

حکم سے شام کی طرف روانگی کی تیاری مین بصرہ سے احنف ابن قیس اور جارثہ ابن قدامہ کی ماتحتی مین تین ہزار ایک سو سپاہی آئے اور کوفہ کی فہرست کے رو سے چالیس ہزار تجربہ کار سپاہی۔ سترہ ہزار نوعمر۔ اور آٹھ ہزار خادم میدان جنگ مین جانیکے قابل پائے گئے۔

ابن خلدون کے موافق باوجود لوگون کی اس خواہش کے کہ پہلے خوارج سے جنگ کیجائے فرمایا کہ "اہل شام پر فوجکشی کرنا زیادہ ضروری ہے کیونکہ اُنھون نے تم سے مقابلہ کیا برابر لڑتے رہے اور اُسکا مقصد یہ ہے کہ وہ بزور و جبر بادشاہ بنجائین اور بندگان خدا کو اپنا غلام بنائین"۔ لیکن اسکے بعد خبرین آنے لگین کہ خوارج نے عبداللہ ابن حباب کو ذبح کر ڈالا اور اُنکی بی بی کا پیٹ پھاڑ ڈالا۔ اور قبیلہ طی کی تین عورتون کو قتل کیا۔ جناب امیر نے حرث ابن مرہ کو دریافت حال کیلئے بھیجا اور یہ بھی مارے گئے۔ اب بجز یہ طے کئے ہوئے چارہ نہ تھا کہ پہلے اُنکی فکر کیجائے۔ مقابل پہونچے۔ کہلوایا کہ "ہمارے بھائیون کے قاتلین کو ہمارے حوالہ کر دو ہم اُنکے عوض مین انکو قتل کرینگے تاکہ ہم تمکو چھوڑ کر اہل مغرب کی طرف جائین اور تم سے اسوقت تک جنگ نہ کرین گے جب تک ہم جنگ اہل شام سے واپس آئینگے شاید اللہ تعالیٰ اِس اثنا مین تمکو راہ راست کی ہدایت کرے" خوارج نے جواب دیا "ہم سب نے ملکر ان کو مارا ہے اور ہم سب تمہارے خون اور اُنکے خون کو مباح سمجھتے ہین"

اب جناب امیر نے حجر ابن عدی۔ شیث ربعی۔ معقل ابن قیس۔ ابو ایوب انصاری۔ ابو قتادہ اور قیس ابن سعد کو افسر مقرر کیا۔ اور ایک امان کا علم ابو ایوب انصاری کے حوالہ کیا گیا اور یہ اعلان کیا گیا کہ "جو شخص بلا جنگ کئے ہوئے آئیگا اُس کو امن دیا جائیگا اور جو شخص متعرض نہوگا اُسکو بھی امن دیا جائیگا اور جو شخص کوفہ یا مدائن کی طرف لوٹ جائیگا اُس کو بھی امن دیا جائیگا"۔

امان کا علم

اسکا نتیجہ

خونریزی سے بچنے کے اِس اعلان کا یہ نتیجہ ہوا کہ "فروہ بن نوفل اشجعی پانچسو سوارون کو لیکر خوارج سے علیحدہ ہو کر دسکرہ مین جا کر قیام پذیر ہوا۔ کچھ لوگ کوفہ کی طرف چلے اور کچھ لوگ امیر المومنین علی کے لشکر مین آملے ان سبھون کی تعداد تقریباً چار ہزار تھی" اب امیر المومنین کے فوجی نظام نے خوارج کو بیچ مین لے لیا۔ سوارون نے دو طرف سے دبایا اور پیادون نے تلوارون سے حملہ شروع کیا اور خوارج کے کل نامی سردار مارے گئے بلکہ خوارج کے عوام بھی اگر

بچے ہون تو صرف معدودے چند- صرف اسباب حرب اور مویشیان لشکر پر تقسیم کی گئین- غلامون اور عورتونکو واپس کردیا- امیر المومنین کے مقتولین کی تعداد صرف تئات سپاہی تھی-

شام کی طرف کوچ کا حکم لشکر کا تساہل-

جناب امیر نے اب شام کی طرف بڑہنے کا قصد فرمایا لیکن اہل لشکر نے کسل اور زخم کا عذر پیش کیا اور بقول ابن خلدون "اِس گفتگو کرنے پر اشعث ابن قیس مامور کئے گئے تہے" امیر المومنین نے اسے منظور نہ کیا- لیکن کوفہ واپس ہوئے نخیلہ مین قیام کیا اور "عام حکم دیدیا کہ کوئی شخص اپنے مکان پر نہ جائے جب تک دشمنونکی طرف خروج تک کے فتحیاب ہو آئے"" باوجود اس حکم کے اکثر لوگ چھاؤنی سے گھرون کو واپس گئے- اور جب جناب امیر نے تاخیر کی وجہ دریافت فرمائی" تو ان لوگون مین سے نہایت کم آدمیون نے شام پر فوجکشی کی خوشی ظاہر کی""-

۱۵ رجمادی الاول ۳۶ھ امام زین العابدین کی ولادت-

پندرہ جمادی الاول ۳۶ھ مین حضرت شہر بانو کے بطن سے حضرت امام زین العابدینؑ کی ولادت ہوئی اور بعض مورخین کے موافق حضرت شہر بانو نے اسی زمانہ مین رحلت کی-

مالک اشتر کی شہادت

حکمین کے فیصلہ کے بعد معاویہ نے مصر کی طرف دیکہا- محمد ابن بکر یہان کے والی تہے- معاویہ ابن خدیج اور عثمان کے خونخواہ شورش کر رہے تہے اور محمد ابن ابی بکر کے ایک افسر ابن مضاہم کو شکست بہی دی تہی- معاویہ نے ابن خدیج وغیرہ کو خط لکہکر ملایا اور "امیر المومنین علی کی مخالفت کرنے پر شکر گذاری ظاہر کی" اور عمرا بن عاص کی ماتحتی مین چھہ ہزار آدمی روانہ کئے- عمر عاص نے محمد ابن ابی بکر کو خط لکہا اور انہون نے وہ خط معہ مدد کی عرضداشت کے امیر المومنین کے پاس بہیجدیا- جناب امیر نے جزیرہ سے مالک کو بڑہنے کا حکم دیا- اور بقول ابن خلدون جب معاویہ کو اِسکی اطلاع ہوئی تو اُسنے یہ سمجھہ لیا کہ اب مصر پر قبضہ کرنا کارے دارد کا مضمون ہے کیونکہ اُسکا محافظ جدید (اشتر) اُسکو بیرونی حملہ سے بچا لیگا لیکن اتفاق یہ پیش آیا کہ اُشتر جون ہی حاکم خراج قلزم کے پاس آکر اُترا انتقال کرگیا- کہا جاتا ہے کہ معاویہ کی سازش سے حاکم خراج قلزم نے اشتر کو زہر دیدیا تہا اس طمع سے کہ اس سے خراج معاف کردیا جائیگا" اسکے بعد مورخ کا اُموی میلان بغیر کسی دلیل کے اُس سے یہ بہی کہلوا دیتا ہے کہ "لیکن یہ دور از قیاس اور خلاف واقعہ ہے" واشنگٹن آرونیگ اور اوسبورن- ابن خلدون کی طرح معاویہ کے محافظ نہین ہین اور نہ طبری اور روضۃ الصفا یا جامع التواریخ نے یہ لکہنے مین کمی کی ہے کہ معاویہ کے ایما سے زہر دیا گیا- اعثم کوفی

اشتر کی محض شہادت اور ابو الغادہ زہر دیئے جانے کا تذکرہ کرتا ہے۔ اپنے اس وفادار خادم اور

مالک کی خبر شہادت سنکر جناب امیر کے الفاظ۔

بہادر دوست کی اس افسوسناک موت کی خبر سنکر سچ کہا علی نے کہ عورتین مثل اسکے دوسرا نہ جنینگی اور اسکی مثال دوسرا موجود نہین ہے" علی کا دا ہنا ہاتھ کٹ گیا۔ اور بایان ہاتھ بھی باقی نہ رہا۔ کوشش کی۔ ترغیب دی کہ سپاہی مصر کی طرف مدد کے لئے روانہ ہون۔ دو ہزار آدمی دیر مین تیار ہوئے۔ لیکن

محمد ابن ابی بکر کی شہادت۔

اس درمیان مین محمد ابن ابی بکر کو دشمن کی کثیر تعداد نے گھیر لیا تھا گرفتار ہوئے۔ بقول ابن خلدون معاویہ نے پیاس کی حالت مین انھین" ایک مردار گدھے کی کھال مین بھر کر جلا دیا"۔

بصرہ سے شامی بھاگے

اسکے بعد عبداللہ ابن حضرمی بصرہ بھیجا گیا کہ وہان کے لوگون کو جناب امیر سے برافروختہ کرے۔ عامل نے خبر دی جناب امیر اعین بن ضبیعہ کی ماتحتی مین کچھ سپاہی بھیج سکے۔ ابن الحضرمی کو شکست ہوئی اور مارا گیا۔

زیاد نے فارس کا انتظام کیا

ایرانیون نے کچھ شورش کی جناب امیر نے زیاد کو بھیجا اور اس نے باغیون کو سزا دی اور حالت اپنی جگہہ قائم رہی۔ معاویہ نے عین التمر مین اسکے بعد قسمت آزمائی کی۔ گورنر محصور ہوا اور اگرچہ مدد بھیجنے مین

شامی عین التمر سے بھاگے۔

علی کی کوششین بیکار ہوئین لیکن اتفاق سے عبدالرحمن ابن مخنف پچاس آدمیون کے ساتھہ مالک ابن کعب (گورنر) کی مدد کے لئے پہونچا شامی سمجھے کہ کوفہ سے بڑی مدد آئی اور خوف سے بھاگ گئے۔

اہل شام کے ہیت کو لوٹنے کی خبر سنکر جناب امیر کا خطبہ۔

اسکے بعد اہل شام نے ہیت اور انبار کو لوٹا علی کا عامل حسان البکری مارا گیا۔ جناب امیر نے خبر سنکر خطبہ دیا:۔ "قتل اور غارت تم پر جاری ہے۔ تمہارے مال تاراج ہونگے۔ تمہارے گھرون پر قبضہ کر لیا جائیگا.... سوار دلایت انبار مین داخل ہو گئے ہین۔ وہان کے عامل حسان البکری کو قتل کر ڈالا ہے۔ تمہارے سوارون کو تمہارے اسلحہ خانون سے ہٹا دیا ہے۔ مجھے ان حملہ آورون کے ظلم و جور کی یہانتک خبر ہوئی ہے کہ انمین سے ایک شخص کسی مسلمہ یا ذمیہ عورت کے گھر مین داخل ہوا۔ اسکے پازیب اسکے کڑے اسکا گلوبند اسکے گوشوارے یہ سب زیورات نہایت بیرحمی کے ساتھہ چھین لئے۔ وہ عورت اس مرد کو نہ روک سکی۔ مگر ہان وہ برابر صدائے گریہ بلند کر رہی تھی اور قبیلہ والون کو بلا رہی تھی۔ ادہر یہ لشکر ایک کثیر اور وافر مال غنیمت لیکر واپس گیا۔ نہ تو انمین سے کسی کو زخم پہونچا نہ کسی کے خون کا ایک قطرہ زمین پر گرا۔ اب اگر کوئی

دشمن باطل پر متفق لیکن تم حق سے پراگندہ

مسلمان اس سانحہ دل خراش پر افسوس کرتا کرتا مر جائے تو اسے ملامت نہین کیجا سکتی بلکہ وہ اس مرگ کا سزاوار ہے۔ آہ! تعجب اور سخت تعجب ہے.... کہ وہ مخالف تو سب کے سب اپنے فعل باطل پر اس قدر

اجماع کر رہے ہین اور تم امر حق سے یون متفرق و پراگندہ ہو۔ وہ تم سے لڑائی لڑتے ہین اور تم لڑائی سے جان چراتے ہو۔ خدا کی نافرمانیان اور معصیتین کیجا رہی ہین اور تم راضی ہوئے بیٹھے ...... اے مرد صورت نامردو کہ مرد تم مین کوئی نہین ہے۔ اے خوابہائے اطفال۔ اے عقول زنان حجلہ نشین مین اس بات کو دوست رکھتا تھا کہ تمھین نہ دیکھون اور تمھین نہ پہچانون۔ ...... تمنے اپنے عصیان و نافرمانی کی وجہ سے میری رائے اور تدبیر کو بھی فاسد کر دیا۔ ...... حقیقت یہ ہے کہ رائے اور تدبیر اس شخص کیلئے سود مند نہین جو اسپر عمل کرنیوالا نہین۔"

رائے اور تدبیر بغیر عمل بے سود ہے۔

جناب امیر تنہا روانہ ہونیکا قصد کرتے ہین۔

اب جناب امیر نے اپنی ذمہ داری کے لحاظ سے تنہا روانہ ہونے کا قصد فرمایا۔ قیس ابن سعد نے روکا اور کچھہ سپاہیونکو لیکر روانہ ہوئے لیکن دشمن انکے آنیکے پہلے روانہ ہو چکا تھا۔

شامی تیما سے بھاگے۔

معاویہ نے ایک فوج تیما بھیجی۔ امیر المومنین مسیب فزاری کی ماتحتی مین دو ہزار سپاہی روانہ کرنیکے شامی محصور ہوئے اور آخر مین بھاگے۔

حاجی بھاگ گئے اور انکے محافظ سپاہی قتل کر دیئے گئے۔

غالباً زمانہ حج قریب تھا کہ معاویہ نے ضحاک ابن قیس کو چار ہزار سپاہیون کے ساتھہ مکہ کیطرف روانہ کیا۔ اس نے حاجیون کو یہ کہکر واپس کرنا شروع کیا کہ کوئی امام نہین ہے کس کے ساتھہ حج کروگے اور شرطہ کے اُن سپاہیونکو قتل کر ڈالا جنھین امیر المومنین نے حاجیونکی حفاظت کے لئے ریگستانی راہون مین تعینات فرمایا تھا۔ اب جناب امیر نے حجر کندی کی ماتحتی مین چار ہزار سپاہی بھیجے۔ ضحاک کو شکست ہوئی اور یہ شام بھاگا۔

ابو ہریرہ مدینہ کے عامل ہوئے۔

ابن عباس کے دو بچے دشمن نے ذبح کر ڈالے۔

بشر ابن ارطاۃ مدینہ آیا اور قبضہ کر لیا اور ابو ہریرہ کو بھی عامل بنجانے کا موقع ملا۔ امیر المومنین نے وہب ابن مسعود کو روانہ کیا اور انہون نے دوبارہ قبضہ کر لیا۔ بشر ابن ارطاۃ یمن گیا اور یہان عبد اللہ ابن عباس کے دو صغیر السن بچون کو ذبح کر ڈالا۔ یہ خبر سنکر جناب امیر نے فرمایا: "مجھے بشر ابن ارطاۃ کی خبر ملی ہے کہ اُس نے یمن پر قبضہ کر لیا۔ تم اپنے برحق امام سے مخالفتین کر رہے ہو۔ تم مین تفرقے ظاہر ہو رہے ہین۔ مجھے اس قوم کی طرف سے یہ گمان ہے کہ وہ تمہاری بدعنوانیون سے فائدہ اُٹھاکر تمہین اپنی رعایا بنا لیگی اور تم اسکے فرمانبردار ہو جاؤگے۔ بنی اُمیہ کے متعلق کہین اور فرماتے ہین:۔ "وہ تمھین برابر اذیت پہونچاتے رہین گے۔ یہانتک کہ ایک شخص کو بھی تم مین سے ایسا نہ چھوڑینگے جو انھین نفع نہ پہونچائے یا اُنکے نزدیک اُسکا نفع بے مضرت ثابت نہ ہو۔ اُنکی بلا مین تم پر مسلط رہیگی جب تک کہ تم مین سے

جناب امیر پیشگوئی کرتے ہین۔

ایک ایک شخص اُنکا غلام اور خدمتگار نہ بنجائے"۔

سجستان کی شورش فرو کی گئی۔

سجستان مین شورش ہوئی اور وہ فرو کی گئی۔ بنی ناجیہ کے نصرانی فرقہ نے خوارج سے ملکر جنگ کی اور وہ بھی اپنی حالت پر لائے گئے۔

شام پر فوجکشی کیلئے علی کی آخری کوشش اور شہادت۔

باوجود ان تمام شورشون کے جناب امیر اپنے اُس پہلے خیال پر قائم رہے کہ جب تک امیر شام اپنی جگہہ پر قایم رہیگا شورشون کا سوراخ بند نہ ہوگا اور علی کی آخری کوشش دکھائی دیتی ہے کہ وہ لوگون کو آمادہ کرکے دس ہزار سپاہی اپنے فرزند حسین کی ماتحتی مین دیتے ہین قیس ابن سعد اور ابو ایوب انصاری بھی دس دس ہزار سپاہیون کے افسر ہوتے ہین اور دیگر سرداران لشکر کو اور سپاہی سپرد کیے جاتے ہین۔ تیاری قریب بہ تمام اور کوچ کا وقت نزدیک آگیا تھا کہ اسلام کی امید ہمیشہ کے لئے زہر آلود تلوار سے ذبح ہوگئی۔

سنہ ۴۰ھ

کون مسلمان نہین جانتا کہ اُنیسوین رمضان کی نامبارک تاریخ کو جس وقت یہ رضائے الٰہی کا شیدا صبح کو مسجد مین نماز پڑہنے اور پڑھانے جا رہا تھا کوئی محافظ سپاہی نہ تھا۔ کسی چھپے ہوئے قاتل کا اندیشہ نہ تھا کہ عین حالت نماز مین جبکہ سر مبارک سجدہ سے اُٹھا بھی نہ تھا کہ تین قاتلون نے یکے بعد دیگرے اپنی زہر کی بجھی ہوئی تلوار سے وار کئے۔ ایک تلوار اُسی جگہہ لگی جہان احزاب مین عمرابن عبدود کے ہاتھہ سے لگی تھی۔ قاتل نے ابھی سر مبارک سے تلوار کھینچی ہی نہ تھی کہ علی نے "فزت برالکعبۃ" (خدائے کعبہ کی قسم فتحیاب ہوا) فرمایا۔

حالت نماز مین زخم کھاکر علی نے کیا فرمایا

جراح نے زخم دیکھا

شور ہوا۔ لوگ دوڑے۔ قاتل گرفتار ہوا حسنین آئے دیکھا کہ در و دیوار پر باپ کے خون کے چھینٹے پڑے ہین۔ خود خون مین نہائے اور درد سے پہلو بدل رہے ہین۔ عمرابن نعمان جراح نے زخم دیکھا اور کہا "زخم علاج پذیر نہین ہے تلوار زہر آلود معلوم ہوتی ہے" یہ سُنکر لوگون پر یاس اور تاریکی چھا گئی۔ اپنے زخمی ہونے اور رحلت کے درمیانی زمانہ مین جناب امیر نے فرمایا "دو اپنے درمیانی تنازعات کے مصلح ہو۔ آنحضرت فرماتے تھے کہ اپنی ذات اور گروہ کی اصلاح تمام روزہ و نماز سے افضل ہے"۔

لوگون کو نصیحت

بنی عبدالمطلب سے فرمایا:۔

"اے اولاد عبدالمطلب! مین تمہین ایسی حالت مین نہ پاؤن کہ تم مسلمانون کے خون مین سر سے پاؤن تک رنگین ہوتے پھرو اور کہتے جاؤ کہ امیرالمومنین قتل ہوگئے امیرالمومنین قتل ہوگئے

آگاہ رہو کہ میرے قاتل کے سوا کوئی دوسرا شخص قتل نہ ہونا چاہئے۔

اسکے بعد جناب امیر نے اپنے دونوں فرزند حسن و حسین کو جو مخصوص نصیحت فرمائی وہ یہ تہی کہ "تم دنیا کو طلب نہ کرنا اگرچہ وہ تمہیں طلب کرے اور تمہاری طرف مائل ہو اور کبہی اُس چیز پر حسرت و افسوس ظاہر نہ کرنا جو از قسم مال دنیاوی تم تک پہونچنے سے روک دیجائے۔ سچی باتوں پر زبان کھلے اجر و ثواب کے لئے عمل کرنا۔ ظالم کے دشمن رہنا اور مظلوم کے مددگار"۔

یہ نصیحتیں نہج البلاغہ میں ملتی ہیں جنکا خلاصہ ابن خلدون نے بہی دیا ہے۔ آخر الذکر مورخ کے موافق حسنین اور محمد حنفیہ کو ایک دوسرے کے لحاظ کی وصیت فرمائی اور "پہر حسن کو تہوڑی دیر تک سمجہاتے رہے"۔ اسی مورخ کے موافق برک بن عبد اللہ جب معاویہ کے ارادے سے گیا اور گرفتار ہوا تو اس نے کہا:۔

برک اور معاویہ کی گفتگو۔

"میں تمکو ایک خوشخبری سنایا چاہتا ہوں اگر تم اس سے مجہے مستفید کرو اور وہ یہ ہے کہ آج ہی شب کو میرے ایک بہائی نے علی کو مار ڈالا۔ معاویہ نے استعجاب سے کہا۔ شاید وہ اس امر پر قادر ہوا ہوگا۔ برک نے جواب دیا۔ یہ غیر ممکن ہے کیونکہ اُسکے ساتہہ کوئی محافظ نہیں رہتا"۔

معاویہ کی ایک غرض طلب کوشش اور جناب امیر کے الفاظ

صاحب شواہد النبوۃ نے ایک روایت لکہی ہے جو میں ناظر کے غور کے لئے پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ معاویہ نے اپنے "عاقبت کار" کے معلوم کرنیکے لئے اپنے مصاحبین سے صلاح لی اور پہر خود ہی تصفیہ کیا کہ اسے "علی سے معلوم کرینگے" اور تین آدمیوں کو کوفہ بہیجا اور ان تینوں نے یکے بعد دیگرے کہنا شروع کیا کہ معاویہ نے انتقال کیا یہ خبر جناب امیر کو پہونچائی گئی لیکن "بآں التفات نہ نمود" اور لوگوں کے اصرار پر کہا "کلا کہ وے بمیرد مادام کہ این (و اشارت بمحاسن خود کرد ازیں و اشارت بسر خود کرد) خضاب کردہ نہ شود و رنگین نہ گردد و این اکلہ الاکباد بآں ملاعبہ نکند۔ و آں سہ تن این خبر را بمعاویہ بردند"۔

تجہیز و تکفین۔

اب مجہے اور یہ کیا کہنا ہے بجز اسکے جو میں الکار میں کہہ چکا ہوں کہ "رمضان کی اکیسویں کو متقیوں کا "ولایت مآب" شیعوں کا "امام اول" دنیا کا "بہادر ولی" رضائی الٰہی کا شیدا مسجد کوفہ کا عابد۔ دشمن پر رحم کرنے والا۔ دنیا سے گذر گیا ..... حسنین نے غسل دیا اور وصیت کے موافق دفن کیا۔ بغیر کسی نمائش اور شان کے غالباً چنے ہوئے تہوڑے سے لوگ اس مقدس اور متبرک

بوجھ کو اپنے کاندھوں پر لیگئے۔ اسلام کے علانیہ مدد کرنے والے کو دشمنان اسلام کے خوف سے (پوشیدگی سے) زمین میں دفن کردیا۔ کوئی نشان قبر۔ کوئی لوح۔ کوئی کتبہ نہ رکھا گیا بلکہ زمین برابر کردی گئی۔ لوگوں کو دفن کی خبر اُسوقت ہوئی جب یہ لوگ، گھر واپس آرہے تھے۔ عامۂ ناس کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ شتاق رضائے الٰہی کو کس جگہہ زمین میں چھپایا ہے!"

ابتہم کا نشو

(جسکی بہار یہ ہو پھر اُسکی خزان نہ پوچھ)

کیا ہوا کہ گذشتہ باب میں نہ کہیں بالادوی دکھائی دی نہ کہیں اپنا پہلو سُستی میں مضبوط دبا کر بحث کیگئی نہ پلک جھپکنے کا موقع غنیمت سمجھا گیا نہ زبان کاٹنے کے لئے اقرار لیا گیا اور نہ اسکا موقع دیا گیا کہ ایک حکم کے سامنے کوئی عذر کی ضرورت سمجھتا اور نہ کچھ لوگ تصفیۂ خلافت کے لئے مقرر کئے گئے جنکی مجموعی صورت کسی سمجھنے والیکو دھوکا نہیں دے سکتی تھی۔ انقلاب ہوا کسکے خلاف۔ رسول کے بعد جو نظام دکھائی دینے لگا تھا اُس کے خلاف۔ اُسکی "فرع" کے خلاف۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ اُس پہلے نظام کے قایم ہوتے ہی یا اُسکے بعد کیوں انقلاب نہیں ہوا۔ اور یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ جوں جوں دن گذرتا جاتا تھا انقلاب کا ذخیرہ زیادہ اور انقلاب کا وقوع قریب ہوتا جاتا تھا۔

کسکے خلاف انقلاب ہوا

میں نے یہ بھی کہا ہے کہ رسول کے بعد جو روش تھی وہ کسی صورت پر منتہی نہیں ہوسکتی تھی مگر یہ کہ بنی امیہ صاحب اختیار ہو جاتے لیکن اب میں تذکرہ اور واقعات کے اس حد تک نشو کے قریب آگیا ہوں جہاں بے تردد یہ کہہ سکوں کہ اگر ایسے ذرائع نہ بھی اختیار کئے جاتے جس سے بنی امیہ کو حصول اختیار میں سہولت ہوئی تاہم وہ بغیر کوشش کئے باز نہ رہتے۔ سہولت پیدا کرنا تو دفع الوقتی تھی اگر میں رشوت کا لفظ استعمال کرنا چاہوں۔

بنی امیہ بغیر کوشش کے باز نہ رہتے۔

میں انقلاب کا ذکر کررہا ہوں۔ حیرت کی جاسکتی ہے کہ جسوقت عناصر قومی کے منتشر کردینے والی کل چلتے چلتے اس حد تک خارج دکھیا جکی تھی کہ بے لگام جذبات کے پیچھے نہ دوڑنا نا کامی سمجھی جاتی

کیونکر نظام الٹ گیا

اور محض نوجی جوش۔ حوصلہ۔ مال اور شہرت کی نہ بجھنے والی پیاس اُنکا اماج ہوتی اور وہ اسپرمطلق غور نہ کرتے کہ اسکے ضبط۔ احتیاط اور اعتدال پر رکھنے کی بھی کوئی کل ہے یا نہین جو آیندہ انتشار قومی اور بے مشغلہ بیکاری کے خطرات سے محفوظ رکھے۔ جس وقت بغیر ترجیحی سلوک کے حکومت اپنی بنیاد مضبوط نہین کرسکتی تھی اور اپنے اغراض قیام اور استحکام کے لئے معتمدین کی زیادتیون سے چشم پوشی کرسکتی تھی اور جب وقت حکومت کا۔ افراد اور جماعت کی موافقت حاصل کرنیکا عکس یہ تھا کہ ایسی جماعت اور افراد رسوخ اور اقتدار کی امید کرتے اور اپنے کو عامہ ناس سے اصل اعتبار سے بلند رتبہ سمجھتے۔ اِن حالتون مین قومی عناصر مین سے کونسا عنصر نیست ہونے سے بچ رہا تھا جسے مدبرین کی نگاہ نہ دیکھ سکی اور چھپا چھپا بار بگیا اور جو لڑکھڑاتا ہوا اُٹھا اور اُسمین یہ قوت پیدا ہوگئی کہ وہ ایک نظام کو اُلٹ دیتا!

کیا علی کے سوا مدینہ مین کوئی نہ تھا

لیکن میری حیرت اس غور اور استفہام پر ختم نہین ہوجاتی۔ مین آگے بڑہتا ہون اور اب سوال کرتا ہون کہ کیا تمام مدینہ مین بجز علی کے اور کوئی نہ تہا جسکی طرف لوگون کی نظر اُٹھ سکتی۔ جسے بنی امیہ بھی اپنی دقتون مین اپنا مشکلکشا سمجھتے۔ جس سے عثمان استغاثہ کرتے جنہین نائلہ اپنے شوہر کا موت سے آزادی دہندہ سمجھتین اور جو عثمان کو مروان پر قربان ہونے سے بچا لیتا۔ ایسے جوش کے عالم مین جبکہ قعقاع ابن عمر کا ایسا فاتح ایران بہادر نسبتاً لوگون کے کم تعداد کے جوش مین بہی مُسلسلہ بازپرس کرنا موقع کے خلاف سمجھتا۔ ہان قعقاع سپاہی مدبّر تھا۔ رسول کا پیارا۔ رسول کا ممدوح اور رسول کا مرکز امید نہ تھا!

انمین کوئی علی نہ تہا!

اصحاب تہے۔ کوئی شخص جو اسلام لایا ہو۔ کسی تقوے۔ کسی عقل۔ کسی فضل اور کسی علم کا کیون نہ ہو لیکن رسول کی خدمت مین کہانسری کا مشرف اُسے صحابی سمجہا سکتا تہا۔ لیکن خدا کا بزرگ نام کردہ مرتبہ رٹو یا تمام عمر کاغذ پہ لکہا ہوا دیکھتے رہو۔ عبادت محض رسمی حیثیت کی ایک چیز سمجھکر بجالاتے رہو لیکن تم نہ ایک انچ بڑہوگے نہ بلند ہوگے۔ گریموفون کا متواتر صدا دینا اُسمین کوئی شعور نہین پیدا کرتا۔ اِن مقدس چیزون کے خصلت گرا ثر کے استقبال کی نوعیت اور اندازہ وہ حالت ہے جس سے جان ہمنشین درمن اثر کرد صحیح ہوسکتا ہے۔ یہ تمہاری قبولیت کی قابلیت پر موقوف ہے ورنہ من ہمان خاکم کہ ہستم صحابی بہت سے تہے۔ بہت سے ایسے تہے جو کسی مذہب اور مجموعہ مذاہب صفات

کے نازتہے لیکن انہین کوئی علی نہ تہا۔ اور لوگون مین اسکا ہوش تھا انہین اقرار تہا کہ ہم علی نہین ہین۔ یہ بہی تہا کہ کچھہ صحابی علی کے خلاف ہوگئے لیکن یہ انکی انکار صفات کی بنیاد پر نہ تھا بلکہ جیسا صاحب صواعق محرقہ فرماتے ہین "امام الحرمین گفتہ کہ اعتداد واعتباری نیست بر قول کسی کہ گفتہ است اجماع بر امامت علی منعقد نہ شدہ زیرا کہ ہیچکس انکار امامت وارث الانبیا علی نہ کرد۔ این فتنہ و فسادی کہ در میان ایشان واقع شدہ بواسطہ دیگر امور بود نہ بسبب امامت او"۔

کوئی علی کا منکر صفات ہوکر انکا مخالف نہیں ہوا

کہان گئے لوگ جس وقت نظم امور کے لئے کوئی نہ دکھائی دیا۔ مصری۔ بصری۔ کوفی۔ مدنی کہان جارہے تہے۔ مدینہ دار الخلافت تہا یعنی ایک مرکز تھا جہان ممالک محروسہ کے لوگ اکثر حیثیون سے موجود رہتے ہونگے۔ ان لوگون کا بار بار اُس گھر کی طرف جانا جو کبہی مہبط جبرئیل تہا لیکن رسول کے دفن کے قبل سوختنی ہوگیا تہا۔ سوال پیدا کرتا ہے کہ آیا اب رسول کے بعد پچیس برس تک صاحب خانہ کی اکثر اسکیو نا موافقت اور علیحدگی اُسے مزید تشدد کا مستوجب ٹہرا رہی تہی اور یہ لوگ گئے تہے کہ اب اُس مکان اور مکین کا نام و نشان باقی نہ رکھین۔ ہم نہین اِس مجمع کا جانا نہ اپنے حصول اختیار کے لئے تہا اور نہ اپنے اختیارات کے طوعاً یا کرہاً منوانے کی غرض تہا۔ یہ امام ڈہونڈہنے نکلے تہے۔ درانحالیکہ اسکے قبل امام اپنی رعایا ڈہونڈہنے نکلتے تہے! یہی نہین بلکہ آج کا مرکز نگاہ "سب قبول ہو" والا خلیفہ نہین بنتا تھا بلکہ خود شرائط لکہوا رہا تہا۔ شرائط قایم کرتے وقت علی کے چہرہ پر غم کا سایہ دکھائی دیتا ہے۔ وقت آیا کہ علی اُس وقت خلیفہ نہوتے جس وقت نہ ہونیکا گمان بہی نہ ہوتا۔ زمانہ ڈہلکتا اور اِس طرح کہ گویا اُسکا سارا وزن بنی ہاشم اور اُنکے موئدین حقوق کو دبیں ڈالنے کے لئے ہے۔ یہ بھی گذرتا اور اب پہر زمانہ اُس وقت علی کو خلیفہ بنا ہا یاد کرتا جس وقت علی کو خلیفہ ہونیکا ادنی گمان باقی نہ رہ سکتا۔ لیکن یہ کوئی عالم خیال کی تصویرین نہ تھین نہ خواب کے تماشے تہے۔ بلکہ علی لوگون کو اور لوگ علی کو دیکھہ رہے تہے۔ علی کا وقار خلافت پر منحصر نہ تہا گو اُنھین پڑتا تہا۔ اور اب مین علی کی آنکہون مین لوگون کی استدعا پر طنز دیکہتا ہون اور اُنکا بار بار رد کرنا سمجہاتا ہے کہ سچ مچ خلافت خلافت کی مشہور حیثیت سے علی کی نظر و مین بکری کی چھینک سے زیادہ وقعت نہین رکہتی تہی۔ غم اِس خیال سے شروع ہوتا ہے کہ سفیر الٰہی کی نیابت کا مسئلہ اب کس صورت سے لوگون کے خیال مین قائم ہوگیا ہے اور اُس نے کیا کچھ اثر کیا ہے۔ نہوکہ لوگ

اسوقت امت امام ڈہونڈہنے نکلی تہی درانحالیکہ اسکے قبل امام اپنی امت ڈہونڈہ رہے تہے۔

آج کا خلیفہ شرائط لکہوا رہا تہا۔

کب نہ ہوئے اور کب ہوئے۔

علی کا عہد ایک اظہار تاسف تہا۔

یہ سمجھتے ہوں کہ گذشتہ طرز عمل کو ہم بھی طے شدہ امر سمجھتے ہیں اور آیندہ اپنے طرز عمل کو رسول
کے بعد کے کسی نظام سے متاثر نہ ثابت کرنیکے لئے اپنے روش کے آزاد رکھنے کا عہد لیتے ہیں اور
لوگ بھی محض کتاب اور سنت پر عہد لیتے ہیں "سنت خلفا" کا نام بھی نہیں لیتے۔ یہ حالت تھی
جو ہمسے کہلواتی ہے کہ نہ صرف لوگ یہ سمجھتے تھے کہ علی کیا پسند کرینگے اور کیا پسند نہ کرینگے بلکہ ہم اسے
رسول کے بعد کے کل نظام کے خلاف ایک انقلاب کہتے ہیں۔

جائز نوعی طریقہ کے بعد روحانی اثر کی طرف عود کرتے ہیں۔

جناب امیر اس پر قناعت کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے بلکہ انہیں یہ بھی کہدینا تھا کہ "تم مجھے
خلیفہ با لوحی اور بالفصل اور وزیر از جانب خدا تسلیم کرو یہ اُس سے بہتر ہے کہ تم اپنی بیعت کیئے
سبسے خلیفہ مانو"۔ کیا اِسکے بعد بھی اِس شبہہ کی جگہہ رہتی ہے کہ جناب امیر گذشتہ طرز انتخاب
کو دلوں سے دھو نہیں رہے تھے؟ کیونکر ایسا نہ کہتے جب یقین فرماتا تھا کہ "ابر جہالت آفاق
پر چھایا ہوا ہے اور شاہراہیں متروک اور ناپید ہوگئیں"۔ اور بغیر ایسی باتوں کے ہوے
کیسے یہ حسرت ظاہر کیجا سکتی تھی کہ "اگر میری خلافت اور امارت کے پاؤں لڑائیوں کے
لغزش کرنے والے مقامات سے قرار پاگئے تو بیشک بدعتوں کو متغیر کردونگا"

علی کا تجربہ

کیا یہ نہ تھا کہ قوم عرب کی درستگی اُسوقت شروع ہوئی تھی جبکہ علی بالغ اور سمجھدار ہوچکے تھے اور
کوئی کام ایسا نہ ہوتا تھا جو علی سے پوشیدہ ہو یا اُنکا اسمیں علی حصہ نہ ہو۔ فوجی۔ اخلاقی۔
قانونی۔ سیاسی اور مذہبی امورات تھے جنہیں رسول نے تخصیص کے ساتھ علی کے سپرد کیا اور
کبھی رسول کو شکایت نہ ہوئی بلکہ علی کے انجام دہی امورات پر رسول نے شکریہ ادا فرمایا۔ رسول
کی تعلیم ایک ایسی قوم کو بنارہی تھی جو بالو کے ذرات سے زیادہ علیحدہ تھی۔ بلاشبہ قوم اور افراد
کے اختیارات سوخت ہوکر رسول کی تنہا ذات میں مجتمع ہوگئے تھے اور علی نے رسول کی اس ذات کو
اپنا فرض انجام دیتے دیکھا تھا۔ یہ ذات اور اُسکا طرز عمل وہ محور تھا جسپر قوم گھومتی تھی اور یہی قومی
حرکت کی روح تھی۔ اسنے قومی جسم کو جس انداز سے بنایا تھا وہ علی کی آنکھوں کے سامنے کا تماشہ
تھا اسکے اصول صرف دیکھے تھے بلکہ رسول نے سمجھائی بھی تھے۔ رازدار تھے۔ اب تیسری حالت
پیدا ہوئی یعنی سانچہ بدلا اور اب قوم کے خصائل جو صورت اختیار کرتے جاتے تھے وہ بھی علی سے
پوشیدہ نہ تھے۔ علی کا گذشتہ تجربہ رسول کی ساخت قومی اور موجودہ روش کے تقابل سے یہ

تصفیہ کر رہا تہا کہ شاہراہین یعنی خصائل سازی کے بڑے اصول متروک اور ناپید ہوگئے ۔ اور ابر جہالت آفاق پر چہا گیا ۔ یعنی وہ روشنی کی روح جو دکھائی دیتی تہی غفلت یا تجاہل سے متاثر ہوگئی ۔ اِن متضاد حالتون کا تمیز کرسکنا بجائے خود تمیز کرسکنے والے کی طرف امید کی نگاہین اُٹھا سکتا تہا خصوصاً جبکہ وہ کہہ بہی رہا تھا کہ " خوب جان لو ۔ اگر مین تمہاری التماس کو قبول کرون اور تم سے بیعت لون تو تمہین احکام خداوندی کا متحمل بنا دیگا جنہین مین اچھی طرح سے جانتا ہون " اگر ایسا تہا کہ علی یہ سمجھ رہے ہے کہ لوگ اپنی ترقی کے اصل گُر کو بھول کر ظاہر فریب چیزون کے طرف دوڑ رہے ہین جس سے وہ گہری تباہی کی طرف جا رہے ہین تو اسمین بلا خوف مبالغہ اس یقین کی جگہہ ہے کہ اگر کوئی تھا جو بقول ابن خلدون " علی منہاج النبوۃ " چلا سکتا تو وہ علی تہے ۔ اور علی نے قومی ساخت کو دوبارہ شروع کیا بغیر اسکے کہ وہ " لوم لائم " کی پرواہ کرتے ۔ لیکن ایک مرتب مخالفت ابتدا ہی سے پے در پے سامنے آنے لگی ۔ مخالفت دفعتہً نہ پیدا ہوگئی تہی بلکہ اسکی ابتدا اُس وقت سے برابر جاری تہی جسکے دکھانیکے لئے مین نے طوالت گوارا کی

مین نے کتاب مین ابتدا ہی سے اسکا اہتمام کیا ہے کہ اُن لوگون کے نام احتیاط سے لکھتا اون جنکا میلان کسی خاص امر کی طرف دکھائی دیا ہے اور اِس سے میری غرض ظاہر ہے کہ تشخص واقعات کے سمجہنے مین معین ہو ۔ اب اس باب مین یہ غور سے پڑہو کہ وہ کون لوگ یا کیسکے قایم مقام یا اولاد تہے جنہون نے اپنے میلان کو عملی مخالفت کی صورت مین دکہایا ۔ زمانہ نے اس واقعہ مین رنگ طبیعت کی دو صفین سامنے کہڑی کردی ہین جو اپنی اپنی روش اور خیال کی نقابت کر رہی ہین ۔

دو صفین

جناب امیر کو یہ واقعات پیش نہ آتے اگر انکی خلافت کے پہلے اُس نوعیت کی حکومتین نہ گذر چکی ہوتین جو گذرین اور اگر جناب امیر کو یہ واقعات پیش نہ آتے تو یہ دکھانا اس قدر آسان نہ ہوتا کہ کچھہ افراد در جماعت تہی جو اُنکے حقوق کی مخالفت کا بیج اُسوقت سے اپنے دل مین بو چکی تہی جسوقت تیز سے تیز آنکھہ جو موافقت یا مخالفت کے تمیز مین مہارت رکہتی ہے پہچاننے کا کوئی اقدام نہ کرتی حقیقتاً یہ باب وہ عینک ہے جس سے دور کی چیزین اور وہ خرد بین ہے جس سے ادنے ذرا ست مخالفت دکھائی دیجاتے ہین ۔

عینک

ماہرین اصول انتخاب سے مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ رسول کے بعد باوجود ادعائے انتخاب کے اسمین

کسنے حقوق بشری کا لحاظ کیا۔

پہلے یا تیسرے انتخاب مین باقاعدگی۔ دیانت۔ اور اسکی فطرت پائی جاتی ہتی یا اُس وقت جبکہ وہ منتخب کیا گیا جس نے اصول انتخاب کو تسلیم نہ کیا تہا۔ نہ مجہے اسکی تفصیل کی ضرورت ہو کہ یہ فقرہ کہ خدا کے بندون کو اپنا بندہ نہ بناؤ اعلان کنندگان جمہوریت کا قول نہ تھا بلکہ اُسکا جسنے اپنے اُستاد کی طرح انسان کی پیدائشی حقوق کا لحاظ اور اُسکی ہمیشہ کوشش کی تھی۔

پس وپیش کے معنی

کیا یہ واقعہ نہین ہو کہ جناب امیر نے کئی دن تک خلافت قبول نہ فرمائی۔ اور جب لوگون نے اسلام کے انجام سے ڈرایا" تو کبھی اہل بدر کو بلایا۔ کبھی لوگون سے مسجد مین اپنی خواہش ظاہر کرنے کو کہا۔ کبھی وزارت قبول کر لینے پر قناعت کی اور کبھی طلحہ وزبیر کے خلیفہ بنجانے کا استمزاج لیا۔ کیا یہ علی کا پُرمذاق طنز تہا۔ اسپر کہ ہم کسی بڑھے ہوئے ہاتہہ کو دیکہہ کر بیعت نہین کر دلیتے۔ کہین شہر سے کوسون دور نہین بیعت کراتے بلکہ مسجد مین طلب کرتے ہین۔ کئی دن انکار یا تامل سے لوگون کو غور کا موقع دیتے ہین۔ اور اس امر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے صاف کر دیتے ہین کہ ہم نے موقع دیا کہ ہر قسم کے لوگ استشارہ اور اظہار خیال مین شریک ہوسکین۔ اور امر بیعت بلا غور ناگہانی کا مرادف نہ ہوجائے۔

کیا پس وپیش تہا جو کوئی مورخ مثل صاحب سیرۃ الفاروق کہدیگا کہ خلافت کی عظیم الشان ذمہ داری کے لحاظ سے کوئی قبول نہین کرتا تہا اور ابوبکر نے قبول کرکے اسلام اور مسلمانون پر احسان کیا۔ ایسا خیال "پس وپیش" کے لفظ کی مولفانہ قواعد سمجھی جائیگی۔ کیونکہ رسول کے بعد نہ علی کو خلافت قبول کرنے کا موقع دیا گیا اور نہ اُنہون نے کوئی پس وپیش ظاہر کیا۔ پس وپیش اُنہون نے اپنے انتخاب کے وقت یعنی رسول کے رحلت کے چوبیس برس بعد ظاہر کیا جبکہ لوگ اُس نظام سے متاثر ہوچکے تہے جسکا ذکر کیا جارہا اور اب اس نظام سے نہ صرف پرانی قوم متاثر ہوچکی تہی بلکہ ایک پشت سوچی اُسمین نشو ونما پاچکی تہی بلکہ دوسری تیار ہورہی تہی۔ اور مزید کمی یہ ہتی کہ اس زمانہ مین جو ممالک فتح ہوئے تہے اور انمین جس قدر لوگ اسلام لائے تہے وہ جناب امیر کے متعلق نہ حضرت رسول کے خیالات اور تعلق قلبی سے واقف تہے نہ انہین علی کے درجہ اور اُنکے اسلامی خدمات کے واقفیت کے آسان ذرائع حاصل تہے۔ اُنہین جو کچہہ تعلق تہا موجودہ سیاسی نظام سے تہا اور جس طرح کا اسلام اُنہون نے سیکہا تہا اسی نظام کے سایہ مین سیکہا تہا یہ تہا کہ علی رسول کے بعد خلافت نہ ملنے پر متاسف ہوتے اگرچہ اُنہین تہوڑی رعایا اور ریگستانی خطون پر حکومت کرنی پڑتی اُنہین تو اُس درجہ خصائل پر لوگ چاہیے تہے جسپر رسول چھوڑ گئے تہے لیکن اُس خلافت

سے قبول کرنے مین پس و پیش کرتے جسمین کسریٰ اور قیصر کے ملک جوڑ جا چکے ہوتے اور جسے عمر عاص۔ معاویہ اور خالد ابن ولید کے ایسے لوگون نے اضافہ کیا ہوتا۔ اور صرف عدد مسلمان بڑھ گئے ہوتے بغیر اسکے کہ اثر اسلامیت کا قابل اعتبار سایہ پڑا ہوتا۔

تشنہ تعین کے لیے علی اور انکے اصحاب کی مصلحت

زوج بتول نے جو بقول سید امیر علی صاحب جیسا وہ تاریخ اسلام مین فرماتے ہین "انتخابی حق کے پہلو بہ پہلو موروثی حق بھی رکھتا تھا" خلافت کے قبول کرنیکا اعلان کیا "کنجی" اپنے ہاتھ مین لی۔ معلوم ہوا کہ کچھ لوگ بیعت سے آنکھین چرا رہے ہین۔ خاموش رہے۔ پرجوش مخلصین نے غالباً گذشتہ مثال کے لحاظ سے گذارش کی کہ ہمین منکرین کے ساتھ سخت برتاو کی اجازت دیجئے۔ دلیل یہ لائے کہ "لوگ اپنے صلاح کار کے لیے اپنی بیعت کرتے ہین آپ بھی اپنی صلاح کار ملحوظ رکھے"۔ اس جوڑ توڑ کی صلاح کے معنی اور کیا تھے کہ اقرار کے بوجھ سے دبا دیجئے کہ آخر مین وہ انکار نہ کر سکین۔ لیکن اجازت نہ دی کیونکہ علی کے نزدیک یہ رسمی بیعت بے سود تھی جب تک "رغبت" نہ ہو۔ فرماتے ہین کہ "ہم آدمیون کو تم سے اچھا پہچانتے ہین"

یہ بھی فرماتے ہین کہ "مجھے اپنی رائے پر چلنے دو" اِس سے سمجھ مین آتا ہے کہ جناب امیر نے انلوگون کے متعلق کسی برتاو اور معاملت کو اپنے ذہن مین طے کر لیا تھا۔ ابھی کے دن گذرے تھے کہ اسکا اثر محسوس ہوتا یا وہ کوئی مصلحت جاری کر چکے ہوتے۔ یہ ایک امر تھا جسے زمانہ اور وقت طے کرتا۔ ممکن ہے کہ جناب امیر وقت اور اپنی حکومت کے جم جانے کے منتظر ہون جسکے بعد نظام کا وزن انہین دبا دیتا۔ ممکن ہے کہ جناب امیر وقت دیتے رہے ہون اور امید ہو کہ ہمارا برتاو دیکھکر روبراہ ہو جائینگے۔ ممکن ہو کہ جناب امیر سوچتے ہون کہ انپر تشدد انہین بھگا دینے کا سبب ہو جس سے دور دراز مقامات پر جا کر یہ غلط فہمیان پھیلائین۔ ممکن ہو کہ انلوگون کے ساتھ ان لحاظ کے اس نے ضرورت محسوس ہوئی ہو کہ وہ دیکھنا چاہتے ہون کہ مکہ اور دمشق کدہر کروٹ لیتا ہے۔

جو صلاح سے رسوخ چاہتے تھے۔

کچھ لوگ جو بڑے حوصلون والے تھے لیکن فی الجملہ متانت پسندی ظاہر کیا چاہتے تھے اگرچہ انکو یقین نہ تھا کہ ہم امیر المومنین پر چھیل جائینگے لیکن تاہم بغیر تجربہ کے وہ کوئی اور دوسری راہ اپنے لئے اختیار نہ کیا چاہتے تھے۔ وہ لوگ سوچتے تھے کہ اگر ہم ایسے ظاہر ہو سکے جس سے یہ سمجھا جائے کہ ہم خلافت کے رسمی یا غیر رسمی مشیر ہین تو یہ بھی کچھ زیادہ دبلی بات نہ ہوگی اور اس طرح ہم خلقت کی نگاہ مین فخر

قدوقامت کے دکھائی دینگے، اور خود خلافت بھی امرار کے ساتھ ہیں شریک دیکھکر ہمارے تخلیق کی کوشش نہ کریگی بلکہ لگا رکھی گی ۔ اور اگر ایک دفعہ امتیاز کا عکس ہم پر پڑگیا تو اب ہے کہانتک ہم زیادہ نفع میں نہ رہیں گے ۔ اس ڈیل ڈول کے ساتھ لوگ جناب امیر کے قریب گئے ۔ مصالحون کی گھڑی بندھی تیار تھی لیکن یہان کی قضا سخت رد کھی دکھائی دی ۔

علی کی اسکیم

علی کے پاس کوئی ایسی اسکیم نہ تھی جس سے ایسے لوگون کو لگائے رکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ۔ انکے وقت گزرے گذرے ۔ علی کی اسکیم یہ تھی کہ وہ قومی اندرونی اصلاح کرین جو مدتون سے غفلت کے حوالہ تھی خصائل قومی کی عدم مرکزیت کو دور کرین اور مرکز پر قائم کرین ۔ علی چاہتے تھے کہ انفرادی جائز حوصلے اس طرح نکلین کہ قومی خصائل اسمین جذب یا معدوم نہ ہوجائین مختصر لفظون مین علی چاہتے تھے ۔ کہ لوگون کو رسول کی طرف پھیر لائین ۔

بہرحال اور کسی کو کوئی امتیاز حاصل ہوا ہو یا نہ ہو طلحہ و زبیر کو یہ امتیاز ضرور حاصل ہوا کہ نہج البلاغہ کا ایک خطبہ اس مضمون پر ہے جسمین امیر المومنین صلاح نہ لینے یا مساوات برتنے کا جواب دیتے ہیں ایسے لوگون کے لئے تو بہتر یہ ہوتا کہ ایک خلیفہ ہوتا جو انکی رائے اور رہنمائی کا محتاج ہوتا ۔ اور انہین مساوات کی خفت نہ برداشت کرنی ہوتی ۔ عجب نہ تھا کہ اگر جناب امیر کو خاموشی سے حکومت اور اندرونی اصلاح کا موقع ملتا تو اکثر لوگون کے سنگ مرمر کے محل ریتین پر یا بیع ہوجاتے اور اکثر جو مال حکومت سے خواہ مخواہ کے زمیندار بن گئے تھے اپنے ہاتھون مین آبلے دیکھتے ۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جناب امیر سے مخالفت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ایسے لوگ سمجھ چکے تھے کہ اب ہمارے ہاضمہ مین فتور پیدا ہوجائیگا ۔ جناب امیر سے یہ ممکن نہ تھا کہ انفرادی مالی مرکزیت کے مقابلہ مین قومی نقصان اور ناانصافی گوارا کرسکتے ۔ یہی لوگ اکیلی مثال نہ تھی بڑے بقراط مغیرہ ابن شعبہ بھی ایک عدد مشورہ کے ساتھ تشریف لائے اور صلاح اس سے کم نہ تھی کہ معاویہ ابن ابوسفیان اپنی جگہہ رہنے دیا جاوے ۔ انکے اسلام لانے کا موقع تاریخون مین مذکور ہے اسکے سیاق کا ہم تذکرہ کرچکے ہین ۔ ہم نہین جانتے کہ گذشتہ حکومتون کو انھون نے جو صلاحین دی تھین وہ محض اپنے نفع اور سلطنت کی وفاداری کے لحاظ سے تھین یا ذاتی طور سے انہین بھی بنی ہاشم سے کوئی شکایت تھی اگرچہ آگے چلکر ایسے مواقع پیش ہوگئے جس سے ذاتیات کا معاملہ درپیش ہوجاتا ۔ یہ کیسے کہہ سکتے ہون کہ بنی ہاشم انکی حرکات کو استحسان کی نظر سے دیکھتے تھے

نہ مغیرہ کو بنی ہاشم کی اُس حالت مین اسکی بڑی کوئی فکر تھی کہ ہمین یہ کن لگا ہون سے دیکھتے
ہین جب کہ ایسے زبردست مددگار موجود تھے جو اسکے خلاف سخت شہادت کو مجروح کردیتے اور
سنگسار ہونے سے بچا لیتے۔ اگرچہ ممکن سے دور نہین ہے کہ اس وضع کا مدبر اب اس صلاح کے ساتھ آنیکے
وقت اس فکر سے خالی نہ ہو کہ اگر امیر المومنین نے ہمین امید دلائی تو ہم اپنے پہلے دوستون کے خلاف
چھری چلانے لگین۔ لیکن علی کا دورِ حکومت وہ دور نہ تھا جسمین ایسے خصائل کے مدبرین کی قدر کیجا سکتی۔
قطع نظر اسکے و نیز اسکے کہ علی اور بنی ہاشم کو اس سے کسی نیک صلاح کی امید نہ ہو سکتی تھی ہم دیکھتے ہین
کہ اسکی صلاح نہ صرف قابل عمل نہ تھی بلکہ معاویہ کی تحریک تھی جسے وہ بحیثیت ایجنٹ کے ادا کر
رہا تھا۔

مغیرہ کی صلاح ممکن العمل نہ تھی۔

مین کہہ چکا ہون کہ کیونکر حجاج بن خزیمہ شام پہونچا اور اُسنے معاویہ سے ظاہر کیا اور صلاح دی کہ
"شام مین تیرے پاس جس قدر لشکر اور سامان ہے وہ علی سے بہت زیادہ ہے۔ ابھی انکا انتظام چاہئیے
کہ وہ مدینہ سے جنبش کرسکین۔ لشکر تیرے موافق ہے اگر تو علی سے مخالفت کرنا چاہتا ہے تو اسکے قبل ابتدا
کر کہ انہین قوت پیدا ہو جائے۔ جب وہ اپنا انتظام کرلین گے تو یقین ہے کہ وہ عراق و حجاز پر بغیر شام
کے راضی نہ ہونگے"۔ معاویہ کے خیالات مغیرہ کو معلوم ہوے اور اب یہ اس "مدبر نیک نیت" کی صلاح سے
لدے ہوے امیر المومنین کے پاس پہونچے۔ کیا جناب امیر کے لئے بنی امیہ کے حالات سے پوری واقفیت
ہونے کے بعد و نیز اس علم پر کہ بنی امیہ کے افراد جو مدینہ مین موجود تھے وہ انھین خلیفہ دیکھکر پیچ و تاب
کھا رہے تھے یہ ممکن تھا کہ وہ معاویہ یعنی اصل مخالف اور بنی امیہ کے مرکز امن کو اپنی جگہ قایم رہنے دیتے
نہین۔ یہ علی کی حکومت اور اختیار کے لئے ہمیشہ ایک دہمکی ہوتی۔ وہ کبھی معاویہ کی طرف سے مطمئن نہ ہو سکتے تھے
اور ہر وقت انھین اندیشہ ہو سکتا تھا کہ وہ اپنی قوت کے آزمانے کو مستعد ہو جائیگا علی کا خلیفہ ہونا اور
ایک زبردست صوبہ کا مخالفت پر تلے رہنا یا اطاعت کی آمادگی ظاہر نہ کرنا بلکہ حکومت کے بھیجے ہوئے نائب کو
واپس کردینا اعلان جنگ تھا اور اب جو حکومت کا فرض تھا کہ باغی عامل کو سبق دے۔ معاویہ سے ایسی
حالت مین چشم پوشی کرنا اور اُسے اپنی مخالفتوں پر آمادہ ہوتے دیکھتے رہنا دوسرے عاملون کو ایک تحریک
ہوتی کہ تم بغاوت پر کیون آمادہ نہین ہوتے۔ اور جب ایسا سبق دیکھ چکتے تو تو دار السلطنت کی کون
ذمہ داری کرتا اور کیون نہ ہر شخص ہر روز حکومت کا امیدوار بنکر آمادہ ہو اور وہ کامیاب ہوتا جسکے ساتھ زیادہ

ہتیار اور آدمی ہوتے۔ پھر ایک صوبہ کا عامل دوسرے سے جنگ کرتا تمام ملک مین بے امنی اور قتل و
غارت کا بازار گرم ہوجاتا یا یہانتک کہ انمین سب سے زیادہ قوی اپنی حکومت منوا لیتا۔ یا دو تین - چار -
برابر کے اپنی اپنی حکومتین اور سرحدین قائم کر لیتے۔ اسکے معنی یہ ہوتے کہ وہ جسے اپنے اختیارات کو
آیندہ اور موجودہ بھلائی کے لیے صرف کرنے کا موقع تہا وہ اس لیے خاموش ہوتا کہ تیس چالیس برس
کی متواتر خونی جنگین قایم ہوتن اور مخالفتون کا ذخیرہ برابر تقسیم ہوکر ابد الاباد تک جاری رہی۔
نہ رسول کے خلیفہ کا نظام یہ چاہ سکتا تہا کہ ایک ایسا عامل حکومت کا نائب سمجہا جائے جو خلاف حق اور
خلاف راستی ذرایع اپنے کو اپنی جگہہ مضبوط کرنے کے لیے اختیار کرے اخلاق - اور مذہب پس پشت
ڈال کر محض حکومت سامنے ہو اور اسکی حفاظت کے لیے بے تکلفی سے وہ ذرایع اختیار کیے جائین
جس سے اسلام کے بڑے اصول - اخوت - مساوات راستی - اعتبار اور محبت پر مکارانہ تدبیر کی قینچی
چلتی رہی - لوگون کو بے عنوانیون کے بازپرس کی آزادی نہ رہے اور حکومت اپنے اختیار سے انکے
منہہ بند کردے انپر تشدد کرے اور مختلف قسم کے مصیبتون مین گرفتار کردے - اس لیے کہ کسی نے حکومت
کو شخصی مال سمجہکر اپنے اور حکومت کے حق اور فرایض سمجہنا چاہے ہون - وقت تہا کہ مسلمان کسری اور
قیصر کے نظام سیاسی کو طنز اور نفرت کے اظہار کے لیے مثال مین لاتے تہے۔ آج اسپر پورا عمل ہو
رہا تہا۔

لیکن محض حکومت اور اخلاق ہی کے نقطہ خیال سے ضروری نہ تہا کہ وہ لوگ جنہین عامل نہ رہنا
چاہیے تہا عامل رہ سکتے بلکہ انقلاب کی اصل غرض یہ تہی کہ جنکے خلاف شکایتین ہین وہ اپنی جگہہ قایم
نہ رہین اور خلیفہ ثالث کو قتل یا معزول کی شرط اس لیے پیش کی گئی تہی کہ وہ قابل شکایت عمال کی کارروائیون
سے چشم پوشی کرنا چاہتے تہے۔ جناب امیر کا خاموش رہنا گویا اسکا اعلان ہوتا کہ ہم بھی انہی مصلحت کے
عامل ہین جس مصلحت کے خلاف انقلاب ہوا جو خلیفہ کے قتل پر منتہی ہوا۔ دوسرے لفظون مین اسکے معنی یہ
تہے کہ اصلاح کے خواہشمند اپنی تلوار اسوقت نیام مین رکہتے جب تک علی سے بہی تصفیہ نہ کر چکے ہوتے
اب ہر شخص کو فیصلہ کا اختیار ہے کہ جناب امیر کے لیے یہ ممکن تہا کہ وہ معاویہ - ابن ابی سرح - ولید اور
سعید ابن العاص وغیرہ کو اپنے ساتھ لیتے یا انلوگون کو جنکی تمام شکایتین اب ملک اور قوم کی زبان
پر تہین۔ اول الذکر گروہ کے ساتھ اخلاقی سیاسی مذہبی اور خاندانی تجربہ کے اعتبار سے کوئی امید

نہ تھی۔ آخرالذکر گروہ نے جو کچھ کیا تھا یا جو کچھ چاہا تھا اُسے یا تو لوگوں نے پسند کیا اور ساتھ دیا یا متوقف رہے۔ صحیح ہے کہ جناب امیر نے بجز کتاب اور سنت کے کوئی شرط اپنے ذمہ نہ لی تھی بلکہ یہ ایک شرط بھی جو خود اُنکا عین منشا تھا اور لوگوں سے صاحب صاف کہہ بھی دیا تھا کہ "تمہارے بابت کسی کوئی حق سوا اسکے نہیں ہے کہ مجھکو تمنے امارت کے لئے منتخب کیا ہے" جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ تم نہیں ہو جو کچھ مصلحت سمجھکر کر ڈھکو دیا کروگے بلکہ یہ میں ہوں جو تمہیں کسی امر کا حکم دونگا اور تمہیں بجالانا ہوگا " ۔ اور اس خیال کے ظاہر کرنیکے بعد بھی وہ یہی تصفیہ کرسکے کہ ہم اُن عمال کو معزول کریں ۔ بغیر اسکے کوئی دوسری مصلحت علی کی مصلحت نہیں ہوسکتی تھی ۔ کسی نے اسکی مخالفت نہ کی بجز مغیرہ ابن شعبہ کے اگرچہ بعض مورخین نے یہ بھی مصلحت سمجھی کہ اُسکی ذرہ تائید کے لیئے ابن عباس کا نام بھی لیویں ۔ کیا مشکل تھا ان مورخین کے لیئے جب اُنہوں نے خود حسنؑ کی زبانی اپنے مقدس باپ کو نصیحت کرادی ہے ۔

مجھے اسکے بعد کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مغیرہ ابن شعبہ نے اپنے صلاح کا بھنڈا خود پھوڑ دیا ۔ کیا یہ صلاح کا پسند نہ آنا تھا کہ وہ دفعۃً مکہ چلا جاتا اور پھر شام سے صفین میں آتا ؟ اس سے زیادہ کوئی امر صاف نہیں ہے کہ وہ معاویہ کی وکالت کر رہا تھا یا بذات خود بنی امیہ کی قوت اور صیانت کا کو خشاں تھا اور امید کرتا تھا کہ اگر صلاح کارگر ہوگئی تو ہم معاویہ کی فوجوں کو مدینہ کے قریب دیکھینگے ۔ اور جب دیکھا کہ علی اس دام میں گرفتار نہ ہوئے جسکے معنی معاویہ کی طرف سے ہوشیاری اور آگے حرکت کرنے کا ارادہ ہے تو اب مصلحت نہ تھی کہ وہ علی کی نگاہ کے نیچے رہتا ۔

یہ حالتیں کہتی ہیں کہ کچھ لوگ باوجود اسکے کہ جناب امیر سے اچھی طرح واقف تھے اور جانتے تھے کہ ہر صلاح اور صلاح دینے والا ایسا نہ ہوگا جو اُنکے خیال میں دخیل ہوسکے لیکن پھر بھی کچھ تھے جو گئے اس امید پر کہ شاید حکومت کے ترددات اور ضرورتیں علی کو اس قدر ڈھیلا کردیں کہ وہ بعض ایسی وقتوں کو گوارا کرلیں جو عدم حکومت کی حالت میں اُنکے نزدیک قابل اعتراض ہوتیں اور جب دوبارہ تجربہ ہوا کہ علی کی حکومت اور نظام سیاسی اخلاق کی حدود شکن نہیں ہیں ۔ اور اُنہیں اپنے نام و نمود سے یاس ہوگئی تو اُنہوں نے اپنے حوصلے پورا کرنے والا گھر ڈھونڈھ لیا اور ڈھونڈھتے رہے ۔ تاریخ اپنے کو دہرا رہی تھی کہ اگر ایک مرتبہ یاب ہوتے جو لوگوں کے ان جذبات کے سہارے سے اختیار حاصل کرسکتے تو دوسری مرتبہ بھی ہوتی جو ایسے لوگوں کی مرکز امید ہوسکتی ۔ حضرت ابوبکر کے حلم کے

معترفین کے لئے حضرت عایشہ کا فوجی میلان حیرت خیز ہوگا لیکن اُنکی تمام حیرت۔ صفات کا اثر دیکھنے والونکی حیرت سے بڑھ نہ جائیگی جب وہ غور کرینگے کہ حضرت ابوبکر کے حلم نے بنی ہاشم کے حقوق کے ساتھہ جو کچھہ کیا وہی حضرت عایشہ کے آج کی فوجی جوشش کا باعث ہوا۔ متضاد صفات ایک نتیجہ کے لئے تھین۔ بنی ہاشم کی بے اختیاری۔

حضرت عایشہ نے کیون دار الخلافت سے علیحدہ مرکز قرار دیا۔

مین اِس لئے نہین کہتا ہون کہ اسپر کوئی اصرار کرون لیکن سوچتا ہون کہ حضرت عایشہ مروان ابن حکم کے استغاثہ کے باوجود اُس وقت مکہ تشریف لیگئین جسکے چند ہی روز بعد حضرت عثمان کو سانحہ درپیش ہوا۔ یا عین اُس وقت کے قریب جب سے محاصرہ کرنے والون کا تشدد بڑھ گیا یا محاصرہ کرنیوالونکا مصمم ارادہ معلوم ہو گیا۔ اور کوئی شبہہ کی گنجایش نہ رہی کہ وہ کیا چاہتے ہین۔ طلحہ و زبیر بغاوت کی کسی نہ کسی شاخ کے سالار یا ایک جزو تھے۔ یہ حضرت عثمان کو بھی معلوم تھا حضرت عایشہ اور حضرت عثمان کی آپس کی ناموافقت نہ اب بصیغہ راز تھی اور نہ صدیقہ کے فتوے نے اوسکی سچائی مین کوئی شبہہ باقی رکھا تھا۔ اِن حالتون مین یہ سوال آسانی سے پھینک دینے کا نہ ہوگا۔ کہ کیا حضرت عایشہ اپنی ہی تجویز یا طلحہ و زبیر کی صلاح سے ایسی جگہہ گئی تھین جہان اُنھین عثمان کے بعد اپنے آیندہ ارادون کے نفاذ کی کی پوری آزادی حاصل رہے۔ اور اُنھین مناسب قرینہ معلوم ہوا ہو یا امید ہی نہ ہو کہ لوگ علی کیطرف میلان ظاہر کرینگے اور اگر ایسا نہ ہوا تو ظاہر لوگون مین کوئی ایسا اثر وارثہ ہوگا جیسا طلحہ زبیر اور عایشہ کی تثلیث سے متصور ہو سکتا تھا۔ اور نتیجہ یہ ہوگا کہ اس طرح اختیار ہاتھہ مین آجائیگا۔ اُنھین اسکے لئے بھی کی اس لئے بھی امید ہوگی کہ جو کچھہ انقلاب ہے وہ بنی امیہ کے خلاف ہے اس لئے بنی اُمیہ کا کوئی ذی اثر سامنے آنے کی جرأت نہ کریگا۔ بنا بریں جو کچھہ پیش بندی کی ضرورت محسوس ہوئی ہو اُنھین اپنی کامیابی کے لئے بنی ہاشم اور بنی اُمیہ سے کوئی بڑا خوف نہ تھا اور گویا وہ اپنی کامیابی کو حتمی سمجھتے تھے۔ دیر اُسی قدر تھی جس قدر وقت عثمان کے قتل مین صرف ہو۔ طلحہ اور زبیر اگرچہ خود کوشان تھے اور اُنھین امید ہو سکتی تھی لیکن اُنھین عایشہ کی ایسی ذی اثر ذات کے سایہ مین پناہ لینا مفید تھا اور اس لئے بھی ضروری تھا کہ وہ اِن دونون آدمیون مین ہموزن قوت قایم رکھ سکتین۔ تم کہوگے کہ اگر طلحہ و زبیر اور خلافت کے درمیان ٹھنڈی سانسون کا جزر و مد تھا تو اُنھون نے اُس وقت خلافت کیون نہ قبول کر لی جس وقت جناب امیر نے اُنکا استمزاج لیا۔ لیکن اسکی ذمہ داری کون کرتا ہے

طلحہ و زبیر کی آپس کی دشواریان

کہ طلحہ یا زبیر ایک دوسرے سے بہی یہ تصفیہ کر چکے تہے کہ ہم مین سے کوئی خلیفہ ہو جائے بلکہ مین یہ کہہ رہا ہون کہ طلحہ و زبیر عائشہ کے زیر اثر ایک نظام درست کرتے جو نظام شوری (ڈولسنک) کہا جا سکتا۔ آپس مین کسی کو کوئی ترجیح نہ ہوتی اور انہین حد پر رکہنا عائشہ کا کام ہوتا۔ اسکے علاوہ کچہہ اور نہ ہو سکتا اس لئے کہ ان دو حضرات کے دو فرزند تہے جنہین گرم خون اور بلند حوصلہ تہا جس سے ہر تصفیہ کی موقت امید کر لیجا سکتی لیکن اُسپر اعتبار کر لینے کا کوئی اعتبار نہ تہا۔ دوسرا امر یہ تہا کہ جناب امیر کا بغرض محال یہ فرمانا کہ " اگر تم پسند کرتے ہو تو مین تمہارے ہاتھ پر بیعت کرون " اونکا ایک ذاتی اعلان تہا اسکے بعد یہ لوگونکی خواہش ہوتی کہ وہ بہی انہین سے کسی کو پسند کرتے یا نہ کرتے یا باوجود انکی پسند کے علی ہی سے خلافت قبول کرنیکی استدعا کرتے۔ طلحہ و زبیر نے علی کے ایسا فرمانے پر اپنے اعلان پسند کی سبقت نہ کی اس لئے کہ وہ لوگون کے موج خیز میلان کو علی کی طرف دیکہہ رہے تہے اور یہ محض بشرہ اور دل مین نہ تہا بلکہ صدا تہی جو ایک بڑے دور مین سنائی دیجا چکی تہی مجہے کوئی شبہہ نہین کہ انکی بیعت خوشی سے نہ تہی لیکن مین حسن کے خیال کو دہرانا چاہتا ہون کہ حکم شرع ظاہر پر ہے۔ وہ اپنے اقرار بیعت کے ذمہ دار تہے۔ اور یہ تو کہنا ہی نہین ہو کہ اگر طلحہ و زبیر کو علی کی بیعت سے اکراہ تہا تو کس وجہ اور کسکی طرف رغبت کے لحاظ سے۔

جناب امیر کے فرمانے کے وقت کیون طلحہ و زبیر نے خلافت قبول نہ کی۔

ان اتفاقات مین انہین بجز اس فوری عمل کے کوئی چارہ نہ تہا کہ یہ دیکہتے کہ ہم امورات خلافت مین کس درجہ دخیل ہو سکتے ہین درانحالیکہ انہین اپنی اندرونی فکرون سے کوئی روک نہین سکتا تہا کچہہ تہا جس سے زینب بنت ابوسفیان یہ کہہ سکتی کہ " طلحہ و زبیر نے عثمان کے قتل مین کوشش کی اور فتنہ کہڑا کیا اگر آج علی کی بیعت کی ہے تو اُسکی کوئی اصل نہین ہو آخر مین مخالفت کرینگے۔ ظاہر مین دوست اور باطن مین دشمن ہین " یہ لطیفہ نہین ہے کہ انکا دل اپنے کو اس درجہ ظاہر کر چکا تہا کہ بے شعور دف بہی منہہ چڑانیکی کوشش کرتا۔ تجربہ ہوا۔ دیکہا کہ علی کو اُنکے اس اعلان سے کہ " سبیل محاباۃ من واقع نہ شود " اور میان شما ترجیح نہ نہم " ہٹا نہین سکتے ہین تو اب اپنی دلکی دبی ہوئی آگ کو فرو کرنا ممکن معلوم نہ ہوا۔ نہ اسکے قبل کہ طلحہ بصرہ کی اور زبیر کوفہ کی حکومت کے خواستگار ہو چکے ہوتے۔ عالم سیاسیات کا اقتضا یہ نہین ہے کہ چیزین اپنی ظاہری صورت مین قبول کر لی جایا کرین۔ یا اعلان اپنے الفاظ کے اعتبار اور شکل سے قابل وثوق ہو جایا کرے اسمین اعتبار سب سے آخر چیز ہوا کرتی ہے بلکہ ظاہری صورت کی جگہہ اُسکی تہ اعلان کی جگہہ غرض اور نیت الفاظ کی جگہہ عمل اور اُس کا اثر دیکہا جاتا ہے اور گذشتہ یا آئندہ قرائن کا وزن کیا جاتا ہو سیاق

اور سباق پر تلاشی - چھانتی ہوئی نظر چھوئی جاتی ہے - اور اسکے بعد حکومت کی کشتی کھینے والیکا وہم اُسے اس طرف لیجاتا ہے - جدہر اُسے طوفان کا سب سے کم قرینہ اور اپنے تجویز کے محفوظ اور مفید مقام پہنچا دینے کا یقین ہوتا ہے -

حکومت کو اسکا مشکور ہونا چاہیے تہا کہ طلحہ و زبیر نے اس لئے بصرہ اور کوفہ جانیکی خواہش کی کہ " لوگون کے منتشر خیالات کو مجتمع کرین " اور جناب امیر نے بعض مورخین کے موافق یہ فرمایا کہ " تمہارا میرے پاس رہنا مناسب ہے " کیا اس لئے کہ انھین تسکین ہوتی - اور مشکل امورات مین اُنکی صلاح لیتے - نہین - صلاح قبول کیجانے کے لئے یہی ضروری نہین ہے کہ صلاح دینے والا بڑا سمجھدار ہو بلکہ کوئی صلاح قابل عمل نہین ہو جب تک کسی خصوص صلاح کے متعلق صلاح لینے والیکو اعتبار نہ ہو - کیا یہ موقع تہا کہ جناب امیر اس صلاح کو قبول کرتے ؟ کیا جناب امیر نے کوئی صلاح طلب کی تہی ؟ نہین - بلکہ بصرہ اور کوفہ کے " منتشر خیالات " ہی قابل سوال تہے - بصرہ پر جناب امیر کا عامل قابض ہو چکا تہا اور اُسے کوئی شکایت نہ تہی - کوفہ مین ابو موسی بیعت کر چکا تہا اور اگرچہ جناب امیر کو اُسکی طرف سے اطمینان نہ تہا لیکن ساتہہ ہی یہ بہی معلوم تہا کہ اہل کوفہ زیادہ تر ہمارے موید حقوق ہین - یہ جناب امیر کے سمجھنے اور دیکھنے کی بات تہی کہ وہ کوفہ کے ساتہہ کیا کرینگے اور کس طرح اپنا اطمینان کرینگے - اور یہ بہی ذکر کیا گیا کہ جب بغیر اطمینان کئے ہوے آگے بڑہنا قرین مصلحت نہ نظر آیا تو جناب امیر نے مسلسل کوشش سے اُس وقت تک قدم نہ اُٹھایا جب تک انھین کامیابی نہ ہوئی یہ کامیابی فوجی ذرائع سے نہ تہی بلکہ خالص سیاسی تہی - تو پھر کیا تہا کہ اب طلحہ و زبیر ان دونون مقامات پر جاتے ہوتے - اس لئے کہ انھین امید تہی - ایک جگہ ابو موسی تہا جسے اپنا ہمخیال وہ ہم عمل بنا سکتے تہے اور اسکے علاوہ بیتے ہوئے دریا مین پرندہ جانورون کے بیٹھ جانیکے لئے بہت سی لاشین ملجاتی ہین - عبداللہ ابن عامر ابہی چند روز ہوئے بصرہ سے بہاگا تہا وہان بہی اثر ڈالنا ممکن تہا اور راز تو یا تجسس ظاہر تہا کہ یہ حضرت ابن عامر کے بہاگ آنے پر یہ کہہ سکتے کہ تو نے جلدی بہاگ آنے مین غلطی کی تجہے ہمارے آنے تک انتظار کرنا چاہیے تہا ! اب یہ سوچنے کی بات ہے کہ آیا علی یا اُنکے موقع پر کسی دوسرے مدبر کا یہ موقع تہا کہ وہ انہین اُنکے امن اور صلح کے الفاظ کا شکریہ ادا کیکے وداع کر دیتا اور اسکا منتظر رہتا کہ نقص امن یا حکومت کے خلاف فساد کی خبر آتی اور اسکے بعد نہ صرف معاویہ کی فکر ہوتی بلکہ بصرہ اور کوفہ کے ایسے دو مفید مقامات بہی قبضہ سے نکل جاتے - بغرض محال طلحہ و زبیر نہایت نیک نیتی سے صلاح دیتے تہے اور یہ سب غلط کہ جناب امیر اُنکے دلی راز سے واقف تہے اور جب

انہون نے مکہ جانیکی اجازت چاہی اور جناب امیر نے ساری باتین کھول کر رکھدین تو انہون نے سر جھکا لیا لیکن سوال تو یہ ہی کہ صلاح کے قبول نکئے جانے پر انہین مدینہ رہنا کیون ناگوار ہوگیا۔ یہی نہین بلکہ آیندہ کے الزامات گڑھنے کے لئے آمادہ ہوئے۔ اگر پہلی غرض یہ تھی کہ علی کو راہ سے ہٹادین اور جب اُسمین کامیابی نہ ہوئی تو اب اُسکے عکس یعنی لوگون پہ ہاتہہ صاف کرنے کا ارادہ کیا اور دنیا کو اسکا کافی تجربہ ہے کہ جم غفیر پہ قبضہ کرلینا خصوصًا ایسے ذرائع سے کوئی مشکل بات نہین ہی۔ دونون کا نتیجہ ایک تھا یا دونون چالین ایک ہی نتیجہ کے لئے تھین۔

مدبرین کے نزدیک یہ ہمیشہ ناقابل معافی گناہ رہا ہے کہ اونکی مصلحت اور اونکی غرض کو وہ کیون سمجھے جسپر رہا لیگئی تہی اور اُسکے اجزا تک سخت احتیاط کرتے ہین اور اسکے بعد طرح طرح کے عذرات سے تجاہل پیدا کرتے ہین یہانتک کہ انکی مصلحت اپنے مرکز پر پہونچ جاتی ہی اور ڈہانک لیتی ہی۔ کیسے بھلا معلوم ہوتا طلحہ و زبیر کو جب وہ نہ صرف دیکھتے بلکہ جناب امیر کو فرماتے ہوئے بھی سنتے کہ "مین وہ گفتار (ایک جانور) نہین ہون جو دیر تک صیاد کی آہستہ آہستہ زمین پر لکڑی مارنے سے سوجاتا ہی یہانتک کہ اُسکا طالب اُس تک پہونچ جاتا ہے اور اُسکا منتظر اوسے دہوکا دیتا ہے"

شاید ہم مین سے بعض یہ خیال کرین کہ اصحاب جمل مین دفعۃً کیسے یہ ہم آہنگی پیدا ہوگئی کہ وہ سب کے سب مکہ مین جمع ہوجاتے اور وہ کرتے جو کچھ کیا۔ ضرور انہین آگے پیچھے جمع ہوجانیکی ہم آہنگی پیدا ہوئی لیکن انکی یہ ہم آہنگی کہ وہ اُس غرض کے لئے جمع ہوجاتے جسکے لئے جمع ہوکر کوئی فوری انقلاب طبیعت نہ تہا جسکی تاریخ نہ صرف ہم واضح کرتے رہے بلکہ واقعات کے قریب قریب یکسان نوعیت کی تکرار نے اُسے اچھی طرح ذہن نشین کردیا۔ یہ کچھ نہ تھا مگر پہلے واقعات کا نشو تھا۔ مجھے اس وقت ان لوگون کا جمع ہونا حیرت مین نہین ڈال سکتا جبکہ مجھے رسول کی رحلت کے بعد ہی حاکمانہ اختیار سے لدی ہوئی صورتین رسول کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے دکھائی دیتی ہین اور جب یہ لوگ اس طرح صریحًا دن کو رات کہنے پر آمادہ تہے تو کیا غم تہا کہ کوئی یہ کہتا کہ "رسول کو یہ بلا گوارا ہوتا کہ عثمان قتل ہوجاتے بہ نسبت اسکے کہ تم اس طرح باہر آتین"۔ یا یہ کہ "تمنے اپنی بیبیونکو پس پردہ بیٹھا یا ہے اور زوجہ رسول کو اِس طرح لئے پھرتے ہو" اُس وقت تک نسوانی بے حجابی غیرت سے اس درجہ بلند نہ ہوگئی تہی کہ اُسکے بہت سے حامی ہوتے۔ شاید یہ بے حجابی موقت ہو اور منافع ایسے واضح ہون جسپر غیرت قربان کیجاسکتی ہو۔

کوئی حیرت کی جگہہ نہین ہے اگر حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کی ہمراہی گوارا کی اور اسی طرح اسمین بھی کوئی

عجب کی بات نہین ہر کہ حضرت ام سلمہ نے حضرت علی کا ساتہہ دیا۔ کیسے صاف ہوتا کہ حیات رسول مین بعض ازواج
کا ایک گروہ تہا اور بعض کا دوسرا جسمین یہ کہا جا چکا کہ حضرت عایشہ اور حفصہ ایک طرف تھین اور حضرت ام سلمہ
دوسری طرف۔ اور صورت معاملہ جو ہو رہی تہی اُس سے حضرت عایشہ اور حفصہ کا اپنے اپنے باپ کو مفید حالات
سے مطلع کرنا اور اپنے موقع کے لحاظ سے اُنکی کامیابی پر اثر ڈالنا بعید نہ تھا۔ یہ واقعہ ہے کہ عبداللہ ابن عمر نے
اپنی بہن کو روکا۔ اِسکا تصفیہ کر سکنا کہ اس سے اُنکی کیا غرض تہی کسی قدر مشکل ہو۔ لیکن یہ امر واضح ہو کہ کسی طرح
ابن عمر کو مساوی یا ادنے نصیب کی امید نہین ہو سکتی تہی۔ اس لیے کہ خون عثمان کے بہانہ سے انتقام لینی کی
صلاح مین ابن عمر کا کوئی ہاتہہ نہ تھا بلکہ مصلحت گر بننے والا گروہ محض موقع کے تقدس کے اضافہ کے لئے حضرت
حفصہ کو بھی ساتہہ لے لینا چاہتا تھا۔ اُنھین معلوم تھا کہ یہہ کون کون لوگ ہین اور اُنھین یہ بہی معلوم تھا کہ
طلحہ و زبیر اور عایشہ مین جو ایک دوسرے کا لحاظ ہے اوسمین ہمین یا ہماری بہن کی شرکت کو کوئی امتیاز نہین
دیا جا سکتا۔ اُنھین یہ بہی معلوم تہا کہ طلحہ وہ شخص ہین جنہون نے میرے باپ کی نامزدگی پر عذر کیا اور انہین
یہ بھی معلوم تہا کہ ہمارے باپ قریش مین ایسے مقبول نہ تے کہ اب کسی سہارے کی امید کیجا ہے۔ وہ اِس سے بہی واقف
تہے کہ اپنے دوران خلافت مین میرے باپ کی سخت دیکھہ بھال یا بے اعتباری نے اکثر صاحب اثر لوگون کو
جو اُنکے وقت مین معزول ہوئے اُنکی طرف سے کبیدہ کیا۔ اِن خیالات کے باوجود مین اسے بہول نہین جاتا
کہ ابن عمر گوشہ نشین اور عابد مشہور تہے اور ممکن ہے کہ اُنھون نے ایسی شور انگیزی مین اپنی بہن کی شرکت سے
احتیاط کی ہو۔ مین یہ بہی کہہ سکتا ہون کہ اُنھین اصحاب جمل کی اس کوشش کے عدم حقیت کا یقین تھا جو
اُنکے بعد کے اِس خیال سے ظاہر ہے جسے مین سیرۃ الفاروق مین پاتا ہون کہ "اپنے مرنے کے قریب کہا کرتے
تہے کہ مین اپنی زندگی مین کوئی چیز ایسی نہین پاتا جس پر افسوس کرون اور اب اُسکے کرنے کا موقع نہ رہا ہو مگر اسکے
کہ حضرت علی کے ساتہہ ملکر باغی گروہ سے لڑائی نہ کی"۔

حضرت حفصہ کو ابن عمر کے روکنے کے اسباب۔

تمام تاریخون اور روایات وحدیث کی کتابون مین جناب امیر کے وہ جواب لکھے ہین جو اُنہون نے اُنکے متعلق
الزام پر دیے ہین۔ مین نے ایسے افکار مین کافی حد تک نہج البلاغہ سے نوٹ کیا ہے۔ جناب امیر کہین اہل فتنہ
کو ہیچ بتاتے ہین۔ کہین طلحہ و زبیر کے حوصلہ حکومت کا ذکر فرماتے ہین۔ کہین طالبان خون عثمان سے اِس
مسئلہ کے متعلق مختلف جماعتون کے خیال بتاتے ہین۔ فرماتے ہین کہ ایسے کام نہ کرنا جس سے قوت متزلزل
ہو جائے۔ امید دلاتے ہین کہ مین عنقریب امر خلافت سے اس طرح تمسک کرونگا جس سے یہ محکم و استوار

صورت حال کے متعلق جناب امیر کے خطبات کا حوالہ

ہو جائے اور جب کوئی چارہ کار نظر نہ آئیگا تو پھر آخرش درد کی دوا داغ ہے"
مخالفین کی حرکات پر صبر کا وعدہ فرمایا ہے۔ جب تک موافق جماعت کے ضرر کا اندیشہ نہ ہو کہتے ہیں کہ
اس جماعت نے احکام اسلام کو اپنے پشت سر کی طرف لوٹانے کا ارادہ کیا ہے۔ اب تمہیں لازم ہے کہ
کتاب خدا و سنت رسول کے ساتھ ہمارے طریقہ پر عمل کرو۔ رسول کے حق کو قایم کرو۔ اسکی شریعت کو بلند
و برتر بناؤ"۔ فرماتے ہیں کہ طلحہ طلب خون عثمان سے لوگوں کو مغالطہ میں ڈال رہے ہیں۔ کہ بلحاظ اُس گرمی
کے جو اُن سے مخالفت عثمان میں ظاہر ہو چکی اُنسے مطالبہ خون عثمان نہ کیا جائے۔

باوجود اسکے کہ جناب امیر نے منصفانہ طریقہ سے اُن لوگوں کو قاتلان عثمان کا تصفیہ کرنے کیلئے مقرر کیا جو
کسی طرف شریک نہ تھے لیکن اگر ایسا ہی ہوتا اور مدینہ کے لوگ حکم بنکر تصفیہ کر دیتے تو آئندہ طلحہ و زبیر کے
لئے آگے بڑھنے اور ہاتھ پاؤں مارنے کی کونسی سبیل رہجاتی۔ جناب امیر یہ جانتے تھے لیکن چونکہ غلط فہمیوں کے
جواب کی ضرورت تھی اس لئے کہ بقول مؤلف تاریخ الاسلام "لوگ واقعات سے واقف نہ تھے اُنکا
(معاویہ) یہ کہنا کہ علی قاتلان عثمان کے سردار ہیں اثر کر جاتا تھا"۔ جناب امیر بھی اس زہریلے
الزام کو حتی الوسع صاف کر دیتے تھے۔ جناب امیر کا یہ فرمانا کہ "ان دونوں میں سے ہر ایک اپنی امارت کی
امید رکھتا ہے"۔ یہ کبھی ایسا صاف نہیں ہوا جیسا اُس وقت جبکہ امامت نماز کا سوال درمیان میں آیا اور نوبت
مغالطہ یہانتک پہونچی کہ حضرت عائشہ کی ذات کو یہ کہکر دخل کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کیا تمہارا کام کو درہم
برہم کیا چاہتے ہو" اور یقیناً یہ کہنا بھی لفظ لفظ پورا ہوتا اگر خدا نخواستہ اسکا موقع آتا کہ "اگر یہ اُس چیز تک
پہونچ جائیں جسکا یہ ارادہ کر رہے ہیں تو بیشک انہیں سے ہر ایک دوسرے کی جان لے لے"۔ واقعات نے صاف
کر دیا کہ حضرت عائشہ کو ابن زبیر کی زیادہ محبت تھی اور اس سے بشرط کامیابی یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہ تھا کہ کون
خلیفہ بنایا جاتا۔ اگرچہ بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ امامت نماز کے لئے ایک دن طلحہ اور دوسرے دن زبیر کو
مقرر کیا گیا۔ میں سوچ سکتا ہوں کہ یہ محض امامت نماز تھی جس کے لئے یہ اہتمام جائز رکھا گیا ہو اور کیا کسی
کو نماز پڑھا دینا تھا جس سے "کام درہم و برہم ہو سکتا"۔ نہیں بلکہ اپنے پیشرو کے ایک خود ساختہ اصول
کے اثر سے فائدہ اُٹھایا جاتا تھا کہ خلیفہ وہ ہوگا جو امامت نماز کرے۔ میں نہیں تصفیہ کر سکتا کہ "اگر یہ مسئلہ اصول تھا
تو اُسکے جلو میں یہ ثانی بی بی کیونکر خلیفہ نہیں ہو سکتی تھی"۔

کون خلیفہ ہوتا اگر حضرت عائشہ کو فتح ہوتی

کیا قاتلین عثمان سے انتقام لینا ممکن تھا۔

نظام حکومت کی اُس برہمی کی حالت میں جس وقت کہ جناب امیر نے اختیار اپنے ہاتھ میں لیا اور جسکے متعلق صاحب سیرۃ الفاروق تصانیف احمدیہ جلد اول سے یہ عبارت نقل فرماتے ہیں کہ "حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام تک جب خلافت پہونچی تو ایسی ابتری و خرابی ہو گئی تھی جسکا درست ہونا اگر ناممکن نہ تھا تو قریب قریب ناممکن تھا"

ایا کسی طرح یہ قرین عقل تھا کہ جناب امیر کسی بڑے پیمانہ پر قاتلان عثمان کی تفتیش کر سکتے ؟ جبکہ یہ ہر ایک کو معلوم تھا کہ صوبے ۔ قبیلے ۔ شہر والے اور خود مدینہ کے لوگ عثمان کے قتل کے محرک اور موید تھے۔ کیا یہ ممکن تھا کہ جناب امیر ایسی مشتبہ حالت میں طلحہ زبیر اور عایشہ سے قاتلین عثمان کی فہرست طلب کرتے اور اُن لوگوں کو جنکے نام لکھے ہوں ایک ایک کرکے قتل کرنا شروع کرتے ؟ درانحالیکہ اُس فہرست میں طلحہ و زبیر کا نام ہوتا۔ کیا یہ ممکن تھا کہ طلحہ و زبیر جو جناب امیر کے نزدیک شریک شورش تھے جناب امیر کی طلب پر کہ تم ہی اُنکو گنو جو مستحق سزا ہیں اپنے کو امیر المومنین کے حوالہ کردیتے کہ قانون اور انصاف ہم پر جاری کیا جائے ؟ کیا کسی حاکم کی مصلحت اسکی مقتضی ہے کہ وہ ایسے مبہم فعل کے لئے آمادہ ہو جائے درانحالیکہ اسکی رعایا میں سے چند اُس سے انصاف نہیں چاہتے نہ استغاثہ کرتی ہیں بلکہ بہ نوک شمشیر اپنے شرائط لکھواتے ہیں اور اُسکا نتیجہ یہ ہو کہ انکی خواہش پوری کرنے پر بھی انکی اطاعت کی کوئی امید نہ ہو اور دوسرے طرف وہ جو بغیر تحقیقات کے مستوجب سزا ٹھہریں اپنے حق میں یہ ناانصافی دیکھکر خود بھی انصاف کو اپنے ہاتھ میں لے لیں اور اس طرح حکومت دو بغاوتوں کے درمیان گردش میں ہے ؟ بلاشبہ عقل۔ انصاف اور مصلحت کا اقتضا اس سے بہتر نہیں ہو سکتا جیسا جناب امیر نے فرمایا کہ "عثمان کے وارثوں کو پہلے میری بیعت کرنی چاہیے اسکے بعد جسپر انہیں دعوی ہو پیش کریں کہ موافق انصاف شریعت کا حکم نافذ کیا جائے"۔

کون پیش کیا جا سکتا جبکہ خود نائلہ کو کوئی معلوم نہ تھا۔ انھیں تو انتقام چاہیے تھا۔ اِس سے کیا بحث تھی کہ علی اسے "نرا دعا" کیسے بجا ہوں کا کام سمجھے۔ اور چاہتے کہ لوگ مطلق العنانی چھوڑ کر حکومت سے تصفیہ کی خواہش کریں۔ نہ اُن لوگوں کو اس معاملہ کو اِس وسعت سے دیکھنے کی ضرورت تھی جس نے مدار ادعیت کے لحاظ سے امیر المومنین ملاحظہ فرما رہے تھے کہ تم انتقام کا غل مچا رہے ہو۔ دوسرا فریق انھیں واجب القتل سمجھتا تھا۔ تیسرا متوقف ہے اور انتقام کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ نہ انھیں اس کی

مین کوئی فائدہ نظر آتا تھا کہ "دل اور رائین اپنے مقام پر قایم ہوجائین پھر حقوق انسانی سے لے جاسکینگے
کیا نتیجہ ہوتا اسکا بجز اسکے کہ قاتلان عثمان قتل کیے جاتے۔ بس۔ اور پھر ہم ج علی خلیفہ ہوجائین جو اُنکے
قتل ہونیکے نے بہت سے مسلمان ملتے ہین۔ ؛

کس نے علی کو وقت دیا۔ کس نے اُنکی تائید کی اور کون اس تلخ صبر کے قابل ٹھہرا جو بیعت کر لینے کے شوق اور
جوش کے بعد اس ہوش کو اپنے سامنے رکھتا کہ بیعت کے معنی یہی ہین کہ ہم اس راہ پہ چلین جدہر ہم چلائے جائین یہ
راہ خشک تہی۔ لیکن اُنھین پتھر کی طرح سخت بنانے والی تہی۔ عادتین جس طرح بگڑ گئی تھین اُنکے بعد اسپر چلنا
اور بہی دشوار ہوگیا تہا۔ لوگ تھرائے قدم ثابت نرہے۔ یعنی یہ لوگ تہے جنہون نے اپنے کو ناکامیاب کیا نہ وہ
جو اُنھین کامیابی کی طرف لیجا رہا تہا وہ تو اپنی مصلحت کی ناکامی کا اس وقت ذمہ دار ہوتا جسوقت
لوگ اُسکی خواہش پہ چلتے اور ناکامیاب ہوتے۔ واقعات کہتے ہین کہ یہ علی کی مصلحت نہ تہی جو ناکامیاب ہوئی
بلکہ لوگون کی عدم اطاعت اور تساہلی تہے جو ناکامی پر منحصر ہوئی اُنھین ابتدا کی تہوڑی سی تکلیف جو آزادی
اور اختیار کی طرف لیجاتی بہلی معلوم نہ ہوئی اور وہ غلامی پر مُنھ کے بل گرے۔

نتائج کی تنبیہ

جناب امیر نے انہین قبل اسکے کہ کوئی واقعہ ہوتا پیشتر سے تمام نتائج سے مطلع کر دیا اور اس طرح وہ اپنے
تمام فرائض سے سبکدوش ہوگئے جسے ہم آگے ذکر کرینگے۔

بیان کیے جانیوالے واقعات جناب امیر کے اس فرمانے اور طرز عمل کا ثبوت ہونگے کہ "جب کوئی چارہ
نہ ہوگا تو پھر آخرش درد کی دوا داغ ہے" یا "مین ابہی انلوگون کی حرکات پر صبر کرتا ہون جب تک تمہاری
جمعیت کو ضرر پہونچنے کا خوف مجھے لاحق نہ ہو" اور یہ بہی بغیر فرمائے نہ رہ سکتے تہے کہ مخالفین کے ضعف
عقل اور بیجا ضد سے "مسلمانون کے کامونکا انتظام بگڑ جائیگا" اور اِن لوگون کے طرز عمل کے لحاظ سے
اور کیا نتیجہ نکالا جا سکتا تہا مگر یہ کہ "اس جماعت نے احکام اسلام کو اسکے پشت سر کی طرف لوٹانے کا
ارادہ کیا ہے" ؛

چونک اُٹھنے مین ایک طویل زمانہ کی تاریخ مضمر ہے

چونک اُٹھے جو اسے خلاف اسلام سمجھتا ہو کہ حضرت اُم المومنین نے قتل عثمان کی خبر بغیر کسی جذبے کے سُنی اور
جب معلومات مین اِس سے اضافہ ہوا کہ "اور علی خلیفہ ہوئے" تو زبان سے یہ الفاظ اور فقرہ مرتب کر لیا کہ کاش
آسمان پھٹ پڑتا کہ یہ بُرا دن نہ دیکھتے" طبعاً حضرت عایشہ کا چونک اُٹھنا فطری تہا۔ لیکن اُنکا چونک اُٹھنا
واقعات کی شرح بہی ہے کہ اب جناب امیر کا خلیفہ رسول ہونا اس قدر بعید از قیاس ہوگیا تہا کہ حیرت اور

عجب کے انسداد کے لئے کوئی ارادہ احتیاطاً بھی پیشتر سے موجود نہ ہوتا۔ مکہ کا اموی عامل مددگار ہو گیا۔ مکہ بنی امیہ کا مرکز ہو گیا اور سامان کی درستی کے لئے یعلےٰ ابن امیہ چھ لاکھ دینار لے آیا۔ جناب امیر نے اصحاب جمل کی اصلی قوت کا نہایت صحیح اندازہ کیا تھا جہاں وہ فرمارہے تھے کہ جمل کے حقیقی عناصر طلحہ زبیر۔ عائشہ اور یعلےٰ ابن منیہ ہیں۔ جسمیں ایک پُرتلفن مدبر۔ دوسرا بہادر سپاہی۔ تیسرا مرکز تقدس اور چوتھا مالی تائید ہے۔ اور جب یہ باتیں جو فوجی آراستگی کے لئے مفید اور ضروری ہو سکتی تھیں موجود تھیں تو کون امر اس اعلان سے مانع تھا کہ "جو شخص اسلام کی ہمدردی کرنا اور خون عثمان کا بدلہ لینا چاہتا ہو اور اسکے پاس سواری نہ ہو تو آئے اُس کو سواری دیجائیگی"۔

مخالفت کے عناصر کا اندازہ۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ کوئی مدبر ایسی "اسلام کی ہمدردی" کا اور کیا عملی ترجمہ کر سکتا ہے بجز اسکے کہ ہمیں صاحب اختیار بنانے کے لئے اپنی جانیں دو۔ اور علی ابن ابیطالب کو اختیار سے ہٹادو۔ سواری دینے کے لئے ہم تیار ہیں اور پھر ہم کامیاب ہوئے تو کبھی تمہاری گردن کو یہ شکایت نہ ہو گی کہ اُسپر بوجھ نہیں ہے۔ اسے کون دیکھتا ہے؟

محرکین جمل کے لئے تھوڑی دیر سوچنے کی بات پیدا ہو گئی تھی جس وقت سعید ابن العاص نے انسے سوال کیا کہ "اگر تم فتحمند ہو گئے تو کس کو صاحب الامر بناؤ گے" اب تک طلحہ و زبیر جو سوال کا مطلب سمجھے تھے اطمینان سے کہنے لگے کہ "ہم دونوں میں سے جس کو لوگ منتخب کرینگے"۔ اور یہ سنکر سعید نے ایک بدمزہ تجویز پیش کی کہ "نہیں۔ بلکہ عثمان کے لڑکے کو حکومت دینا"۔ اور تائیداً اس سے کی کہ "کیونکہ تم خون عثمان کا معاوضہ لینے کو نکلے ہو" طلحہ و زبیر نے جواب دیا کہ "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اکابر شیوخ مہاجرین کو چھوڑکر ان لڑکوں کو حاکم بنائیں"۔ ہم نہیں جانتے کہ انکا یہ جواب سنکر کسی بوڑھے بدری صحابی نے ابو قحافہ کے لفظوں میں یہ خیال ظاہر کیا تھا یا نہیں کہ "اگر بزرگی ہی سے کوئی خلیفہ ہو سکتا ہے تو ہم کیوں نہ ہوں" اور سعید نے جواب دیا کہ "ایسی حالت میں میں کوشش نہ کر سکونگا"۔ اور یہ کہکر مع عبداللہ ابن خالد اور مغیرہ ابن شعبہ کے الگ ہو گئے۔ اور پھر۔ شام۔ کیا یہ اسکی ایک مثال نہ تھی کہ ہر منضبط گروہ اور اسکے افراد میں یہ خود غرضانہ خیال مضمر تھا کہ "ہم کیوں نہ ہوں"۔ بنی امیہ اب وہ بنی امیہ نہ تھے جنہیں تھوڑی سی لالچ موافق بنائی رہتی۔ اب معاویہ اپنے اختیار سے شام کا عامل تھا۔ بنوامیہ کی نو آبادی اُسکی ہی تھی اور سلطنت اور اسکے اختیارات کو قومی حیثیت سے بچانے پر مستعد تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ اصحاب جمل نے شام کو اپنا مرکز نہیں بنایا۔ بلکہ انہوں نے ایک دوسرا میدان تلاش کیا اور کہہ تھا کہ

اصحاب جمل اور بنی امیہ میں ردّ و بدل۔

انلوگون نے یا تو معاویہ سے مدد طلب کی یا معاویہ نے انکی طلب پر انہین کورا جواب دیا۔ اور یہ خاموش بیٹھ رہے اب کیا یہ سوچا جا سکتا ہے کہ اگر طلحہ و زبیر کو فتح ہوتی تو یہ ابن ابو سفیان کو اپنے ماتحت بنانیکی کوشش نہ کرتے یا انسے معزول نہ کرتے یا مدد نہ کرنے کی سزا نہ دیتے۔ بنی امیہ اور انکے حوصلے اب اس سے کہین بڑھ گئے تھے کہ وہ حضرت عایشہ یا طلحہ و زبیر کی صاحب الامری گوارا کرتے وہ علی سے اپنے اعتقادات کے لئے لڑے وہ طلحہ و زبیر سے لڑتے اگرچہ قطعاً اختیار ہوتے۔

سامانون کی درستی کے بعد اونٹ اپنے عالم پسند خوش رفتاری سے آگے بصرہ کیجانب بڑہا۔

جناب امیر کے آمد کی خبر نے اس اصلاح پسند لشکر کو تھوڑی دیر کے لئے انتقام خون عثمان بھلا دیا اور بصرہ پہنچنے کی جلدی لگ گئی احنف ابن قیس کے ایسے بہادر جہاندار اور تجربہ کار افسر کو ملانیکی کوشش کیگئی لیکن انکے منقص جواب کا الزام سننا پڑا۔

عثمان ابن حنیف کا ایسا مقدس صحابی جو عایشہ کے لشکرکشی کی خبر سنکر ایسا موافق واقعہ مغز فقرہ کہہ سکتا تھا کہ اب اسلام کی چکی چلی" اس سے امید نہین کیجا سکتی تہی کہ وہ کوئی ایسی روش اختیار کرے جسمین قومی منفعت کا شائبہ پایا جائے اور انہے نہایت صحیح تصفیہ کیا کہ مین انکو روکونگا تا آنکہ امیر المومنین آئین لیکن اس لشکر کے فاتحانہ حوصلونکو اسمین کامیابی کی صورت زیادہ نظر آئے کہ کسی مقامی عامل اور اسکی موجودہ فوج سے لڑنا آسان ہے بہ نسبت اسکے کہ انتظار کے بعد فوجین اسکی مدد کو آجائین۔ جنگ ہوئی عثمان ابن حنیف نے شہر کی حفاظت اور اپنی ذمہ داری کے فرض کو خوب ادا کیا یہانتک کہ فاتح لشکر بھی امیر المومنین کے آنے تک ہتیار روک رکھنا گوارا کیا۔ لیکن یہ عہد صرف دہوکا دینے کے لئے تھا اور جس وقت کہ یہ مقدس صحابی عشرہ مبشرہ کے دو اصحاب اور ایک ام المومنین کے قول پر ایک مسلمان کے یقین کے ساتھ مطمئن ہوکر مسجد مین خدا کی عبادت کر رہا تھا یہ لوگ ہ وہ کے سپاہیون کے طرز عمل کو اختیار کر رہے تھے جو اسکے منتظر رہتے تھے کہ یہود یوم السبت کو عبادت مین مشغول ہون تو ہم حملہ کرین۔ شاید یہ پہلا موقع تھا کہ خانہ خدا مین مسلمانون نے مسلمانون کا خون بہایا۔ مسجد مین خدا کا بزرگ تمام بندہ نہین کیا گیا بلکہ تلوار کی جھنکار سے مسجد گونج اوٹھی " کیا عجب ہے کہ قتل کے جوش اور خوشی مین "اللہ اکبر" کا نعرہ بھی نکلا ہو۔ کون تھا جو عبرت سے کہتا! آیندہ ذکر کیا جائیگا جس سے بڑھکر کسی بڑے موقع پر تکبیر نہین کہی گئی

اصحاب جمل کی فتح ہوتی تو امیہ سے جنگ کا مقدمہ ہوتی

اصحاب جمل نے وہ طریقہ اختیار کیا جو رومی یہود کے ساتھ برتتے تھے۔

اور سب جانتے ہین کہ عثمان ابن حنیف کسکے حکم سے کس سزا کا مستوجب ٹھہرا۔ اور پھر فاتحانہ داخلہ کے بعد طلحہ نے خطبہ کہا اور معاملہ عثمان مین اپنی براءت کی کوشش کرنی چاہی تو کسی نے صاف منھ پر کہدیا کہ "ہمارے پاس تو تمہارے خطوط انکی خلاف آتے تھے" کیا مشکل تہا کہ یہ سنکر زبیر جواب دیتے کہ "وہ ہمنے یقیناً ایسے خطوط نہ لکھے ہونگے" اقرار کرنا موجودہ موقع کے خلاف بلکہ مضر ہوتا ۔ مر مذہب کے سایہ مین اسوقت نہ تھے مدبر تھے ۔ اسوقت سیاسی اخلاق پر عمل کرنا پڑگیا تھا۔

جناب امیر حالتِ جنگ کو وسعت نہ دینا چاہتے تہے۔

مین نہین کہہ سکتا کہ کیون لیکن غالباً جنگ اور اُسکے نتائج کو وسعت نہ دینے کا خیال تہا کہ امیر المومنین نے قبیلہ طے۔ اسد اور بکر ابن وائل کی شرکت جنگ کی خواہش کو منظور نہ فرمایا اور اسیطرح احنف ابن قیس کے متوقف رہنے اور لوگون کو کسی طرف شریک ہونے سے علیحدہ رہنے کو پسند کیا۔ اہل کوفہ کو بھی یہ پیغام نہین دیا کہ تم میرے شریک ہو کر لڑو بلکہ "جس بلا مین تم اور ہم بہی مبتلا ہو گئے ہین اُسمین ہماری مدد کرو... اگر ہم مظلوم ہین تو ہماری امداد کرو اگر ہم ظالم ہین تو ہمسے حق لو" - اور روسائے کوفہ کی حاضری پر خود فرمایا کہ "اگر وہ لوگ اپنی رائے سے رجوع کرلین تو فہو المراد اور اگر اپنے خیال پر اصرار کرینگے تو اُس کا علاج ہم نرمی کے ساتھ کرینگے تا کہ ہماری طرف سے ظلم کی ابتدا نہ ہو" اور یہ بھی فرمایا کہ "ہم کسی کام کو جسمین ذرہ بھر فساد ہوگا بغیر اصلاح کئے نہ چھوڑینگے"۔

احنف کا سوال پہلے خلیفہ کے طرز عمل سے پیدا ہوا تھا۔

اِن واقعات مین ایک نہایت مفید عکس ڈالنے والا سوال احنف ابن قیس کا تھا جس نے امیر المومنین کی خدمت مین حاضر ہو کر اہل بصرہ کا یہ خوف بیان کیا کہ "اگر علی کو فتح ہوئی تو وہ ہمارے مردون کو قتل کرکے ہماری بچون اور عورتون کو غلام بنائینگے"۔ مجھے اِس سوال کی وجہ کے لئے اور کوئی ماخذ بجز اُس برتاؤ کے نہین دکھائی دیتا جسمین مانعین زکوٰۃ مبتلا ہوئے تہے ۔ لوگ سوچتے تہے کہ جب ایک خلیفہ مسلمانون کی کیفیت کو پسندیدگی سے دیکھ سکتا ہے تو دوسرے کو کونسا امر مانع ہے شاید ان کو معلوم یا یاد نہ تھا کہ نہ صرف علی نے ابتدا ہی مین اُسنے اس جنگ کو پسند نہ فرمایا تہا بلکہ ایک مرتبہ سنت خلفا کو منظور نہ کرنے پر خلافت سے محروم ہو رہے تہے اور اس مرتبہ بغیر اس شرط کے خلیفہ ہوئے تہے۔ اہل بصرہ بھی اُن لوگون مین تہے جنہین علی کے متعلق زمانہ رسول کے واقعات معلوم نہ ہو سکتے۔ اِنھین کیا ذریعہ تھا بجز اُن چند لوگون کے جو یہان قیام پذیر ہو گئے ہون یا جنھون نے کچھ اور ہی خیال بنائے ہون اور جنکے ذہن مین دیکھے اور سنے ہوئے واقعات رہ گئے ہون۔ بہرحال جناب امیر نے یہ فرماکر اسوقت بہی اپنے پہلے خیال کی تصدیق کر دی کہ مین ہرگز

ابو موسی

ایسا ہی کرونگا اہل بصرہ مسلمان ہیں''

شخص جس نے کوفہ میں ابو موسیٰ کے بیعت اور مدد کرنیکے تردد اور انکار پر غور کیا ہے وہ اسمین ذرا شبہ نہیں کر سکتا کہ وہ کسی طرح بھی علی کا حامی نہ تھا محض اسکی خاموشی ہی علی کے لئے مخدوش تھی۔ وہ نہ جانتے کہ ہم کیا کریں اور آیندہ اپنے طرز عمل کو کس طرح درست کریں جبکہ ایک خوفناک بغاوت تمام سامانون سے سامنے کھڑی ہے۔ ابو موسیٰ حیرت خیز نظریہ پیش کر رہا تھا کہ میری گردن مین عثمان اور علی دونون کی بیعت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اگر عثمان والی بیعت علی کے مخالف نہ ہوتی لیکن اسکی ذمہ داری کون کر رہا تھا کہ ایسے اُنلوگون سے ہمدردی نہ تھی جو انتقام خون عثمان چاہتے تھے اور علی کے مخالف تھے۔ یہ صورت اُس قدر علی کی اطاعت نہ تھی (اگرچہ علی کی بیعت کا زبانی اقرار تھا) جس قدر علی کے مخالفین کی تسکین تھی۔ حضرت عایشہ سے جو خطوط و کتابت جاری تھی اُس سے یہ قیاس کرنا کہ ابو موسیٰ امیر المومنین کے وکلا کو بلطایف الحیل اُس وقت روک رہا تھا جب تک حضرت عایشہ کوفہ میں داخل ہو جائیں ایک ظاہر بات تھی۔ ابو موسیٰ نے ایک لفظ منہ سے ایسا نہیں نکالا جو امیر المومنین کے لئے امید خیز ہوتا۔ ایسی صورت مین اصحاب جمل سے ابو موسیٰ کی اخلاقی ہمدردی ہو یا علی علی کے لیے خوشگوار نہ تھی کہ وہ اگر ہٹتے تو ایک نفلی دشمن سے مشتبہ رہتے اور اگر فتح پاتے تو خوف تھا کہ مین کوفہ بھاگ کر ہوئے دشمنون کا نشیمن نہ ہو جس سے اُنھین جنگ اور خونریزی کی دوبارہ قوت حاصل ہو جائے۔ اب اُس تمام گفتگو کو لکھنے کے بعد جو جناب امیر کے بھیجے ہوئے لوگون یا اُنکے مویدین نے کی ابو موسیٰ کے پہچاننے کے لئے اِس قدر اور کہتا ہون کہ وہی جو علی اور اسلام کے فوائد کی پامالی پھر کے مرتب رشتون سے دیکھ سکتا تھا۔ عجز اور انکسار کا پتلا بنگیا جب اُسے یقین ہو گیا کہ سرائے سلطانی ہمین اپنے سایہ مین قبول نہ کریگی۔ اور مالک اشتر سے اپنے مال و اسباب کے ملنے کی استدعا کی۔ یہی ابو موسیٰ آیندہ علی اور اسلام کا وکیل بنایا گیا!

باپ اور بیٹے کی گفتگو نقل اور واقعات کا شرح تحقیق

باوجود اسکے کہ جناب امیر نے مقابل پہونچکر خطوط۔ وکیل۔ ملاقات اور ہر طریقہ سے اصلاح چاہی جس سے کشت و خون کی نوبت نہ پہونچے لیکن اُنلوگون سے صلح کرنیکی امید بہت دور تھی جو جان بوجھکر تلبیس حق سے اپنے حوصلے پورے کرنا چاہتے تھے۔ یا جو اپنے ساتھ دینے والون کو ان الفاظ سے آمادہ کرتے تھے کہ ''اپنے زن و فرزند اور حسب و نسب کی حفاظت کیلئے لڑو'' اگر زبیر پر دو دید و گفتگو کا اثر پڑا بھی تو اُس لئے کہ تھوڑی ہی دیر مین غلام قسم کی قربانی قرار دیا جائے۔ اور یہ تلخ سچائی اپنے بیٹے کے منہ سے سننی پڑی

کہ جب دونون فریق کو جمع کرلیا اور ایک کو دوسرے کی عداوت پر ابھار دیا تو اب چھوڑ کر جانیکا قصد کرتے ہو"۔ بہادر زبیر کے لئے یہ آسان امر نہ تھا کہ وہ اپنے ہی فرزند سے سنتا کہ "تم مین نامردی آگئی ہے"

جناب امیر نے برے وقت کو کب تک دور رکھا۔

وہ برا وقت آگیا کہ بجز جنگ کے چارہ نہ ہوتا۔ جناب امیر نے اس قدر صبر کیا تھا کہ دوست یا دشمن کوئی اس الزام کا خیال ہی نہین کر سکتا تھا کہ ہم تو معاملے کے سمجھنے اور صلح پر آمادہ تھے علی کے فاتحانہ جوش نے ہمین موقع ہی نہ دیا۔ دشمن کے تیرون کے مینہ سے سپاہی گرے اور زخمی ہوئے۔ سپاہی دیکھتے رہے اور اب اپنے افسر کے حکم کے قبل تیار اور جوش جنگ سے بیچین ہوگئے اور خود بھی دشمن کے زیادتی کو روکنے کی اجازت چاہی اور علی کا قرآن بردار سفیر قتل کیا گیا۔ رکتے ہوئے لفظون مین جناب امیر نے جنگ کی ضرورت کا اقرار کیا اور جب یہ تصفیہ کر چکے تو اب علی کا تمام خاصہ جنگ ہی سے فیصلہ کرنے پر تیار ہو گیا۔ اور وہ جو برسون سے علی کی تلوار سے بے خوف ہوگئے تھے حیرت سے دیکھنے لگے کہ ذوالفقار مین کوئی دندانہ نہین پڑا ہے اور نہ علی کے نفس کی اس قوت مین کوئی فرق آیا ہے جس سے مقابل ہوکر دشمن اپنے کو حواس سے معرا پاتا تھا۔ وہی ام المومنین جنکے ساتھہ رسول کا غلوی محبت ظاہر کرنیکے لئے کسی کے پاس اس وضع کی روایتین ہین کہ رسول نے اپنے کاندھے پر انھین حبشیون کا ناچ دکھایا اور دف سننے دیا۔ جمل مین مسلمان بسملون کا عبرتناک رقص اور دل شگاف کراہ سن رہی تھین۔ جسوقت زخمی اینٹھتے تھے۔ تڑپتے تھے اور کرب مین اپنی ہتھیلیان رگڑتے تھے۔ یقینا یہہ استقبالی تالیان تھین!

مروان کا تیر ایک قلم تھا جو اصحاب جمل کے دلائل کو کاٹ رہا تھا۔

جناب امیر قعقاع ابن عمر یا عمار یاسر تھے جنہون نے اونٹ کی ٹنگڑی کو مسلمانون کا قاتل سمجھا اور اگرچہ حضرت عایشہ کے تشریف فرما ہونے سے کیسا ہی تقدس کیون نہ آگیا ہو لیکن انکے ذہن مین وہ مسلمانون کے خون سے زیادہ مقدس نتھا جسکا بہنا روکا جانا ضروری تھا۔ لڑائی ختم ہوئی لیکن نہ اسکے قبل کہ مروان ابن حکم طلحہ کو اپنے زہر آلود تیر کا شکار کر چکا ہوتا۔ کون انکار کریگا کہ یہ تیر دہ قلم تھا جو اصحاب جمل کے دلائل کو کاٹ رہا تھا۔ وہ زبان تھی جو سچی واقعہ خوانی کر رہی تھی۔ افسوسناک تھا یہ امر کہ طلحہ کا ایسا شخص مروان کی اس مکاری کا شکار ہوتا لیکن کسی گناہ گار قاتل نے اپنے مقتول کے واقعات کو قتل سے اس صفائی سے نہین دکھایا۔ کون جانتا تھا کہ یہ (فعل قتل) طلحہ کے خلاف قطعی دلیل ہوجائیگا اور خود بقول طلحہ اس خون سے ضایع تر کوئی خون نہ ہوگا۔

دشمنون کے ساتھ جناب امیر کا برتاؤ۔

لڑائی ختم ہوئی۔ بھاگے ہوئے دشمنون کے ساتھ جناب امیر نے جو رحم کیا شاید ہی کوئی قوم اسکا جواب لاسکتی ہو۔ امیر المومنین اسکے بعد میدان جنگ مین تشریف لیگئے۔ کیون اور کس نیت سے۔ نہین معلوم۔ نہ کسی مورخ نے جناب امیر کی اُس وقت تصویر کشی کی ہے اور نہ واقعات لکھے ہین جو خفیف اشارہ مل سکتا ہے وہ محض اس فقرہ سے کہ "افسوس! لوگ یہ سمجھے تھے کہ ہم پر عوام الناس نے خروج کیا تہا حالانکہ انمین یہ لوگ موجود تھے" تشریف لے گئے تہے کہ جنگ کے نتیجہ کے تالیف حسی کرین اور اُس عبرتناک عالم پر غور کرین جہان گیارہ ہزار سے زیادہ زخمی اور مقتول سپاہی جنگ آزمائی کرکے پڑے ہین اور اُس افسوسناک وجہ کے لئے جسے ہر شخص جانتا تھا!

حضرت عائشہ کے فقرات۔

مین حضرت عائشہ کا اس وقت کا فقرہ نہین سمجہا کہ "مجھے محبوب و منظور تھا کہ آج کے واقعہ سے بیس برس پہلے مین مرجاتی"، کیا اس لئے کہ اس خوفناک قتل اور اُسکے ضمنی نتایج سے متاثر ہوئی تھین۔ کیا اس لئے کہ طلحہ و زبیر کے قتل نے ایسے مفید مددگارون سے محروم کردیا تہا۔ کیا اس لئے کہ باوجود تمام کوششون کے یہ نا ممکن ہوا کہ علی اپنے اختیارات سے ہٹا دیے جاتے۔ اور یہ فقرہ اسکی شرح تھا کہ "مجھے کوئی گھر اس سے زیادہ دشمن نہین ہے جہان اے بنی ہاشم تم ہو" اور اس جوش نے یہ کہلوایا کہ "اب وہان جاؤنگی جہان اے بنی ہاشم تم نہ ہو" کونسی جگہہ تہی جہان اب بنی ہاشم صاحب اختیار نہ ہوتے بجز صوبہ شام کے۔ جس سے قیاس ہوتا ہے کہ اس فقرہ مین دہمکی تہی کہ اب ہم معاویہ کی شرکت سے تم سے سمجہینگے۔ معاویہ کو اب انہین ساتھ لینے مین کیا عذر ہوسکتا تہا جبکہ یہ اُسکے اغراض پورے کرنیکے کام آسکتی تھین اور اصحاب جمل کی شکست سے پرپُرزے ٹوٹ چکے تہے جو کسی خوف کے باعث ہوسکتے۔ یہ معنے اور دہمکی تہی ورنہ کیا تھا کہ حضرت عائشہ باوجود متواتر فہمایش کے مدینہ کی طرف واپس جانے کے لئے مستعد نہ تھین۔ لیکن حضرت عائشہ کے ان تمام اظہار خیال مین سب سے زیادہ خطرناک یہ کوشش تہی کہ اُنھون نے اس فقرہ مین کہ "تم اطمینان رکھو کہ علی تمہاری ان باتون پر توجہہ نکرینگے اور تمہین امیر مسلم نہ رکھینگے" ابن عباس کو بمقابلہ علی اپنا موقع درست کرنے اور اختیار حاصل کرنے کے لئے اُبھارا تھا۔ یا علی کی وفاداری اور وکالت ادا کرنے پر طنز کیا تہا۔ ابن عباس نے صاحبزادی کو وہی جواب دیا جو قریب قریب عباس نے باپ کو دیا تہا۔

جنگ جمل کے بعد کیا پیشین گوئی کیجا سکتی تہی۔

اصحاب جمل کی شکست اُس ہمت اور جوش کی شکست تہی جو علی کو صاحب اختیار نہ دیکھہ سکتا تہا اور اس شکست سے بنی ہاشم کے ہمخیال مددگارونکو امید ہوسکتی تہی کہ آیندہ ہماری روش بغیر کسی ایسی مزاحمت کے کامیابی سے

اپنے مقصد پر پہونچیگی - جس قدر ظاہر خطرہ تہا وہ معاویہ کا تہا - یعنی برگد کے درخت کا اصل تنہ گر چکا تھا لیکن اُسکی دوسری شاخ بڑہتے بڑہتے زمین گیر ہو کر اصل سے زیادہ قوی ہو گئی تھی باوجود اِس خطرہ کے علی کو لوگون کی اس وقت تک کی اطاعت اور لوگون کو علی کی رہنمائی پر جو یقین تھا اُس سے یہ امید ہو سکتی تہی کہ آیندہ کسی مخالفت کا آسانی سے مقابلہ کیا جا سکیگا اور جب بجز شام کے تمام صوبجات ہماری اطاعت کرینگے تو ہم مالی اور شخصی مدد کے لحاظ سے نسبتاً زیادہ قوی ہونگے - یا دوسرے لفظون مین جب ہمنے تہوڑے سامان اور ابتدائی حالت سے ایسے خوفناک بغاوت کو فرو کر دیا اور اس آہستہ قدمی اطمینان اور رحم کے ساتھ تو مزید سامان اور جمی ہوئی حالت مین ہم اس سے کہین بڑے پیمانے کی سرکشی کو بھی دبا سکتے ہین -

تقسیم غنیمت

طبری نے کہا ہے کہ جناب امیر نے مال محصولہ کو فوج کی غنیمت نہ قرار دیا اور اعلان کیا کہ جو جسکا مال ہو پہچان کر لیجائے روضۃ الصفا نے بھی غنیمت کی واپسی کا ذکر کیا ہے - ابن خلدون کہتا ہے "امیر المومنین علی نے بیت المال کو کہو لا چھ ہزار سے زائد نقد موجود تھا آپ نے اُسکو حاضرین معرکہ پر تقسیم کر دیا ہر شخص کو پانچ پانچ سو ملے - وقت تقسیم آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا اگر تملوگ ملک شام پر فتحیاب ہوگے تو تمہارے وظائف کے علاوہ اسی قدر اور دیا جائیگا - یہ سُنکر فرقہ سبئیہ نے آپ پر بھی در پردہ طعن و تشنیع شروع کر دیا اور اس سے بیشتر بھی اپ پر انلوگون نے طعنہ زنی کی تہی جس وقت آپنے مال و اسباب کے لوٹنے سے منع فرمایا تھا" ابن خلدون کے "چھ ہزار" سے ہم نہین سمجھے کہ وہ دینار تہا وہ درہم تھا یا ابن خلدون کی چھ ہزار جلدین تھین اور یہ تو میری ہندسوی معلومات سے کہین زیادہ ہے کہ کیسے یہ چھ ہزار اٹھارہ ہزار سپاہون پر اس طرح تقسیم ہوتے کہ ہر ایک کو پانچ پانچ سو ملتے - مجھے درہم و دینار سے بحث نہین ہے بلکہ مین صرف یہ سمجھنا چاہتا ہون کہ آیا کچھ بیت المال کی رقم وصول ہوئی اور وہ تقسیم ہوئی اور تقسیم کو سپاہون اور افسرون نے کس طرح قبول کیا یا لوٹ سے روکے جانے کو انہون نے کس نظر سے دیکھا مین جو کچھ سمجھ سکتا ہون وہ یہ ہے کہ یعلی ابن منیہ کی پس ماندہ رقم یا بصرہ کا بیت المال ملا اور وہ تقسیم ہوا لیکن اس تقسیم کو جس طرح جناب امیر نے جائز رکھا تھا اُس طریقہ کو ہر ایک نے استحسان سے دیکھا - ابن خلدون کہتا ہے کہ کچھ بدگو لوگون نے طعن و تشنیع کیا - کیون ؟ نہین معلوم - اور یہی اسی موقع سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ہی لوگون نے لوٹ نہ کر سکنے کے حکم پر طعن و تشنیع کی - اگر یہ واقعہ ہے کہ ایک گروہ نے

لوٹنے کی اجازت نہ پاکر طعن و تشنیع کی اور جناب امیر کے طریقہ تقسیم پر راضی نہ ہوا تو ہم صاف صاف وہ سراپاتے ہین جس سے صفین کے آخری واقعات سمجھہ مین کہ کیونکر کچہہ لوگ ملگئے یا اُسکے بعد کے واقعات مین اُنلوگون کے کاہلانہ طرز عمل کی حقیقت اور وجہ سمجھہ مین آئے - یہ طرز عمل اسکا ایک ثبوت ہوگا لوگ اگرچہ بظاہر جناب امیر کی بیعت مین تھے لیکن من حیث الواقعہ وہ ابھی اُس فضا سے علٰحدہ نہ ہوئے تھے جو انہین ایسی روش کا خوگر بناتی یا باز پرس نہ کرتی - یہ ایک انکار تھا کہ ہم ذاتی فوائد کے معاملات مین جناب امیر کے اس بے رعایت انصاف پر راضی نہین ہین - اور ہم اِس طرح چلین گے کہ ہم ادھر جائینگے جہان ہمین امتیاز - زیادہ فائدہ اور خصوصیت نصیب ہو - ہم دوسرون پر فخر کرین - حسد - بغض - قطع و برید - ہر وقت ہمارے مددگار آئے ہون - اور اِس طرح ہم مین کے تھوڑے سے مخلوقات الٰہی کے بڑی تعداد کو اپنے ناخونون مین رکھین - اُنھین بجز ہماری اطاعت - ہم سے خوف کرنے اور مرعوب رہنے کے کوئی کام نہ ہو -

اِس جگہہ یہ نہایت مفید روایت بیان کیجاتی ہے جو ابن ابی الحدید نے فضل ابن جعد سے نقل کی ہے کہ "بہت بڑا سبب نصرت جناب امیر مین عرب کے بیٹھ رہنے کا امر مال ہے کیونکہ نہ وہ حضرت شریف کو مشروف پر اور عربی کو عجمی پر فضیلت دیتے تھے اور نہ کبھی رؤسا اور امرائے قبائل کو رشوت دیتے تھے جیسا کہ ملوک کیا کرتے ہین اور نہ کبھی کسی کو اپنی طرف مائل کرتے تھے اور معاویہ اسکے برخلاف تھا"

جناب امیر کا کوفہ کو دار الخلافت قرار دینا اُنکے اِس پہلے خیال کو قوت کے ساتھہ پیش کر رہا تھا کہ وہ امیر شام سے بغیر معاملہ طے کیے ہوئے خاموش نہ رہین گے اور اگر درمیان مین اصحاب جمل اپنے خصائل اور نشو خیالات کے مقلد نہ بنجاتے تو کوئی شبہہ نہ تھا کہ امیر شام سے معرکہ آرائیان شروع ہو گئی ہوتین -

کس نے چھیڑ کی ابتدا کی

مغیرہ ابن شعبہ کے مصلحت اور صلاح پر وجد کرنے والے غور کرینگے کہ یہ علی نہ تھے جنھون نے عملاً چھیڑ چھاڑ شروع کی بلکہ یہ امیر شام ہی تھے جنھون نے ولایت جزیرہ کو اپنے قبضہ مین لانا چاہا اور ضحاک ابن قیس نے اُن لوگون کو ملانے اور میدان جنگ مین اپنا شریک کرنیکے لئے کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھی - یہ واقعات جب اس عمل کے ساتھہ ملاکر غور کیے جاتے ہین کہ ابتدا ہی سے عثمان کا خون آلود کرتہ اور انگلیان جامع مسجد مین رکھی گئی تھین فصیح مقرر اپنی تمام طاقت لوگون کے جوش دلانے مین صرف کر رہے تھے اور معاویہ نہ صرف بنی اُمیہ بلکہ مدینہ کے اکثر لوگون کے خیال کو یافت کر رہا تھا اور جبکہ پتا تھا کہ کہان کہان کے لوگون نے علی کی بیعت کی ہے تو کون اس اصلاح کو مبشر یہ اطمینان کہہ سکتا تھا کہ جب تم کچہہ دنون کے بعد خفا اختلاف

ہوجائےگے تو معاویہ کو آسانی سے نکال سکے گے اور وہ تسلیم و رضا سے تمہاری بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھیگا اور
خوش ہوگا۔ بجز اسکے کہ علی کو دہوکا دیا جارہا تھا کہ وہ غافل رہین اور معاویہ ہاتھ پاؤن ہلا کر دروازہ
کھٹکھٹائے اور اُسوقت کوئی چارہ نہ ہو۔ بلکہ جناب امیر نے اعثم کوفی کے موافق اپنے خطبہ مین یہ بھی فرمایا
کہ معاویہ قیصر سے دوستی کرکے آیا ہے اگر اُسے شکست ہوئی تو قیصر سے مدد لیگا جیسا روضۃ الصفا مین ہی اسکا
تذکرہ ہے کہ جس وقت عمرعاص اور معاویہ مین بپیش نظر واقعات کی گفتگو ہوئی تو قیصر سے دوستی رکھنے
کے لئے یہ طے کیا گیا کہ اُسکے قیدی واپس کئے جائین۔ مین آخر شخص ہونگا جو اسمین شبہہ کرے کہ معاویہ کی خراد
کا مدبر اسمین ذرا بھی پس وپیش کرتا تاکہ وہ مسلمانون پر فتح پانے کے لئے غیر مسلم کو اپنا شریک نہ کرتا او سیور نے کوئی
رعایت یا مبالغہ نہین کیا ہے جہان وہ کہتا ہے کہ" بنی امیہ کا یہ پہلا فطرتی - بیرحم اور بے لحاظ خلیفہ کسی ایسی
گناہ سے نہ ہچکیاتا تھا جو اُسی اُسکی جگہہ پر مضبوط کردے" اور کیا آخر مین اُس نے یہ نہین کہا کہ " اگر اہل حجاز (اسپرٹ آف اسلام)
وعراق نے علی سے بعیت کی ہے تو اہل شام نے میری بیعت کی ہے ہم مین اور علی مین کوئی فرق نہین ہے ۔
اگر دو شخص کسی چیز کے بارہ مین جنگ کرین تو وہ چیز اُسکی ہے جو غالب ہو" اور نہ صرف یہ کہا کہ میری بہن رسول
کے عقد مین تہی بلکہ یہ بھی کہا کہ ارباب حل وعقد کے اختیارات مدینہ سے شام مین منتقل ہوگئے امیر شام یہ فقرہ
منہہ سے نہین نکال سکتا تھا اگر اُسے یہ یقین ہوتا کہ زیادہ تر اصحاب رسول کو اپنے بڑے خطاب کا پاس ہے۔ اور
کیا اس سب کے معنی یہ نہین ہین کہ وہ اُن تمام نکات پر غور کررہا تھا جو عملاً یا استدلال کی حیرت زا قلابازی سے
توڑ مروڑ کر لوگون کو اُسکی طرف متوجہ کردے۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ جب ایک بی بی اپنے حق زوجیت سے کہین بڑا
حوصلہ کرتی ہو اور سامان مہیا کرلیتی ہو بغیر اسکے کہ اُسکا ایک پیسہ اپنے پاس سے خرچ ہو یا اپنا کوئی آدمی ضائع ہو
تو پھر وہ اپنی بہن کا وکیل کیون نہ ہوتا در انحالیکہ ایک صوبہ پر اختیار تہا اور درصورت ہر ممکن تباہی کی
بھی نہ اُسکی ذاتی جائداد کا کوئی تل بھر ٹکڑہ ضائع ہوتا تھا اور نہ لاکھون کے قتل عام پر ٹھنڈی سانس کی کوئی
لہر اُسکے دل پر سے گذرتی ۔
یہ سب ہیر ہوا کہ مثل اپنے مثل کی طرف کھینچنے لگا۔ تمام بنی امیہ شام چلے گئے اور عمرعاص کو بھی فلسطین بھلا
معلوم نہ ہوا۔ فوج کشی کی عملی کارروائی شرجیل ابن سمط الکندی کی مذکورہ بہ فریب کارروائی سے شروع
ہوئی۔ اور شام کا یہ رئیس اپنی وجاہت اور اعتبار کو ناواقف مخلوقات کی جہالت پر صرف کرنے لگا۔ وہ تمام
الفاظ صرف کئے گئے جس سے کسی بیرحم حملہ آور کی تصویر کھینچی جاسکتی ہے اور کوئی ترکیب اثر ڈالنے کے لئے

اُٹھا نہ رکھی گئی جس سے عثمان کی مظلومیت ثابت ہو۔ اور لوگ ایک خلیفہ رسول کو بیگناہی سے مارے جانیکا قاتلوں سے بدلہ لین۔ اور جب یہ عمل جاری ہوگیا تو پُرا اطمینان زہرخند سے جریر سے کہا کہ "تونے اہل شام کی رائے دیکھی اور سُنی اب تونے جو کچھ دیکھا یا سُنا ہے اُسے جاکر علی سے بیان کر" سادے کاغذ کے معنی بھی یہ تھے کہ ہم تمہارا کوئی جواب نہین دینا چاہتے۔ تم جو کرسکتے ہو کرو۔ اور سفید کاغذ جو کچھ نہ سمجھا سکتا تھا اُسے قاصد کی زبان نے پورا کردیا

جناب امیر جنگی انتظام شروع کرتے ہین۔

جزیرہ نسبتاً کم سامان سے اشتر کے قبضہ مین آگیا اور اس طرح ابتدا امید خیز ثابت ہوئی۔ جناب امیر نے اپنے پرہوش انداز سے خاموشانہ عمل شروع کیا۔ اور آہستہ آہستہ پے در پے ایک ایک افسر کو روانہ کرنا شروع کیا۔ مقدمہ لشکر مین زیاد ابن نضر۔ شریح ابن ہانی۔ ہاشم ابن عتبہ ایسے لوگ تھے جنکی افسری ہر سپاہی کے لئے مایہ ناز تھی اور یہ اسپر خوش تھے کہ ہم سب مالک اشتر کے ماتحت ہین۔ ابتک جناب امیر کے حکم کا اس درجہ لحاظ تھا کہ نزاعی روش اختیار نہ کرنیکے ثبوت مین شام کے افسر کا انکاری خط رکھ لیا جاتا کہ امیرالمومنین کو دکھایا جائے۔ ابوالاعور کو جو ایک تجربہ کار افسر اور معاویہ کا مایہ ناز تھا ضحاک ابن قیس کی طرح شکست ہوئی اور یہ بھاگا کہ شام کے اصل لشکر مین ملجائے۔ قبل اسکے کہ مالک اشتر سے سامنا ہو جائے۔ مالک اشتر کا تو کیا ذکر ابھی تک سپاہیون مین یہ جوش تھا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ ہم تنہا پہاڑ پر حملہ کردین ابوالاعور کیا چیز ہے اسی طرح شامیونکی چھیڑ چھاڑ مین یہ دوسری فتح تھی جو امیرالمومنین کو حاصل ہوئی۔ امیرالمومنین کی یہ بھی دوراندیشی تھی کہ اُنھون نے خود کوچ فرماکر نہ صرف سپاہیون کی ہمت بڑھائی بلکہ قریب پہونچکر دشمن کو مرعوب کیا۔ صفین شام سے زیادہ قریب تھا۔ اور تیسری نمایان فتح فرات کے کنارہ حاصل ہوئی جبکہ شامیون نے پہلی مرتبہ فرات کا پانی بند کیا تھی ہاشم کو آج اختیار تھا کہ وہ بنوک شمشیر شامیونکو گھاٹ سے ہٹا دیتے اور اختیار رکھتے تھے کہ شامیونکو پانی نہ دینے کا جواب دیتے لیکن رحمۃ للعالمین کے جانشین سے امید نہین کیجاسکتی تہی کہ وہ انسان کو اُسکے حق بشری سے باز رکھے۔ علی کا یہ احسان رسول اور علی کے عام احسانون کی طرح آگے ذکر کے محتاج ہونیوالے زمانہ مین بالکل بھلا دیا گیا۔

علی فتح سے کیا کام لیتے تھے

کوئی فاتح فوج جس وقت فتح کے جوش مین کمزور سے ناقابل برداشت رعونت کا برتاؤ کرتی ہے اور آیندہ کمزور کرتے رہنے کے لئے رحم اور ایمان کے خلاف کارروائیان کرتی رہتی ہے۔ علی اپنی قوت اور فتح کو حصول صلح کے لئے صرف کرتے ہین۔ فتح کرتے ہین اور رُکتے ہین اس لئے کہ شاید دشمن سوچے اور مخالفت سے باز آئے بار بار سفیر بھیجتے ہین جو یہ کہتے ہین کہ "شاید اللہ تعالیٰ تمہارے بیعت کرنے سے مسلمانون مین اتفاق پیدا

کردے"، یا وہ تفریق جماعت نہ ہونے پائے اور آپسمین ربط و اتحاد بڑہے"۔ صحیح ہے کہ ربط و اتحاد کا مفہوم
وہ اعلیٰ اوج ہے جسپر پہونچنے کے لئے قومی حکومتین جان توڑ کوششین کرتی ہین لیکن اتفاق اور اتحاد
اُسکے لئے زہر سے زیادہ کڑوا ہے جو تفریق جماعت مین اپنی کامیابی دیکھتا ہو۔ امیر المومنین اور اُنکے
رفقا صلح اور اتحاد کی کوششین کر رہے ہین اور ابھی اُنکے منہہ کے الفاظ تمام نہین ہوئے ہین کہ معاویہ
زیاد ابن حفصہ کو علی کے خلاف اُبھارتا ہے۔ مدد مانگتا ہے اور کسی شہر کے حکومت کی لالچ دیتا ہے اور
جب اُسوقت مایوس ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ "جس سے بات کرتا ہون وہ ایک ہی جواب دیتا ہے گویا اِن
اِن سبہونکے دل ایک ہی ہین"۔ کاش سبہونکے دل ایک ہی رہنے پاتے!

اسی زمانہ کی یہ روایت بھی ہے کہ ابوہریرہ نے۔ وہی ابوہریرہ جو باوجود کئی ہزار احادیث یاد رکھنے
کے معاویہ کے بلانے پر اُس کے شریک ہو گئے تھے اور آیندہ ابواب مین بھی دکھائی دینگے۔ تجویز کیا کہ
اگر قاتلان عثمان مِلجائین تو آپسمین تصفیہ ہو جائے۔ مشکل سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اُنکی یہ تجویز معاویہ
کی صلاح یا علم کے باہر تھی۔ لیکن جو کچہہ بھی ہو ابوہریرہ اگر اپنے شکار پہچانتے تھے تو اُنھین کیا ہوا تھا
کہ وہ امیر المومنین کو اُسوقت اُن قاتلونکی فہرست نہ دیتے جس وقت تک اُنھون نے معاویہ کی دعوت
قبول نہ کی تھی۔ درمیان مین نہ صرف کئی مہینہ تک علی کی خلافت بغیر کسی جنگ کے گذری بلکہ جمل کی
جنگ ہوئی اور ختم ہوئی لیکن کبھی اُنھون نے بھجوانے اور نام لینے کی جرأت نہ کی نہ کہین عثمان کے
محاصرہ کے وقت اسکا تذکرہ ہے کہ وہ قتل عثمان کے زمانہ مین قصر امارت مین تشریف رکھتے تھے اور اُنھین
پہچاننے کا کوئی موقع حاصل تھا۔ لیکن کیا غم تھا کہ یہ کسی کو پہچانتے یا نہ پہچانتے اور اس تجویز مین عثمان کا
قاتل قتل ہوتا یا وہ گمان سے دور رہتا اُنھین تو ایک فہرست پیش کرنی تھی کہ اگر یہ لوگ ہمارے حوالہ کردیے
جائین تو صلح ہو سکتی ہے۔ اور فہرست اِس سے کیا کم ہوتی کہ ہر وہ ذی اثر شخص جسپر علی کی محبت کا شبہہ
بھی ہو حوالہ کر دیا جائے۔ بیشک یہ صلح کی سب سے اچھی ترکیب تھی۔ علی کس طرح قبائل کو اپنا شریک کر سکتے
تھے جب اُنکے سرداروں کو دشمن کے حوالہ کر دیتے اور غالباً اِن لوگون کے قصور معاف ہونے کی بھی ایک
یہی ترکیب تھی اور وہ یہ کہ معاویہ کے شریک ہو کر علی سے جنگ کرتے جس شرط پر آخر زمانہ مین عمر ابن الحمق
اور حجر ابن عدی وغیرہ کی جان بخشی کیجاتی تھی۔ مختصر یہ کہ اُس سے کہین زیادہ لوگون نے اپنے کو قاتل
عثمان کہا جس عدد مین ابوہریرہ کو حدیثین یاد تھین۔ اُن لوگون نے قتل کرنیکے وجوہات مین

ابوہریرہ اور فہرست

ایک یہ وجہ بیان کی تھی کہ عثمان نے بنو امیہ کو مسلمانون پر مسلط کر دیا تھا" خوفناک وجہ تھی جس سے معاویہ
قبر مین بھی ٹہلنے لگتا۔

اگر یہ واقعہ ہے تو اسمین ذکاوت حس غور طلب ہی کہ جناب امیر نے کس طرح اپنے فرزند محمد حنفیہ کو عبید اللہ
ابن عمر کے مقابلہ مین جانے سے روکا حالانکہ اسکے بعد یا پہلے اپنے فرزند حسن کو نہ روکا۔ کیا اس جگہہ موازنہ جرأت
تھا کہ ایک فرزند کو جانے دیا اور ایک کو نہ جانے دیا۔ نہین۔ کیا محمد حنفیہ سے بہ نسبت حسن کے زیادہ محبت تھی کہ
روکا۔ نہین۔ قیاس کے باہر ہے۔ بلکہ جب دشمن للکار چکا تھا تو اب مارا جانا سونچنے سے بعید ہو گیا تھا۔ بلکہ
یہ عبید اللہ ابن عمر کی ذات ہی تھی جس کے متعلق سونچنا تھا کہ اگر وہ قتل ہون تو کس کے ہاتھ سے۔ محمد حنفیہ اور حسن کے
وقار مین بڑا فرق تھا۔ ایک محض علی کے فرزند تھے۔ دوسرا علی و فاطمہ کا فرزند تھا جسے رسول اللہ اپنا فرزند کہتے تھے
اگر ابن عمر محمد حنفیہ کے ہاتھ سے قتل ہوتے تو معاویہ کو جناب امیر کے خلاف جوش مخالفت پیدا کرنیکا ایک نیا وسیلہ
ہاتھہ آتا۔ لیکن اگر وہ حسن کے ہاتھ سے قتل ہوتے تو معاویہ کو فرزند رسول کے خلاف لوگون کو بھڑکانے کی آسانی
متصور نہ تھی۔ ابھی تک لوگ فرزندان رسول کی مخالفت پر صریحاً آمادہ نہین ہوئے تھے۔ حالانکہ یہ تمام واقعات
غیر صحیح طریقہ سے اس طرح روش اختیار کرتے جاتے تھے جو انکی خلاف ایک ہندسوی اندازہ سمجھا جائے۔

دشمن کی ترکیبین اور جناب امیر کی ذکاوت حس۔

ہم نہین کہہ سکتے کہ جس طرح یقیناً جناب امیر نے ابن عمر کو محمد حنفیہ کے ایسے شجاع فرزند کے ہاتھ سے قتل ہونے سے
بچایا۔ معاویہ نے انھین (قتل ہونیکے لئے) محمد حنفیہ سے جنگ کرنیکی صلاح دی تھی یا نہین جیسا آخر مین ان سے
کار نمایان کرنے کا استغاثہ کر کے انھین لڑوایا اور یہ قتل ہوئے اور کچھہ دیر کے لئے اس ترکیب سے اپنی فوج مین
ایک مجموعی حیثیت کا ہیجان پیدا کر دیا۔ ابن عمر حسن کے مقابلہ مین نہ صرف بہ حیثیت سپاہی کے آئے تھے بلکہ تحقیق
مین وہ ایک بڑی تدبیر کے ایجنٹ بنکر آئے تھے۔ ان کا مشن بمقابلہ ابوہریرہ اور ابودردا زیادہ مدبرانہ
اور لطیف ہونا ہی چاہئے تھا۔ پہلی ترکیب اگر فوجی حیثیت سے علی کو کمزور کرنے کی ہو سکتی تھی تو اب کمال
اظہار اخلاص سے حسن کے خلاف جوالہ کچھ ایسی ہی تھی گر یہ اس وقت جبکہ حسن اپنے پدر بزرگوار کا ساتھہ چھوڑ کر امیر شام
کے لشکر مین چلے جاتے اور اس طرح علی کے لشکر مین یا تو پھوٹ ڈالی جاتے اور یا لوگ اس شبہہ مین مبتلا کرائے جاتے
کہ ہم نواسہ رسول کا ساتھہ دین یا امیر المومنین کا۔ اور جب ایک مرتبہ علی کا موقع کمزور ہو جائے تو پھر حسن کا خلیفہ
بنانا یا نہ بنانا تو ہمارے اختیار مین ہے تھوڑا سا وظیفہ یا در صورت انکار تھوڑا سا زہر فیصلہ کر دیگا گ
ان لوگون نے شجرہ طیبہ کے خصائل کا نہایت ہی غلط اندازہ کیا تھا کہ وہ ایسی چالون سے فریب دینا

چاہتے تھے جو بقول امیر المومنین ایسی تھیں جیسا بچون کو دودھ چھڑانے کے لئے دیا جاتا ہے۔ موقع تھا کہ حسن نفرت اور حقارت سے تلخ سچائی ظاہر کر دیتے۔ اور جس وقت معاویہ کبھی نعمان ابن جبلہ کبھی عبد اللہ ابن عمر سے استغاثہ اور اُنکے قتل ہو جانے کے جوش سے وقت ٹال رہا تھا اور کبھی اپنے لشکر کو اس سے تسکین دیتا تھا کہ علی کے نامی افسر بھی قتل ہوئے اور ہر ممکن ذرائع سے اپنے سپاہیوں کو تلوار کی باڑھ پر جھونک رہا تھا کہ کسی طرح جنگ کی صورت موافق ہو جائے۔ کبھی علی کے کسی افسر کو جب وہ اسکے خیمہ تک حملہ کرتا ہوا پہونچ جاتا تھا لالچ اور رشوت دیتا تھا جناب امیر اس قتل عام سے متاثر ہو رہے تھے اور چاہتے تھے کہ مجھ مین اور معاویہ مین تصفیہ ہو جائے۔ معاویہ کے لئے اِس سے اور کونسا عمدہ موقع ہو سکتا تھا کہ وہ علی سے نہ صرف عثمان بلکہ اپنے اولین کی فہرست سامنے رکھکر انتقام لیتا لیکن پھر آگے چلکر فریب کے جال کون بچھاتا۔ وہ اب اِس سے بڑا مدبر تھا کہ عمر عاص کو غیرت دلانے سے ذو الفقار کی چمک مین اپنی صورت دیکھنے جاتا۔ ایسے وقت اپنی جان بچانا بھی حواس کی بات تھی۔ اور دوسرے عمر عاص کا غیرت دلانا بھی اس قدر بے معنی ہو سکتا تھا کہ مسکرا دیتا۔ وہ کیون عمر عاص کے لئے میدان خالی کرتا۔ اور اِن تمام باتون کے ساتھ یہہ کوشش بھی کی کہ علی سے اپنے کو شام مین رہنے دیے جانیکی گذارش کرے۔ علی اس درخوست کو منظور کرکے اپنی آپ ہی تردید کرتے۔

جناب امیر نے جس عنوان سے جنگ شروع کی اُس سے ظاہر ہے کہ وہ ابتدا ہی سے یہ فیصلہ نہین کر چکے تھے کہ تصفیہ محض جنگ سے ہوگا۔ بلکہ متین اور پُرہوش تساہلی اور آہستگی کی غرض کو جناب امیر نے خود بھی اپنی زبان مبارک اور افعال سے ظاہر فرما دیا۔ اِس آہستگی کی دوسری غرض یہ ہو سکتی تھی کہ شامیونکی طریقہ جنگ کا مطالعہ کیا جائے۔ جو ایک ایک دو دو دستہ کی جنگ اور متواتر چھوٹی چھوٹی لڑائیان سمجھا سکتی تھین جنمین اکثر کچھہ زیادتی بھی ہو جاتی تھی۔ اور واقعات بتلاتے ہین کہ علی کی آنکھہ اپنے اور دشمن کے سپاہیون اور موقع کو دیکھنے سے سیر نہ ہوتی تھی۔ اور جب نصیحت اور مطالعہ اتمام حجت تک پہونچگیا تو جناب امیر نے اپنے فوج سے مخاطبہ فرمایا کہ ہم اب پورے ارادے سے جنگ شروع کرینگے۔ سپاہیونکو عجز اور کاہلی کی مضرتین بتائین۔ کارکنی اور محنت کشی سے نصیب اور اقبال کے حصول کا خیال دیا۔ صبر اور فتح کے قریبی تعلق کو دکھایا اور مشکل کامون کا صبر اور وقار سے آسان ہو جانا ارشاد فرمایا اور اب اپنے نامی سرفروش افسرونکو اِس گرمی سلسلہ اور موقع سے روانہ فرمانا شروع کیا کہ دشمن اپنی جگہہ بچانا بھول گیا۔ اور سب سے بڑا مرتب حملہ وہ تھا جو خود جناب امیر کے افسر نخعی اٹھارہ ہزار سپاہیون نے کیا۔ اِسنے شام کے لشکر پر کاری ضرب

نصیب اور اقبال کیونکر حاصل ہوتا ہے۔

لگائی۔ جنگ دیر تک جاری رہی اور اب معاویہ کا خیمہ نہ اپنی جگہہ تھا اور نہ خود اُسے اپنے ٹھہرنے کے لئے محفوظ جگہہ معلوم ہتی کیونکہ علی کے افسر کسی سپاہی یا افسر پر معاویہ کے شبہہ سے بہی حملہ کردیتے تہے اور ہٹاتے ہٹاتے ٹیلو پر لائے تہے اور ٹیلون سے پستیون کی طرف ڈھکیل دیا تھا۔ شام کا لشکر ڈہلک رہا تھا زمین اُسکے پاؤنکے نیچے سے نکل چکی تھی اور غالبًا اسمین مبالغہ نہین ہے کہ شام کے زیادہ تر سپاہی رحم کے لئے فریاد کر رہے تہے۔ عمر عاص کا گھبرانا اور یہ کہنا کہ اگر ایک حملہ اور ایسا ہی ہوا تو ہمارا نشان نہ ملیگا یا معاویہ کا کہنا کہ کیا دیکھتے ہو میدان تمہارے ہاتھ نہ آئیگا" یا حیلہ قرآن یہ سب بجائے خود لشکر شام کے واقعہ خوان ثبوت ہین۔

اب مین کہنا چاہتا ہون کہ ذالحجہ ۳۵ھ سے صفر ۳۷ھ تک کا وہ زمانہ ہے جسمین علی حکم دیتے تہے اور لوگ سُنتے تہے اور اُسپر عمل کرتے تہے یہی زمانہ ایک برس کئی مہینہ کا تھا جسمین ایسے منتشر وقتون مین علی خلیفہ ہوئے۔ ہر جگہہ عمال بہیجے اُنھین مختلف قسم کی مفید ہدایتین کرتے رہے اور دو ایسی بغاوتونپر کامیاب ہوئے۔ علی نے جو کچھہ کیا اُسکی کامیابی اور ناکامی محض اسی زمانہ سے سمجھی جا سکتی ہے جسمین اُنکی کامیابی پر شبہہ کرنا بھی سطحی باتون کے سمجھنے سے انکار ہوگا۔ اِس زمانہ مین علی کے تمام افعال کی کامیابی نہ صحابہ کی کسی کونسل کی صلاح تھی اور نہ محض خلیفہ ہونیکے لحاظ سے تمام کامیابیون کا سہرہ اِنھین کے سر چڑھتا اگرچہ مسلمان سپاہی۔ اُنکا اسلامی مزاج۔ خالد ابن ولید۔ سعید ابن ابی وقاص نعمان ابن مقرن اور قعقاع ابن عمر کے ایسے قابل فوجی افسر فتح کرتے۔ کوئی صاحب شعور انسان اُس زمانہ کو کسی حاکم کا زمانہ نہین سمجھہ سکتا جسمین اُسکی اطاعت نہ کیگئی ہو۔ اور نہ اُسے کسی ایسے فعل کا ذمہ دار ٹھہرا سکتا ہے جو اُسکی صلاح سے نہ ہوا ہو بلکہ اُسکا انکار اور اُسکے خلاف صلاح موجود ہو۔ اور نہ یہہ واقعات اور حالات ہونکہ چونکہ ہمارے افسر نے ہمین غلط حکم دیا تھا اور وہ اِس درجہ ناقابل عمل اور غلط تھا کہ ہم اُسکی اطاعت نہین کرسکتے تہے۔

علی کے زمانہ حکومت کی مقدار اور اُسکی کامیابی

قصہ قرآن سے ایک نئی صورت پیدا ہوگئی اور اب ایک دور شروع ہوا جسمین کبھی علی کی اطاعت کیگئی اور کبھی خلاف ورزی یا تساہلی یا لاپرواہی کی گئی۔ جب اطاعت کی گئی تو اُنھون نے اپنے مقابل دشمنونکو بھاگتے اور ذلیل ہوتے دیکھا اور جب حکم نہ سنا تو سرحدی مقامات یا بعض اندرونی شہرون پر دشمنون کی غارتگر فوج کو حملہ آور دیکھا۔ لوگ قتل ہوئے۔ وقار قومی کو ٹھیس پہونچی اور بے امنی سے اپنے

علی کی حکومت کا دوسرا دور۔

بے مہار افواہونکے ہوا مین اُڑتی رہی ہمتین اورپست ہوتی رہین یہانتک کہ وہ زمانہ آگیا جو اپنے قومی وقار کے محفوظ نہ رکھنے اور لاپرواہی یا خطرہ سے خوف زدہ ہونے کا لازمی نتیجہ تھا۔ اور جس سے انکا ناخدا بار بار اُنکے منہہ پر اُنھین متنبہہ کرچکا تھا۔ اُنکا ناخدا اُس اکیلے ذریعہ کو سمجھ چکا تھا جو اُنھین دشمن کی شورانگیزیون سے محفوظ اور آیندہ کے لئے گرم وسرد چشیدہ قوم بنا دیتا۔ لیکن اب تو وہ یہ فرمارہا تھاکہ رائے اور تدبیر بیکار ہے جب اُسپر عمل کرنے والا نہین رہا یہ فرمانیکے بعد کہ جنگ کی رائے نہایت محکم تھی کہتا "اگر مین کسی طرح ایسا حکم دیتا کس کے بھروسہ پر یہہ فرمان نافذ کرتا۔ میرا ارادہ تھاکہ امت کی خلافت کیلئے آلام کا تمہارے ساتھہ علاج کرون مگر تم خود میری نافرمانی کے درد مین گرفتار ہو۔ پھر نوک خار سے خار کیونکر نکلے۔ حالانکہ خار نکالنے والا جانتا ہے کہ یہہ نیش خلش کئے بغیر نہ رہے گا اور گمان غالب ہے کہ اسکی نوک بھی ٹوٹکر بدن مین پیوست ہو جائے"۔

قرآن بلند کیا گیا اِس مصلحت سے کہ منظور کرنا اور اختلاف کرنا دونون معاویہ کی نازک حالت کے لئے مفید ہوگا۔ اُسے وقت ملجائیگا۔ علی۔ مالک اشتر اور ابن عباس سبنے دیکھا۔ آخر الذکر نے سچ کہا کہ جنگ ختم ہوئی اور فریب شروع ہوا۔ اشتر فوجی چالیں مین تھا مکر کو سمجھا اگر رکتا تو گویا دشمن کا فریب کھا گیا۔ سپہ سالار نے دیکھا اور فرمایا کہ "اے اللہ کے بندو اپنے حق حاصل کرنیکے لئے بڑھو اور دشمن سے جنگ کرنے مین تامل نہ کرو۔ معاویہ۔ ابن ابی مخیط۔ حبیب۔ ابن ابی سرح۔ ضحاک نہ صاحب دین و قرآن ہین نہ صاحب ایمان" حیرت خیز ہے کہ اُدہر یہ مکر شروع ہوا۔ اور ادھر جناب امیر کے سپاہیون نے کہنا شروع کیا کہ "ہم کتاب اللہ کے فیصلہ کو منظور کرتے ہین"۔ اور جناب امیر نے فرمایا "افسوس ہے تمکو سمجھ نہین پڑتا۔ اِن لوگون نے قرآن کو شریف کو براہ مکر و فریب اُٹھایا ہے"۔ یا "یہ ایسا امر ہے جو ظاہراً تو ایمان معلوم ہوتا ہے مگر اسکے باطن مین ظلم اور حیلہ و فریب ہے اسکا اول تو یہ ہے کہ اُنپر رحم کرو اور آخر یہ ہے کہ تمہین پشیمانی اور ندامت نصیب ہوگی"۔ اور اب علی کے مار آستین یہ کہہ رہے تھے کہ "کتاب اللہ کو منظور کرو ورنہ ہم تمکو چھوڑ دینگے اور تمہارے ساتھہ وہی برتاؤ کرینگے جو ابن عفان کے ساتھہ ہمنے کیا تھا" اور علی فرماتے ہین کہ "اگر تم میرے مطیع ہو تو برابر لڑتے رہو اور اگر باغی ہوا چاہتے ہو تو جو تمہاری سمجھ مین آئے کرو"۔

مالک اشتر

کوئی فاتح سپاہی اپنی فتح کے عالم مین اُس افسوسناک استقبال کا مستوجب نہین ٹہرایا گیا جو اشتر کو

اپنی قوم اور اکثر اپنے ماتحت سپاہیوں کے ہاتھوں نصیب ہوا۔ اُسکا استفہام درد انگیز حیرت کا
نمونہ تھا جو وہ میدان جنگ سے ایسے وقت طلبی کے متعلق کر رہا تھا۔ بیچین تھراہٹ اُسکے تمام الفاظ
اور انداز مین پائی جاتی تھی۔ موت کا کرب اُسے اس وقت کی بیکاری سے زیادہ آرام وہ تھا۔

افسوس ہان۔ ایسے موقع قوم کی تاریخون اور تجربہ مین ہین جب کہ وہ اپنی قوم یا فرد کے حُسن صفاتی
کی طرف سے بہری ہو جاتی ہے۔ اُسکی ترقی کو بھول جاتی ہے۔ ترقی کی کوشش کو اپنی بے حمیتی یا
پست ہمتی سے بیکار یا مصلحت کے خلاف سمجھتی ہے یا اس قوم فروشی کی قیمت پا چکی ہوتی ہے کہ تم ترقی
کیا معنی۔ ترقی مین یاس اور جسم مین آرہ لگا دو وہ مفلوج ہو جاتی ہے اور مرض اُسکے رگ و پے مین
اس طرح سرایت کرتا جاتا ہے کہ آخر مین اُسکی زبان بھی حرکت سے باز آتی ہے اور خوبیون کے
اعتراف کی جرأت نہین رہتی۔ اور اپنی اس مفلوجانہ خاموشی کو انتہائی عقلی پختگی یا تدبر سمجھتی ہے۔
وہ مرتی جاتی ہے بغیر اس ہوش اور درک کے کہ ہم مر رہے ہین۔ بلکہ کسی مین زندگی آثار یا زندہ ہونے کیلئے
ہاتھ پیر مارنے کی کوشش کو آخر مین اس مضحک نگاہ اور ابلہانہ انداز سے دیکھتی ہو کہ گویا کوئی ایسی کوشش
ناقابل معافی گناہ ہے۔

کہتا اشتر جس قدر کہہ سکتا کہ ”اے اہل نفاق یہ کیا بیہودہ حرکت ہے کہ جس وقت دوستونکی مراد بر آئی
اُسوقت تم نے فتنہ کھڑا کر دیا“ لجاحت کرتا جس قدر چاہتا کہ مجھے تھوڑی دیر اور کوشش کی مہلت دو
لیکن قوم فروش دام پا چکے تھے اور اپنے زیر اثر لوگون کو اپنی روش سے باندھ چکے تھے۔ وہ کیون کوشش
کرنے پاکرتے رہتے۔ وہ دور کے نفع کو تھوڑی سے موجودہ نفع پر کیون ترجیح دیتے اگرچہ بعد کے نتایج خود انکی
یا اُنکی اولاد کے لیے کیسے ہی افسوسناک کیون نہ ہوتے۔ ایسے انتشار اور جوش کے وقت مین یہ سنکر کہ کیا
تم ایسے دوست رہتے ہو کہ تم تو فتحیاب ہوا اور امیر المومنین دشمنونکے حوالہ ہو جائین یا شہید کر ڈالے
جائین“۔ اب اشتر کا فوراً رُک جانا اخلاص اور وابستگی کی ایک مثال تھی جسکی نظیر نہین لائی جا سکتی
اُشتر کا یہ چشم زدن کا لحاظ عالم کے ایک زمانہ کے علی کی محبت سے کہین زیادہ وزنی تھا۔ اور یہ فعل اُن
امور کے سمجھنے کی کنجی ہے کہ اشتر کی یہ کوشش۔ جوش اور توجہ کس لیے تھی جو رُکا۔ فتح کس کے لئے کرتا جب
علی نہ تھے۔ فتح تو علی کی خوشی کے لئے تھی علی فتح کے ضمن مین نہ تھے۔ اب تلوار کیا کرتا! اشتر چاہتا تھا
کہ مین زندہ واپس جاکر علی کی صورت نہ دیکھتا لیکن اسے پسند کرتا کہ علی کو زندہ دیکھ لیتا۔ اس وقت

علی کی ایک نگاہ اُسکے لیے تسکین ہوسکتی تھی۔ علی کی ایک سانس اُسکا مایہ حیات اور علی کی ایک نظر
اُسکے رُوح کی گرمی تھی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اپنے کثیر التبسم (جناب امیر کا حلیہ) کا چہرہ افسردہ دیکھکر
اشتر کا جوش کھاتا ہوا خون رگون مین سرد نہ ہوگیا ہوگا! اپنے پھُول کو بیس ہزار کانٹون مین گھرا دیکھہ
رہا تھا اور وقت نہ تہا کہ کسی فوجی نقل وحرکت سے اپنے بت کو اپنے سپاہون کے حلقہ مین لے لیتا۔

نازک موقع

سُراغ گم نہین ہوتا کہ کس جگہہ سے ایسی قوم فروشانہ کارروائی شروع ہوئی جبکہ اشعث ابن قیس
معہ اپنی گستاخانہ ضد اور اپنے پیشتر کے واقعات کے سامنے کھڑا ہے۔ وہی اشعث جو کبھی وجہہ علی کا حامی
تہا جسنے پھر اپنے کو فروخت کردیا۔ جو پھر علی کے زیر نگاہ آیا نہ اسکے قبل کہ علی کی شرکت کرنے یا نہ کرنے مین متردد
ہوتا۔ اسے بیت المال کے متعلق دہمکی دیگئی تہی۔ پھر شریک ہوا اور اب پھر وہ گناہون سے بڑہکر کسی نے نقصان
نہین پہونچایا۔ اُسکے انداز مین کہین سے سمجھیے اور محض استدعا کرنے کا میلان نہین پایا جاتا بلکہ اُسکی
اس امر پر مستعدی کہ جوکچھہ ہم کہہ رہے ہین وہی کرو صاف ظاہر کرتی ہے کہ اُسے اسی امر کا دام ملا تھا کہ جس
طرح ہوسکے جنگ کو موقوف کراؤ۔ اس وقت کے متعلق اکثر ایسے آثار ملتے ہین جس سے یہ سمجھا جاسکے کہ کچھہ لوگ
تھے جنھین ایک بھلا چنگا روزگار ملگیا تہا کہ وہ معاویہ سے اس دہمکی سے روپیہ وصول کرین کہ علی سے بگڑ جائینگے
اور علی کے لشکر مین رہکر معاویہ کے روپیہ سے نمک حرام بنے رہین۔ اشعث کی بیجا ضد بہت صبر آزما تہی۔ عجب نہ
تھا کہ اشتر سے سخت کلامی ہوئی اور دور نہ تھا کہ آپسمین مین تلوار چلجاتی۔ اور پھر ایک افسر دوسرے سے جنگ کرتا
یہان تک کہ امیر المومنین کے لشکر مین دو صفین ہو جاتین اور ایک خوفناک جنگ شروع ہو جاتی۔ وقت
تھا کہ جناب امیر ہی کی ذات اقدس اور اُسکا وزن کام آتا۔ اور کوشش فرماتے کہ باوجود اس صاف بگڑی ہوئی
صورت اور باغیون سے رشتہ کی قطع ہونیکی حالت کے یہان تک بات بنی رہ سکتی ہے اور لگام ہاتھہ مین
رکھی جاسکتی ہے۔ کہ اس نقصان مین یہ مزید خطرہ شامل نہ ہو جائے کہ معاویہ باغیون کو اس طرح ملالے کہ
وہ فوراً جنگ پر مستعد ہو جائین۔ علی کامیاب ہوئے اور اس جوش خیز حالت کو سرد کیا۔ اور اب باغیون
نے اپنے چہرے سے علی کی مخالفت اور اُنکے ساتھہ بے ایمانی کا رہا سہا پردہ بھی ہٹا دیا جبکہ اُنھوں نے مسلمانونکے
امور کے تصفیہ اور جناب امیر کے وکالت کے لئے ابو موسیٰ کو نہ صرف منتخب کیا بلکہ اصرار کیا۔ اور پھر جناب
امیر نے فرمایا کہ "جو چاہو اور جو تمہاری سمجھہ مین آئے وہ کرو"۔ یہ بھی ہونے والا تھا کہ عہدنامہ سے امیر المومنین
کے لفظ کے محو کرنے پر اشعث ہی اصرار کرتا۔ کیسے ہوسکتا تہا کہ اشتر اس عہدنامہ پر اپنی دستخط کرتا۔

سوچو اگر تم سوچ سکو کہ یہ عہدنامہ جناب امیر کیطرف سے تہا۔ اور اسکے نتائج کے ذمہ دار جناب
امیر ہین یا اُنپر اس عہد نامہ کی پابندی لازمی تہی۔ پھر بہی جناب امیر نے رشتہ کو اپنے ہاتہہ سے جانے
نہ دیا جب تک کہ قاتل کے خنجر نے اُسے کاٹ نہ دیا۔

ناقابل بیان حالت

جناب امیر اس طرح واپس ہوئے کہ صفین کے میدان مین اپنی فتح کو چھوڑ آئے۔ جناب امیر کا لشکر اس طرح
واپس ہوا کہ پہلے تو وہ اپنے خون بہاتا کہ فتح کرے اور جب فتح پر ہاتہہ رکھنے کا موقع ہوتا تو ہاتہہ اور فتح
کے درمیان اپنی تلوار رکھدیتا اور منہہ پھیر لیتا۔ کیسے کہون کہ جناب امیر مین اس سے دل شکستگی نہ پیدا
ہوئی ہوگی اور اُنکی بہی خواہون کو یاس اپنی صورت نہ دکھا رہی ہوگی۔ کیونکر نہ کہون کہ شمع امامت
کے پروانے اپنے مرکز قربانی کی اُداسی سے سرگرداں رہے ہونگے۔ جھلاہٹ۔ غصہ اور افسوس پیدا
ہو رہا ہوگا۔ اور وہ گم ہوگئے ہونگے کہ اب ہم کیا کرین۔ چوٹ لگی تہی۔ بغیر اسکے کہ اس چوٹ کہانے کے
لئے تیار ہون۔ سادہ مزاج سپاہی بہادرون کی طرح جنگ کرنے گئے تہے۔ مکارون کی طرح فریب دینے
اور فریب کہانے نہ گئے تہے۔ اُنکے گمان سے دور تھا کہ ہمارے ہمراہی ہماری جہد۔ ہماری فتح۔ ہماری
آیندہ بہبودی۔ اور اسلام کی امید کو اپنی ضد اور ناشنوی سے ذبح کر دینگے!

معاویہ یہہ کہتا ہوا واپس ہوا کہ "بچ گئے"۔ علی کے سپاہیونکی تلوار اپنے گردن سے دور دیکہکر
اطمینان سے سانس لیتا ہوگا۔ جیتے گھنٹے تہے کہ شام اور اسکی حکومت ہمیشہ کے لئے اُس سے رخصت
ہوتی۔ اِس وقت کو اُسنے بچایا۔ یہی اُسکی کامیابی تہی۔ علی کو اپنی فتح نہ ملی یہی اُنکی ناکامی تہی۔

کامیابی اور ناکامی

معاویہ اِس مفید تجربہ کے ساتہہ واپس جا رہا تہا کہ علی اور اُنکے لشکر پر تلوار سے فتح نہین حاصل
کیجا سکتی بلکہ اب اُسے دوسرے ذرائع معلوم ہوگئے تہے۔ یہ نسبتاً کم مخدوش اور زیادہ مفید تہے۔ اور
اسمین ذرا شبہہ نہین کہ صفین کے بعد بہی مصلحت اپنا عمل کر رہی تہی۔

مجہے حکم کی کارروائی کی کوئی شرح نہین کرنی ہے۔ نہ اسکی ابتدا پوشیدہ ہے نہ اُسکی کارکن پوشیدہ
ہین مجہے اِس وقت صرف حضرت عمرو عاص کی چوکہی کوششون سے بحث ہے کہ معاویہ کی وکالت کے
بعد فدوی بندہ خانہ زاد کی سفارش سے نہین چوکتے۔ اپنے اُس اظہار مصلحت کی موافقت سے کارروائیا
حکم تقدیر سے وابستہ ہین۔ کوشش کی ہے شاید کارگر ہو جائے۔ لیکن بہت کچہہ اُس میلان کے پھر پر
سے جسکے آثار دکہائی جاتی ہی کہ ہم کیون نہ ہون؟ چل گئی تو خیر ورنہ ایک ٹھکانا تو ہئی ہے۔ اور اس حکم

منفعت ہے یہ کوشش نہ تھی کہ "یہ کام تو ایسے شخص کو سپرد کرنا چاہئے کہ جسکے دانت ہون جس سے وہ کھاتا پیتا ہو" اپنے موقع کے لحاظ سے ابن عاص یا اُسکے ہمخیالون کا یہ کہنا کسی طرح غلط نہ تھا۔ جب کوئی خود کھانے سے احتیاط کرے گا تو اسکا کب روادار ہوگا کہ دوسرا کھاسکے۔ ضرورت تھی کہ دانت والا تلاش کیا جائے۔ شکستہ دندان پوپلا متقی اُنکے لئے کبھی خوش ادا نہین ہوسکتا تھا۔ ایسے لوگون کے ہوتے ہوئے یہ سونچنا کہ علی والی امر ہون یا علی کے والی امر ہوتے ہوئے اُنکو دانت چلاتے ہوئے دیکھنا دن اور رات کو ایک وقت دیکھنا ہوگا۔

حکمین کی کارروائی کا نتیجہ معاویہ کیلئے مفید تھا

حکمین کی کارروائی سے زیادہ سے زیادہ اہل شام اسپر خوش ہوگئے کہ ہمارے وکیل کو ایک سیاسی فتح حاصل ہوئی۔ لیکن یہ ایک فتح تھی جس سے اہل شام کو کوئی مزید نفع نہین حاصل ہوسکتا تھا وہ معاویہ کو اسکے پیشتر ہی اپنا مرکز امید اور امیر سمجھتے تھے۔ علی کے لشکر کو اس فریب سے جھلاہٹ پیدا ہوئی اور یہ لوگ اُسی جگہہ بنوک شمشیر تصفیہ پر آمادہ ہوئے۔ انھین اور تمام لوگون مین اہل شام کی مکارانہ کارروائیون کا جو اثر پڑا وہ اخلاقی حیثیت سے معاویہ کے مخالف تھا۔ اُسکے عکس مین یہ جناب امیر کے لئے مفید تھا جنکے رائے اور روش کی صحت اب عام لوگونپر ظاہر ہوتی جاتی تھی اور وہ تاسف کررہے تھے کہ کیون ہم نے امیرالمومنین کے حکم کو نہ سُنا اور تساہلی جائز رکھی۔ جناب امیر نے اعلان فرمایا کہ "اس حکم و فیصلہ سے اللہ اور اُسکا رسول اور صلحاء امت بری ہین لہذا تملوگ شام پر حملہ کرنیکی تیاری کرو"

نئے جوش سے علی نے تیاری شروع کی۔ صرف بصرہ اور کوفہ کے فوجی مقامات نے جس قدر جنگ دیدہ اور رولیف مہیا کردے وہ اسکے لئے بہت کافی تھے کہ معاویہ کی اُس قدر فوج کا جو وقت ملنے کے قبل میدان مین لائی جاسکے۔ کامیابی سے مقابلہ کرے حالانکہ نہ ابھی ان دونون مقامات کی ذرائع ختم ہوئے تھے اور نہ دیگر صوبجات سے مدد طلب کیگئی تھی۔ اس زمانہ مین خوارج کی سرگرمی زیادہ ہونے لگی۔ جناب امیر نے ہمیشہ انکے ساتھ ساتھ نرمی کی اور جو مقامات فوجی حیثیت سے انھین روک سکتے تھے خبردار کردیئے گئے تھے۔ یہانتک کہ خوارج گھیر کر نہروان مین لائے گئے۔ معافی اور پناہ کا نشان قائم کیا گیا جسنے ہزارون جانین بچالین۔ اور جب بجز جنگ کے چارہ نہ ہوا تو دشمن کو دو طرف سے سوارون نے دبایا اور پیادے جنگ کی عملی صف مین رہے یہانتک کہ خوارج کو اُنکی ناشنوی نے تباہ کیا۔ اور خوارج کی اُن سختیون اور انحراف کے باوجود جناب امیر نے اُنکے زخمیونکو اپنے جراح کے حوالہ کیا۔ غنیمت مین صرف اسلحہ جنگ اور مویشیان تقسیم کی گئین۔ گرفتار مرد

اور عورتین رہا کر دی گئین۔ ظاہر ہے کہ یہ گروہ نہ پیدا ہوتا اگر قصہ قرآن نہوتا۔

سپاہیون کے عذر کے معنی۔

خوارج کی جنگ کے بعد جو فوجی کارگذاری کی حیثیت سے ایک بڑی شاندار فتح تھی۔ جب جناب امیر نے شام کی روانگی کا قصد فرمایا تو کسل اور زخم کا عذر کیا گیا اور آج بہی گویا فوج کا مقرر اشعث ابن قیس تہا۔ جناب امیر نے توقف کے عذر کو منظور نہ فرمایا لیکن پھر بھی فوج کے عذر کا لحاظ کرکے کوفہ تشریف لائے اور نخیلہ کو مرکز قرار دینے کے بعد عام حکم دیدیا کہ "کوئی شخص اپنے مکان پر نہ جائے جب تک دشمنون کے طرف خروج نہ کرکے فتحیاب ہولے" لیکن ملاحظہ کیا کہ اکثر لوگ اپنے گھرون کو واپس گئے تہے اور "نہایت کم آدمیون نے شام پر فوجکشی کی خوشی ظاہر کی"

اِن واقعات سے سمجھہ مین آتا ہے کہ اگر جناب امیر نہروان ہی سے شام کی طرف روانگی کا اصرار کرتے تو جس طرح نخیلہ سے لوگ خلاف ورزی پر آمادہ ہوگئے اسی طرح اثنائے راہ یا شام پہونچکر کنارہ کشی کرتے۔ جناب امیر نے انھین جانچنے کے لئے نخیلہ تک اپنے حکم پر اصرار کیا اور یہان فوج کی سرتابی سے انھین وہ نقصان نہ ہونے پایا جو دشمن کے مقابلہ مین متصور ہوسکتا تہا۔ کیا یہ واقعات کہین سے اسمین شبہہ رکہتے ہین کہ علی کے اکثر افسران فوج اسکی تنخواہ پاتے تہے کہ تم شام پر حملہ آوری کے لئے کبھی آمادگی ظاہر نہ کرنا۔ بلکہ آگے چلکر تو یہ بھی طے پاگیا کہ اور شام کے لشکر سے بھی کبھین جنگ نہ کرنا یقیناً یہ شام کے لشکر کی شمشیر زنی کا خوف نہ تہا جسکا علی کے سپاہ ہونہ سکہ جا ہو جنھین یہ ایک دو دفعہ نہین بلکہ اکثر روندکر آزما چکے تہے۔

جناب امیر کے داہنے اور بائین بازو۔

یہ کہا جاچکا ہے کہ علی کے سرداران لشکر مین معاویہ کی نظر خصوصیت سے اشعث ابن قیس۔ مالک اشتر اور محمد ابن ابی بکر پر تہی۔ اشعث ابن قیس کے حالات دین اور قوم فروشی کا اعلیٰ نمونہ ہین یعنے اسنے معاویہ کو اپنی طرف سے مطمئن کر دیا۔ بقیہ دو مشاہیر مین سے ایک دوسرے کے مصر مین خفیہ سازشون کا اس طرح شکار ہوا کہ مصری باغی اور شامی فوجون مین گھر جاتا اور پیاس کی حالت مین "مردار گدھے کی کھال مین بھر کر جلا دیا"

جناب امیر مصر کے واقعات سے واقف تہے۔ اور بہترین انتظام یہ کرسکتے تہے کہ اپنے بہترین عامل کو اسکے انتظام کے لیے روانہ کرتے۔ لیکن افسوس وہ بہادر جیسے تلوارون کے سایہ مین مرنے کی عید ہوتی جو اس طرح مرنے پر مرتا تہا اُسکی موت کو نامرد اور مکار دشمن زہر کے چند خاموش قطرون سے خریدتا

کہ اُسکی تلوار سے محفوظ رہے اور بہادر اشتر اس طرح دم توڑ تا کہ اُسکا سر جناب امیر کے زانو پر ہوتا۔ اور جس وقت اس لاثانی شجاع۔ دلیر اور عاقل کی خبر موت سنکر علی چونک اُٹھے اور یہ فرماکر اشتر کے سمجھنے مین مدد دیتے کہ "عورتین مثل اُسکے دو مرا نہ جنینگی"۔ امیر شام کہتا کہ "خدا کا لشکر شہد کی مکھیون مین ہے"! ان دونون وفادار دوست اور خادمون کی موت نے علی کا موقع کمزور کر دیا۔ ایسے قحط الرجال مین اس سے کم تسکین نہ ہوگی کہ ہمارے داہنے اور بائین بازو جزیرہ اور مصر کے ایسے زرخیز اور مفید مقام پر ہمارے مطیع اور دوست ہین اور ضرورت کے وقت ہم اُنھین اپنی مدد اور تسکین کے لئے طلب کرسکتے ہین۔ امیر المومنین ایک کو "مہربان ناصح" اور دوسرے کو "بسر مہربان" فرماتے تھے۔ لیکن افسوس کہ یہ امید ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہوگئی۔ یہ دونون دل جو علی کی محبت کی گرمی سے دھڑکتے تھے سرد ہوگئے بغیر اسکے کہ آنکھین ایک دوسرے پر لاتے وداعی نظر ڈالتین۔ اور جبر سے جدا ہوتین کھچتین مگر پھر لپٹ جاتین۔ اِن دونون شریف النفس حق پسندونکی خبر موت سنکر جو کچھہ جناب امیر نے فرمایا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر کا ایسا قوی النفس ہمدرد کس طرح روتا ہے۔
مین تصفیہ نہین کرسکتا کہ اُسے مرثیہ کہون یا مدح کہون۔ یا خصائل نگاری کہون یا سب کہون۔ اور سب مین تین درد کا اہنگ محسوس کردن۔ تاسف اور زیادہ شدید ہوجاتا ہے جب امیر کی یہ شکایت بھی ملتی ہے جو جناب نے ابن عباس کو تحریر فرمائی تھی کہ "مین لوگون کو اُس سے ملحق ہونے کی تحریص اور اس واقعہ شہادت سے پہلے اُسکی فریادرسی کے لئے حکم کرتا تھا بعض تو اُنمین سے کراہت اور بے رغبتی کے ساتھ اس حکم کو قبول کرتے تھے۔ بعض جھوٹے عذر کے ساتھ اعتذار سے کام لیتے تھے۔ بعض تارک جہاد ہوکر اپنے گھر سے بھی نہ اُٹھتے تھے"۔

گذر گئے یہ لوگ اور آیندہ ضرورتین پیش آئین کہ کچھہ حکم بجالانے والے ہوتے اور اسوقت جناب امیر اپنے اُن مثالی دوستونکو تلاش کرتے اور اُنکی ناموجودگی کو سختی سے محسوس کرتے۔ اب لوگ ہوتے جنہین فرماتے کہ "اے مرد صورتو۔ حالانکہ تم مین کوئی مرد نہین ہے۔ اے خوابہائے اطفال۔ اے عقول زنان حجلہ نشین۔ مین اس بات کو دوست رکھتا تھا کہ تمہین نہ دیکھون اور تمہین نہ پہچانون۔ تمہاری اس جان پہچان نے پشیمانی کے دروازے کھولدیئے ہین۔ تم نے اپنے عصیان اور نافرمانی کی وجہ سے میری رائے اور تدبیر کو بھی فاسد کردیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رائے اور تدبیر اس شخص کے لیے سود مند نہین جو اسپر عمل کرنے والا نہین"۔ کیسے نہ فرماتے جب یہ ملاحظہ کرتے تھے کہ دشمن کے چھوٹے چھوٹے دستے شہرون اور سرحدی مقامات پر نقص امن کے لیے حملہ کرتے رہتے

جناب امیر کام کرنیوالے نہین پاتے۔

ہین۔ ہم آدمی تلاش کرتے ہین اور نہین ملتے۔ خصوصاً جبکہ دشمن کی جرأت اور شجاعت محض حملہ تک رہتی ہے اور اُس وقت شکست کھاکر بھاگتا ہے جب حجر ابن عدی اور قیس ابن سعد وغیرہ کے ایسے بچے ہوئے وفادار فوج لیکر سر پہ پہونچ جاتے ہین۔ حقیقت یہ ہے کہ دشمن کی جرأت اس علم پر تھی کہ ہمنے اکثر سرداران لشکر کو خرید لیا ہے۔ علی اداے فرائض کی تنہا مثال دکھاتی دیتے ہین جب وہ ہیت کے تاراج کی خبر سنکر ایک مسلمہ یا ذمیہ کی فریاد سے متاثر ہوتے ہین اور خود روانہ ہونے کا ارادہ ظاہر فرماتے ہین۔ فرماتے ہین کہ ان خبرون کو سنکر "اگر کوئی مسلمان افسوس کرتا کرتا مرجائے تو اُسے ملامت نہین کیجا سکتی بلکہ وہ ایسی مرگ کا سزاوار ہے" فرماتے ہین کہ "مجھے اس قوم (بنی امیہ) کی طرف سے یہ گمان ہے کہ وہ تمہاری بدعنوانیون سے فائدہ اُٹھاکر تمہین اپنی رعایا بنالیگی اور تم اُسکے فرمانبردار ہوجاؤگے" ارشاد کرتے ہین کہ "تم میرے بعد بنی امیہ کو بہت بُرے حاکم اور خداوند پاؤگے اُس کاٹنے والی اُونٹنی کی طرح جو اپنے مُنھ سے کاٹتی ہو اپنے ہاتھون زمین کو کوٹتی ہو اپنے پاؤن سے لاتین مارتے ہو اور اپنے دودھ سے منع کرتی ہو۔ وہ تمہین برابر اذیت پہونچاتے رہینگے یہانتک کہ ایک شخص کو بھی تم مین سے ایسا نہ چھوڑینگے جو انہین نفع نہ پہونچائے یا اُنکے نزدیک اُسکا نفس بے مضرت نہ ثابت ہو۔ اُنکی بلائین تم پر مسلط رہینگی جب تک کہ تم مین سے ایک ایک شخص اُسکا غلام نہ بنجائے۔ اُسوقت تمہین میری قدر معلوم ہوگی۔ اور اُس وقت تمنا کروگے کہ تم سے اُس چیز کو بالکل قبول کردن جسکے بعض حصون کو طلب کر رہا ہون اور یہ بھی مجھے دینے سے انکار کرتے ہو"۔ افسوس کہ اسکا ایک ایک لفظ صحیح ثابت ہوا بعد شہادت امیرالمومنین لوگون کے یہ اقوال ملتے ہین کہ "اس وقت ہم بعینہ اُن بکریونکے گلہ کی طرح ہین جسکا کوئی گلہ بان نہو اور بھیڑیئے ہر طرف کھینچے لئے جارہے ہون"۔ کیونکہ اب وہ نہ تھا جسکے لیے تاریخ الخلفا مین یہ روایت ملسکتی کہ "آپنے خلافت کو زینت دی خلافت نے آپ کو زینت نہین دی۔ اُسے آپکی بڑی ضرورت تھی بہ نسبت اسکے کہ آپ کو اسکی ضرورت ہوتی" علی ملامت کرنے سے چپ نہین نہین ہوئے جب تک اپنے سننے والون سے یہ بھی نہ کہہ لیا کہ "مین اُس چیز سے خوب واقف ہون جو تمہارے فتنہ و فساد کی اصلاح کرسکتی ہے۔ تمہاری کجی کو سیدھا کرسکتی ہے۔ جابر اور ظالم بادشاہونکی سیاستون کا تمہارے ساتھ عملدرآمد ہوسکتا ہے۔ مگر مین اپنے نفس کو فاسد کرکے تمہاری اصلاح نہین چاہتا"!

اس بلند اظہار خیال کو یہ فخر حاصل ہو کہ اہل عالم کی زبانون مین علی ہی کی زبان ادا کرتی۔ نافرمانی کی ان حالتون مین وہ سمجھدار دوستون کی کمی یا کم ہوجانے سے ہو۔ لوگون کے فریب کھاجانے سے ہو۔ ایسا

[margin: فرض کی مثال]

[margin: حالت کس قدر ... تھا۔]

خیال سے ہو کہ ہم مین مساوات بدلی جاتی ہے ۔ یا اس وجہ سے ہو کہ جب ہم فتح کرتے ہین تو امیرالمومنین ہمین دشمنون سے پورا نفع نہین اُٹھانے دیتے بلکہ خلاف امید رحم فرماتے ہین ۔ پھر بھی ایسا گمان نہین نہین کیا جا سکتا تہا کہ ایک کہین ہوگا کہ دشمن بجز مصر کے تمام مقامات سے نکال باہر کیا جا سکے ۔ اس لئے کہ جناب امیر خاموش ہونگے جب تک انتظام نہ کر لین ۔ اُنھین ہر مقامات سے متواتر خبرین ملتی رہینگی اور برابر ہدایتین جاری رکھین گے غریب سے غریب کس مپرس عورت اور بڑے سے بڑی صوبہ کا عامل دونون اُنکی نگاہ کے سامنے رہیگا ۔ ایک کی دادرسی کر لینے کے بعد اگر نماز شروع کیجائیگی تو دوسرے کو صاف بے لوث ملامت کیجائیگی اگرچہ وہ ابن عباس یا عقیل ابن ابیطالب کیون نہ ہوتا ۔ ہمین کوئی خبر نہین معلوم کہ جناب امیر نے مصر پر دوبارہ اختیار حاصل کرنے کے متعلق کیا ارادہ فرمایا تہا ۔ لیکن جو بات واضح ہے وہ یہ ہے کہ جناب امیر یہ سمجھ رہے تہے کہ جب تک امیر شام قایم رہیگا ہر روز اسی طرح کی ایک نئی شورش برپا کرے گا ۔ اُسپر کاری ضرب لگا کر ان چھوٹی چھوٹی لڑائیون کا انسداد ہوگا ۔ جناب امیر اس کوشش سے کبھی باز نہین آئے تہے یہانتک کہ وہ وقت آیا کہ قیس ابن سعد اور ابو ایوب انصاری دس دس ہزار سپاہیون پر افسر مقرر کئے جاتے اور امام حسین بھی معرکہ جنگ میں اس درجہ اور اس حیثیت سے شریک ہو چکے تہے کہ اُنکی تنہا ذمہ داری پر دس ہزار سپاہی ماتحت کئے جاتے ۔ جناب امیر کے پاس ابتک انکے علاوہ بھی ایسے سردار تہے جنپر اعتبار کیا جاتا ۔ کوئی شبہہ روانگی مین نہ تھا بلکہ چند ہی روز غالباً نو دس روز باقی رہ گئے تہے ۔ غالباً اختتام ماہ رمضان کا انتظار ہو کہ ابن ملجم اپنا کام کر گیا ۔

مین ابن ملجم کی عشق بازی کی داستانون کو یا ان روایتون کو کہ ایک ہی دن قاتلون نے جناب امیر معاویہ ۔ اور ابن عاص کو قتل کرنا چاہا ۔ وہ داستانین سمجھتا ہون جو واقعہ کے چھپانے کے لئے سننے کے قابل بنائی گئی ہین بلکہ میرا قطعی تصفیہ ہے کہ یہ تینون شخص معاویہ کے بھیجے ہوئے تہے کہ وہ جناب امیر پر پوشیدگی سے وار کرین ۔ اور ان لوگون نے ایسی جگہہ رہنا پسند کیا تہا جہان نہ صرف ان قاتلون کی موجودگی کی خبر جناب امیر کو نہ پہونچ سکتی بلکہ وہ خارجیہ بھی ہوتی ۔ قاتل رئیس قبیلہ نہ تھا کہ وہ لاکھ ہزار کی تلوار رکھ سکتا اور اگر رکھ بھی سکتا اور ہوتا بھی تو سپاہ ہونکا یہ قاعدہ نہین ہے کہ وہ اپنی تلوار کو زہر آلود کیا کرین اور اسپر زہر چڑھانے کے لئے ایک ہزار اور صرف کرین ۔ ایسا ہی سہی ۔ لیکن قطامہ کے اظہار

انتقام کے وقت ابن ملجم کا جواب کہتا ہے کہ اُسمین جناب امیر پر حملہ کرنے کا مطلق خیال ہی نہ تھا ایسی صورت مین یہ ممکن نہ تھا کہ وہ پیشتر سے ایسی تلوار رکھتا اور اگر نہ تھی تو کہان سے دفعتہً پیدا ہوگئی۔ اور اگر یہ بھی فرض کیا جائے تو صرف ابن ملجم مین عاشقانہ دیوانگی ایسی پیدا ہوسکتی تھی کہ وہ جان پر کھیل کر مستعد ہوتا کیسے ممکن تہا کہ دو اور عاشق بھی دفعتہً تیار ہوجاتے اور پھر فطری رقابت کے باوجود سبھون مین حملہ کی ہم آہنگی پیدا ہوجاتی۔ اور اگر دوسرے دونون عاشق نہ تھے تو بلا وجہ اُنمین ایسی تصمیم کا پیدا ہونا ویسا ہی بعید از عقل ہے۔

اب سوچئے کہ جو شخص۔ عبد اللہ ابن بدیل۔ ہاشم ابن عتبہ اور عمار یاسر کی شہادت سے اس لئے خوش ہوتا کہ وہ علی کے بڑے دوست ہین۔ اور یہ سنکر کہ اشتر کے مصر مین پہونچ جانے پر کوئی افسون کارگر نہ ہوگا اہتمام کرتا ہے کہ سر راہ کے ایک زمیندار کو ملائے اور زہر آلود شہد مہیا رکھے کہ یہ خیر متوہم مہمان سانس تک نہ لے۔ جو وجہ علی کے کمزور کرنیکے لیے ہر اُس شخص کو جسکی مدد علی کے حق مین مفید سمجھتا ہے روپیہ اور حکومت کی لالچ دیتا ہے وہ خود اُس شخص کے معدوم کرنے کے لئے کس سرگردانی مین مبتلا ہوگا جو سرکرتہا اور جسکے گرد تمام ایسے لوگ جمع ہوئے تھے جنکی موجودگی معاویہ مین تزلزل پیدا کرتی تھی۔ حقیقت مین یہ خبرین کہ معاویہ نے تین آدمی بھیجے کہ وہ کوفہ جاکر دریافت کرین کہ معاویہ پہلے مریگا یا علی اور اسکے لئے کوفہ جاکر معاویہ کے موت کی افواہ مشہور کرین۔ ہوسکتا ہے کہ اسی طرح مشہور کی گئی ہون جسکا باطنی منشا علی کا قتل ہوا اور جناب امیر کو اُسوقت بھی یہ فرمانا ہو کہ "معاویہ نہیں مریگا جب تک میرا سر خون سے رنگین نہ ہولے اور وہ اُس سے ملاعبہ نہ کرے" اور کس قدر عام ہوگی یہ خبر کہ معاویہ کو علی کے انتقال یا قتل سے خوشی ہوگی جس سے یہ روایت ہوسکتی کہ برک معاویہ کو شہادت علی کی "خوشخبری" دیتا ہے اور معاویہ اس درجہ اپنے اوپر حملہ کرنے والے کو سزا دینا بھول جاتا ہے کہ فوراً منہ سے یہ فقرہ نکلتا ہے کہ "شاید وہ اِس امر پر قادر نہ ہوا ہوگا" جسکا مطلب اس ترجمہ کا محتاج نہیں ہے کہ "کاش وہ اس امر پر قادر ہوا ہو۔ اور قاتل اس امکان سے تسکین دیتا ہے کہ "اُنکے ساتھ کوئی محافظ نہیں رہتا" کیا اس جواب مین جناب امیر کی نقل وحرکت کا مطالعہ مخفی نہیں ہے میرے نزدیک اس سے صاف کوئی امر نہیں ہے کہ جو تین قاتل امیر المومنین کے لئے تجویز ہوئے تھے اُنمین سے ابن ملجم گرفتار ہوا اور بقیہ بھاگے جنمین سے برک نے امیر المومنین کے شہادت کی خبر دی۔ یہ محض اہتمام ہے کہ "آج ہی شب" کا فقرہ کہا گیا ہے۔

بہت ممکن ہے کہ معاویہ نے اس خبر دینے والے کو مصلحت کی شدید احتیاط سے قتل کر ڈالا ہو۔ اسلئے کہ کہین اُسکے زبان سے راز ظاہر نہ ہو جائے اور آخر مین اس خبر کی شہرت سے پیروان امیر المومنین انتقام پر آمادہ ہو جائین۔ قاتلون کی تثلیث صاف صاف مدبرانہ احتیاط اور اپنے ارادے پر اصرار ہے کہ اگر ایک ناکام ہو تو دوسرا اور دوسرا نہ ہو تو تیسرا اپنا کام کر جائے۔ اور کیا یہ دنیا کا اہم ترین حادثہ اُسوقت نہین ہوا جس وقت امیر المومنین شام کی طرف فوجکشی کی کوششون مین مشغول تھے؟

بقول ابن خلدون "شہادت سے چند دنون پیشتر امیر المومنین علی نے بقصد شام ایک لشکر سلطان کا مرتب کیا تھا اور چالیس ہزار آدمیون سے موت کی بیعت لی تھی لیکن اتفاق وقت سے لشکر کشی کی نوبت نہ آنے پائی تھی کہ شہید ہو گئے" معاویہ لشکر کشی اور جنگ آزمائی اچھی طرح دیکھ چکا تھا۔ سمجھتا تھا کہ علی کے دوستون مین جس درجہ صفین کے التوا سے جھلاہٹ پیدا ہو گئی ہے اور جس درجہ مکاریون کی خبر مشہور ہو گئی ہے اُس سے کس نئے فریب کا کارگر ہونا دشوار ہے اور اب بجز اختیار سے دست بردار ہونے یا مارے جانے کے کوئی چارہ نہ ہو گا اگر اس مرتبہ علی مضافات شام تک اپنا لشکر لے آئے۔ زہر کا موقع نہ تھا اسلئے کہ ان دنون جناب امیر ایک روز اپنے فرزند حسن اور دوسرے روز اپنے فرزند حسین کے گھر افطار فرماتے تھے۔ پھر ایسے آدمی کیون نہ تلاش کرتا جو کعبہ کے مولود اور کعبہ کے پاک کرنیوالے کو قتل کر سکتا۔ خانہ خانہ مین شہید کرتا۔ آیندہ باب مین معاویہ کی ایسے ہی کوششون کی اور مثالین دیکھائینگی۔

مصلح بنی آدم کے جانشین کے آخری وصایا۔

لیکن اس بندہ ماقوق الانسان کو اسکے قبل گذرنا نہ تھا جب تک وہ اپنے زمانہ کے قابل اپنے استاد کی ایک نصیحت کو حاضرین سے نہ کہہ لیتا کہ "اپنے درمیانی تنازعات کے مصلح بنو" آنحضرت فرماتے تھے کہ "اپنی ذات اور اپنے گروہ کی اصلاح تمام روزہ و نماز سے افضل ہے" علی کا تمام ایام موت اسلام اور مسلمانون کی فکر بہبودی مین صرف ہوا تھا کیسے علی گوارا کرتے کہ جس قدر دیر موت کا عالم طاری ہونے مین باقی ہے اُسے ایسی بڑی نصیحت مین صرف نہ کرین جسکے بغیر نہ کوئی قوم قوم ہے۔ نہ کوئی اخلاق اخلاق ہے نہ کوئی مذہب مذہب ہے۔ نہ کوئی فرد انسان کہے جانیکے قابل ہے۔ کاش ہم چودہوین صدی کے مسلمان اسے سنتے۔ آج سنتے۔ کل سنتے۔ یہ سمجھکر اب اپنی حیات کے لئے سنتے کہ جس قدر دیر کرینگے اسلامی

اتحاد و اتفاق کو ہنسوا ئینگے اور اپنے پونے سے زیادہ کرتے جائینگے - لیکن اس محسن اسلام کو ایک اور بڑی نصیحت اور آخری احسان کرنا تھا اور جسکا تعلق خاص اپنی ذات سے تھا - اور وہ یہ موقع تہا کہ کہیں بنی ہاشم ہماری شہادت کو ویسا ہی ذریعہ نہ بنالیں جو بنی امیہ اور بنی تیم وغیرہ نے پسند کیا تہا - فوت دنیا سے اپنے لہجہ مین جیان فرمایا ہے کہ " اے اولاد عبد المطلب! مین تمہین ایسی حالت مین نہ پاؤن کہ تم مسلمانون کے خون مین سر سے پاؤن تک رنگین ہوتے پہرو اور کہتے جاؤ کہ امیر المومنین قتل ہوگئے امیر المومنین قتل ہوگئے " میرے قیاس سے باہر ہے کہ خونخواہان عثمان کی کارروائیوں اس سے زیادہ کسی واقعہ تاریخی سے روشنی پڑ سکتی ہے - کیسا موقع ہے - کیا فرمایا ہے - کس طرح فرمایا ہے - طنز ہے افسوس ہے - حقارت ہے اور نصیحت ہے - بادی النظر مین اس قدر فرمانا کافی تہا - مگر نہیں جناب امیر نے شرح بہی کردی - اور فرمادیا کہ " آگاہ رہو کہ میرے قاتل کے سوا کوئی دوسرا شخص قتل ہونا چاہیے " یہ سب اس لئے کہ میرے بعد بہی مسلمان قتل نہ ہون آپس مین نہ لڑین انکار عفو کرو اپنے قاتل کو بہی نہ بہولا -

کہاں ہے وہ اپنے الفاظ مین یہ درد لاؤن جو یہ اثر پیدا کرسکے کہ زمانہ اس مسلمان سے خالی ہوگیا جسکی عظیم الشان منزلت پر تیرہ صدیون کے گہرے پردے پڑنے اور بڑے بڑے تغیرات کے بعد آج بہی عالم کے تیس کرور سے زیادہ مسلمان ادب - اخلاص اور احسان شناسی مین متفق ہین *

بنی ہاشم کا دائمی زوال

رمضان المبارک

اس باب مین اب ہم ان تذکرون تک پہونچے ہین جہان یہ کوشش اپنے کمال کو پہونچ گئی کہ صاحب اثر لوگ خاندان بنی ہاشم کی کوئی ایسی مدد نہ کرسکین جس سے انہین اپنے اختیارات پر قابض رہنے کی قوت باقی رہے - پیشتر اگر وقت تہا کہ بنی ہاشم نے تجاہل پیدا کیا جاتا اور لوگ

اِس طرح مشغول کیے جاتے کہ وہ بنی ہاشم سے اپنی ضرورتون مین مستغنی ہو جائین اور مشغولیت اُنھین
انکی طرف مائل نہ ہونے دے تو اب وقت آیا یا ایسی مصلحت کا نشو ہوا کہ بنی ہاشم کے قطعاً ضعیف اور
بے اثر کرنے کے لیے انکے سب وشتم کا عام اعلان ہو اور انکا ذکر الحاد اور سیاسی جرائم سے بھی زیادہ
سنگین سمجھا جائے۔ اور پھر اسکے بعد انکے دوستون سے متواتر اور مسلسل وہ برتاؤ کیا جائے جو انکی
معدومیت کا باعث ہو۔ بلکہ قتل اور زہر اُس وقت تک مخفی یا علانیہ طور سے استعمال کیا جاتا رہے
جب تک علی اور فاطمہ کی اولاد مین سے کوئی امام باقی نہ رہے۔

حسن مجتبیٰ کی سوانح عمری

امیر المومنین کے دفن سے فارغ ہو کر آپ کے فرزند اکبر حضرت امام حسن نے خطبہ پڑھا جس مین نہایت
صحیح اور توجہ کے قابل یہ بات کہی تھی کہ "تم مین سے وہ شخص اُٹھ گیا جسکے مثل متقدمین نے نہ دیکھا تھا اور نہ
متاخرین جیسا نہ دیکھینگے"۔ اس کتاب مین کسی حد تک حسن کا تعارف کرایا گیا ہے جس قدر ہماری کتاب
کو ضرورت تھی اور وہ اس سمجھانے کے لیے کافی ہے کہ حسن نے اپنے سینتیس برس تک عالم کے اُس قدر
تغیرات دیکھے تھے جیسے کم دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ کمسنی مین اپنا اختیار۔ پھر فوری بے اختیاری اور
پھر اسمین قیام اور سختیان اور اسکے بعد پھر اختیار اور ترقی اور پھر یکایک انحطاط اور زوال دیکھا تھا
زوال کی شرکی ہولی حالت تھی کہ آپنے کو اپنے پدر بزرگوار کا جانشین دیکھا۔ نہ اس حالت مین کہ لوگون کو
تمامتر اپنی اطاعت پر آمادہ دیکھا ہو اور خطرات گردوپیش نہ دکھائی دیتے ہون۔ بلکہ اپنی قوت کے
زوال کے اسباب کو اپنی آنکھون سے لوگون کی نافرمانی کی بدولت دیکھا تھا۔

اِن امورات سے میری غرض ہے کہ حسن کے متعلق کوئی فیصلہ اُنکے ایسے واقعات پر نظر ڈالے بغیر ممکن
نہین ہے جنھین کبھی وہ کوفہ کے لوگون کو ایسی مخدوش حالت مین اپنے موافق کر لیتے ہین کبھی جنگ
جمل مین تقریرین کرتے ہین اور لوگ جنھین بوڑھے صحابی۔ مدبر اور تجربہ کار سپاہی ہین جنکے وقت رسول
اور جناب امیر کی تقریرین کلام اور انداز دیکھنے اور سننے مین صرف ہوئے تھے انکی تقریرون کو
پسند کرتے ہین۔ مزید بران میدان جنگ کا تجربہ بھی عملاً حاصل تھا۔ جس طرح جناب امیر نے اہتمام
کیا تھا کہ انھین ایام ہوش سے تقریر کرنا سکھائین جس سے زبان اور خیال رواں ہوجائے اسیطرح اپنی
نگاہ کے سامنے اُنھین میدان جنگ مین شریک ہونا۔ جنگ کرنا اور فوجی افسری بھی سکھائی تھی۔ جس طرح
تاویل قرآن اور علوم متعلقہ کو اپنی زبان سے تعلیم فرمایا تھا۔

یہ تہے حسن - یعنی علی اور رسول کے ولیعہد اور جانشین - اور وہ اُن تمام قابلیتون مین ممتاز دستگاہ رکہتے تہے جنکی کسی ولیعہد کو اپنے موقع پر ضرورت ہوا کرتی ہے۔

بیعت کے وقت کی مخصوص حالت

بیعت شروع ہوئی اور سب کے پہلے اُس نے بیعت کی جس نے صفین مین معاویہ کے خیمہ کو گھوڑ دوڑ کا میدان بنا دیا تہا - جسپر امیر المومنین کو اعتبار تہا اور جو ایک دستہ کا افسر تہا - میری غرض بلند بالا اور قوی ہیکل قیس ابن سعد ابن عبادہ انصاری سے ہے - کہا گیا ہو کہ قیس نے بیعت کرتے وقت کہا کہ "اپنے ہاتہہ کو کتاب خدا سنت رسول اور قتال ملحدین کے لئے بڑہاؤ" اسپر حضرت سبط اکبر نے فرمایا کہ "کتاب خدا اور سنت رسول مین دیگر شرایط بہی شامل ہین - تفصیل کی ضرورت نہ تہی"۔ اسپر بقول ابن خلدون لوگون کو شبہہ سا پیدا ہو گیا آپس مین سرگوشیان کرنے اور کہنے لگے یہ تو تمہارا امیر نہین ہے اور نہ یہ جنگ کا قصد رکہتے ہین"

امیر المومنین حسن معاویہ کو اپنے بیعت کے لئے لکہتے ہین۔

بیعت کے بعد حضرت نے معاویہ کو اطلاع دی کہ لوگون نے میری بیعت کی ہے اور معاویہ کے عدم استحقاق کو ظاہر کرنے کے بعد خواہش کی کہ وہ بہی بیعت مین داخل ہو جائے۔ لیکن بقول ابن خلدون "امیر المومنین علی کی شہادت کا حال معاویہ کو معلوم ہوا تو اُنہون نے اپنی خلافت کی بیعت اہل شام سے لیا اور اسی روز امیر المومنین کے مبارک لقب سے پکارے جانے لگے لیکن اصل یہ ہے کہ معاویہ نے بعد اجتماع حکمین بیعت خلافت لی تہی"۔ اور بقول علامہ مجلسی حسن کے جواب مین معاویہ کا یہ فقرہ توجہ کے قابل ہے کہ "میرا اور آپکا امر مشابہ ہے - امر ابوبکر اور آپ حضرات کے امر سے بعد وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے"۔

جہاد پر آمادہ کرنیکا خطبہ اور لوگ۔

اسکے بعد حضرت نے خطبہ فرمایا اور لوگون سے جہاد کی فضیلت بیان کی اور اُنھین آمادہ کرنے کی کوشش کی اور حکم دیا کہ لوگ لشکر گاہ کی طرف نکلین - لیکن لوگون مین بجز خاموشی کے تعمیل حکم نہ دکھائی دی۔

جسپر عدی ابن حاتم نے کہا:-

"سبحان اللہ! تملوگ اپنے امام کو کیون نہین جواب دیتے - خطباء مصر کہان ہین جو" اسپر کچہہ لوگ تیار ہوئے۔

معاویہ کی خفیہ کارروائی

بقول علامہ مجلسی ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ مین ہے کہ معاویہ نے "ایک شخص کو قبیلہ حمیر سے کوفہ کی طرف اور ایک شخص کو ابن قین سے بصرہ کی طرف خفیہ طور سے بہیجا تاکہ یہ دونون وہان کی خبرین اُسے لکہہ بہیجین اور امور حکومت امام حسن علیہ السلام مین خلل انداز ہون"۔ بصرہ اور کوفہ کے یہ دونون

شخص گرفتار ہوئے اور حضرت نے معاویہ کو تحریر فرمایا کہ "تو نے پوشیدہ طور سے قتل کرنے اور فریب کے لئے لوگون کو بھیجا ہے تو نے مجاسیس بھیجے ہین گویا تو لڑائی چاہتا ہے اور اسمین شک نہین کرتا۔ پس تو جنگ کے لئے مستعد رہ"

علامہ مجلسی کے نزدیک حضرت امام حسن کے لشکر کے عناصر

اسکے بعد بہت سے خطوط کا تبادلہ ہوا اور معاویہ نے شام سے ساٹھہ ہزار فوج کے ساتھہ حرکت کی اور حضرت نے بھی حجر ابن عدی کو منتظم فوج مقرر کیا۔ خود حضرت لوگون کو جہاد پر آمادہ کرتے تھے مگر لوگون مین نا مستعدی ایک ظاہر شان تھی۔ لشکر جنلوگون سے مرتب ہوا اُسکے صحیح عناصر بقول علامہ مجلسی یہ تھے کہ بعض تو اُن جناب کے اور اُنکے پدر بزرگوار کے شیعہ تھے اور بعض خارجی تھے اور بعض اُنمین کے بڑے فتنہ پرداز اور لالچی تھے غنیمتون مین۔ اور بعض اُنمین کے بڑے شکی تھے اور بعض اُنمین سے اصحاب تعصب تھے کہ اُنھون نے اپنے قبیلے کے رئیسون کی متابعت کی وہ دین کی جانب رجوع نہین کرتے تھے"

سنہ ۴۱ھ
مقابلہ کیلئے حسن کی روانگی

حضرت کو جب معاویہ کے حرکت کی خبر ہوئی تو آپ نے قیس ابن سعد کو بارہ ہزار سپاہ کے ساتھہ انبار کی طرف روانہ فرمایا اور خود کوچ کرتے ہوئے مدائن پہونچے۔

اسکے بعد موقع کے لحاظ سے روایتین اس قدر مختلف ہین کہ ابتدا کے لئے کسی کی اولیت پر اطمینان نہین کیا جا سکتا۔ مثلاً صاحب صواعق محرقہ حسن بصری سے روایت کرتے ہین (جنھون نے صحیح بخاری سے نقل کی ہے) کہ جب امام حسن کا لشکر معاویہ کے مقابلہ مین پہونچا تو عمر عاص نے کہا کہ مین لشکر دیکھہ رہا ہون جو کبھی پیٹھ نہ پھیریگا تاوقتیکہ اپنے مقابل کو قتل نہ کرے" اور پھر اسکے بعد اُسمین اس درجہ انسانیت حب قومی اور وطن پرستی بھی پیدا ہوئی جس سے یہ کہہ سکتا کہ پھر "امور مسلمین کے لئے کوئی نہ رہیگا جو اُنکی عورتون اور اُنکے زمینونکی محافظت کرے" اور اس بنیاد پر دو شخصون کو مصالحت کے لئے بھیجا۔ اسکے علاوہ اسی مؤلف نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ لشکرونکے مقابل ہونے پر خود حسن نے تحریک صلح کی۔ ابن خلدون کہتا ہے کہ "یہ مشہور ہوگیا کہ قیس بن سعد مارے گئے۔ اس خبر کے مشہور ہوتے ہی لوگ بھڑک کر ایک دوسرے الجھ گئے جنھون لوگ امام حسن کے خیمہ کیطرف جھپٹے جو کچھہ پایا لوٹ لیا۔ اندر گھسے تو اُس بساط اور چادر کو بھی چھین لیا جسپر آپ بیٹھے اور جسکو آپ اوڑھے ہوئے تھے۔ بعضون نے ناعاقبت اندیشی سے آپکی ران مین نیزہ بھی مارا۔ ربیعہ و ہمدان آپ کی حمایت پر اُٹھہ کھڑے ہوئے اوباشون کا مجمع منتشر کیا

آپ کو ایک سریر پر اٹھا کر مداین مین لائے چنانچہ آپ قصر ابیض مین داخل ہوئے" روضۃ الصفا کو کہنا ہے
کہ معاویہ نے قیس ابن سعد کو انبار مین محصور کیا اور عبداللہ ابن عامر کی ماتحتی مین ایک فوج مداین کی
طرف روانہ کی۔ امام اس لشکر کے مقابل ہوئے اور یہ دیکھکر ابن عامر نے آواز دی کہ "اے اہل عراق
مین معاویہ کا مقدمہ ہون۔ میری غرض جنگ نہین ہے۔ معاویہ کثیر فوج کے ساتھہ انبار مین ہے۔ ابو محمد
(کنیت حسن) کو میری طرف سے سلام کہو کہ عبداللہ آپ کو قسم دیتا ہے کہ آپ اپنے نفس اور اس جماعت
کی ہلاکت کے لئے کوشش نہ کیجیے" یہ سنکر معسکر کے لشکر پر خوف طاری ہوا اور وہ بیکار ہوگئے۔ حسن نے مداین
کیطرف مراجعت کی اور ابن عامر نے محاصرہ کیا" اعثم کوفی کو کہنا ہے کہ "معاویہ امیرالمومنین کے وفات کی
خبر سنکر بہت خوش ہوا اور لشکر جمع کرکے اطراف ولایت مین بھیجا اور ولایت جزیرہ۔ عراق۔ یمن اور بصرہ کے
کچھہ حصہ پر قبضہ کر لیا۔ معاویہ لوگون کو عطیہ دیتا تھا اسوجہ سے سب اسکی طرف رجوع کی اور موافق ہوگئے
اسکے بعد وہ بصرہ آیا اور لوگون سے بیعت لی۔ امیرالمومنین حسن نے یہ دیکھکر خطبہ کہا اور معاویہ سے
ساتھہ جنگ کرنے کی تحریک کی اور جب دیکھا کہ لوگ سستی اور تقصیر کرتے ہین تو عبداللہ ابن حارث ابن نوفل
معاویہ کے بھانجے کو اسکے پاس شرائط صلح کے ساتھہ بھیجا"

علامہ مجلسی کہتے ہین کہ مداین کے لوگ معاویہ سے ملگئے تھے حضرت کے ساتھہ کوئی ایسا شخص کہ جسکے ذریعون سے
حضرت مامون ہون باقی نرہا مگر مخصوص شیعہ انکے پدر بزرگوار کے اور خود آنجناب کے اور وہ ایسے قلیل تھے
کہ مقاومت لشکر ان شام کی نہ کرسکتے تھے پس آنجناب کو معاویہ نے صلح کرنیکے بارہ مین لکھا اور وہ
خطوط حضرت کے دوستون کے (جو) جنہون نے معاویہ کو حضرت کے غفلت سے قتل کروالنے اور حضرت کو معاویہ
کے سپرد کرنیکے بارہ مین لکہے تھے معاویہ نے حضرت کو بھیجدیے"

اسکے بعد مورخین کے موافق حضرت امام حسن نے بعض شرائط صلح لکھکر معاویہ کے پاس بھیجے جسے اس نے
تمام قبول کیا بلکہ ایک سادہ کاغذ پر اپنی مہر وغیرہ کرکے حسن کے پاس بھیجدیا کہ تم اپنے شرائط اسپر لکھدو۔
اور جب ایفا کا وقت آیا تو اس نے پہلے خط کو قابل عمل سمجھا۔ اب بقول ابن خلدون۔ "آپ نے اہل
عراق کو جمع کرکے خطبہ دیا جسمین بعد حمد و درود کے بیان فرمایا کہ اے عراق! مین نے تین بار تم سے
درگذر کیا تمنے میرے باپ کو مارا مجھے نیزہ مارا۔ میرا گھر لوٹا۔ آگاہ ہو وہ ہو کہ تمنے دو مقتولون کے درمیان
صبح کیا۔ ایک مقتول صفین کے جسکے لئے تم روتے ہو اور ایک مقتول نہروان کے جسکا معاوضہ طلب

معاویہ کا مقدمہ لشکر اور حسن کے سپاہیون کا انتشار۔

معاویہ کی کوششین

حسن کے خالص دوست عنقا تھے اتنے نہ تھے جو دشمن کا مقابلہ کر سکتے۔

حسن کا خطبہ جو حضرت کی موت یا ذلت کی زندگی کا تصفیہ تھا۔

کر رہے ہو اور جو باقی ہین وہ خاذل ہین اور رونے والے بدلہ لینے والے ہین اور معاویہ نے ایک امر پیش کیا ہے جسمین نہ تو عزت ہے اور نہ انصاف پس اگر تم موت پر راضی ہو تو ہم اس امر کو قبول نہ کرین اور اُن سے اللہ تعالے کے بھروسہ تیز تلوارون سے محاکمہ کرین اور اگر زندگی دوست رکھتے ہو تو ہم اسکو قبول کرلین اور تمہارے لئے خوشنودی حاصل کرین۔ لوگون نے یہ سُنکر ہر طرف سے چلاّ کر کہا صلح قایم رکہئے صلح قائم رکھئے"۔

لوگ ذلت کی زندگی پہ راضی ہوگئے۔

اِسی مورخ کے موافق "اُمام حسن نے قیس ابن سعد کو جو مقدمۃ الجیش کے افسر تہے امیر معاویہ کی اطاعت قبول کرنے اور انکی بیعت کرنے کو لکہہ بہیجا قیس نے اپنے ہمراہیونکو مجتمع کرکے اِس خط کو پڑہا اور بنظر مشورہ اُنکو مخاطب کرکے کہا ہملوگون کا بغیر امام کے لڑنا مناسب ہے یا کہ امام گمراہ کی اطاعت کرنا۔ لوگون نے پہلی شق کو اختیار کیا"۔ اِسکے بعد نہین معلوم مترجم کے قصر کرنے یا خود مولف کی تافنہ ترتیب کے لحاظ سے دفعۃً یہ عبارت نظر آتی ہے کہ "قیس ابن سعد بوجوہ امیر معاویہ کی بیعت سے رُکے ہوئے تہے اور عبیداللہ ابن عباس بہی اس رائے سے متفق تہے لیکن جب امیر معاویہ نے عبداللہ ابن عامر کو بسر گردہی ایک لشکر جرار عبیداسد ابن عباس کی طرف روانہ کیا اور عبیداسد ابن عباس نے خط وکتابت کرکے امان حاصل کرلی اور شب کے وقت تن تنہا اپنے لشکر سے نکل کر عبداللہ ابن عامر کے خیمہ مین اور پھر اُنکے ہمراہ امیر معاویہ کے پاس چلے آئے اور روانگی کے بعد قیس ابن سعد امیر لشکر ہوئے تو اُنہون نے از سر نو کل لشکریون سے امیر معاویہ سے باین شرط جنگ کرنیکا عہد وپیمان لیا کہ جبتک امیر معاویہ امیر المومنین علی کے گروہ کو انکے جان ومال کا امن نہ دین اور جو کچہہ پچھلے واقعات مین اُن سے سرزد ہوا ہے اُس سے درگذر نہ کرین۔ رفتہ رفتہ امیر معاویہ تک یہ خبر پہونچگئی۔ عمر ابن العاص نے جنگ کرنے کی رائے دی امیر معاویہ نے کہا اسمین بہتری نہین ہے جنگ کرنے مین اُنھین لوگون کے برابر اہل شام بہی کام آئینگے۔ پھر ایک قاصد کو بلاکر سادہ کاغذ پر مُہر ودستخط کرکے قیس ابن سعد کے پاس بہیجدیا کہ جو شرطین تمکو منظور ہون لکہدو۔ قیس نے اپنے اور کل ہمراہیونکے لئے امان طلب کیا۔ مال وغیرہ کچہہ نہین مانگا۔ امیر معاویہ نے اُنکو امان دیدیا۔ اور قیس نے معہ اپنے کل ہمراہیون کے بیعت کرلی"۔ اِسی صفحہ مین مورخ اس حصہ کتاب کو ختم کرتا ہوا یہ عبارت لکہتا ہے کہ "مین نے بعض جزئی حالات سوا طبری کے اور لوگون کی کتابون سے بہی بقدر طاقت صحیح کرکے اخذ کیا ہے" اھ "حق یہ ہے کہ

لشکر سے قیس کا مخاطبہ اور جواب۔

قیس کے شرایط صلح کو معاویہ نے منظور کیا۔

معاویہ کا شمار خلفا میں ہے"۔

روضۃ الصفا نے قیس ابن سعد کو خبر پہونچا نیکے بعد اُس سے لوگوں سے کھلوایا ہے کہ "میا بغیر امام کے جنگ کردیا۔ بیعت با ضلالت پر اقدام کرد" اور لوگوں نے کہا کہ "ہم بیعت با ضلالت کو اس سے زیادہ پسند کرتے ہیں کہ ہم قتل ہوں۔ ہمارے اموال تلف اور اہل و عیال ضائع ہوں"۔

لوگ کس بات پر راضی ہو گئے تھے۔

علامہ مجلسی نے بھی بحار میں روایتیں نقل کی ہیں کہ کس طرح معاویہ نے ابن عباس کو دس لاکھ درہم کا وعدہ کرکے ملا لیا اور قیس ابن سعد نے جو عبید اللہ ابن عباس کے بعد امیر لشکر ہوئے تھے امام حسن کو خبر دی اور پھر معاویہ نے قیس کو ملانا چاہا مگر انھوں نے لکھا کہ "تو مجھے کبھی ملاقات نہ کریگا مگر یہ کہ میرا اور تیرے درمیان میں نیزہ ہوگا" اور جب قیس کو صلح کی خبر پہونچی تو انہوں نے اشعار پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے کہ "مجھے مسکن کی زمین سے مقام عال میں یہ خبر پہونچی کہ امام حق نے صلح فرمائی۔ جب سے مجھے یہ خبر معلوم ہوئی ہے میں متحیر ہوں اور چپکا غمگین قلب کی عاجزی کی حالت میں بیٹھا ہوا تاہیرے گنا کرتا ہوں"۔

جہاں ایک دوست عزیز سے بلند تر ہے۔

صلح کی خبر اور قیس کی حالت

شرائط صلح

اب میں تمام معاملات میں سب سے زیادہ مفید امر کی طرف آتا ہوں اور وہ شرائط صلح ہے۔ اور یہ جگہ ہے جہاں حیرت اور غصہ کا مورخین سے دور رکھنا معمول سے کہیں زیادہ دشوار ہے۔ بعض ان میں سے دفعات شرائط تک کا ذکر نہیں کرتے بعض چند پر قناعت کرتے ہیں اور کبھی کبھی کہیں دوران تذکرہ میں کہدیتے ہیں کہ یہ شرط بھی تھی۔

بقول ابن خلدون "امام حسن نے لوگوں کی خود رائی اور نفاق کی وجہ سے امیر معاویہ کو لکھ بھیجا کہ میں خلافت و حکومت سے دست کش ہوا چاہتا ہوں بشرطیکہ مجھکو جو کچھ مال بیت المال کوفہ میں ہے دیدو (اس وقت بیت المال میں پانچ لاکھ موجود تھا) اور دارابجرد (مقامات فارس) کا خراج مجھے معاف کردو اور علی کو میرے سامنے سخت و نا ملائم کلمات سے نہ یاد کرو۔ خط روانہ کرنیکے بعد اپنے بھائی حسین و عبد اللہ ابن جعفر سے اسکا تذکرہ کیا۔ ان لوگوں نے سمجھایا بجھایا لیکن وہ اپنے ارادے سے نہ پھرے۔ جب یہ خط امیر معاویہ کے پاس پہونچا تو انھوں نے اس خط کو لے لیا اور اس سے پیشتر ایک سادہ کاغذ پر دستخط و مہر کرکے عبد اللہ ابن عامر اور عبد اللہ ابن سمرہ کی معرفت امام حسن کی خدمت میں بھیج چکے تھے اور علیحدہ یہ تحریر کیا تھا کہ آپکو جو شرط منظور ہو اس سادہ کاغذ پر لکھ دیجئے

ہم اسکو منظور کرلین گے۔ امام حسن نے اس سادہ کاغذ پر جسکے نیچے امیر معاویہ کا دستخط و مہر تھی اُن شرائط سے دو چند شرائط لکھے جو اسکے پہلے اپنے خط مین لکھہ چکے تھے۔ پس جب امام حسن بعد تفویض امارت ان شرایط کے ایفا کے خواستگار ہوئے تو امیر معاویہ نے پہلے خط کے شرایط پر عمل کیا اور یہ کہا کہ یہ وہی تو ہے جو تم طلب کرتے تھے"۔

صاحب صواعق محرقہ عہد نامہ لکھے جانیکے پہلے یہ شرایط لکھتا ہے کہ معاویہ حسن کے تمام دیون کو ادا کرے اور اہل عراق و حجاز سے کوئی مطالبہ نہ کرے۔ معاویہ نے کہا کہ ہم صرف عُشر لین لینگے۔ حسن نے اصرار کیا اور معاویہ نے سادہ کاغذ بھیجدیا کہ اپنے مدعا کو صلحنامہ مین لکھدو ہم قبول کرینگے۔ اسکے بعد حسب ذیل صلحنامہ لکھا گیا:۔

" یہ صلحنامہ ہے حسن بن علی اور معاویہ ابن ابو سفیان مین۔ ان لوگون نے مصالحت کی ہے اس بات پر کہ مسلمانون کے امورات کی ولایت اس شرط سے معاویہ کو تسلیم کیجائے کہ وہ کتاب اللہ۔ سنت رسول اور سیرت خلفائے راشدین پر عمل کرے۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ معاویہ کو یہ اختیار نہین ہے کہ وہ اپنے بعد کسی کو اپنا ولیعہد بنائے بلکہ یہ امر مسلمانون کے مشورہ پر رہے۔ وہ جسے چاہین اپنا امیر بنائین۔ اور شرط یہ ہے کہ خدائی زمین مین لوگ اُس سے بیخوف ہون۔ شام ہو۔ عراق و حجاز ہو یا یمن اور اصحاب و شیعہ علی اپنے نفس مال اور اولاد سے بیخوف رہین اور معاویہ بن ابی سفیان پر خدا کی طرف سے یہ عہد ہے کہ وہ حسن ابن علی اور اُنکے بھائی حسین بن علی یا اہلبیت رسول مین کسی سے ظاہر و باطن مین کوئی کدورت نہ رکھے وہ کہین ہون شہادت فلان فلان اور کافی ہے۔ شہادت حق سبحانہ تعالیٰ کی"۔

اعثم کوفی کہتا ہے کہ حسن نے بشیر سے خط مین تحریر فرمایا کہ " اگر بندگان خدا کے ساتھہ اچھی زندگی بسر کرے اور انھین مال اور زنان و فرزند کی طرف سے بیخوف کردے اور خدا کے اوامر و نواہی اور آداب رسول پر عمل کرے تو امارت تجھے سپرد کردون اور اگر تو مسلمانون سے رعونت اور تکبر کریگا اور انتظام امورات موافق شرع نہ کریگا بلکہ اپنے مذاق کے موافق جاری رکھیگا تو مین جہانتک ممکن ہوگا کوشش کرونگا جب تک خدا ہم مین اور تمھین فیصلہ نہ کرے"۔

اسکے بعد حسن کے وکیل عبداللہ ابن حارث نے معاویہ سے کہا کہ امیر المومنین بران قرار خلافت تسلیم

میکند که اگر ترا پیش از وے وفات رسد خلافت از آن او باشد و بعد از تو کار بدست گیرد و در مدتے کہ تو بخلافت قیام نمائی ہر سال پانصد ہزار درہم از بیت المال بدو دہی و خراج دارالجرد و فارس از آن او باشد تا ہر سال خراج آنرا بر قانونے کہ ہست می ستاند معاویہ جواب داد کہ بہرین جملہ رضا دادم" اسکے بعد مہر اور دستخط والا کاغذ بھیجا۔ عبداللہ ابن عامر اور عبداللہ ابن سمرہ بھی ساتھ آئے ان لوگوں نے معاویہ کی منظوری بیان کی اور حسن نے کہا کہ معاویہ سے جو کہا گیا ہے کہ اُسکے بعد خلافت ہماری طرف آئیگی بہتر نہیں ہے۔ میں اسی نہیں چاہتا اگر مجھے اسکی خواہش ہوتی تو میں حوالہ نہ کرتا۔ اب میں خراج دارالجرد اور دیگر مال بھی نہیں چاہتا۔ اور اُس سے بیعت کرتا ہوں"۔ یہ کہکر صلحنامہ لکھا کہ "یہ صلحنامہ ہے حسن ابن علی اور معاویہ ابن ابی سفیان میں اُس سے اس امر پر صلح کی گئی ہے اور خلافت سپرد کی ہے کہ جب وہ وفات کرے اور نزدیک یہ ارتحال ہو تو خود کسی کو ولیعہد نہ بنائے بلکہ مسلمان شورے سے اُسکا تصفیہ کرلیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ عامہ مسلمین اُسکے ہاتھ اور اُسکی زبان سے بیخوف ہوں۔ اور خلق اللہ کے ساتھ اچھی زندگی بسر کرے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ علی ابن ابی طالب کے شیعہ اُنکے متعلقین اور اُن کے زن و فرزند ہر جگہ محفوظ اور بیخوف رہیں اور اُن سے کم و زیادہ کسی طرح کا تعرض نہ کیا جائے۔ امیر معاویہ نے عہد کیا اور اِسے قبول کیا کہ اس اقرار پر وفا کریگا اور شرائط بھی بجا لائیگا اور کسی طرح کا مکر و کید نہ کریگا اور حسن ابن علی اور اُنکے بھائی حسین ابن علی اور اُنکے زن و فرزند اعزا اور اقربا اور اہلبیت حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ و آلہ سے ظاہر و باطن بدی نہ کریگا اور ایسا کرنیکا حکم نہ دیگا۔ یہ لوگ جہاں رہیں محفوظ رہیں۔ انھیں کسی طرح کی دہمکی نہ دیجائیگی۔ گواہ ہوئے عبداللہ ابن حارث ابن نوفل۔ عمر ابن ابی سلمہ وغیرہ"۔

روضۃ الصفا کے موافق حضرت امام حسنؑ نے علاوہ اور شرطوں کے ابن عامر سے جو مخصوص شرط لکھوائی تھی وہ یہ تھی کہ "در عطایا و صلات بنی ہاشم را بر اہل بیت خویش تفضیل و ترجیح کند"۔ اسی مورخ کے موافق معاویہ نے بجز "سب علیؑ" کے تمام شرائط منظور کیے اور کہا کہ جس جگہ حسن موجود ہوں وہاں سبّ نہ کی جاوے۔ اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ "یکے از شرایط صلح آنکہ تعیین خلیفہ بعد از معاویہ بے مشورت امیر المومنین حسن نباشد"۔ علامہ مجلسی کے موافق ایک شرط یہ تھی کہ معاویہ اپنے کو "امیر المومنین" کے خطاب یاد نہ کرے۔ رائٹ انربل مولوی السید امیر علی صاحب بالقابہ بھی تاریخ اسلام میں زمانے میں کہ

"صلح کے شرائط میں جو معاویہ اور حضرت حسن کے مابین ہوئی تھین۔ حضرت حسین کا حق خلافت بین طور پر محفوظ رکھا گیا تھا"۔

کامل ابن اثیر مین علاوہ عام حالات کے مخصوص باتین یہی ہین کہ معاویہ نے ایفائے شرائط سے انکار کرتے وقت کہا کہ "ہم پہلے خط کے موافق عمل کرینگے نہ کہ سفید مُہر والے کاغذ کے موافق۔ اسی مورخ کے موافق معاویہ نے "سب و شتم علی نہ کرنے سے انکار کیا"۔ اور اب حسن نے یہ شرط پیش کی کہ میری سامنے سب نکرنا معاویہ نے "اس کا اقرار کیا لیکن وفا نہ کی" اور "خراج بھی نہین دیا"۔

تاریخ خمیس کے موافق حسن کی شرط تھی کہ معاویہ "نہ طلب کرے اہل مدینہ حجاز و عراق سے کوئی ایسی چیز کہ اُنکے باپ کے زمانہ مین تھی اور یہ کہ اُسکے بعد ولیعہد ہم مین سے ہو اور یہ کہ اختیار دی کہ ہم بیت المال مین سے بقدر ضرورت لے لین۔ اسپر معاویہ خوش ہوا"۔ نیز اسی مین ہے کہ معاویہ نے "دس آدمیون کو امان دینے سے انکار کیا اور حسن نے اس بارہ مین مراجعت کی پھر معاویہ نے لکھا کہ قیس ابن سعد کو پاؤنگا تو قتل کرونگا۔ اسپر بھی حسن نے مراجعت کی کہ بیعت نہ کرونگا اور اب معاویہ نے سفید کاغذ بھیجدیا کہ "جو لکھوگے اُسے قبول کرونگا اور" لکھا حسن نے کل اُن باتونکو جو پہلے لکھا تھا" اور معاویہ نے "سب کو قبول کیا"۔ اب حسن نے "خلع کیا اپنی نفس کو اور امارت معاویہ کو تسلیم کی"۔

ابو اسحٰق اسفرائینی اپنے رسالہ نور العین فی مشہد الحسین مین معاویہ کی رحلت کے وقت یزید کے اس سوال پر کہ "آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا" جواب دلواتے ہین کہ "خلیفہ تو ہی ہوگا"۔ لیکن پھر آگے یہ وصیت بھی کراتے ہین کہ "رعیت کے متعلق کوئی کام حسین رضی اللہ عنہ کے مشورہ بغیر نہ کرنا......

اس لئے کہ اے بیٹا خلافت ہمارا حق نہین ہے یہ حق اُنکا ہے اور اُن سے پہلے اُنکے باپ اور اُنکے نانا کا تھا اور اُنکے بعد اُنکے اہل بیت کا حق ہوگا۔ بیٹا! تم تھوڑے ہی مدت تک خلافت کرنا یہانتک کہ حسین رضی اللہ عنہ بالغ ہوجائین اور اچھی حالت مین مکہ جائین پھر وہ خود خلیفہ ہون یا جسکو چاہین اہلبیت مین سے خلیفہ بنائین اور خلافت اپنے حقدار کے پاس جا پہونچے"۔

انسائیکلوپیڈیا (حسن و حسین) مین یہ عبارت ہے کہ "علی کی رحلت پر اُنکے فرزند اکبر حسن خلیفہ منتخب ہوئے لیکن وہ اس شرط پر معاویہ کے حق مین مستعفی ہوئے کہ وہ اُسکے بعد پھر خلیفہ ہونگے"۔ مولوی حسن میان

پھلواری صاحب اپنے قابل مطالعہ رسالہ "غم حسینؑ" مین فرماتے مین "تمام کتب تاریخ وسیر وغیرہ سے ثابت ہے اور تمام محققین علمائے اہل سنت کا اسپر اتفاق ہے کہ سیدنا امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت صرف اُنکے حیات تک کیلئے سپرد کی تھی اور اسی شرط پر اُنکو خلافت سونپ دی تھی کہ تمہارے بعد خلافت ہماری ہی طرف لوٹے گی۔ تمکو ہرگز یہ حق نہ ہوگا کہ کسیکو اپنا ولیعہد بناؤ یا اس کو میراث سمجھو"۔

اسکے بعد ابن عبد البر اندلسی کی استیعاب جلد اول صفحہ ۱۴۴ سے فرماتے ہین "باتفاق عام علمائے اہل سنت کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ امام حسنؑ امیر معاویہ کو صرف اُنکی حیات تک کیلئے خلافت سپرد کی تہی نہ مابعد کے لئے بہی اور اسی پر ان دونون کے مابین صلح ہوئی تہی"۔ کتاب الامامت والسیاسۃ ابن قتیبہ دینوری سے نقل فرماتے ہین "امام حسن نے امیر معاویہ صاحب سے اِس بات پر صلح کی کہ امامت (خلافت) امیر معاویہ کے لئے ہے جب تک وہ زندہ رہین۔ پھر جب وہ مرجائین تو اُنکے بعد خلافت و امامت حسنؑ کی ہوگی"۔ صاحب شواہد النبوۃ فرماتے ہین:۔ معاویہ با امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ در سر مصالحہ کرد و عہد بست برآنکہ اگر و یرا حادثہ پیش آید خلیفہ امیر المومنین حسن باشد" مصالحت کے بعد قیس ابن سعد کوفہ چلے آئے اور معاویہ بھی آیا حسن اور معاویہ کی گفتگو مین مخصوص بات یہ تہی کہ معاویہ نے بقول شواہد النبوۃ واعثم کوفی حضرت امام حسنؑ سے کہاکہ "ابتدائی آفرینش سے کسی نے ایسی شجاعت نہین کی۔ یہ جود وسخاوت خاندان بنی ہاشم کے لحاظ سے حیرت خیز نہین ہے۔ اور آزادونکی طرح امر خلافت مجھے حوالہ کر دیا ہی۔ اسکے بعد کہا "جب آپ یہ احسان کرچکے۔ ممکن ہے کہ ابہی لوگون کو یہ معلوم نہ ہو اور سمجھتے ہون کہ آپ کو رغبت خلافت ہے۔ اگر مصلحت سمجھے تو کچھہ فرمادیجے کہ لوگ میرے بارہ مین آپکے احسان سے واقف ہوجائین"۔ تاریخ خمیس کے موافق حسن کے خطبہ کہنے کیلئے عمر عاص نے معاویہ کو اس لئے صلاح دی تہی کہ "دخل نہونیکی وجہ سے نقص ظاہر ہوگا"۔ معاویہ نے اسے مکروہ سمجھا۔ لیکن آخر مین حسن سے خواہش ظاہر کی۔ اور جب حسن اپنے خطبہ مین معاویہ کو مخاطب کرکے اُس جگہہ پہونچے کہ "تیرے وجہ سے فساد اور خون ہوا"۔ تو معاویہ نے کہا کہ "مین نہین خیال کرتا تھا کہ ایسی بات کا"۔ بقول ابن خلدون "امیر معاویہ نے آپ کو بٹھالیا کیونکہ اُنھون نے اُنکے خلاف خیال بیان فرمایا تھا"۔ ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ کے موافق فرمایا "تملوگ جانتے ہو

صلح کے بعد کی گفتگو اور حسنؑ سے خطبہ کی خواہش

حسنؑ کا خطبہ

کہ خدانے تمہین گمراہی اور جہالت سے میرے نانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت آزاد کیا
اور ذلت وخواری کے بعد تمہین عزیز کیا اور قلت کے بعد تمہین کثرت عطا کی۔ جانو۔ کہ معاویہ نے مجھسے
ایک ایسے امر مین نزاع کی جو میرا حق تھا اُسکا نہ تھا۔ مین نے صلاح امت پر غور کیا اور فتنہ کو منقطع کیا
حالانکہ تمنے مجھہ سے بیعت کی تہی کہ تم اُس سے صلح کروگے جس سے مین صلح کرونگا اور جنگ کروگے جس سے مین
جنگ کرونگا لیکن میری رائے یہ قرار پائی ہے کہ معاویہ سے صلح کرلون اور جو جنگ کہ واقع ہے اُسے برطرف
کرون اِس لئے کہ لوگ قتل سے محفوظ رہین۔ انکے خون کی محافظت اِس سے بہتر ہے کہ انکا خون بہایا جائے۔
مین نے اس صلح کا ارادہ نہین کیا مگر تمہاری صلاح اور بقا کے لئے" بعض مورخین کے موافق حضرت نے
اپنی تقریر مین شرائط صلح بھی بیان کردیئے تھے۔

عمر عاص کی صلح شکن تقریر

اعثم کوفی کے موافق عمر عاص کھڑا ہوا اور کہنے لگا:۔ اے اہل عراق! ہم اور تم راہ راست پر
تھے کہ مختلف ہوا ؤن نے ہملوگون کو جدا کردیا۔ لڑائیان ہوئین۔ آخر مین حکمین نصب ہوئے اور سب لوگ
انکے ایسے حکم پر جو موافق کتاب خدا وسنت رسول ہو راضی ہوئے۔ حکمین نے اُسپر یہ طے کیا کہ تملوگ ہمپر
ظلم اور ترجیح کا دعویٰ کرتے تھے۔ آج حق اپنے مرکز مین قایم ہوا اور جنگ سے فارغ ہوئے۔ تمکو گذشتہ
کا عُذر اور گذشتہ نافرمانی اور عصیان کا موافقت اور اطاعت سے تدارک کرنا چاہئے۔ کہ دین اور
دنیا کے امورات اور مصالح کا انتظام ہو اور پراگندگی رفع ہو"

معاویہ کی ویسی ہی تقریر

اسکے بعد معاویہ نے کہا:۔ ...... " ابتک جو کچھہ لڑائیان اور کوششین ہوئین اور جس قدر
خون بہا اور مسلمانون کے امورات مین جو کچھہ خلل واقع ہوا یہ سب باتین گذر گئین۔ نظم ظاہر ہوا اور
پریشانی وتفرقہ دور ہوا۔ بڑے تنزل کے بعد حق اپنے مرکز مین ہوا اور فتنہ کی آگ بجھی۔ ہماری
دعوت عزیز ہوئی۔ مین نے جو شرطین کی ہین اُسکا سرا میرے ہاتھ مین ہے چاہون وفا کرون خواہ
نہ کرون۔ تمہین اُسے کوئی مطلب نہین۔ تمکو اطاعت سے کام رکھنا چاہئے"

یہ تقریر سنکر بقول اعثم کوفی " تمام آدمی برہم اور غضبناک ہوگئے اور معاویہ کو گالیان دینے
لگے اور قصد کیا کہ اُسے مار ڈالین قریب تہا کہ بہت بڑا فساد اور خونریزی واقع ہو معاویہ ڈر گیا
اور اپنی گفتگو سے پشیمان ہوا"

اسکے بعد ایک نہایت پُرجوش روایت یہ ہے کہ قیس ابن سعد جب معاویہ کے دربار مین گئے تو اُس نے کہا کہ "اے قیس مین نہین چاہتا تھا کہ مین امیر ہون اور تو زندہ رہے" قیس نے جواب دیا "مین بھی نہین چاہتا تھا کہ مین زندہ رہون اور تو حکومت کرے" بقول علامہ مجلسی قیس کے قول کے موافق۔ جب یہ معاویہ کے پاس آئے۔ تو درمیان مین نیزہ اور تلوار رکھدی گئی تھی اور معاویہ نے خود اپنا ہاتھ بڑھا کر انکے ہاتھ پر رکھدیا۔

قیس اور معاویہ

بقول روضۃ الصفا۔ معاویہ نے حسین کے پاس طلب بیعت کے لئے آدمی بھیجا۔ حسین نے انکار کیا۔ امام حسن نے معاویہ سے کہا کہ "اے معاویہ حسین کو بیعت کیلئے مجبور نہ کر اس لئے کہ اُنکے نزدیک قتل ہو جانا تیری بیعت کرنے سے بہتر ہے۔ تو اُنھین نہین قتل کر سکتا جب تک اُنکے اہلبیت کو قتل نہ کرے اور اہل بیت قتل نہین ہو سکتے جب تک اُنکے شیعہ قتل نہ ہون۔ معاملہ طول کھینچیگا۔ یہ سُنکر معاویہ نے خاموشی اختیار کی"

حسین سے بیعت کی خواہش اور اونکا انکار

بقول کامل ابن اثیر حضرت امام حسین نے اپنے بھائی سے کہا "اپنے باپ کی تکذیب اور معاویہ کی تصدیق نہ کیجئے حسن نے کہا چپ رہو مین تم سے زیادہ جانتا ہون" بقول اعثم کوفی "حسین نے حسن کی طرف دیکھا اور کہا "اب کوئی تدارک نہین ہو سکتا اور نہ کوئی اصلاح ہو سکتی ہے۔ جو کچھ آپ نے کیا مجھے اس سے بہت کراہت تھی لیکن مین نے نہ چاہا کہ آپ کی خلاف کرون۔ آپکی خوشنودی کے لئے خاموش رہا"

صلح اور حسین

بقول علامہ مجلسی "امام حسین علیہ السلام اپنے برادر عالی وقار کی خدمت مین روتے ہوئے حاضر ہوئے پھر حضرت کی خدمت سے ہنستے ہوئے باہر آئے امام حسین علیہ السلام کے دوستون نے حضرت سے پوچھا کہ یہ کیا امر ہے حضرت نے فرمایا کہ عجب ہے میرے جانے سے ایسے امام کی خدمت مین کہ اُنکو مین سکھانا چاہتا تھا پس مین نے اُن سے عرض کیا کہ آپ نے کس وجہ سے حکومت سپرد کردی اُنھون نے فرمایا کہ جو وجہ تمہارے پدر بزرگوار کو داعی ہوئی تھی اُس زمانہ سے پیشتر کے زمانہ مین"۔

اعثم کوفی کے موافق معاویہ کی تقریر کے بعد مسیب بن نجبۃ الفزاری کھڑے ہوگئے اور حسن کے قریب جا کر کہا کہ "جہانتک غور کرتا ہون یہ مشکل حل اور میری حیرت تمام نہین ہوتی کہ آپ نے کیون معاویہ سے بیعت کی اور چالیس ہزار مردان شمشیر زن کو مہمل چھوڑ دیا۔ نیز آپ نے اپنے زن و فرزند اور دوستون کے لئے کوئی مضبوط عہد نہین لیا اور ایسا صلحنامہ لکھا جو آپ اور اُسکے درمیان ہے لوگون کو اسکی کوئی

صلح کے متعلق حسن سے مسیب کا سوال و جواب

خبر نہین ہے۔ اِس وجہ سے معاویہ منبر پر جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مین نے جو عہد کیا ہے اُسکا سرا میرے ہاتھ مین ہے چاہون وفا کرون یا نہ کرون۔ یہ آپ کی موجودگی مین کہتا ہے۔ یہ وہ آپ ہی سے کہرہا تھا اسکا مخاطب کوئی دوسرا نہ تھا۔ یہ امر عظیم آپ سے سرزد ہوا۔ اسکی عاقبت بخیر ہو۔" حسن نے جواب دیا:۔

"اے مسیبؑ یہ چالیس ہزار مردان شمشیر زن جو بظاہر ہمارے ساتھ تھے تجھے معلوم ہے کہ مطلق حکم نہین مانتے تھے اور جسے معاویہ کے مقابلہ مین جنگ کے لئے بھیجا جاتا تھا اُس سے ملجاتے تھے یا اُسکے پاس چلے جاتے تھے۔ یہ حال دیکھکر صلح کی گئی۔ اگر ایسا نہ کرتا تو کیا کرتا۔ اب تمھین اسکا بہتر تدارک کیا معلوم ہوتا ہے۔"

مسیب نے جواب دیا:۔

"اے امیر المومنین اگر آپ کی خواہش ہو تو تدبیر یہ ہے کہ اس بیعت سے باز آئیے اور اپنی پہلی حالت پہ عود کیجئے۔ اور اُس سے کہئے کہ تو نے میرے سامنے یہ کہکر کہ چاہے اپنے عہد پر وفا کرون چاہے نہ کرون عہد کو توڑ ڈالا۔" یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ بصرہ کا ایک شخص جسکا نام عبیدہ بن عمر الکندی تھا قریب آیا۔ اسکے چہرہ پر ایک گہرا زخم تھا۔ امیر المومنین حسن اسے پہچانتے تھے۔ پوچھا کہ تجھے یہ زخم کب لگا تھا۔ کہا "جس

عبیدہ کندی اور حسن

ابن سعد کی موافقت مین جب معاویہ سے جنگ کی تھی۔ یہ سنکر حجر ابن عدی الکندی نے کہا:۔

حجر اور عبیدہ کا تاسف۔

"کاش تو اور ہم اُس روز ہلاک ہوجاتے کہ یہ مُرادن نہ دیکھتے کہ دشمن کی مراد بر آئی اور ہم لوگ دل تنگ اور غضبناک ہوئے۔ موت اِس زندگی سے کہین بہتر تھی۔"

یہ سنکر حسن کا چہرہ متغیر ہوگیا اور اُٹھکر اپنے گھر چلے گئے۔ یہان سے حجر ابن عدی کو بلوایا اور فرمایا:۔

حسن تسکین دیتے ہین

"حجر مجھے تمہاری شفقت اور اپنے بارہ مین تمہارا اعتقاد معلوم ہے۔ تم نے معاویہ کے مجلس مین جو باتین کہین اُسکا وہان موقع نہ تہا۔ مین چاہتا تھا کہ تمہین وہین تسکین دون۔ لیکن اغیار وہان موجود تھے۔ تم اپنے کو خوش کرو اور رنجیدہ نہ ہو کہ مین نے تمہاری بہتری کے لئے صلح کی اس لئے کہ تم آرام پاؤ اور مسلمانون کا خون تہ ہے۔ مجھے طمع جاہ اور زیادتی مال کی خواہش نہین ہے۔ مین نے اپنے کو اس کام سے سبکدوش کیا کہ عبادت خدا مین بسر کرون۔ تمکو میری رضا پر توجہ کرنی چاہئے اور ایسی باتین نہ کرنی چاہئین۔"

سفیان ابن ابی لیلیٰ اور حسنؑ۔

اُس وقت سفیان ابن لیلے التیمی داخل ہوا اور کہنے لگا:۔

"سلام ہو تمپر اے ذلیل کرنے والے مومنین کے۔ یہ تمنے کیا کیا۔ کاش ہم اور تم مرجاتے کہ یہ کانٹا

نہ پُچھتا"۔

اِسکے بعد حسین کی متذکرہ صدر تقریر تھی جسے سُنکر مسیب ابن نخبہ نے کہا:۔

بقول روضۃ الصفا

"ہمارے لئے مشکل نہین ہے اس لئے کہ معاویہ کو ہم لوگون کی ضرورت ہے اور ہماری ساتھہ رعایت کریگا۔ لیکن ہمارا دل تمہارے طرف لگا ہوا ہے کہ مبادا معاویہ تم سے نقض عہد کرے اور وہ کوئی لحاظ نہ کرے"

متذکرہ صدر واقعات بہ اختلاف وقت ومقام عام تواریخ مین پائے جاتے ہین۔

علی ابن بشر اور حسین

علی ابن بشر حضرت امام حسن کی وجہ مصالحت سننے کے بعد حضرت امام حسین کے پاس گیا اور جو کچھہ سُنا تھا بیان کیا اسپر سبط اصغر نے فرمایا "ابو محمد نے جو کچھہ فرمایا وہ حق اور مطابق صدق ہے جب تک معاویہ زندہ ہے اب بجز اسکے کوئی چارہ نہین ہے کہ ہر شخص اپنے گھر مین بیٹھا رہے"۔

اہل بصرہ کی استقامت کا درجہ

اعثم کوفی کے موافق جس وقت اہل بصرہ نے سُنا کہ حسن نے امارت معاویہ کو تفویض کر دی اُنلوگون کو بہت رنج ہوا اور بہت سے لوگون نے جمع ہو کر کہا کہ ہم اسپر راضی نہ ہونگے کہ فرزندان علی و رسول کے ہوتے ہوئے ہم معاویہ کی خلافت کو قبول کرلین۔ عمران ابن آبان نے جو روساء کوفہ مین سے ایک تھا لوگونکو تسکین دی اور شہر پر حسن کے نام سے قبضہ کیا (ابن خلدون بھی قبضہ کا ذکر کرتا ہے) معاویہ کو یہ خبر معلوم ہوئی اُسنے عمر ابن ارطاۃ کو لشکر کثیر کے ساتھہ بھیجا۔ جس قدر لوگ حمران کے ساتھہ جمع ہوئے تھے۔

عمر ابن ارطاۃ اور ابوبکرہ

متفرق ہوگئے۔ دوسرے روز عمر ابن ارطاۃ قصر الامارۃ سے مسجد مین آیا اور جس قدر نا ملایم الفاظ علی اور اولاد علی کے لئے استعمال کرسکتا تھا کئے اُس وقت ابوبکرہ کھڑے ہوگئے اور کہا "جھوٹ کہتا ہے اے دشمن خدا ....." ابن ارطاۃ نے انکے گرفتاری کا حکم دیا لیکن بنو ضبہ بیچ مین پڑے اور انھین اُٹھالے گئے۔ ابن ارطاۃ چھہ مہینہ تک حاکم رہا۔ اسکے بعد عبداللہ ابن عامر کریز اور اسکے بعد زیاد ابن ابیہ عامل مقرر کیا گیا۔

مصلحت صلح پر مزید عکس۔

علامہ مجلسی احتجاج طبرسی سے زید بن وہب جہنی کے زبانی ایک روایت نقل کرتے ہین جس سے مصالح صلح پر کچھہ اور عکس پڑتا ہے اور وہ یہ ہے کہ "جب حسن بن علی علیہ السلام مدائن مین مجروح ہوئے تو مین ان جناب کی خدمت مین حاضر ہوا اور وہ جناب درد مین مبتلا تھے مین نے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ کیا رائے ہے آپ کی کیونکہ لوگ متحیر ہین۔ حضرت نے فرمایا کہ مین دیکھتا ہون قسم بخدا معاویہ اُنلوگون سے

میرے لئے بہتر ہے۔ یہ لوگ گمان کرتے ہین کہ یہ میرے شیعون مین سے ہین۔ میرے قتل کے درپے ہوئے میرا اسباب لوٹا۔ میرا مال لے لیا۔ واللہ اگر مین معاویہ سے ایک عہد لے لون کہ مین اُسکے سبب سے اپنی خونریزی کو روکون اور اُسکے سبب سے مین اپنے اہل مین امن سے رہون تو یہ امر بہتر ہے اِس سے کہ یہ لوگ مجھے قتل کرین اور میرے اہلبیت اور اہل ضائع ہون۔ قسم بخدا کہ اگر مین معاویہ سے مقاتلہ کرون تو یہ لوگ میری گردن پکڑکر مجھے معاویہ کے سپرد کردینگے صلح کی راہ سے۔ پس واللہ اگر مین اُس سے صلح کرون اس حال مین کہ میری عزت قائم رہے یہ میرے نزدیک بہتر ہے اِس امر سے کہ وہ مجھے قتل کرے اُس حال مین کہ مین اُسکا اسیر ہون یا وہ منت رکھکر چھوڑدے اور یہ امر باعث عار ہو بنی ہاشم کے لئے قیامت تک اور معاویہ اور اُسکی اولاد ہمیشہ احسان جتائے اسکا ہمارے ہر زندہ اور مُردے پر۔"

آگے بڑھکر حضرت امام محمد باقر سے ایک روایت ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ سے نقل فرماتے ہین کہ ..... پھر اُنکے فرزند امام حسین علیہ السلام سے بیعت کی گئی اور عہد کئے گئے آنجناب سے۔ پھر آنجناب سے غدر کیا گیا اور اُنکا ساتھ چھوڑ دیا پھر اُن حضرت پر اہل عراق نے حملہ کیا یہان تک کہ اُن جناب کے پہلو پر زخم خنجر لگایا گیا اور آنجناب کے لشکر کو لوٹ لیا اور آنجناب کے کنیزونکی خلخالین بہ ظلم چھین لی گئین پس حضرت نے معاویہ سے مصالحہ کرلیا اور آنجناب نے اپنے اور اپنے اہلبیت کے خون ریزی کو روکا اور وہ انتہا درجہ قلیل تھے۔" بحار ہی مین حضرت امام حسن ابوسعید عقیص سے ہمکلام ہین اور فرماتے ہین "ای ابوسعید علت میرے مصالحہ کی معاویہ سے وہی علت ہے کہ جس علت سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے بنی ضمرہ اور بنی اشجع سے صلح کی تھی اور اہل مکہ سے صلح کی تھی جب وہ جناب حدیبیہ سے پھرے۔ وہ لوگ کفار تھے بہ تنزیل اور معاویہ اور اُسکے اصحاب ..... ہین بتاویل ... نہین واجب ہے یہ امر کہ میری رائے پر سفاہت کا الزام لگایا جاوے اِس امر مین کہ جس کو مین بجالاؤن صلح کرلینے یا محاربہ کرنے سے اگرچہ وجہ حکمت اُس امر کی جس کو مین نے کیا ہے معلوم نہ ہوتی ہو۔"

نواسہ رسول کی توہین کیلئے بنی اُمیہ کی بھبتی اور اُسکی وجہ۔

علامہ مجلسی نے کتاب احتجاج سے ایک واقعہ بیان کیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دن معاویہ کے پاس عمر ابن عثمان۔ عمر ابن عاص۔ عتبہ بن ابی سفیان۔ ولید ابن عقبہ اور مغیرہ ابن شعبہ بیٹھے تھے انمین سے ابن عاص نے معاویہ سے کہا کہ حسن نے اپنی باپ کی سیرت کو زندہ کیا ہے لوگ اُنکے پیچھے پیچھے ادب واطاعت

چلتے ہین اور اُنکی تصدیق کرتے ہین اور یہ باتین انھین اُس چیز کی طرف لیجائینگی جو اُن سب سے زیادہ بلند ہے تو انھین یہان بلا اور ہملوگ کہین کہ تم دونون اِس مرتبہ کمال پر پہونچنے سے قاصر ہو اور اُنکی ذلّت کرین حسنؑ بلائے گئے سلامتی اور بیخوفی کا اقرار ہوا اور معاویہ نے کہا کہ اِنلوگون نے آپ کو بلایا ہے کہ یہ کہین کہ عثمانؓ مظلوم قتل کئے گئے اور آپکے پدر بزرگوار نے اُنھین قتل کیا آپ اِنھین جواب دیجئے جیسا یہ کلام کرین اور میری موجودگی جواب دینے سے باز نہ رکھے۔

گفتگو شروع ہوئی جسمین ابن عاص نے کہا کہ ہم نے آپکو اِس لئے بلایا ہے کہ آپ اور آپکے باپ کے بارہ مین بے ادبی کرین اور آپ اتنی طاقت نہین رکھتے کہ ہمپر عتاب کرسکین اور نہ اِس قدر استطاعت رکھتے ہین کہ ہماری تکذیب کرسکین۔ اسکے بعد حاضرین نے بدگوئی اور بُرانے قصے یاد کرکے جس طرح انتقام لے سکتے تھے لیا اور حسنؑ نے ہر ایک کی حقیقت جواب اور نسب کو جس طرح ظاہر کردیا اُسنے سبھونکی گردنین جھکا دین اور حسن وہان سے اُٹھکر چلے آئے۔ اِس جلسہ مین مروان نہ تھا جب اُسے معلوم ہوا کہ بنی امیہ کو حسن نے ذلیل کیا تو اب یہ آیا اور یہہ دعوے کیا کہ مین اُنھین اِس قدر ذلیل کرونگا کہ قریش کے لونڈی اور غلام اِسے گاتے رہین گے۔ پھر حسن بلائے گئے اور اِنکی مروان نے پھپھولے توڑے اور حسن نے اُسکے متعلق بھی جو کچھہ کہا اُس سے مروان کو بھی سیری حاصل ہوگئی۔

حضرت امام حسنؑ کا آخری زمانہ

اب مین اُس مصلح بنی آدم کے آخری زمانہ پر آتا ہون اور اُن واقعات کو ترک کرتا ہون کہ عہدنامہ کے موافق جو رقم ہر سال ملنی چاہئے تھی وہ برسون نہ ملی سختی اور تنگی برداشت کرین اور غالباً متعلقین کی ضروریات سے مجبور ہو کر بقول صواعق محرقہ معاویہ کو لکھنے کے لئے کبھی قلم دوات طلب کرین لیکن پھر غالباً غیرت سے واپس کرین اور خاموش ہوجائین۔

شہادت حسنؑ

جامع التواریخ ابوالفدا۔ روضۃ الصفا۔ طبری۔ رسالہ نجات۔ شواہد النبوۃ۔ روضۃ الشہدا۔ صواعق محرقہ۔ انسائیکلوپیڈیا۔ اوسبورن۔ صواعق محرقہ اور اعثم کوفی یہ سب مورخین انمین سے کسی امر پر متفق ہین کہ جعدہ بنت اشعث کو بلا کر معاویہ نے حسن کو زہر دلوایا کہ یزید کو ولیعہد کرے۔ یا یہ کہ یزید نے جعدہ کو بلاکر زہر دلوایا اور کسی نے اگر بہت احتیاط کی ہے تو کہا ہے کہ "مشہور" یہ ہے کہ معاویہ کے ایماسے زہر دیا گیا۔ صواعق کی ایک روایت کے موافق تین مرتبہ اور روضۃ الشہدا کے موافق سات مرتبہ

زہر دیا گیا لیکن پیشتر یا تو استفراغ کی وجہ سے اثر نہ ہوا یا علاج سے صحت ہو گئی۔ صاحب روضۃ الشہدا کے موافق مروان ابن حکم نے جو اس وقت مدینہ مین تھا جعدہ بنت اشعث کے پاس ایک رومی کنیز کے معرفت جسکا نام الیسونیہ تھا پیغام بھجوایا کہ اگر تو حسن کو زہر دیدے تو تجھے نہ صرف اس قدر روپیہ ملیگا بلکہ یزید ابن معاویہ جو اسوقت ایسا صاحب اثر ہے تجھے اپنے عقد مین لیلیگا۔

مشہور باپ اور ماں کی بیٹی پر فریب کارگر ہوا اور اُس نے سودہ الماس پانی مین ملادیا امام نے شب کو یہ پانی پیا اور حلق سے نیچے اُترنا تھا کہ فرمایا "آہ کیسا پانی تھا کہ حلق سے ناف تک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا" اسکے بعد حسین کو طلب کیا اور سینہ سے لگا لیا۔ حال کہا حسین انپے لب اقدس تک جام اب لیگئے تھے کہ امام نے جلدی سے چھین لیا اور زمین پر پھینکدیا۔ اسکے بعد درد شکم سے زمین پر لوٹنے لگے۔ آفتاب طلوع ہو رہا تھا کہ طشت جگر کے ٹکڑون سے بھر گیا اور رنگ مین سبزی آنے لگی۔ دوبارہ فاطمہ کے پارہ جگر ایک دوسرے سے لپٹے اور رخسار آنسوؤن سے تر ہو گئے۔ حسین نے اپنے برادر معظم سے پوچھا کہ آپ کو کسپر زہر دینے کا گمان ہے۔ اسپر امام نے سوال کیا کہ کیا اُسے قتل کروگے؟ اور جب اثبات مین جواب سُنا تو بقول عام مورخین کے فرمایا کہ "اگر وہی ہے جسپر میرا گمان ہے تو خدا کا غضب سب سے زیادہ سخت ہے اور اگر وہ نہین ہے تو مجھے پسند نہین ہے کہ کوئی بے گناہ میرے لئے قتل ہو"۔ بقول روضۃ الشہدا اسکے بعد بنت اشعث کو خلوت مین طلب کرکے ملامت کی اور اسکے بعد منھ پھیر لیا۔ اور زمانہ رسول کے بڑے نواسے سے خالی ہو گیا۔ بقول اعثم کوفی "ثقہ راویون سے سُنا گیا ہے کہ جس وقت معاویہ نے مصمم ارادہ کرلیا کہ اپنے بیٹے کو اپنا ولیعہد مقرر کرے تو اُس نے خیال کیا کہ امام حسن کی زندگی مین یہ بات وقوع مین نہ آسکے گی اس لئے اُس نے ہمہ تن کوشش کی کہ اس مسند نشین امامت کو دنیا سے رخصت کرے" اسکے بعد مروان کی کوشش اور جعدہ کو فریب دینے کی تفصیل ہے۔

بھائی کا آخری وقت اور حسینؑ

طبری کہتا ہے "چون حسن علیہ السلام برفت معاویہ در تدبیر ہلاک او ایستادتا او را بجہ ردی ہلاک کند تا مروان نداشد کرا و را ہلاک کردہ است" (حاشیہ پر غالباً مترجم نے اسے "مفتریات شیعہ" کہکر تنقید تاریخ کا حق ادا کردیا ہے اور یزید و مروان کو بل بکرا بنا لیا ہے) حضرت نے بقول تاریخ خمیس وغیرہ یہ بھی وصیت فرمائی کہ "مین نے عایشہ سے کہا تھا کہ اگر مین شہید ہو جاؤن تو خانہ رسول مین

دفن کے متعلق وصیت

دفن کرنا اور اُس نے اقرار کیا تھا مین نہین جانتا کہ یہ بات ہو بعد میرے۔ اگر وہ خوشی سے کہدے
تو دفن کرنا۔ مین جانتا ہون کہ لوگ تم سے مزاحمت کرینگے۔ اگر ایسا ہو تو بقیع مین دفن کر دینا"۔
بقول علامہ مجلسی فرمایا " دیکھو میرے لئے ایک چلو خون نہ گرے"، حسین معہ بنی ہاشم کے جنازہ
کو قبر رسول پر لائے لیکن کہا گیا ہے کہ بنی امیہ نے ہتیار بندی کی اور بقول روضۃ الصفا " قبل از

دفن کے واقعات

دفن عایشہ ازین معنی وقوف یافتہ بر استرے سوار شدہ بہ انموضع رفت و بہ منع مشغول
گشت۔ شیعہ امیر المومنین علی بنیاد غوغا کردہ گفتند اے عایشہ روزے بر شتر نشستہ
محاربت کنی و روزے بر استر سوار شدہ بر سر جنازہ نبیرۂ پیغمبر منازعت آغاز نہی و
نگذاری کہ اورا دفن کنند و چندانکہ سعی نمودند مفید نیفتاد چہ مردم بہ دو فرقہ متفرق شدند
و بجانب یکدگر تیر انداختند چند تیر بہ جنازہ رسید"
بقول اعثم کوفی "جب امام حسن کی روح اقدس جوار رحمت الٰہی مین چلیگئی تو غسل اور کفن کے بعد
آپ کا جنازہ اُٹھایا گیا اور حضرت رسول خدا کے روضہ مقدس کی طرف لے چلے تاکہ اپنے بھائی کو عالی مرتبہ نانا
کے پہلو مین دفن کرین۔ سعید ابن العاص مدینہ کے حاکم نے عایشہ کے پاس پہونچکر اطلاع کی کہ جنازہ کو وہان دفن
نہ ہونے دے۔ ام المومنین عایشہ صدیقہ اونٹ پر سوار ہوکر اور کسی قدر عثمانی گروہ کے آدمی ہمراہ لیکر دفن کے روکنے
مین مشغول ہوئین"..... امام حسین نے حسب وصیت اپنے مقدس بھائی کا لاشہ نانی (دادی) فاطمہ
بنت اسد بن ہاشم کے پاس دفن کر دیا"۔
طبری کہتا ہے " چون حسن رضی اللہ بمرد چہل و شش سالہ بود بیس اورا گورے کنند ہم پہلوئے گور پیغمبر صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم و بر جنازہ اش نہادند و بیاوردند کہ اورا اگور کنند حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا آگاہ شد بیامد بر
استرے نشستہ و رہا نکردش کہ انجاش در گور کنند۔ مردمان مدینہ بر عایشہ شوریدند کہ یکو میکنی یک روز بر
اشترے ہمی جنگ کنی و دیگر روز بر استر از بہر جنازہ منازعت ہمیکنی۔ و راہ نمیدہی کہ نبیرۂ پیغمبر صلی اللہ علیہ
وسلم را بگور کنند و ہر چند کہ بگفتند عایشہ رضی اللہ عنہا رہا نکرد کہ اورا بگور کنند و مردمان بدو گروہ شدند گروہے
کہ شیعت عایشہ بودند تیر انداختن گرفتند تا جنازہ امیر المومنین حسن پر تیر گشت"
بقول علامہ مجلسی مروان نے حضرت عایشہ سے کہا کہ " اگر امام حسن علیہ السلام رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ دفن ہوئے تو تیرے باپ کا فخر اور اسکے ساتھ ہی عمر کا فخر بالکل روز قیامت تک

محو ہو جائیگا" اور اِسکے بعد حضرت عائشہ نے اپنے کو قبر پیغمبر سے گرا دیا اور کہنے لگین واللہ امام حسن یہان پیہ ہرگز دفن نہ کئے جائینگے یہانتک کہ یہ تراش ڈالی جائین اور اپنے ہاتھ سے اپنے بالونکی طرف اشارہ کیا پس بنی ہاشم نے لڑنے کا ارادہ کیا پس امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ڈرو خدا سے میرے بھائی کی وصیت کو ضائع نہ کرو اور اُنکا جنازہ بقیع کی طرف پھیرے چلو" بقول تاریخ خمیس بنی امیہ کی مسلح شورش دیکھکر ابا ہریرہ نے کہا کہ "یہ ظلم ہے کہ ابن رسول دفن نہ کیا جائے" اور اُنھون نے مقابلہ کا ارادہ دیکھکر وصیت حسن یاد دلائی۔

خبر علالت وشہادت اور معاویہ۔

یہی مورخ ابن خلکان سے نقل کرتا ہے کہ جب امام علیل ہوئے تو مروان نے معاویہ کو اطلاع دی اور اُس نے جواب بھیجا کہ مجھے برابر خبر بھیجتے رہنا اور جب شہادت کی اطلاع ہوئی تو اُسکے تکبیر کی صدا خضرا سے سُنی گئی۔ اور یہ صدا سُنکر اہل شام نے تکبیر کہی۔ اسیر فاختہ بنت قریضہ نے پوچھا "تیری آنکھ ٹھنڈی ہو کیون تکبیر کہی جو کہا۔ مرگیا حسن۔ کہا۔ کیا ابن فاطمہ کی موت پر جو کہا نہین۔ نہ بلحاظ شماتت۔ بلکہ میرا دل ٹھنڈا ہو گیا" اُس وقت ابن عباس معاویہ کے پاس گئے اور اُس نے کہا "جانتا ہی کہ تیرے اہلبیت مین کیا ہوا۔ جواب دیا نہین لیکن تو خوش معلوم ہوتا ہے۔ کہا حسن مرگئے" اِسی مورخ کے موافق خبر شہادت سنکر معاویہ نے کہا "حسن سے تعجب ہی کہ ایک گھونٹ شہد اور پانی پیا اور مرگئے" اِسی مورخ ونیز روضۃ الصفا کے موافق معاویہ کی شماتت پر ابن عباس نے جواب دیا کہ "جو گڑھا تیرے لیے مقدر ہوا ہے وہ حسن کی رحلت سے مسدود نہ ہو جائیگا" اور یہ کہکر اُٹھ گئے۔ علامہ مجلسی نے یہ واقعات ربیع الابرار زمخشری اور کتاب العقد ابن عبد ربہ سے نقل کئے ہین۔

بقول اعثم کوفی "ایک دن عبداللہ ابن عباس معاویہ کی محفل مین موجود تھا معاویہ نے ملامت کی راہ سے کہا اے عباس تو نے سُنا کہ حسن بن علی نے ملک پر مرگ کو ترجیح دی"۔

امیر شام عبداللہ ابن جعفر یا ابن عباس کو بمقابلہ حسین افسر بنی ہاشم بنانا چاہتا ہے۔

امیر شام اسکے قبل بقول علامہ جیسا احتجاج طبری سے نقل کیا ہے عبداللہ ابن جعفر ابن ابیطالب کو حسنین کی تعظیم پر طعنہ دے چکا تھا اور سخت جواب سُنا تھا اور اب حضرت امام حسن کی رحلت پر وہی چال ابن عباس پر آزمائی اور کہا کہ اب تو تم سردار قوم قرار پاؤ گے جسپر ابن عباس نے کہا کہ ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام باقی ہین۔

حسن کا مرثیہ۔

فضل ابن عباس نے حضرت امام حسن کا جو مرثیہ کہا اُسکا ترجمہ یہ ہے کہ "آج کے دن ابن ہند حسن کی

رحلت سے اظہار نخوت میں بخوف ہوگیا۔ اُسکے بعد معاویہ کو راحت ہوئی اور وہ جناب حوادثات زمانہ سے قبر میں مقیم ہوئے۔ اے ابن ہند تو بخوف چراگاہ میں چر۔ حمار وحشی کا موٹا ہو جانا اُسکے اُچکنے کا سبب ہو جاتا ہے"۔

حسین مرثیہ کہتے ہیں۔

اپنے بھائی کی لاش کو لحد میں رکھنے کے وقت حضرت امام حسین نے جو مرثیہ فرمایا اُسکے بعض اشعار کا ترجمہ یہ ہے:۔ "کیا میں اپنے سر میں تیل ڈالوں یا میری مجلسیں پاکیزہ ہوں درانحالیکہ سر مبارک آپ کا خاک آلودہ اور آپکے جسم کا لباس اُتارا ہوا ہو۔ دنیا کی کسی محبوب شئے سے کیا فائدہ اُٹھاؤں۔ مجھے وہ چیز محبوب ہے جو آپ سے قریب کرے۔ میں آپ پر برابر روتا رہونگا جب تک کہ کبوتری گو بجے اور جب تک صبا اور باد جنوب چلے جب تک میری آنکھ سے ایک قطرہ اشک نکلے۔ اور جب تک کہ حجاز کے بڑے بڑے درختوں میں کوئی ڈالی سرسبز ہو۔ لُٹا ہوا وہ شخص نہیں ہے جس کا مال لوٹ لیا جائے بلکہ وہی جو اپنے بھائی کو زیر خاک کرے"۔

علی کے دوست اور معاویہ

مجھے بالتفصیل یہ کہنا نہیں ہے کہ معاویہ نے علی کے دوستوں کو ذمہ سے بری کرنیکا اعلان کیا اور وہ تہمت گمان اور شبہہ پر قتل کئے گئے۔ ہاتھ پاؤں کاٹے اور آنکھیں نکلوائی گئیں نہ مجھے اسپر کسی بسط کی ضرورت ہے کہ معاویہ نے کس طرح فضائل علی کو روکا اور اُسکے مقابل کون سے لوگوں کے لئے حدیثیں گڑھوائیں اور آخر میں یہ نتیجہ ہوا کہ دوستان علی کا قتل کرنا اور کرانا حصول تقرب کا ذریعہ بنگیا۔ یا حدیث سازی کا محکمہ بڑی شد و مد سے جاری رہا۔ اور کچھ دنوں کے بعد یہ نوبت پہونچی کہ ایک مرد دو بقول ابن ابی الحدید حجاج سے یہ کہہ سکتا "کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس سے ابو تراب پر سب دشتم کرنے کو کہا جائے اور وہ اُسکے ساتھ اُنکے فرزند حسن وحسین اور اُنکی ماں فاطمہ زہرا کو نرا نہ کہے"۔ میں نہایت مخصوص لوگوں اور حالتوں کے تذکرہ پر قناعت کرونگا۔

سنہ ۴۳ عدی ابن حاتم

ابن خلدون اگرچہ اس واقعہ کا کوئی زمانہ نہیں لکھتا لیکن قیاس آسان ہے کہ وہ عام الجماعت کے قریب کا ہوگا کہ ایک روز عدی ابن حاتم امیر معاویہ کی صحبت میں بیٹھے ہوئے تھے امیر معاویہ نے ازراہ مذاق امیر المومنین علی کے مصاحبت کی چٹکی لی (ہم نے مصاحبت کی چٹکی لی" کا صحیح عربی فقرہ دیکھنا چاہئے) عدی نے ترش رو ہو کر کہا۔ واللہ وہ قلوب جن سے ہمنے تمسے عداوت کی تھی ہمارے سینوں میں ہیں اور بیشک وہ تلواریں جن سے ہم تمسے لڑے تھے ہمارے قبضہ میں ہیں اگر تم ایک بالشت بھی بدعہدی

سے ہماری طرف بڑھو گے تو ہم بڑائی سے تمہاری طرف پانچ ہاتھ بڑھینگے اور بلاشبہہ موت کا غرغرہ اور حالت نزع کا گھڑرہ ہمارے لئے آسان ہے بہ نسبت اسکے کہ ہم علی ابن ابیطالب کے حق مین کوئی کلمہ ناملائم سنین۔ اے معاویہ تلوار کی بوسے تلوار اوٹھائی جاتی ہے۔ معاویہ نے یہ سنکر حاضرین سے خطاب کرکے کہا یہ باتین نہایت صحیح ہین انکو لکھ لو۔ پھر عدی کی طرف متوجہ ہوئے اور نہایت نرمی و ملاطفت سے گفتگو کرتے رہے۔" لیکن ۵۰ھ کے قریب جبکہ زیاد ابن ابیہ بصرہ اور کوفہ کا حاکم تھا اسنے "عدی ابن حاتم کو (جو مسجد مین تھے) گرفتار کرلیا اور یہ دباؤ ڈالا کہ عبداللہ بن خلیفہ (رفیق حجر ابن عدی) کو حاضر کردیا اسکا پتہ بتلاؤ۔ عدی ابن حاتم نے جواب دیا کیا مین اپنے چچا کے لڑکے کو حاضر کردون کہ تو اوسے قتل کرڈالے واللہ اگر وہ میرے قدمون کے نیچے ہوتا تو مین انکو ہرگز نہ اوٹھاتا۔ زیاد نے جھلا کر انکو بھی قید کردیا۔ لوگون کو اس سے ناراضی پیدا ہوئی۔ آپسمین صلاح مشورہ کرکے زیاد کے پاس پہونچے اور اوس سے کہا کہ بڑے غضب کی بات ہے کہ تو یہ فعل اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سرداروں کے ساتھ کرتا ہے۔ زیاد نے بنظر اشتعال طبع عوام یہ کہکر چھوڑ دیا کہ اچھا مین عدی کو چھوڑے دیتا ہون۔ لیکن اس شرط پر کہ یہ اپنے چچازاد بھائی کو کوفہ سے نکال دے"۔

سنہ ۵۰ھ

عمر ابن عاص اور مغیرہ ابن شعبہ کی سیاسی جنگ

معاویہ نے حصول اختیار کے بعد عبداللہ ابن عمر عاص کو کوفہ کی حکومت دی۔ یہ دیکھکر مغیرہ ابن شعبہ نے کہا۔ مصر مین ابن عاص اور کوفہ مین اسکا لڑکا ہے "گویا آپ شیر کے دو دانتون کے درمیان مین ہین"۔ امیر معاویہ نے عبداللہ کو معزول کرکے بجائے اونکے مغیرہ کو مقرر کیا اسکی خبر عمر بن عاص کو پہونچی تو اونھون نے امیر معاویہ سے عرض کیا تمنے ایسے شخص کو کوفہ کا حاکم بنایا ہے جو مال کو ہڑپ کرجائیگا اور تم اوس سے کچھہ وصول نہ کرسکوگے مناسب یہ ہے کہ ایسے شخص کو تم اسکے ساتھ مامور کرو جس سے یہ ڈرے۔ چنانچہ امیر معاویہ نے مغیرہ کو نماز پڑھانے پر متعین کیا"

زیاد کو جسکو اسکی مجہول النسبی کی وجہ سے "ابن ابیہ" یا ابن سمیہ (زیاد کی مان کا نام) کہتے تھے عبداللہ ابن عباس نے فارس کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس نے برابر عمدہ انتظام کیا۔ اور اسی زمانہ مین اسکی انتظامی قابلیت دیکھکر معاویہ نے اسے اپنی طرف ملانا چاہا۔ اور زیاد کو جو خط لکھا اسمین ظاہر کیا کہ تو ابوسفیان کے نطفہ سے ہے۔ "ابن خلدون نے ابن اثیر اور عقد الفرید سے لکھا ہے کہ سمیہ

کسی ایرانی دہقان کی کنیز تہی جو حرث بن کندہ طبیب کو دیگئی اور کیونکر سمیہ کی آوارگی کی خبر سنکر
اِس نے اپنے غلام عبید کو دیدیا اور پھر کیونکر ابوسفیان ایک خمار کے پاس پہونچا اور سمیہ سے تعلق
ہوا جن صورتون کے بعد تصفیہ آسان نہین ہے کہ یہ کس کے نطفہ سے تھا)" زیاد نے خط پڑہکر لوگونکو
جمع کرکے خطبہ دیا جسمین امیر معاویہ کی دہمکی سے تعجب ظاہر کرتے ہوئے کہا تہا کہ معاویہ مجھے ڈراتا
ہے حالانکہ میرے اور اُسکے درمیان مین ابن عم رسول اللہ صلعم مع مہاجرین و انصار کے ہین۔
امیر المومنین علی ابن ابیطالب کو جب اِس سے آگاہی ہوئی تو لکہہ بہیجا کہ مین نے تمکو والی مقرر کیا ہے
اور میرے نزدیک تم اِسکے سزاوار ہو اور ابوسفیان مین خباثت نفس اور ایک جہالت تہی جسکی
میراث تمکو نہ ملنا چاہیئے اور نہ تمہارا نسب اِس سے ملحق ہونا مناسب ہے اور معاویہ انسان کے آگے
پیچھے دائین بائین سے آتا ہے پس اُس سے احتراز کرو۔ پھر احتراز کرو" (ابن خلدون)

عبداللہ ابن زیاد کیونکر قتل سے بچا۔

امیر المومنین کی شہادت کے بعد معاویہ نے کبھی زیاد کو بیت المال بہیجنے۔ کبھی حساب فہمی کے لئے
اور کبھی یونہین طلب کیا لیکن زیاد برابر انکار کرتا رہا۔ یہانتک کہ بشر ابن ارطاۃ نے بصرہ مین اسکی
اولاد پر قبضہ کرلیا جنمین عبدالرحمن۔ عباداللہ اور عبیداللہ کا نام ہے۔ اور سبھون کے قتل کا
قصد کیا۔ ابوبکرہ زیاد کے مادری بھائی نے (جسکے بشر ابن ارطاۃ کے ساتہہ سبّ علی کے معاملہ کو
ہم لکہہ چکے) بشر سے کہا دو تونے انکو بغیر کسی جرم کے گرفتار کرلیا ہے حالانکہ امام حسن بن علی نے معاویہ سے
مع ہمراہیان علی کے جس حیثیت سے تہے صلح کرلیا ہے تجھکو نہ انکے اور نہ انکے باپ کے گرفتار کرنیکا
کوئی حق حاصل ہے" بشر نے مہلت دی۔ ابوبکرہ معاویہ کے پاس گئے۔ رہائی کا پروانہ لیا اور
قتل مین ایک گھنٹہ باقی تہا کہ ابوبکرہ پہونچے اور رہا کرایا۔ مین نہین جانتا کہ ابوبکرہ کیا کرتے۔ اگر
انھین معلوم ہوتا کہ جس عبیداللہ کو اونہون نے امیر المومنین کا دوست سمجھ کر صلح حسن کے ایک دفعہ
سے رہا کیا وہ کچہہ دن کے بعد کیا کرنیوالا تہا!

زیاد نے کچہہ مال عبدالرحمن ابوبکرہ کے پاس ماننتار کھا تہا اور انہون نے اسے بصرہ کے قریب
رکھا۔ معاویہ کو خبر ملی اور اِس نے مغیرہ ابن شعبہ کو قبضہ کرنے کے لئے لکھا۔ مغیرہ نے عبدالرحمن
سے کہا اگرچہ تمہارے باپ نے میرے ساتہہ برائی کی تہی لیکن تمہارے چچا نے میرے ساتھ سلوک
کیا ہے یہ کہکر عبدالرحمن کو لوٹادیا اور امیر معاویہ کے پاس ایک خط معذرت کا لکھ بہیجا۔ بعد اسکے

خود حاضر ہو کر سمجھانے اور معذرت کرنے لگے۔ امیر معاویہ نے کہا جب سے فارس مین زیاد نے قیام کیا ہو اور میری طلبی پر نہین آیا ہے اُسوقت سے شب کو مجھے نیند نہین آتی۔ مغیرہ نے عرض کی زیاد کی حقیقت کیا ہے۔ امیر معاویہ بولے یہ نہ کہو وہ عرب کا ایک بڑا شخص ہے اس کے پاس فارس کا مال ہے۔ حیلہ سازی اور چال بازی مین اُسکو بڑی مہارت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اہلبیت مین سے کسی شخص کی وہ بیعت کرلے اور لڑائی پھر از سر نو چھڑ جائے۔" مغیرہ نے زیاد کے لانے کا وعدہ کیا۔ زیاد کے پاس گیا اور کہا "تمکو معلوم ہے کہ حسن بن علی نے انکی بیعت کرلی ہے حالانکہ یہی ایک شخص ایسے تھے کہ جو امیر معاویہ کی مخالفت کرسکتے تھے پس میرے نزدیک تم اپنی فکر کرو اس سے پیشتر کہ معاویہ کو تمہاری پرواہ نہ باقی رہ جائے۔ زیاد بولا تم کچھ مجھے رائے دو۔ مغیرہ نے جواب دیا میرے نزدیک تم امیر معاویہ کے پاس چلے چلو اور مناسب یہ ہے کہ تم اپنے کو اُنکی ذات سے وابستہ کرکے واپس آجاؤ۔ زیاد نے اسکو قبول کرلیا" معاویہ کے پاس گیا ایک لاکھ درہم پر مصالحت کرلی اور اجازت حاصل کرکے کوفہ مین آٹھہرا۔ مغیرہ ابن شعبہ زیاد کی کمال عزت و احترام کرتا تھا۔ پھر امیر معاویہ نے مغیرہ کو لکھہ بھیجا کہ زیاد۔ حجر ابن عدی۔ سلیمان بن صرد۔ شیث بن ربعی۔ ابن الکوا۔ ابن الحمیق کو بالالتزام نماز جماعت مین شریک کیا کرو"

علی کے دوست اور زیاد۔

۵۰ھ مین زیاد بصرہ کا گورنر مقرر ہوا اور سنہ کے قریب کوفہ بھی اسکے عمل مین شامل کیا گیا اور اسنے قاعدہ مقرر کیا کہ چھ مہینہ بصرہ اور چھ مہینہ کوفہ مین رہتا تھا۔ اعثم کوفی کے موافق کوفہ مین "دوستداران علی کو گرفتار کرتا تھا۔ قتل کرتا تھا۔ ہاتھہ پاؤن کٹواتا تھا اور آنکھین نکلوالیتا تھا" بقول ابن خلدون اوفی بن حصن کی گرفتاری اور قتل کے بعد عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط نے عمرو بن الحمق کی چغلی کی کہ اسکے پاس شیعیان علی کا مجمع ہوتا ہے زیاد نے عمرو بن الحمق کو اس مجمع کرنے سے منع کردیا۔ اور "سمرہ ابن جندب جس کو بصرہ مین اسنے اپنا نائب بنایا تھا اسکی غیر حاضری مین خونریزی پر کمربستہ ہوگیا۔ بیشمار عورتون کو

بصرہ مین آٹھ ہزار کا قتل

بیوہ اور بیحد لڑکونکو یتیم کردیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آٹھ ہزار آدمی اسکے ظلم کے ہاتھون موت کے گھاٹ اُتارے گئے"

حجر ابن عدی

اسی مورخ کے موافق "مغیرہ ابن شعبہ نے یہ عادت اختیار کرلی تھی کہ اپنے زمانہ گورنری مین اکثر مجالس اور خطبون مین امیر المومنین علی پر تعریض کرتا تھا اور امیر المومنین عثمان کی تعریف۔ حجر ابن عدی کو یہ امر شاق گذرتا تھا۔ بسا اوقات کھڑے ہوکر کہہ اُٹھتے تھے۔ خدا تم سے سمجھے تمہاری ہی ذات سے یہ سب

کچھ ہوا مین شہادت دیتا ہون کہ جسکی تم مذمت کر رہے ہو وہ فضیلت کا مستحق ہے اور جسکی تم برائیان
بیان کرتے ہو وہ مذمت کا مستحق ہے... اتفاق سے مغیرہ اپنے آخر زمانہ حکومت مین حسب عادت قدیم منبر
پر کھڑے ہوئے وہی کلمات کہہ رہے تھے حجر نے ایسا ڈانٹ کر کہا کہ کل مسجد والون نے سنا۔ اے شخص ہمارے وظیفے
دیدے تو نے اسکو کیون روک رکھا ہے۔ اِس سے تجھکو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ
تو نے امیر المومنین کی سختی سے مذمت کرتے ہوئے صبح کی.... الغرض مغیرہ بعد چندے مرگئے اور زیاد
بجائے اُنکے گورنر مقرر ہوکر کوفہ مین آیا۔ اثنائے خطبہ مین امیر المومنین عثمان کی تعریف بیان کی اور اُنکے
قاتلین پر لعن کیا۔ حجر نے حسب عادت قدیم جو کہتے تھے کہا۔ زیاد خاموش ہوگیا اور بجائے اپنے عمر بن
حریث کو مقرر کرکے بصرہ واپس آیا۔ بعد چندے یہ خبر پہونچی کہ حجر کے پاس شیعان علی کا مجمع ہوتا ہے اور وہ
لوگ امیر معاویہ پر لعن کرتے ہین اور نیز ان لوگون نے عمر ابن حریث کو کنکریان ماری تھین۔ زیاد یہ سنتے ہی
کوفہ کو روانہ ہوا۔ مسجد مین خطبہ دیا۔ حجر بھی موجود تھے۔ زیاد نے نہایت سختی سے اُنکو مخاطب کرکے کہا:۔
لست بشئ ان لم امنع الکوفۃ من حجر وادعہ نکالا لمن بعدہ بعد اسکے حجر کو بلا بھیجا۔ حجر نے
آنے سے انکار کردیا تب زیاد نے شداد بن الہثیم ہلالی صاحب شرطہ کو چند لوگون کے ہمراہ حجر کے لانے کو بھیجا
حجر اور اُنکے ہمنشینون نے اُنکو گالیان دین۔ زیاد نے اہل کوفہ کو ایک جا کرکے دھمکایا ڈرایا۔ لوگون نے
حجر سے علیحدگی و برات ظاہر کی زیاد نے کہا یون نہین تملوگون کے جو اعزہ و اقربا حجر کے پاس ہون اُنکو
تملوگ بلالو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حجر کے پاس سوائے اسکی قوم کے اور کوئی نہ رہگیا اُس وقت زیاد نے
شداد بن الہثیم کو حکم دیا کہ حجر کے پاس جاؤ اور اُسکو طوعاً و کرہاً جس طرح ممکن ہو حاضر لاؤ۔ شداد گیا
حجر نے چلنے سے انکار کیا۔ بحث چھڑی۔ حجر نے بڑھکر اُسپر حملہ کردیا۔ ابو العمرطہ کندی نے حجر سے کہا۔ تمہاری
حمایت کو سوائے میری تلوار کے اور کوئی نہین ہے اور میری تلوار تمکو ان لوگون سے نہ بچا سکیگی۔ بہتر
یہ ہے کہ تم کندہ مین جاکر پناہ گزین ہوجاؤ۔ اس وقت عمر ابن الحمق زخمی ہوئے اور سنبھل کر ازد مین پناہ
لی اور حجر مع ابو العمرطہ کے سوار ہوکر کندہ آئے۔ زیاد نے مذحج و ہمدان کے قبیلون کو انکی گرفتاری
کے لیے بھیجا اور یہ ازد و ربیعہ وغیرہ قبایل مین پناہ لیتے رہے اور آخر مین محمد ابن اشعث کے ذریعہ سے یہ
طے پایا کہ زیاد حجر کو معاویہ کے پاس بھیجدے۔ اور جب حجر آئے تو زیاد نے اس کو قید کرکے اُنکے ہمراہیون کی
جستجو شروع کردی۔ عمر ابن الحمق مع رفاعہ بن شداد کے موصل کی طرف بھاگ گیا اور ایک پہاڑ مین جاکر

محمد ابن اشعث ابن قیس کندی
حجر کو زیاد کے پاس لایا

چھپ رہا ان دونوں کا مقدمہ عامل موصل عبدالرحمن بن عثمان ثقفی ہمشیرہ زادہ امیر معاویہ معروف بہ ابن ام الحکم کے پاس بھیج دیا گیا۔ عبدالرحمن انکی تلاش میں نکلا رفاعہ تو ہاتھ نہ آیا لیکن عمرابن الحمق کو گرفتار کرکے امیر معاویہ کی خدمت میں ایک اطلاعی عرضداشت بھیجی امیر معاویہ نے کہا کہ چونکہ اس نے امیر المومنین عثمان کو سات نیزے مارے تھے بس اسکے بھی اسیقدر نیزے مارے جائیں۔ غرض اول یا دوسرے ہی میں عمرابن الحمق مرگیا۔ بعض کے موافق عمرابن الحمق جس غار میں چھپے تھے اسمیں انھیں سانپ نے کاٹا اور جب سوار انھیں باہر کھینچا چاہتے تھے تو گوشت کا ٹکڑا ہاتھ میں آجاتا تھا۔ انکا بند بند جدا کیا گیا اور سر انکی بیوہ کے پاس بھیجدیا گیا۔ سر دیکھکر بیگم نے معاویہ کو پیغام بھجوایا کہ "تونے ایسے کو قتل کیا جو کسی کا دشمن تھا اور نہ جس سے کسی کو دشمنی تھی۔ وہ بہت دن تک تیرے خوف سے پوشیدہ رہا۔ تونے ایک پرہیزگار کو مارا اور اسکا سر میرے پاس ہدیہ بھیجا۔ معاویہ نے انہیں بلوایا اور پوچھا:- تونے یہ پیغام بھیجا تھا۔ جواب دیا۔ ہاں بھیجا۔ نہ ہم انکار کرینگے اور نہ کوئی عذر کرنا چاہتے ہیں۔ معاویہ نے کہا۔ ہمارے ملک سے چلی جا۔ بیگم نے کہا۔ اچھا۔ قسم خدا کی جلاوطن ہوتی ہوں اور اب اسے اپنا وطن نہ بناؤنگی اور نہ وہاں بات کرونگی۔ کیونکہ میری بیخوابی کو طول ہوگیا۔ میری عزت معرض خطر میں ہے۔ میرا قرض زیادہ ہوگیا بلا اسکے کہ کبھی خوشی کا منھ دیکھوں۔ یہ سنکر ابن ابی سرح نے کہا۔ اس منافقہ کو اسکے شوہر کے پاس بھیجدو۔ ضعیفہ نے اسکی طرف دیکھا اور جواب دیا۔ وہ منافق ہے جو جھوٹ بولتا ہے اور بندگان خدا کو اذیت دیتا ہے اور اسکا کفر کتاب خدا میں مذکور ہے۔ اسکے بعد ضعیفہ دربار سے نکلوا دیگئی (ناسخ التواریخ)

"پھر زیاد نے ہمراہیان حجر کی جستجو کمال سرگرمی سے شروع کردی چنانچہ قبیصہ بن ضبیعہ عبسی کو امن حاصل کرکے حاضر کیا۔ زیاد نے اسکو بھی قید کردیا اور قیس بن عباد الشیبانی اپنے قوم کے ایک شخص کے ہمراہ آیا۔ زیاد نے اس سے امیر المومنین علی کی بابتہ دریافت کیا۔ قیس نے تعریف و توصیف کی۔ زیاد نے اوسکو مار کر قید کرلیا۔ .. پھر حجر کے ہمراہیوں میں سے کریم بن عفیف خشعمی پیش کئے گئے۔ قصہ مختصر جب زیاد نے زندہ رفقا حجر کے ہمراہیوں میں سے بارہ آدمیونکو قید کرلیا تو سرداران ارباع عمر ابن حریث۔ خالد بن عرفطہ۔ قیس ابن ابولید۔ ابوبردہ بن ابوموسی کو بلایا اور ہمراہیان حجر و خود حجر کا مقدمہ پیش کیا۔ انلوگوں نے شہادت دی کہ حجر نے لشکر مجتمع کیا اور امیر المومنین معاویہ کو گالیاں دیں اور لوگوں کو برخلاف جنگ کرنے پر ابھارا اور یہ زعم کیا کہ خلافت آل ابیطالب میں ہونی چاہئے اور نیز شہر میں بلوہ کیا اور امیر المومنین کے عامل کو نکال دیا اور علی ابن ابیطالب کی ہواخواہی اور محبت ظاہر کرتے ہوئے انکے مخالفین سے

عمرابن الحمق

عمرابن الحمق کا سر اور انکی بی بی

معاویہ اور عمرابن الحمق کی بی بی۔

اور شہدا

(ابن خلدون)

حجر کے خلاف مقدمہ تیار کرایا جارہا ہے۔

استغفار کیا اور یہ لوگ جو اسکے ساتھ ہین اسکے لشکر کے سردار اور اُسکے مشیر ہین۔ زیاد نے ان شہادتو
کے لینے کے بعد اور شہادتین طلب کین۔ چنانچہ اسحق و موسی پسران طلحہ بن عبد اللہ۔ منذر بن الزبیر۔
عمارہ بن عتبہ بن ابی محیط۔ عمر ابن سعد ابن ابی وقاص وغیرہم نے شہادتین دین۔ انھین شہادتون
مین شریح بن الحرث و شریح بن ہانی کے نام بھی تھے۔ زیاد نے ایک عرضداشت مین اِن گواہون کے نام
لکھے اور وائل بن حجر الحضرمی و کثیر بن شہاب کو بلا کر حجر اور اُسکے ہمراہیونکو مع عرضداشت امیر معاویہ
کی خدمت مین لیجانے کے لئے سپرد کیا۔ حجر ابن عدی کے ہمراہیون کے نام تھے۔ ارقم بن عبد اللہ کندی
شریک بن شداد حضرمی۔ صیفی بن فضل شیبانی۔ قبیصہ بن ضبیعہ عبسی۔ کریم بن عفیف خثعمی۔ عاصم بن عوف
البجلی۔ ورقا بن سمی البجلی۔ کرام بن حبان العنبری۔ عبد الرحمن بن حسان۔ العنبری۔ محرز بن شہاب التیمی
عبد اللہ بن حویتہ السعدی پھر زیاد نے اِن گیارہ آدمیون کے بعد سعد بن بکر سے عتبہ بن الاخنس اور
سعد بن عوات ہمدانی کو گرفتار کرکے امیر معاویہ کے پاس روانہ کیا۔ تھوڑی مسافت طے کی ہوگی کہ شریح
بن ہانی آ پہونچے اور ایک بند لفافہ مین امیر معاویہ کے نام کا خط وائل بن حجر کو دیکر واپس آئے۔
جس وقت یہ لوگ مرج عذرا (قریب دمشق) پہونچے وائل کثیر نے آگے بڑھکر امیر معاویہ سے ملاقات کی
واقعات بتلائے اور شریح کا خط دیا۔ امیر معاویہ نے کھولا۔ لکھا ہوا تھا کہ مجھے یہ خبر پہونچی ہے کہ زیاد نے میری
شہادت حجر کے مقدمہ مین لکھدی ہے۔ مین گواہی دیتا ہون کہ حجر اُن لوگون مین سے ہے جو نماز پڑھتے
ہین۔ زکوٰۃ دیتے ہین۔ عمرہ و حج ہمیشہ کرتے ہین۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور خون حرام و مال حرام
سے احتراز کرتے ہین پس اگر آپ چاہین تو اُنکو قتل کرڈالین اور اگر مناسب سمجھین تو رہا کردین ۔ ۔ ۔ ۔
بعد اسکے امیر معاویہ نے ہدیہ بن فیاض قضاعی۔ حسین بن عبد اللہ کلابی۔ ابو شریف بدری کو حجر اور
اُسکے ہمراہیون کے قتل پر مامور کیا۔ پس یہ لوگ حجر کے پاس شام کے وقت آئے۔ اور کہا تملوگ
اگر علی سے بیزاری ظاہر کرو اور اُن کو طعن و تشنیع سے یاد کرو تو ہم تمکو رہا کردینگے ورنہ قتل کرڈالین گے
حجر اور اُنکے ہمراہیون نے اِس سے انکار کیا۔ تمام رات نمازین پڑھتے مغفرت کی دعائین مانگتے رہے۔
صبح ہوتے فیاض وغیرہ قتل کے لئے آگے بڑھے۔ حجر نے وضو کیا۔ نماز پڑھی پھر اُن لوگون سے مخاطب
ہوکر کہا واللہ مین نے اِس سے زیادہ چھوٹی نماز کوئی نہین پڑھی اگر مجھے یہ شبہہ نہ ہوتا کہ تملوگ یہ سمجھوگے
کہ مین موت سے ڈر رہا ہون تو مین دیر تک نماز پڑھتا رہتا ۔ ۔ ۔ ۔ فیاض نے لپک کر حجر پر تلوار چلائی

رفقائے حجر کے نام

شریح ابن ہانی گواہونکی مرتبہ فہرست کی حقیقت کھولتے ہین۔

اور اُسکے ہمراہیون نے اورون پر وار کیا۔ حجر کے ساتھہ جو اِس واقعہ مین راہی ملک بقا ہوئے اُنکے نام یہ تھے:۔

شریک بن شداد۔ صفی بن فضیل۔ قبیصہ بن ضبیعہ۔ محرز بن شہاب۔ کرام بن حبان۔ قتل کرنے کے بعد فیاض نے اِن لوگون کو دفن کر دیا۔ اور عبد الرحمن بن حسان عنزی اور کریم بن عفیف خشعی کو امیر معاویہ کے پاس لائے پہلے کریم پیش کئے گئے اِن سے کہا گیا کہ تم امیر المومنین علی سے استبرا کرو۔ کریم نے اِسکا کچھہ جواب نہ دیا۔ سمرہ بن عبد اللہ خشعی نے کھڑے ہو کر اُنکی سفارش کی۔ امیر معاویہ نے اِس شرط پر منظور کر لیا کہ آیندہ یہہ کوفہ نہ جائین۔ غرض کریم رہا ہو کر موصل مین مقیم ہوئے۔ باقی رہے عبد الرحمن بن حسان اِن سے دریافت کیا گیا۔ تم علی کے بابت کیا کہتے ہو۔ جواب دیا مین اُنکو بہت اچھا اور نہایت افضل سمجھتا ہون۔ پھر استفسار کیا۔ عثمان کیسے تھے۔ جواب دیا سب کے پہلے جسنے ظلم کا دروازہ کھولا اور حق کا دروازہ بند کیا۔ وہ یہی تھے۔ امیر معاویہ نے اُسکو زیاد کے پاس لوٹا دیا اور یہ کہلا بھیجا کہ اِس کو نہایت اذیت سے قتل کرنا۔ پس زیاد نے اِسکو زندہ دفن کر دیا"۔

مالک بن ہبیرہ سکونی نے حجر کی سفارش کی تھی لیکن "امیر معاویہ نے جواب دیا وہ سردار ہے اگر مین اُسکو چھوڑ دونگا تو آیندہ خوف فساد کا ہے"۔ عبد الرحمن بن حرث نے جنہین حضرت عایشہ نے حجر کی گرفتاری کی خبر سنکر سفارش کے لئے بھیجا تھا اور بعد قتل حجر پہونچے معاویہ سے کہا "کیون معاویہ! حجر کے قتل کے وقت ابو سفیان کا حلم کہان غائب ہو گیا تھا۔ امیر معاویہ نے جواب دیا جہان تم جیسے قوم کے حلیم غائب ہو گئے تھے اور مجھکو تو امر پر ابن سمیہ نے آمادہ کیا تہا اس وجہ سے مین حجر کے قتل پر تُل گیا"۔

حجر کیون شہید کئے گئے

ربیع بن حرث جو ولایت خراسان کے عامل تھے حجر کے شہادت کی خبر سنکر کہنے لگے "عرب ہمیشہ حجر کے بعد سے یون ہی قتل کیا جائیگا اگر وہ لوگ حجر کے قتل سے رُک جاتے تو اپنے کو اس قتل عام سے بچا لیتے لیکن اُنھون نے ایسا نہ کیا اور ذلیل ہو گئے"۔

شہادت حجر کے متعلق ایک سچا قول۔

صاحب روضۃ الصفا کہتا ہے:۔ "جس وقت اہل کوفہ نے سُنا کہ حجر اور اُنکے رفقا مارے گئے تو بہت ہی مضطرب ہوئے اور اُنکے اکثر مشاہیر مدینہ مین حاضر ہوئے اور حسین کی مجالست اختیار کی۔ والی مدینہ نے یہ خبر پا کر معاویہ کو اطلاع دی کہ کچھہ اہل عراق مدینہ مین آئے ہین اور حسین کی پاس جایا کرتے ہین۔ مجھے اُنلوگون کے فتنہ کا اندیشہ ہے۔ معاویہ نے اِسکا جواب دیا کہ حسین سے کوئی تعرض نہ کرو کہ اُنھون نے ہم سے بیعت کی ہے

شہادت حجر اور اہل کوفہ

مروان کی اطلاع

اور ظن غالب ہے کہ وہ نقض عہد نہ کرینگے - اِسکے بعد حسین کو بہی خط لکھا کہ تمہارے متعلق مجھے کچھہ خبر ملی ہین کہ جو آپکے لائق حال نہین ہے - جسنے کسی سے بیعت کی اُسے مناسب ہے کہ وفا کرے ہمین اُمید ہے کہ جب تک ہماری جانب سے تمہین کوئی برائی نہ پہونچے مجھے بہی تمہاری طرف سے کوئی مکروہ امر واقع نہ ہو - مناسب یہ ہے کہ اُن سفہا کے کہنے پر عمل نہ کرو جو طالب فتنہ ہین - حسین نے جواب دیا کہ مین کسی طرح تیری مخالفت اور جنگ کی رغبت نہین رکھتا تو مطمئن رہ ،،

حسین کا جواب

اِسی مورخ کے موافق حجر کے خلاف گواہی دینے والونمین ابو موسی اور ابو ہریرہ کے نام بہی ہین وغیرہ یہ کہ زیاد نے محمد ابن اشعث کی معرفت حجر کو بلوایا - حجر اور ابن اشعث مین قرابت تہی لیکن اِن دونون گفتگو قطع تہی - ناسخ التواریخ کو کچہہ اور کہنا ہے کہ :-

معاویہ نے ابن حکم کو مخصوص ہدایت کی کہ " جب تک حسین سلطنت سے متعرض نہونگے ہم اُن سے متعرض نہونگے اور جب تک اُنسے خطرہ ہو اپنے راز اُنپر ظاہر نہ کرو " حسین کو لکہا کہ " اگر تم مجھسے انکار کروگے تو مین بہی انکار کرونگا اور نزدیکی اختیار کروگے تو مین قربت چاہونگا - اِس سے پرہیز کرو کہ شق امت یا فتنہ کے باعث ہو - تم نے لوگون کو اچہی طرح سمجہہ لیا ہے اور امتحان کر لیا ہے - اپنی جگہہ قائم رہو " حسین نے جواب لکہا :-

مروان معاویہ اور حسین -

خط پہونچا - لکہا تہا کہ مین نے تیری مخالفت مین کچہہ کیا ہے جس کے علاوہ تجھے امید تہی ... یہ خوشامدی اور جہوٹے لوگون نے افترا کیا ہے - مین نہ تیری مخالفت پر آمادہ ہون اور نہ جنگ کا قصد رکھتا ہون .... آیا تو وہ شخص نہین ہے جسنے حجر کندی کو قتل کیا جو نماز گذار اور پرہیزگار تہا اور جو ظلم و بدعت کو پسند نہین کرتا تھا - اور جسے دین مین کسی کے سرزنش کی پرواہ نہ تہی - تو نے اُسے ظلم سے تباہ کیا بعد اسکے کہ قسمون سے عہد کو پختہ کیا تہا اور بغیر اسکے کہ اُس نے تیرے ملک مین کوئی فتنہ برپا کیا ہو - کیا تو وہ نہین ہے کہ جسنے عمر ابن الحمق کو جو بڑا عابد اور پرہیزگار تھا خط امان دینے کے بعد قتل کیا .... آیا تو وہ نہین ہے کہ زیاد ابن سمیہ کو جو ایک عبد ثقیف تہا بھائی کہا اگرچہ حکم رسول اسکے خلاف تہا تو نے اپنی مصلحت کے لحاظ سے سنت رسول کو دور پہینکدیا اور اُسے عراقین پر بہیجا - اُس نے مسلمانون کے پاؤن کاٹے اور درختون مین لٹکایا - گویا تو اِس امت سے نہ تھا - آیا تو وہ نہین ہے کہ زیاد ابن سمیہ نے تجھے لکہا کہ حضرمئین علی کے دین پر ہین اور تو نے اُسے حکم بہیجا کہ اُنمین سے ایک کو زندہ نہ چہوڑے - اُس نے سب کو قتل کیا - حالانکہ اسی دین کے لئے علی نے تجہہ اور تیرے باپ کو دستخوش شمشیر بنایا تہا - آج تو نے خلافت کو غصب کیا ہے ورنہ تیری اور تیرے باپ کی

منزلت سوا تلوار کے دوسری نہ تھی۔ اور یہ جو تونے لکھا ہے کہ اپنے دین اور امت کی فکر مین رہون اور فتنہ کھڑا نہ کرون تو مین اس امت مین کسی فتنہ کو تیری حکومت اور خلافت سے زیادہ تصور نہین کر سکتا اپنے نفس اور امت محمدی کے خیال سے اِس سے اچھی کوئی بات مجھے معلوم نہین ہوتی کہ تجھسے جنگ کرون اگر تجھے شکست دی تو درگاہ خدا مین مجھے تقرب حاصل ہوگا سستی کرنے مین مجھے خدا سے طلب استغفار کرنا پڑے گی یہ جو تونے لکھا ہے کہ اگر مین تجھسے انکار کرونگا تو تو بھی مجھسے انکار کرے گا اور اگر مین تجھسے عداوت کرونگا تو تو بھی مجھسے عداوت کرے گا۔ افسوس ہے تجھپر یہ تیرا کیا خیال ہے مجھے امید ہے کہ مکر کسی مخلوق کو نقصان نہین پہونچاتا مگر یہ کہ اُسیکے نفس کی طرف بازگشت کرتا ہے۔ تو جہل پر سوار اور نقص عہد پر حریص ہوا خدا کی قسم تونے کسی عہد کو وفا نہ کیا مسلمانون کو قتل کیا بعد اسکے کہ اُس نے وعدے کئے تھے اور بغیر اسکے کہ اُنھون نے تجھسے کوئی مناقشت کی ہو۔ اُنکا قصور بجز ہمارے فضایل اور تعظیم حقوق کے کچھ نہ تھا۔ انھین تونے اس خوف سے قتل کیا کہ اگر یہ زندہ رہین تو تو خود نہ تباہ ہوجائے۔ جان اے معاویہ کہ قیامت ہوگی اور قصاص کا وقت قریب آرہا ہے۔ جان کہ کوئی گناہ صغیرہ وکبیرہ ایسا نہین ہے کہ جو کتاب خدا مین نہ لکھا ہو۔ خدا دیکھتا ہے کہ تونے لوگون پر بہتان کیا۔ دوستان خدا کو تہمت لگائی بہترون کو قتل اور جلا وطن کیا اور لوگون سے بیعت کرائی۔ تونے اپنا دین خراب اور رعیت کو پریشان کیا پارساون کو ڈرایا اِس لئے کہ آرزو کی گردن پر سوار ہو“۔

سـ۵۳ـہ شروع ہوا تھا کہ زیاد کی انگلی مین ایک پھوڑا نکلا اور زہر پھیلنے لگا۔ اور ہاتھ کٹانے کی صلاح ہوئی۔ لیکن وہ دشمن انسانیت جو ہزارون بندگان خدا کو معاویہ کے خوش کرنے اور اپنے کو اپنی جگہہ قایم رکھنے کے لئے بغیر کسی شکن کے قتل کر سکتا تھا خود ”جھوٹ آگ اور آلۂ قطع پر نظر پڑی ڈر کر ہاتھ کٹانے سے رک گیا“، اِسی مرض نے زمانہ کو اُسکے وجود سے پاک کیا اور ضحاک ابن قیس کوفہ کا گورنر ہوا اور سـ۵۵ـہ مین عبداللہ ابن زیاد بصرہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔

معاویہ اور شہدائے احد کی قبرین۔

معاویہ کے دوران حکومت کا یہ واقعہ ہے کہ شہدائے اُحد کی قبرین کشوفتہ ہوئین جیسے مین مناہج النبوت سے نقل کرتا ہون اکثر قبور شہیدون کی اِس جہت سے مکشوف ہوئین کہ معاویہ ابوسفیان کے بیٹے نے اپنی امارت کے وقت مین ایک نہر کھدوائی اِس مشہد مقدس کی راہ مین یعنی اس نہر کو ان شہیدون کی قبرون کی راہ سے روانہ کیا اور اکثر قبرین اِس سبب سے مکشوف ہوئین اور شہیدونکو قبرون سے باہر نکالی تھین اور مدینہ کی تاریخ مین امام تاج الدین سبکی سے

شفا السقام سے لاتا ہے کہ جب معاویہ نے نہر نکالی اور حکم کیا شہیدون کے نکالنے کا اُنکی قبرون سے تب مساحی سید الشہدا حمزہ بن عبد المطلب کے قدم کو پہونچے اور خون اُس سے جاری ہوا اور روایت کرتے ہین کہ اُسکے عامل نے اُس نہر کے کھدانے کے روز مدینہ مین منادی کی کہ نہر امیر المومنین کی آتی ہے جسکا مردہ اُحد مین ہو سو آوے اور اُسے وہان سے اُکھاڑ کر دوسرے جگہہ لیجائے"

ولیعہدی یزید کی کوشش کی ابتدا مغیرہ یا عمر عاص کے دماغ سے۔

سنہ ۴۹ کے قریب سے ایک بڑے تغیر کی ابتدا ہو رہی تہی۔ روضۃ الصفا اور ابن خلدون کے موافق یہ مغیرہ ابن شعبہ اور اعثم کوفی کے موافق عمر عاص تہا جسنے اس معاملہ کو شروع کیا اور ان دونون کا اس فتنہ کو اُٹھانا کچھہ تو معاویہ کی خوشنودی اور میلان اور کچھہ اُموی خاندان کے اقتدار کے لحاظ سے اپنی قدردانی اور اقتدار کو محفوظ کرنا تہا۔ ہوا یہ کہ مغیرہ نے ضعف کی وجہ سے استعفا دیا اور جب اسکے دوستون نے سنا تو کہا کہ "تمکو امیر معاویہ نے نکال دیا ہے۔ اِس سے مغیرہ کے دل پر ایک چوٹ سی لگی اور اُسیوقت سے بحالی کی فکر ہو گئی"۔ اسی

(ابن خلدون) ابتدا ذاتی وجاہت کی تہی

غور مین ایک روز یزید کے پاس جا پہونچے اور اُس سے کہنے لگے۔ تم امیر معاویہ سے اپنی ولیعہدی کی بیعت لینے کو کیون نہین کہتے کیونکہ اجل صحابہ اور سرداران و بزرگان قریش انتقال کر چکے ہین اب اُنکی اولاد مین باقی رہے ہین اور تم اُن لوگون سے رائے سیاست مین افضل ہو۔ میرے نزدیک امیر المومنین کو تمہاری ولیعہدی کی بیعت لینے سے کوئی امر مانع نہ ہوگا"۔ یزید نے مغیرہ کی تقریر کا معاویہ سے اعادہ کیا۔ معاویہ نے مغیرہ کو طلب کیا۔ اور مغیرہ نے کہا " آپ اسکی ولیعہدی کی بیعت لوگون سے لیجئے آپکے بعد مسلمانون کا یہ ماوا اور ملجا ہوگا اور اسمین نہ کوئی فتنہ ہوگا اور نہ فساد مین اس کام کی انجام دہی کو کوفہ مین کافی ہونگا اور زیاد بصرہ مین اور ان دونون شہرون کے بعد پھر کوئی ایسا شہر نہین ہے جو آپکے حکم سے مخالفت کرے۔ امیر معاویہ نے اس تقریر کو غور سے سنکر مغیرہ کو بحالی کی سند دی اور دوبارہ کوفہ کی طرف واپس کیا اور یزید کی ولیعہدی کی بیعت کی کارروائی

مغیرہ وفد تیار کرتا ہے

کرنیکا حکم دیا۔ مغیرہ نے کوفہ مین پہونچکر ہوا خواہان دولت بنی امیہ سے اِسکا ذکر کیا۔ اِن لوگون نے بہ کمال خوشی منظور کر لیا۔ مغیرہ نے اِنلوگون مین ایک گروہ کو بطور وفد اپنے لڑکے موسی کے ساتھ دار الخلافت دمشق کو روانہ کیا۔ اہل وفد نے حاضر ہو کر ولیعہدی یزید کی بیعت کی درخواست پیش کی ... بعد اسکے زیاد کو یہ کل حالات لکہہ بھیجے اور اُس سے مشورہ طلب کیا۔ زیاد نے عبید بن کعب نمیری کو بلا کر کہا ... امیر المومنین نے مجھے یہ خط لکہا ہے اور ولیعہدی یزید کے بابت مشورہ طلب کیا ہے اِس وجہ سے کہ لوگون کے تنفر سے وہ خائف ہین اور یہ چاہتے ہین کہ لوگ اس امر مین اُنکی اطاعت کرین لیکن مسلمانون کا اِس امر پر راضی ہونا ایک امر اہم ہے۔ یزید مین

آوارگی بیہودگی - بد دیانتی - نااہلی ہے - میرے نزدیک تم امیر المومنین سے جاکر ملو اور یزید کے افعال سے مطلع کرو اور صاف صاف کہدو کہ یہ کام ہونا دشوار ہے"۔

یزید کے متعلق زیاد کے خیالات -

لیکن جو کچھہ زیاد کے نزدیک ناممکن تھا دوسرے ہوا خواہ کے نزدیک ایسا کہنا خلاف مصلحت تھا اس لیے کہ "معاویہ کی رائے سے مخالفت" "اور یزید کو بد خواہ بنانا" ہوتا اور تجویز کیا کہ یزید سے کہا جائے کہ "اگر تم مناسب سمجھو تو تم ان افعال و حرکات کو چھوڑ دو تاکہ لوگون کو قائل معقول کرنیکا موقع ملجائے اور جو تم چاہتے ہو وہ امر حاصل ہو جائے"۔ یہ رائے پاس ہوئی - اور معاویہ کو توقف کی صلاح دی گئی -

"جب زیاد مر گیا تو امیر معاویہ نے یزید کی ولیعہدی کی بیعت لینے کا مصمم قصد کر کے کارروائی شروع کر دی - پہلے عبد اللہ ابن عمر کے پاس ایک ہزار درہم بطور نذر کے بھیجا - عبد اللہ ابن عمر نے اُسکو قبول کر لیا بعد اسکے ولیعہدی یزید کی بیعت کا تذکرہ کیا گیا - عبد اللہ ابن عمر نے ارشاد کیا مین اپنے دین کو بعوض دنیا نہ فروخت کرونگا - یہ کہکر دراہم واپس کر دیے اور ولیعہدی یزید کی بیعت سے انکار کر دیا -

مروان ابن حکم اہل مدینہ سے ولیعہدی یزید کا مشورہ لیتا ہے -

اسکے بعد معاویہ نے مروان حاکم مدینہ کو ولیعہدی کے متعلق لکھا اور کہا کہ اہل مدینہ کا خیال معلوم کرو - جواب گیا کہ "بہتر ہے امیر المومنین کسیکو ہمارے لئے منتخب کرین" اب جواب بھیجا گیا کہ یزید کو مین اپنے بعد ولیعہد کرتا ہون"۔ مروان نے ایسے اہل مدینہ سے کہا - یہ سُنکر عبد الرحمن ابن ابی بکر نے کہا "واللہ! اے مروان تو جھوٹا ہے اور معاویہ بھی جھوٹ بولتا ہے - تم دونون نے امت محمد صلعم کے لئے کیا بہتری ڈھونڈھی ہے بلکہ تم خلافت کو حکومت ہرقلیہ بنانا چاہتے ہو کہ ایک ہرقل جب مرجائے تو اُسکی جگہہ پر دوسرا ہرقل قایم ہو" حسین ابن علی علیہ السلام ابن عمر - ابن زبیر نے اس کلام کی تائید کی"۔ مروان نے معاویہ کو صورت حال کی خبر دی"۔

حکومت عام خواہش دکھلانے کیلئے وفود تیار کراتی ہے -

اُس وقت امیر معاویہ نے اپنے عمال و گورنرون کو لکھہ بھیجا کہ ہر لوگ یزید کی ثنا و صفت لوگون مین بیان کرو اور اطراف و جوانب بلاد اسلامیہ سے یزید کی ولیعہدی کی درخواست پیش کرنیکی غرض سے وفود بھیجو"۔ وفود جمع ہوئے اور اب معاویہ نے "ضحاک بن قیس الفہری سے کہا کہ مین تمہید اً کچھہ بیان کرونگا جس وقت مین تقریر کر کے خاموش ہو جاؤن - اُس وقت تم اُٹھہ کر ولیعہدی یزید کے بیعت کی تقریر کرنا اور لوگون کو اس امر پر اُبھارنا۔ ضحاک - عمر ابن سعید الاشدق وغیرہ نے دھوان دھار اسپیچین دین اور یزید بن المقفع عذری نے کھڑے ہو کر کہا (امیر معاویہ کی طرف اشارہ کر کے) یہ امیر المومنین ہین اگر یہ مر جائین تو (یزید کی طرف اشارہ کر کے) یہ امیر المومنین ہین اور جو شخص اس سے اختلاف کرے گا تو (تلوار کی طرف اشارہ کر کے) یہ ہے -

خاموشی کے نزدیک خطیبونکا سردار

امیر معاویہ نے یزید بن المقنع سے کہا بیٹھہ جاؤ تم خطیبون کے سردار ہو"

احنف ابن قیس کی تقریر سے رنگ بدل گیا۔

"احنف ابن قیس خاموش بیٹھے ہوئے تھے امیر معاویہ نے کہا تمہاری کیا رائے ہے۔ عرض کیا مجھے خوف ہے کہ مین جو کہونگا اُسکی تم تصدیق کروگے اور اللہ تعالے کا خوف یہ ہے کہ وہ تکذیب کریگا۔ اے امیر المومنین تم یزید کے شبانہ روزی حالات سے بخوبی واقف ہو۔ اِسکے ظاہر و باطن۔ آمد و رفت سے کمال حقہ آگاہ ہو اگر تم جانتے ہو کہ اِسمین اللہ تعالیٰ اور امت محمد صلعم کی بہتری ہے تو کسی سے مشورہ نہ کرو اور اگر تم اِسکے خلاف جانتے ہو تو دنیا کی زیادہ فکر نہ کرو سفر آخرت قریب ہے۔ باقی رہے ہم۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ آپ جو کچھہ کہین اُس کو بسر و چشم منظور کرلین ..... احنف کی تقریر لوگون مین پھیل گئی اور بظاہر یہ معلوم ہوا کہ اب یہ کام نہ ہوگا۔ لیکن امیر معاویہ برابر اپنی کوشش مین لگے رہے ہر شخص سے مدارت و سلوک کرتے رہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنون کے بعد اہل عراق و شام کے اکثر آدمیون سے ولیعہدی یزید کی بیعت لے لی"۔

معاویہ مدینہ مین۔

"اہل عراق و شام سے ولیعہدی یزید کی بیعت لینے کے بعد امیر معاویہ ایک ہزار سوارونکی جمعیت سے مدینہ منورہ پہونچے حسین ابن علی۔ عبداللہ ابن زبیر۔ عبدالرحمن ابن ابی بکر۔ عبداللہ ابن عمر (رضی اللہ عنہم) اس خیال سے کہ امیر معاویہ کا ہمارے کہنے پر عملدرآمد نہوگا مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ امیر معاویہ نے لوگونکو جمع کرکے خطبہ دیا۔ یزید کی تعریف کی اور یہ بیان کہ کوئی شخص اِس سے زیادہ مستحق خلافت نہین ہے... کسی نے اِس تقریر کا کچھہ جواب نہ دیا۔ امیر معاویہ منبر سے اُترکر ام المومنین عایشہ کی خدمت مین گئے اور اِس سے پیشتر انکو یہ معلوم ہوچکا تھا کہ حسین ابن علی اور ابن عمر (رضی اللہ عنہم) وغیرہ بخوف بیعت ولیعہدی یزید مکہ چلے گئے ہین۔ آپ نے ارشاد کیا مین نے سُنا ہے کہ تم نے اِنلوگون کو قتل کی دہمکی دی ہے جواب دیا اے ام المومنین وہ لوگ مجھے یزید سے زیادہ عزیز ہین لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مین اُس بیعت کو ناقص کردون جو ولیعہدی یزید پر مین نے لی ہے اور پوری ہوگئی ہے۔ اِس پر ام المومنین عائشہ خاموش ہورہین"

ایک چھوٹا سا "لیکن"

سنہ ۵۶

معاویہ مکہ مین

"امیر معاویہ تھوڑے دن مدینہ مین ٹھہر کر مکہ کو روانہ ہوئے۔ امیر معاویہ کی خبر آمد سنکر اہل مکہ ملنے کو آئے حسین اور ابن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہا بھی یہ خیال کرکے کہ شاید معاویہ اپنے فعل سے نادم ہوکر آئے ہین ملنے کو گئے۔ معاویہ نے اپنی رعایتون کے ذکر کے بعد یزید کی ولیعہدی پیش کی اور ابن زبیر نے خلیفہ ثالث تک کے اصول انتخاب یا خلافت کا تذکرہ کیا" امیر معاویہ نے کہا تم لوگ یہی کہتے جاؤ لیکن مین یزید کو ولی عہد

ضرور بتاؤنگا۔ خدا کی قسم اگر کسی نے میری بات روکی تو خیر نہ ہوگی۔ یہ کہکر اپنے صاحب شرطہ کو بلا کر کہا کہ جو شخص میرے بیان کی تکذیب کرے اسکی گردن فوراً اُڑا دینا۔ ابن علی۔ ابن عمر۔ ابن زبیر ابن ابی بکر رضی اللہ عنہم اُٹھکر باہر آئے۔ امیر معاویہ بھی اندر سے نکلکر ممبر پر چڑھ گئے اور حمد و ثنا کے بعد کہا۔ صاحبو! ابن علی ابن ابی بکر۔ ابن زبیر وغیرہم مسلمانون کے روحی پیشوا اور بہترین امت ہین۔ کوئی کام انکے بغیر مشورہ انجام کو نہین پہونچ سکتا۔ یہ لوگ ولیعہدی یزید پر راضی ہوگئے ہین اور بیعت کرلی ہے آؤ تملوگ بہی اللہ تعالیٰ کا نام لیکر بیعت کرلو۔ اہل مکہ چونکہ انھین لوگون کی بیعت کا انتظار کررہے تھے یہ سُنتے ہی بیعت پر آمادہ ہوگئے"۔

حق گوئی تلوار کی باڑھ کے نیچے۔

"اہل مکہ سے بیعت لیکر امیر معاویہ معہ اِن بزرگون کے مدینہ پہونچے۔ اہل مدینہ اِن لوگون سے ملنے کو آئے بسبیل تذکرہ کہا۔ تملوگ تو بیعت ہی کے خوف سے مکہ بھاگ گئے تہے یہ کیا معاملہ پیش آیا کہ یزید کی بیعت پر راضی ہوگئے۔ انلوگون نے کہا۔ واللہ ہمنے بیعت کی ہی نہین۔ پھر اہل مدینہ نے کہا تمنے معاویہ کو اس سے کیون نہ روکا۔ سبہون نے جواب دیا مسلمانون کی خونریزی کے خیال سے۔ بعد اسکے امیر معاویہ اہل مدینہ سے بھی بحکمت عملی بیعت لیکر شام کو روانہ ہوگئے"۔

فریب ظاہر ہوگیا

صاحب ناسخ التواریخ نے ۵۸ھ کے واقعات مین لکھا ہے کہ حضرت امام حسین نے ایام حج مین ایک خیمہ نصب فرمایا اور قریب ایک ہزار بنی ہاشم اور اصحاب جمع ہوئے۔ حضرت نے خطبہ فرمایا جسمین حمد اور نعت کے بعد ارشاد کیا کہ معاویہ نے ہمارے اور ہمارے دوستون کے ساتھ جو کچھہ کیا اُسے تملوگون نے سنا اور دیکھا ہے مین تم سے کچھہ پوچھتا ہون اگر سچ ہو تو اسکی تصدیق ورنہ تکذیب کرنا۔ اور اِسے اپنے ذہن مین محفوظ رکھکر اپنے وطن مین بیان کرنا اور سننے والون سے کہنا کہ وہ دوسرون سے بیان کرین۔ ہمین خوف ہے کہ دین خدا ضائع ہوگا۔ اِسکے بعد رسول کا جناب امیر کو اپنا بھائی فرمانا۔ مسجد کا دروازہ اُنکے لئے کھُلا رکھنا۔ بعض کا حسد کرنا۔ غدیر کی حدیث ہارون فرمانا۔ نصارے نجران کے مباہلہ مین علی کو اپنا نفس فرمانا۔ خیبر مین کرّار کہنا۔ سورہ برات حوالہ کرنا۔ یا علی انت منی و انا منک فرمانا۔ بیان کرنے کے بعد پوچہا کہ کیا رسول نے یہ حدیثین نہین فرمائین۔ کیا حضرت فاطمہ سے نہین کہا کہ تیرا شوہر خیر اہلبیت اقدمہم سلما و اعظم حلماً و اکبر علم سے متصف ہے۔ رسول نے اپنے کو سید عالم اور علی کو سید عرب

مکہ مین حسین کا خطبہ

فرمایا۔ فاطمہ کو سیدۃ النساء اہل الجنۃ اور ہملوگون کو سید شباب اہل الجنۃ نہین کہا۔ کیا تملوگون کو حدیث ثقلین یاد نہین ہے۔ سب نے تصدیق کی اور یہ احادیث اور موعظہ سنکر منغمے سے متفرق ہوئے۔

روضۃ الصفا کے موافق سعید ابن عثمان نے خراسان کی امارت چاہی۔ معاویہ نے عذر کیا کہ عبداللہ ابن زیاد وہان کا حاکم ہے۔ اسپر ابن عثمان کچھہ گرم ہوے اپنے باپ کے حقوق یاد دلائے آخر گورنری لے ہی کے چھوڑی۔ گبن نے ڈکلائین اینڈ فال آف رومن امپائر مین لکھا ہے کہ "حسین نے بنہین اپنے باپ کے تقوی کی طرح شجاعت کا ورثہ بہی ملا تھا مسیحیون کے خلاف قسطنطنیہ کے محاصرہ مین قابل تعریف خدمت ادا کی" اور مولف برٹش ہسٹری اف سارا سینس کہتا ہے کہ "حسین خلیفہ کی فوج کے ساتھہ مسیحیون سے برابر جنگ کرتے رہے"۔

اعثم کوفی اور روضۃ الصفا کے موافق صلاح کی ابتدائی مدارج مین یزید حج کرنے آیا اور لوگون کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے بہت داد و دہش کی۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ معاویہ یزید کو ولیعہد کرنا چاہتا ہے تو لوگون نے جو کچھہ جی مین آیا کہا اور شعرا نے ہجو لکہی۔ اور جب مدینہ مین ابن حکم منبر پر سے یزید کی تعریف کر رہا تھا عبدالرحمن ابن ابی بکر نے اُسے جھٹلایا اور ٹانگ پکڑ کے اُتار لیا۔ بنی امیہ غصہ مین آئے اور اُس وقت حضرت عایشہ آگئین اور مروان کو سخت سست کہا جس سے وہ خاموش ہو گیا۔

ابن ابی بکر اور مروان

روضۃ الصفا کے موافق مدینہ پہونچکر معاویہ نے حسین سے کہا کہ "تمہاری مثال اُس شخص کی ہے جسکا خون جوش مین آگیا ہو۔ خدا تمہارا خون بہائیگا" اعثم کوفی کے موافق کہا کہ ہم تمہارے حسد اور عداوت کو جانتا ہون" اور حسین نے جواب دیا "چپ رہ اے معاویہ کہ ہم اسکے اہل نہین ہین" معاویہ نے کہا "تم اسکے اور اس سے بدتر کے اہل ہو۔ تملوگ ایسی بات چاہتے تے خدا جسکے خلاف چاہتا تھا"

انھین مورخین کے موافق معاویہ نے اپنی عام تقریر مین بیعت نہ کرنے والے لوگون کو ہر طرحکی دہمکیان دین۔ اور یہ سنکر کہ عبداللہ ابن عمر وغیرہ مکہ چلے گئے "وہ متفکر ہوا" اسکے بعد کچھہ دیر تک ابن عباس سے گرم و سرد گفتگو ہوئی اور بنی ہاشم کے وظائف جاری کرنے پر اُس وقت آمادہ نہین ہوا جب تک ابن عباس نے یہ دہمکی نہ دی کہ پھر ہم جو کچھہ تمہارے متعلق جانتے ہین اُس سے لوگون کو مطلع کرنا شروع کرینگے۔ معاویہ اسکے بعد مکہ روانہ ہوا۔ اور حضرت عایشہ نے اپنے بھائی کے مظلومانہ موت کے عوض مین معاویہ کو قتل کرنے کی

دہمکی دی۔ مگر مین پہونچکر ان لوگون سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کیا اور کہا کہ "دل من چنان میخواست کہ شما تمام
خلافت برا و (یزید) نہید و کار بدست شما باشد انچہ خواہید و مراد دل داشتہ میکنید"۔
تحائف بہیجے۔ لیکن حسین نے اسے قبول نہ فرمایا۔ چند روز کے بعد حسین کو طلب کیا۔ زیر بحث گفتگو شروع کی
اور اعثم کوفی کے موافق کہا "مین نے مدینہ کی بیعت کو ملتوی رکھا تہا اس لئے کہ مین جانتا تہا کہ یہ یزید کا گھری
اور اُسکے اعزا بہت ہین اگر مین یزید سے کسی کو اچہا دیکہتا تو اُسی کو منتخب کرتا۔ حسین نے جواب دیا کہ اے معاویہ
یزید سے کسی بہتر شخص کو امورات خلافت کے لئے منتخب کر جو اُسے انجام دے سکے اور جو اپنی ذات اور اپنے
ماں باپ کی طرف سے بہتر ہو۔ معاویہ نے کہا کیا اس "کسی" سے تم اپنے کو مراد لیتے ہو۔ فرمایا اگر مین مراد لون تو بعید
نہین ہے۔ معاویہ نے کہا اسمین شبہہ نہین کہ تم نسباً یزید سے اچھے ہو لیکن امورات خلافت کے لئے وہ تمسے
اچھا ہے۔ حسین نے فرمایا۔ انصاف سے بات کر اے معاویہ۔ وہ کون ہے جو میرے نانا کی امت کے لئے مجھسے
بہتر ہو" کیونکہ مجھے اپنے نانا کی امت اپنی ذات سے زیادہ عزیز ہے"۔ معاویہ نے کہا۔ اے حسین واپس
جاؤ۔ اپنی جان کو ڈرتے رہو اور اہل شام سے پرحذر رہو"

حسین کو نانا کی امت اپنے نفس سے زیادہ عزیز تھی۔

اسکے بعد ان دونون مورخین نے لکہا ہے کہ دوسرے دن معاویہ نے اِن چارون آدمیونکو بلایا اور خود
منبر پر چڑھکر کہا "مین بہت سی باتین سنتا ہون لیکن اُسے معتبر نہین سمجہتا۔ مین نے سنا ہے کہ یہ چارون بزرگوار
یزید کی بیعت پر راضی نہین ہین اور بیعت نہین کی ہے مجھو تعجب ہوا اور ان بزرگ زادگان عرب کو جو اخیار مسلمین ہین طلب کیا اور اِن سے بیعت یزید
کی گفتگو چھیڑی۔ انھون نے لطف اور طوع و رغبت سے یزید سے بیعت کی ہے۔ یہ باتین میں انکے سامنے کہہ رہا ہون کہ کسی کو شبہہ ہو تو تحقیق کرے
کہ انہون نے یزید کی بیعت کی ہے یا نہین۔ اِسکے بعد امرا اور معارف شام کو اشارہ کیا۔ یہ تلوارین کھینچکر کھڑے ہوئے اور کہا
کب تک تو ان چار شخصون کی تعریف اور عزت کرے گا۔ اِنکا موقع ایسا عظیم نہین ہے کہ تو ان سے خوف
کرے۔ حکم دے کہ ابہی انکی گردنین مارین اور تجہے اِس دغدغہ سے فراغت حاصل ہو جائے۔ یا یہ لوگ
سب کے سامنے بیعت کرین یزید کے غلبہ کے لئے ان چار شخصونکی کوئی ضرورت نہین ہے۔ معاویہ نے خاموش
کرایا" اور جب مجلس برخاست ہوئی تو لوگون نے تردد اور حیرت ظاہر کی اسپر حسین نے فرمایا "واللہ ہم نے
سراً علانیتاً کسی طرح یزید کی بیعت نہین کی ہے۔ لیکن معاویہ نے ہم سب کو فریب دیا اور جو کچہ تم نے دیکہا اور

سنا اُس نے کیا اور اہل شام نے اُسکے کہنے سے اس قدر غلو کیا اور تلواریں کھینچیں۔ البتہ ہم خاموش تھے۔ نہ تمنے کچھہ پوچھا نہ ہمنے جواب دیا اور ہم تم دونوں حیرت میں رہ گئے۔ اصل واقعہ یہ ہے۔ لوگوں کو اِس مکر سے تعجب ہوا"۔

عبدالرحمن ابن خالد اور حضرت عایشہ کی موت کیونکر واقع ہوئی۔

چونکہ ہم معاویہ کے زمانہ امارت کے اختتام تک پہونچ گئے ہیں ہم دو واقعات کو اور لکھنا چاہتے ہیں جو روضۃ الصفا اور ابن خلدون میں ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید جنہوں نے معاویہ کے حکم سے نواح روم میں قیام کیا تھا حمص میں واپس آئے۔ عبدالرحمن بہادر اور باتدبیر تھے۔ یہاں کے لوگ خالد ابن ولید کی کارگذاریوں کی لحاظ سے اُنکی تعظیم کرتے تھے۔ اِس سے معاویہ خوف زدہ ہوا اور ابن آثال نصرانی سے کہا کہ اگر تو عبدالرحمن کو ہلاک کرڈالے تو تجھسے خراج نہ لیا جائیگا اور حمص کے خراج کا والی قرار دیا جائیگا۔ ابن آثال نے مسموم شربت سے ہلاک کیا۔ معاویہ نے وعدہ وفائی نہ کی۔ اور آخر میں عروہ ابن زبیر کے بھتیجے خالد ابن عبدالرحمن نے ابن آثال کو قتل کیا اور معاویہ نے اُنھیں کچھہ دنوں قید میں رکھا۔ دوسرا واقعہ حضرت عایشہ کی رحلت کا ہے۔ ابن خلدون کہتا ہے "آپ کو مروان اور اُسکے خاندان والوں نے شہید کیا تھا اِس وجہسے کہ اُسکی مخالفت کرتی تھیں۔ اِس نے دعوت کے بہانہ سے اپنے گھر بلاتا اور پہلے ایک گڑھا عمیق کھود کر۔ نیزے تلواریں۔ چھریاں وغیرہ رکھدی تھیں اوپر سے ایک فرش بچھا دیا تھا۔ ام المومنین جب تشریف لائیں تو اُنکو وہیں بٹھلایا بیٹھنا تھا کہ نیچے گر پڑیں عمر اور کمزور تھیں ایسی چوٹ آئی کہ پھر اُس سے جانبر نہ ہو سکیں"۔

معاویہ شام کی طرف واپس جارہا تھا کہ مقام ابوا کے ایک کنوین کے بُرے پانی سے بیمار ہوگیا اور شام پہونچتے پہونچتے نوبت غشی کی پہونچنے لگی۔ پریشان خوابی اور غشی سے چونک کر اکثر کہہ اُٹھتا تھا کہ "کیا کیا میں نے اے حجر ابن عدی اور عمر ابن الحمق اور کیوں اختلاف کیا میں نے تجھسے ای ابن ابوطالب" اِس حالت میں یزید اُسکے پاس آیا اور کہا کہ "میرے تجدید بیعت کے لئے کوشش کرو ورنہ خوف ہے کہ اگر لوگوں نے مجدّداً بیعت نہ کی تو آل ابوتراب سے مجھے رنج پہونچے"۔ دوسرے روز ضحاک ابن قیس اور مسلم ابن عقبہ نے یزید کی سفارش کرکے کہا "ہم راضی نہیں ہیں کہ حکومت ابوسفیان کے خاندان سے آل ابوتراب میں منتقل ہو" اِسکے بعد بہت سے لوگوں کو بلوایا اور سبھوں نے یہی خواہش کی۔ معاویہ نے علامات شاہی حوالہ

کین اور عثمان کا خون آلود کرتہ پہنایا۔ ضحاک اور مسلم سے بیعت کرائی۔ اسکے بعد یزید مسجد مین آیا اور خطبہ پڑہا اور پھر معاویہ کے پاس واپس گیا۔ اِس وقت معاویہ نے یزید کو اپنے وصایا حوالہ کئے۔

اعثم کوفی کے موافق اسمین یہ مضمون بہی تھا کہ "خلیفہ مقتول کے ورثا کو آل ابو تراب پر مقدم رکھنا اور بنی امیہ اور بنی عبد الشمس کو بنی ہاشم اور دوسرے لوگون پر حاکم مقرر کرنا۔ اپنے دوستون کے قاتلونکو اپنے پاس سے دور رکھنا۔ جس شخص پر یہ عہدنامہ پڑہا جائے وہ اپنے امیر یزید کی اطاعت کرے اور جو شخص کھچے یا انکار کرے یزید کو اختیار ہے کہ اُسپر تلوار کھینچے اور اُنھین قتل کرے جب تک کہ وہ اُسکی خلافت اور امارت کا اقرار نہ کرین اور مطیع نہ ہوجائین" ضحاک اور مسلم نے مجمع کو وصیت نامہ سُنا دیا۔

سنہ ۶۰ھ

بعض مورخین اور ابن خلدون نے بہی کہاہے کہ "طبری نے ہاشم ہی سے روایت کی ہے کہ جب ۶۰ھ مین امیر معاویہ کا زمانہ وفات قریب آگیا اور اُس وقت یزید موجود نہ تھا تو امیر معاویہ نے ضحاک بن قیس فہری اور مسلم بن عتبہ المزنی کو بلاکر کہا میری وصیت یزید تک پہونچا دینا اور روضۃ الصفا کی ایک روایت کے موافق یزید "شکار چھوڑکر ملک کے شکار کو چلا"۔ اِسی مورخ کے موافق یزید نے اپنی تخت کی تقریر مین اہالیان فوج سے کہا کہ "عنقریب ہم مین اور ہمارے دشمنون مین جنگ ہوگی" اور فوج نے خدمت گذاری کا یقین دلایا۔

معاویہ کی موت کے وقت سرجون رومی میرمنشی تھا۔ مدینہ مین ولید بن عتبہ بن ابی سفیان مکہ مین عمرو بن سعید بن العاص۔ بصرہ مین عبد اللہ ابن زیاد۔ کوفہ مین نعمان ابن بشیر گورنر تہا۔

اِس باب کے متعلق سیاسی واقعات ہم لکھ چکے لیکن اپنے ہیرو کے متعلق ہمین بعض روایتین ابہی لکھنی ہین جنکا کوئی صحیح زمانہ معلوم نہین ہے لیکن جواب کے بعد نہین ہوسکتی تھین اس لئے ہم اِس باب کو اسکے لئے مختص کرتے ہین۔

(حسین کے متعلق روایتین)

صحیح طریقہ وضو کی تعلیم

ایک روز حسنین ایک بوڑھے کے پاس سے گذرے جو غلط وضو کر رہا تھا یہ دیکھکر حسنین نے آپسمین گفتگو شروع کی اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم اچھی طرح وضو کرنا نہین جانتے اور یہ کہتے ہوئے بوڑھے کے پاس آئے اور کہا "ایھا الشیخ" تو ہم دونون کے درمیان حکم ہوجا ہم مین سے ہر ایک

وضو کرتا ہے تو دیکھیے کون اچھا وضو کرتا ہے۔ اسکے بعد دونوں صاحبوں نے وضو کیا۔ بوڑھے نے جواب دیا آپ دونوں حضرات اچھّا وضو کرتے ہین۔ صرف مین نادان ہون اور اسوقت آپ دونوں بزرگوارون سے سیکھ گیا اور توبہ کی آپکے ہاتھ پر بوجہ آپکی برکت اور شفقت کے جو آپ حضرات کو اپنے نانا کی اُمت پر ہے۔

عبداللہ ابن عمر عاص اور حسین۔

ایک دن عبداللہ ابن عمر عاص اور ابو سعید خدری چلے جاتے تھے کہ حسین سے ملاقات ہوگئی۔ ابن عاص نے کہا۔ جو شخص کہ اہل آسمان و زمین کے نزدیک محبوب ترین زمانہ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اِس جانے والے کو دیکھے۔ ابو سعید نے ابن عاص کو حسین کی خدمت مین پیش کیا۔ حسین نے فرمایا۔ تیرا خیال ہے کہ مین فاضل ترین زمانہ ہون۔ میرے پدر بزرگوار مجھسے افضل تھے لیکن صفین مین تو ہم دونون سے لڑا۔ ابن عمر عاص نے کہا۔ یا ابن رسول اللہ معذرت چاہتا ہون۔ رسول اللہ نے اطاعت والدین کا حکم فرمایا ہے۔ فرمایا۔ عبداللہ! کیا تو نے حکم خدا نہین سُنا کہ اگر تیرے والدین تجھے میرا شریک اختیار کرنے کو کہین۔ جسے تو نہین جانتا۔ تو انکی اطاعت سے مُنھ پھیر لے۔ خود رسول کا حکم ہے :۔ انما الطاعتہ الطاعتہ المعروف لا طاعتہ المخلوق فی معصیت الخالق" (اطاعت کارہائے معروف و پسندیدہ مین چاہیے نہ کہ خدا کی معصیت کرنے کے لئے کسی مخلوق کی اطاعت کرے)

حسین کی میزبان بڑھیا۔

ایک مرتبہ حسین اور عبداللہ ابن جعفر حج کو تشریف لئے جارہے تھے اسباب پیچھے آرہا تھا کہ آنحضرات پر گرسنگی اور تشنگی طاری ہوئی۔ قریب کی گھاٹی مین انہین ایک خیمہ دکھائی دیا۔ اسمین ایک بڑھیا تھی۔ آن حضرات نے پانی مانگا۔ بڑھیا نے بکری کی طرف اشارہ کیا اور انلوگون نے دودھ دوھکر پیا۔ اب کچھ کھانے کو مانگا اور بڑھیا نے کہا کہ میرے پاس بجز بکری کے کچھ نہین ہے۔ بکری ذبح کی گئی بڑھیا نے پکایا۔ یہ لوگ سیر ہوئے اور چلتے وقت کہا کہ ہم قریش سے ہین اور حج کرنے جارہے ہین۔ واپسی کے وقت ہمسے ملنا کہ تجھسے نیکی کرینگے۔ کچھ دنون کے بعد یہ عورت افلاس سے مجبور ہوکر مدینہ آئی حسن نے اسے دیکھا اور ایک ہزار بکریان اور ایک ہزار دینار عطا فرما کر حسین کے پاس بھیجدیا۔ حسین کا عطیہ بھی اسکے برابر تھا اور انہون نے بھی عبداللہ ابن جعفر کے پاس بڑھا دیا۔ یہان بھی وہ ایسے ہی عطیہ سے

مسرور ہوئی۔

کنیز سے حسین پر کاسۂ طعام گر پڑا

حسینؑ ایک روز کھانا نوش فرما رہے تھے کہ ایک کنیز کے ہاتھ سے گرم کاسہ طعام حسینؑ کے چہرہ پر گر پڑا اور حسین نے اُسکی طرف دیکھا۔ اُسکے مُنھ سے نکلا۔

لونڈی نے کہا والکاظمین الغیظ فرمایا کظمت غیظی

" والعافین عن الناس " عفوت عنک

" واللہ یحب المحسنین " انت حرۃ لوجہ اللہ سبحانہ

محمد حنفیہ اور حسین

حضرت محمد حنفیہ اور حضرت امام حسین سے کسی وجہ سے کشیدگی ہوگئی۔ محمد حنفیہ نے حسین کو لکھا:۔ اے بھائی! میرے اور تمہارے پدر بزرگوار علی ابن ابیطالب ہین اِس امر مین نہ تو مین تم سے افضل ہون نہ تم مجھسے۔ تمہاری مادر گرامی فاطمہ زہرا رسول خدا کی بیٹی ہین۔ اگر تمام روے زمین کے موافق سونا میری ماں کی ملک ہو تب بھی وہ تمہاری ماں کا مقابلہ نہین کرسکتین۔ پس جب تم یہ خط پڑھو تو میرے پاس آؤ اور مجھے راضی کرو۔ کیونکہ تم بہ نسبت میرے احق بالفضل ہو۔ تمپر سلام ہو۔ اور خدا کی رحمت اور اُسکی برکتین نازل ہون۔ حسین نے جونہین خط ملاحظہ فرمایا محمد حنفیہ کی شیرین نگاہت اور اُنکے خردانہ نازتحکم کے موافق تشریف لے گئے اور منالیا۔

ایک کنیز کا تحفہ اور حسین کا جواب۔

کسی کنیز نے ایک مرتبہ شاخ ریحان کا گلدستہ پیشکش کیا حسین نے اُسے آزاد کردیا۔ کسی نے تحفہ کی بے حقیقتی اور آزادی کے بڑے نعم البدل پر اعتراض کیا۔ فرمایا۔ خدا فرماتا ہے اِذا حییتم بہ تحیۃ فحیوا باحسن منھا او ردوھا (جب تمہین کوئی تحفہ دے تو یا تو اُسے اُس سے اچھا عوض دو یا رد کردو)

اثنائے نماز مین سائل آیا۔

ایک روز حضرت امام حسین نماز پڑھتے تھے کہ کسی سائل نے آواز دی: جسنے تم سے امید رکھی اور کنڈی کھٹکھٹائی وہ محروم نہین ہوا۔ تم بخشش کرنے والے ہو۔ تمپر بھروسہ کیا جاتا ہے اور تمہارے باپ فاسقوں کے قتل کرنیوالے تھے۔ اگر وہ امر (اجرائے اسلام) نہ ہوتا جو تمہارے اسلاف کرگئے تو جہنم ہمارے محیط ہوتی حسینؑ نے نماز ختم کی۔ کچھ عطا فرماتے وقت کہا۔ اِن درہمون کو لے اور معاف کر اور جان لے کہ مین تجھپر شفیق ہون اگر مجھے قدرت حاصل ہوتی تو میرا احسان بخشش تجھپر منطبق ہوتا۔ لیکن حوادثات زمانہ تغیرات پیدا کرتے

ہین ابنائے زمان نے ہمارے حق کی رعایت نہ کی اور حقوق ہمارے تلف کئے اِس لئے ہاتھہ ہمارا مال دنیا سے تہی ہے۔

محتاجون کے متعلق قول

آپ کا قول تھا کہ محتاج نے جب تم سے سوال کیا تو اُس نے تمہین اپنی آبرو حوالہ کردی اور کچھہ اکرام اپنی آبرو کا نہ کیا۔ لیکن تم اُسے محروم واپس کرکے اپنی آبرو ذرا ئش کرو اور اپنے چہرہ کی تکریم کرو۔

سایل کا روپیہ پرکھنا اور حسین کی تصدیق۔

حضرت نے ایک شخص کو ہزار دینار یا درہم عطا فرمائی۔ وہ شخص روپیہ کو پرکھنے لگا۔ حضرت کے خازن نے اُس سے کہا کیا تو نے کوئی شئے فروخت کی ہے کہ روپیہ پرکھ رہا ہے۔ حاضر جواب سایل نے کہا کہ ہان آبرو بیچی ہے حضرت نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا اور ارشاد فرمایا کہ اسے تین ہزار درہم یا دینار دو ایک سوال کے لئے ایک آبرو کے لئے ایک اس لئے کہ ہماری ہی پاس سوال کیلئے آیا۔

عرضی پڑھنے کے قبل حاجت روائی۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت کو عرضی دی۔ حضرت نے فرمایا کہ قبل اسکے کہ تیرا رقعہ پڑھا جائے تیری حاجت روا ہے کسی نے کہا کہ کیون آپ نے رقعہ نہ پڑھا اور ایسا فرمایا۔ ارشاد کیا کہ حق تعالےٰ مجھسے سوال کرےگا کہ کیون خط پڑھنے تک اُسے انتظار مین رکھا۔

حسین کی تعداد حج۔

کہا گیا ہے کہ حضرت نے پیادہ پچیس حج کئے تھے۔ ایک مرتبہ پیادہ حج کو تشریف لئے جاتے تھے کہ راستہ مین حاجیون کا ایک قافلہ ملا۔ لوگ بوجہہ احترام اپنی سواریون سے اُتر گئے۔ لیکن پیدل چلنے مین تکلیف محسوس ہوئی۔ سعد ابن وقاص نے سوار ہوجانے کی گذارش کی کہ یہ لوگ آپکے ادب کی وجہ سے سوار نہین ہوتے۔ یہ سُنکر حسین نے وہ راہ ترک کردی۔

ایک بدگو اور حسین

ایک روز حسین مدینہ کے باہر کہین تشریف لیجا رہے تھے کہ ایک شخص نے کسی سے انکے نسبت سوال کیا۔ جواب دیا گیا کہ یہ نواسہ رسول ہین۔ اُسنے کہا کیا پسر علی ہین۔ جواب دیا گیا ہان۔ اب اسنے سبّ علی شروع کردی۔ حسین نے سُنا۔ مُسکرائے اور فرمایا:- اے عزیز کیا صحرا نوردی سے تیرے دماغ مین خشکی آگئی ہے اگر ایسا ہے تو مین تیرا علاج کردون۔ اور اگر تیری بی بی نے تجھے ستایا ہے تو یہ روپیہ لے اور جا۔ کسی نے اسکی گستاخی پر اوسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے روکا اور فرمایا ہم بڑے حلیم ہین۔ کوئی چیز ہمین خفیف نہین دی سکتی۔

بے ادب کے ساتھ حلم

کسی مجلس مین حسین تشریف رکھتے تھے کہ کسی شخص نے آپکی شان مین بے ادبی کی۔ حاضرین نے سزا دینا چاہی لیکن دیکھا کہ حسین کے چہرہ پر شکن تک نہین ہوا اور فرمارہے ہین۔ فرشتے اُس گھر مین نہین جاتے جہان کتا ہوتا ہے (آپنے غصہ کو کتے سے تشبیہہ دی ہے)۔

ام کلثوم بنت عبداللہ ابن جعفر کی یزید کے لیے خواستگاری اور حسین۔

معاویہ نے مروان ابن حکم کو عبداللہ ابن جعفر کے پاس اس لئے بھیجا کہ وہ ام کلثوم بنت عبداللہ کی یزید کیلئے خواستگاری کرے۔ عبداللہ نے حسین پر ٹالا۔ مروان حسین کے پاس آیا اور کہا کہ اگر ام کلثوم کا یزید سے عقد ہوجائے تو بہتر ہے اور معاویہ نے کہا ہے کہ جس قدر مہر ہوگا مین ادا کرونگا۔ آجکل اِن دونون خاندانون مین صلح ہے۔ اِس عقد کی وجہ سے یہ بات قایم رہیگی اور مین لکھونگا کہ عبداللہ پر جس قدر قرض ہے وہ بھی ادا کیا جائے۔ اے حسین آپکو معلوم ہونا چاہیے کہ بہ نسبت یزید کے آپ کو اچھا سمجھنے والے کم ہین اور یزید کو بہ نسبت آپکے اچھا سمجھنے والے زیادہ ہین اور بڑے تعجب کی بات ہوگی کہ یزید سے مہر طلب کیا جائے حالانکہ وہ ایسا شخص جسکا مثل وہمسر نہین۔ حسین نے فرمایا:۔

شکر ہے اُس خدا کا جسنے مجھے اپنے نفس پر اختیار دیا۔ اپنے دین کے لئے پسند کیا اور اپنی مخلوقات مین بزرگی دی۔ تونے کہا ہے کہ ام کلثوم کا باپ جس قدر مہر مانگے دونگا۔ میرا منشا تو یہ ہے کہ مین وہی طریقہ جاری رکھون جو رسول اللہ کی بیٹی بی بی اور دیگر اہلبیت کی عورتون کا مہر ہوا ہے۔ یعنی بارہ اوقیہ (چارسو اسی درہم) یہ جو کہا ہے کہ اُسکے باپ کا قرض بھی ادا کیا جائیگا۔ یہ بتا کہ کب ہمارے خاندان کے بیبیون نے ہمارا قرض ادا کیا ہے۔ صلح کے بابت یہ سمجھ لے کہ ہم جو تملوگون سے مخالفت کرتے ہین تو یہ محض خوشنودی خدا کے لئے ہے۔ دنیا کے لئے ہم کبھی صلح نہین کرینگے۔ جب نسبی قرابت سے کچھہ فائدہ نہ ہوا تو سببی قرابت اور شادی بیاہ کب مصالحت کراسکتے ہین۔ تونے یہ جو کہا کہ تعجب ہوگا اگر یزید سے مہر طلب کیا جائے۔ تو اُسکی کیا ہستی ہے اُس سے اور اُسکے باپ دادا سے جو لوگ افضل تھے اُن لوگون نے تو دیا ہی ہے اور اُن سے مہر لیا گیا ہے۔ تونے کہا ہے کہ یزید کا کوئی ہمسر نہین تو سمجھہ لے کہ اُسکا وہ ہمسر ہے جو آج سے پہلے تھا اُسکی امامت نے اُسکی ہمسری مین کچھہ زیادتی نہین کی ہے۔ یہ جو کہا کہ آپ کو اچھا سمجھنے والے کم ہین تو کچھہ پرواہ نہین جاہل اُسے اور عاقل مجھے اچھا سمجھتے ہین۔ (اپنے مختار کی طرف متوجہ ہوکر) سب لوگ گواہ رہین کہ مین نے ام کلثوم بنت عبداللہ کا عقد اُسکے چچازاد بھائی قثم ابن محمد ابن جعفر سے چار سو اسی درہم پر کیا اور اُنھین اپنی مدینہ والی زمین دی جسکی آٹھہ ہزار اشرفیان سالانہ محاصل ہین یہ اُنکی

بسر اوقات کے لئے کافی ہوگی مروان نے خفا ہوکر کہا۔ بنی ہاشم اپنی عداوت نہین چھوڑ تی۔ آپ نے فرمایا۔ وہ واقعہ یاد نہین ہے کہ جب بھائی حسن نے عایشہ بنت عثمان سے عقد کی خواہش کی تو تم نے کہا کہ عایشہ کا عقد عبداللہ ابن زبیر سے ہوگا"

ارنیب بنت اسحق کا قصہ معہ تنقید مؤلف

ملا حسین الکاشفی کی روضۃ الشہدا مین ایک واقعہ ملتا ہے جسے ناموں کے اختلاف کے ساتھ ابن قتیبہ نے کتاب الامامہ والسیاسۃ مین تفصیل سے لکھا ہے جو اصلاح نمبر ا جلد ۱۵ مین بھی شائع ہوا۔ مین خلاصہ پیش کرون گا۔ روضۃ الشہدا مین میرے غور کے قابل صرف یہ عبارت ہے کہ "عداوت فرعی یزید بہ دو سبب بود یکے آنکہ امام حسین از بیعت او ابا کرد۔۔۔ دوم آنکہ عبداللہ زبیر زنے داشت کہ در ان عصر بحسن وجمال او نشان نمی دانند وخبر خوبی او بہ یزید رسید۔ انواع حیلہا ساختند و تدبیرہا پرداختند۔ ابن زبیر آن زن را بے جہت طلاق داد واز شام وکالت نامہ بہ ابی موسیٰ اشعری رسید کہ مطلقہ ابن زبیر را برائے وے بخواند"۔ ابو موسیٰ نے اُسے اپنا۔ یزید ابن عمر اور حسین کا پیغام دیا۔ اور جب مطلقہ ابن زبیر نے حسین کو پسند کیا تو "عداوت امام حسین در دل یزید زیادہ شد"۔

کتاب الامامۃ مین ہے کہ یزید ارنیب بنت اسحق کی یاد مین بہت بیقرار تھا آخر اُسی حالت مین معاویہ کے پاس گیا۔ بہت سے شکوے شکایت آپس مین ہوئے۔ آخر مین باپ نے بیٹے کو صبر اور راز کے مخفی رکھنے کی تاکید کی اور اسکے بعد عبداللہ بن سلام یعنی ارنیب کے شوہر کو جسے بصرہ کا حاکم مقرر کیا تھا دمشق مین طلب کیا اور ابو ہریرہ اور ابو دردا کو اس پیغام کے ساتھ عبداللہ کے پاس بھیجا کہ مین اُس سے اپنی لڑکی کا عقد کرنا چاہتا ہون اور ادھر اپنی لڑکی سے کہدیا کہ جب ابو دردا وغیرہ عبداللہ ابن سلام کا پیغام لائین تو اُسکے شرافت ونجابت کا اقرار کرنا اور ارنیب کا طلاق اپنے عقد کی شرط قرار دینا۔ ابو ہریرہ وغیرہ نے جب عبداللہ ابن سلام سے معاویہ کی خواہش بیان کی تو اُسنے بڑی خوشی سے انلوگونکو نکاح کردینے کا وکیل بنایا۔ یہ لوگ بنت معاویہ کے پاس گئے۔ اُسنے سکھائی ہوئی باتین کہین۔ یہ لوگ پھر عبداللہ کے پاس آئے حال کہا اور اُنہون نے فوراً طلاق دیدیا۔ ابو ہریرہ اور ابو دردا گواہ ہوئے۔ اور جب ان دو معزز گواہون نے معاویہ کو طلاق ہوجانے کی اطلاع دی تو اب وہ بہت خفا ہوا اور کہا کہ اگر وہ جلدی نہ کرتا تو بہتر تہا۔ جاؤ پھر سمجھا جائیگا۔ لڑکی کو بھی ایسا ہی سمجھا دیا اور کہلوا بھی دیا کہ تحقیق کیجائیگی جلدی مناسب نہین ہے۔ اب معاویہ نے یزید کو صورت معاملہ کی خبر دی اور شام مین معاویہ کے حیلہ کی خبر مشہور ہوگئی۔ اور جب پھر ابن سلام نے

اپنے مذکرہ شاطہ کو بہیجا تو جواب ملا کہ مشورہ مین کچہہ لوگ موافق ہین اور کچہہ ناموافق - یہ ہماری طبیعت کے
موافق نہین ہے - یہ خبر بہی مشہور ہوئی اور لوگون نے کہا کہ کس قدر برا ہے وہ شخص جسے خدا بادشاہ بنائے
اور اپنی رعایا کو اُسکے سپرد کرے وہ ایسا فریب اور دہوکا دے - جب عدّت کا زمانہ تمام ہوا تو معاویہ نے
ابودردا کو عراق بہیجا کہ یزید کے لئے ارنیب کی خواستگاری کرے ابودردا سے عراق مین پہلے امام حسینؑ سے
ملاقات ہوئی اور جب انکے ورود کی وجہ ظاہر ہوئی تو حسینؑ نے بہی انہین اپنا وکیل بنایا - ابودردا ارنیب کے
پاس پہونچے اور دونون پیغام دیئے ارنیب نے بہی اپنے کو انکی بہائی کی بیٹی کہکر انہین اپنا وکیل بنایا اور
صلاح پوچہی اور انہون نے مجبوراً کہا کہ "اے بیٹی فرزند رسول ہمکو زیادہ احب ہے کہ خود رسول اللہ کو دیکہا
ہے کہ اُنکے لبون کو چوستے تہے لہذا تو بہی اپنا لب وہین رکہہ جہان رسول اللہ لب رکہتے تہے" ارنیب نے
منظور کیا - نکاح ہوا - معاویہ کو خبر ہوئی اور جہلاہٹ مین اپنے وکیل کو جو کچہہ کہہ سکتا تہا کہا - عبداللہ
ابن سلام نے اپنے زمانہ عقد مین ارنیب کو کچہہ موتی دیئے تہے - جب معاویہ کو اپنی کارروائیون مین ناکامی
ہوئی تو ابن سلام کی طرف سے توجہ کم ہوگئی جسکا نتیجہ افلاس ہوا - ابن سلام عراق آیا - حسین سے ملاقات
کی سارا قصہ بیان کیا حضرت نے سکوت فرمایا اور اسکے بعد ارنیب سے قصہ بیان کیا - اور فرمایا کہ وہ تمہارا
مداح ہے اگر اُسکی امانت ہو تو اُسے واپس کردو - ارنیب نے تصدیق کی - حضرت نے ابن سلام کو خبر دی
اور ساتہہ ہی اجازت دی کہ وہ اپنے ہاتہہ سے اپنا مال لے لے - ابن سلام گیا ارنیب نے موتی سامنے رکہدیئے
حسین باہر تشریف لے گئے ابن سلام نے چند موتی معاوضہ مین پیش کئے اور چیخ کر رونے لگے - حسین دونون کے
رونے کی صدا سنکر اندر تشریف لائے اور فرمایا "ہم خدا کو گواہ کرتے ہین کہ ہمنے اس عورت کو طلاق دیا اور
وہ خوب جانتا ہے کہ ہمنے بہ خیال حُسن وجمال عقد نہین کیا تہا بلکہ اس خیال سے کہ وہ اصلی شوہر پر حلال ہوجائے -
خداوند تو ہمین اسکا اجر عطا کر - حضرت نے جو کچہہ مہر دیا تہا اُسمین سے باوجود ابن سلام کے اصرار کے کچہہ واپس
نہ لیا - عدّہ تمام ہونے پہ ابن سلام سے پہر عقد کیا - دونون نہایت خوشی و آرام سے رہنے لگے اور
یزید محروم رہا" -

بلاشبہہ مین سوچتا ہون کہ یہ شیکسپیر کے قابل کمیڈی ہے اور اس قدر قانون طلاق کا لحاظ ہے جس قدر کہ
قصہ ہر طرح سچائی کا رنگ لئے ہوئے ہے - اور حقیقت یہ ہے کہ یہ بہی ایک امر ہے جس سے اُسکی سچائی مین اشتباہ
ہوتا ہے - دوسری زبردست بات یہ ہے کہ معاویہ کے دوران حکومت مین جو لوگ بصرہ کے عامل مقرر کئے گئے

اُنکے نام مجھے یہ ملتے ہین۔ بشرابن ارطاۃ۔ عبداللہ ابن عامر حرث بن عبداللہ ازدی۔ زیاد ابن سمیہ۔ عبداللہ ابن عمر غیلان اور عبداللہ ابن زیاد۔ عبداللہ ابن سلام کا کہین نام نہین ہے۔ ابن خلدون کے موافق ایک عبداللہ ابن سلام کا سنہ وفات ۴۳ھ ہے یعنی اگر یہ وہی ابن سلام تھے تو زیر بحث قصہ تک زندہ نرہے تھے۔ تیسرے دو مورخین کا مفید اختلاف لیکن یہ سب باتین اس خیال کے سامنے بے حقیقت ہین کہ یہ یزید کے دل مین دشمنی پیدا ہونے کی ایک وجہ بتائی گئی ہے اور اسکی غرض یہ ہے کہ اُن فطری اور مسلسل اسباب کو آنکھ سے اوجھل کردے۔ جو شہادت حسین پر منتہی ہو سکتے تھے۔ یزید کے گناہ کو اگر دھو نہ سکے تو کم سے کم عاشقانہ رقابت کا خیال دلاکر اُسکے جرم کو ہلکا کردے۔ اور اِس طرح حسینؑ کے کا عظیم کارناموں کو خفیف یا دوسرے رنگ مین دکھانے کے لیے اگر کلی نہین تو جزی کامیابی ہو اور معاملہ صرف عورت کا رہجائے جیسا حقیقت مین ایک عیسائی نے مجھسے کہا۔ صحیح ہے کہ ایک سمجھدار کے لئے جسے واقعات سے واقفیت ہو یہ واقعہ باوجود صحیح ہونے کے بھی کسی طرح اُن وجوہات کے مقابل ہونیکا حیثہ نہین رکھتا جو شہادت حسین پر منتہی ہوئے لیکن کسی زمانہ مین ایسے لوگون کی کمی نہین تھی جنکے کانون کی گہرائی کبھی یقین کرنے سے سیری ظاہر کرے یزید کے عداوت کی وجہ واقعہ کے صحت کی حالت مین بھی اپنے کو "وجہ" ہونیکی منزلت سے گرادیتی ہے جبکہ یزید کی تمام کارروائیان اور خیالات حسین کی حیات مین اور بعد کبھی اسے عداوت کی وجہ ظاہر نہین کرتے نہ کوئی ہمعصر دیکھنے والا کہتا ہے اور ایسی صورت مین کہ کچھ دنون کے بعد حسین نے اپنی کریم النفسی سے شوہر اولی کی طرف واپس کردیا۔ کوئی وجہ نہین ہے کہ حسین کے لئے تو وجہ ہوجائے اور ابن سلام انتقامی سلسلہ مین نہ آئے حالانکہ یزید نسبتاً کم خوف اور اندیشہ سے اُسے قتل کراکے اپنی خواہش پوری کرسکتا تھا حالانکہ یزید کے دوران حکومت مین کہین اِسکا ذکر نہین ہے۔ شاید اُس متلاشی کی محنت بیکار نہ جائے جو یہ سمجھنے کی کوشش کرے کہ اِس روایت کے راوی کس زمانہ تک پہونچتے ہین اور ابن قتیبہ نے خود کونسی کتابون سے یہ روایت پائی ہے۔ اور روایت کا ہموار سلسلہ کم سے کم واقعہ کا اُس قدر وزن قائم رکھیگا جسکا وہ شایان ہے۔

تلاوت قرآن کا طریقہ

"اسحٰق ابن عمار نے روایت کی ہے ابو عبداللہ علیہ السلام سے پوچھا مین نے یا بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ مین حافظ قرآن ہون تلاوت اسکی از روئے قرآن کردن یا از ظہر قلب فرمایا از روئے مصحف کے (کیا) نہین سنا تو نے کہ قرآن مین نظر کرنا عبادت ہے"۔ (توضیح مجید فی تنقیح کلام اللہ المجید)

وجوب روزہ کی وجہ

کسی نے حضرت امام حسین سے پوچھا کہ روزہ کیوں واجب کیا گیا۔ فرمایا۔ اس لئے کہ "امیروں کو بھوک کا
مزہ معلوم ہو کہ غریبوں پر رحم کریں"۔

خدا مرید ہے یا عالم و قادر (توضیح....)

کتاب توحید ابن بابویہ میں ہے کہ راوی نے ابی عبد اللہ علیہ السلام سے سوال کیا کہ آیا خدا ہمیشہ مرید
(ارادہ کرنیوالا) ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ مرید نہیں ہوتا ہے مگر یہ کہ مراد اُسکے ساتھ ہو بلکہ وہ ہمیشہ عالم اور قادر ہے

حسین کے خطبے کے بعض الفاظ میں اثبات وجود باری کے متعلق طریقہ استدلال۔

سید الشہداء نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ "سب تعریفیں اُس خدا کے لئے زیبا ہیں جو کسی شئے سے موجود نہیں ہوا
حدوث اشیاء اُسکے ازلی ہونے پر گواہی دینے والی ہیں۔ صنعت کی مضبوطی اُسکے نشان کے لئے کافی ہے"۔
دعائے عرفہ میں فرمایا "یا اللہ میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اور تیرے رب ہونے کی گواہی دیتا ہوں اور
اقرار کرتا ہوں۔ تیرے ہی طرف ہماری بازگشت ہے۔ تو نے ابتدا کی اپنے بخشش کی قبل اسکے کہ میں موجود
تھا" (کفایۃ الموحدین)

ہر خیر کی اصل

فضل ابن شاذان سے روایت ہے کہ ابی عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اصل ہیں ہر خیر کی اور ہر اور نیکی
ہماری فرع ہے۔ از انجملہ توحید۔ صلوٰۃ۔ صیام۔ غصہ کا فرو کرنا۔ عفو۔ فقیر پر رحم۔ ہمسایہ کی مدارات۔ اور
فضلا کا اقرار فضیلت ہے۔ اور ہمارا عدو اصل ہر شر ہے اور اُسکی فروع کل برائیاں ہیں۔ از انجملہ جھوٹ۔ بدگوئی
بخل۔ قطع رحم۔ سود کھانا۔ بغیر حق کے یتیم کا مال لینا۔ خدا کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنا۔ ظاہر اور باطن فحش
کا مرتکب ہونا۔ از انجملہ سرقہ۔ زنا۔ اور جو چیزیں کہ اس قسم کی ہوں۔ وہ شخص جھوٹا ہے جو کہے کہ ہمارے ساتھ ہے
درانحالیکہ وہ ہمارے غیر کی فرع سے تعلق رکھتا ہو"۔ (توضیح....)

خدا اور خیر و شر

ابو بصیر نے حضرت ابو عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ خدا برائی کا حکم دیتا ہے اُس نے خدا
کی تکذیب کی اور جو شخص کہتا ہے کہ خیر و شر خدا کی طرف سے ہے اُسنے خدا کی تکذیب کی (توضیح ...)

فقرا مدعو کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ حسین کہیں تشریف لیجا رہے تھے راستہ میں دیکھا کہ بہت سے فقیر راستہ میں بیٹھے ہوئے کچھ کھا رہے ہیں۔
اُنلوگوں نے حسین کو بلایا۔ حسین کمال خلق سے اُنکے پاس بیٹھ گئے۔ اور فرمایا ان اللہ لا یحب المتکبرین ثم
قال قد اجبتکم فاجیبونی۔ اسکے بعد آپ سب کو اپنے دولتسرا لے گئے۔ اور سبھوں کے ساتھ
رعایت کی۔

حسین کا ایک لقب۔

صاحب جنات الخلود کے موافق حضرت کی کنیت میں ایک "ابو المساکین" بھی تھی اس لئے کہ حضرت مساکین
اور غربا پر بیحد لطف فرماتے تھے اور وظائف عطا کرتے تھے۔

بعد شہادت حضرت پشت اقدس پر نشان پائے گئے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا اور آپ نے فرمایا کہ یہ نشان اُن بار کے ہیں جسے پوشیدہ پشت پر لیکر یتیموں اور بیوہ ں کے گھروں پر پہونچاتے تھے۔ شاعر کہتا ہے:۔ وان ظہرا بدا اللبر بنقلہ + سرا الی اہلہ مکسور ا (وہ پشت اقدس جو فقرا کے لیے راتوں کو صدقات اُٹھاتی تھی ایک دن پامال سم اسپان تھی)۔

پشت اقدس کے نشان کی واقعہ خوانی

اُسامہ ابن زید بیمار ہوگئے۔ حسین اُنکی عیادت کے لیے تشریف لیگئے۔ اُسامہ کی باتوں سے اُنکی پریشانی ظاہر ہوئی اور وجہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُنپر ساٹھ ہزار درہم قرض ہیں۔ فرمایا۔ ہم ادا کردینگے اُسامہ نے کہا ہمیں خوف ہے کہ آپ ہمارے مرنیکے بعد ادا کریں۔ یہ سُنکر حسینؑ نے اُسے فوراً ادا کردیا اور فرمایا۔ بادشاہوں کی خصلت میں سے سبسے زیادہ بُری اور ناقابل تعریف بات یہ ہے کہ وہ دشمن سے ڈریں غریبوں پر سخت دلی سے رحم نہ کریں اور بخل کریں۔

اُسامہ کا قرض ادا کرتے ہیں۔

کسی اعرابی نے حسین کے سخاوت کی شہرت سُنی اور حاضر خدمت ہوا حسینؑ نے قنبر سے دریافت کیا کہ کچھہ موجود ہے۔ کہا چار ہزار دینار موجود ہیں۔ فرمایا اُسے دیدو جو ہمسے زیادہ مستحق ہے حضرت نے اپنے کو چھپاکر اپنے دست مبارک سے دیا۔ اور عذر کیا۔ اعرابی رونے لگا۔ حضرت نے سبب پوچھا تو کہا۔ میں تمہارے ایسے شخص پر روتا ہوں کہ تمہارے زیر خاک چھپنے پر یہ دست جود ناپدید ہوجائیگا۔

ایک اعرابی کا اثر حسین کی سخاوت سے۔

عبدالرحمن ابن سلمی حسین کے بعض بچوں کے اُستاد تھے۔ ایک روز جب بچوں نے گھر آکر سبق سُنایا تو حسینؑ نے اُستاد کو ایک ہزار دینار اور حلہ عطا فرمایا۔ کسی نے زیادتی سخاوت پر اعتراض کیا تو فرمایا۔ ”میری مختصر بخشش اُسکی کثیر عطا کے ہمپلہ نہیں ہے“۔

معلم کی قدر دانی۔

ایک مرتبہ حسینؑ پیادہ حج کرنے تشریف لیجارہے تھے اور سواری ساتھ تھی۔ کسی شخص نے کہا یا ابن رسول اللہ آپ بہت خوف خدا کرتے ہیں۔ فرمایا۔ قیامت میں وہ بیخوف نہیں ہے جو دنیا میں نہیں ڈرتا۔

حسین اور خوف خدا

کسی شخص نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی قلت اولاد کے بارہ میں سوال کیا۔ آپنے فرمایا کہ مجھے تعجب ہے کہ میں کیونکر پیدا ہوا اس لیے کہ وہ جناب تو شب کو ہزار رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔

قلت اولاد شغف عبادت سے۔

ایک غلام کیونکر حسین کی وساطت سے آزاد ہوا۔

حسینؑ فرماتے ہین کہ مین نے ایک مرتبہ ایک غلام کو کتے کے ساتھ کچھہ کھاتے دیکھا۔ مینے اوس سے سبب پوچھا۔ اُس نے کہا یا ابن رسول اللہ مین ایک درد رسیدہ ہون۔ دل خوش کرنے کو اِس کتے کے ساتھہ کھیل رہا ہون۔ حسین اُسے لئے ہوئے اُسکے آقا کے پاس گئے جو یہودی تہا۔ اور دو سو دینار زرہائے پیش کیا۔ یہودی نے کہا۔ آپکی تشریف آوری کے ضمن مین مینے اُسے آزاد کیا۔ اپنا ایک باغ اُسے دیا اور آپ کا روپیہ واپس کرتا ہون۔ حسین نے فرمایا مین روپیہ تجھے ہبہ کرتا ہون۔ یہودی نے قبول کیا لیکن روپیہ بھی غلام کو دیدیا۔ یہودی کی بی بی پر حسین کے رحم و عطا کا یہہ اثر ہوا کہ اسنے اپنے شوہر کا مہر معاف کردیا۔ یہودی اور اُسکی بی بی مسلمان ہوئی اور شوہر نے اپنا مکان عورت کے نام ہبہ کردیا۔

بخشش موافق معرفت

ایک اعرابی حسینؑ کی خدمت مین حاضر ہوا اور کہا یا ابن رسول اللہ مین دیت کا ضامن ہوا ہون مجھے اِس قدر مرحمت فرمایئے۔ فرمایا۔ اے برادر اعرابی مین تجھسے تین سوال کرونگا اگر ۱/۳ بتایا تو ۱/۳ زر دیت اور ۲/۳ بتایا تو ۲/۳ اور ۳/۳ بتایا تو کل ادا کردونگا۔ اُسنے عرض کی یا ابن رسول اللہ آپ کا ایسا صاحب علم و شرف مجھسے پوچھے! فرمایا۔ میرے نانا رسول نے فرمایا ہے کہ بخشش معرفت کے موافق ہونی چاہیئے۔ اِسکے بعد پوچھا۔

فاضل ترین اعمال کیا ہے؟ جواب دیا۔ اقرار توحید۔ پوچھا کونسی چیز انسان کو ہلاکت سے بچاتی ہے جواب دیا۔ خدا پر بھروسہ۔ پوچھا کس چیز سے اِنسان کی زینت ہے۔ جواب دیا علم سے جسمین حلم ملا ہو فرمایا۔ اگر یہہ نہو تو۔ کہا۔ پھر مال اور مروت ہو۔ پوچھا اگر یہ بھی نہ ہو تو۔ کہا۔ تو فقر مین صبر ہونا چاہئے فرمایا۔ اگر اسپر بھی قدرت نہو۔ کہا۔ تو ایسا شخص مستحق ہے کہ اُسپر بجلی گرے۔ حضرت ہنسے اور اعرابی کو ایک ہزار دینار اور ایک انگوٹھی عنایت کرکے فرمایا۔ ایک سے دیت ادا کر اور دوسرے کو نفقہ مین صرف کر۔

حسن کا ادب اور ایک فقرہ۔

حسین حسن کے سامنے ادب سے بات نہ کرتے تھے۔ ایکبار فرمایا۔ (کاش) اے بھائی آپکی زبان میری اور میرا قلب آپ کا ہوتا۔

نانا کا انداز اور نقل و حرکت سے حسین کی وضع جیسی ملتی تھی

رسالہ البرہان بابت ماہ مارچ سنہ ۱۳ء مین "حلیہ مبارک آنحضرت" کے فاضل مضمون نگار مولوی خواجہ غلام حسنین صاحب پانی پتی نے تحریر فرمایا ہے کہ ہند ابن ابی ہالہ یعنی حضرت امام حسن علیہ السلام کے ماموں حلیہ مبارک بیان کرتے تھے

اور حضرت سُن رہے ہین"۔ جب یہ حدیث سُن چکے تو آپ فرماتے ہین کہ چند روز تک مین نے اُسکا ذکر اپنے بھائی امام حسین سے نہ کیا۔ پھر جب مین نے اُن سے یہ حدیث بیان کی تو معلوم ہوا کہ وہ پہلے ہی اسکی تحقیق کر چکے ہے اور جو بات مین نے دریافت کی تھی وہ خود اُسکو دریافت کر چکے تہے اور یہ بہی معلوم ہوکہ اپنے والد بزرگوار سے آنحضرت کے مدخل (گھر مین تشریف لانے) اور مخرج (گھر سے باہر تشریف لیجاتے) اور شکل (طرز روش) کا کُل حال دریافت کرلیا تہا۔ کوئی بات باقی نہ چھوڑی تھی"۔ اِسکے بعد فاضل مضمون نگار نے خود حضرت امام حسین سے روایت فرمائی ہے کہ وہ حضرت اپنے پدر بزرگوار سے آنحضرت کے مدخل مخرج اور مجلس کا حال دریافت فرماتے ہین اور جناب امیر ہر جگہہ کی حالت کو بہ تفصیل ارشاد فرماتے ہین۔

کبر یا عزت

کسی نے حضرت کو کبر سے نسبت دی۔ فرمایا۔ کبر خدا کے لئے ہے جسکا کوئی شریک نہین۔ لیکن خدا فرماتا ہے کہ "عزت" مومنین اور رسول کے لئے ہے۔

مروان کو عملی دلیل دکھائی گئی۔

ایک دن مروان نے حضرت سے کہا کہ اگر فاطمہ (علیہا سلام) تمہارے لئے باعث فخر نہ ہوتین تو پھر تم کس سے فخر کرتے۔ حضرت نے ہاتہہ بڑہا کر مروان کا ٹیٹوا پکڑا اور زمین دکھاکر فرمایا۔ اگر جواب ہوگیا ہو تو تصدیق کر۔

معاویہ کے دورہ کے زمانہ مین ایک سائل آیا اور اُسنے سوال کیا۔ معاویہ نے حسین سے صلاح کی اور آپنے سفارش کی۔ معاویہ نے کچہہ دیا اسپر اعرابی نے شعر پڑہے جو اُنکے اباء طاہرین اور اُنکی مدح پر مشتمل تہے۔ اشعار سنکر معاویہ نے کہا کہ دیا مینے اور تو حسین کی تعریف کرتا ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ تونے اُنکا حق غصب کیا اور اُنکے سفارش سے بخشش کی۔

مروان ابن حکم نے اپنے دور حکومت مین فرزدق شاعر کو نکلوا دیا۔ جب یہ حسین کے پاس آیا تو آپنے اُسے چار ہزار دینار عطا فرمائی۔ جب مروان کو معلوم ہوا تو اُس نے آپ سے کہا۔ یا ابن رسول اللہ ایک دروغ گو شاعر کو اس قدر عطا کی ضرورت نہ تھی۔ فرمایا۔ بہترین مال وہ ہے جسکے عطا سے عزت محفوظ رہے۔ رسول نے بھی عباس ابن مرداس کو اُسکی زبان سے محفوظ رہنے کے لئے کچہہ عطا فرمایا تھا۔

حضرت کا قول ہے کہ "دنیا کے لوگ مال کے بندے ہین اور دین اُنکی زبان پر ایک مہمل لفظ ہے جبتک دین سے اُنکی معاش حاصل ہے اُسوقت تک اسکے گرد رہتے ہین مگر جب آزمایش کیلئے خالص کیجاتے ہین اُسوقت دیندار کم ہوجاتے ہین"۔ (اخلاق حسینی)

روایت ہے کہ حضرت کے زمانہ مین مدینہ مین کوئی ایسا مسکین نہ تھا جسے حضرت سے وظیفہ ملتا ہو (جلاء العیون)

جناب امیر اور طاہرہ کے اوقاف اور حسین۔

حضرت امام حسن کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین از روئے وصیت اُن اوقاف کے متولی ہوئے جو جناب امیر اور حضرت فاطمہ زہرا نے کئے تھے۔

انگوٹھی کا نقش

حضرت کی انگوٹھی پر نقش تھا کہ "ان اللہ بالغ امرہ (خدا اپنے حکم کا خود بجا لانے والا ہے) یا ثقتی باللہ (میرا بھروسہ خدا پر ہے)۔

عدد اولاد

بقولے چار لڑکے اور دو لڑکیاں۔ بقولے چھ لڑکے اور دو لڑکیاں۔ بقولے چھ لڑکے اور چار لڑکیاں۔ علی اکبر۔ لیلے بنت عروہ سے۔ علی اوسط ملقب بہ امام زین العابدین شاہ زنان سے علی اصغر ماں کا نام معلوم نہیں۔ محمد۔ حال معلوم نہیں۔ جعفر اور عبد اللہ۔ ربابہ بنت امرالقیس سے تھے۔ فاطمہ۔ ام اسحق سے۔ زینب۔ ماں کا نام معلوم نہیں۔ ایک اور لڑکی۔ ماں کا نام معلوم نہیں (جنات الخلود) تاریخ خمیس کے موافق حضرت کی اولاد کے نام علی اکبر۔ علی اصغر۔ جعفر۔ فاطمہ اور سکینہ ہیں۔ یہی مورخ ذخائر العقبے سے چھ بیٹے تین بیٹیاں لکھتا ہے۔ علی اکبر۔ علی اصغر۔ علی زین العابدین۔ محمد۔ عبد اللہ۔ جعفر۔ زینب۔ سکینہ۔ فاطمہ۔

زوجات

سوائے کنیزان خاصہ کے تمام عمر میں پانچ عقد کئے۔ شہربانو بنت یزدجرد۔ ربابہ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ۔ ربابہ بنت امرالقیس بن عدیہ کلبیہ ام اسحق بنت عبد اللہ تمیمہ قضاعا (باپ کا نام معلوم نہیں (جنات الخلود)۔

باب ششم کا نشو

امیر شام جنگ کرنے کی غرض ظاہر کرتا ہے۔

اُن باتوں کے کہنے کے بعد جنکا گذشتہ ابواب سے تعلق تھا ہم اب اُسکے ایسے نشو پر پہونچے ہیں جسکی صورت حال ابن ابی الحدید کی اِس روایت سے بہت اچھی طرح سمجھ میں آتی ہے جسے میں بحار سے نقل کرتا ہوں کہ معاویہ نے نخیلہ میں خطبہ دیا اور اُسمیں کہا "خدا کی قسم میں نے تم سے اس امر پر مقاتلہ نہیں کیا کہ تم نماز پڑھو اور نہ اس لئے کہ روزہ رکھو اور نہ اس لئے کہ تم حج کرو اور نہ اس لئے کہ زکوٰۃ دو کیونکہ یہ امور سب تم بجا لاتے ہو۔ بلکہ میں نے تم سے اسلئے مقاتلہ کیا کہ تمپر امیر ہو جاؤں"۔ ابن خلدون ۴۱ھ میں

بنی امیہ کے متعلق لکھتا ہے کہ "یہ وہ زمانہ تہا کہ لوگ شان نبوت اور خوارق کو بھلا کر قومی حمیت اور عصبیت پر جھکے ہوئے تھے اور یہ بات کل عرب اور مضر پر بنو امیہ کو حاصل تہی"

معاویہ کے بیشتر عمال کی حالت۔

کیا۔ اگر بنی امیہ کی جنگ اپنی امارت کے قبول کرانے کے لئے تہے اور رسومات دین کی بجاآوری کیلئے نہ تہی تو مین غور کرتا ہون کہ معاویہ کے بیشترو لوگون کے بعض افعال امورات شریعت کے قیام کے لئے تہے ؟ کیا وہ لوگ قتل نہین کئے گئے جنہین اصحاب رسول نے قتل ہونے کے قبل نماز پڑہتے دیکہا اور اذان دیتے سُنا تھا۔ کیا مانعین زکوٰۃ اصولاً ادائے زکوٰۃ کے مخالف تہے اور شریعت مین ترمیم کرنا چاہتے تہے ؟ نہین وہ خود ساختہ امتیازکی مخالفت کر رہے تہے جسے نہ جمہور نے کسیکو عطا کیا تہا اور نہ اُنکے مستند رہنما نے اُسے آیندہ کا امام قرار دیا تہا جسنے اس علم پر اُنکے قتل کرنیکے لئے فوجین روانہ کی تعین کردہ "ہین" خلیفہ تسلیم نہین کرتے ہین اسی موقع پر علامہ سید رشید رضا

علامہ سید رشید رضا کی متعلق تقریر۔

اڈیٹر المنار کی تقریر کے ایک جزو کا پیوند لگانا چاہتا ہون جو اُنھون نے ندوہ سنہ ۱۲ کے جلسہ مین فرمائی تہی۔ مجھے اُنکی تقریر کے موقع کا لحاظ ہے اور اُنکی احتیاط کا معترف ہون جہان وہ فرماتے ہین "اگر ہم اِس موقع پر خلفاء راشدین کی حکومت سے قطع نظر کرین کیونکہ وہ پیغمبر اسلام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے جانشین تہے اور اُنپر ہم دیگر حکومتون کو قیاس نہین کرسکتے تو کم سے کم بنی امیہ اور عباسیون کی حکومتونکو تو پیش نظر لا سکتے ہین۔ بلا شبہہ یہ دونون حکومتین قانون اور انتظام کے لحاظ سے رعایا پر سب سے زیادہ مہربان اور فیاض تھین مگر دیکہو کہ اونہون نے اُن اشخاص کے ساتہہ کیا جابرانہ برتاؤ کیا جو اُنکے اقتدار کے مخالف تہے۔ یہانتک کہ اُنھون نے آل رسول (علیہ السلام) کو ذبح کرنے مین بہی دریغ نہین کیا۔ وآل نبی مین سے جسکو جہان پاتے تہے اس وہم سے کہ مبادا وہ انکی حکومت مین خلل انداز ہون بے تکلف قتل کر ڈالتے تہے" اِس تقریر کے الفاظ "اگر" "کم سے کم" "آل نبی" "وہم" "مبادا" "بے تکلف" اپنی آپ ہی شرح ہین۔

وہ کڑی جو بنی تمر اور بنی امیہ کی مصلحت کو جوڑتی ہے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے مغیرہ ابن شعبہ کے متعلق یہ فرمانے کا موقع پایا تہا کہ وہ "اسلام کو ہلاک کر رہا ہے" یہنے احتیاط کی ہے کہ مغیرہ ابن شعبہ کے اساس مصلحت کو لکہتے ہین۔ اور یہ دکہلاتے ہین کہ وہ کونسے لوگ تہے جنہین اِن ذات شریف سے صلاحین لینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور سچائی کو اپنی صورت دکھانی تہی کہ اسکی یہی مثال ملتی کہ اور وہ کون تہا جسنے اسلام کے اس ہلاک کرنیوالے

کی صلاح قبول نہ کی۔ اگر یکجہتی مصلحت اور اتحاد غرض سے چشم پوشی بہی کیجائے تو یہ امر خیال کرنے کے قابل ہوگا کہ گذشتہ تین دور اور بنی امیہ کے حصول اختیار مین مغیرہ ابن شعبہ کی ذات نہ صرف جوڑنے والی کڑی ہتی بلکہ اسکی دونون مین شرکت ایک چیز تہی جو ان دونون حکومتون مین قومی مماثلت کے قرائن سے بڑہی۔ اور یہ تو صاف ظاہر ہے کہ قرون ثلاثہ کی مصلحت بنی امیہ کو وراثت مین ملی تہی۔

بنی امیہ کو قرون ثلاثہ کی مصلحت ورثہ مین ملی تہی۔

مین نے کہا ہے کہ قرون ثلاثہ کی مصلحت بنی امیہ کو وراثت مین ملی تہی۔ یہ اس خیال سے ہے کہ اُس زمانہ مین جبکہ بنی ہاشم صاحب اختیار ہوجاسکتے بنی امیہ خاموش تہے اور بنی عدی یا تیم اسکے خلاف ایک مصلحت کے موجد ہوئے اور جب سے انہون نے بنی امیہ کو اپنے لئے خریدا بنی امیہ اپنے اس اظہار خیال سے باز ہے کہ بنی عدی اور تیم قریش مین کوئی ذی اثر قبیلہ نہین ہے۔ بلکہ وہ اب بنی ہاشم کے خلاف انہین (عدی وتیم کو) اپنی جگہہ مضبوط کرنے لگے اور انہین (بنی امیہ کو) خود اپنے لئے کہڑے ہونیکی جگہہ ملگئی اور آیندہ تجربہ نے بتایا کہ ہم بنی ہاشم کے دلنشین تقدس اور عظمت کے مقابل اگر ٹھہر سکتے ہین تو اُس مصلحت کی پیروی سے جو ہمارے بحال کرنے والے کر گئے۔ لازماً بنی امیہ جب تک بنی عدی اور تیم کے ماتحت رہے نہ انہین شہنشاہی کے بڑے مصالح خود گڑہنے پڑے اور نہ وہ بنی ہاشم کے متعلق مصلحت کی اُس صورت مین زیادہ پرجوش ہوسکے جس قدر موقع کی مصلحت کے لحاظ سے بنی عدی اور تیم نے سختی جائز رکہی تہی۔ بلکہ بنی ہاشم کی دفعتہً بے دست و پائی اور عدی و تیم کی قوت کے باوجود نامقبولیت کے خوف نے غیر محتاط سختی سے آپس مین ایک یہ سمجہوتہ کرا دیا کہ نہ تم ہمارے اختیار کے خلاف کوشش کرو اور نہ ہم تمہین آیندہ کسی مزید ازمائش کی تکلیف دین۔ یہ مصلحت معاویہ کے زمانہ تک قایم رہی اگرچہ دور ثالث یعنی بنی امیہ کے عود اختیار سے جو کرخت تحرک ہوسکتا تہا اُسکا تذکرہ کیا گیا۔

قرون ثلثہ کی مصلحت بہی بنی امیہ کے جوش عداوت کا ورثہ تہی

لیکن یہ بہی کہا جاسکتا ہے کہ قرون ثلاثہ کی مصلحت ورثہ تہی بنی امیہ کے اُس جوش عداوت کا جو حصول اختیار کے لئے تہا۔ ممکن ہے کہ بنی امیہ کی عداوت مین جو اُنہین نبی برحق سے تہی مذہبی عنصر کا بہی کوئی جزو ہو لیکن بنی امیہ اور بنی ہاشم کی عداوت نبی عربی کی بعثت سے بہت قبل کی ہتی جس مین مذہب کا کوئی جزو نہ تہا بلکہ اگر تہا تو نام اور نمود کا جسنے امیہ کی اولاد مین حسد پیدا کیا اور وہ برابر بنی ہاشم کی بیخ کنی مین مبتلا رہے۔ نہ بنی امیہ اسلام کے لئے اسلام لائے اور نہ کبہی اسلام کے سیاسی

اقتدار کی ذرا سی لغزش دیکھکر اُنہیں طنز کرنے مین تکلف ہوا اور عثمان کے خلیفہ ہوتے ہی ابوسفیان
بقیع مین پہنچا جو اُسے کہنا تہا۔ یہ اُسکی تمام ساخت تمام فطرت اور تمام خیال کا آئینہ تہا۔ اور ہم ایک
موقع پر پہونچنے والے ہین جہان یہ کہا جائیگا کہ "بنی ہاشم نے ملک کے ساتھ کھیل کھیلا نہ کوئی خبر
آئی تہی نہ وحی نازل ہوئی تہی"! ہم مین سے بعض سوچ سکتے ہین کہ یہ ایک اظہار خیال ہے جس سے مذہب
کی بو سخت ترین احتیاط بلکہ دشمنی کے طنز سے دور کی گئی ہے لیکن کوئی کہہ سکتا ہے کہ سیاسی حیثیت سے
اُسکی بے تمیزی ظاہر ہے جس مین اسکا لحاظ نہیں کیا گیا کہ سننے والے کون تہے لیکن مین ان دونون
باتون سے الگ سوچتا ہون اور وہ یہ ہے کہ موقع آیا تھا جسمین لوگ اس درجہ دینی حرارت سے خالی
ہوگئے تہے کہ وہ اپنے قومی مذہب کی ایسی سخت جھنجھوڑ پر بہی اپنے کو بے حس پاتے۔ یہ خالی ہونا ایک
دن کا کام نہ تہا انکا یہ حس اُس وقت ضائع نہیں ہوا تھا جس وقت یہ انتہا پسند فقرہ کہا گیا بلکہ اُنکے
حس کا ضعف اُس وقت سے شروع ہوا تہا جس وقت سے اُنہون نے یا اُنکے آبا و اجداد نے اسے
گوارا کر لیا تھا کہ اپنے ہر طرح کے محسن کے آخری فرض کے ادا کرنے کے قبل ہم اپنا موقع طے کر لین۔ نہ ہو کہ
اُسکے دفن کے ساتھ ہماری آرزوئین دفن ہو جائین۔ اور کیا یہ اسکے قبل ہوسکتا تہا جب تک وہ اپنے
محسن کے اُن تمام اقوال کو جو عدم خودغرضی اور عدم موقع بینی کا سبق سکہاتے ہون اپنی توجہ اور اطاعت
کے شایان نہ سمجھتے ہون؟ جماعت انسانی کا کوئی عاجز اور دنی الطبع انسان ذلت کا پہلا بت نہیں ہے
بلکہ وہ ایسے اتفاقات مین بسر کر چکا ہے کہ زمانہ نے اُسے اپنی قوتون کو اُس طرح صرف نہ کرنے دیا جس
طرح وہ پیدا ہوا تھا۔ اور جس طرح اُسکے نشو کا فطری اقتضا تہا۔ بلکہ وہ ایسے بوجھ سے دبا دیا تہا کہ ہل نہ
سکتا اور اگر چلنے کی راہ بہی پاتا تو ایسے راستون سے جو اُس سے بہتر موقع کے کسی نفس کے لیے ذلت کی
انتہا ہوتی۔ تم چاہتے ہو کہ گھُنا ہوا بیج اچہا درخت اُگائے۔ اور شاید یہ بہی تمہارے مشاہدہ یا سمعی تجربہ
مین ہو کہ ضعیف البصر باپ کا فرزند بہی ضعیف البصر اور بہرہ باپ کا بیٹا بہی اکثر بہرا ہوا ہے یا بسا اوقات
بیٹا اپنے ماں باپ کے امراض وراثتاً پاتا ہے۔ تم نے کب خدا کا قانون یہ دیکہا ہے کہ لومڑی نے
شیر کا بچہ جنا ہو۔ مین اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ اگر کسی شجاع قوم سے جرأت کا احساس دور کیا جاسکتا
ہے تو وہی قوم یا وہ جو جرأت کہو چکی ہے کیون نہ شجاع بنائی جاسکتی ہو۔
اور کیا یہ انسانی تجربہ مین ہے کہ کوئی شخص کسی امر مین فوراً انتہا پسند ہو جائے جب تک کچھ وقت

عداوت اور بے لحاظی کی انتہا۔

اسکے نشو پذیر

اُسے ہٹکا ماہوا ایک جگہہ قایم نہ کردے۔ وہ شخص جو یہ کہہ سکتا تہا کہ بنی ہاشم نے ملک کے ساتہہ کہیل کیا وہ تخت شاہی پر تہا اُس نے اپنے پہلے بادشاہ کے طرز عمل کو دیکہا تہا اور وہ روایتین اور ترکیبین سُنی اور دیکہی تھین جو اُسکے پیشروون نے اپنے کو اپنی جگہہ مضبوط کرنے کے لئے کی تہین اُسے یہ بہی معلوم تہا کہ ذاتی منفعت یا احتیاط کی مصلحت نے لوگون کو بہی اپنی جگہہ پر رکہا اور اب نسبتاً امن آب و ہوا مین پرورش پاتے ہوئے اس قدر زیادہ زمانہ گذرا ہے کہ کسی مخالف احساس کے پیدا ہونیکی امید نہین ہے۔ یعنی اُسکی جرأت لوگون کے مردہ احساس پر مبنی تہی۔

اور اگر یہ انتہا پسندانہ بے تمیزی تہی تو اسکے قبل اعتدال کے زمانہ مین کیا ایسی باتین نہ گذری تھین جو ایک ذکی الحس کے لئے اینٹھنے کو ناکافی ہوتین یہ نام اور غرض بھول جاؤ اگرچہ ہو لیکن کون سے مراحل باقی بچے جو طے ہونے سے بچ رہے تہے۔

آج سے کچہہ ہی قبل تک ایسی صدا اُسکتی تہی کہ رسول۔ سیدۃ النساء اور ولایت مآب کے دفن مین شرکت نہ ہونے سے شرم اور انابت کی ویل سُنائی دے۔ اور لوگ سمجھین کہ علی اور فاطمہ نے ہمین شرکت تجہیز و تکفین کے قابل نہ سمجہا وہ اس لئے ہو کہ ہمنے اُنکے ساتہہ تجاہل جائز رکھا تہا یا اس لئے کہ ہم اُنکی کارگزاری کے دیکہنے مین اُلجھے ہوئے تہے جنہون نے دفن رسول پر بعض سرگرمیونکو مقدم رکھا۔ لیکن ہمارے زیر تبصرہ باب مین واقعات کا نشو اس طرح ہو رہا تھا کہ نبی کے نواسہ کا دفن ایک عبرت ناک تاریخی واقعہ ہو جاتا۔ اور اِس سے کہین بڑہکر واقعات تو ابہی باقی ہین۔ صرف مدارج اور مراتب کو زیر نظر رکھو۔

علی و فاطمہ کا فرزند (جو انک لعلی خلق عظیم کے مصداق کا فرزند تسلیم کیا جاتا اگر لڑکے سے مراد ذات و صفات کے فطری انتقال کا سلسلہ ہے۔ جو خود بہی اپنے خُلق کے لئے مشہور ہوتا) اُسکا قایمقام ہوا جسنے فرمایا تہا کہ مجہے صلح سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس سرچشمہ شرافت و تہذیب (حسن) نے اپنی عمر مین ایک مرتبہ جو سب سے سخت جملہ استعمال کیا وہ یہ تہا کہ "مد تیرے لئے میرے پاس بجز ذلت کے کچہہ نہین ہے" لیکن رسول کا قایمقام اُس قوم کا امام ہوا جس سے اُسے شکایت تہی جیسے مثل متقدمین کے نہ دیکہا تہا اور متاخرین جیسا نہ دیکھین گے" حسن نے اپنی آنکہو سے اس قوم کے بہت سے انداز دیکھے تہے اور دیکہہ رہے تہے کہ اُسے اگر کچہہ پسند ہے تو روپیہ اور امتیاز اُسے کچہہ غم نہین ہے کہ تم بحیثیت رہنما ہونیکے

حسن اور اُنکا موقع

اپنی روش مین حق کی پیروی کرد یا حق کے خلاف جاو لیکن ہمارا شکم تمہاری آنکھون سے اوجہل نہو۔
حسن کو تجربہ تھا کہ کس طرح عین فتح کے وقت یہ لوگ پھر جا سکتے ہین بلکہ دشمن کو حوالہ کر دینے کی دہمکیان
دے سکتے ہین خوفناک ہوگا وہ وقت جب انکے ساتھہ شکست ہو۔ پھر بھی یہ تو دور پہونچے ہوئے
زمانہ کا قصہ تہا حسن اپنے کو اُس وقت کونسے عناصر مین گھرا ہوا دیکھتے تہے اور وہ کس درجہ امید
افزا یا ہمت شکن تھا۔ پُرانے دشمن نے قصہ حکم کے بعد " بیعت خلافت " لی تہی یا کم سے کم جناب
امیر کی شہادت کی خبر سنکر اپنے کو " امیر المومنین " مشہور کیا۔ اپنی بیعت خلافت ہو رہی ہے۔
قیس ابن سعد جوش وفاداری مین بیعت کرتے وقت " قتال ملحدین " کی شرط کا عام مجمع مین نام
لیتے ہین۔ امام تفصیل کو احتیاط سے دور سمجھہ کر روک دیتے ہین کہ " کتاب خدا و سنت رسول مین دیگر
شرائط بھی شامل ہین " یقیناً اس خیال سے کہ جب تک قیس کے علاوہ اور لوگون کا میلان اور آمادگی
ظاہر نہوے اُسوقت تک ایسی کسی شرط کا اعلان مصلحت کے خلاف ہے۔ اس سے ہم تیار دشمن کو
اور تیاری کا موقع دینگے بلکہ وہ ہماری تیاری کے قبل پیش قدمی کر سکتا ہے درانحالیکہ ہم اُسکے
دفاع تک کے لئے اپنے پاس سامان نہ دیکھین۔ اور قوم کے غیر قائم متانت اور سہلکے فیصلہ پر غور
کرو کہ اُسے یہ احتیاط اچھی معلوم نہین ہوتی۔ کیا اس لئے کہ وہ جوش جنگ سے بھری ہوئی تہی ؟
یہی تو نہ تہا۔ ایسے نہ صرف صفین کے بعد کی تاریخ۔ قوم کے موجودہ افراد کی ترکیب۔ حسن کے
ساتھہ معاملت۔ اُنکا سوال۔ اُسکا جواب۔ حسن کا تصفیہ یہ سمجھائے بغیر نہین رہتا کہ قوم کے
قومی حس مین گھن لگ گیا تہا۔ غیرت اور حمیت کی جگہہ روپیہ اُسکی نگاہونکے سامنے تہا اور ذلیل
زندگی اُسکو ہین میدان جنگ کی پُر افتخار موت سے زیادہ پسند آنے لگی تہی۔ حیات کا یہ نسخہ
قومی ہوش اور خصوصیات سے خارج ہوگیا تہا کہ " جنت تلوارون کے سایہ مین ہے "۔ قومی خیال
اور اعلیٰ حوصلون کا کوئی مرکز نہ رہا تہا۔ اور اپنے قومی وقار اور غرور کی قیمت بھول گئے تہے
کوئی چمکتی ہوئی چیز دکھا دو وہ اُسکے پیچھے ہین۔ کہین ظاہری شان کا ڈھیر ہو اور اُنکی حریص
زبان جاٹنے لگتی ہے اور غلامانہ ذلیل انداز دور سے بلائین لے رہی ہین۔ کوئی اس قوم
سے پوچھتا آخر وہ چاہتی کیا تہی کہ جب اُسے جنگ کے لئے بلایا جاتا تہا تو موت کا ایسا سکوت اُسکی
ہر سانس سے پیدا ہوتا تہا اور جب ملامت کے طنز سے کہا جاتا تہا کہ اگر تم جنگ کے لئے آمادہ نہین

ہو تو مین تمھین ایسی بات پر مجبور نہین کرتا جس سے تمھین کراہت ہے تو وہ اُس بچھونے تک
کو لوٹ لیتے ہے جسپر اُنکا امام بیٹھا ہو۔ نتیجہ دونون کو معلوم تھا کہ جنگ کے وقت جنگ نہ کرنا
کیا معنی رکھتا ہے۔ اور اُس جواب کو سنو جو اُنھون نے دیا۔ کوئی تسکین نہین دیتا۔ کوئی
جان دینے والا وکھائی نہین دیتا۔ کوئی لفظ ایسا نہین سنائی دیتا جس مین ہمت کی گرمی
ہو۔ جواب یہ ہے کہ اُنکی آنکھین چیزین تلاش کرتی ہین جو وہ بچا سکتے ہون۔ اُنھین یہ خیال نہین
ہوا کہ وہ یہ دیکھتے کہ ایسے وقت اپنے اقتدار کی حفاظت اور ذلت سے بچنے کے لئے ہمارے پاس
تلوار ہے یا نہین۔ اُنہین اقتدار اور ذلت سے کیا بحث تھی۔ اُنھین مال اور چیز کی ضرورت
تھی۔ اُنھون نے وہ بساط نہین کھینچی تھی جسپر رسول کا نواسہ بیٹھا تھا۔ وہ سمجھا رہے تھے کہ دین کا
اقتدار ہم اُلٹ رہے ہین۔ کیون۔ اِس لئے کہ کچھ پا جائین۔

حسن ایسے سمجھ رہے تھے۔ اُنکے لئے ذلت تھی کہ وہ اپنے کو ایسی قوم کا امام کہتے۔ کہان ہے وہ سپہ سالار
جو اِس ذلیل سواد کو سپاہیونکی فوج کہتا۔ کون ہے وہ جارح جو یہ سوال کرتا ہے کہ حسن نے جنگ کیون کی
مانا کہ قیس ابن سعد کے ماتحتی مین بارہ ہزار سپاہی تھے۔ اور دشمن کی فوج جو روانہ ہوئی ۶۰ ساٹھ ہزار
تھی۔ اور خبرین ہین کہ تیس محاصرہ مین آگئے تھے۔ انکا محاصرہ مین آجانا نہ انکی فوجی غلطی تھی اور نہ دشمن
کی کوئی تعریف۔ پھر بھی شجاعت اور وفاداری کے اس روشن چراغ نے اپنے گروہ اور اپنے وقار کو
محفوظ رکھا جو کسی کمزور دل یا حریص سے ہر طرح ممکن تھا کہ یا وہ دشمن کی کثرت اور یا دولت سے مرعوب
اور مغلوب ہو جاتا۔ کمزور طبیعت موقع مین مدبر ابن عباس اپنے کو اپنے قومی استقلال کے
درجہ سے گرا دیتا ہے لیکن مشہور انصاری اپنے عہد اور خلوص کو نہین بھولتا۔ یہ قیس کی ذات تھی
جسنے معاویہ پر اِس درجہ اثر کیا کہ اُسنے باوجود اسکے کہ اُسکی فوج پانچ گُنی زیادہ تھی اور مزید کمک کی
امید کر سکتا تھا۔ لیکن پھر بھی جنگ چھیڑنے کی جرءت نہ کی۔ بلکہ ایک دوسری فوج حسن کی طرف روانہ
کی۔ امید کیجا سکتی تھی کہ اگر بارہ ہزار سپاہی شام کے ساٹھ ہزار سپاہیونکو مستعد جنگ نہ کر سکتے تھے تو
امام کا اصل تو جاگر شام کی تمام فوجی قوت کا آسانی سے مقابلہ کر سکتا تھا اور چونکہ اُسوقت تک
ایسے پُر زعم ملحدانہ خیال پیدا ہوئے تھے کہ "خدا سب سے بڑے دستہ فوج کی طرف ہے" بلکہ کم من فئۃ قلیلۃ
غلبت فئۃ کثیرۃ کو جانتے تھے غالب قرینہ تھا کہ امیر شام اپنے گھر کا راستہ آسانی سے لیتا۔ یہ سب

کچھ تخیلاً صحیح لیکن لوگ کہاں تھے جنہیں یہ یاد ہوتا۔ وہ تو ان خبروں کے سننے کے عادی ہو گئے تھے کہ امیر شام نے بغیر نکسیر پھوٹے یمن۔ عراق۔ بصرہ اور جزیرہ پر قبضہ کر لیا۔ نہ انہیں کروٹ لینے کی ضرورت تھی کہ ہم اپنے اُن مقامات کو محفوظ اور واپس کرین نہ اسکا غم تھا کہ ہم بقیہ کی فکر کرین وہ ابن عامر کی تقریر سنتے ہین اور منتشر ہونا شروع ہوتے ہین۔ یہانتک کہ امام مدائن کی واپسی پر مجبور ہوتے ہین یہ دیکھنے کے لئے کہ ران مین نیزہ کا زخم کھانے کے بعد اگر ربیعہ اور ہمدان حفاظت کے لئے کھڑے نہ ہو جائین تو آج بھی ہماری شہادت مین کوئی شُبہہ نہین۔

اور جبکہ امیر شام جناب امیر کے متعدد دوستونکو پُھلجھڑی چھوٹنے کا تماشہ دکھا سکتا تھا جس سے سفید اور زرد رنگ کے پھول گرتے وہ دیکھتے یا نہ دیکھتے تو اب تو معاویہ کو اپنی اِس مصلحت مین کافی تجربہ ہو چکا تھا اور بقول علامہ مجلسیؒ حضرت (حسن) کے ساتھ کوئی ایسا شخص کہ جسکے فریبون سے حضرت مامون ہون باقی نہ رہا مگر مخصوص شیعہ اُنکے پدر بزرگوار کے اور خود آنجناب کے اور وہ ایسے قلیل تھے کہ مقاومت لشکران شام کی نہ کرسکتے تھے"۔ اور اطمینان دیکھو امیر شام کا کہ اب اُسے ایسے صیغہ راز کے کاغذات کو چھپانے کی بھی ضرورت نہین ہے جس مین لوگ حسن کو غفلت سے قتل کر ڈالنے یا سپرد کر دینے کو لکھتے ہین اِس لئے کہ چھپانے کی تو اُسوقت ضرورت ہوتی ہے جس وقت یہ اندیشہ ہو کہ نہ چھپانے سے ہماری غرض مین کامیابی نہ ہوگی۔ اسکے برعکس وہ لوگ معلوم نہ تھے جو حسنؑ کی حفاظت کر سکتے۔ اب اسکے بعد ان بیوفائی کے اسناد کا حسن کے پاس بھیجنا کسی طرح معاویہ کی سیاسی غلطی نہ تھی بلکہ بجائے خود ایک سیاسی اقدام تھا جس سے حسنؑ مین یاس اور شبہہ پیدا کر سکتا۔

صلح حسن پر نظر

اب حسن کیا کر سکتے تھے؟ جہانتک واقعات کی بنا پر رائے قائم کیجا سکتی ہے حسن کے لئے دو راستے تھے۔ ایک یہ کہ اپنے لامعلوم یا معلوم چند دوستوں کے بھروسہ پر تلوار ہاتھہ مین لیتے اور برابر جنگ کرتے رہتے یہانتک کہ یا تو انکا مختصر گروہ نیست و نابود ہو جاتا اور یا یہ معاویہ کو متواتر شکستین دیکر ملک کا کوئی حصہ اپنے لئے مخصوص کر لیتے اور یا لڑتے رہتے ایک لامعلوم طویل زمانہ کے بعد جبکہ حسن اور معاویہ دونون زندہ ہوتے یا نہ ہوتے حسن کے قائمقام اپنے کو والی امر دیکھتے۔ لیکن ان تمام باتونکا جواب کیا حسن کے اِس خطبہ مین نہین ہے جو اہل عراق سے فرماتے ہین جس سے صاف لفظوں مین حالت بیان کرنے کے لئے تلاش کرنا غیر ضروری ہے "کہ معاویہ نے ایک امر پیش کیا ہے جسمین نہ تو عزت ہے اور نہ انصاف

پس اگر تم موت پر راضی ہو تو ہم اِس امر کو قبول نہ کرین اور اُن سے اللہ تعالےٰ کے بھروسہ پر تیز تلوار ون سے محاکمہ کرین اور اگر زندگی کو دوست رکھتے ہو تو ہم اُسکو قبول کرلین اور تمہارے لئے خوشنودی حاصل کرین"۔ قیاس نہین کیا جاسکتا کہ یہ ایک ایسا مجمع ہو جس مین تمام دوست یا تمامتر دشمن ہون۔ بلکہ کم ہی سہی لیکن کچھہ ایسے ہونگے جنہین انکے حقوق کی حمایت پسند ہوگی لیکن وہ اِس خیال سے کیون نہ ہو کہ زیادہ تر کو خاموش دیکھکر بولنے کی جرات نہ کرسکے کم سے کم اپنی خاموشی سے صلح اور جنگ کے مسئلہ کا فیصلہ کررہے تہے۔ اور جو بولے بہی وہ یہ کہ "صلح قایم رکھئے"؛ آگے بڑہو اور اُس شجاع افسر قیس ابن سعد کے مخاطبہ پر غور کرو جسکا جواب بہی یہ نہین دیا گیا کہ ہم لڑینگے بلکہ امام گمراہ کی اطاعت کرینگے۔ اِس لئے کہ بجائے قتل ہونے کے اپنے مال اور عیال کی محبت تہی۔ یہان قوم اپنی آزادی اور غلامی کا تصفیہ کررہی تہی۔ یہان اب سوال کیا جاسکتا ہے کہ اگر حسن تلوار ہاتہہ مین لیتے تو کس قوم کے لئے۔ جو فتح کرتے کہ پھر یہ قوم حکومت کرے یا اسکی ذلیل اولاد اپنے کو حکومت کا شایان قرار دے جبکہ اولاد کے بزرگون سے سختیون کے مقابلہ کرنے کی قوت جاتی رہی تہی؛

صلح اور جنگ کا تصفیہ

آزادی اور غلامی کا تصفیہ

بے سود کوشش

اب مین اسکو دوسرے پہلو سے دیکھتا ہون اور وہ یہ تہا کہ کیون نہ حسن نے اپنے ممکن آدمیون کے اختیار پر قایم رہنے کی کوشش کی۔ لوگ اِس قابل ہوتے یا نہ ہوتے۔ اور رفتہ رفتہ وہ کوئی صورت ایسی پیدا کردیتے جس سے دوران عمل کی کمی آیندہ پوری ہوجاتی۔ یہ طرز عمل بجائے اِسکے کہ رسول علی اور اُنکی اولاد سے چاہا جائے۔ دور الحاد کا طرز عمل ہوتا۔ یا زیر ذکر زمانہ مین معاویہ نے اپنے کو اِس قابل ثابت کیا۔ اسکا پہلا قدم یہ ہوتا کہ اپنے حصول اختیار کے لئے مخلوقات الٰہی بزقربانی بنائی جاتی۔ سپاہیون کو قایم رکھنے کے لئے۔ صریح یا غیر صریح طریقون سے رعایا پر ہر طرح کا تشدد ہوتا اور محاصل کے لئے ایجاد اپنی خوفناک تراش خراش سے اُنکے سر پر سوار کیجاتی یا حصول زر کے لئے عام اِس سے کہ کوئی اپنے کو رعایا کہتا یا نہ کہتا اپنے تلوار کا خوفناک وزنی سایہ منوایا جاتا اور دہاک قایم رکھنے کے لئے طریقہ اختیار کئے جاتے جسے دیکھہ کر انسانیت الامان کی پُر درد لیکن بے سود صدائین دیتی رہتی۔ اپنے خلقت کش سپاہیونکو متاثر نہ ہونے دینے کے لئے کہانیان گڑہی جاتین۔ دور از راہ جواب دیئے جاتے۔ تجاہل آفرینی۔ ناحق کوشی۔ غلط اندازی۔ اور

دوسرا پہلو

حق کُشی کا چرخہ چلتا رہتا اور مدبرین کو تسکین اِس سے ہوتی کہ کم سے کم ہمارے ساتھ دینے والے صاحبِ اغتیا
ہین جو بجائے خود ایک بڑی نعمت ہے۔ اور اُن بُرائیون سے محفوظ ہین جو ملکومیت کا لازمی نتیجہ ہین۔ مختصر
لفظون مین شارعِ اسلام اور اُسکے ذمہ دار شارحین کا یہ طرزِ عمل نہ تھا کہ بُرائیونکو قبول اور اُنپر عمل کر کے
اُس سے بھلائیون کے پیدا ہونے کی امید کیجائے۔ نشو صفات کا یہ نظریہ دہریت کے دور کا ہے۔ وہ ایسے کسی نظریہ
سے متاثر ہویا نہ ہو کہ انسان بالطبع گنہگار ہے۔ یا خدا کا اماجِ غضب ہے۔ یا پیدائشاً شور ہے۔ حسن۔ کل مولود
یولد علی الفطرۃ الاسلام کے قائل اور عامل تھے۔ زیر بحث معالح فطرۃ اسلامی کے یا انداز نہین ہوسکتے تھے
اسلام انسان کے احساسِ شرافت کے لئے ایک تحریک تھا دنی الطبع بنانے نہین آیا تھا۔ بغیر نظام سیاسی
کے وہ اپنا ایک عنصر کھوتا تھا لیکن اپنی اسپرٹ کے خلاف نظام سیاسی اختیار کر کے مذہب اور سیاست
دونون کے لئے مضر تھا۔

اب مین اسے قبول کئے لیتا ہون کہ حسن کو کچھ آدمی ملتے۔ لیکن جو واقعات کہ بیان کئے گئے اور جس قدر
زمانہ سے کہ معاویہ کی زرپاشانہ ترکیبین چل رہی تھین اُس سے یہ قرینہ بہت کم ہے کہ زیادہ آدمی دستیاب
ہوسکتے۔ یعنی دشمن کے مقابلہ کے لئے جس قدر لوگ حسن کے ساتھ ہوتے اُن سے کسی طرح زیادہ دیر تک مقاومت
کرنے اور فتح کی امید نہین کیجاسکتی تھی۔ اور اگر یہ قیاس نہ بھی کیا جائے کہ خلوص کے انتہائے جوش سے
یہ مختصر گروہ ساتھ نہ بھی چھوڑتا تاہم اس خالص تخم کا فنا کر دینا کسی طرح ایک اصول انسانیت کے پیرو اور
صاحبِ شعور سپہ سالار کے نزدیک مناسب نہ تھا جبکہ آخری حجت باقی تھی۔ وہ حجت عزت سے
صلح تھی۔

کیا خالص تخم کا فنا کر دینا قرین مصلحت تھا

لیکن صلح پر نظر کرنے کے قبل ابھی زیر بحث مضمون پر کچھ اور کہنا ہے اور وہ صلح کے خلاف بچین ہونیوالونکی
تعداد ہے۔ اِنکا شمار انگلیون سے زیادہ نہ تھا۔ کیا حسن ان چند نفوس کے اعتبار پر صلح نہ کرتے ان کے
جسم کے تلوار اور نیزون کے لئے کافی ہوتے اور انکے تھوڑے سے اور رفقا شام کے ریلونکو کتنی دیر تک
روکتے۔ یہ بھولنا نہ ہوگا کہ قوم کے غرور اور آن کی یہ زندہ تصویرین جس قدر افسوس اور طنز پر مجبور
ہوئی تھین انمین سے ہر ایک کا جوش اپنی ذات کے اعتبار پر تھا۔ یہ اپنا فرض ادا کر رہے تھے۔ بڑا ناقدر
شناس ہوگا جو انکے جوش کو گستاخی کہے۔ یہ موقع کی گرمی کا جنون تھا۔ کاش ایسا جنون چند ہزار آدمیون مین

ہوتا ؟ اور جہانتک مین سوچ سکتا ہون حسن کو بھی انکی وفاداری مین کوئی شبہہ نہ تھا۔ ایسے جوش کے وقت جبکہ ایک وفادار سپاہی جبید بن عمر الکندی کے ایک زخم کے متعلق سوال پیدا ہوجاتا ہے اور حجر کا یہ فقرہ کہ ”کاش تو اور ہم اُس روز ہلاک ہوجاتے کہ یہ بُرا دن نہ دیکھتے کہ دشمن کی مراد برآئی اور ہملوگ دلتنگ اور غضبناک ہوئے۔ موت اِس زندگی سے کہین بہتر تھی“ گذرتے ہوئے اختیار اور آزادی کا مرثیہ پڑھتا ہے۔ کیا اُس وقت حسن یہ نہین فرماتے کہ ”حجر مجھے تمہاری شفقت اور اپنے بارہ مین تمہارا اعتقاد معلوم ہے“ اور کہتے ہین کہ ”مین نے تمہاری بہتری کے لئے صلح کی“۔ انہین مین سے ایک مسیب ابن نخبہ اسکا ذکر بھی زبان پر لاتا ہے کہ آپنے چالیس ہزار سپاہیونکو بیکار سمجھا اور جب جواب سنتا ہے کہ ”جسے معاویہ کے مقابلے کے لئے بھیجا جاتا تھا اُس سے مل جاتے تھے ۔ ۔ ۔ اگر ایسا نہ کرتا تو کیا کرتا“ تو کوئی قابل اطمینان جواب نہین دے سکتا۔ اور قیس جو معاویہ سے کہہ سکتا کہ ”مین نہین چاہتا تھا کہ مین زندہ رہون اور تو حکومت کرے“ کیا اپنے جوش اور شجاعت کے باوجود اسکا موقع دیکھ رہا تھا کہ وہ حسن سے اُنکے تصفیہ کے خلاف جنگ کرنے کا اصرار کرسکتا۔ کیا ہوا حمران ابن ابان کے بصرہ پر حسن کے نام سے قبضہ کرلینے کا نتیجہ جنگ اور اُس کا کامیابی سے جاری رکھنا محض تنہا یا چند کا کام نہین ہے۔ اگر سپاہی بغیر سپہ سالار کے بیکار ہے تو سپہ سالار بغیر سپاہ ہونکے کیا کرسکتا ہے۔

کس حالت مین صلح کی۔

اب جبکہ حسن نے دیکھا تھا کہ زیادہ تر ایسے لوگ میرے گرد ہین جنہون نے ”میرے باپ کو مارا مجھے نیزہ مارا۔ میرا گھر لوٹا“ اور مقتولین نہروان کا معاوضہ طلب کررہے ہین اور ”جو باقی ہین وہ خاذل ہین۔ اور بدلہ لینے والے ہین“ اور ”اگر مین معاویہ سے مقابلہ کرون تو یہ لوگ میری گردن پکڑکر مجھے معاویہ کے سپرد کردینگے“ تو آپ نے اپنے دوست نما دشمنون کو ترک کرکے اپنے دشمن سے عہد کیا۔ اِس لئے کہ ”اگر مین معاویہ سے ایک عہد لے لون کہ مین اُسکے سبب سے اپنی خون ریزی کو روکون اور اُسکے سبب سے اپنے اہل مین امن سے رہون تو یہ امر بہتر ہے اِس سے کہ یہ لوگ مجھے قتل کرین“ ونیز اِسلئے کہ ”اگر مین اُس سے صلح کرون اِس حال مین کہ میری عزت قائم رہے۔ یہ میرے نزدیک بہتر ہے اِس امر سے کہ وہ مجھے قتل کرے اُس حال مین کہ مین اُسکا اسیر ہون یا وہ منت رکھکر چھوڑ دے اور یہ امر باعث عار ہو بنی ہاشم کے لئے قیامت تک اور معاویہ اور اُسکی اولاد ہمیشہ احسان جتائے اسکا ہمارے ہر زندہ اور مُردہ پر“۔

متذکرہ صدر فقرات مین حسن اپنی حالت کا اندازہ کر رہے ہین۔ اور دیکھ رہے ہین کہ یا تو مرے ہمراہی مجھے
معاویہ کی خوشامد مین دشمن کے حوالہ کر دینگے اور یا مین کمی اسباب کے وجہ سے گرفتار ہو جاؤنگا۔ وہ مجھے گرفتاری کی
حالت مین قتل کریگا یا گرفتاری کی حالت سے رہا کر دیگا۔ آخر الذکر صورت بنی ہاشم کی دائمی ذلت اور بنی امیہ
کے دائمی افتخار کا ایک سبب ہو جائیگی۔ اِس لئے صلح کر کے کیون نہ عزت قائم رکھی جائے۔ ظاہر ہے کہ
موقع کے لحاظ سے اِس سے بہتر کوئی تصفیہ نہین ہو سکتا تھا۔ معاویہ ضرور تمام ممالک اسلامی پر قابض ہو جاتا
اور اُسوقت جبکہ اپنی کوششون سے حاکم ہو جاتا بغیر اسکے کہ حسن نے کوئی رعایت کی ہوتی۔ تو اُسوقت حسن کے
پاس نہ کوئی رعایت باقی رہتی اور نہ قطعی مجبوری مین انکی صلح صلح کہی جاتی بلکہ وہ سیاسی مغلوبیت سمجھی جاتی
اِسوقت کی صلح کو معاویہ بہی یہی کہہ سکا کہ "آزادانہ طرح امر خلافت مجھے حوالہ کر دیا ہے"۔ نظر برین اپنے اور
قوم کے حقوق کو مد نظر رکھکر اس سے اچھی کوئی تدبیر نہین ہو سکتی تہی کہ شیشہ ساعت سے تمام بالو کے گر جانیکے
قبل رہے سہے ذرات سے وقت کا اندازہ کیا جاتا۔ باعزت اور حفاظت کے لئے ممکن موافق شرائط لکھوائے
جاتے۔ ابتک اگر جنگ کی قوت نہ تہی تو صلح کا اختیار تہا۔ ایک شکست کا ہو جانا جسکا موجودہ حالت کے
لحاظ سے ہر طرح قرینہ تھا صلح کو بھی اختیار کے باہر کر دیتا۔ چونکہ اب تک لوگ جانتے تہے کہ قیس۔ حجر۔ ابن حمق۔
ہدی۔ وغیرہ چند ایسے لوگ ہین جو قتل اور زہر سے بچ گئے ہین اور چونکہ یہ سرداران قبیلہ ہین جو کچھ نہ کچھ
فوجین حسن کے لئے میدان مین لے آئینگے اور بنی ہاشم کے افراد جنگی نئی پود تیار ہوئی ہے جوش شجاعت
مین اس فوج کی روح اور استقامت ہونگے اِس لئے یہ قیاس نہین کیا جا سکتا تہا کہ باوجود اپنی تمام کوششون
اور اُسکے اثر کے علم کے بہی معاویہ ہوا سے نہ ڈرتا جب کہ وہ اور اُسکے بعد اموی اور عباسی عالمگیر بادشاہ گوشہ
نشین امام کے تنہا وجود کو بہی اپنے لئے مخدوش سمجھتے تہے۔ یہ حسن کے لئے مفید تھا۔ اور اِس سے اگر جنگ ممکن نہ تہی
تو عزت سے صلح ممکن تہی۔ سوال کیا جا سکتا ہے کہ فریقین مین جب نامساوی قوت تہی تو صلح قبول کرنے والے
کمزور فریق کو کیا اعتبار تہا کہ زبردست فریق وفائے عہد کرے گا۔ کوئی اعتبار اور ذمہ داری نہ تہی بجز اسکے کہ
اِس صورت مین عہد کے اخلاقی اعتبار پہ بھروسہ کیا جا سکتا بہ نسبت اُس حالت کے جبکہ ظاہر بہ ظاہر مغلوب
ہو کر شرائط قبول کئے جاتے۔ اب تک شرائط لکھوا بھی سکتے تہے۔ اُسوقت مجبوراً شرائط قبول کرتے۔ یہ بہی صحیح ہے کہ کوئی
عہد عالم سیاست مین وزن نہین رکھتا جب تک قوت اُسکی محافظ نہ ہو لیکن کیا تمہاری دانست مین اس طرح کے

اسوقت جنگ اختیار مین نہ تہی لیکن صلح تہی۔

نامساوی قوت اور اخلاقی اعتبار۔

عہد ہونا قطعاً نہ ہونیکے برابر ہے ۔

حسن کے انداز

ان تمام چشم کشا سامانوں کی موجودگی میں شرایط صلح کو حتی الوسع اپنے موافق کرنے میں حسن نے ایسے مطمئن انداز اختیار کئے جسکی امید بہتر نہیں کیجا سکتی تھی۔ انہوں نے نہ صرف اپنے پدر بزرگوار کے اور اپنے دوستوں کے لئے جو اطراف مملکت اسلام میں ہوں عہد لیا بلکہ دس آدمیوں کے متعلق بھی اس عہد کے غیر موثر ہونے کو قبول نہ کیا یہانتک کہ ایک آدمی کو بھی جس سے انتقام لینے کے لئے معاویہ کا سینہ کھول رہا تھا از روئے عہد معاویہ کے لئے نہ چھوڑا۔ اور بنی امیہ کے صاحب اختیار ہوتے ہوئے یہ امید کرنا کہ وہ جناب امیر کے اسم مقدس سے انتقام نہ لیتے ناممکن تھا پھر بھی یہ عہد میں داخل تھا اور اگرچہ قبول نہ بھی کیا گیا تھا تاہم یہ استثناسب کو معلوم تھی کہ وہاں احتیاط کیجائے جہاں فرزند رسول موجود ہو۔

ایک بے انتہا مفید دفعہ جسے واشنگٹن ارونگ شہادت حسن کی وجہ قرار دیتے ہیں۔

لیکن ہماری کتاب کی اصل غرض کے لحاظ سے سب سے مفید شرط یہ تھی کہ معاویہ کے بعد حسن یا حسین کا حق خلافت محفوظ کیا گیا تھا سوچو اس شرط کے مفید گہرے اثر کو کہ وہ دشمنان آل ہاشم جو انکے حقوق سے نہ صرف اعراض بلکہ تجاہل پیدا کرتے رہے اور ہمیشہ احتیاط کی کہ کسی عام مجمع میں ایسا کوئی اقرار نہ کریں جس سے لوگوں کی انکی طرف توجہ ہو وہ آج انکے حق کو مہر اور دستخط اور گواہی کے حوالہ کرتے ہیں۔ اور کس وقت جبکہ لوگ یہ بھی دیکھ اور سمجھ لیتے ہیں کہ یہ سب شرط قبول لیکن پہلے ہم حاکم ہولیں۔ اس سے حقیقی مقبولیت اور نامقبولیت کا اندازہ کرو سیاسی لحاظ تو ایک موقت اور گذرتے ہوئے لحاظ ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ گویا معاویہ کے طرز عمل کو اسکی حیات تک کے لئے اس شرط سے گوارا کرلینا آیندہ اسکی مصلحت کے کسی سلسلہ کو منقطع کردینا تھا۔ اسکا اثر یہ تھا کہ معاویہ باوجود اپنے اختیار اور تدبیروں کے برسوں کی بے کسل کاوش خصوصاً زرپاشی سے اس قابل ہوسکا کہ وہ یزید کو اپنا ولی عہد قبول کرواسکتا۔ اور پھر بھی لوگ بہ استثنائے بنی امیہ اس اقدام سے بھیانک ہوتے رہتے۔ اور معاویہ کی دور از راستی کارروائیوں کو سمجھتے جاتے۔

کیا دیا اور کیا لیا

انہوں سے گذرتے ہوئے اختیار کے اس زمانہ میں حسن کو انسانیت اخلاق اور احکام اسلامی بھی یاد دلادیتے تھے اور مشالیہ حکومت بھی بتاتے جاتے تھے جہاں فرماتے ہیں کہ "اگر بندگان خدا کے ساتھ اچھی زندگی بسر کرے،، تو امارت سپرد کردوں اور اگر تو "مسلمانوں سے رعونت اور تکبر کریگا اور انصرام امورات موافق

شروع نہ کریگا بلکہ اپنے مذاق کے موافق جاری کرے گا تو مین جہانتک ممکن ہوگا کوشش کرونگا جب تک خدا ہم مین اور تمہین فیصلہ نکرے" اہل عراق و حجاز کو کم سے کم اس سے محفوظ کرلیا کہ انپر نئے محاصل قائم نہ کیے جاتے۔ یہ امورات تھے جو ایک مصلح بنی آدم اور اُسکے جانشین کے دیکھنے کے تھے جب تک لوگ اُسے اپنے امورات کے انصرام کا والی قرار دینے اور ایسی حالت مین بھی جبکہ لوگ اپنی حرکتون سے اپنے کو اس قابل نہین قرار دے رہے تھے کہ وہ ایسی ذمہ داری قبول کرتا۔ وہ اپنی حقیقی ذمہ داری کا لحاظ کرکے اِن اصول پرعمل کا عہد لیتا ہے اور اپنکو حکومت سے اِس لیئے علیحدہ کرلیتا ہے کہ دشمن اپنی جوش عناد کے ظاہر کرنے کے لیئے جب کوئی مرکز نہ پائیگا تو اُسے رعایا سے کوئی بحث نہ ہوگی اور کُشت و خون رفع ہوجائے گا درانحالیکہ لوگونکی موجودہ حالت سے تھوڑا سا کُشت و خون گوارا کرنا بھی کوئی ایسی امید نہین پیدا کرتا کہ وہ اپنے پاؤن کھڑے ہونے کی اِس وقت یا کچھ بعد صلاحیت رکھتے ہین یا رکھینگے۔

آخر مین یہ بھی کہہ دون کہ مورخین کے الفاظ "صلح" "تفویض امارت" "دو رخلع" ہین کہین "بیعت" نہین ہے اور جن لوگون نے اپنی روش کی احتیاط سے اسے ضمن قرار دیا ہے یا ایک شرط یہ قرار دی ہے کہ معاویہ سنت خلفا پر عمل کرے اُنھون نے اپنے حافظہ کی قوت کی تعریف کرانی نہین چاہی ہے۔ جب کہ پیشتر بیعت نہ کرنے اور علیحدہ رہنے کی مثالین گذر چکی ہین اور جبکہ اسوقت اسکا بھی اسکا ذکر ہے کہ حسین نے بیعت نہین کی۔ امید کری جبکا جی چاہے کہ جب جناب امیر اس شرط پر خلافت قبول نہین کرسکتے تھے تو کیا اُنکا فرزند سبکدوشی یا ترک امارت کے وقت دوسرے سے یہ شرط کرا سکتا تھا؟۔ بغیر شرط کے بھی معاویہ کو اِس سنت کی پیروی بغیر چارہ نہ تھا۔

عہدنامون کا اخلاقی اثر کب تک ہے۔

یہ دوسری بات بھی فراموشی کے قابل نہین ہے کہ یہ ایک عہد تھا جو دو آدمیون مین ہوا تھا۔ یعنے اُسوقت یہ عہد عہد نہین ہے جس وقت فریقین مین سے کوئی خلاف ورزی کرے اور کسی شرط یا شرایط سے اعراض کرے دفعات مشروط تھی۔ عہد کی ادنیٰ خلاف ورزی اُسکی اخلاقی حالت سوخت کردیتی تھی یہ دوسری بات ہے کہ قوت کی عدم مساوات سے مضبوط فریق خلاف ورزی کے بعد بھی کمزور کے لیئے یہ عہد قایم رکھنا اپنے مفید سمجھے یہ حالت عہد کی پابندی لازم نہین ٹہراتی بلکہ سیاسی مجبوری کے لحاظ سے اپنی آیندہ روش قائم کراتی ہے۔

ان تذکرون سے ہمین یہ دکھانا مقصود تھا کہ کس طرح بنی ہاشم کی قوت کا زوال ہوا۔ جہان مین بنی ہاشم
کا لفظ استعمال کرتا ہون اُس سے میری غرض رسول کے بعد ذمہ دار آئمہ سے ہے جو علی اور فاطمہ سے
ہون ورنہ غیر ذمہ دار بنی ہاشم کا خالصتاً سیاسی جدوجہد صدیون قایم رہا اور ملوک فاطمہ (مصر)
نے صفحات تاریخ پر اپنا دائمی نقش چھوڑا۔

مجھے اس کے وسیع مفہوم سے کوئی بحث نہین ہے۔ مین ماوراء الامامت شان سے بحث نہین کر رہا ہون
باوجود اسکے کہ پانچ چھ مہینہ کی براے نام حکومت کسی حاکم کی سوانح اور زمانہ حکومت کے لحاظ سے
لحاظ سے قریب وقت بھی نہین ہے۔ تاہم خیال کیا جاسکتا ہے کہ حسن نے اپنے اختیار کو قربان کرکے
اُن چنگاریون کو بجھا دیا جنمین آتش افروزی کی پوری قوت تھی۔ بے سود کوشش کا نتیجہ غیب کے
پردہ مین چھپا تھا لیکن اگر ظاہر اسباب سے نتایج اخذ کئے جاسکتے ہین تو شاید انسان سیاسی نبوت کی
مدد لئے بغیر یہ کہنا ممکن ہے کہ بجز انسانی خون اور گوشت کی ارزانی کے اور کچھ نہ ہوتا۔ وقت نہ
تھا کہ قربانی کسی نتیجہ کی امید دلاتی۔ اس لئے کہ معاویہ کی طرف سے لوگون مین کیسی ہی بے اعتباری
کیون نہ ہو لیکن کچھ تو فائدہ تھا اور کچھ ابھی لوگون کو اسکا تجربہ نہ تھا کہ کسی عہدنامہ کا کیا نتیجہ ہوتا ہے
جس سے نفاذ عہد کی امید رہتی۔ کچھ اس لئے کہ معاویہ پس پردہ مصلحت سے کام لیتا تھا اور سرد مزاج سنگین
بیرحم تھا۔ اسوقت کسی خفیف کوشش کے معنی یہ ہوتے کہ دشمن اپنے جذبات انتقام کو رہا کر دیتا اور
شاید پھر اسکے بعد اولاد رسول کا کوئی غیر مشروط دوست دنیا مین دکھائی نہ دیتا۔ صحیح ہے کہ زیاد اور
اُسکے نائب نے جو قتل عام کیا اُسکی مثال زمانہ مستعصم مین کرخ ہی کی لائی جاسکتی ہو لیکن غالباً اسوقت کا
تشدد زیادہ تر مشاہیر کے خلاف تھا اور اگرچہ معاویہ کی غرض اپنے احکام سے یہ کیون نہ ہو کہ علی اور فاطمہ کی
اولاد کے دوست دنیا مین نہ دکھائی دین تاہم یہ نابودیت محض تلوار کے ذریعہ سے عمل مین نہین لائی گئی
بلکہ لوگون کے خیال خریدنے یا اُنھین موجودہ نظام کے قبول کرانے کی بھی بڑی کوشش ہوئی اور اسوقت
تقیہ کے زرین بلکہ فطری اصول نے لوگون کو ایک آڑ حوالہ کی یہ سوراخ بھی نہ ملتا اگر جنگ سے لوگون مین
عام مخالفت پیدا کر دیجاتی اُس وقت کا جوش انتقام اسوقت سے کہین زیادہ ہوتا۔

اب غالباً مین اپنا خیال سمجھا سکا ہونگا کہ وقت ہوتا ہے جبکہ حکومت اور اختیار سے بہت سے کام ہوتے

ہین - یہ وقت تہا کہ برائے نام اختیار سے اِس لئے دست برداری کیجائے کہ دشمن کے جوش عداوت اور انتقام کا مزاج بدل دیا جائے - وہ کسی خلاف ورزی پر مستعد ہونے کے قبل ایک برائے نام رکاوٹ بہی دیکہے - یعنی اُسکا کوئی خیال سالم حیثیت سے نہین بلکہ نظری شکستگی کے بعد عمل کرے -

اب ہر شخص کو بجائے خود تصفیہ کا موقع ہے کہ حسن کی ذات کا اِس ناچیز وقت مین محض سامنے آجانا تمامتر مفید ہوا یا نہین -

صلح حسن کا تصفیہ معاویہ کی روش سے -

اب مین صلح کے پہلو کے متعلق معاویہ کے طرز عمل سے حالت سمجہتا ہون جس سے یہ استنباط آسان ہوجائیگا کہ اگر حسن نے اسوقت صلح قبول کرنے کا تصفیہ کیا ہوتا تو اتنا ہی موقع نہ رہتا - اور وہ یہ ہے کہ معاویہ نے خود سے صلح کی پیش قدمی کی ہو یا حسن نے مجہے اِس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ معاویہ تمام شرائط کو قبول کرلیتا بلکہ ایک سادہ کاغذ پر مُہر اور دستخط کرکے بہیجدیتا ہے کہ اپنے شرائط تحریر کردو - کسی کے نزدیک اُسکی اِس درجہ آمادگی اور عجلت عہد کے عدم وفا کا بین ثبوت ہوسکتی ہے - ایسا ہی ہو - لیکن عجلت اور آمادگی مین محض عدم وفا کا عنصر مضمر نہین ہوسکتا تہا بلکہ اِسمین خوف کا جزو بھی شامل تھا - اسلئے کہ اگر ایسا نہوتا اور معاویہ کو تمامتر اپنی فتح اور کامیابی ہی کی امید ہوتی تو اُسکے کوئی ایسی عجلت اُسکی لئے غیر ضروری اور غیر مفید بے تمیزی ہوتی - جسمین وہ خواہ مخواہ عدم وفا کا شبہہ پیدا کرکے فریق ثانی کی طرف سے انقباض کا خوف کرتا - دوسرے لفظون مین کون ایسا ہوگا کہ فتح کی بخوف حالت مین بجائے اِسکے کہ اپنی مرضی اور خواہشات قبول کروائے اُلٹے اپنے کو ایسے شرائط مین پھنسائے جسکی طرف سے کوئی بدعہدی سخت نامقبولیت کی محرک ہو - بلکہ اسکا حل کچہہ تو معاویہ کے ایسے مدبر کے غیر قائم یقین یا شکی طبیعت مین ہے اور کچہہ حسن یعنی فرزند رسول اور علی کے مقابل شخصیت مین ہے جسکی طرف سے معاویہ کو ہمیشہ خوف ہوسکتا تہا کہ مبادا لوگون کی غفلت اور لاپروائی پر اعتقاد اور یقین غالب آجائے اور پھر وہ ایک مرکز پر جمع ہوکر ہماری طرف اُن تیورون سے نہ دکہائی دین جس طرح صفین کے میدانون مین دکہائی دیتے تہے - دنیا بھر کے شرائط منظور اگر ہم صنا اعتبار قبول کرلئے جائین - یا شرائط کیسے ہی کیون نہ ہون اسکے مقابل کم مخدوش ہین کہ ہمارے خلاف ہیجان کا کوئی موقع پیدا ہوجائے اور امیدین التوا یا زوال کے آثار دکھائی دینے لگین -

ایسا ہی ہو کہ بنی امیہ جنھیں حصول امارت کا خواب دیکھتے ہوئے زمانہ گذر رہا تھا اور گویا کبھی اپنی کوششوں
سے بجز اسکے کہ باز آتے اور کوئی چارہ نہ تھا - اور پھر اتفاقات کی موافقت سے یہ دن نصیب ہوا کہ اپنے
بل کھڑے ہو کر جنگ آزمائی نہ کر سکتے آج بغیر لڑے بھڑے حکومت کو اپنے طرف آتا ہوا دیکھکر منھ کے بل
گر رہے تھے اور انکے ایسے حریص اور بندہ جاہ کے لئے یہ قیاس سے باہر تھا کہ کوئی ایسا بھی ہوسکتا ہے
جو بغیر نکسیر پھوٹے حکومت حوالہ کر دے سکتا ہے اور اسی خیال سے امیر شام حسن سے کہتا ہے کہ "ابتدائے
آفرینش سے کسی نے ایسی شجاعت نہیں کی - یہ جود و سخاوت خاندان بنی ہاشم کے لحاظ سے حیرت خیز
نہیں ہے" غلطی ہوگی اگر اس موقع پر یہ کہا جائے کہ امیر شام یہ فقرات کہہ رہا تھا یا خلیفہ رسول سے کہہ رہا تھا
نہیں - بلکہ بنی امیہ کی پستی طبیعت بنی ہاشم کے علوے نفس کے سامنے تھی - یہ بھی غلطی ہوگی اگر معاویہ
کے ان فقرات کو مسخرانہ طنز کہا جائے - اس لئے کہ معاویہ کے لئے افتخار کا کوئی موقع نہیں تھا بلکہ افتخار
تو ایثار اور تفویض میں ہے - معاویہ بھی خود اسے "احسان" کہتا ہے - اب ہم ان حالتون کی
طرف آتے ہین جسمین کوئی غیر شجاع دشمن اپنے شجاع دشمن کو قبضہ مین دیکھکر جرأت نمایان کرتا ہے
یا جیسے اختیارات کے سوء ہضم سے یہ مرض ہو جاتا ہے کہ سوتے جاگتے اپنی حکومت منواتا رہا اور شریف دشمن
کی شکستہ عظمت اسکی آماج ذلت ہو-

مشکل سے ابھی عہدنامہ کی سیاہی خشک ہوئی تھی کہ مشہور ماں کے بیٹے نے اپنی بچپن شرارت سے مجبور ہو کر
ابن ابوسفیان کو صلاح دی کہ وہ حسن سے برسر منبر کہلوائے کہ "مجھے رغبت خلافت نہیں ہے" اس سے
کچھ تو لوگ اپنی امیدونکو حسن کی طرف توڑ دینگے - اور کچھ اس غرض سے کہ چونکہ حسن بہت صاحب حیا
ہین تقریر مین لکنت ہونا یا ادا نہ کرسکنا موجب نقص ہوگا اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگون کی نگاہ مین
حسن کی منزلت خفیف ہو جائیگی - پھر بھی معاویہ اس سے رک رہا تھا کہ لوگون کی خالص توجہ کو نواسہ
رسول کے ہاتھ مین دیدے - لیکن اس لحاظ سے کہ شاید موقع کی مرعوبیت اور لحاظ یا مروت کی کمزوریون سے
حسن میرے خواہش کے موافق ہی کہین - یہی طے کیا کہ حسن کچھ کہین - لیکن واقعات اپنی حیرت خیز پرواز
رفتار اس لئے اختیار کر رہے تھے کہ نواسہ رسول خلافت کے تخت سے اس لئے ایک پاؤن اتارے کہ
دوسرا پاؤن منبر پر جا رہے جو اسکا اصل مرکز حکومت ہو - موقع کی محدودیت کے باوجود رسول کے بعد
یہ پہلا موقع تھا کہ انکا جانشین اسوقت انکے منبر پر جاتا جس وقت اختیار انکے قبضہ مین نہ ہوتا لیکن

تخت کے بعد منبر پر

کسنے اندازہ کیا تہاکہ یہ آئمہ دنیا کے تمام اختیار اور تخت منبر پر جانے کے لئے صدقے کرتے۔ وہ اپنے لئے
تخت پر نہین جاتے تہے۔ اُنکا اصلی تخت اِنسانی دل اور دماغ تہا۔ لیکن اِس لئے تخت پر گئے کہ وہ یہ بہی کہا دین
کہ حقوق بشری کی اِس ٹکڑے عدل کے ساتہہ حفاظت چاہیے۔ لوگ پیدا ہوئے جو اِس سے بغاوت کرتے۔
یہانتک کہ دنیاوی تخت اِنکے قابل نہ رہ جاتا۔ اِس لئے کہ لوگ بدل گئے تہے۔ اِسکی مثال پاؤگے جہان امام
رابع ابن زبیر کی صلاح کو رد کرینگے یا ابوسلمہ کا خلافت پیش کرنے والا خط بغیر ملاحظہ شمع مین جلا دیا جائیگا۔
مدبرین نے ایسا موقع بہی نہ آنے دیا تہا۔ آج اِس لئے موقع دیا گیا ہے کہ وہ " لوگون کو اپنے احسان سے
واقف کرین"۔ اِ معاویہ پُر امید دست نگر بنا ہوا تھا اور حصول اختیار کے بعد ایک سیاسی فتح کے منتظر بین
تھا۔ لیکن گذشتہ کی طرح اِس موقع نے بہی ظاہر کر دیا کہ رسول کے بعد کسی مدبر نے آئمہ مین سے کسی پر سیاسی فتح
حاصل نہین کی جہانتک اُنکی تنہا ذات کو تعلق تہا۔ بعیتر یا دہسا اِسپے کوئی بحث نہین ہے۔
گئے حسنؑ منبر پر۔ مشتاق لوگون کو مخاطب کیا۔ واقعات اور اُنکی سچائیون کے ذکر سے مخاطب کیا۔ کون
تھا جو گذشتہ دور زمانہ کی باتون کا انکار کرتا۔ اور کس کی گردن کے ریشے اِس قدر سخت تہے کہ بار احسان سے اپنے
کو جھکا ہوا نہ دیکھتے جس وقت رسول کا نواسہ کہہ رہا تہا کہ "تملوگ جانتے ہو کہ خدا نے تمہین گمراہی اور جہالت
سے میرے نانا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بدولت آزاد کیا اور ذلت وخواری کے بعد تمہین عزیز
کیا اور قلت کے بعد تمہین کثرت عطا کی" کوئی استفہام نہ تھا۔ لہجے کوئی رفتار بجز اِسکے نہین ہوسکتی کہ
اقرار کرو کہ ایسا ہی ہے۔ شروع اُس مرکز سے کیا جسمین کسی کو مخالفت نہ ہو سکتی اور گویا موافق اور
مخالف چند لمحون کے لئے کھینچ کر ایک نقطہ پر بغیر سوچے پہونچ جاتے۔ کوئی طبعی رفتار بجز اِسکے غیر فطری
ہوتی۔ لیکن تقریر کی اِس ابتدا اور اِن باتون کے ذکر مین کیا یہ غم انگیز طنز تہا جسے امام کی غیرت نے
لفظون مین ظاہر کرنا پسند نہ کیا کہ:۔ تم اِس لئے آزاد ہوئے کہ ہمین گرفتار کرو اور ذلت وخواری سے
عزیز ہوکر تمنے اپنے بلند کرنے والونکی اولاد کے لئے ذلت وخواری مہیا کرنا مناسب سمجہا۔ اور جب
تمہاری حالت قلت سے کثرت مین بدل گئی تو تمنے یہ روش اختیار کی کہ رسول کے اولاد کی اور
بنی ہاشم کی کثرت کو قلت سے بدلنے کی۔ کوشش کرتے رہو۔ یا تم اپنی تمام جمعی۔ نظامی اور اخلاقی ترقی
کا صلہ ہمین یہ دیرہے ہو کہ اِن قوتون کو ہمارے خلاف صرف کرو! (خاموشی بلکہ پر حجاب سکوت
مجمع پر طاری رہا) اب فرمایا:۔ جانو! کہ معاویہ نے مجھہ سے ایک ایسے امر مین نزاع کی جو میرا حق تھا

اُسکا نہ تہا" اسکے ساتھہ یہ فقرہ بہی ضم کرلو کہ معاویہ کی طرف مخاطب ہوکر کہتے ہین کہ "تیری وجہہ سے فساد اور خون ہوا" اور اس وقت معاویہ کے موقع پر غور کرو۔ عدّبر بن۔ سپاہی۔ محدثین ٹہرتے ہوے خمیدہ سلام کرنے والے خوشامدی۔ کون تھا جو نہ ہوگا۔ خصوصاً جبکہ مجمع صاحب اختیار کا مرکب کیا ہوا ہو۔ لیکن منہ خرے سالنس سے خالی رہے۔ سناٹا اُسوقت تک قائم رہا جب تک حسن نے سلسلہ کلام جاری نہ کیا اُس وقت ایسا ہوا ہوگا کہ علی و فاطمہ اور اُنکے حقوق کا دشمن سے دشمن یہ سنکر دل مین کہہ اُٹھا ہوکہ "بُرا کیا" بظاہر حسن نے یہی کہا تھا بلکہ میرے خیال مین احتیاط کی تہی کہ "حق" اور "نزاع" مین اپنا اور معاویہ کا نام لیتے۔ لیکن کیا حسن کی تقریر کا پیرایہ گذشتہ تاریخ پر تبصرہ نہ تھا۔ اور کیا یہ ابہام نہ تہا۔ یعنی رسول کو رحلت کیے ہوے صرف تنیس ۳۲ برس ہوئے تہے۔ یہ زمانہ تو ایسا نہ تھا جسمین پشتین زمین مین دفن ہوجاتین اور پہلے کے واقعات حافظہ کی تازگی کے زیادہ محتاج ہوتے۔ یا نسیان پیری اس درجہ غالب ہوتا کہ اشارہ کی ادنے ٹھوکر سے کام نہ چلتا۔ نہین زمانہ کا پردہ ایسا گھرا نہ تھا جسمین نگاہین پہر نہ سکتین اور خیال آتا کہ یہ تنہا معاویہ تو نہ تھا جسے حق کے نزاع مین اولیت کا امتیاز حاصل ہوا

جھنجھوڑنے اور رُلا دینے والی غیر ظاہر شکایت کے بعد جسکی متانت نے تقریر کو اور زیادہ صبر شکن بنا دیا تہا۔ تیسرا درجہ پھر احسان کا تہا۔ فرماتے ہین "مین نے صلاح امت پر غور کیا اور فتنہ کو منقطع کیا" اُسکی تشریح اس طرح کی جاسکتی ہے کہ گویا فرمارہے تہے کہ جس وقت کوئی اِس اُدھیڑبن مین مبتلا تہا کہ کس طرح میرا حق لے لینے کے لئے مجھسے نزاع کرے مین سوچ رہا تہا کہ صلاح امت اِسمین ہے کہ مین اپنے حق پر قائم رہون یا اپنے حق کو معطل کر دون۔ اور اگر کبھی وقت تہا کہ خلافت قبول کرتا تو اب وقت ہے کہ اُسے ترک کرون۔ اب ہی ممکن تھا کہ لوگون کا کچھہ ہی میلان کیون نہ ہو لیکن ہم اپنے اختیار کے لئے کوشش کرین اور اگر ہمارے لوگ قتل ہون اور شکست ہو جب بہی ہمارا کوئی ذاتی نقصان نہین ہے اور اگر فتح ہوئی تو یہ تو عین خواہش کے موافق ہوگا۔ لیکن ہم سے فتنہ کی پرورش ممکن نہین ہے اور ہم اپنے حق اور حوصلونکی قربانی سے فتنہ کو منقطع کرتے ہین۔ صلاح امت ہمارے لئے مقدم ہے ہم دنیاوی اختیار کے مالک ہون یا نہ ہون۔

آگے بڑھتے ہین۔ اپنے ساتھہ لوگون کے نزاعی اور وفاعی عہد کا ذکر کرکے لوگون کے متعلق کچھہ اُدر نہین فرماتے۔ اگرچہ ایسے ذلیل النفس لوگ جو ایسے اطاعت پر آمادہ نہ ہوتے تہے جو خود اُنکے لئے مفید ہوتا

اور حکومت کے امورات مین بدرجہ اولےٰ اُنکا حق قایم رکہتی اور وہ اسپر آمادہ ہوگئے تہے کہ ہم بنی امیہ کے دستنگر ہوکے رہین - اس قابل نہ تہے کہ اُنکا کوئی وقار قایم رکہنے کے لیے اہتمام کیا جاتا لیکن اس معاملہ مین خاموشی کا لحاظ لوگون ہی تک محدود نہ تہا بلکہ علاوہ اس امر کے کہ اُنکے امام کچہہ دن کہے گئے ہین مصلحت کی نہایت کامل دوربینی اسمین تہی کہ دشمن کے مجمع مین اپنی نامرد جماعت کی تفریق اور پاشانی خیال کی ہوا تک زبان پر نہ آنے دین - جس سے کچہہ تو خود اپنی جماعت سوچے اور اُسمین اس شان سے پسندیدگی لحاظ پیدا ہو اور قوی تر مفید امر یہ تہا کہ ہم اپنی کمزوری ظاہر کرکے دشمن کے سامنے اپنی زبان سے اقرار نہ کرین جس سے دشمن کی جسارت زیادہ بے لحاظ نہ ہو جائے اور اب تک جتنا کچہہ مراعات ہے اور جس قدر بھی اسے تلوار سے معاملہ پڑ جانے کا خوف ہے جاتا رہے - ضرورت تہی کہ یہ اثر نہ صرف اسوقت قایم رکھا جائے جس سے شرائط صلح طے ہو جائین بلکہ حتی الوسع برابر جاری رہے - اور اگرچہ وجہ کا ہر کرنا مناسب سمجہتے ہین تو صرف یہ قطع کن تصفیہ کہ "میری رائے یہ قرار پائی ہے کہ معاویہ سے صلح کر لون اور جو جنگ کہ واقع ہے اُسے قطع کردون اسلئے کہ لوگ قتل سے محفوظ رہین" اسے قوی تر الفاظ مین ظاہر کرتے ہین اور گویا ایک اصول تسلیم یا قایم کرتے ہین کہ "اُنکے خون کی حفاظت اس سے بہتر ہے کہ انکا خون بہایا جائے" اور یہ سب "تمہاری صلاح اور بقا کے لئے" اس تقریر مین یہ دیکہنے کی بات ہے کہ امام محض اپنے جماعت کی بہبودی کا تذکرہ نہین کرتے بلکہ خون کی محافظت اور صلاح و بقا کی تعمیم فرماتے ہین - ذرا سلسلہ دیکہو - کبہی رسول حج اسلئے ملتوی کر دیتے ہین کہ نوبت بہ جنگ نہ آئے - کبہی جناب امیر قصہ حکمین کی ظاہر بغوبت اور اسلئے اپنے انکار کے باوجود کہتے ہین کہ "شاید ہم بقیہ دین و شریعت پر مجتمع ہو جائین" آج حسن تفویض امارت کرتے ہین اس لئے کہ اسوقت صلاح اور بقا مو امت اسی مین ہے -

معاویہ کا اضطراب تقریر کا اثر سمجہا ناہے -

امام اپنی تقریر مین یہانتک پہونچے تہے کہ عام مورخین کے موافق معاویہ نے حضرت کو بٹہا لیا بقول روضۃ الصفا "بے طاقت" ہوگیا اور عمر عاص کی طرف سے دل مین کینہ پڑ گیا - لیکن مورخین مین سے کسی نے اس مفید امر کے متعلق کوئی معلومات یا وجہ لاعلمی ظاہر نہ کی کہ سامعین پر کیا اثر پڑا - اسکے سمجہنے کے ذرائع مفقود ہین بجز اسکے کہ معاویہ کی بےچینی اور ابن عاص کی تجالت سے سمجہا جائے کہ کچہہ اور کہنا اُسکے لیے مفید نہ تہا - یا اُن تقریرون سے سمجہا جائے جو ابن عاص اور معاویہ نے کین اور دہمکیون سے کام لینا پڑا - اور چونکہ اپنی از خود رفتہ امید مین اس درجہ ناکامی ہوئی جس درجہ

کامیابی کی امید نہ کیجا سکتی تھی منتقمانہ بیقراری سے کھڑے ہوکر اپنے اختیارات کی تعلیان کرنا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ خصوصاً وہ جو ایک زمانہ کی جھڑپ کے بعد آج اپنے کو تنہا صاحب حکومت دیکھتا ہے۔

عمر عاص کی تقریر

کھڑا ہوا ابن عاص اور حکمین کے متعلق اپنی کارروائیاں بیان کین اور جناب امیر کا فقرہ حسن کے جواب کے لئے تجویز کیا کہ "حق اپنے مرکز مین قایم ہوا" اور حکومت کے وفادار خادم کی طرح بزرگانہ نصیحت بھی کردی کہ "تمکو گذشتہ نافرمانی اور عصیان کا موافقت اور اطاعت سے تدارک کرنا چاہئے"

معاویہ کی تقریر

آیا معاویہ اور اُسنے ابن عاص کا تعاقب کیا مخصوص بات یہ کہی کہ "ہماری دعوت عزیز ہوئی" دعوت کے معنی اُسوقت بھی اگر پلاؤ و قورمہ تھے تو ہمین کوئی شبہہ نہین۔ لیکن نہ یہان معاویہ اپنے دسترخوان کی تعریف کررہا تھا اور نہ اپنی دسترخوانی عادات کو چھپا رہا تھا بلکہ حقیقتاً آنکھون مین چھائی ہوئی دُہول جھونک رہا تھا۔ وہ وقت پا رہا تھا کہ اپنی اور اپنی خاندانی کارروائیونکو "دعوت" اور آج کے موقع کے لحاظ سے اُسے "عزیز" کہے۔ یہ اُسکی اطمینان کی سانس تھی۔ وہ کسی قتل عام کو بھی قیام امن اور تہذیب و شایستگی کا نام حوالہ کرسکتا تھا۔ یا کسی انتہائی تشدد کو احسان سے موسوم کرسکتا تھا۔ بلکہ یہ بھی کرا سکتا تھا کہ ظلم سہنے والے اُسے احسان کا اوتار رحم و کرم کا پتلہ اور انسانیت کا مجسمہ کہتے۔ یہان تو صرف اتنا ہی ہوا کہ چپکے سُنتے رہے۔ لیکن بقول حسن کے گرفتار بندون کا حلم ہی کیا"۔

مدبر معاویہ کا غیر مدبرانہ فقرہ

لیکن ابھی اِس سے بھی زیادہ کچھ کہنا تھا اور وہ یہ تھا کہ "مین نے جو شرطین کی ہین اسکا سرا میرے ہاتھ مین ہے چاہون وفا کرون خواہ نہ کرون۔ تمہین اِس سے کوئی مطلب نہین تمکو اطاعت سے کام رکھنا چاہئے"۔ اِس فقرہ کا اثر اس سے سمجھا جاسکیگا کہ یہ حسن کی تقریر اور اُسکے اثر کے بعد تھا۔ مشکل سے میری دانست مین مدبر معاویہ نے کبھی ایسا غیر مدبرانہ فقرہ کہا ہوگا۔ اسلئے کہ اگر وہ شرائط کی خلاف ورزی ہی پر آمادہ تھا تو اُسے بغیر کچھ کہے بھی اختیار حاصل تھا۔ لیکن حق اور باطل روش کس طرح سمجھ مین آتی۔ اِس سے معاویہ نے اپنا اعتبار کھودیا۔ اور مشکل سے کوئی عہد نامہ ایسا قلیل الحیات ہوا ہو۔ معاویہ کی اس گفتگو کے معنی یہ تھے کہ اس عہد کے دوسرے فریق یہ وہ حسن ہون حسین ہون انکے دوست ہون یا وہ تمام لوگ جو خلافت اسلامی مین تھے اور جنکے حقوق کے بارہ مین عہد کیا گیا تھا اب اپنے کسی طرز عمل مین کسی عہد کے پابند نہ تھے۔ اگر انہین ایسا کرنے کی قوت ہوتی۔ تاہم

معاویہ کی صلح کُش تقریر کے بعد بھی حسن کے لئے کیا مناسب تہا۔

اپنی حالت کے اعتبار سے حسن اور اُنکی جماعت کے لئے یہی مناسب تہا کہ وہ خاموشی اختیار کرتے۔ اِس لئے کہ معاویہ کی تقریر میں یہی فقرہ نہ تہا کہ "چاہے نہ کرون" بلکہ "چاہے کرون" بھی تھا۔ اور "یہ چاہے کرون" حسن اور اُنکی جماعت کے لئے مفید تھا اور اِسی نتیجہ کے پیدا کرنے کے لئے اُنہین اپنی روش اختیار کرلی تہی۔ اسی سبب ابن نجبہ کے سوالات کے بعد بھی حسنین کی روش نے ظاہر کردیا گفتگو کے بعد درمیانی وقفہ تک ایسی امید خیز حالت پیدا کی تہی کہ حسن اپنے تصفیہ پر قائم نہ رہتے۔

ان تمام باتوں میں جو اسوقت تک توہین یا تضحیک کے لئے کی گئی ہون۔ وہ صورت نئی تہی جو احتجاجیت نقل کی گئی ہے۔ موجب مصلحت معاویہ نہ تہا بلکہ اجزائے حکومت نے اختراع کی تہی۔ ناسوکی فہرست پر نگاہ ڈالنا صورت معاملہ کے سمجھنے کے لئے کافی ہوگا۔ چونکہ ان لوگون کی دانست مین معاویہ کی اطلاع اور شراکت بغیر کچھہ کرنا مناسب تہا لہذا اُس سے کہا گیا کہ "حسن اپنے باپ کی سیرت کو زندہ کیا ہے۔ لوگ اُنکے پیچھے ادب و اطاعت سے چلتے ہین اور اُنکی تصدیق کرتے ہین۔ اور یہ باتین اُنھین اُس چیز کی طرف لیجائینگی جو ان سب سے زیادہ بلند ہے۔ تو اُنہین یہان بلا اور ہم لوگ کہین کہ ہم دونون اس مرتبہ کمال پر پہونچنے سے قاصر ہو اور اُسکی ذلت کرین"۔

مجمع کی نوعیت

وہ مجمع جسمین عمرابن عاص مغیرہ ابن شعبہ ولید اور عتبہ بن ابوسفیان نہ ہون اور سمین نہین۔ معلوم کیون عمرابن عثمان نے بھی شرکت پسند کی ہو۔ وہ کوئی بات کرین جو معاویہ کے دکھانے سنانے اور شرکت کے قابل ہو اور وہ اولاد رسول کے کسی قسم کی اذیت پر منتہی نہ ہو۔ عجب خیز ہوگا۔ اس مجمع کا عمل بہت سے عہدون پر مشتمل تہا۔ کچھہ تو یہ مسخر پارٹی تہی۔ کچھہ حکومت کی خوشامد تہی کہ ہم سوتے جاگتے اُسکے فوائد سے غافل نہین ہین۔ کچھہ یہ قوم کی بے قومی یا عدم مرکزیت کا خود ساختہ کمیشن تہا۔ اِس مجمع کے لئے یہ عذر کی بات تہی کہ حسن اپنے پدر بزرگوار کی سیرت کو زندہ کرتے ہین۔ قیاس نہین کیا جاسکتا کہ یہ سیرت کا محض اخلاقی مفہوم مدبرین کے لئے زیادہ غور کی بات تہی۔ لیکن اوصیائے رسول کی سیرت کا وہ حصہ جو قوم گری کے بہترین عناصر کا سانچہ تہا۔ مدبرین کے اختیاط کے قابل سمجہا گیا۔ انہین کب بھلا معلوم ہوسکتا تہا کہ کوئی اُنکے اختیار اور ثروت کے ذلیل اطمینان یا مضحک نمایش سے مرعوب نہ ہوتا۔ انھین گوشہ چشم عارت بھی نہ دیتا اور اگر دیکھتا تو بنظر نفرت اور کسی چیز کا ترشح نہ ہوتا۔ ایک کے لئے اختیار اور ثروت دنیا کا خدا تہا

تو دوسروں کے نزدیک شیطان کا بہترین آلہ تہا اگر اسمین شریفانہ اعتدال یا احتیاط کے ساتہہ خدا کی قادر مطلقیت کا حسن شامل ہو۔ اس مجمع کے افراد اپنے کو صاحب اختیار دیکہہ کر مضرت پہونچانے اور توہین کرنے مین کسی چیز کو مانع نہ دیکہتے تہے اور اسپر خوش ہوتے تہے لیکن انکے امواج غضب انکی اس بڑہتی ہوئی خوشی سے زیادہ مخلوقات کے رونے کے لئے کوئی چیز نہین دیکہتے تہے۔ اور جس وقت مضرت پہونچانے والے اپنی ایذا رسانی کی فہرست دیکہکر جہلاتے تہے اور گویا کہتے تہے کہ "یہ لوگ اب بہی سیدہے نہین ہوئے" یہ لوگ اُسی تسلیم و رضا سے اس فرعونیت کو برداشت کرتے تہے۔ نہ افلاس انہین انکے ناکردنی کی طرف کہینچتا تہا اور نہ کوئی صبر شکن شرارت انہین اپنی جگہہ سے ہٹا ہوا دیکہتی تہی۔ اس لئے کہ لالچ اور خوف کے تمام شو معات سے انکے خصائل زیادہ وزنی تہے۔ یہ ان چیزونکی طرف تو اُسوقت اُڑتے پہرتے جس وقت خود ہلکے ہوجاتے۔ اور جب مدبرین دیکہتے تہے کہ ہم اس قوم کے خصائل کو اُسکے مرکز سے ہٹا کر اپنی خواہش کے موافق نہین لاسکے تو آخری ذرائع سے انہین نیست و نابود کر دینے پر آمادہ ہوتے تہے۔ یہ قتل و زہر کے لئے حملا وہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ اگرچہ افلاس بہی جو ان حالتون کا نتیجہ ہو اپنے خوفناک اثر سے انہین برائے نام سے زیادہ زندگی کے قابل نہین رکہتا۔

کیا معنی ہین حسن کی اس حالت کے کہ کبہی قلم اُٹھانے پر مجبور ہوتے اور غیرت پہر رہا تہہ روک دیتی ہے اور نہ صرف اس قوم کو اسکی شکایت تہی کہ کس طرح حسن کا میلان ہماری طرف نہین ہے اور ہماری خوبو سے متاثر نہین ہین اور وہ روش اختیار کی ہے جو انکے محسن اسلام پدر عالی مقدار نے رحلت رسول کے بعد سے ایک زمانہ تک اختیار کی بلکہ انکے لئے اور زیادہ اینٹہنے کی بات یہ تہی کہ وہ لوگ انکے پیچہے ادب و اطاعت سے چلتے ہین اور انکی تصدیق کرتے ہین یعنی بقائے صفات کا مدرسہ جاری ہو بغیر اسکے کہ حکومت نے اپنی روش کا کوئی اُستاد مسلط کیا ہو۔

یہ سوچنے کے بعد قیاس آسان ہے کہ انکے دشمن وہ کسی زمانہ مین کیون نہ ہون جب دیکہتے تہے کہ مضرت پہونچانے کی کوششین اس مفہوم مین بیکار گئین کہ وہ ہمارے سامنے نہ صرف نہین جہکے بلکہ اور زیادہ سیدہے ہوگئے اور لوگون کے نگاہ مین اور زیادہ بلندی حاصل کی تو انہین یہ تسکین نہین حاصل ہوتی تہی کہ ہمنے ایک بے ثروت اور بے اختیار کی گردن جہکا دی بلکہ پیچ و تاب بڑہتا جاتا تہا۔ ظاہر ہے کہ سیرت کا زندہ کرنا۔ لوگون کا ادب و اطاعت یا اسکے بعد تصدیق یہ سب تمہید تہی اس ہم کی کیون خوف تہا۔

اور یہ باتیں اُنہیں اُس چیز کی طرف لیجائنگی جو ان سب سے زیادہ بدتر ہے۔ مشکل سے مجھے کہنے کی ضرورت ہے کہ وہ چیز کیا تھی۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر آئمہ میں تمام خوبیاں موجود ہیں اور ساتھ ہی بنی امیہ کو یقین بھی ہوتا کہ وہ کبھی خلیفہ ہونا پسند نہ کرینگے۔ بظاہر جس قدر افسوس کیا جا سکتا ہے جناب امیر کی خاموشانہ اور حسن کی صلحنامہ والی ہمتی بنی امیہ کو سمجھانے کیلئے کافی ہونی چاہئے تھی کہ ان نفوس قدسی کو خود کوئی خواہش حکومت نہیں ہے۔ لیکن کیا تجربہ [illegible] یہ نہیں بتاتا کہ حکومت کے ساتھ رقابت کا وہم ایک جزو لاینفک ہے۔ یہ وہم ہی سلطنت کی بنیادوں کو کمزور کرتا ہے اور کبھی وہم نہ صرف دوسروں کو راستہ بتاتا ہے بلکہ دوسروں [illegible] کا [illegible] ناگوار [illegible] جسکے مقابل اظہار اعتبار کہیں زیادہ نافع ہوتا۔ میں مدبرین کے اختیار [illegible] کو مقید نہیں کر سکتا کہ کہاں وہ اعتبار اور کہاں وہم کا موقع دیکھیں گے نہ اپنی تاریخ میں جسے عام حالتوں سے کوئی بحث ہے بلکہ مجھے تو یہ دکھانا ہے کہ یہ نفوس قدسی ایسے تمام توہمات کے احتیاج ہونے سے بالاتر تھے۔ گذشتہ تجربہ بتا رہا تھا کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی صلاح ابن الخطاب کے فاتحانہ یا انتظامی دور میں کہاں تک موجود تھی۔ یا دور ثالث کے ویسے ہی نازک موقع پر اُنکی نیک نفسانہ صلاحوں کا کیسا اثر تھا۔ یہ صلاحیں علی کے ایسے قوی ذات سے نہیں لیجا سکتی تھیں جب تک اُنکی حیرت خیز دیانت کا یقین نہ ہوتا۔

مؤلف کے نزدیک صحیح قیاس۔

بنی امیہ کا کوئی وکیل کہہ سکتا ہے کہ مدبر کے لئے یہ حفاظت لازمی تھی کہ گو آل رسول کو اسکی رغبت نہ تھی کہ منصب خلافت کے حصول کیلئے خود سے کوئی صریح کوشش کرتے لیکن لوگوں کی خواہش انہیں مجبور کر سکتی تھی۔ میں فی نفسہ اس قیاس کو صحیح سمجھتا ہوں۔ اور بنی امیہ کو اس خیال کی ذلت میں چھوڑ دیتا ہوں کہ وہ لوگوں کو اُنکی فطری خواہش سے روک کر اپنے کو مسلط کرنا چاہتے تھے۔ یا اپنے اختراعات ظلم کے لئے قبل وقوع واقعہ مستعد ہو جاتے تھے۔ بلکہ اسکے قبل کہ کسی ایسی غرض یا اثر کا شائبہ پایا جائے یا اسکا قرینہ ہو۔ اور تاریخ کے لئے عبرت ہے کہ یہ احتیاط بھی بنی امیہ کو سیاسی یا اخلاقی حیثیت سے زندہ جاوید نہ بنا سکے! بنی امیہ اپنی ظالمانہ روش کے فطری اقتضا میں زندہ جاوید ہیں۔

بلائے گئے حسن اور اس سے زیادہ خطرناک سلامتی اور خوشی کا اطمینان دلاتا تھا اور یہ جماعت موقع پا رہی تھی کہ یہ کہہ سکتی کہ بلانے سے ہماری غرض ہی یہ ہے کہ ہم آپ اور آپکے باپ کے بارہ میں بدادبی کریں!

اور اپنے اظہار جات کی وجہ بھی بتا دین کہ آپ اتنی طاقت نہین رکھتے کہ ہمپر عتاب کرسکین اور نہ اس قدر استطاعت رکھتے ہین کہ ہماری تکذیب کرسکین۔ یقین کو اپنی تیز سے شرم آتی ہے کہ اُسمین کوئی ایسا خیال سما سکے کہ ایک وقت تھا جسمین لوگ آل رسالت پر اسلئے ہمیش پیش ہے کہ اُنکی ایسی توہین کیجائے کہ لونڈی غلام گاتے رہین! اور توہین وہ لوگ کرین جن کے واقعات اور نام ونسب صیغہ راز مین نہین ہین۔

مصلحت کہان ختم ہوئی۔

لیکن ایسی شرمناک کارروائیون سے بھی دشمنون کو تسکین نہ تھی کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ ابھی ذات فنا نہین ہوئی۔ اور اب یہ حالت تھی کہ فرید الدین عطار کا ہمہ حسن وہمہ خلق وہمہ حلم۔ ہمہ لطف وہمہ جود وہمہ علم۔ کبھی موصل جاتا ہے اور تین تین بار زہر دیا جاتا ہے لیکن مہلک ثابت نہین ہوتا پریشان اور مجبور ہوکر نانا کے مدینہ آتے ہین کہ یہان زہر آلود رطب کھلایا جائے۔ بیمار اور پھر پریشان ہوکر تبدیل آب وہوا کے لئے موصل جاتے ہین اس لئے کہ پاؤن مین عصا کا زہر آلود لوہا چبھو دیا جائے آخری مرتبہ مدینہ آتے ہین اس لئے کہ اس مرتبہ ایسے زہر کو نوش فرمائین جو ہلاک کرنے مین کبھی خطا نہین کرتا۔ اور احتیاط یہ ہے کہ اگر ابن خالد غیر مسلم کے ہاتھ فنا کردیا جاتا ہے اس لئے کہ شاید مسلمان کو مسلمان کے زہر دینے مین تردد ہو اور راز فاش ہوجائے تو رومی الیسونیہ کی معرفت نواسہ رسول کو جام زہر پلانے کی رازدارانہ گفتگو شروع کیجاتی ہے۔ اور اگر باپ سے یہ کام لے سکتا ہے کہ شکست کو فتح سے بدل دینے مین مدد دے جس سے حکومت پر قائم ہو جائے تو بیٹی سے یہ کام انجام دلایا جاتا ہے کہ آیندہ کسی ایسے توہم کی گنجایش نہ رہے کہ ہم حکومت پر قائم نہ رہینگے۔ اور پھر مزید اہتمام یہ ہے کہ جعدہ بھی ٹھنڈی کردیجاتی ہے اس لئے کہ راز حتی الوسع ظاہر نہ ہو۔

انکا بستر احتضار گہوارہ امن تھا۔

کرب اور نزع کے بستر پر اسکے نواسہ کو دیکھو جو منافقین کے نام کو بتا دینا اس خیال سے گوارا نہین فرماتا کہ لوگ کہین گے کہ رسول نے اپنے اصحاب کو قتل کرنا شروع کیا۔ اُنکے فرزند کو دیکھو جو نصیحت کرتا ہے کہ دیکھو تم مسلمانون کے خون مین آلودہ نہ ہونا کہ دین بدلتا جاتا ہے اور اپنے چھوٹے بھائی سے جواب مین کہہ رہا ہے کہ اے حسین میرے بزرگ غماض نہ تھے۔ دیکھو میرے لئے ایک چلو خون نہ گرے۔

تینون خیالات کی اہمیت اور حسن کا ہوش۔

اس لحاظ امن اور انسانیت کی یہ آخری وصیت مذکرہ صدر دونون وصیتون کے موقع اور اہمیت کے درجہ کے لحاظ سے عدداً تیسری تھی۔ ہر ایک کو اپنے آخری وقت رفع فساد اور قیام امن کی

وصیت ضروری تہی۔ لیکن حضرت امام حسن علیہ السلام کا نام نہ بتانا ایسے سچے ایثار نفس اور دور بینی کا ثبوت ہے جسکے مقابل بجز اُنکے پدر بزرگوار اور جد عالیمقدار کے اور کوئی مثال نہین لائی جا سکتی۔ حضرت کو یہ معلوم تھا کہ جعدہ بنت اشعث نے ہمین زہر دیا۔ حضرت کا یہ قیاس فرمانا کہ جعدہ کی یہ حرکت اپنی تجویز نہین ہے بلکہ اُسکی صلاح ہے جسکے خیال مین مجھے زہر دیا جانا مفید ہے۔ کوئی عجب خیز بات نہین ہے۔ اِسکے بعد یہ سوچنا کہ مجھے موصل مین کسکی تحریک سے زہر دیا گیا جو مراسلت (بقول روضۃ الشہدا) حضرت کے ہاتھ لگی۔ کوئی بڑی غور کی چیز نہ تہی۔ حضرت کو یہ معلوم تھا کہ مدینہ مین بجز مروان ابن حکم کے اور کسی کو ابن ابوسفیان کی ایجنٹی کا فخر نہین ہو سکتا۔ یہ سلسلہ اور اُسکی قوت ایک طرف تھی اور دوسری طرف حسین اور اُنکے چند رفقا تھے۔ اسوقت اگر جعدہ کا نام بتایا جاتا اور یہ سلسلہ عام طور سے ظاہر ہوجاتا تو محمد ابن اشعث اور اُسکے اہل قبیلہ۔ حاکم مدینہ۔ بنی امیہ اور سب سے زیادہ معاویہ مخالفت کے لئے تیار ہوجاتا۔ نواسہ رسول کے انتقام لینے کا جوش پیدا ہوتا یا نہ ہوتا لیکن یہ سب سے زیادہ واضح تہا کہ اسوقت ہم نام بتا کر اپنی اُس چہوٹی سی راسخ الاعتقاد جماعت کو قتل کرانے کے محرک ہوجائینگے جسے ہمنے صلح کرکے بچایا۔

توریت کتاب پیدائش کے ۲۴-۲۵-۳۵-۴۹ اور ۵۰ باب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ابراہیم اور آل ابراہیم کو اپنے خاندانی مقبرہ مین دفن ہونیکا خاص لحاظ تھا۔ نظر برین یہ قیاس کرنا آسان ہے کہ سرزمین عرب جو دیگر بنی اسرائیل کے عروج و زوال سے زیادہ متاثر نہ ہوئی تہی اور جہان ابراہیم۔ اسمٰعیل اور ہاجرہ کے علامات کی حفاظت کی گئی تہی اور جہان اُنکی اولاد اپنے اولین رسومات و خیالات پر زیادہ قائم تہی اُسے ابراہیم اور آل ابراہیم کے دفن کا پسندیدہ طرز فراموش نہین ہو سکتا تہا۔ اب مجھے حسن کی وصیت کا یہ ٹکڑا لکھنا ہے کہ "اگر مین شہید ہوجاؤن تو خانہ رسول مین دفن کرنا" اور اگرچہ حضرت کو بنت ابوبکر سے کہنے کی ضرورت ہوئی تہی اور اُنھون نے "اقرار کیا تہا" لیکن پھر حضرت یہ بھی کہہ رہے تہے کہ مین نہین جانتا کہ یہ بات ہو بعد میرے"۔ اگر ایسا ہی ہو سکتا تو کیون نہ حضرت فاطمہ اپنے پدر عالیمقدار کے پہلو مین دفن ہوتین۔ خانہ رسول بنی ہاشم کے قبضہ مین نہ تھا۔ اور دفن یا عدم دفن سے ملکیت کا خیال مانع نہ تہا بلکہ جیسا کہ زمانہ کے ایک قادیانی رسالہ خلافت راشدہ اور خود ابوحنیفہ اور ففعال ابن حسن کے ایک مکالمہ سے ظاہر ہے (دیکھو تہذیب المتین) کہ جب محض دفن کر دیا جانا افضلیت کا ایک پرزہ قرار دیا جا سکتا تھا تو ہماری تاریخ کے زمانہ مین کیا کچھ ممکن نہ تہا جبکہ خود عائشہ مع اپنے تمام حافظہ کے ذخیرہ کے موجود تھین اور جس وقت حکومت

ہر طرح کی کارروائیاں آل رسول کی یاد فراموشی اور تخفیف منزلت بلکہ رسول سے انکی بے تعلقی ظاہر کرنیکے لئے اختیار کرلی تہی۔

نواسہ رسول کا جنازہ

اب عالم خیال مین ایک مظلوم کے جنازہ کے ساتھہ ساتھہ رسول کے روضہ مطہر تک چلو۔ جو مظلوم رسول کا نواسہ تہا۔ تم کیون چاہتے ہو کہ اِس جنازہ کے ساتھہ دفن کے لیے بہت سے آدمی ہوتے جبکہ رسول۔ علی اور فاطمہ زہرا کے دفن کی تاریخ لکھی جا چکی۔ بجز اسکے کہ جس قدر بنی ہاشم کی تعداد بڑہ گئی ہو۔ یا جس قدر دوست اس قدر بیخوف ہوگئے ہون کہ اُنہین اپنا پہچنوانا اور اُسکے نتائج بھگتنا زیادہ گوارا ہو بہ نسبت اسکے کہ اس یادگار رسول کے آخری فرض مین شریک نہ ہون اس مقدس بوجھ اُٹھانے والون کے قلبی اثر کے علاوہ اُنکی افسردہ صورتین صاف اُس فکر اور خوف کو ظاہر کر رہی ہونگی جس کا اُنھین اب سامنا تھا جبکہ صلح نامہ کے ایک فریق سے زمانہ خالی ہوگیا اور جسکی محض وجود نے ظلم کی انتہا کو روک رکھا تھا۔ ہم نہین کہہ سکتے کہ جنازہ نے پہلے خانہ رسول کی زیارت کی یا پہلے مسلح گروہ سے ملاقات ہوئی۔ ہر شخص کو اختیار ہے اپنے تصفیہ کا کہ کبھی اونٹ کا سوار آج خچر پر سوار ہو سکتا تہا یا نہین اور وہ گفتگو ہو سکتی تہی یا نہین۔ لیکن اِس سے کسی کو انکار ممکن نہین کہ مروان ابن حکم کو خانہ رسول کے متعلق کسی کوشش تصفیہ اور ارادہ کا حق نہین ہو سکتا تہا۔ بنی امیہ کی بیسر گروہی مروان موجودگی بلکہ اغوا تو ظاہر ترین بات ہے۔ اسوقت بنی ہاشم کے خونی غیض کا قیاس آسان ہے۔ اور اگر یہ روکے نہ گئے ہوتے تو دفن کیلئے کچہہ شہید دنکی قبرین عدد مین زیادہ ہو جاتین لیکن غالباً بنی امیہ ایک بیکار ضد پر زیادہ جرأت اور ثبات قدم کی نظیر نہ دے سکتے۔ بنی ہاشم نے تصفیہ کیا کہ اگر کبھی تلوار کھینچنے کا وقت ہی تو آج ہے لیکن ذمہ دار

حسن کا اصل مرثیہ۔

کان مین جنازہ سے صدا آرہی تہی کہ "میرے لیے ایک چلو خون نہ گرے"۔ حسن نے خون کی قے کی تہی۔ اسوقت امن قائم رکھنے کا ذمہ دار خون کے گھونٹ پی کر بنی ہاشم سے کہہ رہا تھا کہ "میرے بھائی کی وصیت کو ضائع نکرو۔ اور انکا جنازہ بقیع کی طرف پھیر لے چلو"۔ اُسوقت حسنؑ کی مظلومی کے اظہار مین حسین کے صبر اور حلم کی گرفتہ صدا سے زیادہ درد انگیز مرثیہ نہین کہا جا سکتا تھا۔ حسین نے نہ تیرون کے پھل کو جنازہ کی آرایش کا کوئی جزو قرار دیا تھا اور نہ سفید کفن پر سرخ دہبہ ڈالنا مسلمانون کا اصول ہے۔ بقیع کی طرف واپسی کے وقت تیرون کے پر صندوق کو ڈہانکے تہے اور شیر فاطمہ سے بنے ہوئے (اُسوقت تک سرد خون کے) ہلکے گلابی دہبے کفن پر پڑے تہے! سچ کہا ابا ہریرہ نے کہ "یہ ظلم ہے کہ ابن رسول (رسول کے پہلو مین) دفن نہ کیا

جائے۔" آج اُنہین یہی یاد نہ تھا کہ حسن کے قاتلون کی فہرست بناتے لیکن وہ جنہین اولادِ رسول کو رحلت کے
بعد بہی اُنھین لوگون کے خیال مین رسول سے علیحدہ رکھنا تھا وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کوئی بقیع مین کوئی غلو مین
کوئی مشہد مین دفن ہو۔

امام کا علیل ہونا ایک خبر تہی جو امیر شام کو دیجاتی اور وہ اس قدر دلچسپی ظاہر کرتا کہ برابر خبر بھیجنے کی
تاکید کرتا۔ اُسے اور کیا سننے کی بیچینی تہی بجز اسکے کہ زمانہ حسنؑ سے خالی ہوگیا۔ خبر سُنی۔ تکبیر کہہ اُٹھا۔
بلکہ چیخ اُٹھا۔ اِس طرح کہ اہل شام سنتے اور نادانستہ بلکہ تکبیر کی غرض اور مفہوم سے اعادہ کرتے نانانے
تکبیر اِس لئے سکہائی تھی کہ نواسے کو زہر دیکر طنز سے تکبیر کہی جائے۔ ا اور اب کوئی سبب پوچہتا اور وہ
لانبے اطمینان سے کہتا کہ "مرگئے حسن" اِس سے اُسکا "دل ٹھنڈا ہوگیا" اور پھر اُسکے بعد ابھی اس ذلیل
وحشیانہ تبسم اور طنز کی بھوک باقی تہی کہ "حسنؑ سے تعجب ہے کہ ایک گھونٹ شہد اور پانی پیا اور مرگئے" جو فضل
ابن عباس نے مرثیہ مین معاویہ کی طبیعت کا صحیح نقشہ کھینچا ہے۔

عبرت خیز تکبیر۔

جب معاویہ حسن کی حیات ہی مین عبداللہ ابن جعفر مین حسنین کی تعظیم کے طعنہ سے خیال رقابت
پیدا کرنا چاہتا تہا جو خاندانی اختلاف پر منتہی ہوتا اگر یہ دام مین آجائین تو کم سے کم بنی ہاشم کی
سرداری بظاہر دو آدمیون مین تقسیم ہوجائے تو پھر حسنؑ کے بعد کیون نہ یہہ پُر فریب سنجیدگی ابن عباس
پر صرف کرتا کہ "اب تو تم سردار قوم قرار پاؤگے" غالباً یہ چوتھی کوشش تہی جسمین حکومت بنی ہاشم کے
کسی فرد کو قوم کا سردار قبول کرکے آل علی و فاطمہ کو پست کرنا چاہتی تھی۔ مغیرہ اب تک زندہ تھا اور
اُسے اپنی ابتدا کی آخری کوشش مین بھی ناکامیابی دیکھنی تہی۔

کب سے دوبارہ پُرزے جدا کئے جانے لگے۔

اگرچہ حضرت امام حسن کی حیات ہی مین جناب امیر پر سب و شتم کیجاتی تہی لیکن حسن کی موجودگی
ابھی اِس سے روکتی تہی کہ ایک ایک پُرزہ جُدا کیا جائے۔ یعنی اُنکے صاحب اثر مویدین حقوق قتل کئے
جائین جو بنی امیہ کی اطاعت پر خوشی سے آمادہ نہین تھے۔ جب ذکوٰۃ نہ دینا خلیفہ قبول نہ کرنے کے
ہم معنی اور جناب امیر کی تائید کا مرادف اور اِس لئے قتل کا مستوجب ہوسکتا تہا تو اسوقت تو اُن لوگون کو
ہٹانا تھا جو ایک عہد کے رو سے وظائف پاتے تہے اور یہ وظایف حکومت کے نزدیک اُنہی پر صرف کئے
جاسکتے تہے جو حمایت پر آمادہ ہون۔ یہ عناصر تہے جنہین معاویہ اپنے آزادانہ نفاذ اختیار کی راہ
مین حائل دیکہتا تھا۔ شاخین کاٹنا نئی شاخون کے نکلنے کا مقدمہ ہوتا اگرچہ اپنی جگہ

رکھی جاتی۔ دوست پھر پیدا ہوسکتے تھے لیکن کسی حسن کا پیدا ہونا محال تھا۔ اِس لئے برسونکی مسلسل کوشش کیگئی کہ کسی طرح نواسہ رسول تمام ہوجائے۔ امید برآئی۔

یہی کافی نہ تہا کہ مخدوش لوگ کم کئے جاتے بلکہ نئے دوست بھی پیدا کئے جاتے اِس لئے زیاد کے ملانے کی کوشش کیگئی۔ اُسکی تیز فہمی اور انتظامی قابلیت کام لینے کی چیز تھی جس طرح اشعث ابن قیس کی سپاہیانہ کارگذاریاں اور اُسکا افسر قبیلہ ہونا اُسے دور اول مین قرابت کی قیمت سے خرید سکتا تہا اور آئندہ اُسے خود ابن ابوسفیان لاکھون روپیہ دے سکتا تھا۔ زیاد کی طرف توجہ کی وجہ تسمیہ کی تاریخ تھی۔ امیر شام تو بہت کچھ کرسکتا تہا اگر موقع چاہتا اس وقت تو صرف بھائی ہی بنانا تھا۔ اِن کوششون کے دوران مین عباد اللہ اور عبیداللہ ابن زیاد کو بسر ابن ارطاۃ نے گرفتار کرلیا۔ اور قتل کا قصد کیا لیکن ابوبکرہ نے صلح کا دفعہ یاد دلایا مزید کوشش یہ کی کہ معاویہ سے رہائی کا پروانہ لائے اور رہا کردیا۔ کبھی کسی اچھی غرض نے اِس معاملے سے زیادہ بُرا چولا نہین بدلا اور نہ کبھی احسان کا بدلہ بدرجہا زیادہ ناشکری سے دیا گیا۔ کون وہ کورنمک ابن نمک حرام تھا جسنے آل رسالت کے نام مٹادینے کا بیڑا اصرار سے اٹھالیا۔ یہی عبید اسی ابن زیاد کے۔

اسی زمانہ مین مغیرہ ابن شعبہ کو زیاد کا ایک احسان اُتارنے کا موقع ملگیا اور اسنے اُس مال پر قبضہ نہین کیا جو عبدالرحمن ابن ابوبکرہ کے پاس زیاد نے رکھوایا تھا۔ اور کہہ بھی دیا کہ "تمہارے باپ نے میرے ساتھ بُرائی (شہادت زنا) کی تھی لیکن تمہارے چچا نے میرے ساتھ سلوک (خلیفہ کے اشارہ پر جرم ثابت نہ کرنے والی شہادت دی) کیا تھا"۔ اور اِسکے بعد جب مغیرہ سے ابن ابوسفیان سنے زیاد کے ملانے کی وجہ بھی ظاہر کردی کہ "ایسا نہ ہو کہ وہ اہلبیت مین سے کسی شخص کی وہ بیعت کرلے اور لڑائی پھر از سرنو چھڑ جائے" (مؤلف کے نزدیک امیر شام اُسوقت خلیفہ اول کی زبان سے بول رہا تھا) اِس لئے اُسے شب کو نیند نہین آئی تھی"۔ مغیرہ نے لانے کا وعدہ کیا۔ اِس سے زیادہ کسی کو حق بھی نہ ہوسکتا تھا۔ زیاد سے کہا یہ کہ "اپنی فکر کرلو اِس سے پیشتر کہ معاویہ کو تمہاری پرواہ نہ باقی رہے"۔ مغیرہ اُس سے کہرہا تہا جو ابوموسیٰ اور حضرت عمر کی گورنمنٹ کا سکرٹری رہ چکا تہا۔ مزید اہتمام یہ تہا کہ وہ "ایک لاکھ درہم بعد مصالحت کے بعد چھوڑ نہ دیا گیا تھا بلکہ "عزت واحترام" ہوتا تھا اور" بالتزام جماعت مین شریک" کیا جاتا تھا یا دوسرے لفظون مین مغیرہ کے مدرسہ کا شاگرد بنایا گیا تھا۔ اور جناب امیر کے

اس فقرہ کو بھلا دینے کے لئے تیار ہو رہا تہا کہ "ابوسفیان مین خباثت نفس در ایک جہالت تہی جسکی میراث تجھکو نہ ملنی چاہئے"۔ معاویہ جو کچہہ کر رہا تہا یہ ر دمیونکی اُس مصلحت کی شاگردی تہی جو وہ یہود کے ساتھ کرتے تہے۔ جب یہود کا کوئی فرد اپنی (قومی میں) اِس درجہ ترقی کر جاتا تھا کہ اُسے اپنی قوم کی خو بو سے مغایرت ہو جاتی تھی۔

اِس درمیان مین بشر ابن ارطاۃ بصرہ مین اور مغیرہ کوفہ مین علی اور آلِ علی کے متعلق اپنی دل کے بھڑاس نکال رہا تہا۔ اور خود معاویہ نے عدی ابن حاتم سے اسلئے علی کی محبت پر مضحکہ شروع کیا کہ کوئی میدان نہ تھا جہان عدی کی تلوار جواب دیتی۔ پھر بھی عدی کی زبان تلوار سے زیادہ گہرا زخم لگانے کے قابل ثابت ہوی۔ معاویہ اُنکی تقریر سے سہم گیا۔ تقریر لکھوائی "نرمی اور ملاطفت" سے گفتگو شروع کی۔ ہم اُس وحشت کا قیاس نہین کر سکتے جو یہ سنکر لاحق ہوی ہوگی کہ "بلاشبہہ موت کا غرغرہ اور حالت نزع کا گھٹرہ ہمارے لئے آسان ہے بہ نسبت اسکے کہ ہم علی ابن ابیطالب کے حق مین کوئی کلمہ نالائم سنین"۔ سچ ہے کہ کسی چیز کے نسبت خلوص۔ محبت اور اعتقاد کی بہترین کسوٹی موت ہو۔ علی کی محبت اِسپر پوری سے زیادہ اُتری۔

یہود اور پیروان علیؑ

ہو سکتا ہے کہ یہود کو اپنی بقائے قومی کے جد و جہد مین دیگر اقوام پر افتخار کا موقع ہو لیکن پیروان علی کے مقابلہ مین یہ ادعا کوئی ترجیحی حق قائم نہ کر سکے گا۔ اِس لئے کہ یہود صدیون کے بننے کے بعد بگڑے اور اسکے بعد اُنھین اپنے زوال کے روکنے کی کوشش آسان تہی برخلاف پیروان علی کے جو اُسوقت سے بگڑے کہ اُنکے بننے کا زمانہ قابل شمار نہ تھا۔

زیاد کب گورنر مقرر کیا گیا

۴۹ھ مین سبط اکبر نے رحلت فرمائی اور اُسوقت تک زیاد ابن ابیہ جس درجہ مسخ ہو چکا تھا وہ معاویہ کے اِس درجہ توجہ کے قابل تھا کہ اُسے بصرہ اور کوفہ کے دو مفید صوبے حوالہ کرتا۔ یعنی امیر شام کی یہ عنایتین زیاد کے اعمال کی قدر دانی اور مزید ایسی ہی کارروائیون کے لئے ایک اشارہ تھا۔ اور خود اُسکی اُز کر سکتا تھا۔

۵۰ھ مین اِسنے بوڑھے صحابی (عدی) کو اِس لئے زیر حراست لے لیا کہ وہ عبد اللہ ابن خلیفہ طائی کو حاضر کرین۔ عبد اللہ حجر کے رفیق تہے اور حجر نہ صرف سردار قبیلہ تہے بلکہ حضرت امام حسن کے طرف سے فوجی بھرتی اور انتظام کے افسر تہے۔ اور مصالحت کے مخالف تہے۔ عدی نے اِسکی ذمہ داری نہین لی اسلئے کہ اُنھین خوف تھا کہ عبد اللہ قتل کر دیئے جائینگے زیاد نے کوئی اِنکار نہین کیا۔ یہ اُنکے قید کرنیکا ایک سبب ہو سکتا تھا۔ لیکن جب دیکہا کہ لوگون مین اُنکی صحابیت اور سرداری ہونے کی وجہ سے

برافروختگی ہے تو انھین ایک شرط سے رہا کر دیا۔ لیکن کیا سب صحابی اور سردار سلطے تھے ؟
نہ تھے اور اِس لئے اُنکے ہاتھ پاؤن۔ گردن زبان اور آنکھین۔ تلوار۔ نیزے اور رسیّون کی خوراک
تھین۔ سولیان درخت اور قید خانے اُنکی شہادت کے تماشائی تھے۔ !
آسان تھا کہ ابی خیط کے لڑکون سے کم درجہ کا بھی کوئی شخص علی کے کسی دوست کے متعلق کہتا کہ اُسکے گھر
"مجمع" ہوتا ہے اور یہ لحظ اِس قدر بھیانک صورت اختیار کرتا جو قتل کا فتویٰ دلا سکتا۔ اوفی ابن
حصین گرفتار اور قتل ہوئے۔ عمر ابن الحمق کی تادیب ہوئی اور ایک روز جب زیاد کہہ رہا تھا جو کچھ بنی امیہ
کا وظیفہ تھا تو حجر نے روکا۔ زیاد خاموش رہا۔ بصرہ گیا اور عمر ابن حریث کو کوفہ بھیجدیا۔ وہی ابن
حریث جسنے آٹھ ہزار آدمیونکو بصرہ مین قتل کرڈالا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اِسے بھی حجر کے گرفتار کرنے کی
جرأت نہ ہوئی۔ زیاد پھر کوفہ آیا اور ایک دن اپنے صاحب شرطہ کو کچھ سپاہیون کے ساتھ حجر کی
گرفتاری کو بھیجا۔ لیکن وارنٹ عدم تعمیل واپس آیا۔ اب زیاد نے اہل کوفہ کو اکھٹا کر کے "دھمکایا ڈرایا"
اور جب لوگون نے بے تعلقی کا اقرار کیا جسکے سوا چارہ نہ تھا تو اب زیاد نے صاحب شرطہ مین ہمت کے
کچھ اور قطرے ٹپکائے۔ لیکن ہمت کا مصرف کہان تھا جبکہ دوسری جانب مقابلہ کا سامان ہی نہ تھا۔ یہ
تمام الزام برہنہ ہوگئے کہ مجمع ہوتا ہے اور لشکر کشی کا سامان ہے وغیرہ وغیرہ جب صاحب شرطہ حجر کی
تنہا تلوار سے زخمی ہو کر گرا اور ابو العمرطہ کندی نے حجر سے کہا کہ "تمہاری حمایت کو سوا میری تلوار کے
اور کوئی تلوار نہین ہے اور میری تلوار تمکو انلوگون سے نہ بچا سکیگی" ظاہر ہے کہ ابو العمر کا یہ کہنا یا عمر ابن الحمق
کا حجر کی حفاظت مین زخمی ہونا عرب کے اِس مسلمہ قانون کی بنا پر تھا کہ اہل قبیلہ اپنے کسی فرد قبیلہ کی
حفاظت کرتے تھے حالانکہ اسوقت اُنکا قبیلہ بھی حفاظت کے لئے جمع نہ تھا۔ غالباً گرفتاری کے حکم کے
لئے ایسا ہی وقت مناسب سمجھا گیا ہو۔ حجر۔ رفاعہ ابن شداد اور عمر ابن الحمق مختلف قبائل مین
پناہ* لیتے رہے اور زیاد نے چند قبائل کو انکی گرفتاری کے لئے مخصوص کیا۔ یعنی ایک قبیلہ کو دوسرے
پر چھوڑ دیا۔ پھر بھی یہ لوگ گرفتار نہ ہوئے۔ لیکن جو کچھ قوت سے نہین ہو سکتا مکر سے آسان ہو جاتا
ہے۔ اگرچہ حجر کندہ کے رئیس تھے لیکن حکومت نے بھی کندہ مین ایک رئیس اپنا بنا لیا تھا اور یہ
کون تھا بجز مشہور باپ کے بیٹے کے۔ حجر نے اپنے کو محمد ابن اشعث کے حوالہ کر دیا۔ بارہ سردار اُنکے
قید کئے گئے۔ مقدمہ پیش ہوا اور ہم تصفیہ نہین کرسکتے کہ جو الزامات اِن لوگون پر عاید کئے گئے وہ

خوجکشی کا بے بنیاد الزام برہنہ ہوگیا۔

ابن خلدون کے فلسفۂ تاریخ کے تجزیہ کا نتیجہ ہے یا اُسکے مترجم کی بیسوین صدی تک کی معلومات کا بھی کچھ حاشیہ ہے۔ لیکن بغیر کسی ادنےٰ کوشش کے مقدمہ کافی سے زیادہ سمجھ مین آجائیگا جب اُسکے دو عنصر پر نظر ڈالی جائیگی۔ اول یہ کہ گواہی دینے والے۔ طلحہ۔ زبیر۔ ابن ابی معیط اور ابن ابی وقاص کے لڑکے تھے۔ اور ابو موسیٰ اور ابو ہریرہ کے نام سے فہرست پر تقدس لیپا گیا تھا۔ دوسرے شریح ابن ہانی کا نام گواہون مین بغیر اُنکے علم و اطلاع کے لکھا گیا تھا جسکی اُنھین تردید کرنی پڑی۔ لیکن خونچکشی ہو یا معاویہ کی مذمت سب کچھہ قابل معافی سمجھی گئی اگر یہ لوگ علیؑ سے بیزاری ظاہر کرین"۔ شجاع اور وفادار حجر اور اُن کے رفقائے اِس سے "انکار کردیا" حجر کی سپاہیانہ غیرت ہی کا جس یہ کہنے کا شایان تھا کہ "اگر مجھے یہ شبہہ نہ ہوتا کہ تملوگ یہ سمجھوگے کہ مین موت سے ڈر رہا ہون تو مین دیرتک نماز پڑھتا رہتا" اور اِسکے بعد حجر علیؑ کے وفادار خادم کی طرح علیؑ کے نام پر قربان ہوگیا۔ شریک۔ صیفی۔ قبیصہ۔ محرز۔ کرام۔ زندہ جاوید ہوئے۔ اور عبدالرحمن بن حسان جنھون نے مخدوش موقع کی صاف گوئی کی جرأت کرکے معاملہ کے سمجھنے کے لئے روشن تاریخ چھوڑ دی "زندہ دفن" کردیے گئے۔ عمرابن الحمق کو پانیزے مار کر شہید کیا یا دشمنون کے تعاقب مین ہلاک ہوئے۔ پھر بھی انکا سر معاویہ کے لئے اِس قدر قیمتی تھا کہ اُسے دیکھکر تسکین ہوتی۔

کس دل کے لوگ علیؑ پر قربان ہونے کے شایان تھے۔

اِس طرح وہ جڑ اور شاخین نیست و نابود کردی گئین جنکا سرسبز رہنا معاویہ کو سوہان روح تھا اور جنکے ہوتے یہ حقیقتاً اپنے کو بادشاہ نہین سمجھ سکتا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنھین سے ہر ایک معاویہ کو اپنی تلوار سے قتل کرنا تلوار کی ذلت سمجھتا لیکن شاید اِس لئے قتل کرڈالتا کہ خلق کو اُسکے سایہ سے محفوظ کردے۔ لیکن ابن ابوسفیان نے ایسے موقع پر احتیاط کی تھی کہ اُنکی تلوار کے سایہ کا ادب کرتا۔ اور آج جبکہ وہ عہد اور امن کے لحاظ سے بے تعلقی کی زندگی بسر کررہے تھے اور اپنی تلوارین اپنے ہاتھ سے رکھ چکے تھے وہ نقض عہد کے شکار اور انتقام کے مورد ہوئے۔ یعنی مرتب مگر غیر منتظم حق مردی پر غالب آگیا!

ربیع بن حرث کے فقرہ کے معنی۔

ان شہادتون کی خبر سُنکر نفس موقع اور قومی طبائع کی بہترین مصوری کی تھی جبکہ ربیع بن حرث نے کہا کہ "عرب ہمیشہ حجر کے بعد سے یون ہی قتل کیا جائیگا۔ اگر وہ لوگ حجر کے قتل سے رُک جاتے تو اپنے کو اِس قتل عام سے بچالیتے لیکن اُنھون نے ایسا نہ کیا اور ذلیل ہوگئے"۔ ہو کہ یہ طنز یا مرثیہ سمجھا جائے یا ایک

مستاسفانہ تشنّج کی کیفیت ہو۔ لیکن ہیجا ایسا نہین تھا۔ بلکہ قومی خصائل کی تاریخ بیان کیجارہی تھی جہان کوئی گروہ اِس درجہ ذلیل ہوگیا تھا کہ اپنے فطری سردار کے قتل کو ٹھنڈے دلون سے دیکھہ رہا تھا بلکہ اپنی بے تعلقانہ خاموشی اور خوشامد سے آسانیان پیدا کررہا تھا۔ اِس سے اگر کسی افسر قوم کے ساتھ ایسی بے انصافانہ بیرحمی کیجاسکتی تہی تو غیر ممتاز عام کی حالت کا قیاس آسان ہے۔ قتل نہ تہا بلکہ قوم کے خصائص کی زندگی یا موت کی کسوٹی تہی۔ آنکھون مین ذلت اور نامردی یا خوشامد کی قدر نہین ہوسکتی ایسا ہونا قانون قدرت کا انکار ہوگا۔ اگرچہ مدبّرین کی زبان اقرار سے لتھڑی ہو سچّی عزت انفرادی خصائل کی قوت مین ہے اور جبکہ قوم کی قوم ایسے ہی افراد کا مجموعہ ہو۔

عمرابن حمق کی بی بی کے ساتھہ برتاؤ کے معنی۔

اور جب یہ ممکن ثابت ہوا تھا کہ نواسہ رسول سے تمسخر کیا جاتا اور افسران قوم قتل کئے جاسکتے تو اِس سے کونسا امر مانع تھا کہ عمر ابن الحمق کے بیگم کے ساتھ سخت کلامی نہ کیجاتی۔ اس غیور بی بی نے اپنے کو عمر ابن الحمق کی بی بی ثابت کیا۔ یہ خاتون نہ جزع و فزع کرتی ہے۔ نہ اسمین خوف اور خوشامد کے آثار ہین بلکہ اپنے شہید شوہر کی تعریفین کرتی ہے اور کہتی ہے کہ تونے "اُسکا سر میرے پاس ہدیہ بھیجا!" عرب ہمیشہ اپنی عورتون کے احساسات کی عزت کرتا تھا اور اُسکی بہت کچھہ شجاعت اپنی عورتونکی وجہ سے تہی۔ عورت کی فریاد پر جان دینے کے لئے مستعد ہوجانا اور اُسکی مدد کرنا بہترین اصول شجاعت مین داخل تھا اور اسکا تذکرہ بے عبث ہے کہ اسلام نے کیا سکھایا تھا۔ ایک شریف بی بی کو اُسکے بوڑھے شوہر کا سر تحفہ بھیجا گیا ہے اور وہ اصول کی خلاف ورزی پر اظہار حیرت سے جس سے غم علیحدہ نہین ہوسکتا تھا شماتت کررہی ہے۔ اُسے جلاوطنی کا حکم ہوتا ہے۔ وہ گویا پیشتر سے مستعد تھی اِس لئے کہ بیوائی کو طول ہوگیا تھا۔ عزت معرض خطر مین تھی۔ قرض زیادہ ہوگیا تھا اور خوشی کا منھ دیکھنا دور از حال تھا۔ لیکن جلاوطنی کے ذیل ابہی باقی تھا کہ خائن وحی بہی کچھہ کہہ لیتا۔

حجر کی شہادت کا ہیجان
(ابن خلدون)

حجر کی شہادت نے اِس قدر ہیجان پیدا کیا کہ مالک بن ہبیرہ سکونی نے اُنکی سفارش کی تہی لیکن معاویہ نے کہا کہ "وہ سردار ہے اگر مین اُسکو چھوڑدونگا تو آیندہ خوف فساد کا ہے" مالک نے گھر پہونچکر اپنی قوم کو اکٹھا کیا اور حجر کو چھڑانے چلا۔ جب قاتل حجر قتل کرکے آرہا تھا تو مالک سے ملاقات ہوئی اور اُنھون نے حجر کا حال پوچھا۔ اُسنے واقعہ بیان کیا "مالک کو اِسکا یقین نہ ہوا" سیدھے عذرا گئے وہان یقین ہوا تو خود ان کو قاتلونکی گرفتاری کے لئے بھیجا لیکن وہ ہاتھہ نہ آئے اور معاویہ کو معلوم ہوا تو اُسنے کہا "یہ جوش تہا

جو اِسکے دل مین بھرا ہوا تھا۔ مجھے امید ہے کہ وہ اب فرو ہو رہا ہوگا۔ رات ہوئی تو ایک ہزار درہم مالک کے پاس بھیجے"۔ حضرت عائشہ نے بھی سفارش کے لئے آدمی بھیجا لیکن یہ بھی شہادت کے بعد پہونچا۔ کچھہ طنزیہ کلام ہوئے آخر مین معاویہ نے کہا کہ "مجھکو اِس امر پہ ابن سمیہ نے آمادہ کیا تھا" اہل کوفہ مین بھی کچھہ ہیجان ہوا اور اکثر مشاہیر ترک وطن کرکے مدینہ آئے اور حضرت سبط اصغر کے پاس حاضر ہونے لگے۔

معاویہ کے خط کے معنی

جب مروان کو معلوم ہوا کہ کچھہ اہل کوفہ مدینہ آئے ہین اور وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت مین حاضر ہوتے رہتے ہین تو اُسنے معاویہ کو خبر دی۔ معاویہ نے یہ خبر پاکر جو خط حضرت کو لکھا اُس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مروان نے اپنے دماغ پر کس قدر زور دیا تھا۔ اسمین سب سے زیادہ توجہ کے قابل یہ فقرہ ہے کہ "مجھے امید ہے کہ جب تک ہمارے جانب سے تمہین کوئی بُرائی نہ پہونچے تمہاری طرف سے بھی کوئی مکروہ امر واقع نہ ہوگا" اِس فقرہ مین معاویہ اپنی تقریر کے اُس موقع کو دھرا رہا تھا جو مصالحت کے بعد کی تھی کہ جو شرطین مین نے کی ہین اُنکا سرا میرے ہاتھ مین ہے چاہون وفا کرون خواہ نہ کرون تمہین اِس سے کوئی مطلب نہین تمکو اطاعت سے کام رکھنا چاہیے"۔ یعنی معاویہ لوگون کے ساتھہ اپنے کیسے ہی عمل کو قابل بازپرس نہ ٹھہرا رہا تھا بلکہ دوسرون کو اتحاد عمل سے روکتا تھا اور اُنھین انفرادی معاملت کا منتظر رکھتا تھا۔ دوسرے لفظون مین معاویہ کو اختیار تھا کہ وہ ایک ایک کو قتل اور زہر کے لئے چھانٹا جائے لیکن دوسرا اُسمین کوئی دخل نہ دے۔ دوسرے کے قتل کے وقت وہ اِس سے مطمئن رہے کہ ہم بچے ہین یہانتک کہ معاویہ کا دہم اُسے بھی درمیان سے چُن لے۔ ظاہر ہے کہ کوئی تنہا شخص سلطنت کے انتظام اور سامان کے مقابل مین کچھہ نہین کرسکتا نہ کہ جب اُسے خود آپنے کو پنجہ غضب مین گرفتار دیکھکر اپنی فکر کرنی پڑی۔ حسین کے جس قدر جواب ملتے ہون اُسمین مخصوص اور مشترک یہ ہے کہ "مین نہ تیری مخالفت پر آمادہ ہون اور نہ جنگ کی رغبت یا قصد رکھتا ہون" یعنی نہ دوسرا اور نہ اِس سے اچھا جواب دیسکتے تھے

خود غرضیوں کی جنگ اور زمانہ

اور جس زمانہ مین بنی امیہ اور اُنکے ہوا خواہ اسپر مستعد تھے کہ کس طرح صحیح یا غیر صحیح طریقے سے آل ہاشم کو نقصان پہونچائین ابن عاص اور مغیرہ کے واقعات بھی کم دلچسپ نہین ہین کہ کبھی مغیرہ ابن عاص کے لڑکے کو کوفہ کا حاکم نہین دیکھہ سکتا اور کبھی ابن عاص مغیرہ سے انتقام لیکر اسے بھی معزول کرا دیتا ہے۔ برابر کی چوٹ اور برابر کی جوڑ تھی۔ انکے طبائع کی واقعہ خوانی کے لئے اُنکے افعال کی مثالون سے زیادہ قوی زبان نہین پیدا کیجا سکتی۔ لیکن اِس موقع پر جہانتک شخصی فوائد کا تعلق ہے دونون اچھے رہے یہ کا

صرف نمائشی رہی۔

ولیعہدی یزید کے اہتمام پر نظر۔

اگرچہ بنی ہاشم اور اُنکے ہوا خواہ پرزون کے جدا کرنے کی یہ ضروری معنی نہیں ہوسکتے کہ یہ ولیعہدی یزید کے نتیجہ کے لئے سبب قرار دیا گیا تھا لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب از روئے عہدنامہ معاویہ کو اپنی حیات تک اپنے حاکم رہنے کا یقین تھا تو پھر اُن لوگون کے فنا کر دینے کا کیون اِس قدر اہتمام تھا جو طبعاً اُسکی حکومت پر راضی نہ ہوسکتے تھے۔ عام حکومتون کا یہ اصول ہو یا نہ ہو لیکن کم سے کم معاویہ کا نہ تھا کہ سب میری حکومت پر خوشی سے راضی ہون۔ جبر ہی مین اُسے کیا کراہت تھی۔ برسون پہلے مغیرہ ابن شعبہ عثمان کے سامنے علی سے کہہ چکا تھا کہ "تم چاہو یا نہ چاہو تمہین محکوم رہنا ہوگا" اب رہا یہ وہم کہ باوجود پیرانہ سالی کے اُسے امید نہ تھی کہ وہ لوگ میری بقیہ عمر تک بھی مجھے حکومت کرنے دینگے۔ یہ قیاس معاویہ کے ایسے اندازہ کے آدمی کے لئے محال تھا۔ جو قوتون کی صحیح تشریح کرسکتا تھا۔ اُسے اپنی قوت معلوم تھی اُسے اُن لوگون کی قوت بھی معلوم تھی جو اُسکے مخالف ہوسکتے تھے وہ مہینون جناب امیر کے مقابل لشکر آرائی کرچکا تھا اور اُسے بنی امیہ کی تائید کی آخر دم تک اِسلئے امید تھی کہ اُنکا اور کہین گذر نہ تھا۔ اور اِسلئے اب اس خوف کی گنجائش نہ تھی کہ ایک آدھ شکست کے بعد تخت اُلٹ جائیگا۔ ایسی صورتون مین بنی ہاشم کے دوستون کا کوئی خفیف ہیجان بھی امیر شام کی طرف سے ایسی سخت کارروائیون کا مقتضی نہین ہوسکتا تھا۔ جسمین دشمن کی معدومیت کے سوا چارہ نہ ہو۔ انتقام کا جوش بھی ہی لیکن جو کچھ کیا گیا وہ بجز "اطاعت یا قتل" کے اور کوئی اصول نہین سمجھا تا تھا اور آیندہ ایک مستقل مصلحت کا سواد تھا۔ اور ایسا ہونا یا پیشتر سے اپنے اور اپنے خاندان کو مضبوط کرنے کے خیال سے تھا یا میدان صاف دیکھکر یہ خیال شدید ہوگیا۔

لیکن بات ایسی تھی جسے پہلے پہل خود منہہ سے نکالتے ڈرتا تھا۔ معاویہ کی خود تحریک ہو یا مغیرہ کے دل پر طعنہ سے حکومت کی لہر آگئی ہو کہ اُسنے اپنے دوبارہ بحالی کے لئے یہ ترکیب نکالی کہ یزید کی ولیعہدی کا مسئلہ چھیڑ دے۔ بہر حال مسئلہ چھیڑا۔ اِس بنا پر کہ "اجل صحابہ اور سرداران و بزرگان قریش انتقال کرچکے ہین" اور اِس لئے کہ ولیعہدی یزید کی بیعت لینے مین "نہ کوئی فتنہ ہوگا اور نہ فساد" یہ آخری فقرہ قوم کی اخلاقی حالت کا آئینہ تھا کہ مسلط کردو جسے چاہو ہمین دیکھنے کا کوئی حق نہین ہے! اب رہگیا کوشش کرنے والا آدمی تو یہ بھی کہدیا کہ مین کوفہ مین اور زیاد بصرہ مین کام کریگا۔ اور اسکے بعد یہ بات بھی

بہت غور کی کہی کہ "ان دونوں شہروں کے بعد پھر کوئی ایسا شہر نہیں ہے جو آپ کے حکم کی مخالفت کرے"
اس لئے کہ خلیفۂ ثانی کے وقت سے کوفہ اور بصرہ کی حیثیت نہ صرف بہ لحاظ شہریت کے بڑھ گئی تھی بلکہ
فوجی عنصر کی زیادتی نے اسے ایسا موقع دے رکھا تھا کہ مصلحت کے کسی اساس کے قبل اسپر نظر ڈالنا
نہایت ضروری تھا۔ کوشش شروع ہوئی اور "ہواخواہان دولت بنی اُمیہ" سے ابتدا کی گئی۔ لیکن
زیاد یزید کی حرکتوں سے اُسکی ولیعہدی کی امید نہ کرسکتا تھا اور اگرچہ اسکا صلاح کار عبید بن کعب
نمیری بہی نامقبولیت میں اسکا ہمخیال تہا لیکن صاف جواب دینے کی جرأت "معاویہ کی رائے کی
مخالفت" "اور یزید کو بدخواہ بنانے" کے خوف سے نہ کی بلکہ معاملہ کو سردست ملتوی رکہنے کی صلاح
دی گئی۔ اور اس طرح گویا پہلی کوشش کا زور ٹوٹ گیا یہانتک کہ زیاد سے زمانہ پاک ہوا۔
زیاد کے بعد کوشش کا دوسرا دور شروع ہوا۔ ابن عمر کے پاس ایک ہزار درہم بھیجے گئے جسے انہوں نے
قبول کرلیا لیکن ولیعہدی یزید کا تذکرہ سنکر واپس کردیا۔ مروان کو لکہا گیا۔ مروان نے لوگوں کے
سامنے تقریر کی اور جب یزید کا نام آیا تو عبدالرحمن ابن ابی بکر نے مروان اور معاویہ دونوں پر گرمی
ظاہر کی۔ بعض کے نزدیک ابن ابوبکر کا پنجہ مروان کی ٹانگ تک پہونچ گیا۔ بنی امیہ گرم ہوے۔
یہانتک کہ حضرت عائشہ کو قیام امن کے لئے تشریف لانا پڑا۔ مروان نے معاویہ کو حالات کی اطلاع
دی اور ابن ابوبکر کی درازی عمر اُنکی محافظ ہوئی۔
اس سے زیادہ مشروطیت نما کارروائیاں کی گئیں وفود بھیجنے کے حکم نے گشت کی اور ہر
صوبہ دار نے وفد تیار کئے اور وہ امیر شام کی دلی خواہش اپنی زبان سے بیان کرنے لگے۔ معاویہ کے
خاص مقربین نے حاضرین اطراف کے سامنے اظہار اخلاص و وفا کی تقریریں کیں اور سب سے
زیادہ پرجوش کو خطیبوں کے سردار کا خطاب دیا گیا۔ لیکن جس وقت یہ ہورہا تہا تجربہ کار احنف
ابن قیس جسکا پیشتر تعارف کرایا گیا ہے اور جس سے ایک صلح کی حالت تہی۔ خاموش سنتا رہا۔ یہانتک
کہ معاویہ نے اُسے چپ نہ رہنے دیا۔ غالباً اس امید سے کہ اسکا کہنا بلحاظ اُسکی وجاہت۔ سنجیدگی
اور نیوٹرل حالت کے زیادہ اثر کرے گا لیکن جو کچھ اُس نے کہا اپنے موقع کا بہ نسبت معاویہ کے
زیادہ لحاظ کیا۔ جو گویا معاویہ کی تمام کارروائیوں کے ایک مرتبہ اور شکست کا باعث ہوا۔ یہانتک
کہ زمانہ نے پھر ایسے مثال میں عدد کا اضافہ کیا کہ کیسا ہی مکروہ کام بھی مسلسل کوشش سے خوشگوار

موافق پورا ہو جاتا ہے۔

مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ مین معاویہ کے داخلہ کی وجہ

شیرین کلامی۔ مدارات۔ سلوک۔ دہمکی کام لائی جاتی رہی اور آخر مین ایک ہزار سوار دن سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین پُر امن داخلہ کی تیاری کی۔ وقت تہا کہ رسول مکہ معظمہ سے اِس لئے بتون کا تخلیہ کرتے کہ اگر کعبہ مین انکا وجود رہا تو عقیدہ شرک کا مرکز مشرکین عرب کے خیال مین قائم رہیگا اب وقت تھا کہ حصول مدعا کے لئے اہل حرمین شریفین پر اپنے شان وشوکت سے مرعوب کرکے اثر ڈالا جاتا یعنی جس قدر بھی اُنہیں مذہبی لطافت کے لحاظ سے یزید کے ایسے شخص کو ولیعہد قبول کرنے مین تردد ہوتا یہ بہی اِن سامانون کی وجہ سے دور کردیا جاتا۔ اور یہ سب اِس لئے کہ یہ دونون مرکز اسلام اگر اپنی رنجش انکار اور کراہت پر مُصر رہے تو خواہش کا نفاذ آسان نہ ہوگا اور یہ دونون مقدس مقامات بقاماتِ مختلفہ پر اپنا اثر ڈالے رہینگے۔ غالباً یہ مثالین اُن مقدس مقامات کے متعلق ہمیشہ کے لئے ہماری چشم کشا ہوسکتی ہین۔

مدینہ پہونچکر معاویہ نے حضرت امام حسین سے مخاطب ہوکر جوکچہ کہا وہ ایک صریح دہمکی تھی اور یہ فقرہ نہین کہا جاسکتا تہا کہ اسکے بعد کہ وہ حاکم مدینہ کی بہیجی ہوئی خبر دن سے خوب بہر جاتا کہ " تمہاری مثال اُس شخص کی ہے جس کا خون جوش مین آگیا ہو" اور پہر یہ جملہ بیشتر کی مثال دی ہوئی حالتون کیطرح اِس خوفناک انداز بیان سے تمام کیا گیا حسین اپنے ارادونکے نفاذ کے لئے خدا کے نام کو کارکن قرار دے لیا جاتا تھا۔ یقیناً یہ کوسنا نہ تھا کہ " خدا تمہارے خون کو بہائیگا " کوستا تو کمزور ہے۔ اور " حسد وعداوت " کا الزام اس لئے دینے کی ضرورت تہی کہ کیون نہ تم نے ولیعہدی یزید کا تذکرہ سنتے ہی قبول کرلیا۔ سختی سے حسین نے جھڑ کا لیکن اُسے پہر یہ کہنے کا موقع تہا کہ " تم اسکے اور اِس سے بدتر کے اہل ہو" اور اتفاقات کی موافقت اِس کہنے سے مانع نہ تہی کہ " تم لوگ ایسی بات چاہتے تھے خدا جسکے خلاف چاہتا تھا " ! پھر بھی مدینہ کی تمام تقریر اور دہمکی۔ یزید کی سخاوت وغیرہ نے کچہ نہ کیا بلکہ اُلٹے شعرا نے ہجو کہی۔

امیر شام کیون عائشہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور انکی رحلت کی وجہ

ناممکن تھا کہ امیر شام کا ایسا سیاسی بیش بندی اور احتیاط کا آدمی مدینہ آتا اور حضرت عائشہ کی زیارت نہ کرتا خصوصاً اُنکی اُن قابلیتون کے علم پر جو اُن سے ظاہر ہوچکی تھین۔ اثنائے گفتگو مین حضرت عائشہ نے معاویہ کو اُسکی دہمکیون پر ملامت کی اور اُسنے جواب دیا کہ " یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مین

اُس بیعت کو ناقص کردوں جو ولیعہدی یزید پر مین نے لی ہے" معاویہ نے ام المومنین کی زبان سے مرحوم محمد ابن ابی کے قصاص کا ذکر بھی سُنا۔ یہ گذشتہ کی تاریخ تھی کہ حضرت ام المومنین نے ابن زبیر کی محبت کا اکثر اظہار کیا اور یہ ابن زبیر بہت جلد خلافت کے قریب پہونچ جاتے اگر جمل مین فتح نصیب ہوئی ہوتی حکمرانی اور خلافت کے سَودا انکے دل مین تھی اور خود معاویہ نے یزید کے نصائح مین خاص طور سے ابن زبیر پر نگاہ رکھنے کی وصیت کی بلکہ قتل کر ڈالنے تک کی اجازت دی۔ ایسی صورت مین کہ وہی ابن زبیر اور وہی حضرت عائشہ زندہ تھین۔ اور وہ کچھہ کہہ چکی تھین جو کہنا تھا یقین کرلے جسکا جی چاہے کہ حضرت عائشہ کا عبرتناک حادثہ محض مروان کا جوش انتقام تھا جسنے طلحہ کے بعد ام المومنین کو بھی فنا کر دیا اور پھر امیر شام اسکی کوئی باز پرس تک گوارا نہ کرے۔ ذاتی طور سے۔ اگر میری آنکھہ سے زمانہ اور اوراُسوقت کا سیاسی پردہ اُٹھہ بھی جائے تو میرا یقین پڑھ نہ جائیگا کہ حضرت عائشہ کی موت معاویہ کے حکم سے تھی۔ یہ ہویا خالد اور مغیرہ کا عزل۔ عبدالرحمن ابن خالد کا زہر دیا جانا یہ سب اس روح کی حرکت تھی کہ "ہمارے حوصلہ اور اختیار مین کوئی دخل دیتا ہے" جو دوسری شکل مین کم ذمہ داروں سے اُس طرح ظاہر ہوتی تھی جیسے مغیرہ اور ابن عاص کی آپس کی جنگ تھی۔ بہر حال حضرت عائشہ کا درمیان سے اِس طرح اُٹھا دیا جانا بنی امیہ کی ہمہ گیریت اور بے جنبش حالت کی مثال تھی اور وہ اب اس قابل ہوگئے تھے کہ اُس مصلحت کے تشخص کو فنا کرسکتے جو آج اُنھین تخت پر لانے کے سبب ہوئی۔ یہ بنی تیم کا دیا ہوا سبق تہا جو اُنھون نے رسول کی احسان شناسی اور اہلبیت کے ساتھہ طرز عمل سے دیا تہا۔

معاویہ کی فکر اور اُسکی وجہ۔

مدینہ کے سناٹے اور اِس خبر نے کہ حضرت امام حسین۔ ابن زبیر۔ ابن عمر۔ مکہ گئے ہین معاویہ کو "متفکر" کر دیا۔ تفکر کی وجہ ظاہر تھی۔ مکہ ایک مرتبہ ایک زبردست فوجی تیاری کا مرکز ہوچکا تھا۔ اور ان افراد مین جو مکہ گئے تہے ہر فرد کم و بیش اِس درجہ اثر رکھتا تہا کہ کچھہ جمعیت فراہم کرسکتا لیکن معاویہ کا یہ تفکر وہم ہی وہم تہا کسی نے سرّاً و علانیاً کوئی ایسا خیال ظاہر نہین کیا اور نہ کوئی ادنےٰ کوشش انکے کسی ایسے خیال کی ترجمان ہوسکی۔ لیکن اگر "موقع بینی" کے مشہور مفہوم کا لحاظ کیا جائے تو یقیناً کسی ایسی کارروائی کے لیئے جو معاویہ کے مخالفت مین کیجا سکتی اس سے بہتر موقع ملنا دشوار تہا جبکہ معاویہ کے پاس صرف ایک ہزار سوار تہے اور جبکہ مکہ کا عامل صرف

تھوڑے سے سپاہی مہیا کرسکتا۔ ابن زبیر نے یہ کیا لیکن اس سے کم مناسب وقت کو منتخب کیا حسینؓ نے نہ اسوقت کوئی ایسی کارروائی کی اور نہ اس کے بعد کسی ایسی کارروائی کو پسند کیا جسکا ذکر آئیگا۔

امیر شام کی کارروائی جو مکر کے لحاظ سے اور زیادہ افسوسناک تھی

پہونچگیا امیر شام مکہ مین اور انلوگون سے ملاقات کرکے کوئی تذکرہ اپنی گذشتہ خواہش کا نہ کیا لیکن کچھہ وقت کے بعد تذکرہ آیا اور اب گذشتہ مصلحت کی جسکی مثالین دیکھا چکین۔ پھر تقلید کیگئی اور کہا گیا کہ "تملوگ صرف برائے نام خلیفہ تو یزید کو قرار دے لو باقی تمام کام اپنی خواہش کے موافق کرو" مین تصفیہ نہین کرسکتا کہ معاویہ اس شرط سے بیعت کراکے انلوگون کی زبانین کاٹ رہا تھا یا سچ مچ ایک مشکل کارروائی کو آسان بنانے کے لئے دب رہا تھا۔ نہ مین یہ سوچ سکتا ہون کہ معاویہ اس کہنے کے بعد یہ امید کرسکتا تہا کہ حسین ہمارا کہا مان لینگے بلکہ اگر میرا استنباط غلط نہین ہے تو یہ انتخاب عثمانؓ حکم کی کارروائی کا کھیل تھا جو دوبارہ کھیلا گیا تہا جسکی اصلی غرض یہ تھی کہ سب نہین تو نصف نصف یا تین اور ایک بھی موافق اور مخالف ہوگئے تو وہی پیشگی فتوے مخالفین کے قتل یا تشدد کے لئے کام مین لایا جاسکیگا۔ حسین نے تو رد ہی کیا لیکن بقیہ لوگ بھی راضی نہ ہوے۔ صرف خلیفہ مقتول کے ایک صاحبزادے صوبہ داری مین مگن تھے۔ اور اس طرح وہ موقع ہاتھہ نہ آیا کہ ان ذی اثر لوگون مین سے چند کو خرید کر آیندہ مخالفت کے توہم کو کم کردین۔

آخری ترکیب

لیکن اگر زمانہ مین ایسے لوگون کی مثالین ہین جنسے تقوے کبھی علیحدہ اور جنکی نیکیون کا ذخیرہ کبھی کم نہین ہوتا تو ایسی دماغون کی مثالین کیون نہ ہون جو نا مقطوع النسل فریب کے رحم ہون خصوصاً جبکہ دنیاوی اقتدار اُنکا داہنا ہاتھ ہو۔ تم جان ہی کر کیا کرو گے کہ تمہارے ساتھہ فریب ہو رہا ہے جب کہ تمہین نشانہ بنے بغیر چارہ نہین۔ لیکن فریب جتنا بڑہتا جائیگا بقیہ نیکی اُتنی ہی گرانقدر ہوتی جائیگی۔ اس مرتبہ یہ آخری ترکیب اپنے اظہار مطلب کے لئے نکالی گئی کہ اُنکے سر و نیز ننگی تلوارین کھچی رہین جنکے انکار کرنے کا شبہہ ہو۔ اور پھر اسکے بعد جس قدر دروغ بیانی مفید ہو اُسمین کسی طرح بخل سے کام نہ لیا جائے۔

کیا کہنا ہے اُس زبان کی روانی کا جسپر نہ خدا کے خوف کا کوئی کھٹکا ہو۔ نہ اپنا نفس ملامت کرتا ہو نہ کوئی دنیاوی سزا کا خوف ہو اور نہ جسے مخلوقات کے واقف ہوجانے سے کوئی شرم آتی ہو۔

چلی زبان۔ کہا گیا کہ چاروں حضرات کے متعلق خبریں مشہور ہیں کہ وہ بیعت سے کارہ ہیں لیکن دریافت اور طلب کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ بلطف۔ اطاعت اور رغبت سب کو بیعت یزید کے لئے صرف کرنا چاہتے ہیں اور شبہہ ہو تو یہ لوگ بیٹھے تو ہی ہیں پوچھ لو۔ یہ فقرہ سروں پر تلواروں کے چمکنے کا اشارہ تہا اور سپاہی کہہ رہے تہے کہ "انکا موقع ایسا عظیم نہیں ہے کہ ان سے خوف کرے"

ہوسکتا ہے کہ یہ محض پھنکار ہو لیکن کاٹنے سے کونسا امر مانع تھا۔ جبکہ وہ انکے موقع کو عظیم نہیں سمجھ رہے تہے اور نہ انکے نزدیک یزید کے غلبہ کے لئے اِن چار شخصوں کی کوئی ضرورت ہتی"۔

کتنا ہی وقت اِس تماشہ میں کیوں نہ صرف ہوا ہو لیکن اِس آنکھوں میں خاک ڈالنے سے ضرور کچھہ لوگوں میں یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ امیر شام سچ کہہ رہا ہے بلکہ کم ہونگے جو اسے اس درجہ کا فریب سمجھتے ہوں اور اظہار اطاعت کیا ہوگا۔ اور کون جانتا ہے کہ معاویہ کے دوبارہ مدینہ پہونچنے کے قبل یہ خبر پہونچ گئی ہو کہ اُن چاروں آدمیوں نے بیعت کرلی اور جو لوگ انکی وجہ سے رُکے ہوں وہ معاویہ کے پہونچتے ہی اب انکار بے سود سمجھکر راضی ہوگئے ہوں۔

شہدائے اُحد کی لاشوں سے انتقام۔

اور جب گذشتہ مظالم کی مثالیں دیکھ چکی تھیں تو یہ کیوں باقی رہتا کہ وہ شہدائے راہ خدا۔ خصوصاً حضرت حمزہ جنہوں نے احد میں اپنا خون بہاکر اسلام کے فہرست شہدا میں ہمیشہ قایم رہنے والا کارنامہ ثبت کیا تہا اُموی مظالم سے بچ جاتے اگر وہ نہ تہے تو اُنکی مقدس بوسیدہ ہڈیاں ابہی انتقام کے لئے کام میں لائی جاسکتی تھیں۔ قصور یہ تھا کہ یہ لوگ بنی امیہ کے ظاہری کفر کی حالت میں اُن سے بہادر سپاہی کی طرح لڑے تہے۔ بنی امیہ کا آج ظاہری اسلام اُنھیں اپنی شہادت کے وقت کی بوسیدہ لباس میں مجتمع نہیں دیکھہ سکتا تہا۔ اسکے لئے اہتمام یہ کیا گیا تہا کہ عین اُسی راستے سے نہر نکالی جاتی جہاں یہ شہدا زندہ جاوید ہوئے تہے اور منادی کرائی جاتی کہ "جس کا مردہ اُحد میں ہو سو آوے اور اُسے وہاں سے اُکھاڑ کر دوسری جگہہ لیجائے"۔ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ کیا کچھہ بے ادبی نہ کیجاتی اگر زوج بتول نے اپنے قبر کے چھپانے کی وصیت نہ فرمائی ہوتی۔ حضرت حمزہ نے تو صرف ایک آدھ اعزائے معاویہ کو قتل کیا تہا زیادہ تر تو شیر خدا کے ہاتھوں قتل ہوئے تہے۔

امیر شام کی موت

لیکن بے سود توبہ کا دن نزدیک آچکا تھا۔ بیمار ہوا اور دماغ یا ایجاد فریب کا کارخانہ شام

ہوا - سرسامی حالت مین کہا اُٹھتا تہا کہ "کیا کیا مین نے اے حجر ابن عدی اور عمر ابن الحمق اور کیون اختلاف کیا مین نے تجھسے اے ابن ابو طالب" اُسکی یہ حالت دیکھکر یزید اور بنی امیہ کا سرگرم موید ضحاک ابن قیس آیندہ موقع کے لئے متردد ہوا - اور چاہا کہ معاویہ کا دوبارہ اظہار ولیعہدی بلکہ خلافت کی بیعت آیندہ کے لئے مفید ہوگی - اور اس طرح نہ صرف اُسکی موجودگی جو اسباب "غلبہ" کا مالک ہے بلکہ ایک گذرے ہوئے حاکم کا فعل لوگون کو اپنی جگہہ رکھنے کا باعث ہوگا - علامات شاہی حوالہ کئے گئے - تخت نشینی کی تقریب ہوئی اور آیندہ کے لئے پیشتر کے تیار کردہ وصایا حوالہ کئے گئے -

شہید اعظم حصہ اول کی غرض -

یہان میری کتاب کا پہلا حصہ ختم ہوتا ہے جسمین مین متعلق چیزون کے ظلم سے متاثر ہونے کے واقعات کو دکھا رہا تھا - یہ اگرچہ مختلف نامون اور مختلف اغراض اور مختلف زمانہ کی کارروائیان ہون لیکن غالبًا مین دکھا سکا ہونگا کہ یہ سب ایک غرض کے لئے تھا کہ "خلافت اور نبوت دونون ایک خاندان مین ہو" اور اسلئے بنی ہاشم اُنکے دوست اُنکے یاد دلانے والی چیزین اُنکے حقوق - اُنکے کارنامے - غرضکہ ایک جسم کے مشترک الحس اعضا تھے جو تشدد کے تابع تھے اور کمزور کرنے کی کوشش کیجا رہی تھی کبھی اس تشدد کا مزاج معتدل تھا اور کبھی اعتدال سے بڑہا ہوا تھا - اسنے ہمارے اس حصہ کتاب تک جو کچھہ کیا اُس سے سونچا جا سکتا ہے کہ اب کیا باقی تہا جو کیا جاتا - ہماری کتاب کا دوسرا حصہ وہ باتین دکھانے والا ہے جو ابتک باقی تھین - یہ دوسرا حصہ نہین لکھا جا سکتا تھا اگر پہلا حصہ نہ لکھا گیا ہوتا - کیسے بغیر ایام طفولیت گذرے ہوئے کوئی انسان جوانی کی حد تک پہونچ سکتا ہے یا کیسے کوئی واقعہ بغیر اسباب مہیا ہوئے ہو جا سکتا ہے - دوسرے لفظون مین وہ اسباب ختم ہوئے جو شہادت حسین پر منتہی ہوتے اور اب شہادت حسین کے واقعات لکھے جائینگے - مین نے تمام شعار مصلحت کو اس حصہ مین اس لئے ختم کرنے کا اہتمام کیا کہ یہ باتین آیندہ کے تذکرونکے سمجھنے مین حارج نہ ہون - میرے نزدیک حسین کے حیات کی فطری تقسیم ایک ولادت سے سنہ ۶۰ھ تک ہو - اور دوسری مدینہ کی جلاوطنی سے شہادت تک اور اسی بنیاد پر مین نے اپنی کتاب کے دو حصہ کئے -

سنہ ۶۰ھ تک حسین کے واقعات پر تبصرہ اسی حصہ کتاب کا جزو ہے -

ابتک مین نے حسین کے متعلق کچھہ کہنے سے عمدًا احتیاط کی - اب موقع دیکھتا ہون کہ اسوقت تک اس حصہ کتاب مین حسین کے متعلق جو کچھہ واقعات لکھے گئے ہین اور اُنھین دیگر متعلق واقعات سے جو ربط تھا اُسکا خلاصہ ایک باب مین پیش کرون کہ ایک مرتب صورت آگے کے واقعات کے سمجھنے مین معین ہو -

---

باب ہفتم

حسین ؑ

رجب سنہ ۶۰ھ تک

زمانہ ولادت کے گرد و پیش۔

محض یہ کہنا کہ حسین سنہ ہجری مین پیدا ہوئے سنہ کا کوئی تعارف نہین ہے بلکہ ایک گونگا بیان ہے اس سے یہ تو سمجھہ مین آتا ہے کہ یہ کوئی زمانہ تھا لیکن یہ زمانہ اور وقت کا ممتاز حصہ حسین کے خاندان کے لحاظ سے کیسی اہمیت رکھتا تھا اور اُس خاندان کے گرد و پیش واقعات سے اسکو کیا ربط تھا یہ سب کچھہ معلوم نہین ہوتا۔ جس طرح یہ کہنا کہ حسین نبی عربی کے نواسہ تھے نسبی سلسلہ کے علاوہ کوئی تعارف نہین ہے۔

شرح

زمانہ کے لحاظ سے وہ زمانہ جسمین کچھہ دن پہلے ایک نبی کی بعثت ہوئی اور مدینہ طیبہ وہ مرکز ہوا جہان سے ایک دین جو عالمگیر ہونے والا تھا پہلے عربی زبان بولنے اور سمجھنے والون مین پھیلتا اور جس وقت مدینہ کے علاوہ مقامات جاہلیت کے اشتغال مین مصروف اور اخلاق کے ادنےٰ ترین احساسات سے متاثر نہ تھے اور خدا کی زمین اور اُسکے قانون کو خوفناک صورت مین دکھا رہے تھے۔ مدینہ امن اور محبت کا گھر تھا اور جس وقت بیرونی مقامات اپنے قدیم معبودون کی ہیبت اور شیوخ قبائل کی متکبرانہ زیادتیون سے اپنے تشخص کو کھو بیٹھے تھے۔ مدینہ اخوت۔ مساوات اور آزادی کا سبق دے رہا تھا۔ نہ اُس فلسفہ اخلاق کے اُستاد کی طرح جس کا دل اور زبان اور عمل ایک دوسرے سے بے ربط ہے بلکہ آسان مختصر تعلیم اور متواتر عمل سے۔

قوت استقامت

اِس فضا مین بسر کرتے ہوئے مدینہ کو پورے چار برس گذرنے کے لئے چار پانچ مہینہ باقی تھے اُسکی قوت استقامت کا اندازہ اِس سے کافی حد تک نہین ہو سکیگا کہ اُسے بدر۔ قینقاع اور نضیر مین بڑی فتح حاصل ہوئی تھی اور کچھہ سرایا کے لئے کامیابی کے ساتھہ پیش قدمی کیجا سکتی تھی بلکہ اُحد کے فتح نہ ہونے یا فتح کے مائل بہ شکست ہو جانے نے بھی اُسکے نظام کے نئے دور پر کوئی اثر نہ کیا تھا۔ نہ اُسکا نظام معاشرت

شکست ہوا۔ نہ آپس کے اعتبار اور محبت مین شکستگی ہوئے اور نہ اپنے رہنما پر بھروسہ مین کوئی جنبش پیدا ہوئی بلکہ ایسے وقت مین کہ اُنمین کے اکثر زخمی اور کسل مند تھے وہ پھر اپنے ہادی کے محتاط اور منتظمانہ حکم پر خوشی سے مسلح ہوگئے۔ اِس لئے کہ دشمن کے بارہ حملہ کی افواہ تھی۔ بہت ممکن ہے کہ اُنکی مستعدی کو اِس خیال سے اور مدد ملی ہو کہ اُحد کی فتح کو ہاتھ سے کھو دینا اپنے ہادی کے ایک حکم کی تجاہل سے تھا۔

اس زمانہ مین وہ متمدن بنے تھے اور اُنکی عافیتون کے لطف لے رہے تھے نہ اِس طرح کہ کسی نے اُنکے امورات انتظامی کا خود ٹھیکہ لیکر اُنھین احتیاط سے علیحدہ رکھا ہو اور اُنپر غفلت کی سی نیند طاری ہو۔ اور اس غفلت مین اُنکی عاملانہ توتین سلب ہوتی جارہی ہون بلکہ ایک نگاہ کے نیچے جو اُن سے کام لیتی تہی اور اُنھین اپنے امورات پر اپنے ہاتھ سے کئے دھرے کا اطمینان تھا۔ اور وہ اس نگاہ مین کہین سے حاکمانہ روکھاپن نہ پاتے تہے بلکہ پدرانہ صحیح شفقت سے کہین زیادہ عزیز تھی۔ نہ اُنمین تمدن کی حالت نے ایک دوسرے سے بے ہمدردانہ لاپروائی اور اصول منفعت کی خودغرضانہ روش پیدا کی تہی بلکہ اُنھین تو اگر کوئی سبق معلوم تھا تو آپس کے بھائی چارہ۔ محبت۔ لحاظ۔ حسن ظن۔ درگذر اور اتحاد عمل کا اور اسمین ہر لحظہ ترقی ہو رہی تھی اس لئے کہ ہادی انکی اُن اُمورات کی درستگی ہی کو اپنا فرض جانتا تھا۔ وہ خلق اللہ کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ انصار نہین بلکہ اہل مدینہ شمہ ہی مین تو کہہ رہے تہے کہ ”اگر آپ کا وجود ہم مین نہ ہوتا تو ہم مین اور دوسرون مین فرق نہ ہوتا۔ ہم آپ کی وجہ سے معزز اور سرفراز ہوئے۔ ہماری خوبیان آپکے سبب سے ہین“۔

یہ عظیم الشان ذات جسکے احسانات کی داستان انصار بیان کرتے تہے اور جو اُنکے نزدیک تمام اسباب ثروت سے زیادہ عزیز تھی ہر جگہ لطف الٰہی کا نمونہ اور رحم فیاد کی تصویر تھی اہل مکہ نے اسکے احسانات کو اسلئے فراموش کیا کہ یہ اُنکے خیال کی پاشاشی کو سمجھکر اُنکی غلطی اُنھین بتا رہا تھا اور ایک اصول پر چلنا چاہتا تھا۔ جو اُن تمام ضروریات پر حاوی ہوتا جسکی انسان کو دنیا مین ضرورت ہوتی ہے۔ یہ اسکے دشمنون کو اس لئے گوارا نہ تھا کہ اُنکے شخصی اختیارات ضائع ہو جاتے اور وہ اُسکو اپنا رہنما قرار دیتے۔ جسکے بزرگون سے سرآوردگی کی رقابت مین انکے بزرگ مشہور ہو چکے تہے۔

کیونکر متمدن بن گئے تہے

کیون اہل مکہ دشمن ہوگئے

تضاد

آزمایا جس طرح آزمایا لیکن اُنھون نے ہاشم۔ عبدالمطلب اور عبداللہ کے فرزند کو ہر روز زیادہ ہر دلعزیز
اور اُسکی قابلیتون کو آزمایش کے بعد زیادہ روشن دیکھا۔ اُسکی موید من اللہ ضد دشمنون کی سختیون سے
بڑھتی گئی۔ اور ابتدائے دعوت سے سنہ ہجرت تک یعنی تیرہ برس مین نہ صرف اُنھون نے یہ دیکھا کہ
مکہ مین وہ اپنی صداقت کا تخم دلونمین مضبوط ہو گیا بلکہ اِسی زمانہ نے مدینہ کے زیادہ تر حصہ کو اُسکا
بنالیا اگرچہ اُسکے جمال جہان آرا کی زیارت بھی معدودے چند کے سوا کسی نے نہ کی تھی لیکن
جس حالت مین کہ نبی برحق کو اِس تیرہ برس کے بعد اور چار برس ملے تھے کہ اپنے مشن کو پورا
کرجائے اس ستّرہ برس مین دوسرے رُخ سے یہ خصوصیت تھی کہ اُسکے دشمن اُسکی بیخ کنی کے لئے
مسلسل کوشان تھے۔ اور جس وقت ہر صبح و شام اس مقولہ کا ثبوت اور اُسکے جزم و استقلال کی مثال
پائی جاتی تھی کہ "اگر قریش میرے ایک ہاتھ پر آفتاب اور دوسرے پر ماہتاب کھدین جب بھی مین اپنے
فرض سے باز نہ آؤنگا۔ بزرگ قریش اپنے تمسخر اور سنگ افگنی سے بڑھکر کبھی قتل کے لئے صلاحین کرتے تھے۔
کبھی غیر ملکی بادشاہون کے لئے سفارت مہیا کرتے تھے۔ کبھی حملہ کے لئے چھوٹی چھوٹی جماعتین تیار کرتے تھے۔
کبھی بڑے پیمانہ پر سامان کرتے تھے اور کبھی کوئی بزرگ قوم اپنے زیر اثر لوگون کو اس نئے دین کے
پھیلنے نہ دینے کے لئے مرتے وقت وصیتین کرتا تھا۔ بدر کی شکست چونکہ پہلی بڑی شکست تھی اُسکے ساتھ
ہی دشمنون کا ڈھیلا پڑجانا ممکن نہ تھا وہ لڑتے رہے یہانتک کہ اُحد کے موقع نے اُنکی ٹوٹتی ہوئی ہمتین
پھر جوڑ دین اور وہ نہ صرف رجیع وغیرہ مین نزاعی روش کی مثال دیئے گئے بلکہ اُنھون نے گویا یہود
کو اُبھرنے پر مصمم کردیا۔

کہان دو تھے اور کہان دو ایک تھے۔

اور جس وقت ایزد و اہرمن اپنے اپنے کام مین زیر ذکر زمانہ تک خود فروشانہ استقلال ظاہر کر رہے
تھے نبی عربی کا کوئی واقعہ نگار فروگذاشت کا الزام قبول کئے بغیر اُنکی سوانح عمری نہین لکھ سکتا تھا جبتک
اُنکے نوجوان چچازاد بھائی کے خلوص۔ جانبازی۔ وجہہ حق کی مدد کے نقطے نہ دیتا۔ اور اس طرح
گویا معلوم ہوتا تھا کہ عبدالمطلب یعنی محافظ کعبہ کو حضرت عبداللہ اور حضرت ابو طالب اس لئے عطا
کئے گئے تھے کہ ان دونون بزرگوار کے مشہور عالم فرزند ایک دوسرے کی تقویت کے لئے دو رہین لیکن طریقہ
حقہ کی اشاعت اور شناسائی کی کوششون مین ایک ہون کوئی اگر حکم دینے والا ہو تو دوسرا حکم کے
ہر لفظ اور شایبہ کی اطاعت سے اطاعت کی کامل مثال دے۔ اور رسول کے مشہور اندازِ سان

اور تکلیف دینے والون کے مشہور مددگارون کا اِس حامی دین کے ہاتھون سے سرکچلا جائے۔ علیؑ عربون کے مزاج۔ رسم ورواج اور خیالات سے واقف تھے وہ سمجھ سکتے تھے کہ سردار ان قریش کا ہمارے ہاتھون آنا یا کل قتل ہونا کیا کچھہ ہمارے اور ہمارے خاندان کے لئے کرسکتا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ عرب کے انتقام کا اثر بوسیدہ ہڈیون تک پہونچتا ہے جو خیال حضرت آمنہ خاتون کی قبر کے متعلق دشمنون نے ظاہر بھی کیا تھا۔ لیکن اس تمام علم کے ساتھہ علی کو اپنے وجہ کی قیمت بھی معلوم تھی۔

وجہ کے خاتمہ انتقام کے علم کے بعد علی کی کوشش کا درجہ

علی اور اُنکی اولاد اُن بلاؤن مین مبتلا نہ ہوتی جسمین گرفتار ہوئی اگر ایک تیسری جماعت دفعتًا سامنے آکر بنی امیہ کے بجھے ہوے چیلے اور گری ہوئی قوت کو زندہ نہ کر دیتے بلکہ اپنا مددگار قرار دے لیتے لیکن علی اس علم پر بھی کوشش کرتے کہ ہماری کوشش ہماری اور ہمارے اولاد کی یقینی تباہی ہے۔ اس لئے کہ وجہ بہت عظیم تھی۔ اُنکی کوشش کے اکثر مواقع ایسے تھے جسمین اس علم بغیر چارہ نہ تھا۔

آل ہاشم کے خاندانی محبت کی تاریخ

بیشک مثال ہے کہ حضرت ابوطالب کو اپنے بھائی حضرت عبداللہ سے بڑی محبت تھی۔ لیکن میرے یقین مین ان دونون بھائیون کی محبت اُن اسباب محبت کے سامنے مثال مین نہین لائے جاسکتے جو علیؑ اور رسُول مین واقع تھے۔ میری غرض تقابل نہین ہے بلکہ سلسلہ ہے۔ اور جس طرح حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ کی محبت موید یہ تاریخ ہے حضرت ابوطالب اور حضرت فاطمہ بنت اسد کی آپس کی محبت اور خوش وقتی کی مثال ملتی ہے۔ یہان تک کہ حضرت خدیجہ اور نبی برحق کے واقعات ایک دوسرے کی محبت اور مشکورانہ لحاظ کی ظاہر تصویر ہوتی ہین۔

محبت لحاظ اور پاکیزگی کی یہ فضا تھی جسمین نبی عربی کی دختر نیک اختر پرورش پا رہی تھی۔ بڑے بوڑھون مین حضرت ابوطالب زندہ تھے حضرت فاطمہ بنت اسد موجود تھین۔ مادر گرامی تھین جنھون نے اپنی تمام ثروت امر حق کی اشاعت مین صرف کردی تھی۔ اور سنہ ۱۰ھ یعنی حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی رحلت تک سن شریف پندرہ برس کا ہوچکا تھا۔ اپنے پدر عالی مقدار کے سرمایہ حیرت افعال دیکھہ اور سُن رہی تھین۔ خود اپنی تربیت مین اِس درجہ کمال حاصل کرچکی تھین کہ ہادی عالم تعظیم کیا کرتا۔ یہ بھی جانتی تھین کہ علی نے میرے باپ کی خدمت اور جانبازی مین کیا کرنا چاہئے تھا جو نہین کیا۔ بلکہ بستر خواب کی مشہور سرفروشی کے بعد مدینہ لیجانے مین حضرت ذکیہ کی حفاظت کے لئے بھی علی کو تلوار سے مدد لینے کی ضرورت ہوئی تھی۔ یہانتک کہ سنہ ۲ھ مین موقع نے ظاہر ہ سے

عقد کے متعلق علیؑ کا بچپن خیال ظاہر کر دیا جسکے سننے کے خود رسول مشتاق تھے اس لئے کہ علیؑ کے سوا فاطمہ کا کوئی کفو نہ تھا۔ ہاشم کے نسل کی یہ دو شاخین پھر مل گئین۔ چار ہزار مہاجر و انصار نے دعوت ولیمہ نوش کی اور رسول نے پاکیزگی نسل کی دعا دی علیؑ کا مرثیہ اور خود علیؑ و فاطمہ کے واقعات آپس کی محبت اور لحاظ کی زندہ تاریخ ہین بس ۳ سنہ گذرا تھا کہ سردار عرب کے فرزند اور ملکہ عرب کی یادگار کے گھر عقد کا نتیجہ ظاہر ہوا جسمین نبی کی نگاہین "اپنا حلم و وقار" پاتی تھین۔ ابتک حضرت فاطمہ بنت آمنہ حیات تھین گو دیوان مین کھلاتین۔

۴ شعبان سنہ کے زمانہ نے ایک حیرت خیز مولود کا استقبال کیا

واقعات اور جذبات کا یہ جزر و مد تھا کہ زمانہ ۴ شعبان سنہ تک بڑھا اور مخلوقات الٰہی مین سے ایک حیرت خیز وجود کا استقبال کیا۔ مبارک ہے وہ مولود جسکے انتظار مین رحمۃ للعالمین بیس در کھڑا ہو۔ اضطراب اور بچپن اشتیاق کی ایک حالت تھی۔ بچپنی رفع ہوئی۔ رسول نے سجدہ کیا۔ لیکن اشتیاق اس قدر بڑھ گیا کہ ابھی سجدہ سے سر نہین اٹھایا تھا کہ اسما کو پکارا۔ پکارا کہ "میری فرزند کو لا" غالباً اسوقت وہ معظمہ حیات نہ تھین جنھین رسول "امی بعد امی" فرماتے تھے ورنہ وہ خوشی خوشی اپنے فرزند کے فرزند کو رسول کی گود مین دیتین جس طرح اپنے فرزند کو پہلے آمین کی پُر محبت آغوش اور زبان کے حوالہ کیا تھا۔

رسول نے دیکھا۔

لائی اسما۔ چھوٹا چھوٹا ایک بچہ ریشمی کپڑے مین لپٹا ہوا۔ آنکھین اُس چھوٹی سی ہیکل کے گرد پھرین قبل اسکے کہ سینہ مس کرتا اور نگاہون نے بڑھکر اپنے مین اُتار لیا اس سے پہلے کہ پہلو اپنی پُر لطف گرمی کی قلب کو خبر دیتا۔ رسول کے ہاتھ بڑھے اور گود مین لے لیا۔ لب اقدس ننھے ننھے کانون کے قریب لے گئے اور خدا کا بزرگ نام اپنی صعت عظمت کے ساتھ بچہ کی قوت سماعت کے حوالہ کیا گیا تکبیر۔ وہی تکبیر جو حسین کو شہید کرنے کے بعد کہی گئی تھی۔ صرف کہنے کا فرق تھا۔

رسول سے مشابہت

اس بچہ نے جس کا نام رسولؐ نے حسین رکھا رسول کی تصویر کو پورا کیا۔ روایتین ہین کہ حسن رسول کے نصف بالائے حصہ سے اور حسین نصف زیرین سے مشابہ تھے اگرچہ دیکھنے والون کو شباہت مین قریب ہونے سے رسول یاد آجاتے تھے۔ اور خود طاہرہ کے شعر سے کہ انت شبیہ بہ ابی + لست شبیہ بہ علی ظاہر ہوتا ہے کہ حسین اشبہ بہ رسول تھے۔

عقیقہ اور چاندی تصدق کرنا اظہار مسرت تھا لیکن خدا اسے بندے کا اظہار خلوص نہ صرف قربانی کے

پیشکش سے ظاہر تھا بلکہ خیرات کرنے کے اصول سے جسمین کسی نادار کو کچھہ دینا یا حق المحنت ادا کرنا بھی تھا۔
مان کی خوشوقتی اپنے پدر بزرگوار سے اپنے بچے کے لئے کچھہ طلب کرتی ہے اور رسول اُسے اپنا جود و شجاعت
عطا کرتے ہین۔ "عطا" کے لفظ کا استعمال زیادہ جرح کا محتاج نہین ہے بلکہ اُس موقع پر رسول کے
فرمانے سے کہ میری شجاعت اور جود حسین مین ہے۔ سمجھا گیا کہ رسول نے یہ صفات اُسے عطا کین۔ حالانکہ
صفات ایسی چیز نہین ہین جو زبان اور الفاظ سے منتقل کیجا سکین۔ لیکن مین اِس لفظ کو بھی قبول
کرتا ہون۔ اِس لئے کہ اگر جذبات اپنے نشو و ارتقی کے لئے خارجی محرکات کے محتاج ہین تو رسول کے
فرمانے سے زیادہ حسین کے لئے کوئی قوی تر تحریک نہین ہو سکتی تھی اور اس طرح کسی صفت کی پرورش کی
ایسی قوی زبان سے تحریک کسی طرح عطا سے کم نہ تھی۔

عطا کے لفظ مین قیافہ پسند۔ انتخاب۔ اور تحریک مضمر ہے۔

رسول کا یہ فرمانا اُس زمانہ مین تھا جسے ہم ہندوستانیون کا مذاق چھٹی چلا کہتا ہے۔ علم قیافہ
جاننے والون اور قیافہ شناسون کے لئے یہ حیرت اور دلچسپ غور کی بات ہوگی کہ اس مختصر عمر مین
بچہ کے چہرہ پر جود و سخا کی تحریرین کس قدر قابل شناسائی حد تک واضح ہو سکتی ہین درانحالیکہ نہ
ابھی اُسکی آنکھین اپنے حلقہ مین قایم ہوئی ہین نہ ابھی گردن مین ایسی سختی آئی ہے کہ وہ دونون
شانون پر سنبھل سکے اور نہ گرم و سرد ہوا نے چہرہ پر کوئی نقش ڈالا ہے یا رنگ مین پختگی آئی ہے۔ نہ کاسہ
سر ابھی اس حد تک سخت ہوا ہے کہ اُسکے ٹکرے آیندہ اپنی صورت مین بجز بسط کے اور کسی طرح کی
تغیر کی محتاج نہ رہے ہون۔ یہ سچ ہے کہ بچہ اپنے تمام سامانون مین رحم مادر سے علیحدہ ہونے کے
بعد وہی ہے جیسا اُسوقت جبکہ وہ سو برس کا ہو کر آغوش لحد مین واپس جاتا ہے۔ لیکن اِس
تمام زمانہ مین اُسکے محرکات طبعی اسکے محتاج ہوتے ہین کہ شناسائی کے قابل صورت اختیار کرین
اور قیافہ مین اپنی تصویر کھیچین۔ حسین کا قیافہ عجب خیز ہوگا کہ وہ چند دنون کی عرصہ مین اپنے
خصوصیات کے پہچنوانے قابل ہو گیا۔ اِسی طرح رسول کی قیافہ شناسی حیرت خیز ہے کہ اُنھون نے
ایک نوزائیدہ بچہ کی غیر منتظم آنکھہ اور قیافہ مین جسمین سادگی کے گہرائی کے علاوہ کچھہ نہ ہونا چاہئے
وہ جگہہ دریافت کر لی جہان جود و شجاعت کے آثار تھے۔ گویا وہ اعضاے جسمانی کی طرح صاف
صاف دیکھہ لینے کی کوئی چیز تھی۔ رسول کا یہ فرمانا محض خصایص قومی کے علم سے نہ تھا ورنہ اگر ایسا
ہوتا تو وہی الفاظ جو حسین کے لئے فرمائے تھے اپنے فرزند حسن کے لئے بھی کہتے۔

حسین کا قیافہ اور رسول

حسنین کو ہارون کے فرزندوں سے موسوم کرنیکا عکس ۔

ہم پہلے اوراق میں اسپر نظر ڈال چکے ہیں کہ سعد ابن ابی وقاص کی زبانی بیان کی ہوئی اس مسلمہ بین الفریقین حدیث کا کیا عکس ہوسکتا ہے جس میں رسول نے علی کو ہارون سے نسبت دی ۔ اسکے بعد اب ہمیں کہنا ہے کہ رسول کا حسنین کے نام کو ہارون کے فرزندوں سے نسبت دینا بجز سلسلہ کے تعارف کے اور کوئی امر نہیں ہے ۔ یہ دونوں حدیثیں ایک دوسرے کی موید ہیں اور زمانہ آیندہ پر کافی روشنی ڈالتی ہیں کہ اس سے بجز وصایت کے کوئی اور نتیجہ اخذ کرنا مناسبت کے ساتھ ایک غیر متعلق کھیل ہے انمیں سے کسی حدیث کا پہلے یا پیچھے بیان کیا جانا اصل خیال کی موجودگی پر کوئی اثر نہیں ڈالتا ۔

رسول اور حسنین کی روایات محبت ایا بزرگانہ محبت کے علاوہ کوئی تاریخی حیثیت رکھتی ہیں ۔

خیال کیا جاسکتا ہے کہ کسی بچہ کے والدین یا اولیا کا صغر سنی خصوصاً زمانہ رضاعت میں محبت کا تذکرہ ایک بے سود بیان ہے اس لئے کہ ہر شخص جسے خدا نے اولاد عطا کی ہے وہ جانتا ہے کہ وہ بچے کیونکر کھیلتا ہے اور بچے کیونکر کھیلتے ہیں اور کیا بیان سے بالاتر لطف ہے جو بزرگوں کو ان طفلانہ حرکتوں اور غون غاں میں حاصل ہوتا ہے لیکن حسنین کی طفلانہ ادائیں اس نگاہ سے دیکھی جائیں یا نہ جائیں انکے اس زمانہ کی روایتوں کو اس لحاظ سے امتیاز حاصل ہے کہ انکا بہلانے اور کھلانے والا رسول تھا بلکہ حقیقتاً جیسے ان بچوں کے وہ رسومات بھی ادا کئے جو دوسرے گھروں میں والدین ادا کرتے اور موقع کے لحاظ سے رسول کی عنایات اور توجہ ایک ملکی اور مذہبی اثر رکھتی تھیں جسے اصحاب دیکھتے تھے ۔ اور اس طرح یہ واقعات اپنی بعض حیثیتوں سے ایک تاریخی صورت رکھتے ہیں ۔ آیندہ واقعات نے اسکا ثبوت دیا کہ رسول کی محبت کے افعال لوگوں کے حافظہ سے اس طرح خارج نہیں ہوگئے تھے جس طرح اور بچوں کے ساتھ طفلی میں بزرگوں کی مہربانیاں ایک وقت کی باتیں سمجھ کر آیندہ یاد رکھنے کی چیزیں نہیں سمجھی جاتیں بلکہ لوگوں نے اسے اثر خیز تشنیع سے یاد کیا اور یاد کروایا ۔ حسین کی یہ ابتدا انکی انتہا سے تعلق رکہتی تھی ۔ اور اسکے بعد سے آج تک وہ حسین کے واقعہ خوان ہوں ۔ قصیدہ گو ہوں یا مرثیہ کہنے والے انمیں سے کوئی بھی اسے بے ضرورت نہ سمجھ سکا ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعات حسین کی سوانح عمری کے جز ولاینفک ہیں ۔

حسین کے متعلق اُس کے ارشادات پر اگر تھوڑی سی غور کی نظر ڈالی جائے جس کا ایک خطاب شائع روز جزا ہی ہے تو باوجود محبت کے اکثر فقرات سے ظاہر ہوگا کہ اس سے کچھ اور غرض بھی تھی مثلاً مجمع میں فرماتے ہیں کہ حسین کے دوست اہل بہشت ہیں ۔ حسنین کو سید شباب اہل بہشت

فرماتے ہین۔ ارشاد کرتے ہین کہ جس نے اُنھین اذیت دی اُس نے مجھے اذیت دی۔ کہتے ہین کہ حسین مجھسے ہے اور مین حسین سے ہون۔ اصحاب موجود ہین اور چھوٹی چھوٹی بغلون مین ہاتھ ڈال کر اُٹھا لیتے ہین کھلی ہوئی کلیون کو جوش سے چوم لیتے ہین اور بھینچ لیتے ہین۔ شعرا رسول کے ارشاد کو نظم کر ڈالتے ہین اور لوگ اِس سے واقف ہوتے ہین۔ اِن تمام فقرات اور اُسکی ادامین محبت کی گھری لکیر ہے۔ لیکن دوستی دعائین اور دشمنی کے امتناعی فقرات مجمع۔ تنہا سائی یہ اشارے ہین جو اسے واضح کرتے ہین کہ ان بچون کے لئے رسول لوگون کے دل و دماغ مین کوئی جگہہ قائم کر رہے تھے۔

اِسموقع مین خصوصیت یہ ہے کہ ایک قوم کا ہر طرح بحیثیت کا ہادی جو تمام اخلاقی مذہبی۔ سیاسی اور تمدنی اختیارات کا مرکز ہے ایک بچہ کے متعلق محبت چاہتا ہے۔ اب محبت کے معنی صاف ہو جاتے ہین۔ وہ لوگون مین ایک قلبی وابستگی پیدا کرتا ہے۔ محبت کرو سے یہ معنی ہین کہ کمسے کم دشمنی نہ کرو۔ لیکن وہ دشمنی سے باز رہنے کی بھی ہدایت کرکے محبت کی طرف بڑھاتا ہے۔ ایسے شخص کی کسی کے متعلق یہ کوشش اپنی آپ ترجمان ہین۔ محبت کی سفارش اُسکے لیے کیجاتی ہے جو محبت کے قابل ہو۔ یہان مرکز سفارش وہ ہے جسکی صفات کا نشو و نما ابھی نہین ہوا۔ اور اِس لیے ہادی النظر مین "قابل" ہونے سے پہلے سفارش ہے۔ اسپر اعتراض کا موقع انکو حاصل تھا جو سفارش کے وقت موجود تھے نہ کہ ہمکو جو حسین کے صدیون بعد زندہ ہین۔ لیکن وہ جنکے آنکھون اور جنکے کانون سے رسول سفارش کر رہے تھے اُنھین اپنے تمام ظاہری اور باطنی حواس سے زیادہ رسول کے ارشاد پر اعتبار تھا اُنھین اِس سفارش اور اُسکے علاوہ اکثر غیر وقتی ہدایتون کے متعلق تجربہ ہوا کہ اُنکے ہادی کا اندازہ کبھی غلط نہین ہوا۔ اور نہ واقعات کا تاریخی مجموعہ حسین کے بعد لوگون سے یہ کہلوا سکتا تھا کہ رسول نے اپنی سفارش مین جلدی کی۔ عظیم الشان تھی وہ ذات جسکی تعریف اُسکے قاتل کرین اور احسان تھا اُس عالم محرکات انسانی کا جسنے ایک امر کی امامت کے زمانہ کے قبل اُسے پہچنوا کر مخلوقات کے لئے آسانی پیدا کی تھی۔

مین سوچتا ہون کہ رسول کا یہ فرمانا کہ " مین حسین سے ہون"۔ حسین کے ابتدائی زمانہ مین نہ تھا بلکہ رسول کے آخری زمانہ مین کہنا مناسب ہوگا جس وقت رسول کی کوئی اولاد باقی نہ تھی بجز حضرت فاطمہ زہرا کے اور اِس لئے اسکے ظاہر معنی یہ تھے کہ میرا (یعنی محمد عربی ہاشمی کا بلحاظ نسب) نام حسین سے باقی رہیگا۔ لیکن اگر "مین" یعنی ذات مین منصب ہدایت کا خیال بھی مضمر تھا تو حسین اپنی تربیت

انا من الحسین کا زمانہ اور اسکے معنی۔

اور تعلیم اور عمل کے لحاظ سے ہدایت خلق کے قابل ٹھہرائے گئے تھے اور اس طرح رسول کے منصب ہدایت
نے حسین کی ذات سے اپنا تشخص قائم رکھا آگے چلکر حسین کے آخری واقعات نے رسول کے اس ارشاد مین
جو معنی پیدا کئے گئے اگرچہ وہ ایک مورخ کی نگاہ سے نشو و اقعات تھے لیکن حسین کے طرز عمل کے قوت نے
اس مفہوم ثانوی کو معنی اصلی قرار دیدیا۔ یعنی اپنے نانا کے دین کی اصلی صورت کو اپنے عمل۔ حق روی
اور حزم و استقلال سے دکھاکر اس بگاڑی ہوئی صورت کو پہچنوا دیا۔ جسے لوگ اس لئے اصلی صورت
سمجھتے تھے کہ وہ صاحب اختیار لوگون کی بنائی ہوئی تھی اور اس لئے وہ وقت نہ آنے دیا جسمین کوئی
زمانہ مذہب کے حقیقی روح کی کامل فنا سمجھا جاتا۔ اور صورت معاملہ جیسی ہوگئی تھی اُسکے لحاظ سے جو بڑی
اور اکیلی قربانی پُرمسرت شوق سے گوارا کی گئی اُسکے علاوہ کسی اور طرح ہمیشہ کی حد بندی ممکن نہ تھی۔
دین کی لطافت کو اس طرح قائم رکھنا رسول کی نام کی بے داغ روشنی کو قایم رکھنا تھا۔ یہ حسین قایم رکھی
کیسے قتل ہو جاتے زین العابدین جب رسول کا نام رہنے والا تھا اور کیونکر دین کی لطافت ضائع ہو جاتی
جب رسول کی شجاعت سے ممتاز ایک نفس دنیا مین موجود تھا!

حسین کا گہوارہ اور ماں

ابھی ہم گہوارہ کے عمر سے آگے نہین بڑھے۔ کون جانے کہ ان نفوس قدسی کی ضرورتون کی کمی کے
باوجود ظاہرہ خانہ داری کی مشقتون مین مشغول رہتی ہون اور حسین ماں کی گود مین پہونچنے کے
قبل نہ تھکتے رہتے ہون۔ روایت ہے کہ جناب امیر نے حضرت ذکیہ سے خواہش کی تھی کہ وہ رسول سے
ایک کنیز طلب کرین لیکن طلب کا وہ وقت بجائے کنیز کی عطا کے تسبیح فاطمہ کی تعلیم کے لئے مشہور ہے۔
غالباً یہ عقد کے ابتدائی زمانہ کا واقعہ ہے اور اگرچہ حضرت فضہ ہماری خاتون کی مشہور کنیز ہین لیکن
ولادت حسنین کے وقت انکا کہین تذکرہ نہین ہے۔ یہ بھی تذکرہ ہے کہ رسول حسنین کے رونے کی صدا اسکر
بیچین ہو جاتے تھے اور اُنکے اس سوال کے معنی کہ کیا تم نہین جانتین کہ حسین کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی
ہے۔ یہ ہین کہ حسین کو بہلائے رہا کرو۔ صورت دوسری ہوتی ہوگی جبوقت زنان ہاشمی ہاتھ بٹانے کے لئے
موجود رہتی ہونگی۔ یا ام ایمن اور اسما کچھ مدد دیتی ہونگی۔ بیچاری اُم ایمن کی تو ایک مرتبہ اس لئے تادیب
بھی کی گئی کہ انھون نے حسین کو رسول کی گود سے کسی قدر بے احتیاطی سے کھینچا تھا۔
کون اندازہ کر سکتا ہے سیدہ کی اُس تسکین اور خوشی کا جب وہ غم غلط کرنے کے لئے جھولے کے پاس کھڑی
ہو جاتی ہونگی۔ ماں اور اسکی آنکھین بے کل شوق سے ننھے بچہ پر گڑی رہتی ہونگی اور دیکھنے سے سیر نہ ہوتی ہونگی

نہ پیار کی تکرار نہ ذائقہ میں کوئی کمی کرتی ہوگی۔ بچہ متین آنکھوں اور سنجیدہ چہرہ سے ماں کی طرف دیکھتا ہوگا یہاں تک کہ ماں کا تبسم چھوٹے سے چہرہ میں متعدی ہوکر وہ عالم پیدا کرتا ہوگا جو بچہ کی بھولی ہنسی کہی جائے۔ تبسم تھا کہ جنت کی فضا کا اک نمونہ تھا مجسم ہوگئی تھی یا بہار عالم فانی۔ اور ماں دنیا کے تمام خوشیاں اس ایک ادا پہ صدقہ کرتی ہوگی۔ راتوں کا جاگنا اور تمام تکلیفوں کا علاج اس ایک نسخہ سے ہوجاتا ہوگا اور لوریاں دینے میں نطق کے ساتھ دل بڑھتا ہوگا۔ اور حسین کے دل کے لئے یہی زمانہ ہوگا جبکہ وہ ماں کے رحم و کرم نرمی۔ حلم اور پاکیزگی سے اثر لیتا ہوگا۔

ایک اندوہناک عکس

یہ وقت تھا جبکہ بتول عذرا کے ہاتھ حسین کی نرم گردن کو شانو پر استوار کرتے تھے کون جانتا تھا کہ اس لئے کہ ایک دن اسکے خون سے بے حس اور بے ادراک فولاد رنگا جائے لیکن نہ اسکے قبل کہ وہی نرم گردن جو گہوارے میں ذکیہ کے دست اقدس کے سہارے پھرتی تھی ایک دن ایسی سخت ہوجاتی کہ تیس ہزار شامی تلواروں کا وزن اُسے جھکا نہ سکتا۔ فاطمہ کو اپنے محنتوں کی داد ملی۔ ہمارا ہندوستانی شاعر بھی خون کے ذریعہ سے توارث صفات کا قائل ہے جہاں وہ کہتا ہے کہ زیر خنجر بھی نہ تڑپا پسر شیر خدا + یہ تکلف تو فقط فاطمہ کے شیر میں ہے!

جھولے کے بعد

گود اور جھولے کی عمر اس طرح ختم ہوئی کہ حسین کبھی رسول کے دست اقدس پر اور کبھی شانے سے لگے ہیں گھٹنیوں چلنے کھڑے ہونے اور چلنے کی کوشش کے متعلق خبریں ہیں کہ لڑکھڑا ئینگے اور رسول پکار اُٹھینگے کہ اے فاطمہ سنبھال لو حسین کو۔ لڑکھڑاتے ہوئے آہستہ آہستہ مسجد میں پہونچ جائینگے۔ رسول وعظ فرماتے ہونگے۔ دیکھیں گے اور اس خوف سے کہ مبادا اگر کر بسورنے نہ لگیں منبر سے اُتر آئینگے گود میں لیں گے۔ حسین ہنستے ہوئے منھ کھول دینگے۔ رسول پیار کرینگے اور ساتھ ہی اپنے وفور محبت کا احساس کرکے لوگوں سے کہیں گے بلکہ اقرار کرینگے کہ ہم سے صبر نہ ہوسکا اور ہمنے اپنی تقریر ختم کردی۔ رسول کے ازدیاد محبت پر کبھی کسی یہودی نے طعنہ بھی دیا اور آپ نے فرمایا کہ "اگر تم خدا اور رسول پر ایمان لاتے تو بچوں کو موجب رحمت و راحت سمجھتے"۔

پاؤں میں کچھ اور قوت آئی اب کھڑے ہوسکتے ہیں۔ ماں کی محبت نے سرخ کھڑا پہنا دیا ہے۔ نانا کے پاس چلے۔ کاندھا انتظار میں تھا۔ جھومنے لگے۔ رسول سونگھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ میرا ریحان ہے ابھی حسین کو کیا فکر ہے کہ نانا کی محویت عبادت میں دخل نہ دیں ممکن نہ تھا کہ یہ قریب پہونچیں اور

گود پہلو سُلانے اور پشت کو جولانگاہ نہ بنادین۔ کوئی مرکب کی تعریف کرے لیکن رسول فوراً اُس کی
تعریف پر آمادہ ہوجائین۔

کم عمری کے واقعات کا اثر۔

ابھی برس ڈیڑھ برس کے ہوئے تھے اور اُس وقت تک یقیناً ان سے کچھ الفاظ زبان پر جاری
بھی کرادیے تھے۔ کہ غزوہ بنی مصطلق مین لشکر اسلام کو فتح حاصل ہوئی اور سنہ تمام نہ ہوا تھا کہ خندق کی
بڑی جنگ مین لشکر اسلام کے نازک حالت کو خدا نے اسدرجہ فتح اور قوت سے بدل دیا کہ آیندہ
کے لئے رسول یہ اعلان فرماسکتے کہ مشرکین اب پیش قدمی نہ کرینگے یہ اُنکے (قریش اور یہود) مجموعی کوشش
کی ناکامی تھی اور اُسکا اثر یاس ان سب پر طاری ہوتا تھا۔ حسین ابھی اس قابل نہ تھے کہ اس جنگ کے
بڑے نتائج سمجھ سکتے یا اس لڑائی کے مفید نکات کے احساس کے قابل ہوتے۔ لیکن ہوش کا سن آنیوالا
تھا۔ اسوقت بھی یہ جنگ بغیر اسکے کہ حسین کے بھولے دل پر اثر ڈالتی یون ہی نہ گذری۔ بچے ماں باپ اور
کھلانے والون کو چند مہینے کے بعد سے پہچاننے لگتے ہین جو اُنکے ہنستے اُنکے کھلنے اور گود مین قلقاریون سے
ظاہر ہے۔ درانحالیکہ نئے آدمیون یا پہچانے ہوؤنکی صورت کے ذرا سے تغیر کو دیکھ کر نہ صرف بھیانک
ہوتے ہین بلکہ پاس تک نہین جاتے۔ حسین اپنے پدر بزرگوار کے صحیح وسالم چہرے کے دیکھنے کے
عادی تھے۔ ابھی۔ زخمی۔ خون آلود یا پٹی بندھا ہوا چہرہ اُنکے تجربہ کے باہر تھا۔ دردسر چہرہ
کی زردی۔ اور بےچینی سے چہرے کے عالم اور تغیر کے خوگر نہ تھے۔ غالباً مین بچون کے مطالعہ حرکات مین
غلطی نہین کرتا کہ جناب امیر کے گہرے زخم اور چہرہ کے تغیر کو دیکھکر جناب امیر کے ہاتھ پھیلانے اور خود
گود مین جانیکی خواہش کے باوجود حسین گود مین نہ گئے ہون بھیانک ہوکر "اب (بابا)" کہا ہو اور
پھر رونے بھی لگے ہون۔ جب تک کئی مرتبہ کی کوشش یا چند دنون کی عادت نے بےخوف نہ کردیا ہو

جنگ خندق مین باپ کا زخم سر اور حسین۔

حسین کو ابھی معلوم نہ تھا کہ باپ کا یہ زخم کھانا کیسی عبادت تھی اور اسنے جو نتیجہ حاصل کیا اُسکے لئے
وہ ایک سے زیادہ زخم خوشی سے کھا سکتے اور کھاتے۔ نہ اُنھین یہ معلوم تھا کہ یہ یا اسکے علاوہ زخم نے
علی کی ہمت۔ استقلال اور وجہ حق کی مددمین کوئی ضعف نہین پیدا کیا تھا نہ اُنکے چہرے کے غیر فانی
تبسم نے اُن سے دوری اختیار کی تھی لیکن علی کی طبیعت کے سکون اور چہرہ کا اطمینان حسین کے
اثر پذیر نفس کے لئے ایک غیر فانی نقش تھا اور ہمت افزا فتح کا وقار طبیعت کو بلند کئے بغیر نہ رہ
سکتا تھا۔ اور اسلام کے یہ وقار اپنی بلندی اور فخر کو انکساری اور تسلیم و رضا مین غرق کر دیتے تھے

اُنکے لئے یہ اُنکا خاصہ تھا - ہمارے لئے اُنکا عمل بے اعتدالی اور تہی ظرفی سے بچنے کا نسخہ تھا - اور ابدالآباد تک غافلانہ تکبر کی نصیحت تھی - بلندی کا امتیاز قانونِ الٰہی کو امتیاز سے کیون بیہوش کردے حسین غفلت کے ساتھ خود بخود قدم پیچھے پڑنے لگتے ہین - یہ سنہ تمام نہ ہوا تھا کہ بنی قریظہ اور بنی سعد کی موقع بیتی کو سزا دی گئی اور اِس سے حسین کے پدر بزرگوار کی بدولت مسلمانون کی مالی حالت مین کچھ اضافہ ہوا - سنہ ۶ یا حسین کی عمر کا دوسرا برس شروع ہو رہا تھا کہ ہر وقت آمادہ ضرر مشرکین کو حدیبیہ کی چھوٹی سی شکست کے بعد عہد کرنا پڑا جو اگرچہ رسول کی صلح پسندی کی بدولت برابر کا عہد تھا لیکن یہ اسلام کے لیے "فتح مبین" تھی - اِس لئے کہ اب مشرکین اپنے چہرے بچا رہے تھے و نیز اِس لئے کہ اب بہت سے لوگ اسلام مین داخل ہو رہے تھے - اِس عہد مین دوسری خصوصیت اِس لئے تھی کہ مشرکین کو کسی ایسے عہد پر اعتبار نہ تھا جو علی کے ہاتھ سے نہ لکھا جائے - وہ بپاس قرابت ہو - علی کی ذات کا اعتبار ہو یا رسول کے فوجی عنصر کا اقرار شریک کرنا ہو -

دیکھنے - چلنے اور دماغ ، تُتلانے کی عمر جنگ خیبر -

حسین اب پورے ڈہائی برس اور حسن ساڑھے تین برس کے تھے کہ خیبر کے لئے فوج لشکشی کی گئی - ابتک یہ عمر بہت کچھ سمجھنے اور سمجھانے کی نہ تھی لیکن پاؤن پاؤن چلنے - تُتلانے اور دیکھنے کی ضرور تھی - قوی الجثہ اور صحیح الحواس والدین کے بچے نہ صرف جلد بڑھتے ہین بلکہ اُنکا نشو و نما بھی نسبتاً نا موافق حالتون کے بچون سے جلد ہوتا ہے - علی اور فاطمہ کے یہ بچے دیکھتے ہین کہ آتش مزاج گھوڑون کے پیچھے گھوڑے اور سوارون کے پیچھے ویسے ہی پُر ولولہ سوار بیٹھے ہین - پیادے اور اُنکی گھنی صفین دور تک پھیلی ہین - نیزون کا جنگل سوارونکی زین اور پیادون کے ہاتھون مین اُگ آیا ہے - نقل و حرکت سے تلوارونکی جوش خیز صدا نیامون سے بلند ہے - چہرون پر آگ کا غازہ ہے - پدر بزرگوار کامل سکون و وقار سے اسلام کا علم لئے ہین اگرچہ ہوا پھریرہ سے کھیل رہی ہے - اور یہ باتین مل جُلکر ایک عالم پیدا کرتی ہین جو اثر کی ممتاز حیثیت رکھتی ہین - حسنین حیرت آلود چہرہ سے یہ دیکھکر نانا کے پاس دریافت حال کے لئے دوڑے ہونگے اور اسوقت اُنھین اِس ضد سے مشکل پڑگئی ہوگی کہ ہمین کاندھے پر بٹھا لو اور رسول اِس طرح فوجی تیاری اور روانگی کا معائنہ کر رہے ہون کہ یہ لوگ [illegible] دوش ہون اور فوج نے اپنے ہادی اور قوم گر کو اِس صورت سے دیکھکر خوشی کے نعرہ بلند کئے [illegible] نعرۂ تکبیر گونج اُٹھا ہو - اور حسنین اپنی اِس راحت جان نشست کی بلندی سے کبھی طفلانہ جھجک انکساری اور [illegible]

حیرت کی پیش قدمی سے اسلام کے اس بڑھتی ہوئی فوجی قوت کو دیکھ رہے ہوں۔
بڑھ گیا لشکر اسلام یہاں تک کہ شتابی دیکھنے والوں کی نگاہ سے آخری صف کی سپاہی اور بلند سے بلند نشان فوج او جھل ہو گیا۔ دلچسپ ہوتی وہ تقریر اگر موجود ہوتی جس سے حضرت فاطمہ زہرا اپنے ان بچوں کو بہلاتی ہونگی جس وقت وہ نانا کے لئے مچلتے ہونگے یا کہتے ہونگے کہ ہمیں بھی پہونچا دو۔ یا جب آپس میں بات کرتے ہونگے! طفلی کے بھولے سوال اور سادگی کی زیادتی آئندہ کے لئے بچوں کی تیزی عقل اور نیک نفسی کے آثار میں ہے۔ یہ وقت ہے کہ اگر بُری طبیعتوں سے دور رکھے جائیں اور اچھے صاف نفس سے مس ہوتے رہیں تو آئندہ اُنکی اچھائی کے لئے پیشین گوئی کیجا سکتی ہے۔ اُنکے بھولے سوالات کا معقول جواب مفید ہوتا ہے اور اُنہیں جاننے کی سرگرمی پیدا ہوتی رہتی ہے کسی طریقہ کی۔ پسند یا عدم پسند کا یہ بہترین وقت ہے اگر اُنھیں راستہ بتایا جاتا رہے۔

حسنین کیا پوچھ سکتے بجز اسکے کہ باپ اور نانا کہاں گئے ہیں۔ اور ذکیہ کیا فرماتی ہونگی بجز اسکے کہ اسلام اور قوم کے عزت کی حفاظت کے لئے دشمنوں کو دفع کرنے گئے ہیں۔ فتح کی دعا کے لئے فرما کر انھیں وہ مرکز بتاتی ہونگی جو وہاں سے شروع ہوتا ہے۔ جہاں سے انسان کے تمام ذرائع ختم ہو جاتے ہیں۔ اور طریقہ بتانے کے لئے چھوٹے چھوٹے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر دیتی ہونگی اور کیا یہ بھی فرماتی ہونگی کہ جب تم بڑے ہوگے اور ایسا ہی وقت آئیگا تو تم بھی ہتھیار سنبھال کر حفاظت اسلام کے لئے لڑنے جاؤگے اور بچے بے سوچے خوش خوش کہتے ہونگے کہ ہاں جائینگے۔ اور ماں کا دل یہ سنکر آپ سے آپ بھر آتا ہوگا۔!

حسین کی عمر ابھی فتح و شکست کے نتائج سمجھنے کی نہ تھی نہ ابھی یہ جانتے تھے کہ مخدوش موقع پر تنہا جرات کس درجہ دشوار چیز ہے۔ نہ اسکا اندازہ تھا کہ پدر بزرگوار کی کارگذاریوں کے صلہ میں رسول کے استقبال۔ بغلگیر ہونا اور پیشانی پہ بوسہ دینے کا طبعی ترجمہ کیا تھا لیکن یہ دیکھ سکتے تھے کہ لوگ اب کس طرح اُنکی تعظیم کرتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہونگے کہ یہ لوگ کیسے خوش خوش واپس آئے ہیں۔ یہ سُننے کے دن تو آنے والے تھے کہ اِس واقعہ نے اسلام کو کس درجہ قوت دی۔ انکی اِس عمر کا واقعہ تھا کہ بنی ہاشم خمس سے مخصوص کئے جاتے اور حضرت عثمان باوجود طلب اسمیں شریک نہ کئے جاتے۔ اور ابھی حسین پورے تین برس کے نہ ہونے پائے تھے کہ فدک کا وثیقہ انکی مادر گرامی کے نام لکھا گیا۔

حسین کے سوالات اور ماں کا جواب۔

نتیجہ نہ سمجھتے تھے لیکن کیا دیکھتے تھے۔

جسکے لیے ساتوین برس انھین بحیثیت مدعی کے مدعا علیہ ابن ابو قحافہ کی عدالت مین جانا پڑیگا۔ اس جنگ نے بھی نہ صرف مسلمانون کے مالی حالت مین اضافہ کیا جو انکا مایہ حیات ہو سکتا تھا بلکہ مسلمانونکو آلات حرب بھی بہت سے ملے۔ حسین نے اسی زمانہ مین اپنے چچا حضرت جعفر ابن ابیطالب کو دیکھا جنکی صفات اور اُنکے آیندہ شجاعانہ کارروائیون کے سمجھنے کا زمانہ آنے والا تھا۔ اگرچہ حالات اِسی وقت بہت کچھ سنے ہونگے۔

مضبوط کھڑے ہونے چلنے اور دوڑنے کی عمر

اِس طرح ہم حسین کے ساڑھے تین برس کی عمر تک پہونچ گئے اور عجب نہین ہے کہ حسنین کے آپس مین کشتی لڑنے کی روایت اِسی زمانہ سے متعلق ہو۔ یہ روایت اُس وقت کی ہے جس وقت حسین اپنے پنجون پر مضبوط کھڑے ہو سکتے تھے۔ اور اسکے بعد یہ روایت ہے کہ رسول کہین تشریف لیجاتے ہین اور حسین کو گھر کے باہر بچون کے ساتھ کھیلتا دیکھتے ہین۔ یعنی اب وہ گھر کے قریب قریب مقامات کے پہچاننے کے قابل ہو گئے تھے۔ رسول کا پیار سے دوڑنا کہتا ہے کہ اُنھون نے جس طرح کے مشغلہ مین حسین کو دیکھا تھا وہ قابل چشم نمائی نہ تھا۔ اس وقت کی صورت یہ تھی کہ رسول نے ایک ہاتھ پشت اور ایک ٹھڈی پر رکھکر سیدھا کر دیا تھا کہ طفلانہ ناز اُنھین بھاگنے نہ دیگے۔ جس سے پیار کرنے مین ہرج واقع نہ ہو۔ اور یہ روایت اُس سے سن کی ترقی ہے کہ اب گھر یا گھر کے متصل نہ تھے بلکہ بنی جذعان مین چلے گئے۔

مضطربانہ تلاش۔

ہم نہین جانتے کہ اِس محلہ مین کون سے لوگ آباد تھے۔ جس سے یہ معلوم ہو سکتا کہ ابو درد سے ٹھکانا معلوم کر کے لانے کے لیے رسول کا روانہ ہونا محض مان کی تسکین اور بچے کے مضطرب نہ ہونے کے لئے تھا یا خود بھی اِس اضطراب سے تھا کہ جا دادہ کسی دشمن خصوصاً کسی چھپے ہوئے یہودی کے ہاتھ مین نہ پڑ جائین جنکے متعلق وہ صحیح ہو یا غلط یہ الزام ہے کہ وہ غیر قوم بچون کو قربانی کے لیے گرفتار کر لیتے تھے۔ اور روح فرسا ہے۔ یہ خیال کہ یہ چار برس کے قریب کا بچہ اِس لیے گھر سے باہر نکل گیا تھا کہ بھوک نے رہنے نہ دیا تھا اِسلیے کہ اِنکے گھر نے۔ حکومت اختیار مال اور فتح کو ذاتی آرام سے نسبت نہ دی تھی اور اس بلند ترین درجہ پر تھے کہ اس سے دوسرون کو راحت دیتے۔ اِسکے سوا تاریخ عالم مین کوئی دنیاوی یا روحانی رئیس نہ تھا جسکی خدا سے یہ دعا ہوتی کہ "ایک دن دے کہ تیرا شکر کرین اور ایک دن بھوکا رکھ کہ تجھسے طلب کرین"!

اُنکا خود پسند فقر مذاہب عالم کے روسا و روحانی سے اِس لیے ممتاز تھا کہ یہ تارک الدنیا اِس مفہوم میں

نہوتے تھے کہ انھیں مقلدین کا اعتقاد تولے دیا کرے۔ انھوں نے عالم اور اہل عالم کو اپنا باورچی خانہ
اور باورچی نہ بنایا تھا۔ یہ سخت کراہت اور نفرت سے انکی طرف دیکھتے تھے جو جائز طریقہ سے حصول معاش سے
تساہلی کرتے تھے بلکہ حصول معاش کی خود مثال دیتے تھے۔ اسی طرح وہ انکو بھی نفرت سے دیکھتے تھے جو اپنی
ثروت کو نسبتاً کم موقع مخلوق تک کے امواج رعونت بنانیکا ذریعہ سمجھتے تھے۔

حدیقہ بنی نجار کا مفید موقع

دوسرا موقع آیا اور اس مرتبہ حسنین حدیقہ بنی نجار میں پہونچے۔ وہی محلہ جسنے سب سے پہلے مدینہ میں رسول کا
استقبال کیا۔ نبی اللہ کے ساتھ نہ صرف اصحاب تھے بلکہ جناب امیر بھی تھے۔ کون جانتا ہے کہ اس مرتبہ
گھر سے اتنی دیر غائب رہے ہوں کہ جناب فاطمہ زہرا کو گم ہو جانے کا اضطراب پیدا ہو گیا اور انکے رفع
انتشار کے لیے جس قدر خود اپنے محبت سے رسول تشریف لے گئے ہوں۔ اور اس حالت نے نہ صرف
جناب امیر بلکہ اصحاب کو بھی ساتھ کر دیا ہو۔ اس حالت کے معنی یہ ہیں کہ حسنین کے ساتھ رسول کے
قلبی میلان کو اصحاب اس قدر جانتے تھے کہ مروت ہی سے سہی لیکن ساتھ رہنا انکی خوشنودی کا سبب
سمجھتے تھے۔ اور حسنین کے متعلق رسول کے کسی اضطراب میں شرکت کرتے تھے۔ مل گئے حسنین اور
سب سے پہلے جسنے گود میں اٹھا لیا رسول تھے اور دونوں کاندھوں پر دونوں صاحبزادوں کو بٹھا کر چلے۔
اصحاب سے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اسکی خواہش نہ کرتے کہ رسول کو سبکدوش کر دیں۔ حسنین نہ اُترے۔

حسین کا احساس اور امتیاز۔

اب علی نے خواہش کی۔ لیکن حسنین نے رسول کو نہ چھوڑا اور جو جواب ملتا ہے وہ یہ ہے کہ "ہمیں
نانا کا کاندھا زیادہ محبوب ہے" ہو سکتا ہے کہ "محبوب" کا لفظ کسی راوی کا ترجمہ جذبات ہو لیکن
صحیح ہے۔ حسنین کا محض یہ کہنا کہ "ہم نانا کے کاندھے پر رہیں گے" یا کچھ نہ کہنا اور رسول کے کاندھے
سے نہ اترنا بجز متذکرہ صدر خیال کے اور کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس روایت کی دلچسپی اپنے
موجودہ درجہ پر نہ پہونچتی اگر علی نہ ہوتے یا ہوتے مگر انکی گود میں لے لینے کی خواہش نہ ہوتی
یہاں ایک قانون قدرت ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ بہ نسبت علی کے رسول میں محبت کا عنصر زیادہ
تھا۔ اسکا معیار چھوٹے بچوں کا قلبی میلان ہے۔ دقت ہوتا ہے کہ علم نفس کے جاننے والے اور تجربہ کار
جذبات شناس معاملات میں حکم قرار دیے جاتے ہیں لیکن ایسا ہی وقت ہوتا ہے جہاں ایسے بچے
جنکے دل پر جذبات کے بہت سے نقوش نہیں ہیں کسی خاص جذبہ کے لیے اپنی فطری میلان سے صحیح
کسوٹی ہو سکیں۔ یہی قانون تھا کہ ہمارا ہادی اپنے گہوارہ میں حضرت حلیمہ کو منتخب کرتا۔ اور یہیہ

ہر اُس گھر میں سمجھا جا سکتا ہے جسے خداوند تعالیٰ نے بچوں سے مورد رحمت قرار دیا ہو۔ اکثر تو یہ دیکھا گیا ہے کہ باپ میں ماں سے زیادہ محبت ہے۔

اس لحاظ سے کہ بچوں کے تتلانے کا سن عموماً تین چار برس تک ہوتا ہے ہم اس روایت کے لیے بھی یہی زمانہ تجویز کرتے ہیں کہ رسول کو نماز کیلیے مستعد دیکھکر حسین بھی کھڑے ہوگئے اور تکبیر کا اعادہ کرنا چاہا۔ لیکن زبان سے صاف نہیں نکلتی۔ رسول دُہراتے جاتے ہیں یہانتک کہ ساتویں مرتبہ صاف اور صحیح ادا ہوئی۔ بڑا ہے وہ خدا جسکی بڑائی رسول نے حسین کو سکھائی ہو۔ اور بڑا تھا وہ خدا جسکے سوا حسین نے اپنے وقت میں کسی کی بڑائی کا اقرار نہ کیا۔ اس وقت کی سکھائی ہوئی نماز حسین کو زیر خنجر بھی یاد تھی۔

۲۰ رمضان سنہ ۸ھ
فتح مکہ اور حسین۔

حسین نے پانچویں برس میں قدم رکھا تھا کہ اسلام کے دائمی قیام کا واقعہ ظہور میں آیا۔ رسول مکہ میں داخل ہو رہے ہیں جو جگہ رسول کو خدا کی زمینوں میں سب سے زیادہ پیاری تھی اور جہاں سے بہ جبر جلا وطن ہوئے تھے۔ ابو سفیان رسول کے جاہ و جلال سے کانپتا ہے اور سعد ابن عبادہ کے گرم لفظ سے تھرّا جاتا ہے۔ رسول نے علی کو نرمی سے داخل ہونے کا حکم دیا اور مزید تالیف کے لیے ابو سفیان یعنی معاویہ کے باپ اور یزید کے دادا کے گھر کو اذن دی۔

بنی امیہ کے ساتھ
رسول کا احسان۔

قریش آج مفتوحانہ شکستہ خاطری اور یاس سے رسول کے مُنھ کو دیکھ رہے تھے اور باوجود اپنی گذشتہ کار روائیوں کے اپنے کرم کرنے والے بھائی کے بیٹے سے بھلائی چاہتے تھے۔ رسول انھیں بھائی کہنے سے منع نہیں کرتے لیکن برادران یوسف کا استعارہ استعمال فرماتے ہیں اور لا تثریب کہکر انتہی سے فرماتے ہیں کہ "جاؤ سب لوگ آزاد ہو"۔ اور یہ حیرت خیز الفاظ بھی اسکے بعد تھا وہ جلا وطن جسے کوہ صفا کی چوٹیاں اپنے اعلان ہدایت میں پناہ دے سکیں آج انھیں پر جلوہ افروز ہوتا۔ انسانوں کی بہتی ہوئی ندی پستی سے بلندی کی طرف جاتی اس لیے کہ اُٹھائی گئی تھی۔ کہا ہاتھوں کو بوسہ دیجئے۔ کوہ صفا کا یہ دوسرا نظارہ تھا۔ ہم ایک عجیب حیرتناک نظارہ پر بھی توجہ دلائیں گے۔

اگرچہ یہ کہیں تذکرہ نہیں ہے کہ حسین کہاں تھے لیکن یہ یقینی امر ہے کہ وہ بھی اسوقت اپنے نانا اور دادا کے قدیم وطن کو دیکھنے آئے تھے۔ اُنکی موجودگی اس خیال سے یقینی ہو کر رسول اور جناب امیر کے ساتھ اس وجہ سے کہ جناب فاطمہ زہرا بھی تشریف لائی تھیں جنکی تشریف آوری اس روایت سے معلوم ہے

جبکہ حضرت ام ہانی اپنے برادر معظم کی پُر لطف شکایت کرنے گئی تھین اور بھاوج نے انھین شکایت پر ٹوکا جو تعلیمی انداز کی نرم تنبیہہ کہی جائے۔ غالبًا پہلا موقع تھا کہ حسین کسی فوج کے ساتھہ روانہ ہوئے تھے۔ ایک آدھ چھوٹی لڑائی کا عالم اور گرم شور دیکھا یا قریب سے سنا تھا اور کیا عجب ہے کہ اطاعت اور اظہار عقیدت کے عام ہیجان کو اس طرح دیکھا ہو کہ وہ اپنی مستند نشست پر ہون یا پہلو ون مین کھڑی ہون۔ حسین کے غم انگیز مستقبل کے لئے یہ واقعات ناقابل سہو تھے خصوصًا جبکہ یہ مکہ سے متعلق ہون!

یکم شوال ۸ھ

حسین کی عمر مین چند دنوں کا اور اضافہ ہوا تھا کہ حُنین کا مخدوش موقع آیا جسکی مخصوص صورت یہ تھی کہ مسلمانون کا خلوص سخت کسوٹی پر کسا گیا۔ مولفۃ القلوب مین سے ابو سفیانؓ مسلمانون کو منہزم دیکھہ کر خوش ہو رہا تھا کہ "سحر کا خاتمہ ہو گیا" اور شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ جسکا باپ اُحد مین مار اگیا تھا آج باوجود رسول کے ہمراہ جانے کے رسول سے انتقام لینے کے لیے بیچین ہو گیا تھا اور ان لوگون کی یہ حرکتین دیکھکر صفوان بن امیہ یہہ اصول تسلیم کر رہا تھا کہ میرے نزدیک یہ زیادہ عزیز ہے کہ میرا مربی کوئی قرشی ہو اس سے کہ ہوازن کے کسی شخص کے پالے پڑون" لیکن اولاد عبد المطلب موجود تھی انکی حیات مین رسول کے نزدیک کسی کو پہونچنے کی جرات نہین ہوسکتی تھی۔ علی۔ جعفر۔ عقیل۔ عباس۔ قثم اور فضل ابن عباس ربیعہ۔ ابو سفیان بن حارث۔ عبداللہ ابن زبیر بن عبد المطلب موجود تھے۔ یہی وسیں راست و چپ لگام اور رکاب تھامنے والے پروانے کی طرح شمع رسالت کے گرد پھر رہے تھے۔ اُسامہ ابن زید اور ایمن بن ام ایمن بھی حق نمک ادا کر رہے تھے۔ اِن لوگون نے میدان جنگ کے مخدوش موقع کو چند لمحہ کے لئے اپنی آنکھوں اور ہاتھوں مین لے لیا تھا کہ عباس کے بلند آواز کی گرج سنائی دی اور "ایک سو انصار" پر اخلاص اطاعت سے "لبیک لبیک" کہتے ہوئے دوڑ پڑے۔ اب میدان جنگ کا رنگ بدل گیا یہان تک کہ تقسیم غنیمت کے وقت تو باستثنائے چند مقتولین کے وہ پوری بارہ ہزار کی جماعت تھی جو روانگی کے وقت تھی۔

حسین اور طائف کی مدد اور بازگشت اور حسین

اسکے بعد رسول نے مشرکین کے اُس گروہ کی طرف توجہ فرمائی جو غالبًا سب سے قوی اور مخدوش تھا اور طائف کی طرف بھاگا تھا۔ یہان کی تمام مفید خدمتین علی کے حوالہ تھین اور کارگذاری کے بعد واپسی اس حیثیت کی تھی کہ رسول علی کو دیکھہ کر تکبیر کہہ اُٹھتے اور دیر تک بصیغہ راز گفتگو فرماتے۔

اِن تمام واقعات کے بعد رسول کا واپس تشریف لانا چاہتا ہے کہ رسول اپنی اُس بیٹی کو جسے سفر سے

واپس آکر پہلے دیکھنے جاتے تھے دیر تک دیکھتے رہے ہوں۔ نگاہ میں سب کچھ ہوگا لیکن کون تھا جو پہلی نگاہ کے تمام جذبات کی شرح کرسکتا۔ اشتیاق تھا۔ محبت تھی۔ خوفناک یادداشت کا گذرتا ہوا عکس تھا۔ خدا کے اداے شکر کی آہستہ حرکت تھی۔ نتیجہ کی خوشی تھی۔ اور اب اُن سبکو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے تھے جسکی سب سے زیادہ محبت تھی لیکن سوچو اُسوقت کو جبکہ حسنین ہفتوں کے چھوٹے ہوئے نازبردار کے گذرے ہوئے خوف کی حالت کو سُنتے ہونگے اُنکے چھوٹے چھوٹے دل دھڑکتے ہونگے۔ خوف کی تاریکی اور سامنے موجود دیکھنے کی خوشی عالم پیدا کرتی ہوگی کہ کبھی چاند پر بادل آگیا ہے اور کبھی ہٹ گیا ہے۔ رسول کی نگاہیں دیکھتی ہونگی اور یا تو ذکر سے احتیاط کی ہوگی یا بھلانے اور خوش کرنیکی فکر کی ہوگی۔ اور بچے اُس ذات کو ناشکستہ نظر اور مسلسل ہوش سے دیکھتے ہونگے جس کے لئے کوئی خوف خوف نہ تھا اور جو ایسے مخدوش حالتوں میں اپنے عظیم الشان وجود کی طرف سے اپنی وجہہ کے لئے بے پرواہ ہوجاتا تھا۔ اور پھر یہ بھی سُنتے ہونگے کہ ہمارے پدر بزرگوار نے ایسے وقت کیا کیا اور ساتھ ساتھ اپنے اور عزیزونکی وفادارانہ بے جگری سے بھی خوش اور متاثر ہونگے۔ اور اِن خبروں میں حسینؑ اپنی کھلائی ام ایمن کو اپنے بھائی کے غم میں افسردہ دیکھکر اثر لیا ہوگا۔

(جمادی الاول ۸ھ)
حضرت جعفر ابن ابیطالب کی شہادت اور آئندہ کا ایک اشارہ۔

یہ زمانہ خاندان رسالت کے لئے سخت غم کا تھا اِس لئے کہ امین کے ولی اور محافظ کے عزیز فرزند کا فرزند اسلام کے بڑے مددگارونکی فہرست سے کم ہوگیا۔ میری غرض حضرت جعفر ابن ابیطالب سے ہے۔ ہم انکے قبل الاسلام خیالات کا کہیں تذکرہ کرچکے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ یہ اپنے خیالات اور خصائل میں کس درجہ قابل تعریف تھے۔ یہ پہلے نقیب تھے جس نے اصول اسلامی کی مادر الوطن نقابت کی اور اثر ڈالا۔ اور ایک زمانہ تک ہجرت اور جلاوطنی کی تکلیفیں اُٹھاتے رہے۔ خیبر کی فتح کے بعد انکی واپسی پر رسول نے کہلوا بھیجا کہ "مجھے نہیں معلوم کہ میں خیبر کی فتح سے زیادہ مسرور ہوں یا جعفر کی واپسی پر" لیکن انھیں دنیا میں زیادہ رہنا نہ تھا۔ بالوے تو دن اور گرم ریگستانوں کی ہوا میں جسے اِس لئے راحت تھی کہ وہ ایک اعلیٰ اصول کا سالک ہے اور سیکڑوں منزلیں طے کرسکتا تھا بغیر اسکے کہ کہیں راحت کی بگڑی ہوئی صورت بھی تسکین کے لئے ہو وہ اب اِس لئے بیچین تھا کہ اُسکی روح راحت ابدی کی وسیع فضا (جنت) میں طیران کرتی پھری۔ جعفر سے زیادہ اسکا کون مستحق تھا خصوصاً جب اُس سیکڑوں اصلاب شامخہ اور ارحام مطہرہ کے نایاب موتی نے اپنی حیات دنیاوی اسطرح

ختم کی ہو جسپر شجاعت اور استقلال کو دائمی ناز ہو تاریخ شجاعت مین اسلام کیلئے یہ واقعہ مایۂ افتخار
تھا جب اُنکا ایک زد اُسکی روح کا ایسا مجسمہ ہو سکتا تھا۔ ایک ہاتھ کٹتا۔ دوسرا بھی قطع ہو جاتا
اور ان دونون سے خون کا پرنالہ بہنا شان اسلام کی حفاظت مین ضعف نہین پیدا کر سکتا تھا۔
اے کاش حضرت فاطمہ بنت اسد ہوتین اور کٹے ہوئے ہاتھ اور کٹے ہوئے ٹکڑے کو چوم لیتین
یہ حضرت جعفر کی بہترین داد اور حضرت فاطمہ بنت اسد کے شیر کا بہترین صلہ ہوتا۔ گھوڑا دشمنو کی
سیکڑون تلوارون سے قیمہ ہو کر گر گیا۔ بیشمار تلوارین اس شیر پر اپنی برش آزما رہی تھین سر سے
پاؤن تک بہتے ہوئے خون نے اعضا کو چھپا لیا ہے لیکن شارع اسلام کے محافظ کا فرزند اس طرح
گھومتا ہے کہ اُسکے جسم کا ٹکڑے ہونا اُسکی روح پر کوئی صدمہ نہین پہونچا رہا ہے۔ جعفر کے خون سے
رنگے ہوئے علم کا پھریرا ابتک وجد کر رہا ہے کہ ہم ایسے ہاتھون ایسے شانون اور ایسے سینے سے لپٹے
ہین۔ ہم تصفیہ نہین کر سکتے کہ یہ حالت دیکھکر حضرت فاطمہ بنت اسد پیار روتین یا چیخ کر تعریف کرتین
اگرچہ اس تعریف سے زیادہ پُر درد مرثیہ نہ ہو سکتا۔ عالم شجاعت کا یہ نظارہ اور ارادہ کا یہ معجزہ
اسوقت تک دکھائی دیا جب تک تلوار نے کمر سے دو ٹکڑے نہ کر دیا۔ کسی خاندان کسی قوم اور
کسی ملت کے لیے یہ کارنامہ ایسی جائداد نہین ہے جو تباہ ہو جائے۔ اسلام کی تاریخ اسی
خاندان کی تاریخ نے اس واقعہ کو دُہرایا ایسے وقت مین جبکہ مشکلین بدرجہا بڑھ گئی تھین!

جعفر کی شہادت کا تعلیمی اثر

بنی ہاشم کو جعفر کی شہادت کی خبر اس طرح معلوم ہوئی کہ رسول نے اولاد جعفر کو طلب کیا
اور سب کو پیار کرنا شروع کیا اس طرح کہ آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے تھے۔ اب حضرت فاطمہ زہرا کی
چیخ کر رو رہی تھین۔ یہ وقت تھا کہ حسنین بسورتے ہوئے ماں کو لپٹ جاتے اور حال پوچھتے اور اسوقت
انھین معلوم ہوتا کہ میرے چچا نے کس طرح شہادت پائی۔ حسین نے اپنے چچا کا کارنامہ شجاعت اپنی آنکھون
سے نہ دیکھا تھا لیکن کیا سُننے کے بھی قابل تھے جو زمانہ آنیوالا تھا حسین جعفر ثانی یعنی حضرت عباس ابن علی نے
اُسے دہرا دیا۔ یہ حسین بھی دیکھ رہے تھے۔ اسوقت ممکن نہ تھا کہ حسین اپنے چچا کو یاد نہ کرتے اور حسرت ہوتی
کہ کاش اسوقت چچا اپنے اس بھولے پیارے بھتیجے کا حواس اور استقلال دیکھتے

بنی خزیمہ

یہی زمانہ تھا حسین رسول کو اس نے غم و افسوس مین دیکھتے کہ لوگ ایک آدمی نے اُنکے حکم کی
خلاف ورزی کرکے مقام کرنا چاہا جسکا ہر طرح بُرا اثر پڑتا۔ اس لئے خلاف ورزی کرنیکا اس وقت کچھ خیال

متضاد باتین اور انکا اثر حسین کی سماعت

حاصل تھا کہ ایام جاہلیت کا انتقام لے سکتا اور پھر حسین نے یہ بھی دیکھا کہ انکے پدر عالی مقدار بھیجے گئے اور وہ اپنے طرز عمل سے رسول کی خوشنودی اور شکریہ کے مستحق ہوسکے اس لئے کہ نرمی اور ہمدردی سے مظلوم جماعت کی اشک شوئی کی تہی۔ یہ موقع تھا کہ بچے متضاد افعال سنتے اور خیال کرتے کہ انسان مین یہ جذبات بہی ہوسکتے ہین اور اگر ایک سے انسانون کو یہ مصیبتین اٹھانا پڑتی ہین تو دوسرے سے تلافی ہوتی ہے۔

۹

مثال جو شریفانہ برتاؤ کی تعلیم تھی۔

حسین پورے پانچ برس کے ہوچکے تھے کہ قبیلہ طے پر مسلمانون کو تسلط حاصل ہوا۔ علی کی بدولت ہوا اور اسمین رسول نے دختر حاتم کے ساتھ جو برتاو کیا وہ حاتم کے شکاری بیٹے عدی کی اس درجہ پسندیدگی کے قابل تھا کہ وہ شام سے آتا اور مسلمان ہوتا۔ حسین تصفیہ کرتے ہونگے کہ شریف قوم عورتون کے ساتھ اگرچہ وہ مفتوح ہون اور غیر مذہب کے کس طرح کا برتاو کیا جاتا ہے۔

وادی الرمل کا عصابہ اور کربلا کا کرتہ۔

یہی زمانہ سریہ وادی الرمل کا تھا جسکی اہمیت بعض تجربہ کار افسرونکی ناکامی سے ظاہر تھی جناب امیر کا عصابہ طلب کرنا بہی ایک نشانی سمجھی گئی تہی کہ صورت معاملہ کسی قدر سخت ہے۔ جناب امیر کو اپنی آنکھون کے سامنے عصابہ باندہتے اور مسلح میدان جنگ کی طرف روانہ ہوتے دیکھکر طاہرہ کی آنکھون مین آنسو بھر آئے۔ کون جانے کہ حسین کس طرح دیکھہ رہے تھے اور ماں کو چشم پر آب دیکھہ کر سرخ گھوڑے کے اگلے سمون سے لپٹ گئے تھے یا نہین جو روکنے کی طفلانہ کوشش سمجھی جائے۔ لیکن یہ بہی دیکھہ رہے تھے کہ پدر بزرگوار کو فاطمہ زہرا کے آنسو اور ہلوگون کی بھولی صورتین اور باتین نہ روک سکین۔ کیا معلوم تھا علی اور فاطمہ کو کہ ایک دن آنے والا ہے کہ انکا حسین زخمون سے چور اس طرح اپنے اہل و عیال کے سامنے آئیگا کہ پہچانا نہ جائے۔ اسوقت ایک جامہ کہنہ طلب کریگا اور اسے اور چاک کر ڈالیگا۔!

ہتوک اور حسنین

اسوقت سے جبسے حسین باپ اور نانا کو پہچاننے لگے ہون ابتک صورت حال یہ تہی کہ کسی موقع پر جبکہ ان بزرگوار دن مین کوئی گھر سے باہر جاتا تھا دوسرے کا جانا ویسا ہی یقینی تھا لیکن ہتوک مین بچون کو تسکین تھی کہ اگر نانا نہین ہین تو باپ ہین۔ نانا کے فرائض کے ساتھ ہین۔ اور عجب نہین کہ لوگ بہی علی کی خوشنودی کے لئے بچون کے ساتھ زیادہ اظہار ارادت جائز سمجھتے ہون۔ اور پھر بچون نے یہ بہی دیکھا کہ دفعتہ پدر بزرگوار کچھہ خاموش اور کبیدہ سے ہوگئے اور مدینہ سے چلے گئے لیکن پھر آگئے اور اب وہ پیشتر سے زیادہ مطمئن اور خوش ہین۔ مین نہین کہہ سکتا کہ جناب امیر کے اپنے

فرزندون کو اِس زمانہ مین اس درجہ ذکی ہوش خیال کیا یا نہین کہ وہ بتا سکتے کہ انھین لوگون مین جو بظاہر
اظہار اطاعت اور خلوص مین مبالغہ کرتے ہین کچھہ منافقین بھی ہین جو ظاہری دشمنون سے زیادہ مخدوش ہین۔
اور ہمارے یہان رہنے کی اغراض مین ایک یہ بھی ہے کہ ہم اُنکے حرکات وسکنات کو دیکھتے رہین۔
رسول کا تشریف لانا مسلمانون اور خصوصاً اہلبیت کے لیے سب سے زیادہ باعث مسرت تھا لیکن اس
خوف سے مطلق خالی نہ تھا کہ دشمن ہر وقت تاک مین رہتے ہین کہ کسی طرح اُنکی ہلاکت کے باعث ہون۔ اس لیے
مخلصین کے دلی اظہار عقیدت اور صحیح وسلامت واپسی پر خاموش شکریہ کی سنجیدگی اور بڑہادی ہوگی
اور رسول نے حسنین کو پھر ایک مرتبہ اس طرح بھینچ کر سینے سے لگایا اور پیار کیا ہوگا جس طرح کوئی خطرہ کے بعد
اپنے کو محفوظ دیکھکر فطرتاً اُنکی طرف اپنا قلبی میلان ظاہر کرتا ہے جو سب سے زیادہ محبوب ہوتے ہین
رسول بچون سے زیادہ اور کسی پر توجہ نہین فرما سکتے تھے جنپر تصنع کی کوئی چھینٹ نہین پڑی ہوتی کیا عجب
کہ علاوہ رسول نے ان بچون کو منافقین کے نام بھی بتا کر انھین ہوشیار رہنے کی تاکید کی ہوگی ؟

ابتدائی تعلیم کے آغاز کے آثار۔

مین سوچتا ہون کہ غالباً یہی زمانہ ہو جس مین حسنین کی تعلیم کا آغاز کیا گیا ہو۔ اگرچہ اسکے باضابطہ آثار اور
خبرین نہین ہین کہ کسی خاص وقت بسم اللہ کی گئی لیکن اِس غیر صریح اطلاع سے ہم کام لیتے ہین کہ رسول
بچون کے طفلانہ حوصلہ ترجیح کا تصفیہ بجائے کشتی لڑنے کے وصلیان لکھوا کر کرنا چاہتے ہین۔ وصلیان
لکھنے یعنی کتابت کے ابتدائی حالت سے تعلیمی ابتدا کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ رسول کی احادیث حصول
علم کے متعلق جس قدر ہین اور نیز خود جو کچھہ اُنکے اس عمل سے ظاہر ہے کہ وہ اسیران احد مین سے پڑھے لکھون کو
انصار کے بچون کی تعلیم کے لیے مقرر فرماتے ہین اِس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت نے اپنے محبوب
نواسون کی تعلیم کو ضروری وقت سے زیادہ ملتوی نہ کیا ہوگا۔ اور چونکہ اسکا کہین اشارہ نہین ہے کہ
کوئی شخص حسنین کا معلم مقرر تھا مین بجز اسکے تصفیہ نہین کر سکتا کہ خود جناب امیر نے انکی تعلیم ابتدا سے اپنے
ذمہ لی تھی جیسا اسکے بعد حسنین کے زمانہ شباب کے متعلق آثار ہین کہ جناب امیر نے تاویل قرآن خود تعلیم
فرمائی۔

زمانہ رسول مین حسنین کی تعظیم کے آثار۔

حسنین کی تعظیم کا خیال لوگون مین کس درجہ ہوگا اسکا اندازہ اس روایت سے کیا جا سکیگا۔ کہ
حسین گھوڑے پر سوار ہوتا عباس سے سیکھتے ہین اور وہ رکاب تھام کر سوار کرنے کو اپنے لیے باعث
افتخار سمجھتے ہین۔ اگرچہ وہ خود ہاشمی ہین۔

حسین کی طفلی اور ذہانت۔

حسین کے زمانہ طفلی کی ذہانت کے آثار مین جو روایت ملتی ہے وہ غالبًا اسی پانچ چھ برس کے سن کی ہے اور وہ اپنی طفلی کی منطق مین اپنے کھیل کے فریق پر غالب تھے۔ ابورافع جو حسین کی دلیل سے لڑکپن مین مغلوب ہوجاتے ہین آیندہ زمانہ مین حسین کے ناصح بناکر لائے گئے ہین جسپر ہم نظر کرینگے۔

مباہلہ مین حسنین کی روشن ہیئت۔

حسین نے چھٹے برس مین قدم رکھا تہا کہ رسول نے انھین رسمی طور پر مباہلہ مین شریک کیا۔ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہوگا یہ عالم جس وقت یہ پانچ نفوس قدسی خدائی فیصلے کے لئے تیار ہوکر گئے ہونگے۔ انکا خدا پر بھروسہ۔ اپنی سچائی کا یقین۔ اپنے فتح کی امید۔ ایک شان رکھتی تہی جو فریق مخالف سے یہ کہلوا سکے کہ "مین چند آدمیون کے چہرے دیکھتا ہون کہ اگر وہ خدا سے پہاڑ کے ٹل جانے کی دعا کرین تو پہاڑ اپنی جگہہ سے ہٹ جائیگا"۔

مین سوچتا ہون کہ نصارائے نجران پر سب سے زیادہ دو بھولے بھولے۔ چاند سے۔ بتین۔ معصوم بچون کی موجودگی سے اثر پڑا۔ میرے لئے یہ سوچنا ممکن نہین ہے کہ اساقفہ جنکے طرز عمل کی تاریخ آج تیرہ سو چند برس کی امانت ہے۔ وہ ان معصومون کے سامنے کھڑے ہوسکتے تہے۔ اسکے بعد واقعًا مباہلہ ہوتا یا نہ ہوتا پنجتن پاک فتحیاب ہوگئے۔ فریق مخالف کا انکار اُسکی طبعی شکست تہی۔ وہ ان نفوس قدسی کی عظمت اور جلالت کے مقابل کھڑے ہونے کا اپنے مین استقلال اور ارادہ نہ پاتے تہے۔ یہ موقع اُسی قدر قانون الٰہی کا اظہار تھا جس قدر اور صاف مواقع ہوتے ہین کیس مین ذ۔ احساس ہی اور وہ نہین جانتا کہ ہم اپنے سے بست نفس کے سامنے اپنی نفس کی بلندی اور قوی کے سامنے اپنے نفس کی پستی کا احساس کرتے ہین اور بغیر اسکے کہ ان مین سے کوئی کچھ کہے ایک قلبی تصفیہ ہوجایا کرتا ہے۔ اس حالت کو خود جناب امیر نے ظاہر فرمایا ہے جبکہ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ اپنے ہمسرون پر کیسے غالب ہوئے۔ اور فرمایا کہ "مین کسی شخص سے ملاقی نہین ہوا مگر یہ کہ اُس نے اپنے نفس پر قبضہ دینے کے لئے میری اعانت کی"!

حسین کاندھے پر سے اور وہ موقع نہ آیا کہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ بلند کرتے آنکھین آسمان کیطرف اُٹھتین اور بے گناہ لب وزبان سے آمین کی صدا بلند ہوتی۔ خدا کے بلند کئے ہوئے یہ بندے واپس نہین ہوسکتے تہے مگر یہ کہ اپنے فتحیابی سے پاکیزگی کی عظمت اور اُسکی بلند کرنے والی لہرین محسوس کرتے کون روکنے والا تہا حسین کو کہ ذرا سا کاندھے پر تن نہ جاتے۔ اسکے بعد یہ کہنا ہے کہ نصرانیون نے حسین کی شرکت کے اِس موقع پر جو صلح کی وہ مسلمانون کے لئے مالی حیثیت سے مفید تہی۔

صغر سنی نے اسکا زیادہ لحاظ نہ کیا ہو لیکن رسول کے کچھ ہی دن بعد حسین کو انسے جو معاملات لاحق ہوئی تہی اُسکے اعتبار سے اُنھین پچھلی حالتون کا یاد آجانا بہت ممکن تھا۔ اور یہ لیس بیٹی مزید پیچ و تاب کی باعث ہو سکتی تہی۔

یمن کی روانگی کا نظارہ اور حسین۔

وہ وقت آیا کہ حسینؑ اپنے پدر بزرگوار کو آخری بڑی سفارت کے لیئے رسول کے حکم سے مستعد دیکھتے اور اسکے لیئے مستعد رہتے کہ وہ ایک لامعلوم زمانہ تک مدینہ واپس تشریف نہ لائینگے۔ موقع یہ تھا کہ اسوقت جناب امیر کی ذات کئی منصب کا مرکز تھی وہ مدینہ سے یمن بھیجے جا رہے تھے۔ درمیانی مقامات کا معائنہ پیشتر بھیجے ہوئے افسر یعنی خالد ابن ولید سے حالات دریافت کرنا اور اُسے ہمراہ لے لینا یا واپس کرنا۔ درصورت اہل یمن کی مخالفت کی آخری چارہ کے لیئے مستعد رہنا۔ تبلیغ اسلام دینی امورات کی تعلیم اُنپر حکومت یہ خدمتین تھین جو علی کے سپرد تھین۔ بنو مبیب کے تصفیہ کے لیئے علی کو اپنی تلوار دیکر رخصت کیا تھا۔ بڑھتے ہوئے تلطف نے یمن بھیجتے وقت مزید نشانات امتیاز کو ضروری سمجھا۔ ضرورت بھی تھی ایک بڑے اور زرخیز صوبہ پر حکومت کے لیئے بھیجتے تہے۔ غالباً علی کے پہونچنے کے قبل اُن پر اپنی توجہ اور محبت کی خبر پیشتر بھیجی ہوا اور اُن تین سو سواروں کو جو ہمراہ رکاب جانیکے لئے کھڑے تہے اطاعت اور لحاظ کا اشارہ ہو کر نشان مرتب کرنیکے علاوہ اپنے دست اقدس سے عمامہ باندھتے ہین اور دیکھکر کہتے ہین کہ ”اے علی مین تمہین بھیجتا ہون مگر تمہاری جدائی پر افسوس کرتا ہون“ باوجود اسکے بھیجتے ہین جس سے معاملہ کی اہمیت ظاہر ہے۔ روانگی دیکھنے کے لئے کون نہ ہوگا جسے جناب امیر سے محبت ہوگی۔ خاموشی اور اُسمین جذبات محبت کا تصادم۔ بیچینی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنا اور پھر آنکھین نیچی کر لینا۔ کچھ کہنے کا ارادہ اور پھر وفور جذبات سے گویائی کی کمی۔ سناٹے مین وزنی سانس کی پُرغم سنجیدگی۔ یہانتک کہ وہ صبر شکن موقع آگیا کہ دوامی نظریہ بھی سے پردہ پڑ جاتا۔ گھوڑون کی صدا خاموش دیکھنے والون کو چونکاتی یہ شاندار دستہ کچھ دیر کے لئے غم کا ایک جلوس ہو جاتا اور چاہنے والے اُسوقت تک کھڑے رہتے۔ جب تک کہ اس جلوس کا آخری نشان یا صدا کی خفیف آہٹ بھی ملتی۔ جلوس روانہ ہوتا اور قلبی تعلق رکھنے والے خاموش دیکھتے رہجاتے۔ غرض!

حجۃ الوداع اور حسین

چند ماہ اس طرح گذرے تہے کہ رسول کا حکمنامہ یمن پہونچا۔ رسول مدینہ سے اور علی یمن سے چلے

مرکز ملاقات مکہ تھا۔ طاہرہ بھی تشریف لےگئی تھین اور اس سے یقین کیا جاسکتا ہے کہ حسنین بھی گئے تھے۔ اور اگر اسکے قبل شان سے روانہ ہوتے دیکھا تھا تو مکہ مین اِسی شان سے داخلہ دیکھا ہوگا۔ اسلام کی تاریخ مین یہ پہلا موقع تھا کہ اس قدر مسلمان حج کرنے جمع ہوئے اور اس وجہ سے آخری بھی تھا کہ نبی اللہ نہ اسکے بعد تشریف لےگئے اور نہ اب تک اجتماع کے لئے اس قدر اہتمام کیا گیا تھا یہ موقع تہا جسے زمانہ اب نہ دیکھیگا اگرچہ اُس سے بدرجہا زیادہ تعداد مین مسلمان حج کرنے ہر سال جاتے رہتے ہین اور باوجود بعض وقتون کے آمد و رفت کی سہولتین تعداد مین اضافہ کرتی رہینگی۔ حسین نے یہ اثر خیز منظر دیکھا اور کیا عجب ہے کہ مسکرا کر پوچھا ہو کہ "نانا یہ سب تمہاری امت ہی ہے"

حج ختم ہوا لوگ چلے اور متفرق ہونے کے قبل دوسرا منظر بھی اِن مسلمانونکو دیکھنا تھا۔ اِس لئے کہ رسول خدا نے نقطہ نفرتاق کو اپنی نگاہ کے تابع رکھنا چاہا۔ وہ کسی ایسی جگہ سے جہان بہت راستے ہون لوگون کو اپنی خوشی سے منتشر نہین ہونے دیتے بلکہ اسکا لحاظ فرماتے ہین کہ اُنھین ایک مرکز پر جمع کرکے کسی مادی اور خیالی افتراق کا موقع نہ دین اور آج حسین ایک تماشہ دیکھتے ہین جو اگر غیظ سے بڑھگیا ہو تو تقاضائے سن کے لحاظ سے اور زیادہ دلچسپ ہوجاتا ہے۔ یہ علی کے لئے نیا نہ تھا۔ اِس لئے کہ اُنھین بھی رسول نے اپنے "دوکنار و بغل" مین پالا تھا اور زبان چوسائی تہی۔ لیکن حسین کی حیرت تبسم اور پُر مسرت بچپنے معصور کے اندازہ کے باہر ہے جب وہ دیکھتے ہونگے کہ منبر ہے۔ نانا ہین۔ اور لوگ ہین۔ لیکن آج ہم نہین بلکہ پدر بزرگوار رسول کے ہاتھون پہ بلند ہین!

ہم نہین کہہ سکتے کہ حسین اسوقت یا اسکے بعد کی پیار کیا دون کو دیکھہ دیکھہ کر خوش ہی ہو رہے تہے یا کبھی کبھی کسی کے پُر تفنع تبسم اور اُسکی تلخی کو بھی محسوس کرتے تھے۔ بچون کو خیال ہی کیون ہونے لگا کہ آدمی کا ظاہر و باطن ایک نہین ہوا کرتا اور ہنسی کے نیچے زہر بھی بھرا رہتا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر ایسی ہنسی حسین کی نگاہ کے نیچے آئی ہوگی تو وہ بغیر چونکے نہ رہے ہونگے۔

وداعی حالات کا حسین پر اثر۔

نبی عربی کا حجۃ الوداع کے قبل اہتمام کرنا کہ ایک وداعی مجمع ہو۔ مجمع سے کچھ بھی دینا اور اسکے بعد بقیہ اسی نوے دن کا طرز عمل اُسی پُر راز قانون کے اندر آتا ہے جس کا نام الہام یا وحی یا ساتھ باطنی ہے کوئی بعید از قیاس امر نہین ہے کہ رسول کے اس قلبی حالت نے بچون پر اثر کیا ہو

وہ چُپ اور مغموم رہتے ہون بغیر اسکے کہ اُنھین وجہ معلوم ہو وہ والدین کی غمگین خاموشی سے احتیاط کے باوجود اشارہ پاتے ہون اور دل بھر آتا ہو اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہو کہ والدین ان بچون پر نظر گڑا دیتے ہون اور ضبط کی کوشش کے قبل آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آتے ہون۔ بچے دیکھتے ہون۔ دل مین کڑھ جاتے ہون۔ انکی آنکھ مین بھی آنسو آجاتا ہو اور اب ماں باپ انھین زور سے لپٹا لیتے ہون۔

بادی کا آخری وقت اور حسین۔

کچھہ دنون تو خوف کا وہم تھا لیکن سلہ ھ کا ماہ صفر ابھی ختم نہین ہونے پایا تھا اور نہ حسین ابھی پورے سات برس کے ہوئے تھے کہ وہ دن آیا جسکا خوف تھا۔ ہادیِ عالم کو مرض الموت لاحق ہوا۔ محض علالت حیات کی امید منقطع نہین کر دیتی۔ لیکن علالت مین دنون کا گذرنا اور مرض مین اضافہ اہل بیت رسالت کے افسردگی کو بڑھاتا جاتا ہوگا اور حسین اپنے اوپر نانا کے ہر وقت ہنستے ہوئے چہرہ اور لطف آمیز نگاہونکو افسردہ اور ساکت پاتے ہونگے۔

ہادیِ عالم کی آخری دنون کے متعلق ہم کافی سے زیادہ اشارے کر چکے کہ وہ انتشار آمیز تاسف سے خالی نہ تھے۔ سیاسی پیش بندیون کے سمجھنے کے لئے حسین کی عمر بہت کم تھی۔ اُنکے سن کا تقاضا یہ نہین تھا کہ اُسکے اسباب نشو اور نتائج کو سمجھہ سکتے اور اس لئے ہم محض یہ کہنا چاہتے کہ اگر حسین کی سماعت تک کسی یا چند کی خلاف ورزی کی خبر پہونچتی ہوگی تو وہ محض ایک انفرادی حیثیت کی بے طاعتی سمجھتے ہونگے اور اُس سے اُس قدر روٹھے ہونگے جس قدر توجہ لڑکپن کا بیقرار خیال حوالہ کر سکتا ہے۔ اور کچھہ عجب نہین ہے کہ اپنے اور اپنے والدین کے ساتھ رسول کی بڑھتی ہوئی توجہ کو دیکھکر ان بے طاعتی کی مثالون کو مطلق کسی توہم سے نہ دیکھتے ہون۔

ہادی برحق کی علالت بڑھتی گئی اور غم کی موجین اس قدر قوی ہو گئین کہ پہلے طاہرہ کے صبر کو بہا دیتین۔ فطری تھا کسے حق تھا کہ رسول پر فاطمہ کے پہلے کوئی روتا۔ کسکے گرم آنسو اس قابل تھے کہ ہادی برحق کے رخسارون پر ٹپکتے۔ اور آنکھین کھلوا سکتے۔ صبر شکن نگاہ لاڈلی بیٹی کی طرف اُٹھی اور ساتھہ ہی شدت۔ ضعف اور جذبہ محبت سے تھرتھراتے ہوئے ہاتھ آخری مرتبہ اُٹھ کر طاہرہ کے آنسو پوچھتے اور تسکین دلانے کی یہ کوشش سیلاب اشک کو اور تیز کر دیتی۔

لیکن محبت کا یہ غم انگیز منظر آخری نہ تھا بلکہ اُسمین بچون کا بھولا پن کچھہ اور اضافہ کرنے والا تھا۔ ہادی نے

آنکھین کھولتے ہی اپنے فرزندون کو طلب کیا۔ کئی روز کی شدید بیماری نے جس قدر خاموش کر دیا تھا۔ اب اسوقت کی طلبی نے حسنین کو یہ خیال دلایا ہو کہ رسول کی ناشکستہ توجہ صحت سے پھر عود کر آئی یا بلانے کے لئے جانے والون کی افسردہ صورتین دیکھکر پہلا اثر خوف کا ہوا اور اسنے دوڑا دیا ہو۔ میرے نزدیک دوسری صورت زیادہ قریب الامکان ہے۔ آئے حسنین۔ اس لئے کہ رحمۃ للعالمین کی محبت سے بھرے ہوئے سینہ کی گرمی آخری مرتبہ محسوس کرین۔ رسول کی آنکھین کھلی تھین۔ ہاتھ پھیلے تھے اور سینہ لپٹا لینے کے لئے بیچین تھا۔ لپٹ گئے۔ رسول نے انکے بھولے رخسار و نیز لب اقدس سے محبت کی مہر کی۔ ریحانتین کو سونگھا اور اسوقت بھی تعظیم احترام اور محبت کے باب مین اصحاب اور تمامی امت کو وصیت کی۔ حسین کی عمر اسکی کافی صلاحیت رکھتی تھی کہ رسول کی ان وصیتون کو جو اپنے متعلق تھی یاد رکھتے اور اُس وقت لوگون مین اپنا جو احترام تھا اُسکا امتیاز کر سکتے۔

وہ تمام نفوس جنھین رسول سے محبت تھی قریب تھے خوف اور اضطراب سے ناگزیر نتیجہ کے منتظر تھے۔ جناب امیر کے سینہ مبارک یا زانوئے اقدس کو اسکا افتخار تھا کہ سر مطہر اُسپر رکھا تھا۔ علی چاہتے تھے کہ ہمیشہ ہمین یہ فخر اور مداحت نصیب ہو لیکن مشیت ایزدی جاری ہونے والی تھی۔ رسول کے لب اطہر مین آخری جنبش ہوئی۔ "رفیق الاعلےٰ" کی خالص روحانی قربت کا شوق تھا جو اُنکے آخری سانس سے ظاہر تھا۔ ادھر اظہار شوق تمام ہوا اُدھر فاتح عرب کا صبر ختم ہوا۔ سر اقدس کا وزن اُٹھانے کی اب قوت نہ رہی۔ چیخ اُٹھے۔ عباس کو پکارا کہ "مین بیخود ہو رہا ہون میری خبر لے"۔ قیاس آسان ہے کہ اس وقت نسبتاً کمزور دل کی طاہرہ اور بچے کیا کر رہے ہونگے اور کیا کہتے ہونگے!

رحلت رسول کے بعد واقعات کے لحاظ سے اہل بیت کی طبعی حالت

لیکن انھین کیا معلوم تھا کہ ابھی رسول دفن نہ ہونے پائینگے اور نہ ہم رونے سے سیر ہونگے کہ ہم ایک مرتب جماعت کے قبضہ مین اس طرح آجائینگے کہ ہمارے حقوق۔ ہماری تعظیم اور ہمارا احترام ایک خواب کی بات ہو جائیگی اور دفعتہً یہ باتین اس طرح بھلا دیجائیگی کہ گویا ہمارے لئے کہی نہ گئی تھین بلکہ ہم سے چاہا جائیگا کہ ہم اس طرح اُنکی تعظیم و احترام کرین جنہین ہماری تعظیم و احترام کا حکم دیا گیا تھا۔ بچے بے خبر تھے طاہرہ بے خبر تھین جناب امیر بے خبر تھے کہ طوفان کی دھیمی دھیمی آواز کان مین آنے لگی۔ میرے خیال مین تمام اُس مجمع نے جو اس وقت علی کے پاس دفن رسول کی فکر مین ہو کسی نئی متوحش خبر کے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہوگا حقیقت یہ ہے کہ قبول کیا جانا عجب خیز اعتقاد ہوتا۔ لیکن زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ انکو بھی یقین بغیر چارہ

نہ ہوا اور اب سونچا جا سکتا ہے کہ انکے غم غصہ اور نفرت کا کیا درجہ ہوگا۔ خصوصاً جبکہ اُنھین دفعتہً اپنے
خیالات کا راستہ بدلنا تھا۔ ابھی جوش غم مین کمی نہ ہوئی تھی۔ آنسو تھمی اور خشک نہ ہوئی تھی کہ وہ خبرین
سنتے ہین کہ مسند رسول کا انتظام رسول کے گھر سے کوسون دور کر لیا گیا بغیر اسکے کہ بنی ہاشم یا اہلبیت رسول
مین سے کوئی وہان موجود ہوتا۔ کوئی عجب نہین ہے اگر اہل ثقیفہ کی کارروائیونکی خبر نے اہل بیت اور
ہوا خواہان اہل بیت کے آنسو خشک کر دیے ہون اور وہ اپنے دماغون پر چوٹ کہانے کی جھنجھناہٹ
محسوس کرتے ہون۔ اور کچھہ دیر کیلئے گم ہوگئے ہون کہ ہم کیا کرین۔

بنی ہاشم انسانیت کے حقوق ادا کر رہے تھے کہ اُنھین عالم سیاست نے جھنجھوڑا۔ یہان عالم سیاست سے
میری غرض اُسکی نرم اور معمولی روش نہین ہے بلکہ وہ عالم جسمین رحم اور دل نہین ہوتا۔ جو جذبات
اور احساسات کو وہ کیسے ہی اعلے کیون نہ ہون اپنی بعض ضروریات کے لئے اپنا دشمن سمجھکر
کچلنے سے بہی زیادہ کچلتا ہے۔ کون سونچ سکتا ہے اُس تکلیف کو جو جناب امیر کو ہوئی ہوگی۔ کون
کہہ سکتا ہے کہ جناب امیر ایک ہاتھ سے رسول کی لاش تھامے ہون اور دوسرا ہاتھ دفعتہً سر کا پہوڑ تھکیا
ہو۔ میرے آخری فقرہ کی غرض یہ نہین ہے کہ جناب امیر کا اسوقت یہی انداز تھا بلکہ مین سچ مچ انسانی
دماغ کی اضطراب۔ چکرا اور گرتی ہوئی حالت سمجھا رہا ہون۔ جناب امیر اس سے بہت بلند تھے کہ
اُن سے اضطراب کی کوئی ظاہر حالت ایسے وقتون مین طاری ہوتی جسمین وہ ایک فریق اور دوسرا
انسان دوسرا فریق ہو جبکہ اُن جناب کے اس احساس کے متعلق اُنکا کسی موقع پر اظہار خیال پایا
جاتا ہے کہ "یہ امر مجھپر نہایت ہی دشوار ہے کہ کسی قسم کے اندوہ و ملال کی جھلک مجھمین نظر آئے تاکہ دشمن کو
شماتت کا موقع ملے یا دوست اُسکی حالت دیکھہ کر محزون ہو" یا چہرہ پر دیگر جذبات کے اثر کو اس فقرہ مین
ظاہر فرماتے ہین کہ "کسی شخص نے محبت و عداوت کو دل مین پوشیدہ نہین کیا مگر یہ کہ وہ اُسکی زبان۔
غفلتون۔ اور چہرہ کے صفحات مین ظاہر ہوگئی"۔ اس سے ظاہر ہوگا کہ جناب امیر کس طرح کوشش کیا
کرتے ہونگے کہ میرے اثر غم سے میرے متعلقین محزون نہ ہون۔ یہ کوشش بجائے خود ایک مرثیہ تھی۔ دراننحالیکہ
یہ بات ابھی باقی ہے کہ محض چہرہ سے ظاہر نہ ہوسکنا کیا اسکے لئے کافی ہے کہ قلب کی کسی کیفیت کا اثر دوسرے
قلب پر نہ ہو خصوصاً ایسی حالت مین جبکہ ایک یا چند ایک ہی جذبے سے متاثر ہون۔ اور پھر کے گھڑی جناب
امیر اپنے اس ہوش پر مُصر رہتے کہ ہماری چہرہ سے آثار حزن تو ظاہر نہین ہین۔ قلب کی ذرا سی نرمی چہرہ کی

ریشونکی خفیف سا ڈھیلا پن اور اُسکا وہ عالم جو غم سے متاثر ہوتا کہا جائے کافی تھا کہ دیکھنے والون کی آنکھون سے آنسوؤنکا مینہ برسا دیتا اور جناب امیر یا تو نگاہین نیچی کر لیتے یا اپنے چہرہ کو عبا پر لانے کے منھ پھیر لیتے۔ آخر کون تھا جسکی طرف تکیہ دیکھتین اور ہمارے شہزادے اور شہزادیان کسے اپنا تسکین دینے والا سمجھتین۔

لیکن جناب امیر کا ضبط کرنا تو اس خیال سے تھا کہ میری افسردگی میرے متعلقین کو اور بیچین نہ کر دے۔ اُسکی غرض یہ نہ تھی کہ وہ لوگ بھی میری ہی طرح ضبط کرین۔ جناب فاطمہ زہرا کی یہ مشہور حالت سب کچھ کہتی ہے کہ اُن معصومہ کو رسول کے بعد اپنی رحلت تک کسی نے ہنستے نہ دیکھا۔ ہنستے نہ دیکھنے کے معنی یہ نہین ہین کہ کوئی اُنھین روتے دیکھتا لیکن یہ واقعہ ہے کہ وہ معظمہ اُسوقت تک سیر نہ ہوئین جب تک اُنکی روح اقدس نے اُس عالم کی طرف ہجرت نہ کی جہان وہ اپنے پدر عالیمقدار کی روح مطہر سے قربت حاصل کرتی۔ ایک دریا تھا جو اُمنڈ رہا تھا ایک جوش تھا جسنے سکون پانے سے انکار کر دیا تھا۔ اور ایک متعدی درد تھا جسنے سننے والون کو اس درجہ بیچین کیا کہ وہ جناب امیر سے درخواست کرتے کہ رونے کا وقت مقرر کیا جائے اور ملہم من اللہ کی صاحبزادی اُنھین جواب دیتی کہ مجھے تم مین بہت دنون نہین رہنا ہے!

پھر بھی جناب امیر نے عموماً کیسا ہی ضبط کیون نہ کیا ہو اُنھون نے نظم و نثر مین وقت دفن اور بعد دفن جو کچھ فرمایا اُسکی خوبصورت شاعری (جذبات کی مصوری) اس لئے بہت موثر ہے کہ وہ ایک ضابطہ کا اظہار خیال ہے۔ علی قبر کے پاس کھڑے ہین۔ صبر اور رونے کی متضاد حالتون پر اُنکا دماغ غور کر رہا ہے اور کہہ رہے ہین "صبر کرنا اچھی بات ہے مگر حضرت سے صبر کر لینا ممدوح نہین ہے۔ جزع و فزع بیشک قبیح ہے مگر آپکے بچھڑنے کی مصیبت پر نہین۔ آپ کی مصیبت سے جو رنج و اندوہ ہے وہ نہایت ہی بزرگ ہے۔ یہ رنج و اندوہ آپکی مصیبت سے پہلے حقیر تھا اور آپکی مصیبت کے بعد بھی حقیر سمجھا جائیگا یا فرماتے ہین کہ "آپنے غیر کی مصیبت سے ہمین مطمئن کر دیا" اور باوجود ان باتون کے اس اندوہناک استثنا کی بھی خبر ہے کہ جب جناب امیر اور طاہرہ" امام حسن اور امام حسین کے منھ کی طرف نگاہ کرتے تھے تو اپنی یتیمی اور اُنکی نامرادی پر" روتے تھے۔ حالت یہ تھی کہ بچون کا رونا صبر شکن تھا۔ نہ رونا اور کڑھنا یاس ادے اور بھولے چہرہ سے دیکھنا اور زیادہ غم افزا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ ایک پیاری چیز

حسنین کی نامرادی

کھو گئی ہے بغیر اسکے کہ اُسکے اظہار کے لئے منہ مین لفظ پاتے ہون۔ اُنکا دل کچھ ڈھونڈھتا تھا مگر پاتے
نہ تھے۔

خطرہ اور اُسکا احساس

آپ ذرا اُس تاریکی پر توجہ کیجائے جسے علی فرماتے ہین کہ "چھاگئی تاریکی اُنکے (رسول) انتقال کے
بعد" یا جیسا حضرت طاہرہ فرماتی ہین کہ "وہ منبر جسپر آپ (رسول) تشریف رکھتے تھے تاریکی نے اُسے ڈھانپ
لیا" اور دیکھین کہ حسین کی "نامرادی" یا اُنکی مادر گرامی کے اس خیال کو کہ "آپکے بعد ہم ضعیف و
حقیر ہوگئے۔ لوگون نے منہ پھیر لئے۔ آپکی زندگی مین ہم خلایق کے نزدیک معظم و مکرم تھے" کس درجہ
تعلق ہے۔ سوچئے کوئی اگر سونے سے پہلے کسی کے بچے یہ دیکھتے ہون کہ سیکڑون آدمی حملہ آورونکے جوش
سے ہمارے گھر کیطرف آرہے ہین۔ اپنی مان سے کسی کی یہ دھمکی سُنی ہو کہ ہم گھر پھونک ڈالین گے۔ اسوقت
بھی دیکھا ہو کہ آگ اور لکڑی موجود ہے۔ محاصرہ اور اطاعت کرنے کا شور سُنا ہو اور پھر وہ یہ نہ سمجھتے
ہون کہ ہم خطرہ مین ہین اور سب سے زیادہ افسوسناک یہ امر ہو کہ آج اُنکے یہ انداز دیکھتے ہون جو کل دست بستہ
تھے اور جنہین آنکھین چار کرنے کی جرأت نہ تھی اور جن سے نانا نے تعظیم و احترام کی وصیت کی تھی۔
حالت ایسی ہو کہ قنفذ یعنی حملہ آورون مین کا ایک سپاہی رد و دیتا اور بچے سہم نہ جاتے۔ اور مان کے
سینہ مین اپنے منہ نہ چھپاتے؟ یہ ممکن تو ایسا نہین ہے جنہین بچے محبت اور غصہ کی نگاہ مین نہ پہچان سکتے
ہون۔ انھون نے اطاعت کرنے والی صورتین دیکھی تھین اور یہ حالت اسوقت کی صورت خوب سمجھتے
تھے۔ وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ اسوقت والدین کے بشرے ویسے بشاش نہین ہین جیسے اصحاب کی حاضری
کے وقت رہا کرتے تھے اور یہ اُنکے خوف زدہ کرنے کیلئے بہت کافی تھا۔ کچھ بعید نہین ہے کہ حیرت اور
خوف سے اسوقت پوچھا ہو کہ امان۔ کیا یہ میرے نانا کی امت نہین ہے؟ انسے پوچھو تو کہ کیا ہمارے ہی
احترام کے لئے کل وصیت نہین کی گئی ہے۔ ام الفضل سے پوچھتے ہونگے کہ دائی تم نہین یہ شعر پڑھکر
کھلاتی تھین کہ "یا ابن رسول اللہ یا ابن کثیر الجاہ + آج ہمارا جاہ کہان ہے؟ تمہاری یہ دعا کہ "خدا
تمھین مصیبتون سے پناہ مین رکھے" قبول نہین ہوئی! اور یہ سُنکر مان اور دائی کے لب جواب نہ دیتے
بلکہ آنکھون مین آنسو ڈھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہو۔

بچونکا پہلا اندوہناک اتفاق۔

حملہ آورون اور دھمکانے والون کا واپس جانا کوئی تسکین نہ تھی بلکہ جنھین دیکھ رہے تھے کہ اب وہ
ہمارے سامنے نہین ہے جو نانا کے بعد ہماری پناہ ہے۔ مین سوچتا ہون کہ اگر رسول کے بعد کبھی جناب

فاطمہ زہرا کے آنسو تھمے تھے تو اِس وقت اور غالباً اس سے زیادہ اُنکے روحانی تکلیف کا دوسرا وقت نہیں تھا جب وہ دیکھتی تھیں کہ علی مرتضیٰ اُن لوگون کے پاس گئے ہین جو ہین اپنی حاصل کردہ اختیار سے مرعوب کرنا چاہتے ہین۔ اُن سے یہ بات چھپی نہ رہ سکتی تھی کہ بعیت نہ کرنے سے قتل کی دہکی دی گئی۔ اور خود یہ بھی خبر ہے کہ حسنین کو کوئی دُرشت خو شخص راستہ مین ملتا اور اُنھین الزام دیتا کہ تم جاسوسی کرنے گئے تھے۔ بچے کرخت انداز اور درشت چہرہ کو پہلی مرتبہ دیکھتے اور غالباً گھبرا کر شکایت کرتے۔ اور جناب امیر کچھہ نہ کرسکتے اِس لئے کہ اُنھین تنہا اُس تنہا شخص سے جواب طلب کرنے کا اختیار نہ ہوتا کیونکہ وہ حکومت کی حمایت کے لحاظ سے حکومت کو اپنی مدد کے لئے بلا سکتا۔

مجھے اسمین کوئی شبہہ نہین کہ جناب امیر کے دیوان کے وہ اشعار جنمین آپ افلاس اور تنگی معیشت کا تذکرہ کرتے ہین وہ متصلاً بعد رسول زمانہ سے تعلق رکھتا ہے جیسا طاہرہ کا یہ فقرہ کہ میرے فرزندونکا قوت ومعیشت بھی لے لیگئی۔ کون قیاس کرسکتا ہے ان سرچشمہ شرافت نفوس کی دشواریون کا جنھون نے اپنے حکومت واختیار کو خلق اللہ کے راحت وآرام کے لئے اِس طرح صرف کیا کہ اپنے کو مفلس ترین فرد عالم کی حیثیت مین ڈالا جس سے وہ غریب کی حالت کے اندازہ اور صحیح ہمدردی کے قابل ہون۔ اُنھون نے اپنے شرعی حصہ غنیمت یا محاصل کو تو کیا معنی خود اپنی کسی جائداد کی آمدنی کو بھی زیادہ تر غربا کے لئے صرف کردیا۔ اب وہ دیکھتے ہین کہ ہم بے اختیار ہین اور قبل اسکے کہ ہم نے زمانہ اختیار مین اپنے بسر اوقات کا بے اختیاری کی حالت مین خیال کیا ہو بے اختیاری نے ہمین بغیر کسی ذریعہ کے چھوڑ دیا اور زمین کا وہ ٹکڑا جو ہمارے کام آتا اُسے حکومت نے اپنے ”اختیار“ کی دلیل سے ہم سے چھین لیا۔

تنگی معیشت۔

اب بظاہر اگر کوئی صورت تھی تو یہ کہ علی اپنے اور فاطمہ اپنے حقوق سے دست بردار ہوتین اور حکومت کی ہر روش کو تسلیم کرکے رفاقت کا اعلان کیا ہوتا۔ لیکن علی وفاطمہ سے یہ ممکن ہو یا نہ ہو خود حکومت کی سیاسی بے اعتباری فوری اعتبار کی مقتضی نہ ہوتی۔ ان باتون کے لحاظ سے ہم کوئی تصفیہ نہین کرسکتے کہ اس وقت انکے بسر اوقات کا کیا خاص ذریعہ رہ گیا تھا جبکہ فدک ان سے لے لیا گیا۔ ایسا سمجھ کر جناب ذکیہ نے ونیز جناب امیر نے اپنی زمینداری اور باغ کو اپنے بعد وقف کیا جس سے سمجھہ مین آتا ہے کہ جناب امیر اور ذکیہ کو حضرت ابو طالب اور رسالتمآب کی خاندانی جائداد سے کچھ حصہ ملا اس صورت مین اگرچہ فاقہ اور اُس سے بچنے کے لئے شدید محنت کا غالباً موقع نہ ہو لیکن مقدار

نہین معلوم اور گذشتہ فقرات کے بنا پر خیال ہوتا ہے کہ انکی آمدنی اِس قدر کافی نہ تھی کہ وہ بغیر فدک کے محاصل کے بسر اوقات کے لئے کافی ہوتی۔

اللہ کی شان تھی کہ جناب امیر اور طاہرہ مع حسنین اور ام ایمن کے ابن ابو قحافہ کے پاس بحیثیت مدعی کے جاتے اور التفاتات کا نا منصفانہ انتقام تھا کہ یہ دیکھتے کہ ضرور نہین ہے کہ انصاف اور سیاست ساتھ ساتھ چلے یہ واپس آتے اور حسنین کے چھوٹے چھوٹے دلون پر چوٹ لگتی وہ دیکھتے یا نہ دیکھتے اُنکا دماغ جو اطاعت اور اظہار اخلاص کا عادی تھا گذرے ہوئے دو تین دنون سے دیکھتا کہ ہماری آن چوٹ کھا رہی ہے اور زمانہ ہمین پست حالتی کی طرف کھینچ رہا ہے! ہم نہین جانتے کہ جناب امیر اور ذکیہ نے حسنین کو کس طرح سمجھایا اور چپ کرایا ہوگا جب بچے۔ اپنی گذشتہ شان اور وقار کے فطری اثر سے اُنکو جو آج چہرہ پر حاکمانہ روکھاپن اوڑھے تھے۔ دیکھکر کہتے ہونگے کہ یہ تو وہی ہین جنکے جبڑے ہر وقت اظہار عجز و انکسار مین جھکے رہتے تھے" آج آپ انھین کچھ کیون نہین کہتے!

انصاف یا سیاست

رسول کے رحلت کے ساتوین دن یعنی بیعت کی یورش کے بعد طاہرہ کا اشتیاق زیارت مین گھر سے شب کو باہر نکلنا ابتک لوگون مین اِس آزادانہ فوری لحاظ کا سبب ہو سکا کہ اہل مدینہ راستون کے چراغ گل کر دیتے اور انصار و مہاجرین کی عورتین اپنے حلقہ مین لے لیتین۔ یہ حسنین کے دیکھنے اور یاد رکھنے کی چیز اُس قدر نہ تھی جس قدر ہمارے دونون خزادیون حضرت زینب اور کلثوم کے نہ بھولنے کی چیز تھی!

ایک حالت جسے ہماری خزادیاں بھولی ہونگی

باوجود اِس بڑے نقصان کے جو حسنین کو ہادی عالم کی رحلت سے ہوا تھا۔ ابتک وہ عظیم الشان ذوات باقی تھی جو نبی برحق کی پوری شرح کہی جائے۔ عرب کا ہادی اول اب نہ تھا لیکن فاتح عرب کی ذات مین وہ صحیح چربہ تھا جو رسول کو یاد دلائے۔ اور محبت کا دوسرا مجسمہ طاہرہ کی ذات مین موجود تھا۔ لیکن افسوس رسول کی رحلت کے بعد کوئی دن نہ گذرتا تھا جو اِس خوف اور یقین مین اضافہ نہ کرے کہ "ماں" بھی ہمکو چھوڑا چاہتی ہین۔ شاید بچے نہ سمجھتے ہون۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ اِس پُر غم خوف کے آثار جناب امیر کے دل اور تلطین نہ تھے۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ جناب فاطمہ زہرا کی مایوس شکستگی نے بچون کے چہرہ پر اندوہناک غم نقش نہ کر دیا ہو۔

حسنین کے لئے ابتک دو ذوات باقی تھین۔

اس طرح دن گذر رہے تھے۔ اُسکی رحلت کو جسکی نظر اور سایہ مین سات آٹھ برس کی عمر ہوئی تھی ستائیس دن پورے نہ ہوئے تھے کہ ماں کو اُسی حالت مین دیکھا جسمین نانا کو مفارقت کے بارہ دن قبل دیکھا تھا۔

ماں کی وہی حالت جو نانا کی تھی

بچون کے لیئے علالت اب کوئی نئی بات نہ تہی اور اُسکا جو خوف طاری تھا کیا عجب ہے کہ اندیشہ خیز یقین کی صورت ابتدا ہی مین اختیار کرتا جاتا ہو خصوصاً جبکہ وہ ماں کی بیکسل محبت اور توجہ مین علالت کو بارج دیکھتے ہون۔ بڑے وقت علالت کا آغاز ہوا تھا کہ اُسمین کوئی کمی نہ ہوئی۔ کیونکر کمی ہوتی جبکہ درمیان مین اور اُسکے قبل ایسے اسباب پیدا ہوئے تہے کہ اُسکی شدید ضرب گرا دیتی اور حیات معرض خطر مین گرفتار ہو جاتی۔ یہ حالت تھی بلکہ یون کہنا ہوگا کہ وہ دن بہت قریب تھا کہ طاہرہ بھی اپنے پدر بزرگوار سے جا ملتین کہ بچون نے آج پھر دیکھا کہ وہ آدمی اُس طرح مادر گرامی سے عذر خواہی کر رہے ہین جس طرح وہ حیات رسول مین اظہار اخلاص و ادب کو جائز رکہتے تھے۔ مین امید نہین کرتا کہ حسنین اُنکی عذر خواہی کے درجہ پر غور کی ضرورت سمجھتے ہونگے یا اُنھون خیال کیا ہوگا کہ وہ اپنی گذشتہ نامقبولیت کا علاج کرنے آئے ہین بلکہ بچے تو اسپر خوش ہو رہے ہونگے کہ اسوقت کا صاحب اختیار اپنی مشغولیتون کے باوجود ہمارے در پر پھر آیا اور یہ بھی دیکھتے ہونگے کہ مادر گرامی کے لہجہ اور شان خطاب مین کوئی لغزش نہین۔ مین نہین سوچ سکتا کہ بچے اسوقت کے مشہور مکالمہ کو کبھی بھُول سکتے تہے۔ اور نہ چند برس کے بعد وہ اُس گفتگو کو بھول سکتے تہے جو حضرت فاطمہ نے انصار و مہاجرین کی عورتون سے کی۔ نہ یہ حافظہ سے خارج ہونیوالی بات تھی کہ اسکے بعد مہاجرین و انصار دار الشرف پر حاضر ہوکر عذر خواہی کرتے ہین۔ یہ وقت تہے حسین ان مُرجھائے ہوئے دلون کی طبعی عظمت اپنے وقار کی لطیف لہر سے ذرا سی تسکین پاتی۔

بنت رسول کے مکالمات کا لہجہ اور مضمون اور حسین۔

اپنی رحلت کے ایک آدھ دن یا چند ساعت قبل سیدہ نے اپنے کو اِس سے تسکین دی تھی کہ بچون کے لیئے کھانا تیار کرا دین۔ نہلا دین اور سر مین کنگھی کر دین۔ آخری وقت اِن افعال محبت کا محرک ایک خواب تھا جس سے جناب فاطمہ کو یقین تھا کہ وقت قریب ہے کہ ہم اپنے پدر بزرگوار سے ملاقات کرین۔

ماں اپنے بچون کا آخری لحاظ کرتی ہے۔

غم کا طوفان اِس سے زیادہ بے رحم تھا کہ وہ بچون کی بھولی صورت اور جناب امیر کی تنہائی سے متاثر ہوتا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ سیدہ نے اپنی آخری وقت اِسکا لحاظ رکھا تھا کہ بچے زیادہ تر اُنکی آخری تسکین یعنی روضہ رسول پر رہین سیدہ کے ضعف اور نقاہت کی انتہا ہو گئی اور جناب امیر پر وہ حالت طاری ہوئی کہ بند قبا کھولتے اور عمامہ سر مبارک سے اُتارتے ہوئے سرہانے بیٹھ جاتے۔ لیکن باوجود بولنے کی طاقت نہ ہونے کے ذکیہ کی آنکھہ مین آنسو کا ایک قطرہ اِس فقرہ کے ترجمہ کے لیئے تھا کہ "روتی ہون اُن ظلمون پر جو میرے بعد تم پر ہونگے"۔ اور دوسری یہ بھولی نہ جانیوالی

وصیت تھی کہ حسنین سے بلند آواز سے نہ بولنا کہ وہ شکستہ خاطر اور غریب ہو جاوینگے" یا میرے بچے میرے بعد میری ملاقات کے مشتاق اور بیقرار ہونگے انھیں تسلی دینا کہ مجھہ سے جدا ہوتے ہیں"

اِسکے بعد غالباً جناب امیر مسجد مین اور بچے کہیں اور تھے کہ اسماکو "الصلوٰۃ یا بنت رسول اللہ" کا جواب ملا۔ حسنین پہونچ گئے۔ سمجھے ماں سو رہی ہے۔ پوچھا۔ اور پکارا لیکن جواب نے رسول کے ان خوبصورت کھلونون کو زمین پر لوٹتے دیکھا۔ تڑپنے اور چیخنے سے تسکین نہ ہوئی۔ چھوٹے بچون کو یقین نہ تھا کہ موت ماں کو بولنے نہ دیگی۔ چھوٹے چھوٹے ہاتھون سے اُن قدمون کو تھام لیا جنھین موت نے سرد اور خاکستری بنا دیا تھا۔ چومنے لگے۔ کہہ رہے تھے "اماں ہم تمہارے فرزند حسین ہین کچھہ بولو" لیکن افسوس موت مین یہ قوت نہ تھی کہ وہ اِس طفلانہ ناز محبت کا جواب دلا سکتی۔ ماں کی خاموشی ویسی ہی ناشکستہ رہی۔ چہرہ اور تمام اعضا کے رگ و ریشہ نے پھیلنے سے انکار کیا جو زندگی مین اسکا اشارہ ہوتا کہ آؤ گود مین آجاؤ۔ بچے ماں کے اِس خلاف امید سرد مہری پر۔ اور کڑھے اور اب شاید انھیں اسکا یقین آنے لگا کہ ماں اب نہ بولیگی۔ اِسنے بید کی طرح تھرتھرا دیا اور ناقابل بیان خوف نے اپنی آخری امید کی طرف دوڑا دیا۔ سر کے بال حسین کچھہ دیر پہلے ماں نے کنگھی کی تھی گرد آلود تھے۔ آنکھین اُبلی اور اشک آلود۔ چہرہ تمتمایا ہوا تھا۔ آواز مین غم کا بے تقنع آہنگ تھا کہ مسجد کے قریب پہونچے۔ کچھہ ضرور نہ تھا کہ حسنین اس دل شکن خبر کو اپنی زبان سے ادا کرتے۔ انھیں روتے اور اِس صورت سے گھبراتے اور دوڑتے ہوئے آتے دیکھنا کافی تھا کہ جناب امیر کو سب کچھہ سمجھا دیتا اور حقیقت امر کی ہلا دینے والی چوٹ لگتی۔ کوئی تھا جو پوچھتا کہ "اے فرزندان رسول خدا تمہاری آنکھونکو نہ رُلائو کیا رسول کی جگہہ خالی دیکھکر تمپر رقت طاری ہوئی" ہو اور حسین بسورتے اور باپ کو دیکھتے ہوئے کہتے کہ "ہماری ماں نے رحلت کی" اور یہ سُنکر وہ سر جسے ابن عبدود کی تلوار کا زخم نہ جھکا سکتا۔ جھکا یہانتک کہ زمین اُسے سنبھالتی۔!

ماں کی وداعی زیارت

اگرچہ ماں کی محبت آلود آنکھین پتھرا گئی تھین اور تسکین دہ الفاظ معدوم ہو گئے تھے تاہم ابتک بچے ماں کو دیکھہ رہے تھے لیکن وداعی زیارت کا وقت قریب آیا جسکے بعد حضرت فاطمہ زہرا کا روے مبارک چادر سے چھپا دیا جاتا۔ کون اُس بے تقنع اور بھولے جوش گریہ کا نقشہ کھینچ سکتا ہے جسمین بچے مشغول تھے جنمین کوئی سینہ اور سرد آغوش پر لوٹ رہا تھا اور کوئی ہاتھہ پاؤن اور پیشانی کو چوم رہا تھا۔ درد انگیز چیخ تھی

اور اُسمین یہ الفاظ سمجھہ مین آتے تھے کہ "اے مان جب آپ ہمارے جد بزرگوار کی خدمت مین پہونچین تو ہماری جانب سے سلام پہونچا دیجئیگا" جناب امیر زیادہ دیر تک اِس روح فرسا نظارہ کی تاب نہ لاسکے بڑھے اور بغیر اِس بے رحمی کے چارہ نہ ہوا کہ چھوٹے چھوٹے رونیوالون کو لاش سے ہٹائے کہ غش نہ کھا جائین!

بیبی کا مستقبل حال ہوگیا تھا۔

ہم یہ فقرہ کسی موقع پر لکھہ چکے ہین کہ "جب تک فاطمہؑ کے (علی) پہلو مین ہین ہم مجبور نہ کرینگے" اب اسکے بعد جناب امیر مجبور کئے گئے ہون یا نہ کئے گئے ہون کم سے کم انکا موقع اِس درجہ کمزور تھا کہ مجبور کئے جاسکتے۔ ظاہر ہے کہ موقع کی یہ کمزوری اسوجہ سے تھی کہ دخترِ رسول کی قوی الاثر ذات اب نہ تھی۔ اِس غم کے متعلق جناب امیر کے خیالات اور مورخین کے اشارہ جو مناسب موقع ملتے ہین لکھے گئے۔ حالت یہ تھی کہ جناب امیر گوشہ نشین تھے اور کسی سے ملاقات نہ کرتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ حسنینؑ موقع کے رد کیے ہوئے

جناب امیر کی روش اور حسنین کا مطالعہ۔

کا احساس اِس سے زیادہ کبھی نہ کیا ہوگا۔ اسلئے کہ بچے تو سادگی۔ صاف دلی۔ محبت اور سیدھی سیدھی باتین جانتے ہین۔ کشیدگی۔ دورنگی۔ قلب و زبان کی ناموافقت۔ کیا جانین یا کیسے سمجھہ جائین کہ دنیا مین ایسے بھی ہوتے ہین جو اُسوقت تک سلام فروش ہین جب تک اُنھین امید اور نفع ہے ورنہ اُن سے زیادہ تکلیف دہ علیحدہ کوئی نہین ہے۔ وہ کیسے سمجھتے کہ بیبی کے جھکنے والے اسوقت کیون آنکھین چرا لیتے ہین اور اپنے چہرہ بچالیتے ہین اور عجب نہین کہ اب گستاخانہ اور بُرا تو ہین انداز اختیار کرتے ہون۔ بچے انھین شناسا لہجہ مین پکارتے ہون اور وہ منھہ بنا کر ہٹ جاتے ہون۔

اِسکے بعد کا زمانہ بظاہر خلافت کی طرف سے جناب امیر کے لئے نزاعی نہ تھا بلکہ ایک متوقفانہ حالت تھی۔ خلافت اپنے کو اپنی جگہہ اپنے نقطۂ نگاہ سے مضبوط کر رہی تھی۔ یہ استحکام اگرچہ جناب امیر کے موقع کو اس معنی مین کمزور کر رہا تھا کہ انکے پاس کوئی ویسی چاشنی نہ تھی جیسی خلافت کے پاس لوگونکی دلچسپی کے لئے مہیا ہوسکتی تھی اور جناب امیر متاسف ہوسکتے تھے جیسا کہ ہوئے کہ قوم اپنے خصایص کا پوست اُتار کر آہستہ آہستہ ایک لباس پہن رہی ہے جس سے کچھہ زمانہ کے بعد پہچانے نہ جاسکی لیکن اس لحاظ سے کہ اسوقت وہ قوم کی درستگی اور حفظ خصائل کے ذمہ دار نہ تھے اُنھین بجز ذاتی تاسف کے دخل کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ اُنکی یہ بڑی خاموشی کبھی کبھی اِس طرح ٹوٹتی تھی کہ وہ بعض مواقع پر اپنے کو ایسے امورات کے لئے حکومت کو قرض دیدیتے تھے جہان وہ سمجھتے تھے کہ ایسا کرنا ہمارے خیال اور دین کی روح کے منافی نہین

بلکہ نظام قومی کے لئے مفید ہے۔ وہ ناموافقت ظاہر کرتے تھے جہاں انھیں ایسا کرنا مستحسن معلوم ہوتا تھا مثلاً قتل مانعین ذکوٰۃ جناب امیر کی پرورش حسنین کے مطالعہ بغیر نہ گذر سکتی تھی۔ انھیں انفرادی رائے کے وثوق۔ اپنے وقار کے اعتبار۔ اعتبار اور حقیقی ادب اور اطاعت کا راز۔ سمجھ میں آتا تھا۔ وہ اپنے پدر بزرگوار کے طرز عمل کو دیکھتے تھے اور چونکہ انکا موقع ایسا نہ تھا کہ وہ متضاد اثر سے متاثر ہوتے۔ جناب امیر کی پرورش ہر خیال۔ ہر ادا حسنین کی جزو عادت ہوتی جاتی تھی

بیٹوں کی حیرت مشہور اور تجربہ کی عام چیز ہے۔ یہ سنکر کہ لشکر روانہ ہو رہے ہیں وہ دیکھتے ہونگے اور اگر پوچھتے ہونگے کہ یہ لوگ کہاں جا رہے ہے اور آپ کیوں نہیں جاتے اور اگر جواب پاتے ہونگے کہ یہ لشکر اُن سے جنگ کے لئے جاتا ہے جو ہمارے حامی حقوق ہیں اور صاحب اختیار لوگوں کی اطاعت اور جیب گرم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ فرماتے ہونگے کہ ہم اسلئے نہیں جاتے کہ اپنے بھائیوں سے لڑنا کیسا اور حکومت ایسے موقع پر ہمیں فوج کیوں دینے لگی جس سے اسکا موقع مخدوش ہو جائے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ حسنین نے یہ سوال کیا ہوگا یا نہیں کہ پھر آپ مانعین ذکوٰۃ کی مدد کیجئے اور اُسوقت بجز اسکے اور کیا جواب دیا ہوگا کہ ہم حتی الوسع امت رسول کے قتال میں شریک نہیں ہونا چاہتے۔ اِس طرح زمانہ گذرا ہوگا۔ مال اور قیدیوں کا آنا مدینہ میں مشہور ہوا ہوگا اور حسنین اُن گرفتاروں کو رحم اور ہمدردی کی نگاہ سے دیکھتے ہونگے جو خلافت کے تسلیم نہ کرنے اور اہل بیت رسول کی پیروی کے ادعا میں گرفتار ہوے ہونگے

عناصر جو حسنین کے ہوش کو مدد دیتے ہیں۔

صحیح ہے کہ ابتک حسنین بہت کم سن تھے اور ہم اس ادعاے صریح کا موقع نہیں دیکھتے جس سے یہ کہہ سکیں کہ ان تمام واقعات کے پہلو کے متعلق حسنین استنباط اور استخراج کی پوری استعداد رکھتے تھے۔ لیکن یہ بغیر کہے نہیں رہ سکتے کہ آٹھواں برس بھی ایسا ہی نہ تھا جسکے اقتضا کے اعتبار سے یہ کہنے کی گنجایش ہو کہ واقعات کا نظارہ کسی طرح نقص کا تابع تھا بلکہ سچ تو یوں ہے کہ حسین نے جس فضا میں پرورش پائی تھی وہ اس درجہ ہوش پرور تھی جس سے یہ امید کی کیجا سکی کہ جو کچھ دیکھتے تھے وہ سالم حیثیت سے اُنکے حافظہ میں محفوظ ہوتا جاتا تھا۔ اور اِن سے جو کچھ نتیجہ نکلتے تھے اُسکا طول وعرض کتنا ہی کم کیوں نہ ہو لیکن وہ صحیح ہوتا تھا۔ اسکے لئے یہ باتیں معین تھیں۔ معائینہ طفلانہ حیرت کا استفہام اور جناب امیر کی موجودگی۔ یعنی اگر حسین نے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور جناب امیر سے سوال نہ کیا تو کم سے کم اصل واقعہ یاد رہا اور اگر سوال کیا تو واقعہ کے اُس قدر نتیجہ یا پس وپیش کے سمجھنے میں مدد ملی۔ جس قدر شرح جناب امیر نے مناسب سمجھی۔ یہ امورات مورخین کے صحیح استنباط میں

تاریخ کی خاموشی

ہندسکو ثبوت کی طرح معین ہوتے اگر جون کے سوالات موجود ہوتے یا اسکے متعلق جناب امیر کے جواب ملتے۔ اس سے حسنین کے اسوقت کی روشن خیال اور اُسکے درجہ کے سمجھنے مین مدد ملتی۔ لیکن ظاہر ہے کہ رسول کے بعد حسنین جو واقعات دیکھ رہے تھے اور اُسکے متعلق فطرتاً اُنکے جو سوالات یا جواب ہوسکتے تھے وہ ایسے نہ تھے جو عام موقع پر ہوتے یا جناب امیر اُسے ہر ایک سے کہتے پھرتے۔ اور چونکہ زمانہ ایسا تھا جسمین اہلبیت بہت کم لوگون پر اپنے راز کے متعلق اعتبار کرسکتے تھے اس لیے یہ امید کرنا کہ اور لوگون سے کیون معلوم نہ ہوا عبث ہے۔

حسنین کے نوین برس خلافت کا دوسرا دور۔

اس طرح یہ زمانہ گذرا اور حسین نو برس کے ہوئے۔ اُنھین معلوم ہوا کہ مرکز خلافت بدلا۔ شاید اُن واقعات کے بنا پر جو حسین کو معلوم ہون یا جنکی دھندلی یاد باقی ہو حسنین کو بھی یہ امید ہو کہ ہمارے پدر بزرگوار نانا کی امت کے عنانگیر ہون اور اس خبر کے مشہور ہونے نے ساتھ یہ کہ کوئی دوسرا حاکم ہوا جناب امیر اور بنی ہاشم کے بشرہ نے حسین کو اس موقع کی مایوسی سمجھا دی ہو۔

اِس دوسرے دور نے بھی جناب امیر کے متوقفانہ حالت مین کوئی زیادہ نازک موقع نہ پیدا کیا اگرچہ اسوقت کے مرکز خلافت کی گذشتہ گرمی طبیعت سے اسکا خوف ہونا ممکن تھا۔ بلکہ اسکے برخلاف اس لحاظ سے کہ امورات ملکی اور انتظامی کی اہمیت بڑھتی جاتی تھی خلافت کو نازک ملی موقع پر جناب امیر کی صلاح پر عمل کیے بغیر چارہ نہ ہوا۔

خلافت کے موقع کے اعتبار سے جناب امیر کا ایثار اُنکے فنا فی القوم ہونے کی بہترین دلیل ہوا اور فرق اسلامی کے لیے ہمیشہ کی ایک نصیحت ہے کہ کہان وہ باوجود اختلافات کے دینی اور ملی موقع پر اپنے کو متحد دکھا سکتے ہین۔ اور ملکر کام کرسکتے ہین۔

ابن عمر کا ایک فقرہ

اِس زمانہ کے واقعات مین اس خیال کے نشوونما کا ثبوت ملا کہ وہ مساوات جو اسلام نے سکھائی تھی خاندان رسالت پر اُسکے استعمال کا ادعا ہوتا۔ اگرچہ دوسرے کے مقابلہ مین اِس اصول کی کوئی باز پرس نہ کیجاتی یہ حالت خلیفہ زادے سے ظاہر ہوئی اور غالباً اُنھین سے اِسلیے ظاہر ہوئی کہ وہ اپنے باپ کو خلیفہ دیکھتے تھے اور تقسیم غنیمت کے وقت کہہ رہے تھے کہ "حسن وحسین دو لڑکے تھے جو مدینہ کی گلیون مین کھیلتے پھرتے تھے،، میرا مطلب یہ نہین ہے کہ مین مساوات کی مخالفت کر رہا ہون بلکہ مجھے عادلانہ مساوات کے نہ برتے جانے کی شکایت ہے کہ کیون حضرت عایشہ کے بڑے وظیفے اور پھر گھوڑے پر اعتراض نہین ہوا۔ ہان۔ مین یہ بھی کہہ رہا ہون کہ مساوات پسندی کے معنی احسان فراموشی نہین ہین۔ اور سچ پوچھو تو میرے نزدیک نہ یہ ادعاے مساوات

موقع تھا نہ نقابت احسان شناسی کا۔ بلکہ اِس موقع کی روح یہ ہے کہ خاندان رسالت کے ساتھ کوئی لحاظ آنکھہ سے دیکھنے کی چیز ہوتی اور اعتراض کیا جاتا۔ یہ میرے قیاس کے باہر ہے کہ حسنین نے اِسے محسوس نہ کیا ہو۔

حسین کا خلیفہ ثانی سے منبر پر خطاب قبل بلوغ تھا۔

کس سنہ اور موقع پر یا کس سِن مین حسین نے خلیفہ دوم کو مخاطب کیا جسوقت وہ منبر پر تھے۔ نہین معلوم مین اس روایت مین علامہ سیوطی کے اجتہاد کی بنا پر آگے بڑہتا ہون۔ اِسکے سمجھنے کے لئے موقع اور الفاظ کی بو کے علاوہ اور کسی چیز سے مدد نہین مِل سکتی۔ الفاظ کہتے ہین کہ وہ واعظ کو پہچانتے ہین۔ منبر کو پہچانتے ہین۔ اپنے باپ کے منصب اور حقوق سے واقف ہوگئے ہین۔ کون جانے کہ حسین نے کتنے دیر سنا۔ سُننے کے بعد تخمین التمیز دینے مین کتنی دیر لگی اور کہنے یا نہ کہنے کا تصفیہ ارادہ کی کس قدر جنگ کے بعد ہوا۔ لہجہ اور الفاظ کہتے ہین کہ حسین کو اپنے الفاظ کے نتیجہ کا ملکی احساس نہ تھا۔ لیکن اگر مجھے حسین کی اسوقت تک کی حیات سے تصفیہ کرنا ہو تو کہون گا کہ ایسے واقعات حسین کی کمی ہوش نہ ہوتی مین گذرے تھے جس سے امید کیجاتی کہ وہ جانتے ہون اور باوجود اِسکے اُنکا جوش اُنکے اسوقت کے ضبط سے بڑھگیا ہو۔ یہ موقع بھی تصفیہ مین آسانی پیدا کرتا اگر یہ معلوم ہوتا کہ واعظ کا بحث کیا تھا اور تقریر کے کس خاص موقع پر حسین سے ٹوکے بغیر نہ رہا گیا۔ لیکن مورخین نے واقعہ کے اس مفید کڑی کو کھو دیا۔ غالبًا اسلئے کہ حسین کی طفلانہ جھلاہٹ اور ابن الخطاب کی بزرگانہ بردباری کے علاوہ اور کسی پہلو کا دکھانا اُنکے نزدیک غیر مفید تھا۔ حکومت کا یہ سوال توجہ کے قابل ہے کہ "یہ تمہین کس نے سکھایا ہے"۔ جو کچھہ بھی ہو الفاظ آمد شباب کی بو دے رہی ہین اور باوجودیکہ سرزمین عرب خط استوا کے قریب ہے۔ جہان معتدل یا سرد ملکون سے بہ نسبت جلد بلوغ ہوتا ہے۔ مین گیارہ یا بارہ برس سے زیادہ عمر کا تصفیہ نہین کرسکتا۔

سِن کے سمجھنے مین ترتیب دیوان کے واقعے سے مدد

عُمر کا یہ تصفیہ اِس لحاظ سے بہی ہے کہ ترتیب دیوان کا قصہ سنہ ۱۵ھ مین بتایا گیا ہے جسکے اعتبار سے حسین اسوقت ساڑھے گیارہ برس کے تہے اور چونکہ خلیفہ نے حسین کے وظیفہ مین لحاظ کیا تہا طبعی لحاظ یہ چاہتا ہے کہ حسین اسکے بعد روکھا پن جائز نہ رکھتے۔ لیکن میرا یہ قطعی تصفیہ نہین ہے۔ حالت اسکے بالعکس بہی ہو سکتی تہی اسلئے کہ ترتیب دیوان مین حسین کا حصہ کوئی اِسکی رشوت نہ تہی کہ وہ کچھہ کہہ نہ سکتے۔ لیکن اگر طبعی لحاظ حسین کے آیندہ خاموشی کا باعث ہو سکتا تھا تو میرے خیال مین یہ روایت بھی قصہ منبر کے بعد کی ہے کہ "میرے سر کے بال تمہارے ہی آگائے ہوئے ہین"۔ لیکن ابہی سیاسی نقطہ نگاہ بہی ہے جو اسکا موید ہے کہ

خلیفہ کی خاموشی الفاظ کے بے پردہ سیاسی موقع سے۔

قصۂ منبر ترتیب دیوان اور متذکرہ بالا روایت کے پہلے کا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگرچہ حسین بہت کم سن تھے اور انھیں نہ خود کوئی اختیار تھا نہ اُنکے پدر بزرگوار کا ایسا موقع تہا کہ لوگ خوشامد مین ساتھ دیتے تاہم ایک کمسن بچہ کا جو رسول کا نواسہ بھی ہو بھری محفل مین یہ کڑوا سچ مُنھ سے نکالنا کہ میرے باپ کے منبر سے اُترآؤ ایک ایسی بڑی حرکت قلوب مین پیدا کرسکتا تھا جو خلافت کے مفید نہ ہوتی۔ خلافت کی طرف سے کوئی چشم نمائی نامقبولیت کی محرک ہوتی کیونکہ کوئی دلیل حسین کے قول کے رد مین نہ لائی جاسکتی۔ اس لئے بجز اسکے کوئی مصلحت نہ تھی کہ ہنستے ہوئے چہرہ سے انصاف پسندانہ اقرار کیا جاتا کہ ہان تمہارے باپ کا منبر ہے جس سے لوگون مین تردید کے لئے مستعد ہوجانیکی حرکت نہ ہوتی بلکہ خلافت کی انصاف پسندی اُنکین اپنی جگہہ رکھتی۔ اور چونکہ اس فقرہ نے یہ سمجھا دیا تھا کہ یہ بچہ کس طرح کا بیخوف صاف گو ہے اسلئے ضرورت ہوئی کہ اُسکی دلجوئی اور خاموشی کے لئے ہمیشہ توجہ اور لحاظ سے کام لیا جائے جس سے لوگون مین مقبولیت بھی پیدا ہوتی جائے۔ اور کبھی اُنھین حقیقت امر کا بے نقاب احساس نہ ہو۔

حسین کے الفاظ اور جناب امیر۔

حسین کے اِس کہنے سے جناب امیر کا موقع نازک ہوگیا تہا۔ خیالات اور الفاظ بے لگام ہو جاسکتے تھے۔ اسلئے کہ سننے والون مین ہر شخص خلیفہ کا ایسا معتقد بدرجہ نہ تہا۔ یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ہر شخص حسین کا ساتھہ دیتا وہ کیسا ہی سچ کیون نہ کہتے ہوتے بلکہ کم ہی سہی لیکن حکومت کے ساتھی یہ سمجھے ہوئے حمایت مین اپنی آواز بلند کرسکتے تھے۔ موقع کی بے لطفی کو جناب امیر کی چشم نمائی نے دفع کیا ہوگا اور شاید اسکے بعد حسین کو اسکی نصیحت کی گئی ہو کہ اگرچہ سچی بات کہنا تعریف کا مستحق ہے لیکن ایسا بھی موقع ہوتا ہے کہ قطعاً خاموشی قرین مصلحت ہوتی ہے اور پھر اسکے بعد حسین کی بے تکلف صاف گوئی پر اُنھین پیار بھی کرلیا ہو۔ خدا ہی جانتا ہے کہ مکہ مین معاویہ کے اِس تقریر پر کہ حسین نے مجھسے بیعت کی حسین کا خاموش رہنا اسوقت کی تعلیم سے متاثر تھا یا نہ تھا۔

حسین اور شہربانو۔

زمانہ گذرتا گیا یہانتک کہ حسین کی عُمر کے اُس مشہور حصّہ تک پہونچا جسمین اتفاقات نے اُنھین اور یزدجرد کی لڑکی کو یکجا کیا۔ تعجب خیز موقع اور حیرت انگیز پسند کا حُسن اتفاق تہا۔ شہربانو خاندان کسریٰ کی یادگار نہ ہوتی اگر بنی ہاشم کے علاوہ کسی کو جیتی۔ اسوقت اسیر ہی سہی لیکن اسیر وحشیانہ پسند مین غرق نہ کیا تہا۔ بلند نظری اسیر نہ ہوئی تھی۔ مغرور آن دار دل سینہ مین تھا۔ اور نگاہ مین وہ ملکہ تھا جو بہترین شئے کے علاوہ کسی پر ٹہرتی نہ تھی۔ یہ استفسار دوسرے مین مقابل خصوصیت کا

امتیاز اور انتخاب کر سکتی تھی۔ بلند شاندار بشرے کا پہچاننا جس پر شرافت اور نجابت کی تحریرین ہون چھپ جانیکی چیز نہین ہین انکے مٹنے کے لئے صدیون کی ظلم۔ افلاس اور لازمی پستی مین رہنے اور یہانتک ذلیل ہو جانیکی ضرورت ہے کہ اُسے طبعاً قبول ہی کر لے یہانتک کہ ذلت کو ذلت نہ سمجھے کے دن ہوئے تھے کہ شہر بانو ملکہ فارس نہ رہی تھی اور کے دن ہوئے تھے کہ حسین شاہزادے نہ تھے۔

شہر بانو کا دربار مین داخلہ۔

موقع کا خیال کرو کہ ایک قوم فتح کی خوشخبری اور مفتوحہ اسباب کی نادر چیزین دیکھنے کی مشتاق ہے جنمین مغرور کسریٰ کی ایک شاہزادی بھی ہے۔ داخل ہوتی ہے۔ اُسکی نگاہین مجبور ہین کہ موجودہ منظر دیکھین۔ شاہانہ نام غیرت اور ناشکستہ تحکم سے مجمع کو دیکھتی ہے لیکن فطرت نے اسکی ساتھ اُناثی نرمی اور حُسن کی لطافت عطا کی ہے جسے زیورات اور لباس نے اور زیادہ دلکش بنایا ہے۔ اور ان سب کے باوجود وہ موقع بھی عین حقیقت ہے جس سے مایوسی اور دل شکستگی کے نقش کا چہرہ پر نہ ہونا ممکن نہ تھا شہر بانو کے داخل ہوتے ہی مجمع مین ایک قلبی حرکت کا ہونا فطری تھا لیکن اس عبرت خیز منظر سے متاثر ہونا بھی ویسا ہی فطری تھا۔ اِس نے کچھہ کو خاموش کر دیا ہوگا۔ کچھہ نے اپنے افتخار کے نزاعی جوش کو روکا ہو گا اور کچھہ عملی ہمدردی کے اظہار پر آمادہ ہو گئے ہونگے۔ ہم نہین جانتے کہ کسی کی ہمدردی کی لہرین اور قیافہ اسوقت اِن جذبات کا اس قوت سے مظہر تھا یا نہ تھا جو شہر بانو کو متوجہ کر سکتا اور وہ اسکی گرفت کرتین۔ ہم نہین جانتے کہ ہاشم ابن عتبہ ہون یا احنف ابن قیس اُنھون نے ان شاہی اُسرائے اہلبیت نبوت کے حسن صفات اور نام کا تعارف کرایا یا نہین جو اسوقت مدد دیتا۔ لیکن وقت آرہا تھا۔ کہ دماغی حرکات کا مسئلہ حل ہوتا اور آئندہ اشارے اُسکی شرح ہوتے۔

خلیفہ کا حکم اور شہر بانو۔

وہ پہلا حکم صادر ہوا جس سے دربار کے کسی خادم کو یہ آزادی حاصل ہوئی کہ وہ شہر بانو کے جسم سے آخری علامات شاہی کو دور کر دیتا۔ اور پھر مجمع اسے دیکھتا۔ شہر بانو کی گردن جھکی لیکن تعمیل حکم کرنے والے کو قریب دیکھکر پھر اُٹھی اور بلند ہوئی۔ شریفانہ آن عود کر آئی اور اپنے گرفتار ہاتھون کی کمزور قوت یا کمزور ہاتھون کی گرفتار قوت سے سینہ پر "دوہتڑ" مارا۔ ایران کی شرافت یہ آخری لڑائی لڑ رہی تھی۔ کسی شریف اور شجاعت سے متاثر دل کے لئے اِس سے زیادہ اندوہناک منظر ممکن نہ تھا۔ لیکن افسوس ہے موقع کی تحکمانہ برہمی اور افتخار کے عدم اعتدال نے جنسِ شریف قیدی کے حس کا احساس نہ کیا۔ اور "عمر رضی اللہ عنہ غیظ و غضب مین آئے اور لوگ اُس ملکہ مکرمہ پر تازیانہ بلند کیے ہوئے منتظر حکم کے تھے اور وہ رو رہی تھی[۱۱]"

اندوہناک خاموشی اور جناب امیر کی صدا۔

اس سناٹے اور قیدی کی بیکسی کے کسی وقفہ مین ایک آواز بلند ہوئی جو کہہ رہی تھی کہ "ٹھہرو" "غصہ نہ کرو" لوگ مخاطب ہوئے اور ہر ایک کے دل سے تسکین کی ٹھنڈی سانس نکلی جب لقیب حکمت سے رسول کی یہ حدیث سُنی کہ "جو عزیز و رئیس قوم کہ ذلیل و خوار ہو جائے اور جو غنی و تونگر کسی قوم کا محتاج و نادار ہو جائے تو اُنپر رحم کرو" ہم نہین جانتے کہ بھولے ہوئے رحمۃ للعالمین کے صدائے بازگشت اور موقع کی افسردگی نے "رحم" کے لفظ کو یاد دلا کر کتنوں کو چشم پُر آب کر دیا ہوگا۔ لیکن ہم سمجھتے ہین کہ شہربانو کے لئے اشہد ان محمدا رسول اللہ کہنے کا دوسرا وقت نہین ہوسکتا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ملا۔ ہوش آگیا اور شہربانو نے جناب امیر کو دیکھا۔ اب مخصوص توجہ کے بعد اسوقت کے جذبات کا صاف پڑھ لینا آسان سے بھی زیادہ سہل تھا۔ پہلی نظر کے بعد اپنے شرافت اور عزت کے وکیل کو پھر دیکھنا استغاثہ تھا۔

دوسرا رنگ

جناب امیر کی تقریر سننے مجمع کا اب رنگ دیکھئے اور شہربانو پر نگاہ جلنے مین جس قدر عرصہ ہوا ہو لیکن خلافت کی نگاہ اب موقع کو علی کی تقریر سے متاثر ہوکر دیکھ رہی تھی اور اب یہ تماشہ دیکھا کہ فارس کی شاہزادی شاہ کونین کے نواسہ کی طرف دیکھ رہی ہے۔ اُس فراست سے جسکی معنی سمجھنے مین کوئی غور کی مشقت نہ ہو خلیفہ بھی اسکے معنی "التفات" ہی سمجھے۔ جس وقت شہربانو کی نگاہ نے اس سبزہ آغاز کو دیکھا وہی وقت اُنکی حقیقی اسیری کا تھا اسلئے کہ لوگون مین از روئے صباحت و وجاہت کے حسین سے کوئی بہتر نہ تھا۔ ایک کھلتا ہوا پھول اپنی فطری تازگی اور اپنے خاندانی خصوصیات کی روشن تحریرون کے ساتھ نرمی سے اپنی اصل کی سایہ مین اُگا ہوا تھا سن کی بیخبری شباب کی لطافت اور آتی ہوئے جوانی کی گوارا سختی کے ساتھ غزالانہ حیرت نے شہربانو سے کہا کہ ہمین دیکھو اور شریفانہ بلند بشرہ کی ہمدردی نے شاہزادی کو اسیری کا آزادانہ جوش دلایا وہ کچھ دیر کے لئے بھول گئی کہ ہم کہاں ہین۔ کھوئی ہوئی چیز گئی تھی۔ لبون مین حرکت نہ تھی۔ دل تھا جو کہہ رہا تھا کہ کیا ہمین اپنی کنیزی مین قبول کروگے یہ آنکھین جذبات کی ترجمان تھین۔ اور دل ہی تھا جو معنی خیز حرکت کا احساس کر رہا تھا۔

بجز حسین کی موجودگی کے اُنکے قیافہ کی کسی شان۔ انداز کی کوئی صورت اور الفاظ کی کسی دھیمی صدا کا بھی ہمین علم نہین۔ اسلئے ہم کسی استنباط کی جرأت نہین کرتے۔ ہم اب تک جو کچھ دیکھ سکے تھے وہ جناب امیر کی موجودگی اور اظہار خیال۔ خلیفہ کے فقرات۔ شہربانو کے انداز موقع کی مناسبت اور مستغنی فطری شان تھی جسکی تاریخی حیثیت باب سیوم مین دکھائی گئی ہے۔

مصلحت عملی

اب بغیر اسکے کہ موقع کی نزاکت۔ اُسکی سیاسی شان۔ جناب امیر کے فقرات کی قوت اور شہربانو کے میلان وغیرہ پر زیادہ روشنی ڈالی جائے یہ کہنا خلیفہ کے ساتھ انصاف ہوگا کہ انہوں نے چند لمحہ پیشتر کی روش کو ایسے طرز عمل سے بدلا جو مقبولیت کا باعث ہوگا۔ اگر حاضر الوقت مطلعین "شکر گذار اور منت پذیر" ہو سکتے تھے" تو جناب امیر خوش تھے کہ کسرےٰ کی لڑکی بیوی وکالت سے موجودہ اسیری سے اس درجہ بلند ہو سکی کہ اب میری بہو ہے۔ کیا اسوقت طاہرہ یاد آئی ہوگی کہ ہوتین تو اپنی بہو دیکھتیں۔ ج اور حسین تو اب خلیفہ کا "ہدیہ اور تحفہ" لیے ہوئے جارہے تھے۔

پس ماندہ اسباب شاہی

حضرت شہربانو کے محافظین نے اس شرط پر اپنے کو ہاشم کے حوالہ کیا تھا کہ اُنھین امان دیجائیگی۔ اس شاہی گروہ کے پاس اب تک بہت سا سامان امارت اور خدام اور کنیزین تھین انصاف یہ چاہتا ہے کہ انکے ساتھ اسیران جنگ کا برتاؤ نہ کیا جاتا اور انکی جان مال اور عزت وآبرو دار الحرب کے اصول کے ماتحت نہ ہوتے ان واقعات کے بنا پر انکے داخلہ دربار مین جس قدر بے عنوانی اب تک ہوئی ہو آخر مین ایسا ہونا ممکن تھا کہ یہ اپنی رائے اور موقع مین آزاد سمجھے جاتے اگرچہ انکے لئے جناب امیر کو وکالت کی ضرورت ہوتی۔ اور ایسا ہونیکے بعد کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ تمام اسباب جو شہربانو سے متعلق تھا وہ انکے حوالہ نہ کیا جاتا اسلئے کہ یہ غنیمت مین داخل نہ تھا۔ مین سوچتا ہون کہ ایسا ہی ہوا ہوگا ورنہ۔ بشبہ اگر یہ روایت صحیح ہو واقعات سے کہ حضرت

کنیزوں کی آزادی کے معنی

شہربانو نے اپنی سو کنیزون مین سے پچاس کنیزین اپنی کنیزی کے دوسرے دن آزاد کردین۔ پچاس کنیزون کی آزادی بجائے خود ایک شاہانہ بلند حوصلگی ہے۔ لیکن یہ محض شاہانہ بلند حوصلگی نہ تھی جس سے شہربانو نے ایسا کیا۔ بلکہ ایک "لڑکی" جو اپنے شاہانہ تزک واحتشام کے آیندہ خواب دیکھنے کی بھی امید نہین کرسکتی اپنے بھلے دنون کی خوشی آیندہ حالات کو خود سے دور کر رہی ہے۔ وہ اپنے کو اپنی موجود حالت کے موافق بنا رہی ہے۔ ایسا کرنا قیاس کے اندر نہ تھا جب تک اُسمین وہ کیفیت نہ پیدا ہوئی جسے "خوشی" اور اطمینان کہتے ہین۔ اور اسلام کی تاریخ مین غلام یا کنیز کی آزادی اظہار شکر اور امتنان کے علاوہ کوئی معنی نہین رکھتی۔ حضرت شہربانو کی پسند جس اُمید کی ابتدا تھی کنیزون کی آزادی اُسکی مسرت کا ضمیمہ تھا۔ اُنکی اسیری کے اتفاقات اور گذشتہ کی افسوسناک یاد کے لحاظ سے اُنکی موجودہ حالت کے علاوہ اُنکے تسکین کا اس سے زیادہ کوئی حل نہین ہوسکتا تھا۔ حسین اُنکی تسکین۔ حسین اُنکے وقار اور حسین اُنکی راحت تھے۔ وہ پست نہ ہوئی تھین بلند ہوئی تھین۔ کم مثالین ہونگی جسمین کسی افسوسناک ابتدا کی ایسی انتہا ہو۔

خوشگوار تعلقات کی کافی مثال۔

اگرچہ ہمین اسکے بعد حضرت شہربانو اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے آپس کے تعلقات کی خبرین نہین معلوم ہین لیکن شیرین کی روایت اِس تصفیہ کے لیئے بہت کافی ہے کہ یہ تعلقات نہایت خوشگوار تھی - یہ روایت بتاتی ہے کہ یہ لوگ کس درجہ ذکی الحس تھے۔ کس درجہ ایک دوسرے کی خاطر کا لحاظ تھا۔ اور کس درجہ حضرت شہربانو حسین کی خاطر اور اطاعت کو اپنے خیال کی حد تک بجالاتی تھین۔

دنیاوی اور روحانی شہنشاہی کا فرزند۔

حضرت شہربانو کے واقعات ہمارے لیئے اِسوجہ سے اور توجہ کے قابل ہین کہ انھین کو یہ افتخار حاصل ہوا کہ انکے بطن سے ۳۸ھ مین امام چہارم کی ولادت ہوتی۔ وہ امام جنکے سرمایہ حیرت صبر نے حسین کے صابرانہ فرض کو کربلا سے کوفہ۔ کوفہ سے دمشق اور دمشق سے مدینہ تک پورا کیا اور تمام عمر صبر اور برداشت کی زندہ تصویر بنے رہے۔ امام چہارم کو نہ صرف اپنے پدر بزرگوار کی صفات بلکہ اپنی مادر گرامی کی اسیری کے اتفاقات کا بھی ورثہ ملا

اُنیسوان برس۔

خلافت کے اِس دور کے اختتام یعنی ذی الحجہ ۲۳ھ تک حسین کا سن اقدس اُنیس۱۹ برس کئی مہینہ کا تھا۔ اسمین جس قدر واقعات گذرے وہ نہ صرف حسین کے ہوش کے زمانہ کے تھے بلکہ وہ اب اُن تمام قوتون کے مالک تھے جس سے کوئی واقعات کو دیکھتا اور اُس سے نتایج اخذ کرتا ہے۔ اور یہ زمانہ صریحًا حسین کا وہ زمانہ تھا جسمین انھین گذرے ہوئے واقعات جو کچھ ہوش کے زمانہ کے تھے بتائے جاتے اور وہ موجود کے تقابل سے ہر ایک کو سمجھ لیتے۔

دور ثانی کی خصوصیات اور حسین۔

یہ زمانہ مسلمانون کی ملکی فتوحات اور اُسکے لازمی مشغولیتون کا وقت تھا اگرچہ خود اسمین ہمین ایسے واقعات نہین معلوم جسمین حسین کی کوئی عملی شرکت ہو لیکن چونکہ یہ خبرین ہین کہ جناب امیر سے شام اور فارس کی فوجی صلاحین۔ زمینون کی پیمایش۔ محاصل کی تقرری۔ تعین سنہ۔ مناسب قابلیتون کے آدمیون کا انتخاب۔ مقدمات کا فیصلہ متعلق ہو گیا تھا۔ ناممکن تھا کہ یہ امورات اور انکے اصول حسین کے لیئے ہوتے حسین اسوقت کے جنگی شور مین شریک نہ سہی لیکن ناممکن تھا کہ فاتح عرب کی جنگی خصوصیات نے حسین مین ایک سخت جاگتا ہوا جوش نہ پیدا کیا ہوتا۔

اور گو کہ زمانہ تھا جسمین خلافت کی کوئی توجہ انکے ساتھ رعایت کی جاتی لیکن کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ وہ جو اپنے باپ کا منہ پہچاننے لگا تھا وہ منصب اور حقوق نہ پہچانتا ہوتا یا یہ نہ جانتا کہ یہ میرے نانا کی امت ہے جو سمجھ رہی ہے کہ وہ اِس وقت ہماری نگرانی سے مستغنی ہے۔ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اہل مسلمانون کی

طرح فہرست مین ہوتا اور یہ نہ سوچتا کہ رسول نے جوکچھہ ہمارا حصہ قرار دیا تھا وہ اُس سے الگ تھا جو اس وقت حکومت نے مناسب سمجھا ہے۔

حسین کے ملاحظہ کی چیزین فتوحات کے شور کے پیچھے تھین۔

لیکن حسین کے دیکھنے اور سمجھنے کے لیے اس سے بڑے مسائل تھے کہ اُنھین کوئی فوجی عہدہ ملا یا نہین یا وہ خمس کے حقدار سمجھے گئے یا نہین۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ بغیر حسین کی توجہ کے نہین گذرے اس لئے کہ اسکے متعلق اُنکے پدر بزرگوار کے خیالات ہین کہ وہ کیا دیکھہ رہے تھے۔ میری غرض فتوحات کے شور کے پیچھے یہ تھا قوم اپنے بعض خیالات اور احساسات سے اِس قابل ہوئی تھی کہ بڑھ سکے۔ بڑھنے کی یہ قابلیت اُس تعلیم کا ورثہ تھا جو اُنھین ہادی برحق سے ملا تھا اُسنے اُنھین اسقدر ممالک نہین دیئے تھے جس قدر قومی صفات کے عناصر عطا کئے تھے۔ اب قوم ملک مین ڈوب گئی تھی اور یہ دیکھنے والا نہ تھا کہ تم صفات قومی کو زیادہ کرتے جاتے ہو یا کھوتے جاتے ہو۔ مدبرین زیادہ سے زیادہ مفتوحہ ممالک کے سنبھالنے کی فکر مین تھے لیکن قومی ڈھانچہ کا کوئی محافظ نہ تھا اور جس جس طرح مشغولیتین بڑھتی جاتی تھین اگرچہ صفات قومیت کی ضرورتین بڑھتی جاتی تھین لیکن یہ نئے اسباب اُسے گھٹاتے جاتے تھے۔

حصول علم کے ذرائع

مجھے اسکا بھی لحاظ ہے کہ ممکن ہے کہ شباب نے باریک سیاسی مسائل مین اُلجھنا گوارا نہ کیا ہو اور اس سے واقعات کا تمامتر سمجھنا اور اخذ نتائج اپنی کوشش سے نہ ہو بلکہ صرف اُسی قدر ہو جس قدر جناب امیر کے اشارون سے ممکن تھا یا جہانتک دور دور سے نظر جا پڑی تھی لیکن بہت جلد زمانہ آنے والا تھا جو بڑی قوت سے ترجمہ کرتا اور اُسوقت لوگون کے واقعات گویا ہوئے بغیر نہ رہتے۔ اسوقت اگر باریک نگاہ کے محتاج اسباب تھے تو اُسوقت ظاہر نتائج تھے۔ اکثر مواقع کے متعلق حسین کے خیالات کا موقع نہ ہوتا کچھہ تو اِسوجہ سے ہو کہ کوئی اُنکے ہر اشارے۔ الفاظ اور خیال کا ضبط کرنیوالا نہ تھا اور کچھہ اگلے وقت کے اس اصول کی بنا پر کہ افسر خاندان کے ہوتے ہوئے ماتحت متعلقین معاملات مین ذمہ دار نہ سمجھے جاتے تھے۔ حسین کا یہ موقع اُنکی عمر کے چھیالیس برس تک رہا۔ لیکن اس عالم اسباب مین اپنے گرد و پیش کے واقعات کے جاننے کا ہمیشہ یہی ذریعہ نہ تھا کہ کوئی ہر امر مین دخیل بھی ہوتا ہے بلکہ کچھہ تو بزرگون کی تعلیم۔ کچھہ اُنکی نگرانی کے اثر۔ کچھہ اُنکی پیروی کچھہ مستند سمجھدارون کے طرز عمل اور گرد و پیش کی فضا کی نوعیت۔ اور پھر اسکے بعد اپنی موجود قابلیتون سے اُسکا دیکھنا اور سننا تھا۔

میں اسپر کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا کہ ایا زیر ذکر سایہ میں رہنا زیادہ مفید ہے یا ہر امر کا خود فیصلہ کرنا اور دخیل ہوتے رہنا۔ میرا تصفیہ ہے کہ وہ لوگ جنھیں فطرت نے یہ صحیح قابلیتیں عطا کی ہیں کہ وہ حتی الامکان خود پیش آنے والے واقعات کا تصفیہ کرتے رہیں انھیں سمعی باتوں سے اپنے فیصلہ پر زیادہ اعتبار ہوتا ہے اور وہ انھیں رفتہ رفتہ ایک استعداد کا نشو ہوتا ہے جو آیندہ صحیح تصفیہ میں مدد دیتی ہیں لیکن بیچارہ انسان اپنے تجربے کے وقتوں میں یہی کیوں نہ سوچے کہ اُسکی سائنس کے اشارہ پر زمانہ چل رہا ہے لیکن اکثر وقت آتا ہے جسمیں اُسے ہوش آتا ہے کہ ہماری سائنس [illegible] میں مبتلا ہو سکتی ہے اور ہم سانس لینا چاہتے ہیں اور نہیں لے سکتے اور جس وقت ہم داہنا ہاتھ [illegible] سمجھتے تھے ان میں ہوش نہ تھا کہ بایاں ہاتھ ہی ہے۔ اُسکا محدود ہوش اُسے اُس سے زیادہ گرا دیتا ہے جس قدر وہ [illegible] میں مبتلا ہو سکا تھا۔ کتنی باتیں وہ خود سے سوچ سکیگا اور کہانتک وہ گذشتہ کے تجربے سے اپنے کو مستغنی سمجھیگا کہ آیندہ ہر قدم پر ٹھوکریں نہ کھائے۔ ہمارے زمانہ کی مثالیں سمجھاتی ہیں کہ وہ جو پرانی تعلیم کے اثر کے ساتھ زمانہ کی روش سے واقف ہوئے وہ ان سے اچھے رہے جو زمانہ گذشتہ کی سہولت میں گرفتار رہے اور وہ اُن سے بھی عقلی اعتدال کے دائرہ میں رہے جنھوں نے ہر قسم کے اثر سے خارج ہو کر ہر جگہ اپنے اجتہاد سے کام لینے کو بہتر سمجھا۔ نتیجہ یہ ہے کہ ابتدائی عمر کے بڑے حصہ تک مناسب اور محتاط تعلیم کے ذریعہ اثر ہونا اگرچہ اسمیں کسی طرح کی آزادانہ جنبش نہ ہو آیندہ کے لئے آگے بڑھنے کا ایک مرکز حوالہ کرتا ہے جسکے بعد ہم ہر ہوا کے ساتھ اڑتے نہ پھریں۔ اور خیالات اور اُنکے اثر کے حدود سے واقف ہو جائیں۔ اس سے ہمارے فاعل مختار انسان ہونے میں کوئی ضعف لاحق نہیں ہوتا۔ تو اگرچہ حسین کی عمر کے بڑے حصہ تک ہمیں معلوم نہ ہو سکا ہو کہ حسین کے خیالات کی رفتار کیا تھی لیکن یہ معلوم ہے کہ اُنکے ابائے طاہرین کے خیالات اور عمل کیا تھے اور اس فضا سے جو اثر حسین کے خیالات اور عمل پر پڑ سکتا تھا وہ اس قدر اطمینان خیز ہے کہ اُسکی موجودگی میں ہر موقع پر حسین کے خیالات کا موجود نہ ہونا کوئی کمی نہیں ہے۔

نانا کی یاد دلانے والی چیزوں کے ساتھ بے لحاظی اور حسین

ان ضمنی باتوں میں جنپر تذکرہ کرنا تھا میرے خیال میں یہ واقعہ حسین کیلئے کم افسوس کا نہ ہوگا جب انھیں معلوم ہوگا کہ جنپر سے نانا کا یادگار درخت کٹوا دیا گیا۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ہر وہ چیز جو نانا کو یاد دلاتی حسین کو عزیز ہوگی اسکے علاوہ احادیث کے متعلق اُنھوں نے خلیفہ کا خیال سنا ہوگا اور بہت کم قرینہ ہے کہ اُنھوں نے اس مصلحت کو پسندیدگی سے دیکھا ہو جسے خلیفہ نے ظاہر کیا تھا۔ انھیں کعبے کے متعلق حضرت عمر کا خیال معلوم ہوا ہوگا اور

پھر اپنے پدر بزرگوار کا جواب سُنا ہوگا۔ اور یہ بھی اُن سے چھپا نہ ہوگا کہ خلیفہ کعبہ کے مال کا کچھ مصرف چاہتے ہین
جسے علی مرتضیٰ نے اپنی حیثیت سے قائم رکھنے کی صلاح دی۔ اور حسین نے یہ بھی سنا ہوگا کہ خلیفہ نے کسی غرض سے
کیون نہ کہا ہو کہ "اگر ہم تمکو اُس چیز سے جسکو تم پہچانتے ہو اُس شئے کی طرف پھیرین جسکے تم منکر ہو تو تم کیا کروگے"
اور اُنکے پدر بزرگوار نے یہ قوت اور پُر جوش اور صحیح جواب دیا کہ "اگر تو توبہ کرے تو تیری توبہ قبول کرینگے" اور اس
سوال پر کہ "اگر نہ مانین" جو فوراً فرمایا کہ "گردن مارینگے"۔ ظاہر ہے کہ اس کہنے کی جرأت اُسوقت صرف مولا امیر المؤمنین
مین تھی۔ وہ اپنے جواب کے وقت سوال کرنے والے کی قوت جانتے تھے اور وہ اپنے جواب اور مسلمانون کے
تائید کی بھی قوت جانتے تھے لیکن یہ ایسی بات نہ تھی جسے اور مسلمان نہ سمجھتے ہوتے صرف وہ اخلاقی جرأت
اور لوگون مین نہ تھی جو سید العرب مین تھی۔ باپ کے طبیعت کی یہ جھلک بیٹے کے پسند کی چیز تھی اور وہ سوچ
سکتے تھے کہ اگر ہم دوسرے کو ایسی غلط راہی سے روکنے کے لئے قتل کی دہمکی دے سکتے ہین تو ہمین بھی
اس تصمیم کے لئے جان دینا ہو سکتا ہے۔

اور باوجود خلیفہ کی اُن تمام شیرین توجہ کے جنکی مثالین حسنین کے متعلق ملتی ہون۔ ایسے خیالات
ہمیشہ کی حد بندی کرنے کے لئے کافی تھے جو ابن عباس سے مکالمہ مین حضرت عمر سے ظاہر ہوے۔ اسکے بعد قریش
اور اُنکے گذشتہ اور موجودہ سرگروہ کی روش سمجھنے مین یا یہ سمجھنے مین حسین کی عمر کو دشواری نہ ہونا چاہیے کہ
ہمارے ساتھ کہانتک بے غرض اور حقوق شناسانہ رعایت ہے۔ اسی طرح کسی ہاشمی سے یہ امید کرنا کہ وہ
بنی امیہ کی اُن کارروائیون کو بھُول گیا جو اسلام کے انسداد اور ہادی کی ایذا دہی کے متعلق اُنسے
سرزد ہوین اُنکے سیاسی اور قومی حس کو قبل از وقت مردہ تصور کرنا ہوگا قومی حافظہ انفرادی حافظے سے
زیادہ دیرپا ہوا کرتا ہے۔ درانحالیکہ متواتر تعلیق نخ(؟) زخم کو ہرا رکھا تھا۔ اور نہ وہ حیرت
انگیز اتفاق اُنسے پوشیدہ رہ سکتے تھے جس سے شام کا صوبہ بنی امیہ کی نوآبادی اور ایک خودمختار صوبہ کے مثل اختیار
کرتا جاتا تھا۔ یا جس حیثیت سے وہ رسول کے بعد سے گذشتہ نظام مین دخیل دکھائی دیتے تھے۔ اور جب بنی امیہ
کے ایسے گروہ کی شرکت اور اُنکا اقتدار حکومت نے گوارا کر لیا تھا تو ایسی ہی روش کے وہ عمال بھی اس
دور کی فہرست مین کیون دکھائی نہ دیتے جو آئندہ بنی ہاشم کے سخت ترین دشمن ثابت ہوئے۔ انھین
نہ صرف حسین نے اسوقت دیکھا بلکہ اسکے بعد بھی اور پھر انھین اپنے زمانہ اقتدار مین برسر جنگ پایا اور انھین سے
الکرؤا(؟) اپنے آخری زمانہ مین اپنے قتل پہ اس طرح مستعد دیکھا کہ یا وہ اسپر ایک زمانہ سے مستعد تھے اور یا

لوگ جنہین بغیر بچانے
چارہ نہ تہا۔

انکے نزدیک کوئی ادنے لحاظ کی بات نہ تھی ۔ انکی مثال اُس گورکن کی تھی جو قبر کھودتے وقت گاتا ہے یا اُس جلاد کی ایسی تھی جو خوش خوش اپنے مکروہ کام مین اسلئے جلدی کرتا ہے کہ کچھ انعام کی امید رہتی ہے ۔

خلیفہ ثانی کا بنا کردہ اصول انتخاب اور حسنین

اِس دورِ حکومت کا آخری تماشہ قریب آگیا جسنے خواہی نخواہی خلافت بنی امیہ کو سپرد کردی ۔ اسکا ذکر کیا گیا کہ بنی امیہ کی جماعت اور اُنکے افراد جو معاملات مین غور کی قابلیت رکھتے تھے حصول اختیار کے لئے بے کسل کوششون مین مصروف تھے ۔ وہ اپنی جماعت کو تعلیم دے رہے تھے اور ذمہ دار مدبرین اپنی مسلحت کر رہے تھے کہ کہین کیا کرنا ہوگا ۔ انھین اپنی آیندہ کامیابی اور طرز عمل کے درست کرنے مین خلیفہ کے انتخاب سے پوری مدد ملی تھی بلکہ یون کہنا چاہئے کہ حصول اختیار کے جزو اعظم کا تصفیہ انکے موافق ہو چکا تھا صرف وہ طریقہ اور موقع باقی تھا جس سے یہ بغیر کسی شورش کے حاکم دکھائی دینے لگین ۔ اِسکے مقابل کہین یہ تذکرہ نہین ہے کہ بنی ہاشم مجموعاً یا منفرداً اپنے لئے کوئی کوشش کر رہے تھے ۔ بلکہ اگر کچھ تذکرہ ہے تو صرف اُس تصفیہ کا جو بنی ہاشم کے دو بزرگ یعنی عباس اور جناب امیر نے طریقہ انتخاب کو سُنکر اپنی جگہہ کیا تھا ۔ اور یہ حالت بجائے خود اسکا تصفیہ ہے کہ آیندہ اپنے موافق کوئی امید کرنا انکے نزدیک بے سود تھا ۔ اِس سے حسنین کی روش سمجھ مین آجاتی ہے ۔ بہت ممکن تھا کہ بنی ہاشم کے اُبھرتے ہوئے نوجوان "امید" کے فریب دہ نقطہ کو نتیجہ ظاہر ہونے تک شوق سے دیکھہ رہے ہون ۔ اور ایک مرتبہ امید کا پیدا ہوجانا اُن خواب کی مادی تعبیر کا خاکہ کھینچے بغیر نہ رہا ہو جو یہ دیکھتے ہون ۔ اُنکی بھولی ہوئی قوتین عود کر آئی ہون اُنکا سینہ تنگی کرنے لگا ہو اور رگین گرم خون کے غیر معمولی سریع ہیجان سے پھٹی جاتی ہون ۔ ہو سکتا تھا کہ انکا ایسا کوئی جوش مخدوش ہوتا لیکن علی اور عباس کے سکون نے اِنھین غیر متحرک رکھا اور یہ مشروطیت کے صحیح ایماندار سے صورت معاملہ کو دیکھتے رہے ۔ موقع کا علم اور تجربہ حسنین کے توجہ کی چیز تھی ۔

دو آتشہ نظام

نتیجہ سامنے آیا مجھے یقین ہے کہ بنی ہاشم کو اِس وجہ سے اسکی پوری چوٹ نہ لگی ہوگی کہ وہ ایسے دو اور دو چار کی طرح جانتے تھے ۔ لیکن اب اُنھین اپنا تلخ موقع اس وجہ سے اور زیادہ نازک معلوم ہوتا ہوگا کہ اب وہ صاحب اختیار ہین جنکی مصلحت دو آتشہ ہو جانے کی وجہ سے یہ صورت اختیار کریگی کہ اُنکے ہوتے ہوئے ہم قطعاً نہ ہون ۔ پہلی حکومتین محض سیاسی موقع کے لحاظ سے مشتبہ تھین ۔ اب نہ صرف سیاسی موقع ہے بلکہ گذشتہ عداوتون کا پُر جوش انتقام بھی ہے ۔ آخری صورت بنی ہاشم کے لئے عثمان کے زمانہ مین الفاظ اور انداز کی دھمکیون اور توہین سے بڑھکر خون کی حد تک نہ پہونچی جیسے معاویہ کے زمانہ مین اُسکی احتیاط کی وجہ سے زہر کا

جیس بدلا اور آخر مین احتیاط کو اختیار کی موجودگی مین کمزوری سمجھ کر تلوار کھینچ گئی اسنے شورش پیدا کی اور
پھر آیندہ کے صاحب اختیار لوگون سے زبیر کی مصلحت کی طرف عود کیا۔

ابوسفیان کی بیاختیاریح کا حسین پر اثر۔

نئی حکومت شروع ہوئی۔ جب ایک شخص کے حاکم ہونیکے قبل لوگ اس لیئے اُسکا ساتھ دے سکتے تھے
کہ وہ ہمارے حقوق کا لحاظ کریگا تو قیاس آسان ہے کہ اسکے بعد ان لوگون کے انداز کس درجہ برداشت کے
باہر ہوگئے ہونگے۔ مثال خلافت کے اعلان کے بعد ہی ملی۔ اور تعجب خیز اتفاق یہ تھا کہ حسین اسکی تلخی کو پہلے
محسوس کرتے اور وہ بھی ابوسفیان کی زبان سے۔ اُموی ابوسفیان کا جوش شاعرانہ حُسن بیان اختیار
کرتا ہے جو منتقمانہ تلخی کو اور بڑھا دیتا ہے جب وہ حسین کو بنی ہاشم کے مقبرہ مین لیجا کر مُردون کو آواز دیتا
ہے۔ ابوسفیان رجز پڑھ رہا تھا۔ بنی امیہ کے فتح کی گیت گا رہا تھا۔ اور مُردون پر طنز کر رہا تھا۔ بڑھاپے
نے اُسے تفاخر کی دیوانگی سے مستثنیٰ نہ کیا تھا۔ حسین ابھی پورے بیس برس کے نہ ہونے تھے۔ اُنھین
ساتھ لانا۔ ایسی باتین سُنانا جو بنی امیہ کا عین خواب اور بنی ہاشم کے لیئے اُنکی روش کا غلط مفہوم
تھا کہ وہ ملک کے لیے مقابلہ کرتے تھے۔ حسین کے لیئے چیلنج تھا۔ عجب نہین ہے کہ اس نے ایک نوجوان
کے خون مین اس درجہ جوش پیدا کر دیا ہو کہ اُسنے اپنے توہین کرنے والے کے ان الفاظ کو اپنی زندگی کے
دائمی الفاظ قرار دینے کی آمادگی کی ہو۔ خیریت ہوئی کہ نعمان ابن بشیر موجود تھا اور اُسنے نازک
موقع کو دور رکھا۔ کیسے ہو سکتا تھا کہ ابوسفیان یہ سمجھکر نہ علیحدہ ہوتا کہ کل بنی ہاشم اس مقبرہ مین نہین
ہین اور کیسے حسین واپس ہو سکتے تھے بغیر اسکا تکلیف دہ اندازہ کئے ہوئے کہ بنی امیہ اپنی عداوتون کو
نہ صرف نہین بھولے ہین بلکہ اب موقع نے اُنھین ایذا رسانی پر مستعد کیا ہے درانحالیکہ ہم مین پہلی سی
مقابلہ کی قوت نہین ہے۔ لیکن موقع کی عبرتناک پیش بینی یہ ہے کہ آج اگر ابوسفیان حسین سے یہ فقرہ
کہہ سکتا تھا تو دن آنیوالے تھے کہ ابوسفیان کا پوتہ حسین کے سر مبارک سے قریب قریب یہی الفاظ کہتا۔

حسین کی سیاسی تعلیم

ابتک اگر یہ سوچا بھی جا سکتا ہو کہ گرد و پیش کے سیاسی مسائل حسین کی خاص توجہ کے اہل نہ تھے تو ابوسفیان
کی تحقیرانہ جسارت اس بغیر اسکا پیچ و تاب پیدا کئے ہوئے نہ رہ سکتی تھی جو حسین کو موجودہ مواقع کے دیکھنے
کے لیئے ہمہ تن ہوش نہ بنا دیتا۔ عالم سیاسیات بادی النظر مین روکھا پھیکا ظاہر اور بے لطف ہے لیکن تسلیم توجہ
ہو جانے کے بعد یہ ویسا بے مزہ نہین ہوتا بلکہ مسئلہ کی وسعت کے لحاظ سے دلچسپی بڑھتی جاتی ہے۔ عالم اس سے کہ
یہ توجہ نظریات سے بڑھکر عملیات مین داخل ہونے کا موقع پائے یا نہ پائے۔ یا ہر وہ روش جو علم کے اندر

ہو پسندیدگی سے تعلق رکھتی ہو یا نہ ہو۔ مثالیں گذری ہیں جو اسکا تصفیہ کرسکیں کہ حسین بہت سریع الفہم اور ذکی الحس
تھے اور ان مثالوں کی ناموجودگی بھی اس امر کے سمجھنے میں مانع نہ ہوتی کہ انکا خاصہ مسائل سیاسی سے دلچسپی لینے
کی قابلیت رکھتا تھا یا نہ تھا جب انکے خاندان اور ان لوگوں کی کافی سے زیادہ مثالیں ہیں جنکی عقل اور عمل کی
فضا حسین کے گرد محیط تھی۔ اور جب اسکی مثالیں نہیں ہیں کہ وہ اپنے خاندانی درجہ عقلی سے علیحدہ ہو گئے تھے
بلکہ اسکے واضح اشارے ہیں کہ وہ گذشتہ تجربہ سے پورے واقف تھے اور اس طرح اُسپر عمل کرتے تھے جو سمجھا ہوا
عمل کہا جائے۔ یہ باتیں اس امر کے سمجھنے میں معین ہیں کہ حسین کے نظری سیاسی تعلیم کی ابتدا بہترین لوازمات
کے ساتھ ہوئی۔ اور انکا آیندہ بھی اس لئے خوش نصیب تھا کہ وہ ہمیشہ تجربہ کار نگاہ کے سایہ میں تھے جس نے
قوم کی درستی اور اُسکی ضروریات میں اُس قدر حصہ لیا تھا جس قدر اسوقت تک ممکن تھا اس لئے یہ اندیشہ
بھی نہ تھا کہ حسین اپنے کسی غور اور نتیجہ میں کسی سے اصلاح کی امید نہ کرسکتے تھے۔ آگے وقت آنے والا ہے کہ
حسین اپنے پدر بزرگوار کے خالصاً سیاسی خطبات سُنتے اور عملی شرکت کرتے۔ اسکے علاوہ حسین کی سیاسی تعلیم کے
دوسرے رفیق حسن تھے جنکی سلیم الطبعی کی مثال دیجاتی ہے۔ ممکن نہ تھا کہ حسین اپنے برادر بزرگوار کے
تصفیہ کے اثر سے متاثر نہ ہوتے اور اسکی مثالیں ہیں کہ وہ انکے آخر دم تک متاثر رہے اور انکے بعد بھی انکے
احکام کی بجاآوری سے اعراض نہیں کیا۔

ابن عوف سے علی کے الفاظ اور حسین۔

یہ الفاظ حسین کی حد سماعت کے باہر نہ تھے جو جناب امیر نے ابن عوف سے انکی منصری کے وقت کہے
تھے یا جس سے عثمان کے انتخاب کے بعد مخاطب کیا تھا۔ اسمیں عثمان کے منتخب کرنیکی غرض اور وجہ بتائی تھی
اس سے ایسے انتخاب کی وقعت اور مصلحت چھپی نہ رہ سکتی تھی نہ یہہ غیر ظاہر تھا کہ ہر ایک جماعت مسلط
ہے جو ہمارے لحاظ کو ہمیشہ دور ہٹانے کا خاص اہتمام کرتی رہتی ہے لیکن حسین نے اپنے پدر بزرگوار سے
یہ بھی سُنا تھا کہ "میں تسلیم کرتا ہوں جب تک امور مسلمین سلامت رہیں اور اسکے ایام خلافت میں کھُلم کھُلا
ظلم وجود نہ ہو گو مجھپر ظلم و ستم ہوتے رہیں" کون جانتا تھا کہ جناب امیر کا اپنے موقع کے لحاظ سے یہ زمانہ
آیندہ کے لئے حسین کے عمل کرنیکا ایک اصول ہو جائیگا! کسے حق تھا کہ وہ حسین سے زیادہ جناب امیر کی
مصلحت کا محافظ اور پیرو ہو سکتا۔

بنی امیہ کی بڑھتی ہوئی قوت اور بنی ہاشم۔

وہ تمام باتیں ہونے لگیں جنھوں نے ابن عفان کو داخلی اور خارجی نامقبولیت میں مبتلا کیا۔ یقیناً بنی ہاشم
بنی امیہ کی بڑھتی ہوئی قوت کو ٹھنڈے دل سے نہ دیکھ رہے ہونگے اور انکا خوف بڑھتا جاتا ہوگا اس امر کا

عالمگیری سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہمارا اثر ضائع اور دور ہوتا جاتا ہے اور اُسکی جگہہ ہم سے اُن لوگون کی عداوت
بڑہتی جاتی ہے جنھون نے ہمین بنی امیہ کی زبان سے سُنا ہے۔ بنی ہاشم کے لئے کوئی غور طلب بات نہ تہی
اور یہ عمل اُن تمام ممالک مین جاری تھا جو فتح ہوتے جاتے تہے اور جنھین اسلام کی واقفیت اُسوقت سے
شروع ہوئی جب بنی ہاشم اور اہل بیت امورات اسلامی کی ذمہ دار نگرانی سے دست بردار
کردیئے گئے تہے۔

دیکھنے کے علاوہ اور کیا کرسکتے تہے کہ کوئی شخص مستوجب سزا ہوتا لیکن بعض حیثیت کی رعایتین
نفاذ حکم شرع سے زیادہ مفید سمجہی جاتین۔ دیکھتے کہ وہ لوگ امت رسول کے عنانگیر ہین جنکا کسی جماعت
انسانی مین ہونا انگشت نمائی کے لئے کافی ہے لیکن دم نہ مارسکتے۔ دیکھتے کہ خلاف وزیان ہین اور اُسپر طرہ
یہ ہے کہ تحکم اور غرہ کے علاوہ اور کسی دلیل نے اُسکے اثر کو کم نہین کیا ہے اور اُسکے بعد یہ بہی دیکھتے کہ دنیا
مین ایسے لوگ بہی ہین جنکی غرض حیات بجز اسکے اور کچھ سمجھ مین نہین آئی کہ وہ اختیار کی کریہہ ترین باتونپر
آمنا وصدقنا کے علاوہ کچہہ کہنا نہ جانین اور اس طرح نہ صرف اپنے کو ذلیل کرتے رہین بلکہ ذلت اور مجبوری
کو آیندہ کے لئے قوم کا شعار قرار دین۔ وہ سب کچھ صحیح جو صاحب اختیار کرے اور وہ سب کچھ غلط
جو بے اختیار سے سرزد ہو۔ کوئی نکتہ چینی وہ کیسی ہی صحیح اور کیسی ہی غم اور غصہ سے کیون نہ نکلی ہو جو
قوم کو مُتنبہ کرے اِن خوشامدیون کے پُر حیرت اور دہمکی دینے والی نفرت آلود نگاہ کی آماج اور کیسی ہی
رکیک اور جماعت انسانی کے لئے مُضر روش جو مرکز اقتدار سے سرزد ہوئی ہو تو تعریفون سے زمین اور آسمان
سر پر اُٹھالینے کی شایان قرار دی جاتی رہی۔

ہوتا رہا جو کچہہ ہونا تھا یہان تک کہ اسکی باری آئی کہ مصلحت کے اس پہلو پر قناعت نہ کیجاتی کہ اپنی
قوت دینے والی اور موافق چیزون کو بلند کرتے جانا اپنے ناموافق چیزون کو تجاہل اور پستی کی طرف
خود بخود دبانا ہے بلکہ اب اسکا بہی موقع دیکھا کہ اپنی چیزون کو بلند کرنے کے ساتھ اپنے ناموافق چیزون کو
سختی سے دبانے کا بہی ویسا ہی اہتمام کیا جائے۔ کرتی خلافت جو کچہہ چاہتی لیکن۔ افسوسناک یہ ہے کہ وہ
اسے اپنے احکام کی بے پرسش روش کے منافی سمجھنے لگی کہ کوئی عمار ابوذر یا ابن مسعود اپنے مین یہہ
جرأت پاتا کہ وہ سوال کرنے اور ملی حقوق کی حفاظت کا اپنے لفظون مین ادعا پیدا کرتا۔ اور وہ
بے پہاو غصہ سے منقطع کردیا جاتا۔ کون سوچ سکتا ہے کہ حسین اپنے نانا کے ان ممتاز خادمون کی ذلت

وتوہین مین مبتلا دیکھتے اور اُنکے تمام خاصہ مین ایک سخت ہیجان نہ پیدا ہوتا۔ لیکن جو کچھ بھی ہوتا انھین یہ دیکھنا تھا کہ ایسا بھی ممکن ہے کہ خلافت اگر خالد۔ مغیرہ اور ابن عمر کو رہا کردے اِس لئے کہ یہ لوگ خلافت کے موید ہیں تو ان بوڑھونکو وہ رسول کے کیسے ہی مقتدر صحابی کیون نہ ہون کرخت باز پرس کی مستوجب قرار دیدے۔ کیونکہ یہ خالصاً اصول اسلامی اور خلق اللہ کے موید تھے۔ یہ مثالین ایسی نہ تھین کہ حسین کی مستقبل روش پر بغیر گہرا نشان ڈالے گذر جاتین۔

خلق اللہ کی بلند ہوتی ہوئی صدا اور حسین۔

اور جب انھین ان تمام باتون کے دیکھنے اور سمجھنے بغیر چارہ نہ تھا جنکا نہ ہونا انھین پسند ہوتا اسی دوران مین وہ خلق اللہ کی صدا کے مدارج دیکھتے جو کبھی پست۔ معتدل اور بلند ہوتی جاتی کبھی منتشر اور ناقابل فہم رہتی لیکن رفتہ رفتہ متحد ٹھوس اور پُرعظمت ہوجاتی اور آخر مین اُسکا پُر اصرار استقلال انتہائی دہکی سے کم نہ ہوتا وہ سنتے کہ وفود آرہے ہین جو اصلاح کی استدعا کر رہے ہین وہ ان وفود کے ساتھ برتاؤ اُنکے ممتاز افراد کے ساتھ نہ صرف اجزائے حکومت بلکہ مرکز حکومت کا سلوک دیکھتے اور سمجھتے کہ عالم سیاسی ایک حالت پیدا کرتا ہے جسکے معنی یہ ہوتے ہین کہ اعتبار اور اطمینان دلانا صرف دفع الوقتی کا نام ہے۔ اور سطے کرتے کہ نظام حکومت خاصتاً ایسے گوارا نہین کرتا کہ وہ عامہ ناس کے کسی اختیار کو تسلیم کرے اگرچہ وہ کسی ایسے کے نزدیک جسے اس نظام سے تعلق نہ ہو کیسا ہی حق بر بستانہ ادعا کیون نہ ہو۔ اور اگرچہ حکومت کیلئے اپنے اختیار کی اس وہمی دست برداری سے انکار کا بری نتیجہ کیون نہ ہو کہ وہ بہت سے اختیار سے بہ جبر دست بردار کیجائے۔ حقیقتاً زمانہ آیندہ نے اس مسئلہ کو حل کیا کہ حکومت کی اس روش کو حسین کس درجہ ناپسند کرتے تھے۔

علی کی وکالت اور حسین

یہ حالتین اگرچہ اسکی محتاج نہ تھین کہ کوئی اور زیادہ تجربہ کار اپنے خیال اور انداز سے حسین کے اخذ نتائج مین سہولت پیدا کرتا لیکن جناب امیر کے خیالات اور روش حسین کے آنکھون کے سامنے تھی اور یہ عجب چیز تماشہ تھا کہ کبھی انکی صلاح پر حکومت اینٹھتی ہے اور اسے گوارا نہین کرتی کہ کوئی بے غرض مصلح ایسی بات کہے جو ہماری روش کے علاوہ ہو اگرچہ وہ مفید ہی کیون نہ ہو کبھی پھر امت رسول کے صدا کی قوت سے دبتی ہے اور جناب امیر کو مدد کے لئے پکارتی ہے اور پھر دم لینے کے بعد بے پروا ہو جاتی ہے غرضکہ ایک حالت سامنے آتی ہے حسین کبھی امت رسول انھین اپنی طرف کھینچتی ہے اور کبھی خلافت اُنکے سایہ مین پناہ لیتی ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ امت رسول کیون کھینچتی تھی اور خلافت کیون مدد کے لئے پکارتی تھی۔ کسی تنہا شخص پر دو مختلف جماعتون کے اعتبار کا اس سے بڑا مجموعہ تلاش کرنا مشکل ہے۔

کیا تھا محمد علی کی بے نفسی۔ بے غرضی۔ حق روی اور اصلاح کی سچی خواہش کے جو لوگوں کو ایک قوی
محدود شش موقع پر ان سے قریب کھینچی تھی۔ انکے پاس دونوں کی اصلاح اور جارحانہ جنگی کے روکنے کے لئے نقشے
وہ نہ خلافت اور نہ ملتجیان اصلاح کے کمپ میں تھے بلکہ خدا کے اُس حصہ زمین پر کھڑے تھے جہاں اُنکے پاؤں تھے
ایک شمع تھی جو نہ صرف خود روشن تھی بلکہ تاریکی بھی دور کر رہی تھی۔ مشکل وقت تھا آل ہاشم کے لئے جس سخت
امتحان میں اُنھوں نے اپنے بہترین قومی خصوصیات کو جسپر نبوت کا گہرا عکس تھا موافق اور مخالف دونوں کے
نزدیک خالص دکھایا۔

اور پھر اسی زمانہ میں انکے لئے یہ بھی کہا جاتا کہ تم کو جلا وطن کرنا چاہیے اور یہ صاف بخوف جواب دیتے کبھی
معاویہ ابن ابو سفیان انکے قتل کی صلاح دیتا اور کبھی یہ دیکھتے کہ حکومت ہماری مدد اور وساطت کو اپنی محفوظ
کرلینے کے لئے استعمال کرتی ہے جسکے بعد حکومت کا اپنے وعدوں کو پورا نہ کرنا ہماری وساطت کی وجہ سے لوگوں کو
بدظن کر سکتا ہے اور اس سے علیحدگی اختیار کرتے لیکن جب جس طرح حکومت اور خلائق کو وساطت کے اعتبار کی
ضرورت پڑتی یہ اسیقدر زیادہ کھینچے جاتے۔ یہ حالت کشمکش کی ضرور تھی لیکن اپنے بچانے اور اس تسکین
کی ضرورت تھی کہ ہماری روش کسی کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہے بلکہ ہر ایک کو ہمپر بھروسہ ہے۔ اسلئے کہ ہمنے
حق اور "عدل" کو اپنے سامنے رکھا ہے۔ کون کہتا کہ اس لحاظ سے شریفانہ تبخیر کا ہونا قابل اعتراض ہوتا۔
ہونا فطری تھا۔

خلق اللہ کے میلان سے بنی ہاشم کا نازک ترین موقع۔

بہت ممکن ہے کہ بنی ہاشم کے نوجوانوں کے لئے یہ وقت اس لئے اور نازک ہو کہ وہ خلق اللہ میں اپنی طرف
فطری میلان دیکھ رہے تھے۔ اُنکے حوصلوں کا جوش اس قدر سخت ہو سکتا تھا کہ اُسکے روکنے کے لئے احتیاط
کو دشواری ہوتی۔ وہ اپنی موقع بینی کو اپنی جائز سیاسی حق طلبی کہتے۔ لیکن انکے لئے بڑی دشواری یہ
تھی کہ وہ جسے سب سے زیادہ سیاسی اور روحانی حق تھا وہ علیحدگی کی مثالیں دیتا آتا تھا۔ اور اپنے اعلیٰ
احساسات سے کیسی ہی جائز حق طلبی کو اعتنا کے قابل نہ سمجھتا تھا۔ جب تک خلق اللہ خود اسکی خواہش
نہ کرے کہ تم ہمارے عنانگیر ہو۔ ہم اس سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ غیر ذمہ دار بنی ہاشم کے لئے یہ صابرانہ
روش تغیر نہ ہو سکتی ہو۔ لیکن حسین کے فرائض اُنھیں مجبور اسکے اور کسی خیال کی جرات نہ دلا سکتے
تھے کہ اپنے پدر بزرگوار کو حقیقت سے حقیقت جس میں اپنا امام سمجھیں۔ اور ہمیں کوئی شبہہ نہیں کہ حسین کی عقل
اور تربیت کے ساتھ اُنکا پاکیزہ نفس اس روش کو بجز استحسان کے اور کسی نظر سے نہ دیکھ سکتا تھا۔

خلیفہ کے آخری استغاثہ پر اپنے اُس ہمدردانہ حس سے جو ہر مجبور کی مدد کے لئے آمادہ کردیتا تھا۔ جناب امیر نے اُسوقت بھی جس طرح کی مدد دی وہ اسکا ثبوت ہے کہ ہر موقع کے لئے جناب امیر کی تیز نظر کیسا بہترین حل تلاش کرلیتی تھی۔ حل یہ تھا کہ رسول کے نواسونکو حفاظت کے لئے بھیجے۔ ظاہر ہے کہ یہ مدد کسی دستہ فوج سے زیادہ موثر تھی اگرچہ بڑی مخدوش بھی تھی۔ جسکا اثر ظاہر ہوا کہ باوجود اُس جوش کے جو لوگون مین تھا اور باوجود اسکے کہ اس حالت مین لوگون نے یہ نہ دیکھا ہو کہ کون در دار الامارت کی حفاظت کررہا ہے اور اس سے یورش مین کسی طرح انھین کوئی زخم لگا ہو یا کسی دور کے رہنے والے کی نادانستہ اور ناشناسانہ حرکت ہو تاہم کوئی شخص یا اشخاص اصل دروازہ سے دارالامارت مین داخل نہ ہوسکے۔ لیکن ایک وقت مین ان نوجوانون کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ ایسی حالت مین چارون طرف کی حفاظت کرسکتے جبکہ ہر طرف سے محاصرہ کرنے والون کا دباؤ پڑ رہا تھا۔ ہوا جو کچھہ ہونا تھا اور مجھے یقین ہے کہ حسنین نے اپنے اس فرض کو جسمین غالباً پہلے پہل تلوار اُٹھائی تھی اچھی طرح انجام دیا۔ اور وہ ایک برافروختہ گروہ کے حملہ کو ثابت قدمی سے برداشت کرگئے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ حسنین کا فرض محض حفاظت اور دفاع تھا خود حملہ کرنا نہ تھا۔ ایسا کرنا موجودہ موقع کے لحاظ سے فوجی بیقاعدگی ہوتی۔

عثمان کے بعد پھر بھی ابھی یہ اصل سوال طے نہ ہوا تھا کہ آئندہ کے لئے امت رسول کا عنانگیر کون ہو جو اس ہیبتناک ہنگامے مین بیشتر کا خلیفہ ساز گروہ سانس لینے سے ڈر رہا تھا۔

عثمان کی رحلت کے بعد بھی آل ہاشم کی خاموشی

بنی ہاشم خاموش تھے اس لئے کہ علی اپنی پروقار کنارہ کشی کو حرکت سے بدلنا نہین چاہتے تھے۔ بنی ہاشم کے لئے اپنے رہنما کی یہہ روش بیچینی خیز ہوسکتی تھی۔ بہت ممکن ہے کہ نوجوان یہ سوچ رہے ہون کہ جناب امیر کو کیا ہوا ہے کہ ایسے وقت جبکہ اُنکے خلیفہ تسلیم کرنے مین عذر کی خفیف صدا بھی نہین ہے وہ اس طرح خاموش ہین۔ اور اُسوقت تو اُنکے بے صبری کی انتہا نہ ہوگی جب وہ پے درپے وفود کو خلافت کے پیشکش کے ساتھ آتے دیکھتے ہونگے اور انکار سنکر واپس جاتے ہونگے۔ پہاڑ گھڑیان گذر رہی تھین۔ دن گذرا۔ رات گذری کئی دن اور راتین گذرین مگر علی ہین کہ اپنے انکار مین کوئی نرمی نہین کرتے۔ بہت سے نہ ہونگے جو یہ سوچتے ہونگے کہ علی نے ہمارے پیشکش کو اتفاقی پیشکش نہ رہنے دیا۔ بعض کا پیشکش نہ رکھا پیشکش کی حیثیت نہ رہی بلکہ وہ حیثیت قبولیت پر منتقل ہوگئی۔ بعض نہ رہے۔ اکثر نہ رہے بلکہ تمام افراد کے مسلسل وفود نے امراء کو مسطح بلکہ ایک سیال جسم بنادیا جو حقیقی جمہوریت اور قومی خواہش کہی جائے۔ قومی ہم آہنگی دیکھ رہی تھی کہ محض اہلا

جسم وہ پوری ہیکل نہین ہے جس سے نظام قومی درست سمجہا جائے بلکہ وہ ایک ذات کو اب اُسکی پوری شان سے دیکہہ رہی تہی جو اپنی رائے پر اعتبار کی تنہا مثال دے رہی تہی اور پیروی کے شرائط کر رہی تھی اور کے آدمی تھے جو اسکا لطف اُٹھاتے کہ علی نے ذمہ داری کے اقرار کے پہلے قومی سانچے کے درستی کی ابتدا کی۔ حقیقت یہ ہے کہ اختلاف کی ناموجودگی کے ساتہہ قومی ہم آہنگی کے علاوہ اب اور کوئی بات علی کو ذمہ داری کے موقع پر نہ دیکہہ سکتی تھی۔

امیر المومنین کی بیعت کے وقت بنی ہاشم کی طبیعت کی کیفیت اور حسین کے دیکھنے کا تماشہ

بنی ہاشم کی اُسوقت کیا حالت تہی جس وقت جناب امیر مسجد مین اظہار قبولیت کے لئے تشریف لیجا رہے تھے۔ گرفتار آزاد ہو رہے تھے۔ مظلوم قوم صاحب اختیار ہو رہی تہی۔ مفلوج اعضا مین حرکت پیدا ہو رہی تہی۔ تمام وہ قوائے لطیف جنکا حس عالم خواب کی باتین تہین بیدار ہو رہے تہے۔ خلق اللہ سمجہہ رہی تہی کہ "منہاج النبوۃ" کا دوسرا دور شروع ہوا۔ راستون مین بچون۔ بوڑہون۔ لڑکیون اور جوانون کا دریا بہہ رہا تھا۔ ایک دوسرے پر بہیرا پڑتا تھا کہ کسی طرح امیر المومنین کے دست اقدس کو چوم لین۔ بے اصول حوصلہ مند سوچ رہے تہے کہ ہم کس طرح علی کے خیالات مین دخیل ہو جائین۔ دشمن مخالفت کا مرکز تلاش کر رہے تہے اور علی سوچ رہے تہے کہ کس طرح "بدعتون کو متغیر" اور اُن شاہراہون کو جو متروک اور ناپیدا ہو گئی ہین "روشن کر دین۔ یہ تماشہ تھا جو حسین کے ہوش اور آنکھون کے سامنے گذر رہا تھا۔ حسین اسوقت انتیس برس چار مہینے کے تہے۔ اور پھر اب شاہزادے تہے اگرچہ اُنھین اسکے دنیاوی مفہوم سے کراہت ہو۔

پرانے مخالفین کے پہچاننے کا وقت۔

نہ صرف یہ وقت تھا کہ وہ لوگ جو طبعاً جناب امیر کی ولایت کے قائل تہے بشاش بشاش حاضر ہوتے اور اطمینان سے سانس لیتے بلکہ وہ بھی جنہین کسی دور حکومت سے کوئی خاص تعلق نہ تھا اس وقت کچہ ایسے ہی تہے جنھون نے نہ صرف بیعت سے انکار کیا بلکہ انکو ایسی جگہہ رہنا بھی گوارا نہ ہوا جہان علی کی حکومت ہو۔ یہ کوئی آسمان سے ٹپکے ہوئے لوگ نہ تہے بلکہ وہ جو ایک زمانہ سے اپنی روش اپنا خیال اور میلان صاف صاف ظاہر کرتے آتے تہے۔ انہین کے اکثر وہ تہے جنکے دل مین زمانہ رسول مین علی کے رسوخ کا حسد اور دشمنی سرزد ہی تھی بلکہ ایک زمانہ تک وہ علی کو بے دست و پا بھی دیکہہ چکے تھے اور اُسی کل کے پرزے تھے جسنے علی کو اختیار سے علیحدہ رکھا اب پھر وہ سخت تشنج کے عالم مین دیکہہ رہے تہے کہ ہم وہ کچہہ دیکہہ رہے ہین جسکے دیکھنے کی اب کوئی امید نہ تھی۔ اور جنہین کے اکثر اسکے بعد اسپر آمادہ ہوئے کہ ہم اس عالم کے نہ دیکھنے کے لئے بزور شمشیر سعی کرنے مین دریغ نہ کرین۔

اگر یہ قیاس کیا جاسکے کہ حسین اسکے لیے بیچین تھے کہ کسی طرح اُنکے پدر بزرگوار اُنکے جد عالیمقدار کی مسند پر جلوہ فرمائین تو اُن حالتون کی موجودگی سے جناب امیر کے تردد کا سمجھ لینا جنکا اشارہ کیاگیا انکے لیے کوئی بڑی بات نہ تھی۔ لیکن موقع ایسا نہ تھا جس طرح خواہی نخواہی بہت سی باتین انسان کے آنکھ اور کان کے سامنے سے گذر جاتی ہین۔ بلکہ اِن واقعات کا شمار خصلت گری اور تصفیہ سازی کے اُن آلات مین تھا جنھین گہرا اثر ڈالنے مین فطری مہارت ہے۔ میرا تصفیہ ہے کہ امید خیز ابتدا اور گئی ہوئی چیز کے حاصل ہوجانے سے جوکچھ وقتی ہیجان ہوا وہ نہ صرف انکی قوت دار عالی ظرفی سے پست ہوا بلکہ جتنی انکا مخالف عناصر نے بھی دبایا اور اِن دونون متضاد قوتون نے انھین اپنی جگہہ اس طرح رکھا کہ گویا کوئی نئی بات ہی نہ تھی اور وہ اپنی موجودہ ذمہ داریونکو بے جذبہ احتیاط سے ادا کرنے لگے۔

حسین پر انکا اثر جو جناب امیر کے وفادار دوست یا علی کی پیشانی کے قابل تھے

سچے دوست اور انکا اخلاص چھپنے کے چیز نہین ہوا کرتی اور اس لیے ہم امید کرتے ہین کہ وہ تمام لوگ جنھین ہم گذشتہ واقعات کے ضمن مین دکھا آئے ہین حسین سے شرف تعارف حاصل کرچکے تھے مین بھول نہین سکتا کہ مثال ہے حسنین کسی یا چند اصحاب کو "چچا" کہتے تھے۔ اور یہ بھی صاف ہے کہ حسین جنھین عم فرماتے تھے وہ قریش کے بڑے (وہ بنیادی مفہوم مین) لوگون مین تھے انھین ایسا کہنا یا بنی ہاشم مین سے کسی کو اس طرح پکارنا قبیلہ یا خاندان کے مراسم کے لحاظ سے ہوتا۔ بلکہ وہ عرب بھی نہ ہوتا۔ مثلاً سلمان یا کوئی غیر ممتاز ابتدا کا جیسے مقداد۔ اس لیے کہ یہ "فرزند اسلام" تھے اور اس لئے کہ یہ اسلام کے اوتار مین اس طرح جذب ہوچکے تھے جس سے انھین اُسکے مظہر ہونیکا امتیاز حاصل ہوتا اور نہ بحیثیت ایسے موقع کے جسے زیادہ تر نشو صفات کے آثار اور گرد و پیش کی حالتون سے بحث ہے۔ مین اسے فروگذاشت کرسکتا ہون کہ حسین کے خیالات اور عادات اُن تمام بڑے بزرگوں کے پاکیزگی خیال۔ پاکیزگی عمل۔ صدق۔ توکل بخدا۔ استقلال۔ شجاعت۔ ایثار نفس۔ وغیرہ سے متاثر نہ ہوتے۔ یا انکی موجودگی اور نگاہین حسین کو اپنی احتیاط۔ حفاظت اور ارتقا کا خیال نہ دلاتین۔ ظاہر ہے کہ میرے آخری ریمارک کا زیادہ موقع حسین کے لئے اپنے پدر بزرگوار کے زمانہ خلافت سے شروع ہوتا تھا۔ اس لئے کہ خلافت ان ممتاز افراد عالم کو اپنے گرد جمع کرسکتی تھی "تو ریث صفات" اور "فضا" دونون حسین کے لیے ایسی تھی جس حد تک پاکیزگی خیال کا ہاتھ عالم مین قیاس ممکن ہے۔

اِس زمانے کے واقعات مین جناب امیر کا عادلانہ برتاؤ اور مستند دشمنون سے درگذر منجملہ ان باتون کے تھے

شورشون مین جناب امیر کی متانت کا حسین پر اثر۔

جیسے حسین دیکھتے۔ اور خصوصاً تردد خیز حالتون مین جناب امیر کا اپنی جگہہ قایم رہنا اور اس طرح قدم اُٹھانا کہ گویا
اُن تمام شورشون مین اُنکی خوت نہ تہی کہ جناب امیر کے افعال۔ خیال۔ اور الفاظ مین کوئی ادنے لغزش پیدا کرسکیں
دیکھنے والے کے لیے پوری خصائل ساز تھیں۔ اسی طرح معاملات کا اُنکے سامنے آنا اور اُنکے متعلق حکم جو عین حقیقت
امر کی وضاحت ہوتی تہی حسین کے لیے اُنکے قواے عقلی اور طول نظر کے ترقی کی بہترین تحریک تہی کہ اس طرح
معاملات پر غور اور تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔

جنگ جمل مین حضرت عایشہ کا موقع حسین کے لیے گذشتہ کا واقعہ خوان تھا۔

واقعہ جمل مین کچھہ ذاتون کا سامنے آجانا جسکا شخص زیادہ تعارف جانے والے مین بھی مستفسرانہ حالت پیدا کرسکتا
تھا اور اگر ہم یہ قیاس کرسکین کہ انھین قریب سے دیکھنے کا وقت حسین کے سات برس کی عمر تک تھا تو کچھہ گذشتہ
کی یاد کچھہ خاندانی حیثیت کی اطلاع یا کچھہ درمیانی کسی موقع پر کوئی مفید خبر اور پھر اسوقت کی پُرجوش
تیاری اور پُر اصرار نزاع۔ کمی ہوش کی اُن باتون کو بھی روشن کردے سکتی تھین جو دھندلی ہون۔ ظاہر
ہے کہ اِس موقع کا علم جسین مخصوص ذات حضرت عایشہ کی ہو اُن تمام مواقع اور ضمنی حالات کی آگاہی بغیر
نہین گذر سکتی تہی جسکا موجودہ حالت ایک فطری نتیجہ تہی۔
اور باوجود اُن باتون کے جو اپنی روشن خیال اور جماعت کے لیے پریشان کُن نظر آتین حسین کو واقعات
کے اِس مذاق کا بھی علم ہوتا کہ ہماری ناموافق جماعتین کبھی مال کے لیے آپس مین جنگ کرتی ہین کبھی آپسین
عدم امتیاز کی بنا پر کشیدگی ہوتی ہے اور کبھی شرکت جنگ کے لیے ہر جماعت اپنا آدمی پیش کرتی ہے جو فتح کے
بعد والی امر قرار دیا جائے۔ اموی دور مین حضرت عایشہ کا کمی امتیاز اُنکی ظاہر پیشگوئی تھی کہ امر خلافت
انھین حصول اختیار کی کوشش مین مدد نہ دیتا۔ انھین صاف اختیار کر دینا اپنے کو اپنی جگہہ پر درگذر کرنا
تھا۔ اُنکی شرکت جنگ دینے کے لیے نافع تھی اُسکا وقت گذر چکا تھا۔ اور اس خیال مین اموی گروہ کو اپنی
اور مدد ملی کہ ابن عثمان کا فتح کے بعد والی امر قرار دیا جانا اصحاب جمل کے نزدیک مناسب تھا۔

جناب امیر کی صلح پسندانہ کوششین یاد حسین۔

نہ یہہ حسین کے نہ دیکھنے کی چیز تہی کہ کس طرح جناب امیر اطمینان شکن خبر دینکو اطمینان سے سنتے ہین لوگون کو
اطلاع دیتے ہین۔ گروہ پیش پر نظر ڈالتے ہین۔ اہل کوفہ کی روش سمجھنے اور انھین پیچھے اپنے قبضہ مین لانے کی کوشش
کرتے ہین اور باوجود قابل اعتبار فوج اور افسرون کی موجودگی کے اسکا مصمم ارادہ ظاہر کرتے ہین کہ فیصلہ
دلائل سے پہلے تلوار فیصلہ نہ کرے۔ اس کوشش کے تمام اقدام حسین کی نگاہ کے نیچے تہے۔ اور وہ نہ صرف جانتے تھے
کہ مخالف گروہ باوجود عہد کے مسلمانون کے ساتھ کیا کرسکتا ہے بلکہ وہ اس یقین سے باز نہ رہ سکتے تھے کہ اُسکے

کوئی دلیل نہین سمجھا سکتی جب تک وہ رہین صاحب اختیار دیکھہ رہا ہے۔

اپنا اختیار گذشتہ کی ڈھندلی یاد کو دشمن کو رہا تھا۔

اور پھر ساتھ ہی ساتھہ آج یہ ڈھندلی یاد نہ تھی کہ کس طرح رسول کا لشکر دشمنان دین سے جہاد کرنے جاتا تھا اور ہم اُنکے کاندہے پر بیٹھکر دیکھتے تھے کہ پدر بزرگوار اسلام کا نشان لئے جا رہے ہین۔ آج دیکھہ رہے ہین کہ محمد حنفیہ یا خود امیرالمومنین علمدار لشکر ہین ہم افسر میمنہ ہین اور آج نظام اسلام کو اپنی حد پر قایم رکھنے کے لیے کوشش کرنے والون کے ایک ہین۔ ہر فوجی پڑاؤ پر نواح کے لوگ اظہار اطاعت اور شرکت کے لئے حاضر ہوتے ہین اور امیرالمومنین اُنھین جنگ اور اُسکے خوفناک نتایج سے حتی الوسع دور رہکتے ہین۔

جناب امیر کے فوجی نصایح اور حسین۔

اور پھر یہ بھی دیکھا کہ دلیل اور بحث کا موقع گذرا۔ صفون مین موت طلب ستاما چھایا امیرالمومنین اپنے غیر جنگی لباس مین صف سے باہر نکلے اِس لئے کہ دشمن کے سب سے بہادر سپاہی سے بات کرین۔ پھر بھی خون بہنا نہ رکا۔ دشمن نے ابتدا کی۔ اپنے سپاہی زخمی ہوئے اور وہ دشمن سے جنگ کرنیکی اجازت طلب کرنے لگے۔ اور اب امیرالمومنین نے انکے چھوٹے بھائی بیس بائیس برس کے اُبھرتے ہوئے نوجوان محمد حنفیہ کو حملہ کرنیکا حکم دیا اور یہ ہدایت کی کہ "بیٹا پہاڑ اپنی جگہہ سے ٹل جائین سر بہ فلک چوٹیان سرک جائین مگر تو اپنے مقام سے نہ ہٹنا اپنے سر کو عاریتہً خدا کے حوالہ کر۔ اپنے قدمونکو زمین گاڑ دے۔ اس قوم کے منتہے پر نظر کر۔ بیشک فتح و نصرت خدا کی جانب سے ہے" حسین اپنے پدر بزرگوار کے پہلو سے یہ الفاظ سن رہے تھے۔

محمد حنفیہ کی جنگ کا منظر اور حسین۔

ہم اُسوقت کا نقشہ کھیچتے اور حسین کے جذبات کی مصوری کے لیے اپنے لفظ یا ترکیب الفاظ کو ناکافی پاتے ہین جسوقت شیر کا فرزند اپنے اور دشمن کی فوج کے درمیانی میدان کو طے کر رہا تھا یا جس وقت اُسکی تلوار کسی اجل رسیدہ پر پہلے پڑی۔ حسین کے متعلق تو یہ خبرین بھی ہین کہ وہ افریقہ اور طبرستان کی مہمات مین شریک ہوئے محمد ابن حنفیہ کا غالبًا یہ پہلا موقع تھا۔ پھر بھی اُنھون نے نہایت بے جگری اور حواس سے اپنے پہلے مشغلہ کو انجام دیا۔ اور اس سے زیادہ دشوار ہے میرے لئے یہ بیان کرنا کہ حسین کس طرح انکا احساس کر رہے تھے کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو میدان جنگ مین جاتے ہوئے کس آنکھ اور دل سے دیکھتا ہے اور اُسکے جذبات کی کیا کیفیت ہوتی ہے اور آیا کچھہ ایسے دل بھی ہوتے ہین جو کسی اعلے خیال اور وجہ کے لئے ان جذبات سے بےپرواہ ہوتے جاتے ہین۔ اور پھر محمد ابن حنفیہ کی واپسی پر جناب امیر کی آنکھون نے کس طرح انکا استقبال کیا یہ نہین معلوم جناب امیر کی فوجی ترتیب کے لحاظ سے یہ ممکن تھا یا نہ تھا کہ حسین اُنھین بغلگیر کر سکتے۔ اور

شیر خدا کی جنگ کا منظر اور حسین۔

پھر اسکے بعد لگ بھگ تک اپنے پدر بزرگوار کو جنگ کرتے نہ دیکھا تھا تو اس وقت دیکھا۔ کسکے منھ مین زبان ہے جو

جناب امیر کے انداز۔ بشرہ اور نفس کی اُس قوت کا نقشہ کھینچ سکے جو دشمن کو مرعوب کر دیتا تھا لیکن آنکھ دیکھ سکتی تھی اور بیان نہ ہو سکنے والی حالت سمجھ مین آسکتی تھی۔ حسین اب سمجھ سکتے ہے کہ جد بزرگوار کے سامنے کی لڑائیون مین میرا باپ کس طرح لڑا تھا جسوقت اُنکا تمام فرض یہ تھا کہ لڑتے۔ اسوقت تو خود حکم دینا اور حکم کی ذمہ داریان بھی تھین۔

جنگ کی مختلف حالتین اور حسین۔

تنور جنگ گرم اور ٹھنڈا ہوا۔ ترتیب لشکر۔ تعبیہ۔ لڑوانا۔ لڑنا۔ فتح و شکست۔ فاتح اور مفتوح کی حالت غرضکہ جنگ کے تمام تنوعات آنکھ کے سامنے سے گذرے۔ دوست۔ دشمن۔ سمجھے ہوے اور ناسمجھ جوشیلا کو دیکھا۔ اور پھر دنیا کی وہ شریف ترین ٹھنڈی سانس سُنی جو مقتولین کے ملاحظہ کے وقت جناب امیر کے مُنہ سے برآمد ہوئی۔ اور آخر مین یہ بھی دیکھا کہ رحمۃ للعالمین کا جانشین اُسرائے جنگ کے علاوہ مخصوص مخالفین کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے۔

جمل کی فتح کے بعد حسین کی امید۔

مین بے تردد سوچتا ہون کہ جنگ جمل کے اختتام پر حسین اِس عام خیال مین شریک ہونگے کہ خدا کی حکومت اب پائدار ہوگی اور خدا کے سفیر کا جانشین حدود خداوندی کے قایم کرنے مین کامیاب ہوگا۔ اسلئے کہ یہ ایک زبردست مخالفت تھی جو صاحب اثر لوگون کے ذریعہ سے ہوئی تھی اور جناب امیر نے اسے نہایت کم وقت اور عدم تیاری کے عالم مین رو براہ کیا۔ نہ مین یہ سوچ سکتا ہون کہ جناب امیر کو ایسی ہی امید نہ ہوگی۔ لیکن جناب امیر اپنی امید مین محتاط تھے۔ اِس لئے کہ جناب امیر نے بہت کچھ دیکھا تھا جو حسین نے نہ دیکھا تھا نیز اسوجہ سے کہ حسین اس وقت ذمہ دار نہ تھے علی ابن ابیطالب علیہ السّلام ذمہ دار تھے

کوفہ مین حسین شاہزادہ کی حیثیت سے داخل ہوتے ہین

جناب امیر کے لشکر مین کوفہ کے اکثر مجاہدین تھے۔ جمل کی فتح کے بعد کوفہ مین جناب امیر کی آشریف آوری سے اہل لشکر اور اہل کوفہ خوش ہوئے اور خوبی سے جناب امیر کا "استقبال" کیا۔ اِس طرح حسین اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ اُس شہر مین بحیثیت شاہزادے کے داخل ہوئے جسے اُنکی آیندہ حیات یا حیات کے بعد سے عبرت خیز تعلق ہے۔ اور چونکہ کوفہ مین ایک غیر محدود وقت کے لئے قیام تھا مین تعقیب کرتا ہون کہ حضرت زینب اور ام کلثوم بالخصوص اور دیگر بنی ہاشم نے بالعموم اسے اپنا گھر بنایا جنمین مین خصوصیت سے اولاد جعفر و عقیل کا نام لیتا ہون جنھین جناب امیر کی دامادی کا شرف حاصل تھا۔

کوفہ کا قصر امارت اور حسینؑ۔

یہ معلوم ہے کہ جناب امیر نے قصر امارت مین سکونت اختیار نہ کی۔ ظاہر ہے کہ یہ فعل جناب امیر کے اُس عمل تقوی کی بنا پر تھا جس سے وہ جناب دنیاوی تلذذ کے کسی مفہوم سے اپنے کو آلودہ نہین کر

سنا تہا یہ ایک بہت بڑا مضمون نظر ہے جسکی مین یہان جرأت نہین کرسکتا بلکہ حافظہ سے چند مضامین کے نام
لیتا ہون جس سے یہ سمجہا جائے کہ کس حیثیت کے مضامین حسین کے اس دور تعلیمی پر موثر تہے۔ مقولے۔
توحید رسالت۔ اسلام۔ حیات بعد الموت۔ عبادت۔ انسانی ذمہ داری۔ حقوق اور فرائض
دنیا اپنے ہر پہلو سے۔ امید اور عقل۔ سچائی اور نجات۔ حسد اور صحت۔ وجہ خلقت۔ عورت۔ مرد۔ انسان
کی کمزوریون پر نظر۔ رحم اور درگذر مذاہب کی حالت حدوث وقدم۔ تکوین خلقت۔ نفی رویت قومی
ترقی اور زوال کے اشارے مثالیہ حکومت۔ جابر بادشاہون کا طرز عمل۔ بہبودی عام۔ رعایا اور بادشاہ
طریقہ خراج محصلان زکوٰۃ کو حکم۔ دیوانی۔ اور قومی عہدون کے متعلق ہدایتین۔ ذمی۔ مجاہدہ نفس۔ فرشتہ
قرآن۔ غرضکہ اتنی باتین جنکی صحیح فہرست اُسوقت دیجا سکتی ہے جب محض مضامین کی فہرست بنانے کے لئے
کتاب مکمل جائے۔ اور کوئی عجب نہین ہے کہ کثرت کار کی وجہ سے باوجود ابو رافع کی موجودگی اور خود توقیعات
تحریر فرمانیکے اسکا موقع آتا ہو کہ مفید احکام خود حسین سے بھی لکھوائے جاتے ہون۔ نہ حسین اُس محتاط خط و کتابت
سے ناواقف تہے جو جناب امیر اور معاویہ مین ایک زمانہ تک جاری رہین۔ اسکے علاوہ نہج البلاغہ بجائے خود اُس
زمانہ کا فلسفہ تاریخ ہے جس سے نہ صرف بہت سی باتون کے اسباب و نتایج سمجہ مین آتے ہین بلکہ اکثر واقعات
اس وضاحت سے معلوم ہوتے ہین جس کے بعد تسکین کی کمی نہین رہتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ زیر ذکر واقعہ کا نقشہ
چاک کرکے سامنے رکھدیا گیا ہے۔ تو اگر ابتک بھی اس قیاس کی گنجایش ہو کہ کچہ واقعات تہے جو اپنی پوری حیثیت
سے حسین کے علم کے باہر تہے تو ان تقریرون کے بعد اُنکے علم کے اندر تھے۔ اور جن استعارات کو ہم اسوقت
تاریخی شرح کے نہ ہونے یا اس طرح زمانہ کے گذر جانے سے نہین سمجہ سکتے قرب زمان نے اسے حسین کو پوری
طرح سمجہا یا ہوگا۔

اس زمانہ مین جناب امیر کو اسقدر مہلت ملی کہ وہ بہ استثنائے شام اُن تمام صوبجات پر عامل روانہ
فرماسکے جہان اب تک خانگی سخت مشغولیت کی وجہ سے نہ بہیج سکتے تہے۔ یہ استحکام کا ایک فطری اقدام تہا
اور انھین دقتون کی تھوڑی سی مہلت مین بغیر کسی واگذاشت کے جس قدر کام ہوسکے اُسنے جناب امیر کی روشن
خیالی کے اس قدر لوگ بہجوا دیئے جنکا فنا کردینا اُموی اور عباسی حکومتون کے لئے ناممکن ہوا۔ اور پھر کچہہ زمانہ
کے بعد ملوک دیالمہ اور خلفاء فاطمی کے زمانہ نے پھر اُسمین ایک حیات کی سی کیفیت پیدا کردی۔ یقیناً ہم اُن
باتون کے متعلق جنمین سے چند کے اوپر نام لئے گئے نہین جان سکتے تہے کہ "نفس رسول" کا کیا خیال تہا اگر ایسا وقت

نہ آیا جسمین اُنھین بغیر کسی سیاسی احتیاط کا دباؤ محسوس کئے ہوئے کچھہ کہنا نہ ملتا۔ علی کی روش نے جیسے سخت امتحان دے وہ اپنی قوی نفسی کا بہترین ثبوت ہے۔ ایک نظام جو تین چار برس قایم رہا۔ ایک ذات کی بدولت رہا۔ وہ حیات کے ایسے قوی عناصر سے مرکب تھا جسے صدیان متغیر نہ کرسکتین! اس قوت کی وجہ اُوسئے بلاشبہہ رسول کی حیات کے اُس زمانہ مین قایم ہوچکی تھی جسمین علی کو حصول تعلیم اور اظہار صفات کا موقع ملا تھا۔

معاویہ کا تدبر اور علی

عمّال اپنے اپنے عمل پر جا رہے تھے اور ادھر جناب امیر یہ خبرین بھی سُن رہے تھے کہ ابن ابوسفیان کس تاک مین ہے۔ معاویہ کیسا ہی مدبر اور لوگون کے نگاہ مین اپنے خاندانی قدامت کے لحاظ سے کیسا ہی اثر کیون نہ رکھتا ہو لیکن وہ اپنے تمام تدبر اور وقار مین علی کے سامنے بے پردہ کھڑا رہتا۔ علی اُسے ابتدائی زمانہ سے اسوقت تک ہر صورت اور خیال مین دیکھہ چکے تھے۔ اُنکے نزدیک اُسکی تمام سیاسی چالین ایسا ذیب تھین جو بچون کے دودھ چھڑانے وقت کیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہین کہ اُسکا کوئی فریب مجھسے پوشیدہ نہین ہے یا کہتے ہین کہ اگر مکاری بے عقلمندی اور سیاسی تدبیر بھی جاسکتے تو مین مدبرترین مردم ہوتا،، تو کیسی ہی خبر کا آتا کہ معاویہ مخالفت۔ تیاری اور جنگ کے لئے سامان کر رہا ہے علی کے نزدیک کوئی ایسی چیز نہ تہی جو اُنکے تحیر کی باعث ہوتی۔ معاویہ وہی تھا جسے آج سے تیس برس قبل لڑتے دیکھا تھا۔ علی وہی تھے جسنے اُسکے گھر کو صاف کردیا تھا۔ بنی امیہ اُسوقت کفر کی حفاظت اور اپنے اظہار اقتدار کے لئے لڑ رہے تھے۔ آج حفاظت کفر کا اعلان ممکن نہ تھا۔ تدبیر بالضد نہین ہوسکتی تھی تدبیر بالمثل ہوسکتی تہی۔ لیکن اصل وجہ یعنی اپنے اقتدار کی حفاظت اور بنی ہاشم کو صاحب اقتدار نہ دیکھہ سکنا ویسی ہی تہی۔ علی آج بھی حفاظت اسلام کررہے تھے لیکن کفر کے مقابلہ مین نہین بلکہ اُس سے مضر تر دشمن سے۔ جو علی الاعلان اصول اسلامی کی مخالفت نہین کرسکتا تہا بلکہ جو اپنے طرز عمل کو جو ایک معاملہ تاریخی ہے بلحاظ ایک بڑی جماعت کے سیاسی حاکم ہونے کے صریحًا یا غیر صریحًا اسلام کا قائمقام سمجہاتا تھا۔ اور اتفاقات نے عوام الناس کو بھی ایسا ہی سمجھا یا تھا۔ اُنکا مذہب ہمارے زمانہ کے دور الحاد کی سیاست تہی اُسکا ایمان اختیار تھا اور اُسکے اصول وہ تھے جن سے وہ کسی طرح اپنی جگہہ مضبوط رہ سکے اور چونکہ اسکی مثالین گذر چکی تھین کہ کوئی راست گو بلکہ جن صاف گوئی کی جرات پر اپنا منھ سلا ہوا دیکھتا اور چونکہ زمانہ حق پسندی کی قوت کو اپنی رو اور مدت کے لحاظ و نیز اُن نسلون کی کمی معلومات کی وجہ سے کمزور کرتا جاتا تہا جنہون نے تغیرات

دیکھتے تھے اور بچے ہوئے لوگ خوف سے اصل واقعات و دلیت نہ کرتے تھے یہ امید موہوم ہوتی جاتی تھی کہ اس منجمد تاریکی میں کسی طرح کسی خفیف روشنی سے کوئی شگاف ہوسکے۔ کسی کا شریعت اسلامی کا پابند ہونا اُسکی تلوار سے محفوظ ہونیکا پروانہ نہ تھا جب تک وہ اظہار اطاعت میں بھی سرگرم نہ ہو جس طرح شریعت اسلامی کا پابند ہوتا اور زکوٰۃ نہ دینا یہ سیاسی فتوے شائع کرسکتا تھا کہ اُنسے قتال جائز ہے اُسکے نزدیک لوگوں کا حق یہ نہ تھا کہ کچھہ دخل دے سکیں بلکہ دیکھیں کہ کیا کیا گیا اور بس۔ اُسکے عمال اور اہل شورے کی فہرست دی گئی جس سے سمجھا جاسکے کہ یہہ لوگ کس قوم کے تھے اور انکی مصلحت کا شعار کیا ہوسکتا تھا۔ اور اگر کبھی آیندہ جمہور نما کارروائی بھی کیگئی تو ایسی جسپر استبداد کو ناز ہو۔ جس سے بڑھکر خلق اللہ کو غیر فطری صدا سے چیخنا نہیں سکہایا جاسکتا اور نہ کبھی وہ جسپر لوگوں کو بھروسہ ہو کہ ہمارا حاکم ہونے کی وجہہ سے ہمیں اچھی راہ چلائیگا اِس سے بڑھکر اپنی ذاتی رائے کے لحاظ سے لوگوں کو غلط راہ لیجا سکتا ہے۔ نہ اِس سے زیادہ خلق اللہ کے اعتبار اور بول نہ سکنے والے ناسمجھوں کے ساتھ مہیب کھیل کھیلا جاسکتا ہے۔

تو معاویہ کے دور حکومت سے امید کرنا کہ وہ ارسطو کے مثالیہ حکومت کا نمایندہ ہوتا امید کو فریب دینا ہے۔ جسمیں اگلے زمانہ کا وہ فلسفی اسٹیٹ کو وہ مرکز سمجھتا ہے جہاں انسان کی غرض خلقت تکمیل کو پہونچتی ہے اور اسٹیٹ مجموعہ ہے اُن تمام تحرک کا جسمیں انسان کو اپنے قوائے ذہنی اور خارجی استعمال کا موقع ملتا ہے اور اسٹیٹ ذمہ دار ہوتی ہے کہ وہ عامہ ناس کی بہبودی کی فکر کرے۔ ہم نہیں جانتے کہ علامہ ابن خلدون جن سے بڑھکر ابن ابوسفیان کا بھاٹ تلاش کرنا اُنکے ساتھہ ناانصافی ہے اپنے اس دعوے کو معاویہ کے لیے کسوٹی قرار دینگے یا نہیں کہ "امام ایسا شخص ہونا چاہیے جو جمہور کے حقوق کا لحاظ کرے اور سب کے لیے نیکی کی راہیں آسان کردے خواہ وہ ذمی ہو یا مسلمان" ہم کیسے انکار کریں کہ مسلمانوں کے لیے نیکی کی راہیں آسان کی ہوں یا نہ کی ہوں کم سے کم ذمیوں کے لیے اتنی آسان کردی تھی کہ وہ کسی مسلمان کو زہر دیکر اپنے عقائد سے آخرت کی بڑی نیکی اور دنیا میں حاکم اسلام کے مردم شناس تجزانے سے ناشناس نہ ہوتا۔ اور اس طرح امام اپنے لئے ایک مقتدر دشمن اثردار شخص کو دھوکے کیلئے ذمی کو بھی اپنے مشورہ میں شریک کرتا ہے۔ بلکہ آگے چلکر وہ عورتوں کے حقوق کو بھی بیویوں میں حد کا اُسے اس قدر نمایاں حیثیت سے تسلیم کرتا ہے کہ ذمیہ کو بھی شریک کرکے اُسکے نواسے کو زہر دینے کے لئے

کام مین لاتا ہے جس نے عملاً ارسطو اور افلاطون کے نظریات کو اس طرح دکھایا جسپر یورپ کا بہترین قوم گرجیرت کئے بغیر نہین رہ سکتا جس وقت وہ اپنی سیاسی احتیاط اور تعصب سے پاک ہوتا ہے۔

جناب امیر بنی امیہ کی روش اور اسکے ممتاز افراد کو نہ صرف اُنکے قبل الاسلام کارروائیون سے جانتے تھے بلکہ اپنی خلافت کے قبل اُنھین پورا موقع ملا تہا کہ اختیار کی حالت مین بنی امیہ کا ہاتھ پاؤن مارنا بھی دیکھتے اور اُنکے طریقہ حکومت سے خلق اللہ کی بے اختیار چیخ بھی سُنتے۔ اور اپنے حاکم ہونے پر یہ دیکھنا تھا کہ اب شام اُنکا مرکز ہوا ہے۔ جناب امیر کا پہلے یہ موقع تھا کہ وہ خاموش دیکھتے لیکن اب خلق اللہ کی صدا نے اُنھین اپنا امام تجویز کیا تھا اور اب اُنھین احساس تھا کہ ہم عملاً ذمہ دار ہین۔ اور اسلئے کہ ہم مثالیہ حکومت کا تذکرہ کر رہے ہین۔ ہمارا یہ چاہنا کہ ہم جناب امیر کے مثالیہ حکومت کو کچھ پیش کرین یہ سمجھانے کا ایک ذریعہ ہوتا کہ جناب امیر اُس دور سیاسی کو گوارا نہین کرسکتے تھے جسکا خوف تھا۔ اور خود بھی ایک نظام حکومت کو نافذ کرنا چاہتے تھے جو اپنی اسپرٹ اور عمل مین قطعاً دوسرے مرکز پر تھا۔ طوالت کا خوف ہمین نہرست مطالب اور مقابلہ یا شرح کی اجازت نہین دیتا۔

مین ایک بیس بائیس صفحات کے فرمان کا محض نام پیش کرتا ہون اور بیسوین صدی کے سخت ترین ہجوم سیاسی نقاد کو مدعو کرتا ہون کہ وہ امام اول کے مشہورہ ہدایات پر حملہ کا کوئی جوف تلاش کرے۔

حاکم مصر قرار دینے کے وقت مالک اشتر کو جناب امیر کی ہدایات۔

اے کاش کہ مسلمان ہمیشہ اسپر عمل کرتے اور اے کاش کہ دنیا کی وہ قومین جنھین اختیارات ودیعت کئے گئے ہین اُسکی اسپرٹ سے فائدہ اُٹھاتین۔ اے کاش کوئی مسلمان ایسا نہ ہو جو اس خطبہ کا اصل یا ترجمہ پڑھ سکتا ہو اور نہ پڑھے اگر وہ تمام خطبات نہین پڑھ سکتا۔ میری غرض اُن وصایا سے ہے جو جناب امیر نے مالک اشتر کو حاکم مصر مقرر کرتے وقت کئے تھے۔ اس وصیت کا وقت بعد جنگ صفین ہے جب بظاہر یہ امید تھی کہ اب اندرونی اصلاحات مین مشغول ہوسکین گے اور وصیت اُس شخص کو کی گئی ہے جسکے سیاسی خیالات ہم گذشتہ ابواب مین لکھ چکے اور جسکی جنگی کارروائیون کے متعلق بھی ہم بہت کچھ کہہ چکے ہین۔

کوئی کہیگا کہ حسین کے سوانح نویس کو مثالیہ حکومت کے ذکر اور کسی نظام حکومت کی تفصیلی شاخون سے یا اُسکے مختلف شعبون کی کارروائیون سے کیا بحث ہے درانحالیکہ وہ مثالیہ حکومت حسین کا شائع کردہ نہ تھا۔ ہان حسین کا شائع کردہ نہ تھا لیکن اُنکے پدر بزرگوار کے خود۔ تجربہ اور مخلوقات الٰہی کے ساتھ ہمدردی اور اُنکے حقوق کا

نگرانی کا اظہار تھا جسمین چند اہل جاہ اور ثروت منظور نظر قرار نہیں دیئے گئے تھے اور عامہ ناس کی وزنی لاش
اپنی جگہہ نہیں چھوڑ دی گئی تھی جسکا ثقل قومی اعضا مین التیام نہ پیدا کرسکے بلکہ دبتا جائے اور معاشرتی طبقات
پیدا ہوتے جائین بلکہ یہ سُنتا تھا کہ "عوام الناس کا غضب خواص کی خوشنودی کو باطل کرتا ہے اور خاص لوگون کا
خشم عوام کی خوشنودی کے ساتھ بخشا جا سکتا ہے" یا سُن رہے تھے کہ "قوت اور طاقت عامہ ناس ہی مین ہے"۔ نظام
ایک ناہموار قومی زمین کے ہموار کرنے کے لئے یا پست بلند کئے جاسکتے ہین یا بلند پست کئے جاسکتے ہین۔ شق
اول جہان رعایا کے قابل ہمدردی طبقہ کی دستگیری ہے وہان شق ثانی مصالح کے لحاظ سے کیسی ہی مفید
کیون نہ ہو نا انصافی سے خالی نہین ہے۔ بنی امیہ اور وہ جن سے انھون نے اُمورات سیاسی مین سبق
لیا تھا بلند کو بلند کرتے تھے اور پست کو اپنی جگہہ چھوڑ دیتے تھے جسکا نتیجہ قومی معاشرت کے لحاظ سے ایک
بدنما افتراق تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ صاحب اثر واقف اور شریک تھے عامہ ناس جاہل اور بے اثر رہتے تھے۔ یہ
قومی عناصر کے قوی کرنے کا اصول نہ تھا بلکہ قومی ناہمواری بڑھتی جاتی تھی۔ فطری انفرادی عروج و
زوال سے اجزا علیحدہ ہوتے جاتے تھے جس سے ایک قوم سیاسی عدم مساوات کی بدولت اپنے ٹکڑے
کرتی جاتی تھی۔ حکومت ایک مقراض تھی آلہ اتحاد نہ تھی۔ اسکے برخلاف اسلام پست کو بلند کرتا تھا اور بلند
کی بلندی سے کوئی تعرض نہ کرتا تھا جس سے کسی کو کوئی منصفانہ اعتراض کی گنجائش نہ تھی۔ حسین کا موقع
چاہتا تھا کہ وہ اس سے واقف ہوتے کہ چرواہا بھیڑون کے کھانے کے لئے نہین ہے بلکہ اُنکی ہر طرح کی
حفاظت کے لئے ہے۔ اسلئے نہین ہے کہ اُنکا رزق کھا جائے بلکہ اُنکی آسودگی کی فکر کرے۔ حسین کو رومی
اور ایرانی نظام حکومت اور ایک ایسے نظام کو سمجھنا اور فرق کرنا تھا جو ملہم من اللہ کا جاری کردہ قانون
یا اُسکے احکام کی روح سے متاثر تھا جسے جناب امیر نے فرصت پاتے ہی جاری کیا اور جس سے مغایر نظام کے
نفاذ سے اسکے پیشرو خوش نہ تھے۔ پڑھو اور تمیز اثر ہوگا کہ خدا کے پیغمبر کا شاگرد بول رہا ہے۔ اسلام بول
رہا ہے۔ خدا کا نمائندہ حکومت۔ حکومت اور مخلوقات کے فرائض بیان کر رہا ہے۔ جناب امیر کا یہ نظام
تھا جسکے علاوہ حسین کی پسند کے لئے کوئی موجود کرنا مغالطہ کی سب سے بھدی کوشش ہوگی۔ یہ نہ صرف
حسین کے گھر کا شائع کردہ اصول تھا بلکہ اُنھین ایسے نظام حکومت مین بسر کرنے کا بھی موقع ملا۔

آیندہ کے سیاسی موقع کا انعکاس۔

حسین کو جناب امیر کے بعد بہت کچھ دیکھنا تھا جس سے بڑھکر اُنکے لئے کوئی روح فرسا اور نفرت خیز
منظر تلاش کرنا بے سود ہوگا۔ بلکہ حسین کے اتفاقی یا ارادی نظام تربیت سے عدم تالیف کی مثال

ہوگی۔ آگے موقع آنے والا ہے جہان شاید بعض کے موافق حسین پر سلطنت طلبی کا خیال عاید کیا جا سکے اور بحث کے لئے اسے منظور کر لینے پر یہ سوال پر لطف ہوگا کہ تو پھر حسین کی نگاہ مین کونسا مثالیہ حکومت ہوسکتا تھا؟ اور اس صورت مین بھی یہ کوشش ممدوح تھی یا نہ تھی۔ حالانکہ یہ زبردست سوال اُس کے پیچھے رہیگا کہ آیا اپنے موجودہ سامان کے لحاظ سے حسین کے لئے بجز اپنے قربانی کے یہ سوچنا ممکن تھا یا نہ تھا کہ اس سے ہمین کوئی نفع ہوگا یا نہین بلکہ اسکے بعد بھی یہ قربانی رہے گی۔ قربانی کے حقیقی مفہوم مین۔

یہ تو ناظرین بطور خود تصفیہ کی چیز ہوگی کہ حسین اپنے غیر کے نظام حکومت سے کب سے متنفّر ہونے لگے اور کون کونسی حالتون نے نفرت کے مدارج مین ترقی دی۔ اِس وقت تو مثالیہ حکومت کے ضمن مین ہمین یہ کہنا ہے کہ یہ ہونیوالا نہ تھا کہ علی کا عامل اپنے امام کے وصایا کے ساتھ اپنے عمل پر پہونچتے ہی پاتا چہ جائیکہ وہ اس مرکز سے حکومت شروع کرتا اور اُسکی باضابطہ اطلاع ان مضامین کے متعلق پائی جاتی۔ زہر کے ایک قطرے نے عالم سیاست کے اس پُر امید تجربہ کا موقع آنے دیا اور لازماً اسکے اقتصادی نتایج نہ دکھائی دیئے۔ حسین اس سے واقف ہوئے حسین زہر دینے والے اُسکی غرض اور خیال کو جانتے تھے بلکہ اُسکے باپ کے بے احتیاط جوش کو دیکھہ چکے تھے۔

لیکن ایسے تو ابھی دیر تھی کہ حسین اپنے علم اور ارادہ کے ساتھہ کھڑے ہوتے ابھی تو اُنھین یہ دیکھنا تھا کہ میرے پدر بزرگوار اپنی ذمہ داری کے فرض کے ادا کرنے کے لئے مستعد ہو رہے ہین اور اپنے ایسے دشمنون کے مقابلہ مین جنکی روش نصف صدی کے تجربہ پہ اُتر چکی ہے نہ صرف وجدیہ احتیاط سے کام لے رہے ہین بلکہ اُنکے کسی فعل کی نیت بجز اصلاح۔ عدم تفرقہ اور پابندی احکام الٰہی کے کچھہ اور نہ تھی۔

حسین اپنی قوت کا معائنہ کرتے ہین۔

رقہ اور حران مین مالک اشتر کی کارروائیان اپنے دشمن کے مقابلہ مین سنئین۔ جو گویا عملی تمہید تھی صفین کے معرکہ آزمائی کی۔ اپنے پدر بزرگوار کو اپنے مختلف عمال کے پاس فرامین ارسال فرماتے دیکھا اور یہ سلسلہ دیکھتے رہے کہ مختلف مقامات کے حکام فوج اور سامانون کے ساتھہ پہونچنے لگے۔ پرجوش فوج کا جہاد۔ اخلاص پسند افسرون کا شاندار معائنہ۔ تجربہ کار رسالدارون کی مشغولیت

اور انتظام اور پھر سب کا امیر المومنین کے سامنے اُس طرح جھکنا اور اطاعت کی وہ ناقابل سہو طبعی شان جو خوف اور تنخواہ سے ممتاز ہو ایک ایسا منظر تھا جسے دنیا نے بہت نہیں دیکھا ہے۔ میرے پاس اس استنباط کی وجہ نہیں ہے کہ موسیٰ۔ یوشع اور داؤد کو ایسا پُر اخلاص منظر کبھی دکھائی دیا اگرچہ وہ فوجوں کے افسر رہے۔

مقدمہ فوج کو تجربہ کار افسرونکی ماتحتی مین روانہ ہوتے دیکھا اور دشمن کے مقدمہ کی شکست کی خبر سنی راستہ مین فوج فوج لوگونکو استقبال کے لیئے حاضر ہوتے دیکھا۔ یہانتک کہ پانی کے اُس جسیم لب سیلا کے پاس پہونچے جسکا نام فُرات تھا۔ اور جسکی نرم اور صاف لہرین نینوہ کے ریگستانی ساحل کو ٹھکرا تی اور مغنی صدا پیدا کرتے ہوئی اس وقت کے تھکے ہوئے سپاہیونکا آرام دہ استقبال کررہی تھین۔ فوجی افسر جانکاہ کوچ اور کسل مند سفر کے بعد ایسے موقع پر اپنے بچون پر سے نظامی تربیت کی نگاہ اُٹھا لیتے ہین۔ دم لینے دیا جاتا ہے اور پیاسے سپاہیونمین ٹھنڈے پانی کا ایک گھونٹ پھر سے حواس پیدا کر دیتا ہے۔ سپاہیون کے بے قاعدہ جُھنڈ لب ساحل پر پہونچتے ہین اور اطمینان سے فطرت کی فیاضی کا لطف اُٹھاتے ہین۔ ٹھنڈی۔ لطیف۔ کھیلتی ہوئی ہوا جان ڈالتی ہے اور خود بخود ایک سکون کا سناٹا چھا جاتا ہے۔

فرات کے دو منظر اور حسین۔

کون جانتا ہے کہ اسوقت کہین ساحل پر پہونچکر جناب امیر نے گھوڑے کی لگام روک لی ہو حسین بغل مین موجود ہون اور ٹھنڈی ہوا کے ایک تموج کے لیئے بند قبا کھول دیئے ہون خاموش کچھ دیر گردو پیش کے منظر دیکھتے رہی ہون اور گھوڑے کنوتیان بدل رہے ہون۔ کون جانتا ہے کہ یہ وہی جگہہ ہو جس سے حسین کے آخری وقت کو تعلق تھا اور وہ ایک جم غفیر سے جنگ کر کے بڑھتی ہوئی پیاس مین یہان پہونچے۔ اسی گھوڑے کی لگام ڈھیلی کردی اور بند قبا کھول دیئے۔

کنار فرات کے ذبیحہ کے متعلق مختلف زمانوں کا مماثل خواب اور ملتے ہوئے الفاظ۔

کونسا مورخ ہے جسنے اسکے بعد جناب امیر کے خواب کا تذکرہ نہین کیا ہے۔ خواب جسمین دکھائی دیتا ہے کہ کھجور کے درختون کی شاخین زمین پر اپنے سر ٹپک رہی ہین۔ میدان مین خون جوش مار رہا ہے۔ اور حسین اُسمین غوطے کھا رہے ہین۔ اور پھر نائب رسول اس یقین کی حد تک متاثر ہے کہ حسین کو طلب فرمایا ہے۔ صبر اور ثابت قدمی کی نصیحت کرتا ہے اور مصیبتون کے پہلے تیار رہنے کی ہدایت فرماتا ہے۔ ہم کیون حیرت زدہ ہون اور تخیل کی جولانگاہ مین کھو جائین جب یرمیاہ ۴۶ باب کی دسوین آیت

کہتی ہے کہ "خداوند رب الافواج کے لیئے اُتر کی سرزمین مین دریائے فرات کے کنارہ ذبیحہ مقرر ہے" یا مکاشفات یوحنا مین "بّرہ" اور اُسکی معبودی اُسکی صفات اور حقوق کا تذکرہ ہے۔ کیا حق تھا توریت اور انجیل کے اوصیا کو جو قرآن کے نبی کے وصی کو نہ ہو سکتا اور ایسے ہی مکاشفات اُسے نہ ہوتے۔ اگر یہ تینون باتین کسی کے لئے حیرت خیز مناسبت تاریخی رکھتی ہین اور تین پیشینگوئیوں کے اکثر الفاظ ملتے ہین تو وہ محض حسین کی شہادت ہے۔ یرمیاہ کا زمانہ دور تھا یوحنا کا زمانہ دور تھا اگر اُنسے سوال بھی کیا جاتا تو وہ صحیح جواب نہ دے سکتے تھے لیکن زیر ذکر زمانہ تھا کہ یرمیاہ کے "ذبیحہ" اور یوحنا کے "برّہ" کو "ید اللہ" اپنی ہتھیلی کی سایہ مین لے لیتا اور فرما سکتا کہ دیکھو خدا کے حقیقی تخت کا مالک میرا یہ فرزند ہے!

"یا بنیّ انّی اریٰ فی المنام"
"وترکناہ علیہ فی الآخرین"
(والصافات)

ہم بعض سلسلہ خیال کی وضاحت کے لئے ابراہیم اور اسمٰعیل کے قصہ کا اپنے "ہدایت نامہ" سے ترجمہ پیش کرتے ہین کہ "اے فرزند مین خواب مین دیکھتا ہون کہ مین تجھکو ذبح کر رہا ہون پس تو سوچ کہ تیرا دل کیا کہتا ہے۔ کہا۔ اے باپ! جو کچھ تمکو حکم دیا جاتا ہے کرو۔ تم دیکھو گے کہ انشاء اللہ مین اسکو برداشت کرونگا۔ پس جب دونون راضی ہوگئے اور (ابراہیم نے اسمٰعیل کو) ماتھے کے بل لٹایا تو ہمنے اُسے پکارا کہ اے ابراہیم تونے اپنے خواب کو سچ کر دکھلایا۔ بیشک ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہین احسان کرنے والونکو۔ بلاشبہہ یہ تو بہت ہی سخت امتحان ہے۔ اور ہمنے اسے ایک بڑی قربانی کے بدلے بچا لیا۔ اور اُسکو پیچھے آنیوالون مین باقی چھوڑا"۔

کون جانتا تھا کہ ابراہیم کا رویائے صادقہ ایک آگ ہو گئی جسکی چنگاریان مختلف نفوس مقدسہ سے نکلی گی شواہد النبوۃ مین حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ اُنھون نے جناب رسالتمآب کو متغیر اور پریشان دیکھا اور حضرت ام سلمہ کے سوال پر فرمایا کہ "امشب مرا بہ موضعے بردند از عراق کہ آنرا کربلا گویند و جائے قتل حسین رضی اللہ عنہ و جماعتے از فرزندان مین نمودند"۔ رسول اُسکے اس رنج کو بھی دیکھینگے کہ اُنکے منبر پر بندر چڑھ آئے ہین۔ مکاشفات ہونگے اور حسین کی رسول کے زمانہ کی مختصر حیات کئی مرتبہ شہادت کے پیشگوئی کا مرکز ہو جائیگی۔ جناب امیر ٹھیک اُسی جگہہ فطرت کے لامعلوم ذرائع سے ایسے اشارے پائینگے جس سے کچھ زمانہ بعد کا آنے والا واقعہ اُنکی نگاہون کے سامنے پھر جائیگا اور وہ ابراہیم کے فرزند کو آئندہ ذبح عظیم کے لئے تیار کرینگے جو آخرین کے لئے اُٹھا رکھا گیا تھا۔ طبعًا جناب امیر اور ابراہیم کے جذبات محبت اور اثر مین کچھ بھی کمی تھی۔ مگر در حضرت ابراہیم نے سخت امتحان دیا لیکن آخر مین خوش ہوئے۔ مولانا علی ابن ابی طالب کی کیفیت ایسی

نہ تھی جو زائل ہو جاتی۔ کیونکہ شخص۔ زمانہ اور مقام معلوم تھا۔! باپ آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور ذبیحہ کے سر اقدس پر دست شفقت پھیر رہا تھا۔

یہ بھی اتفاق تھا کہ شام کا لشکر فرات پر قبضہ کر لیتا اور جناب امیر کے افسران لشکر پہلی مرتبہ یہ سنکر کہ "جنہوں نے چالیس روز تک عثمان کو پانی نہ دیا یہ لوگ مستحق عذاب ہیں"

آج بزور شمشیر پانی کو اپنے قبضہ میں لاتے اور پھر جناب امیر کے بشری حق شناسی اور رحم سے دشمن کو محروم نہ رکھتے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ فرات پر قبضہ کرنیکی جنگ میں حسین شریک تھے یا نہ تھے۔ صاحب ماتمکدہ کے نزدیک گھاٹ چھیننے والی فوج کے افسر حسین تھے۔ لیکن شریک جنگ بھی تھے تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ غور سے دیکھتے نہ ہوں۔

بنی امیہ سے نہر فرات کا چھینا جانا اور حسین

یہ بھی ہونے والا تھا کہ جناب امیر عرب کے رسم کے لحاظ سے محرم میں جنگ ملتوی رکھتے۔ اور اس زمانہ کے ختم ہونے کے بعد حسین سواران میمنہ کی افسری میں اپنے برادر معظم کے شریک رکھے جاتے۔ کسی موقع پر دیکھتے کہ اُنکے برادر معظم سے کسی سیاسی فریب کی باتیں کی گئی ہیں اور اُنکے جواب سے قوت حاصل کرتے۔ ملاحظہ فرماتے کہ امیر شام ابن عمر اور اُنکے خاتمہ کو کسی کام میں لایا۔ لیکن سب سے دلچسپ مطالعہ کی چیز جناب امیر تھے۔ جنکی ایک شان یہ بھی تھی کہ مرتے اور مرتے ہوئے کی کس درجہ دلدہی اور سرفرازی فرماتے ہیں۔ حسین کو سخت ترین موقع پر یہ فرض ادا کرنا تھا!

میدان جنگ میں باپ اور بھائی کی بعض مثالیں اور حسین۔

باوجودیکہ اسکی تفصیلی خبر نہیں ہے کہ حسین صفین میں کیونکر لڑے۔ اور اُنکی شرکت جنگی حیثیت سے کوئی نمایان شان رکھتی تھی یا نہیں لیکن مالک اشتر کی تعریف کا موجود ہونا اسکی بہترین سند ہے کہ حسین کی جنگ بھی ایسی تھی جسکا تذکرہ یہ وحید عصر شجاع اپنے رجز میں شامل کر لیتا۔

صفین میں حسین کے جنگ کا شان۔

کسنے خواب دیکھا تھا کہ بنی ہاشم اور اُنکے ہوا خواہوں کے بڑھے ہوئے دل۔ اُنکی فاتحانہ شان۔ اور آیندہ کے درستی نظام کی امیدیں دفعۃً یاس کی سخت اور خلاف امید چوٹ کھائینگے۔ ایسی چوٹ جسکے بعد پھر نہ سنبھل سکتے۔ اسکے بعد حسین نے جو اُنکی آنکھیں تھیں۔ قصہ قرآن تھا۔ حکمین تھے اور اُنکی ضمنی کارروائیاں تھیں کچھ دیر تک کے مطیع سپاہی اور لوگ تھے جو سخت دشمن سے زیادہ مضر ثابت ہوئے۔ اسکے بعد قیاس آسان ہے کہ قریب میں آنے والے اور فریب دینے والوں سے حسین کا تنفر کس درجہ کا ہوگا۔

صفین کا تغیر اور حسین

جناب امیر کوفہ واپس تشریف لائے۔ اسکا شکر کرتے ہوئے کہ وہ گذشتہ امتحانوں میں حق سے نہیں ہٹے اور

باپ کے بعد ذمہ داریوں کا احساس

اب وقت تھا کہ علی کی اولاد جناب امیر کے وداع کا ہیلا جانگداز پیغام سنتے اِس لئے کہ وہ جناب اپنی اولاد کیلئے آیندہ کا انتظام فرما رہے تھے اور وصیتین کر رہے تھے۔ اور پہلی مرتبہ وصیت نامہ کے اس فقرہ سے کہ "اگر حسن کو کوئی حادثہ پیش آئے اور حسین زندہ ہو تو اسکے بعد وہ اِس حکم کے ساتھ قیام کرے" حسین آیندہ بعض ذمہ داریونکو اپنی آنکھون کے سامنے صورت پذیر ہوتے دیکھ رہے تھے۔

جناب امیر کی اپنے فرزندون کی تعلیم پر توجہ اور حسین

اور اگرچہ جناب امیر اپنی وصایا مین خاندان کے آیندہ ذمہ دار کو مخاطب فرما رہے تھے لیکن یہ قیاس نہین ہو سکتا کہ اُنھون نے اپنی اور اولاد خصوصاً حسین کو اس سے علیحدہ رکھا ہو کیونکہ حسنین کی عمر مین کوئی زیادہ فرق نہ تھا۔ جس سے قیاس کیا جا سکتا کہ حسین اس قدر چھوٹے تھے کہ اپنے بڑے بھائی کی تعلیم سے فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ روایتین تو چھ سات مہینہ کا فرق بتاتی ہین مگر برس ڈیڑھ برس کا فرق بھی کوئی فرق نہ ہوتا۔ اِس بنا پر یہ صاف ہے کہ جناب امیر حسن کی طرح تمام اولاد خصوصاً حسین کے لئے فرماتے ہین کہ "تیرے ہر کام مین ہر جگہہ مین نے اپنی توجہ کو لازم سمجھا جیسا ایک شفیق باپ کا فرض ہے۔ مین نے تیرے کام کے موافق تیرے ادب سکھانے کا عزم بالجزم کر لیا تھا کہ جب تو نوجوان ہو۔ صاحب نیت سلیم ہو اور ایک صاف و شفاف نفس کا مالک ہو تو تجھے کتاب اللہ عزوجل کی تعلیم دون۔ اُسکی تاویل پر عبور کرا دون۔ اسلام کے طریقے اور اُسکے حلال و حرام تجھے سکھا دون اور اس تعلیم کے غیر کی طرف تجھے تجاوز نہ کرنے دون۔ پھر مجھے خوف ہوا کہ مبادا تجھپر وہ علوم و معارف مشتبہ ہو جائین جنمین لوگون نے اپنی نفسانی خواہشون اور فاسد رایون کی سبب سے اختلاف کیا ہے اور وہ اُنپر مشتبہ ہو گئے ہین۔ پس مین نے اسکو مضبوط و مستحکم کر دیا۔ اس لئے کہ تجھے آگاہ کر دینا میرے نزدیک اس سے محبوب تر تھا کہ مین تجھے ایسے امر کے حوالہ کر دون جسمین تیری ہلاکت سے بیخوف نہین ہون"

جماعت کی ابتری کا نظارہ اور حسین۔

حکمین کی کارروائی کے بعد جناب امیر کو یہ فرماتے سنا کہ "دونون راہ راست سے علیحدہ رہے پس اس حکم و فیصلہ سے اللہ اور اُسکا رسول اور صلحاء امت بری ہین لہذا تم لوگ شام پر حملہ کرنیکی تیاری کرو" خوارج کا انقلاب طبیعت اور ناشنوی اور اپنی فوج اور نظام کی دوبارہ فتح دیکھی اور پھر یہ حیرت خیز تماشہ دیکھائی دیا کہ شام پر کوچ کرنے کے لئے عذر مہیا ہو گئے اور عذر بیان کرنیکا وکیل اشعث ابن قیس قرار دیا گیا۔

انفرادی عزم اور حسین

اسکے بعد تساہلی گویا قوم کا ایک مستقل مرض ہو گیا جبکہ ان خبرون سے بڑھتا گیا کہ اہل شام

سرحدی مقامات اور اندرونی شہروں پر چھاپے مارے لیکن کوئی جناب امیر کی ملامتوں نصیحتوں اور انجام نمائی سے اس طرح متاثر نہ ہوا کہ شام کے ایسے حملے ہمیشہ کے لئے روک دئیے جاتے جنمین سب سے زیادہ افسوسناک نتیجہ یہ تھا کہ محمد ابن ابی بکر شہید ہوگئے اور انھین واقعات مین یہ بھی دیکھا کہ جناب امیر نے ہیت یا انبار کی طرف تنہا روانہ ہونے کا عزم ظاہر فرمایا۔ یہ صورت اس تعلیمی قابلیت سے بڑھتی کہ انسان اپنے فرائض کے انجام کے لئے اپنا انفرادی عزم ظاہر کرسکتا ہے اگرچہ وہ اس حیثیت سے زیادہ مفید نہ ہو کہ تنہا کے عزم سے زیادہ کاربراری نہین ہوسکتی۔ لیکن کسی نتیجہ کا موافق ہونا یا نہ ہونا اپنی ذمہ داری سے بری نہین کرسکتا۔ جناب امیر کا یہ عظیم الشان عزم حسین کے ناقابل مثال ارادے کا پیشرو تھا۔

دشمن کی بعض حرکتون کا معائنہ۔

اگر اپنی روش کی پختگی تجربہ سے ثابت ہوئی تھی تو لوگون کے عدم اطاعت کے نتایج بھی دیکھے تھے دشمن کے فریب جور شورت۔ سازش اور زہر کی شکل مین ظاہر ہوتے تھے کوئی پوشیدہ خبر نہ تھی لیکن یہ واقعات بھی تجربہ مین آنے والے تھے کہ دشمن باوجو انکار اسلام نہ کرسکنے کے حاجیون کے محافظ سپاہیون کو قتل کرسکتا ہے اور لوگون کو فریضہ حج سے اس لئے مانع ہوسکتا ہے کہ اسکی سیاسی شہرت کے لئے مفید ہے۔ اور سب پر طرّہ یہ تھا کہ ایسے وقتون مین مدینہ کی وقتی گورنری کی موقع کو ابوہریرہ ضایع نہ جانے دے سکتے تھے اگرچہ وہ ابن ابو سفیان کے ہاتھ سے ملا ہو جسکی قبضہ کی دلیل یہ تھی کہ اب تک وہب ابن مسعود فوج لیکر جناب امیر کی طرف سے نہ پہونچے تھے۔

ارادہ کا استقلال اور حسین کا فوجی عہدہ

ہوتا جو کچھ ہوتا لیکن جناب امیر اپنی جگہہ پر موجود تھے۔ شورشین اور انکا مجموعہ ایسا نہ تھا جو جناب امیر کے سکون اور اطمینان پر اس قدر اثر کرسکتا کہ وہ اپنے عزم سے باز آتے۔ نہروان کی جمع کی ہوئی فوج عذر کر چکی تھی تو کیا۔ درمیانی خلاف ورزیان اور تساہلی ظاہر ہو چکی تھی ہوئی لیکن انھین وقتون مین جناب امیر نے یہی کیا کہ سنہ مین ابو ایوب اور قیس ابن سعد کے ایسے معتبر افسرون کے علاوہ دس ہزار فوج اپنے فرزند حسین کی ماتحتی مین نامزد کرسکتے۔ نہ اسکے قبل کہ حسین جمل۔ صفین اور نہروان کے معرکے دیکھ چکے ہوتے اور انمین شرکت کی ہوتی۔ اے کاش یہ فوج روانہ ہوجاتی کہ اسلام بعد کے برے دن نہ دیکھتا!

روانگی کا دن نہ آیا۔ زہر آلود تلوار حائل ہوگئی جو ملک اور عورت نے تیار کی تھی۔ حسین کے علم میں

جناب امیر کی حالت زخمداری۔ الفاظ۔ علی اور حسین۔

یہ بھی آتا تھا کہ انسان اپنے ملعون ارادے کے اجرا کے لئے نماز کی مشغولیت سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔
اور وہ غفلت مین شہید کیا جا سکتا ہے جبکے میدان جنگ مین شہید نہ ہونے پر شجاعت روتی۔ حسین
اُسوقت پہونچے جبکہ مصلے۔ صحن مسجد اور محراب شہید کے خون سے مقدس ہوچکے تھے۔ اور باپ کے
سر سے خون کی چادر نے چہرہ اقدس کو پہچاننے کے قابل نہ رکھا۔ لباس رنگین ہوچکا تھا۔ لیکن حسین کے
سننے کی بات یہ تھی کہ ادھر تلوار مغز سر پر پہونچی اور اُدھر زبان نے "فزت برب الکعبۃ" کہا۔ اور
مراسم دین کے اجرا کا یہ لحاظ دیکھنا تھا کہ حسن کو نماز تمام کرنیکا حکم دیا جاتا!

شدید ضرب اور اُسکا ضمنی کرب ہوتا۔ ہوتا۔ لیکن علی ہوتے اور وہ اپنے فرض کو دوسرے وقت
کے لیے اُٹھا رکھتے یہ ناممکن تھا۔ قاتل آتا ہے اور خدا کے رحم وکرم کا مجسمہ اُسکے ساتھ برتاؤ سے
خلق خدا کو حیرت زدہ کرتا ہے وہی جو جمل مین حالت جنگ مین پیاس کے وقت شہد کا شربت
پی رہا تھا اور اسپر متاسف تھا کہ دشمن بھی پیاسا ہوگا وقت تھا کہ "اپنی ذات اور اپنے گروہ
کی اصلاح تمام روزہ ونماز سے افضل" بتائی جاتی۔ اور کہا جاتا کہ "اے اولاد عبد المطلب!
مین تمہین ایسی حالت مین نہ پاؤن کہ تم مسلمانون کے خون مین سر سے پاؤن تک رنگین ہوتے پھرو...."
فرماتے کہ "سچی باتون پر زبان کھلے" یا "ظالم کے دشمن رہنا اور مظلوم کے مددگار"

وہ نذر ہا جسنے حسین کو حسین بنایا تھا۔

حسین کے لئے اپنے پدر بزرگوار کی شہادت قریب قریب ویسی تھی جیسے جناب امیر کے لئے رسول کی رحلت
تھی۔ حسین پر اپنے جد بزرگوار اور مادر عالی مقدار کا جیسا اور جس درجہ اثر پڑا وہ ہوش کی کیسی ہی کمی کے
زمانہ کا کیون نہ ہو لیکن کسی طرح تھوڑا نہین سمجھا جا سکتا۔ لیکن ابتدا سے آج تک جبکہ حسین چھتیس برس
کے ہوچکے تھے اُنکی خصائل سازی زیادہ تر علی کی آنکھ۔ علی کی زبان اور علی کی موجودگی اور اُنکے واقعات
سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ نذر ہا جسنے حسین کو حسین بنایا تھا!

جناب امیر اور حسین کی حالتو مین ایک فرق یہ تھا کہ رسول کے بعد جناب امیر کو امید تھی اور وہ فتنہ
یاس دکھائی دی۔ پھر بھی تشدد کا مسلسل نظام درست نہ ہوا تھا۔ لیکن حسین تک پہونچتے پہونچتے زمانہ
کے تجربے نے مدد کی تھی اور اب دشمن "رہنے دو" پر عمل کرنے آمادہ نہ تھا بلکہ رہنے دینا اپنی سیاسی حیات کیلئے
مخدوش سمجھا تھا۔ منازعت کا سلسلہ جاری تھا اور صفات قومی کے وہ تغیرات دیکھ چکے تھے اور دیکھ رہے
تھے جو کسی طرح امید افزا نہ تھے۔ قوم اب حیات سے ہر طرح جینے کی ذلتون پر آمادہ تھی موت سے بر عزت

حیات خریدنے پر آمادہ نہ تھی۔ اُسکی کارکنی کی قابلیت پر تساہلی کا فالج گرا تھا۔ اور وہ جینے سے انکار کر رہی تھی۔

مسیح ہے کہ مسیب ابن نخبہ۔ حجر ابن عدی اور قیس ابن سعد کے ایسے چند بے مثال دوستوں کی نگاہ میں جانثار بلکہ اس سے زیادہ مسلح سپاہی دکھائی دے رہے تھے لیکن اُنکی غیرت اور اخلاص کا جوش حالت کے سمجھنے میں مبالغہ کر رہا تھا۔ وہ بیکار عضو کو باکار سمجھنے کی امید کر رہے تھے۔

ترغیب جہاد پر آمادہ نہ ہونا اُلٹے عذر ڈھونڈھتے رہنا اور بات بات پر بگڑنا قوم کی حالت کو اچھی طرح سمجھا رہا تھا اور وہ جو قومی حیات کے سر پر تھا اُسے ایسے مواد سے بہتری کی امید اور دشمن سے مقابلہ کرنیکا عزم کرنا خودکشی سے بہتر نہ معلوم ہوتا تھا۔ جو قوم اپنے رہنا کو لوٹ سکتی تھی اور اُسے زخمی کر سکتی تھی کہ آیندہ وہ نہ رہے جو تمہین کچھ حکم دے سکے وہ اِس قابل نہ تھی کہ اُسکے بھروسہ پر قومی دشمن کے مقابلہ میں تلوار سے فیصلہ کا ارادہ کیا جا سکتا۔ مختصر یہ کہ حسن کا زمانہ اور اُسکے تمام اتفاقات جنگی ضروری حیثیتوں سے کافی بحث کیجا چکی۔ اسکا بہترین نمونہ تھا کہ کیونکر کوئی قوم اپنے ہاتھ سے اپنے اختیار اور آزادی اور صفات قومی کو تباہ کرنے کے لیے آخری ضرب لگاتی ہے اور بقول تاریخ خمس اسکا یقین تھا کہ "لشکر غالب آئیگا" جسنے حسن کو ایسی افسری سے دست بردار ہونے پر مصمم کر دیا اِس لحاظ سے کہ امیر المومنین نے قوم کی ناراستی اُسکی امید اطاعت اور پیروی کے خیال سے اپنے ذمہ لی تھی جبکہ وہ خود ہم آوازی سے ایسا کہہ چکی تھی۔ اسکا یقین ہے کہ مسلسل خلاف ورزیان رہنے کی صورت مین امیر المومنین بھی دست بردار ہو جاتے بلکہ اُنہون نے اِن لفظون سے ابتدا بھی کر دی تھی کہ "مین اس بات کو دوست رکھتا تھا کہ تمہین نہ دیکھون اور تمہین نہ پہچانون" یہ حالتین حسین کے لئے پُر غور تجربہ کی چیز تھین۔ آیندہ حالتین بتائینگی کہ اسکا حسین پر بڑا اثر تھا۔

صلح کے متعلق حسن اور حسین کے خیال میں تناقض نہ تھا بلکہ موقع کا فرق تھا۔

لیکن صلح کے وقت حسین کے بعض الفاظ اور انداز ہین جس سے قیاس کیا جا سکے کہ اُنکا تصفیہ مذکورہ صدر خیال سے الگ تھا یا مختصر لفظون مین وہ اُس سے الگ سوچتے تھے جو کچھ بظاہر حسن نے تصفیہ کیا تھا۔ باوجود ایسی مختصر خبرون کے جنپر حتمی تصفیہ نہ کیا جا سکے مجھے اسکے قبول کرنے مین کوئی عذر نہین ہے کہ حسین وہی کچھ سوچتے تھے جیسا قیس بن سعد۔ مسیب۔ عبید بن عمر۔ حجر یا سفیان ابن لیلے کا خیال تھا۔ مجھے عجب ہوتا اگر حسین یا دوسرے چند لوگون کا ایسا خیال موجود نہ ہوتا اور اُس وقت مین یہ تصفیہ کر لیا کہ قوم مین ایک شخص بھی باقی نہ رہا تھا جو

اپنے قومی وقار کے حفاظت کا خیال ہوتا اور گذرتی ہوئی سیاسی حیات پر ٹھنڈی سانس لیتا۔ لیکن کسی ایسے معترض کی غلطی دہان ہے جہان وہ حسن اور حسین کی تصفیہ مین تناقص خیال کرتا ہے۔ وہ تناقص کے نہ صرف درجہ مفہوم مین مبالغہ کرتا ہے بلکہ وہ انفرادی فرائض کو بھی بھول جاتا ہے۔ حسین ہون یا یہ چند مخلصین یہ عامہ مسلمین کی طرح ایک حیثیت رکھتے تھے جنھین اپنے اخلاص۔ ارادے اور جوش کے ظاہر کرنے سے کوئی امر مانع نہ تھا۔ لیکن حسن کی حیثیت بہ لحاظ ذمہ دار امام ہونے کے دوسری تھی۔ انھین زیر نظر امورات کا تصفیہ چند بجوش مخلصین کے اظہار ارادت پر کرنا ناممکن تھا۔ اور ناممکن تھا کہ وہ بقیہ قوم کی تساہلی اور بیکاری کا لحاظ نہ کرتے۔ کون سوچ سکتا ہے کہ حسن کے تمام خیال اور امید مین یہ نہ تھا کہ اگر تمام قوم اس وقت ان چند مخلصین کی غیرت قومی کی مظہر ہوتی۔ اب یہ تصفیہ آسان ہے کہ چند آدمیون کے اعتبار اور بھروسہ پر دہ صلح نہ کرتے یا اپنی اس حالت پر قیام کرنا قطعاً بے سود سمجھکر چند مفید شرائط کی اخلاقی قوت پر اعتبار کرکے صلح کرتے۔ سیاسی اقتدار کا قایم رکھنا چند آدمیون اور فوج کی بے قوتی سے ممکن نہین ہے۔ خصوصاً جبکہ قوم سے اپنے سیاسی حیات کا حس جاتا رہا ہو۔

ان صورتون کے لحاظ سے جنھین حسن نے صلح کی کون کہہ سکتا ہے کہ خود حسن کو اس صلح سے ویسی ہی "کراہت" نہ تھی جیسی حسین کو تھی۔ لیکن جسوقت موقع یہ تھا کہ حسین بحیثیت جماعت قومی کے ایک فرد ہونے کے اپنی کراہت اور صلح سے ناخوشی ظاہر کرسکتے تھے حسن کی مصلحت کی روح یہ تھی کہ ہم اس ناگزیر موقع سے اظہار کراہت کرکے اس صلح کے اُس قدر اثر کو بھی کھو نہ دین جو چند روز کے بعد دشمن کے جبر سے حاصل ہوا اور پھر زبانی باتون کا بھی موقع نہ تھا۔ حسن کا کوئی اظہار کراہت اقدام صلح کی آپ ہی تردید تھی درانحالیکہ عدم صلح مین قومی حقوق کی حفاظت کا کوئی سامان نہ تھا اسقدر بھی نہ تھا جیسا اس صلح کے بعد ہو۔ یہان وہی کراہت جس کا ظاہر کرنا حسین کا فرض تھا۔ حسن کیلئے ظاہر کرنا فرض تھا۔ کراہت دونون مین قدر مشترک تھی۔

کوئی اور آگے بڑھ سکتا ہے کہ بہ لحاظ اسکے کہ حسن نے ایک امر کیا تھا کسی طرح مناسب نہ تھا کہ حسین اظہار کراہت بھی جائز رکھتے۔ ایسا سوچنے والے نے اسپر غور نہین کیا کہ صلح کا اخلاقی اثر صلح کے اعلان تک اور بس اور اسکے ساتھ ختم ہوگیا جب معاویہ نے کہا کہ صلح کا "سرا میرے ہاتھ مین ہے اُسپر وفا کردن یا نہ کردن" حسین کی کراہت اس اعلان کے یقیناً بعد تھی۔ اسکے بعد نہ صرف حسین بلکہ کسی کو اظہار کراہت

حق تھا۔ حسن بھی اظہار کراہت کرتے اگر کرسکتے۔ صلح حدیبیہ اُسوقت تک تھی جب تک شرائط پر عملدرآمد
تھا۔ صفین اور حکمین کا سمجھوتہ اُس وقت تک نافذ رہتا جب کوئی تصفیہ ہوتا جسپر فریقین عمل کرسکتے۔
اگر نقض عہد پر رسول فتح مکّہ اور جناب امیر دوبارہ فوجکشی کے سامان کرسکتے تھے تو حسن بھی نقض عہد کے بعد
فوجکشی کرتے اگر کرسکتے۔

نہ کسی کا آمادہ ہوکر جنگ کرنا انفرادی حیثیت سے امام کی خلاف ہوسکتا۔ اسلیئے کہ اُنھوں وجہ ظاہر کردی
کہ ہم تمہاری جانوں کی حفاظت کیلیئے صلح کرتے ہین ہر شخص کو اپنی جگہہ سوچنے کا موقع دیا تھا کہ اگر تم جان کی حفاظت
ضروری نہین سمجھتے تو تمہین اختیار ہے۔ اِس طرح کسی کا کسی اہتمام سے جنگ کرنا عمومیت صلح کی اُس وقت تک
نفی نہ کرتا جب تک خود حسن شرکت جنگ نہ کرتے۔ اور اس طرح اسکے بعد بھی وہ شرائط صلح کی نفاذ پر زور دیسکتے
تھے۔ باوجود ایسی صورت کے وہ حسن کی خوشنودی کے لحاظ سے ہو یا اپنی کراہت کے باوجود حسن کے تصفیہ
کی پختگی کے طبعی اقرار پر ہو۔ حسین کسی ایسے امر پر آمادہ نہ ہوئے جو حسن کے تصفیہ کے خلاف روش
کہی جاسکتی۔

ابن اثیر کے اِس فقرہ مین کہ "اپنے باپ کی تکذیب اور معاویہ کی تصدیق نہ کیجیے" اگر "تکذیب"
اور تصدیق" کے الفاظ حسین کے استعمال کردہ الفاظ نہین ہین بلکہ کسی قریب المفہوم لیکن کم کرخت الفاظ کے
اسلیئے قایمقام قرار دیئے گئے ہین کہ حسین کی مخالفت ظاہر کرین تو زیادہ بحث کی چیز نہین ہے لیکن اگر بفرض
محال یہی الفاظ استعمال کیئے گئے تو یہ فقرہ غالباً جوش کی پہلی لہر کا تھا جس مین سختی سے یہ کہہ رہے تھے کہ اپنے پدر
بزرگوار کی اس روش کے خلاف نہ کیجیے کہ وہ برابر معاویہ سے جنگ کرتے رہے اور اُنھون نے اُسکے امارت کی
تصدیق نہین کی۔ جو آپ کررہے ہین۔ لیکن اسکے بعد ہی موقع کی حقیقت سامنے آگئی اور اب حسین کا تصفیہ انکی
خاموشی سے ظاہر تھا۔ اگرچہ حسین کے اِس فقرہ کا جواب بھی دیا گیا کہ مینے اُس مصلحت سے معاویہ کو حکومت
سپرد کردی جو وجہ تمہارے پدر بزرگوار کو داعی تھی اِس سے بیشتر کے زمانہ مین" حسین روتے ہوئے حسن کے
پاس گئے تھے لیکن ہنستے ہوئے باہر آئے۔

ابتک جو کچھہ مین کہہ رہا تھا اِس امر کے تسلیم کرنے پر تھا کہ حضرت امام حسین اپنے برادر عالی مقدار کے تصفیہ کے
اِس درجہ ناخوش تھے کہ صلحنامہ کو اپنے اوپر نافذ نہ سمجھتے۔ لیکن اگر روضۃ الصفا پر اعتبار کیا جائے جسکے موقع
اور لہجہ کو مین زیادہ تر مطابق واقعہ سمجھتا ہون تو حسین کی روش مین حسن کے تصفیہ سے کوئی ادنی اختلاف نہین

دکھائی دیتا کہ علی ابن بشر وجہ مصالحت یا شرائط سننے کے بعد حسین کے پاس جاتا ہے اور انھین بیان کرتا ہے اور حسین مدبرانہ خشک مزاجی سے فرماتے ہین کہ "ابو محمد (حسنؑ) نے جو کچھ فرمایا وہ حق اور مطابق صدق ہی جبتک معاویہ زندہ ہے اب بجز اسکے کوئی چارہ نہین ہے کہ ہر شخص اپنے گھر مین بیٹھا رہے" اِس جگہہ مجھے اِن فقرات مین کوئی ایسے انداز نہین معلوم ہوتے جیسے کوئی جزو اپنے کسی بزرگ کے ہر فعل کو تسلیم و رضا سے دیکھتا ہے۔ بلکہ حضرت امام حسن کی تقریر پوری آنکھ سے دیکھی گئی ہے۔ اور تقریر کے پُرانے حوالے "حق" اور جن وجوہات پر صلح کی ضرورت محسوس ہوئی وہ "مطابق صدق" کہے گئے ہین۔ اور چونکہ شرایط کے بموجب معاویہ کے بعد خلافت حسن یا حسین کی طرف عود کرتی تھی نیز اسوجہ سے کہ اُسکے بعد لوگ پھر ایسا کچھہ سوچ سکتے تھے جو بنی ہاشم کی طرف میلان کہا جائے اِس صورت مین زیادہ مناسب یہ سمجھا گیا کہ اسوقت اپنی بے توتی اِس فقرہ مین چھپائی جائے کہ "جب تک معاویہ زندہ ہے ...." یعنے معاویہ کے ایسے صاحب اثر اور سیاسی تفنن کے آدمی کے برسر حکومت نہ ہونے کے بعد اگر خلاف ورزی ہوئی تو اُسکے بعد دیکھا جائیگا۔ یہ بجائے خود جس قدر پابندی عہد تھی اُسی قدر مدبرانہ انتظار تھا اور چونکہ اپنے صلح کے اقدام اور اپنے بمثل اظہار ایثار سے لوگون کی توجہ اپنی طرف مائل کرچکے تھے اور اپنی روش سمجھا چکے تھے۔ زیادہ قرینہ تھا کہ زمانہ انتظار انکے لئے مفید ہوتا۔ اور یہ زمانہ اعراف انکے دوست تیار کرتا۔ معاویہ بھی اِسے سمجھتا تھا اور پوری سیاسی بے اعتباری سے آیندہ اپنے خیال کے لئے برسون راستہ تیار کرتا رہا۔ لیکن اُسوقت تک پہلا قدم نہین اُٹھا سکتا تھا جب تک حسن دنیا مین موجود تھے۔

حسین سے معاویہ کی طلب بیعت اور بھائی کے متعلق بیان کا بیان۔

حسنؑ۔ یعنی ذمہ دار امام تو کجا حسینؑ نے بھی بیعت نہ کی۔ معاویہ نے حسین سے بیعت کرانی چاہی انکار عجب خیز نہ تھا اور نہ معاویہ نے اصرار مناسب سمجھا جیسا معاویہ کے پیشتر جناب امیر اور اکثر لوگون سے بیعت کا اصرار ضروری نہ سمجھا گیا تھا۔ اور اگرچہ یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جو لوگونکو معلوم نہ ہوتی لیکن کسی ذمہ دار زبان سے اسکی وجہ اِس قوت سے نہ بیان ہوئی تھی جیسی اس وقت ہوئی۔ اسلئے کہ موقع آگیا تھا کہ وجہ ظاہر کیجاتی۔ حسنؑ نے فرمایا "اے معاویہ حسین کو بیعت کے لئے مجبور نہ کر۔ اسلئے کہ اُنکے نزدیک قتل ہو جانا تیری بیعت کرنے سے بہتر ہے۔ تو اُنھین قتل نہین کرسکتا جب تک اُنکے اہل بیت کو قتل نہ کرے۔ اور اہل بیت قتل نہین ہوسکتے جب تک اُنکے دوست قتل نہ ہون۔ معاملہ طول کھینچیگا" یہ

نہ صرف اسوجہ سے قابل عتاب ہے کہ ایک بھائی اپنے بھائی کا خاصہ بیان کر رہا ہے بلکہ اسوجہ سے بھی کہ یہہ اس قدر مطابق واقعہ تھا کہ معاویہ اسی پر عمل کرنے کو بیعت کے تشدد سے زیادہ محفوظ مصلحت سمجھتا۔

سو رحسین اور لوگو کی عام غلطی۔

یہ عالمین سمجھاتی ہین کہ حسین معاویہ کی بیعت کو کیا سمجھتے تھے۔ اُنکا یہ "کیا سمجھنا" سوال پیدا کرتا ہے کہ کیون ایسا سمجھتے تھے؟ اور جواب ہے کہ اس لئے کہ وہ اپنے کو اس سے بالاتر سمجھتے تھے کہ ایسے لوگون سے بیعت یا اطاعت اور موافقت کا عہد کرین جنھین وہ اچھی طرح سے پہچانتے تھے۔ و نیز اس لئے کہ اُنھین اپنے پدر بزرگوار کے طرز عمل اور تعلیم سے اسکے علاوہ اور کچھہ نہ کرنا چاہئے تھا جو کیا۔ حسن یا حسین کا بیعت کرنا اپنے پدر بزرگوار کی تکذیب اور معاویہ کی تصدیق ہوتی۔ وہ لوگ اپنی اس ظاہر غلطی پر پھر غور کرینگے جو یہ سمجھتے ہین کہ بیعت نہ کرا سکنے کے معنی یہ ہین کہ تو پھر خود بیعت کی ہوگی۔ یا ترک امارت کے معنی یہ ہین کہ جب وہ ایک ایسی چیز پر اختیار نہ رکھ سکے جسپر قابض رہنے کے لئے ایک جماعت کی پیروی اور اطاعت ضروری ہے تو وہ اپنے نفس پر قابو اور امتیاز حق و باطل بھی نہ کر سکے جس کے لئے اپنے سوا کسی خارجی مدد کی ضرورت نہ تھی۔

نہ بیعت کرنے کے معنی یہ تھے کہ وہ مخالفت پر آمادہ تھے۔ مخالفت پر آمادہ ہونیکے لئے جن باتون کی ضرورت ہوتی ہے اگر وہ موجود ہوتی تو آج تفویض امارت کا موقع نہ آتا۔ اور اسکے بعد بھی اگر انکے لئے ایسے موقع پیدا ہوتے جن سے کامیاب مقابلہ کی امید کیجا سکتی تاہم محض سامانون کی موجودگی انھین مقابلہ پر آمادہ نکرتی جب تک یہ نہ سمجھتے کہ خلق اللہ کے فائدہ کے لحاظ سے قتل اور خون کے لئے آمادہ ہونا مناسب ہے یا نہین اور اسکے بعد لوگون مین امر حق پر قایم رہنے کی صلاحیت ہے یا نہین یہ امورات تھے جنکے لئے ہی اُنھین اپنے پدر بزرگوار کے طرز عمل سے کافی مثال مل چکی تھی۔ اِس لئے اُنکی موجودہ روش یہ ہی تھی کہ تم حکومت کرتے ہو کرو۔ لیکن اپنی روش کی ہمسے موافقت اور تصدیق نہ چاہو۔ ہم الگ تھلگ رہین گے اور اگر ہم پر کچھہ لازم ہے تو یہ کہ ہم مخالفت نہ کرین۔ یہ صورت اُسوقت تک چلی جسکی طرف ہم رفتہ رفتہ بڑھ رہے ہین۔

اہلبیت رسالت کے چند پُرجوش دوست جو اپنے موقع کی حقیقت کو اب تک نہ سمجھے ہون اُنکے لئے اہل بصرہ کی روش ایک آئینہ تھی۔ آسانی سے ان لوگون نے معاویہ کی حکومت سے انکار کیا اور آسانی سے اپنے وعدہ بھول گئے گویا وہ یہ سمجھے تھے کہ معاویہ اس لئے مستوجب ہے کہ ایک قوم اُنکا ساتھہ دیرہی ہے اُسے اختیار سے دست بردار کرنے اور آل رسول کو صاحب اختیار کرنے کے لئے ایک قوم کے حمایت اور ضمنی قربانیون کی ضرورت ہے۔ وہ سمجھے نہ تھے

چند نام اور اُنکے کامون کا اثر۔

کہ وعدہ اور عمل کی مطابقت بغیر نتیجہ کی امید کرنا غلطی ہے۔

ترک امارت کے بعد ایسے لوگون کو حاکم پاتے ہوے جنکے نام بسر ابن ارطاۃ۔ عبداللہ ابن عامر کریز یا ابن زیاد مروان ابن حکم۔ مغیرہ۔ ابن عاص وغیرہ ہون۔ یہ امید کرنا کہ وہ جناب امیر اور بنی ہاشم کو اچھے نامون سے یاد کرتے اِن افراد کی ساتھ بے تعارفی ہوگی جنکے سیاق کے تذکرے ہم کرتے آئے ہین کہ اتفاقات کون سے سایہ مین انکی پرورش کرتے رہے اور پھر اسوقت کس قطب آسیا کے گرد یہ صدقے ہو رہے تھے۔ ایسا آدمی ایسے وقت کیونکر کسی صوبہ اور مشہور شہر کی حکومت کے لئے منتخب ہوسکتا تھا جو آل ہاشم کی عداوت اور اسباب عداوت مین ممتاز نہ ہوتا کہ اُسکے ذریعہ سے دبانے اور مٹانے والے اصول جاری کئے جائین۔ حقیقتاً ایک زمانہ تک بنی امیہ اور بنی عباس کی سیاست کا اصل اصول یہ تھا کہ وہ کس کس طرح آل ہاشم کا نام مٹا سکتے ہین۔ کہین مسلمان مورخین اور مدبرین جو چاہین لیکن مسلمانون کے صفات قومی کے مٹانے والے اسباب ایسے ہی دور تھے جنھون نے ذاتی اقتدار کی حفاظت مین اُن نفوس کو مٹا دیا جو اسلام اور تعلیم اسلامی کی زندہ تصویرین تھین اور جو تمام اخلاقی نظریات کے مقابلہ مین جو دنیا مین ہون محض اپنی ذات اور عمل سے بہترین تعلیم دے سکتے تھے۔ انکا ضائع جانا اُن ستونون کا گرنا تھا جو توم گر سکتے۔ انکے بعد قومی لامرکزیت کا دکھائی دینا یا بقیہ قوم مین صفات اسلامی کا نہ پایا جاسکنا مطلق حیرت خیز نہین ہے۔ اور پھر ریڑھ کی ہڈی تلاش کرنا اُس سے زیادہ بے سود۔

حسن تھے اور اُنھین یہ سب سننا تھا حسین تھے اور وہ اپنے برادر عالی مقدار سے ذکر کرتے تھے اُن بے عنوانیون کا جو دشمنون کے ہاتھون۔ انکے نام انکے ذکر اور انکی فضیلت اور حقوق کے خلاف جاری تھین۔ ان حالتون کے متعلق خیال کیا جاسکتا ہے کہ حسین کا موقع اپنے پدر بزرگوار سے زیادہ نازک تھا۔ یہ دونو یادگار رسول تھے اور دور اموی اور انکے بیشتر کے سر برآوردہ لوگ تھے جو اپنے صحبتون مین انھین اسلئے طلب کرتے تھے کہ انکی توہین کرین اسلئے کہ اُنکے خلاف انھین کچھ کہنے کی قوت نہین اور کوئی یہ دعوے کریگا کہ ہم ایسی تضحیک کرینگے کہ لونڈیان اور غلام گائینگے۔ اور کبھی مدینہ نبی سے تاریخ اسلامی کا مستند مردود جو آخر الذکر دعوے کرتا تھا حسین سے پوچھنے کی جرأت کریگا کہ اگر فاطمہ (علیہا سلام) تمہارے لئے باعث فخر نہ ہوتین تو پھر تم کس سے فخر کرتے ؟ حسین کا ہاتھ آہستہ سے بڑھکر مروان کی گردن پر قبضہ کریگا۔ اُسکا دھڑ فضا مین جھولا جھولنے لگا۔ اور ابھی پینگ مارنے سے فرصت نہ ہوئی ہوگی کہ اُسے تصدیق بغیر چارہ نہوگا۔

رفتہ رفتہ یہہ کوششین شروع ہوین کہ حضرت سبط اکبر درمیان سے ہٹا دئے جائین۔ بہ ظاہر معاویہ کو

حصول اختیار اور حسن کی بے اختیاری پر تسکین ہو جاتی چاہیے تھی کر وہ اپنی گذشتہ بے عنوانیون مین ایک ایسے اور اسلامی نگاہ سے ناقابل معافی گناہ کا اضافہ نکرتا۔ ایسا سوچنا اس حد بندی کا دعویٰ ہوگا کہ انسان کہان تک گناہ کر سکتا ہے۔ یا سیاسی بے مہار خوف کو حسن ظن کی لگام دینی ہوگی۔ یا کہنا ہوگا کہ ہندہ اور ابوسفیان کے بیٹے کے دل سے انتقام کی گدگدی جاتی رہی تھی۔ کس پر دُنیا مین حسن اس درجہ بار ہو سکتے تھے کہ وہ چھ چھ مرتبہ زہر دینے کی مسلسل کوشش کرتا۔ اور کسکے اختیار مین مدینہ اور موصل وغیرہ تھے کہ نواسہ رسول ایک جگہہ سے دوسری جگہہ اس لئے تشریف لیجاتا کہ دوسری جگہہ بھی زہر کی تلخی محسوس کرتا۔ کیون زہر کو حسن سے ایسی محبت ہو گئی تھی کہ وہ ساتھ ساتھ پھرتا تھا۔ کیا حسین ان تمام دلخراش واقعات سے بیخبر رہ سکتے تھے۔ کیا وہ اسکی غرض سے ناواقف رہ سکتے تھے۔ خصوصاً ایسی حالت مین کہ جسکو زہر دینے کے مسلسل کوشش کیجاتی ہون وہ حسن ہون۔!

بغرض محال یہ مروان ہی تھا جسنے حضرت عایشہ کی موت کا سامان مہیا کیا۔ بغرض محال یہ مروان ہی تھا جو ہر جگہہ ایسا آدمی ڈھونڈھتا پھرا جو چند روپیہ کے لئے نواسہ رسول کو زہر دینے کے لئے آمادہ ہوتا اگرچہ حسن اُسکی گورنری کے رقیب تھے لیکن پھر معاویہ نے اس سے کہین کوئی باز پرس کی؟ یا ہم اسکی اُسوقت تک امید نکرین جب تک کہ کوئی مصنّف یا مترجم کسی کتاب مین اس قدر اضافہ کا اہتمام نکرے کہ امیر معاویہ کے حکم سے مروان ابن حکم کو اسّی دُرّے مارے گئے۔ یا چوک گئے مدبر معاویہ کہ کسی ایسے آدمی کو جو مستوجب قتل ہوتا اس الزام سے قتل نہ کیا کہ اُسنے زہر دینے مین سازش کی تھی۔ تو مدبّر مورخین تالیان بجانے مین کوئی کسر اُٹھا نہ رکھتے۔ اور اُسوقت ایک صحیح نتیجہ مشتبہ ضرور ہو جاتا۔

ایسا نہ ہونیکی صورت مین مروان کا اطلاع دہی کا اہتمام۔ خبر بھیجتے رہنے کی ہدایت اور ایسی لاانی تکبیر جو دوررس دورسنائی دیتی بادی النظر مین بھی سیاسی تنگ ظرفی ہے۔ اور پھر استنباط کے لئے تو جگہہ ہی باقی نہین ہے جبکہ اُسکے ظاہر الفاظ ہین کہ "دل ٹھنڈا ہو گیا" ابن عباس کی نگاہ ہونکو معاویہ خوش معلوم ہوا ہے" اور ایسین طنز کی باتین ہوتی ہین۔ ہمین تو اس سے عجب ہے کہ ایسے مفید سیاسی امور آج بھی معلوم ہو گئے۔ یقیناً اس غرہ کے بدولت کہ کوئی ہمارا کرے گا۔ جعدہ۔ الیسونیہ اور مروان کی آپس کی مشاورت۔ جعدہ کا مروان کے پاس بھاگ جانا اور پھر شام روانہ کیا جانا۔ اسکے لئے کافی تھی کہ ہر زمانہ مین بغیر کسی ظاہری اقرار کے بھی صحیح استنباط کیا جاسکتا جیسا کہ ہوا نہ کہ جب معاویہ کا نمازے

اپنے ہاتھ سے پردہ ہٹا دیا ہو۔

حسین کا اندوہناک موقع۔

بنی ہاشم اور خصوصًا حسین کے اس جانکاہ غم کا خیال کرو کہ اُنھوں نے فورًا مجرم افراد کو جان لیا ہو یا واقعات کے منقطع ہونے مین کچھ دیر لگی ہو لیکن اُنگلی نہ اُٹھا سکتے ہون۔ ایسے وقت مین محض بان سے کچھ کہنا نہ صرف بیہودہ بلکہ مہلک تھا۔ حسن سے بہتر موجودہ حالت کا جاننے والا دوسرا نہ تھا اور انھون نے وہی کیا جو اُنھین بحیثیت ایک خیر اندیش کے کرنا چاہئے تھا۔

حسین کے صبر اور صحیح تصفیہ کی پہلی بڑی مثال۔

مین سونچتا ہون کہ صبر کی پہلی سخت جھنجھوڑ حسین کو اُسوقت اُٹھانی پڑی جب اُنھون نے لوگون کو مانع دفن دیکھا اور ساتھہ ہی بھائی کی وصیت یاد آئی۔ اس تصفیہ کی دشواری کا احساس آسان ہے کہ وصیت کی ناموجودگی مین حسین کیا کرتے۔ وقت کی جوش خیز حالت اس جواب کا جواز چاہتی ہے کہ حسین جنگ کرتے۔ لیکن اب حسین کی ذمہ داری یہ بھی چاہتی ہے کہ وہ یہ سوچتے کہ اسکا وقت آیا ہے یا نہین کہ اپنی تھوڑی سی راسخ الاعتقاد جماعت موقع پر قربان کر دیجائی۔ قربانی نہین کیگئی غالبًا وصیت نے بھی ایسے روکا۔ اور جب قاتلون سے جنگ نہین کر سکتے تھے تو دفن نہ کرنے دینے والون کا تو نسبتًا کم قصور تھا۔ اور بنی امیہ و بنی کندہ کے علاوہ بنی تمیم کو بھی مخالفت کے لئے للکارنا تھا۔ حسین کے ذمہ داری کی ابتدا اپنی جوش خیز نوعیت کے لحاظ سے جیسی صبر شکن تھی حسین کا صبر اور اُنکے تصفیہ کی پختگی ویسے ہی حیرت خیز تھی!

ہم پیشتر صلح حسنؑ پر بحث کرتے ہوئے کہین یہ خیال ظاہر کر چکے ہین کہ معاویہ کی صلح کے لئے پیش قدمی اس خوف سے خالی نہ تھی کہ مبادا ایسا نہ ہونے کی صورت مین ایک سخت جنگ کے اتفاقات جمع ہو جائین۔ ظاہر ہے کہ یہ خوف حسن کی ذات کی وجہ سے تھا۔ فضل ابن عباس نہایت سمجھے ہوئے اور موقع پر روشنی ڈالنے والے خیالات ظاہر کرتے ہین جہان وہ مرثیہ کہتے ہین کہ "آج کے دن ابن ہند حسنؑ کی رحلت سے اظہار نخوت مین بخوف ہو گیا" اب بیخوفی کی وجہ ظاہر ہے۔ اسلئے کہ وہ ذات جو ہر حیثیت سے چند روز پیشتر منصب امامت کی مرکز تھی طبعًا خلق اللہ کی نگاہ مین بے عنوانیون کے متعلق سوال اور کسی انداز کے اختیار کرنیکا حق رکھتی تھی اور اسمین قابلیت تھی کہ وہ منتشر قوت کو تنگ آمد بجنگ آمد کے لحاظ سے جمع کرنے کی کوشش کرتی۔ ایسی کوئی کوشش اُسکے لئے بہ مقابلہ کسی دوسرے کے زیادہ آسان تھی۔ یہ طبعی اثر حسین کو حسن کے برابر رسول کی سیاسی و مستعد العمل کے لحاظ سے اس لئے حاصل نہ تھا کہ حسن خلیفہ ہو چکے تھے حسین کو محض حق تھا

یہ بُعد خیال ایک ایسا عُنصر تھا جس سے بمقابلہ حسین ع کے معاویہ کو مفید استحصال کا زیادہ موقع تھا۔

حسین اور فطری شاعری۔

حسینؑ فطرتاً شاعر تھے۔ جنھین اپنے اظہار خیال کے لئے آورد اور خوبصورتی ڈھونڈھنے کی فرصت نہین ہوتی تھی۔ صاف اور غیر آلودہ تصنع تصویر کھینچتے تھے۔ جذبات کی مصوری ایسی فطری اور بے لوث ہوتی تھی جسکے سمجھنے مین شبہ نہ ہو۔ الفاظ کے ساتھ دماغ وہ کیفیت محسوس کرتا ہے اور وہ صورت سامنے موجود ہو جاتی ہے جسکے دکھانے کا ارادہ کیا گیا ہے۔ مرثیہ ہے۔ قبر مین لاش اُتار رہے ہین اور کہتے جاتے ہین۔ شروع کرتے ہین کہ "کیا مین اپنے سر مین تیل ڈالون یا میری مجلسین پاکیزہ ہون درانحالیکہ سر مبارک آپکا خاک آلودہ اور آپ کے جسم کا لباس اُتارا ہوا ہو" حسرت۔ دل برخاستگی اور مایوسی کا اظہار اس استفہام سے زیادہ نہین ہو سکتا تھا جیسا "کیا" سے ابتدا کرنے سے ہوا۔ اسکی اُفتاد اُس تمام سامان راحت کو ڈھانکے ہے جو ایک انسان کو اپنی حیات مین میسر ہوتے ہین اور اُسے غم آلود کر دیا ہے۔ طرز ادا نے غم کی چھوٹ کا اثر دور دور تک پہونچایا ہے۔ حیات کی آرایشون اور موجودہ حالت کا مقابلہ کیا ہے جو عبرت خیز ہے اور ساتھ ہی ساتھ اظہار ادب اور محبت کی لپک نے اسے اور درد انگیز کر دیا ہے اور متانت مین کرختگی کی ہوا لگنے نہین پائی ہے۔ فرماتے ہین

"دُنیا کی کسی محبوب شے سے کیا فائدہ اُٹھاؤن مجھے وہ چیز محبوب ہے جو آپ سے قریب کرے" چیزون کی محبت پر بے ثباتی کا سایہ پڑ گیا۔ ہیچ ہو گئین۔ جب تم سا محبوب نہ رہا۔ تم دور ہو گئے دل کہتا ہے کہ تم سے قریب ہو جائین دنو محبت یہ ہے کہ وہ تمام چیزین جو تم سے نزدیک کرین محبوب ہین۔ مرثیہ یہ ہے کہ قربت زمانہ حیات کی نہین ہے بلکہ موت سے قربت کی آرزو ہے۔ فرماتے ہین:۔

مین آپ پر برابر روتا رہونگا جب تک کہ کبوتری گونجے۔ جب تک صبا اور باد جنوب چلے۔ جب تک کہ حجاز کے بڑے بڑے درختون مین کوئی ڈالی سرسبز ہو" یہان حسین فطرت کے شاعر ہین۔ وہ فطرت کی ان چیزونکو اپنے غم کا گواہ قرار دیتے ہین۔ ان چیزون کو اپنے سلسلۂ غم کے تازہ کرنے کی علامت قرار دیتے ہین۔ کبوتری کا گونجنا اُسکی بے آزاری اور حلیم خوشوقتی کا بیان ہے۔ اسکی مغرورانہ ادا اُسکی حرکت طبعی سمجھا رہا ہے کہ وہ خوش ہے اُسکی لاپروا مسرت نے اُسے اور قابل رحم قرار دیا ہے۔ اسکا چہچہانا جس سے وہ اپنے [illegible] سے باز آئے۔ کسی ذی روح سے اُسکے خوشی کے عالم کو چھین لینا ہے جو طبعی احساس کے لحاظ سے مکروہ [illegible]

فطرت کا یہ پر لطف تماشہ۔ یہ غم غلط کرنے والا منظر۔ یہ خوشی کی تصویر حسین کے لئے اپنے غم کے یاد دلانے کا ایک ذریعہ ہے۔ اسی طرح ہر معتدل اور گرم ملک کے لئے صبا اور باد جنوب کے چلنے کا موسم اور اُسکا ایک جھونکا روح افزا ہوتا ہے۔ خصوصاً عرب جہاں زیادہ تر وقتون مین سموم چلتی ہو۔ اور جہان نایابی آب سبزے کی کمی کی وجہ ہو۔ غالباً حسین باد صبا اور باد جنوب کے چلنے یا ڈالیون کے سرسبز ہونے سے زمانہ بہار کی رُت یاد دلاتے ہین۔ ٹھنڈی ہوا کی منین نازک خرامی سے سبز ڈالیان جھوم رہی ہین۔ پتیون کا سنسنانا عام وقتون مین دماغ کو تھپکیان دیتی ہے۔ سرسبز شاخین آنکھون کو خنکی اور فرحت دیتی ہین لیکن ان سب کو حسین محرک غم قرار دیتے ہین۔ اِس لئے کہ یہ چیزین اُنکی حقیقی بہار پر خزان کے چھا جانے کی یاد دلانیوالی نہیں ہین۔ اور پھر ان سبکے بعد سخت ترین مرثیہ یہ ہے جہاں دو صورتین دکھائی ہین۔ خوش اس سے اُلگئی ہے کہ استعارہ سے کام نہین لیا ہے بلکہ صاف صاف کہا ہے کہ "لُٹا ہوا وہ شخص نہین ہے جسکا مال لوٹ لیا جائے بلکہ وہ ہے جو اپنے بھائی کو زیر خاک کرے"۔ کوئی لفظ اِن الفاظ سے زیادہ اُس عالم غم مین نہین ڈوب سکتا جو "لُٹا ہوا" مال سے نہین بلکہ" جو اپنے بھائی کو زیر خاک کرے" سے مترشح ہے۔

حسینؑ نے اکثر اشعار فرمائے ہین خصوصاً اُن وقتونمین جس وقت لطافت خیال کی موزونیت کے لئے انسان مین حواس نہ ہونا چاہئے۔ نہین معلوم ایسے وقتونمین حسین کے خیالات کی تعریف کیجائے یا اُنکے ہوش کی۔ ہم اِس مضمون کو اسپر ختم کرتے ہین کہ حسین مین ایسی قابلیت شاعری کا ہونا اِسوجہ سے بھی عجب خیز نہین ہے کہ اُنکی مادر عالی مقدار اور پدر بزرگوار کے اشعار اور اُنکے خیالات کی نفاست ایک مستند اور مشہور امر ہے۔

رحلت حسنؑ سے حسین کا نقصان۔

حسین کے افسردہ چہرے اور اُنکے غم و غصہ کا نقشہ کھینچنا لفظون کے امکان سے باہر ہے۔ وہ اُن حسن کو دفن کر رہے تھے جو بنی فاطمہ و علی کے فرزند تھے۔ وہ اُن حسنؑ کو دفن کر رہے تھے جو ایک زمہ دار امام تھے۔ وہ اپنے بھائی کو دفن کر رہے تھے۔ وہ لڑکپن سے اسوقت تک کے رفیق اور دوست کو دفن کر رہے تھے۔ اور سب کے آخر مین وہ اپنی سیاسی پناہ کو دفن کر رہے تھے۔!

حسین کی تنہائی کی نوبت شہرت اور تعارف۔

تنہائی۔ بیکسی۔ بے اختیاری اور مظلومیت تھی اسکے عکس مین کچھ نہ تھا۔ لیکن کچھ تھا بھی اور وہ یہ تھا کہ بچے بچائے دوست پنجتن مین اب صرف حسین کو دیکھ رہے تھے۔ یہ بقیہ تھے اُس سب کچھ کے

جو ان نفوس قدسی مین تھا۔ اس لحاظ سے حسین کی ذات کوئی ایسا امر کہ نہ ہوسکتی تھی جو عدم شناسائی
اور عدم شہرت کی وجہ سے کم موثر ہوتی۔ سچ تو یہ ہے کہ رسول نے اہل مدینہ اور مدینہ آنے والون کو
حسنین سے اسطرح شناسا کردیا تھا کہ عدم شناسائی کا کوئی عذر مستوجب سماعت نہین ہوسکتا۔ یہ
ہوا کہ اسوقت تک ایک پشت سمجھدار اور ایک قریب بلوغ تیار ہوگئی ہو اور اتفاقات کا جو رنگ تھا
اُسنے اُنکے متعلق روایات کو حافظہ کے قریب تر رکھا ہو لیکن ادھر کے چار پانچ برس اس طرح کے نہ گذرے
تھے کہ حسنین ایسے موقع پر نہ ہوتے کہ کوئی نہ دیکھہ سکتا۔ جناب امیر کے خلیفہ ہوتے ہوئے کون تھا جو ان
شاہزادون کو نہ پہچانتا اور پھر جمل کے مشہور میدان مین اور مدینہ سے صفین تک کے کوچ اور اُسکے مشہور
میدانون مین کونسی جگہہ تھی جہان حسین نہ تھے اور جہان ہزار ہزار آدمی انھین نہ دیکھہ رہے تھے۔
ممکن ہو کہ ان لاکھون دیکھنے والون مین سے ہر ایک کو حسین سے شرف تعارف حاصل نہ ہو اور یہ لوگ ذات
کے اثر کی کیفیت محسوس نہ کرتے ہون جو تعارف اور قربت سے حاصل ہوتا ہے لیکن انکا سب سے بڑا واقف
یہ تھا کہ یہ فرزند رسول ہین اور بس اسکے بعد انکا شرف و فضیلت پوشیدہ رہنے کی چیز نہ تھی۔ کون جانتا ہو
کہ حسین کے اس شناسائی اور آنے والے سفر سے خدا کو کچھہ کام لینا تھا۔ بعد خیال ہی لیکن ہر جاننے والے
شخص مین یہ خیال موجود تھا کہ حسین کا حق معاویہ کے مرجانیکے بعد اُنکی طرف عود کریگا۔ نہ صلح حسن کے
بعد حسین کے بیعت نہ کرنے کی شہرت ایسی تھی جس سے انکی طرف نگاہین نہ اٹھتین۔ وہ تھا لیکن اسکے آثار
ہین کہ اکثر مشاہیر حسین کی خدمت مین اسکے بعد حاضر ہوئے اور کچھہ عجب نہین ہے کہ اُنھون نے حسین کو اپنی
آخری امید قرار دیا ہو۔ اور سب کے آخر مین حسن کے دشمن کی مظلومانہ شان اور حسین کا پُر جوش صابرانہ
تصفیہ بغیر اسکے کہ لوگونکی ہمدردی انکی طرف منعطف کرتا اور نہ حسین مین اپنا دم اور بنا لیتے بے اثر
نہین گذر سکتا تھا۔

ابوبکرہ۔ عدی ابن حاتم اور حجر ابن عدی وغیرہ کی عمرابن ارطاۃ معاویہ اور مغیرہ سے گفتگو
اور وجہ گفتگو حسن کے زمانہ حیات کی بات تھی اور اگرچہ زیادہ سنہ سے سنہ تک بصرہ اور کوفہ کا گورنر
رہا جس زمانہ مین بصرہ۔ کوفہ اور حضر موت مین شیعان علی کا ہزارون کی عدد مین قتل عام ہوا لیکن
غالب قرینہ ہے کہ گو بعض غیر مشہور اشخاص یا جماعت حسن کی حیات (ایک سنہ) مین قتل کی گئی ہو لیکن
قتل عام اور مشاہیر کی شہادت زیادہ تر امام دوم علیہ السلام کی شہادت کے بعد وقوع مین آئی

اسلئے کہ ان آخرالذکر اموات کے متعلق حضرت امام حسین علیہ السلام اور معاویہ کی خط وکتابت کا نشان ہے۔ یہ
دراصل بجائے حسین کے حسن کے نام سے ہوتی اگر وہ جناب حیات ہوتے۔

حسینؑ کے عزم شہادت کا گہوارہ

یہ زمانہ اور اسکی مصلحت اس بات کا آئینہ تھی کہ حکومت کے لئے اہل بیت کے دوستوں کا زندہ رہنا برداشت کے باہر تھا۔ عہد اور وعدہ وفا کے قابل نہ رہا تھا۔ ایک سردار قوم درمیان سے چن لیا جاتا تھا اور بقیہ اسکے منتظر رہتے تھے کہ دیکھیں موت اب کسکے نام قرعہ ڈالتی ہے۔ یہ حالت ہر ایسے شخص کے لئے لڑنے اور مارے جانے کو جائز کئے دے رہی تھی عام اس سے کہ کوئی لڑتا یا نہ لڑتا۔ ظاہر ہے کہ یہ حالت نہ ہوتی اگر قوم اسے پہلے موت سے اسوقت کی حیات خریدتی۔ اسوقت لوگوں میں مارے جانے کے قبل مرجانے کا ارادہ نہ پایا جاتا کچھ عجب خیز نہ تھا۔ عزم کی قابلیت فنا ہوگئی تھی۔ مظالم کا یہ سلسلہ حسین کے نہ بدلنے والے ارادہ کے سمجھنے میں معین ہوگا۔ اور تمام حالتیں حسین کے عزم شہادت کا گہوارہ کہی جائینگی۔

بے توقیر ہیجان

پھر بھی نام لینے کو ایسی حالتیں تھیں کہ عدی کے ساتھ برے برتاؤ پر لوگ اظہار ناخوشی کرتے۔ حجر کو گرفتار دیکھکر حجر اسکی کوشش اور شہادت کے بعد لوگ حسین سے شکایت کرتے اور بقیہ مشاہیر حسین کے پاس آتے۔ یہ تمام امتحان استقلال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھی کیونکہ اگر اسمیں اجماعی قوت اور ناقابل تغیر ارادہ ہوتا تو یہ حالت ابھی تاریخ کچھ اور لکھواتی کروٹ بدلنا خواب کی مشتبہ حالت سے زیادہ کچھ نہیں ہر چہ جائیکہ وہ ہوش اور کھڑے ہونے کا عالم کہا جائے۔

ذمہ دار آئمہ کے چپ رہنے اور بولنے کا مطالعہ

حسین خاموش تھے۔ ذمہ دار آئمہ کی خاموشی اور عمل کی حالتیں پر غور مطالعہ کی چیز ہیں کہ کب تک وہ چپ رہتے تھے اور کب اپنی آواز بلند کرتے تھے یا حرکت کرتے تھے۔ جناب امیر اگر صداؤں کی ہم آہنگی اور پر استقلال عزم دیکھے بغیر خلافت منعقد نہ کرسکتے تھے تو حسن کب بغیر ایسی حالت کے خلیفہ رہنا پسند کرسکتے تھے۔ یا پھر ایسی حالت کی ناموجودگی میں حسین کیونکر کوئی ایسا ارادہ کرسکتے تھے جسمیں حسین اور عامہ ناس کے اشتراک کی ضرورت ہو۔ اگر ایسا ہی تھا کہ انفرادی اظہار عزم کا وقت آگیا تھا تو اسکا اختیار تمیزی اُس شخص کے لئے تھا جو تیار ہوتا اور ہمارے دیکھنے کی یہ بات ہے کہ اختیار تمیزی کے صرف کا یہ وقت تھا یا وہ جسے حسین نے چنا۔ جسکا تذکرہ آویگا۔

حسینؑ چپ نہیں رہنے دیئے جاتے۔

حسین میں قطعاً خاموشی کا کیا ہی ارادہ کیوں نہ ہوتا۔ لیکن وہ خاموش نہ رہنے دیئے گئے۔ حکومت کی وہ آنکھ جو مدینہ میں تھی اُسکے بہیا تک کرنے کیلئے یہ تماشہ کافی تھا کہ لوگ اور مشاہیر حسین کے پاس آتے

ہین - اپنے شرفا اور فطری سرداروں پر ظلم کی شکایت کر رہے ہین - مروان نے معاویہ کو "فتنہ کے اندیشہ" سے مطلع کیا - معاویہ نے حسین کو لکہا اور اُن خبرون کو اُنکے "لایق حال" نہ سمجہا - وفائے عہد (۱) کی امید اور نصیحت کی - اور گویا ایک نیا سمجہوتہ یہ پیش کیا کہ "جب تک ہماری جانب سے تمہین کوئی بُرائی نہ پہونچے مجہے بہی تمہاری طرف سے کوئی امر مکروہ واقع نہ ہو" یہ عہد اِسلئے قابل لحاظ نہ رہگیا تہا کہ معاویہ اور حسین کی قابلیت دفاع برابر نہ تہی - اِسکا فائدہ عدم مساوات قوت کے لحاظ سے تمامتر معاویہ کے لئے تہا - وہ ہر وقت اختیار رکہتا تہا کہ کوئی نزاعی روش اختیار کرتا اور حسین دفعتہً ایک قوت دار مخالف دیکہکر مقابلہ کی قوت نہ پاتے - معاویہ کی مسلسل روش نے اُنکے ایسے کسی وعدہ کو قابل اعتبار نہ رکہا تہا بجز اسکے کہ کمزور یہ کہے بغیر چارہ نہ دیکہتا کہ مجہے تمہرا اعتبار ہے - کیونکہ ایسا نہ کہنے کی صورت مین قوی دشمن کا زبانی اقرار بہی نہ رہ جاتا - مقتولین کی مجبور ہمدردی کے متعلق معاویہ کے "سفہا" اور "طالب فتنہ" کہنے مین مجہے اختیار کے ہاتہون الفاظ کے مسخ ہونے اور خیال کے ناجائز ولادت کے علاوہ کچہ نہین دکہائی دیتا - حسین کا جواب مختصر اور صاف ہے کہ "مین کسی طرح تیری مخالفت اور جنگ کی رغبت نہین رکہتا تو مطمئن رہ" اِسمین بجز "مخالفت" "رغبت" اور "مطمئن" کے الفاظ ہی نہین ہین جو غور طلب ہون مخالفت نہ ہونے کے معنی موافق ہونا نہین ہے - "رغبت" کا استعمال مظہر اختیار ہے جو اپنی بے قوتی کا عکس نہ ڈالے - اور "مطمئن" کرنے سے مخالفت کے عملی تحرک کو سُلا دینے کی کوشش کی ہے -

حسین کے الفاظ اور اُنکا عکس -

مفصل جواب پر نظر

اب مین حسین کے اِس مختصر جواب کے علاوہ ناسخ التواریخ کے طویل جواب پر نظر ڈالتا ہون - یہ خط ایک تنقیدی حیثیت کا جواب ہے - شروع ہی مین حسین نے فرمایا ہے کہ اس خبر کو "جہوٹے اور خوشامدی لوگون نے افترا کیا ہے" "من از تو در مخالفت نیستم ونہ در محاربت" جسکے معنی یہ ہونگے کہ مین تجہ سے حالت مخالفت یا جنگ مین نہین ہون - اِسکے بعد صاف لفظون مین حجر اور ابن الحمق پر ظلم کا تذکرہ کیا جنکی مخصوص بات یہی تہی کہ "بجز اسکے کہ اُنہون نے تیرے ملک مین کوئی فتنہ برپا کیا ہو" مجہے اِسمین شبہہ نہین ہے کہ وعدہ امن کے بعد بیوفائی یاد دلاکر غیر صریح طور سے حسین یہ کہہ رہے تہے کہ میرے ساتہ ہی تیرے کسی عہد پر کیا اعتبار ہے - اِسکے بعد زیاد کے مظالم اور خلاف اسلام کارروائیان یاد دلانے کے بعد فرمایا "گویا تو اِس امت مین نہ تہا" اِسکا صحیح مقصد تو غالبًا یہ ہے کہ تو بحیثیت حاکم ہونیکے ایسے حکم دیرہا تہا کہ گویا تو مسلمان نہ تہا اور نہ تجہے اِسکی فکر تہی کہ مسلمان خلاف انسانیت طریقون سے شہید کئے جا رہے ہین - یہ قیاس آگے کی اِس عبارت سے صاف ہو جاتا ہے کہ

"حالانکہ اسی دین کے لئے علیؑ نے تجھے اور تیرے باپ کو دستخوش شمشیر بنایا" جماعت اسلامی اس بیدردی سے تباہ کیجا رہی ہے کہ گویا اس جماعت کے مہیا کرنیکے لئے کوئی کوشش ہی نہ کرنی پڑی تھی۔ اور موقع کا طنز اس فطری واقعہ خوانی میں ادا ہو گیا کہ تو اور تیرا باپ جو جماعت اسلامی کی ترتیب میں مانع تھا اور اسی لئے علی نے دستخوش شمشیر بنایا ہے تھے آج پھر تو اس بنی ہوئی حالت کو بگاڑ رہا ہے" کیونکہ تو نے غصب خلافت کیا ہے" کون کہہ سکتا ہے کہ ان تمام خیالات میں اظہار تاسف کا حسین سے زیادہ کسی کو حق تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ انکے جد بزرگوار کے تیار کئے ہوئے بہترین نمونے برباد کئے جا رہے تھے اور پھر سیاسی تفنن کا دباؤ اُن سے ایسا جواب چاہتا تھا جو حالت کی سلامت روی کا اقرار ہو۔ حسین اپنی غیر نزاعی روش کا اطمینان دلا سکتے تھے لیکن اُنکی حق گوئی سے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ ایک قابل اعتراض حالت کو سیاسی دباؤ کی وجہ سے ناقابل اعتراض کہہ سکتے۔ خصوصاً جبکہ وہ کچھ کہنے کیلئے مجبور کئے جا رہے تھے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ جماعت کی جماعت ظلم کی اُن ایجادوں سے تباہ کر دی گئی جسے اسلام نے ممنوع قرار دیا تھا اور پھر انھیں اسکی اُلٹے دھمکیاں دی جا رہی تھیں کہ تم چپ اور بیحرکت نہیں ہو۔

باوجود اسکے کہ ان الفاظ اور خیالات کیلئے اسوقت ناسخ التواریخ کے علاوہ مجھے اور کوئی سند نہیں معلوم لیکن ذاتی طور سے مجھے اسکے ماننے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ اگر موجودہ حالت اور واقعات کا ظاہر کرنے والا کوئی خیال اور الفاظ۔ طرز بیان۔ انعکاس۔ بو۔ لہجہ اور اُسکا خاصہ کہنے والے کے خیالات کا تعارف۔ کوئی معیار قرار دیا جا سکتا ہے تو نہ صرف متذکرہ صدر صاف گوئی بلکہ یہ الفاظ بھی کہ "تمہیں لکھا ہے کہ اپنے دین کی فکر میں رہوں اور فتنہ کھڑا نہ کروں تو میں اس امت میں کسی فتنہ کو تیری حکومت اور خلافت سے زیادہ تصور نہیں کر سکتا۔ اپنے نفس اور امت محمدی کے خیال سے اس سے اچھی کوئی بات مجھے نہیں معلوم ہوتی کہ تجھ سے جنگ کروں" حسینؑ نے کہے۔ اسوقت مجبور کئے جانے پر ایسا نہ کہنا معاف کے مصلحت کی کامیابی ہوتی اور گویا خاموشی کا مرادف اُسکی تعدی کے سلسلہ میں ترقی دینا ہوتا میں سوچتا ہوں کہ اس جواب کا یہ اثر ہوا کہ معاویہ کو اپنی تمام کارروائیوں میں اب یہ پیش نظر رہتا ہوگا کہ کوئی دیکھ رہا ہے۔ اگرچہ وہ کیسا ہی بے قوت ہو۔

اور استعداد تنگ آگئے ہو کہ یہ بغیر فرمائے نہ رہ سکتے کہ جنگ سے سستی کرنے میں مجھے خدا سے طلب استغفار کرنا پڑے گا "کب تک دیکھتے اور خاموش رہتے کہ شریعت اسلامی جس نے متحد کر رکھا اور آگ سے جلانے سے کفر تک

مسخ کیا تھا۔ اسلام کے ہمیشہ کے دشمنون کے ہاتھون جاہلیت کی طرف لوٹائی جارہی ہے اور مسلمان ان خلاف
انسانیت اذیتون کے شکار ہوتے رہتے ہین۔ اور عداوت کے اُلٹے الزام کے جواب مین نہایت بلیغ فقرہ ارشاد فرماتے
ہین کہ "مکر کسی مخلوق کو نقصان نہین پہونچاتا مگر یہ کہ اُسی کے نفس کی طرف بازگشت کرتا ہے"۔ یہان حسین اس ظاہری
نقصان کو نقصان نہین سمجھتے جو کسی کے مکارانہ اختراع سے کسی کو پہونچا ہو۔ بلکہ حقیقی نقصان اُسے مکار کے
نفس کو پہونچا جسنے مکر کیا تھا۔ مطابق واقعہ تیز فقرہ تحریر فرماتے ہین کہ "تو جہل پر سوار تھا اور نقض عہد پر حریص
ہوا" بیوفائی کی مثالین اور مقتولین کا ذکر کرکے "انکا قصور بجز ہمارے فضائل اور تعظیم حقوق کے کچھ نہ تھا۔
انھین تونے اس خوف سے قتل کیا کہ اگر یہ زندہ ہین تو تو خود تباہ نہ ہوجائے" شاید ہی واقعات کا خلاصہ اس سے
بہتر کیا جاسکتا ہو یا انکی حقیقت اور ظالمانہ غرض اس سے بہتر لفظون مین سمجھائی جاسکتی ہو۔ اسکے بعد
حسین اپنے حقیقی منصب کے لحاظ سے عذاب خدا سے ڈراتے ہین۔ رعیت کے پریشانی کا تذکرہ کرتے ہین اور
فرماتے ہین کہ تونے "پارساؤن کو ڈرایا کہ آز کی گردن پر سوار ہو" کیسے ممکن تھا کہ وہ جو اپنے کو خلیفۃ المسلمین
کہتا ہو بلا کسی جھجک کے خلاف حق امورات مین مصروف ہو سکتا جب تک انکی زبانین خوف سے بند نکرا دیتا
جو اعتراض کرسکتے۔

زہر اور تلوار سے مرنے والے مرچکے تھے۔ اب گرز سے مارے جانے کے قابل لوگ رہ گئے تھے کہ مدبرین یہ کہتے کہ
چونکہ اکابرین قریش مرچکے ہین۔ ولیعہدی یزید کا اہتمام کیا جائے اسلئے کہ اب کوئی فتنہ یا فساد نہ ہوگا۔ شام موافق
تھا۔ عراق معترضین سے پاک کردیا گیا تھا۔ حجاز یعنی اسلامیت کا گہوارہ اور دینی روایات کا مولد کیون زیر اثر
نہ لایا جاتا۔ خصوصاً جبکہ چار صاحب اثر لوگون کی ناموافقت کا اندیشہ پیدا ہوگیا تھا۔

بعض کے موافق مدینہ مین معاویہ کے آمد کی خبر سنتے ہی چارون حضرات مکہ چلے گئے لیکن مین اُن مورخین کے
قول کو زیادہ باور کرتا ہون جنکے نزدیک یہ لوگ مدینہ مین تھے اور معاویہ سے گفتگو کے بعد مکہ روانہ ہوئے۔ انکا
روانہ ہونا ایسے دھمکیان اور فقرات سننے کے بعد تھا کہ "خدا تمہارا خون بہائیگا" پھر بھی حسین نے معاویہ کے
"حسد اور عداوت" کے الفاظ سنکر اُسکی امید کے خلاف ڈانٹ بتائی تھی کہ "چپ رہ ہم اسکے اہل نہین ہین
اور تونے کہا کہ "تم اسکے اور اس سے بدتر کے اہل ہو۔ تم لوگ ایسی بات چاہتے تھے خدا جسکے خلاف چاہتا تھا"
ہم ایسے بیشتر مثالین دے چکے ہین کہ مدبرین کو اسکی عادت ہوگئی تھی کہ ہر ایسی شخص کو جو وہ اور انکی جماعت
کسی فرد یا جماعت سے جائز رکھے وہ خدا کے عمل کے حوالہ کردیجائے۔ اسکی غرض کچھ تو یہ ہو سکتی تھی کہ

اپنے طرز عمل کو لوگون کا آماج تنقید نہ بنائین اور کچھہ نظم نفس کی تسکین مقصود تھی۔ اسکے عکس مین ادنیٰ سے ادنےٰ بات جو اُنکے خلاف کی یا کہی جائے گرہ مین باندھ لیجاتی تھی اور کسی طرح اُنسمین قدریت سے تسلیم و رضا کا سبق نہ پڑہا جاتا تھا۔ اِن تمام گفتگو کے بعد جس سے خون کی بو آتی ہتی یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ منکرین بیعت حضرات اب مدینہ سے روانہ ہوئے ہون۔ جیسے سُنکر امیر شام "متفکر" ہو سکتا تھا۔ تفکر کی وجہ ظاہر ہتی۔ اسلئے کہ حضرت عایشہ نے بہی یہی ظاہر کیا کہ "تم نے اُن لوگونکو قتل کی دہمکی دی ہے" اور جب یہ دہمکی دیجا چکی تہی تو دہمکیان سہنے والے مجاز تہے کہ درصورت موافقت نہ کرنیکے یا قتل ہونا گوارا کرتے اور یا کوئی ایسی فکر کرتے جس سے وہ ان دہمکیون سے محفوظ ہو جاتے۔ کوئی تنہا نہ تھا۔ چارون اور سب صاحب اثر تہے۔

مکہ کی روانگی سے منکرین بیعت یزید کی کیا غرض تہی

میرے نزدیک عبد اللہ ابن زبیر کا بغرض حفاظت مکہ تشریف لیجانا مدینہ رہنے سے بہتر مصلحت تہی نہ محض اس لحاظ سے کہ حضرت عایشہ مدینہ مین موجود تھین بلکہ اِسوجہ سے بہی کہ وہ عامہ ناس پر اپنے وقار کو اب اِس قدر مسلم الثبوت سمجہتی تھین جس سے وہ معاویہ کو محمد ابن ابی بکر کے طلب قصاص مین قتل کی دہمکی دے سکتین۔ اُنکی یہ روش بہی ہر طرح مناسب تہی کہ اُنھون نے اِن چارون حضرات کے متعلق معاویہ سے اُسکے الفاظ کی بازپرس کی۔ اور معاویہ کا جواب کہتا ہے کہ اُسے اپنی غرض کی تکمیل کے لئے کیسی ہی بات کرنے سے کوئی تردد نہ تہا۔

لیکن اگر ابن زبیر اور ابن ابوبکر کا مکہ جانا دشمن کے خیال کے دو جگہہ تقسیم کرنیکے لئے تھا کہ اگر وہ مدینہ مین حضرت عایشہ سے پیش آدمین قابل اعتراض ثابت ہو تو ہم مکہ مین فکر کر سکین اور اگر وہ مکہ پہونچکر ہمارے ساتہہ کوئی نا ملایم برتاؤ کرے تو حضرت عایشہ مدینہ مین رہین تو ہم پہلے خیال کو واپس لین گے۔ ابن عمر اور حسین کا موقع ایسا نہ تھا جیسا ان دونون حضرات کا۔ اِس لئے کہ اُنکا حضرت عایشہ کا ایسا کوئی ہمدرد مددگار نہ تہا۔ موقع نہ ہونے کے علاوہ ہم یقین کر لیتے ہین۔ کہ ابن عمر خلافت کے حوصلون سے پاک اور جنگی آدمی نہ تہے۔ حسین ایسی کسی کوشش مین جو حضرت عایشہ کی مرکزیت سے شروع ہوتی غالباً کوئی حصہ نہ لیتے اسلئے کہ اُنھین سب سے بہتر تجربہ تھا کہ حضرت عایشہ کو ابن زبیر کے خلیفہ بنانے کا کسقدر حوصلہ ہے۔ ہر صورت مین ایسی کسی کوشش اور کامیابی کا نتیجہ ابن زبیر کا خلیفہ ہونا ہوتا۔ حسین اور اُنکے پدر بزرگوار جب اپنے لئے بزور شمشیر معاملہ نہین کر سکتے تہے تو اسخباط کے لیئے جگہہ خالی نہین ہے کہ وہ اورون کا حوصلہ پورا

مکہ مین حسین کا موقع

کرسنکے لئے مخلوقات کے خون سے اپنا ہاتھ بھرتے۔ نظر برین میر النصفیہ ہے کہ حسین کا مکہ تشریف لیجانا محض رفع شر اور حفاظت کی غرض سے تھا۔ جیسا اسکے بعد بھی اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن غالباً اُنکا آیندہ موقع اسی وقت آجاتا اگر اُسوقت بھی اُنپر بیعت یا قتل کا زور ڈالا جاتا جیسا اسکے بعد ہوا۔

معاویہ اور مکہ کی یادداشت۔

معاویہ کے لئے اور کوئی چارہ نہ تھا بجز اسکے کہ وہ مکہ جاتا۔ یقیناً وہ اسلئے کہ وہ یاد کرتا کہ جو شخص خانہ ابوسفیان مین داخل ہوگا اُسے امن ہوگا۔ نہ اُس جگہہ کی زیارت کرنے جارہا تھا جہان حیوانی اور نباتی قتل جائز نہیں ہے بلکہ اُن لوگون کی آزادی نفس کو قتل کرنے جارہا تھا جو ایسے کو خلیفہ تسلیم نہیں کررہے تھے جسکے عادات نے خود اُسکے باپ اور عاملون کو متردد کر رکھا تھا اور اصولاً خلاف تہا۔ اور اُس کیفیت لطف کے محسوس کرنیکے لئے جو ایک اموی کو اس خیال مین حاصل تھا کہ پشتون کی جد وجہد کے بعد آج ہم بے مداخلت غیرے وطن مین شاہی داخلہ دیکھہ اور دکھا سکے۔ داخل ہوا۔ منکرین بیعت سے ملاقات ہوئی۔ ایک طرف سے اظہار دوسری طرف سے انکار ہوا۔ اور معاویہ نے کہا "خدا کی قسم اگر کسی نے میری بات رد کی تو خیر نہ ہوگی"۔ باغ سبز بھی دکھلایا۔ تحایف بھیجے۔ لیکن حسین سے دور تھا کہ وہ اس رشوت پر نظر ڈالتے۔ لاکہ گفتگو مین جب حسین نے امورات خلافت کے لئے کسی "بہتر شخص" کو منتخب کرنیکی صلاح دی اور معاویہ نے پوچھا کہ کیا تم اس سے اپنے کو مراد لیتے ہو تو فرمایا کہ اگر معین کا دون تو بعید نہیں ہے"۔ اور پھر فرمایا کہ "وہ کون ہے جو میری نانا کی امت مجھے بہتر ہو" یا فرمایا کہ "مجھے اپنے نانا کی امت اپنی ذات سے زیادہ عزیز ہے"۔ پہلا فقرہ عین صدق ہے دوسرے کو آیندہ زمانے نے ثابت کیا کہ امت رسول کا دینی وقار اور خصائل کی عظمت قایم رکھنے کے لئے حسین نے اپنے عزیز جان اور اُنکے جانون کی جنکی جانین حسین کو عزیز تھین کوئی پرواہ نہ کی۔

پہلے جواب مین حسین نہ صرف اُس تعلیمی استفادہ کی طرف اشارہ کررہے تھے جو مہمات خلافت کی انجام دہی کے متعلق اُنھین باسلسلہ حاصل تھا بلکہ اپنے فطری حق کو بھی ظاہر کرتے تھے اور یہ باتین اسلئے کافی ہونی چاہیے تھین کہ اُمت محمدی اُنکی خلافت پر راضی ہو جاتی۔ لیکن اب جواب یہ تہا کہ جاؤ اور اہل شام سے اپنی جان کو ڈرتے رہو!

سر ولیم میور اپنی لائف آف محمد کے دوسرے حصہ مین اسکا ذکر کرتے ہین کہ حضرت امام حسین نے معاویہ کے افعال کے متعلق خلف الفضول کا واسطہ دیا۔

مکہ کی سیاسی نقل

معاویہ کے لئے یہ مایوسانہ حالتین کم پریشان کن نہ تھین۔ نہ اُنکی جھولی خالی ہوچکی تھی۔ مدینہ کی طرح لوگونکو جمع کرکے منبر پر چڑھ جانا بے سود تھا اسلئے کہ لوگون نے تقریر کا کچھ جواب نہ دیا تہا۔ اب مجلس اختیار کی

نمایش ہی مقصود نہ تہی بلکہ" اپنے صاحب شرطہ کو بلا کر کہا کہ جو شخص میرے بیان کی تکذیب کرے اُسکی گردن فوراً اڑا دینا" مکارانہ نقل اِسکے بعد شروع ہوئی جسمین تواز کا حل تھا۔ کمال ہوشمندی سے اِن چارون آدمیون کے بیعت نہ کرنے کے واقعہ کو ناقابل اعتبار افواہ کہا۔ انھین بزرگ زادگان عرب۔ اخیار مسلمین۔ مسلمانونکے روحی پیشوا وغیرہ کہا "جنکے مشورہ بغیر کوئی کام انجام کو نہین پہونچ سکتا" اور اب شاہی اطمینان سے انکے بیعت کرنے کا اعلان کیا اور سب پر طرہ یہ تھا کہ "یہ باتین مین انکے سامنے کہرہا ہون کہ اگر کسی کو شبہہ ہو تو تحقیق کرلے کہ اُنھون نے یزید کی بیعت کی ہے یا نہین" کوئی عجب نہین ہے کہ لوگ حیرت مین ڈوب گئے ہون اور ایک دوسرے کا منہ دیکھرہے ہون وہ اپنے مین یا بہ اُن شور اشوری یا بہ این بے نمکی کا عالم محسوس کرتے ہون۔ اُنکی نگاہ مین اِن لوگون کے انکار کی وقعت گھٹ گئی ہو اور سوچنے کے لئے آمادہ ہوگئے ہون کہ تو پھر ہم شاہی غضب کے آماج کیون ہون۔ کچھ شک نہین ہے کہ لوگون نے معاویہ کے کہنے کو سچ سمجھا۔ موقع کی بے تکلف دروغ گوئی نے ہر لفظ کو سچا دکھایا۔ ایسے افسوسناک موقع پر جبکہ سچائی ذبح ہورہی تہی پیر دانست مین مذاق کا عنصر غیر موجود نہ تھا۔ حسین کی جھلاہٹ اور تنفر۔ لوگون کی حیرت اور خفت سے دیکھنا۔ مقرر کے اعتبار آنڈیلنے والے انداز اور اعتبار کے دہیلے پڑنے کے لئے قتل پر تیار رہنا۔ اِن تمام باتون مین تلخ ہنسی کی جگہہ تہی۔ لیکن لفظون مین بیان کرنا جس قدر وقت کا محتاج ہو سرعت خیال و نظر سے اُسکا اندازہ نہین ہوسکتا۔ یہ کل حالتین اِس قدر جلد گذرین جو وقفہ نہ کہا جاسکے بلکہ حقیقتاً وقفہ کا نہ ہونا ہی معاویہ کے لئے مفید تھا۔ اُسکی تقریر کے بعد لوگ حیرت سے چونکے نہ تھے کہ منتظر حکم دغاوار جلاد اشارہ پاگئے اور تلوارین کھینچکر اُنکے سرون پہ کھڑے ہوگئے جنسے انکار کا اندیشہ تھا۔

معاویہ کی تقریر کے حیرت خیز مضمون کے بعد اُس سے کسی طرح کم موثر سپاہیون کا انداز نہ تھا۔ کون تھا جو اپنے پہلے سلسلہ خیال کو قائم رکھتا اور اِس نئی تماشہ کو دیکھنے نہ لگتا۔ معاویہ کی تقریر اگر ایک طے شدہ امر پر لوگون کو راضی کر رہی تہی تو رہا سہا اثر کو اُسوقت تلوار اور خوف نے دور کردیا تھا سپاہیون کی انداز کے اعتبار سے کسی طرح بُری نہ تہی نہ اُسکے الفاظ بیکار تہے۔ الفاظ سپاہیون کے نہ تھے۔ وہ نقال تھے اُسکے مصنف نہ تھے۔ اُن سے ایسے انعکاس سے کیا بحث جو احساسات کے جدو مد کے لئے تیار اور پیش کیا گیا ہو۔ اِن الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ سپاہی معاویہ کی تقریر کے ایک ایک لفظ کو ایک مدبر کی طرح تول رہے ہین اور سمجھ رہے ہین کہ معاویہ اسلئے تعریف کررہا ہے کہ اُن چارون آدمیون کے موقع کو

عظیم سمجھتا ہے۔ عظیم سمجھنا خوف پیدا کرتا ہے اور وہ خوف قتل یا "سب کے سامنے" بیعت کرنے سے اور بڑھ سکتا ہے۔ اور گویا تنگ آکر کہہ اٹھتے ہیں کہ "کب تک تو ان چار شخصوں کی تعریف اور عزت کریگا۔ انکا موقع ایسا عظیم نہیں ہے کہ تو ان سے خوف کرے"۔ بظاہر یہ ایک مخلصانہ تنقید تھی یا شاید مؤلف الفاروق کے لفظوں میں باستثنائے تمام حالت بیان کیجاسکے کہ "تم اسکا بھی اندازہ کرسکوگے کہ حضرت ... کے عہد میں لوگ کس دلیری اور بے باکی سے اپنے خیالات ظاہر کرتے تھے۔ اور زیادہ تر اسوجہ سے کہ حضرت .... آزادی اور حق گوئی کو قوم میں پھیلانا چاہتے تھے"!

(ناظر کا جی چاہے تو نقطوں کی جگہہ معاویہ کا نام لکھدے۔)

معاویہ کے لحاظ سے تدبیر یہ تھا کہ بوسہ عید یا بیزید و شاہ چند کے اصول پر مصلحت تیار کی گئی تھی اور "اخیار مسلمین" کے اعتبار سے مرشید یہ تھا کہ حکومت خود میٹھی میٹھی بات کرکے اپنے دست و باز وسے ایسا کچھہ کھلواتی تھی جو انکی شان کے خلاف تھا اور اس سے یہ سمجھاتی تھی کہ دیکھو یا تم میرے قدر شناسی پر مائل ہو اور یا اسپر راضی ہو جو میرے خیر خواہ چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ نرم گرم باتیں ایک ہی نتیجہ کے لئے تھیں۔

اسکے بعد طے شدہ تدبیروں میں یہ بھی داخل تھا کہ معاویہ ان اہل شرطہ کو "خاموش" کراتا۔ یہ ٹکڑا بھی نہایت خوب تھا اس لئے کہ سر حکومت نہ صرف عام حاضرین بلکہ منکرین بیعت پر بھی اپنی ختم نہ ہونے والی عنایت کا اثر ڈال رہا تھا ورنہ پھر کیا ان دھمکیوں کے علاوہ قتل کرا دینے سے کوئی مزید فائدہ متصور تھا؟ نہیں۔ بلکہ مضر ہو سکتا تھا۔ اور یہ غرض حاصل ہوئی تھی کہ "لوگ بیعت پر آمادہ ہوگئے" پھر کیوں اس وقت تک کی مفید مصلحت سے اعراض کیا جاتا کہ بہ جبر بیعت لیجاتی یا بیعت اور قتل کے علاوہ تیسری صورت نہ ہوتی۔

حسین سے معاویہ کے اعلان متعلق سوال اور انکا جواب۔

یہ حقیقت کشِ نقل جیسے مورخ یا مترجم ابن خلدون "حکمت عملی" کہتا ہے ختم ہوئی۔ اب وہ فطری موقع آیا کہ عام لوگ ان چاروں حضرات خصوصاً حسین سے انکی روش اور معاویہ کے اعلان کے متعلق سوال کرتے۔ حسین نے انکا جواب دیا: "واللہ ہمنے سر اعلانیا کسی طرح یزید کی بیعت نہیں کی ہے۔ لیکن معاویہ نے ہم سبکو فریب دیا اور جو کچھہ تمنے دیکھا اور سُنا اسنے کیا۔ اور اہل شام نے اسکے کہنے سے اس قدر غلو کیا اور تلواریں کھینچیں البتہ ہم خاموش رہے۔ تمنے کچھہ پوچھا نہ ہمنے جواب دیا" اور اب لوگوں نے کہا کہ پھر آپنے "معاویہ کو اس سے کیوں نہ روکا"؟ جواب دیا "مسلمانوں کی خونریزی کے خیال سے" لوگو تمکو اس پر تعجب ہوا اور سوال یہ ہے کہ ایسے موقع پر حسین کو خاموش رہنا مناسب تھا یا نہیں۔ خاموش رہنے کے خلاف جو کچھہ کہا

حسین کی روش کے متعلق سوال اور جواب

جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ باوجود اس قدرت کے کہ وہ لوگوں کو فریب میں نہ آنے دیتے اسوجہ سے فریب میں آنے دیا
کہ وہ خاموش نہ رہنے کی صورت میں قتل کروا دیے جاتے۔ یہاں سوال یہ ہوتا ہے کہ آیا ایک شخص کے لئے یہ زیبا ہے
کہ وہ اپنے کو معرض ہلاکت میں گرفتار کرے یا فریب میں آنے دے۔ میں اس سے انکار نہ کرونگا کہ یہ درجہ اعلیٰ ہے کہ
فریب میں نہ آنے دینے کیلئے کوشش کرے اگرچہ ایسا کرنا اپنے کو ہلاکت ہی گرفتار کرا دینا کیوں نہ ہو۔ نہ ایسا
تھا کہ حسین نے فریب میں نہ آنے دینے کی کوشش نہ کی۔ ضرور عین موقع پر نہ کی۔ لیکن کچھ ضرور نہ تھا کہ اسی وقت
مطلع کرتے۔ جبکہ اسوقت خاموش رہ کر نہ صرف اپنی جان بچا رہے تھے بلکہ اسکا بھی یقین تھا کہ تھوڑی دیر کے
بعد ہم لوگوں کو اصل حقیقت سے مطلع کرسکیں گے اور اسوقت اسکا اس سے زیادہ اثر ہوگا جیسا اسوقت ہوتا
اسلئے کہ اسوقت تو یہ بھی مشتبہ تھا کہ ہم انکار اور اسکے وجوہات بیان کرسکیں گے اور بہت ممکن تھا کہ جنبش کرتے
ہی تلوار اپنا کام کر چکی ہوتی اور وہ مفید اطلاع بھی ختم ہو جاتی جو درصورت حیات لوگوں کو دی جا سکتی
تھی اور لوگ ایسے جابرانہ فریب سے متنفر ہو سکتے تھے۔ جیسا اطلاع کے بعد ہوئے۔ اسوقت ظاہر کردینے کی
صورت میں دوسرا نقصان یہ تھا کہ شاید کچھ لوگ اور انکار کرتے اور وہ بھی تلوار کے نذر ہوتے بلکہ کچھ [illegible]
کے ساتھ گھن بھی پس جاتا۔ آخر یہ سب کیوں کیا جاتا جب کچھ دیر کے بعد بغیر کسی خونریزی کے یہ نتیجہ حاصل
ہو سکتا تھا۔

دوسرے پہلو سے جواب کے لئے حسین کو نہ معاویہ نے ذمہ دار بنایا تھا اور نہ لوگوں نے بلکہ لوگ تھے
جنہیں درصورت اشتباہ حسین سے پوچھنے کا حق تھا۔ حسین خود سے جواب دینے کے ذمہ دار نہ تھے۔ حسین
یسوع ابن مریم کا ایسا نہ تھا کہ پائی لیٹ کے اس سوال کے جواب کے وہ ذمہ دار تھے کہ تو ہی وہ ہے جو اپنے
کو یہود کا بادشاہ کہتا ہے جو اور یہ جواب دیتے ہیں کہ "تو کہتا ہے" اگر سننے والے ایسے ہی خوش اعتقاد
ہیں کہ ہر چیخنے والے کے پیچھے دوڑ جاتے ہیں درانحالیکہ کسوٹی آنکھوں کے سامنے تھی تو کیا امید تھی کہ انکا انکار
لوگوں پر کچھ اثر کرتا جو شخص پوچھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے بلکہ دوسرے کو اپنے قتل کے اقدام پر
آمادہ کرتے ہیں۔

نیز یہ کہ کیا وہ تمام لوگ جو یہاں موجود تھے حسین کی بیعت میں تھے جو بلکہ بہ استثنائے چند سب تھے جو
جو معاویہ کی بیعت میں تھے۔ یعنی ایسے لوگ جو نواسہ رسول کے ہوتے ہوئے ایسے شخص کی حکومت پر راضی تھے
جنسے اور جنکے اکثر حالات کو وہ جانتے تھے تو حسین کو کیا امید تھی کہ وہ بمقابلہ معاویہ میری بات کی طرف [illegible]

مائل ہونگے۔ اور کیا الیقین تہا حسین کو کہ میرا ایسے مخدوش وقت اپنے زبان کو قابو مین رکھنا اس قدر مفید ہوگا کہ لوگ ایک بڑے کام سے رُک جائینگے؟ کچھہ نہ تھا۔

پھر بھی حسین کا جواب کہ "نہ تمنے کچھہ پوچھا نہ مین نے جواب دیا" سمجھاتا ہے کہ اگر لوگ پوچھتے تو حسین اپنے اس اعلیٰ احساس سے جو اُنمین تھا۔ جواب دینا اپنے اوپر فرض کر لیتے اگرچہ وہ مخلوقات الٰہی کو فریب سے بچانے کی کوشش مین اُسی وقت شہید ہی کیون نہ ہو جاتے۔ مجھے کوئی شبہہ نہین ہے کہ یہہ فقرات حسین کے مصمم ارادہ کو سمجھا دیتے ہین۔

مین سمجھتا ہون کہ ایسے موقع پر حسین کا خاموشی کا تصفیہ کسی طرح اُس پر آزمایش تصفیہ سے کم نہ تھا کہ بھائی کو بزور شمشیر روضہ رسول مین دفن کرین یا واپس جائین۔ حسین نے یہان بھی دکھلایا کہ اُنھین اپنے اوپر کس درجہ قابو حاصل تہا اور یہی موقع تھا کہ حسین نے اپنے پیشرو بزرگون کی طرح مسلمانون کے خون کو بچایا۔

تقیہ کا مسئلہ بین الفریقین موقع۔

مین ضمناً یہ بھی سمجھتا ہون کہ حسین کے ساتھہ ابن ابوبکر۔ ابن عمر۔ ابن زبیر کی خاموشی سے تقیہ کا غالباً یہ بہتر مین مثال مسئلہ بین الفریقین قرار پائی۔ (تقیہ موقت ہے نہ کہ غیر موقت)

بعض باتیں جو حسین کے تجربہ مین آئین۔

یہ بھی حسین کے علم مین آنے والا تھا کہ حضرت عائشہ کی ضعیف العمری اُنھین دشمنون کے خلاف انسانیت ارادون سے باز نہ رکھی اور کیون۔ وہ جانتے کہ شہدائے اُحد اپنے افتخار کے اُس خواب گاہ مین آرام نہ کر سکتے جسے اُنھون نے اپنی زندگی کی قیمت اور سرفروشی کے حق سے حاصل کیا تہا۔

مکہ مین حسین کا ایک کام

ممکن ہے کہ مکہ تشریف لانے کا یہی زمانہ ہو جبکہ معاویہ کے آنکے قبل حسین نے اُن کوششون اور اُنکے اثر کو دیکھکر جو حکومت کی طرف سے جاری تہین اسکی ضرورت دیکھی ہو کہ وہ ایک مرتبہ اُس مجمع کو جو انکے پاس ہو وہ احادیث رسول یاد دلاوین جو انکے پدر بزرگوار۔ مادر گرامی خود اپنے اور اپنے برادر عالی مقدار کے لئے تھین۔ مجمع کی تعداد ایک ہزار کہی گئی ہے۔ حسین نے خطبہ فرمایا اور ان باتون کو یاد دلایا جو معاویہ کی طرف سے انکے اور اُنکے دوستون کے متعلق سرزد ہوئی تھین۔ حالت کا صحیح اندازہ اس فقرہ سے کیا جا سکیگا کہ "ہمین دین خدا کے ضائع ہونیکا خوف ہے" اسکی تاکید فرمائی کہ جو کچھہ مین کہتا ہون اسے اپنے وطنون مین جاکر لوگون سے کہنا اور اسے محفوظ کر لینا۔ ظاہر ہے کہ یہ کوشش اسلئے تہی کہ اصل باتین بھی لوگون کے ذہن مین ہین اور اُن مسلسل شہرتون سے متاثر نہ ہو جائین جو حکومت کے طرف

ہاتھہ اور زبان سے ہو رہی ہے۔ نہایت ضروری تھا کہ جس وقت ممالک اسلامیہ کے تمام منبرون سے حامی اسلام پر سب و شتم ہو رہی تھی وہ باتین یاد دلائی جاتین جو اس مظلوم کے متعلق شارع اسلام فرما گیا تہا۔

ان کل باتون کے یاد دلانے پر حسین سے ایک بہی کسی مسلمان کے لئے پا یہ ناز ہوتی۔ حاضرین نے ارشاد نبوی کی تصدیق کی اور سب لوگ منٰے سے متفرق ہوگئے۔ یہ جماعت اگرچہ عدداً کچہہ بہت زیادہ نہ تہی جسکا دشمنون سے مقابلہ کیا جا سکتا لیکن اگر حسین انہین اپنی سرگرمی پہونک سکے اور وہ لوگ بہی موقع کے لحاظ سے اپنی ذمہ داری محسوس کر سکے ہون تو کوئی شبہہ نہین کہ انہین آل نبی کے حفظ عزت کا مصمم ارادہ پیدا ہوگیا ہوگا اور دین خدا کے ضائع نہ ہونے پر ہر شخص بجائے خود آمادہ ہوگیا ہو۔ جہانتک اسکے حالات ظاہر ہین ممکن ہو حسین کا یہ ہوش اور جوش مسلمانون کے لئے ابد الآباد تک کے لئے نصیحت ہے۔

اموی لشکر کے ساتھہ حسین کے تشریف لیجانیکا عدم امکان۔

دو نون مسیحی مورخین نے جنہون نے یہ لکہا ہے کہ حسین معاویہ کی فوجون کے ساتھہ رہے یا قسطنطنیہ کے محاصرہ مین شرکت کی کوئی سند نہین دی۔ یہ ایک واقعہ ہے جسکا بطلان اس سب سے بہتر طریقہ سے ہو سکتا ہے کہ معاویہ کی جو روش حسین کے ساتھہ تہی وہ ہرگز اسکی مقتضی نہ تہی کہ وہ معاویہ کی معرفت ایسے کسی کام کو طبعاً قبول کرتے۔ جبکہ خود حسن کے متعلق اسکا پتہ چلتا ہے کہ معاویہ نے خوارج کے خروج پر اسکی خواہش کی کہ وہ ان سے جنگ کرین اور انھون نے اسے منظور نہ کیا۔ قسطنطنیہ کی فوجکشی ۵۰ھ کا واقعہ ہے یعنی جبکہ چند روز ہوئے تہے کہ حضرت امام حسنؑ کا واقعہ پیش آیا تھا اور جس زمانہ سے بیعت یزید کا مسئلہ چھڑا ہوا تھا۔ ایسے زمانہ مین نہ معاویہ کی مصلحت اسکی مقتضی ہو سکتی تہی کہ وہ کوئی فوج حسین کے حوالہ کرتا اور نہ حسین پر فراموشی اس قدر غالب آسکتی تہی کہ وہ شامی لشکر اور خصوصاً اُسکے افسرون کے ساتھہ ساتھہ جاتے۔ مورخین خصوصاً ابن خلدون نے ابن عباس۔ ابن زبیر ابو ایوب انصاری اور ابن عامر کا نام لیا ہے لیکن کہین حسین کا نام نہین ہے۔ کم قیاس ہے کہ مورخین ان لوگون اور اکثر افسران فوج کا نام لیتے اور حسین کے نام کو فراموش کر سکتے اگر وہ شریک ہوتے۔

اسوقت تک کے مذکورہ واقعات اور حسین۔

اب تک ہم جن واقعات پر نظر کر رہے تہے وہ اس درجہ مختلف خاصیت اور نوعیت کے تہے جنہین سے اگر ہر ایک پر خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی تو یقیناً سلسلہ بیان بے لطف ہو جاتا اور اکثر حافظہ مدد نہ کرتا کہ بڑے بڑے مضامین اور بعض غیر صریح اشارون سے کہانتک متعلق اشخاص ہماری غرض کے اندر ہے واقعات مین کچہہ ایسے تہے جو حسین کے علم و تجربہ مین قبولیت سے آتے اور کچہہ اسے جو نا مقبول اور ان سے

دور رہنے کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ طبیعتین تھین جنمین سے بعض ایسی تھین جنمین اصول خیر کا بہترین پرتو تھا اور ایسے نفس بھی تھے جنکا سایہ کانپ جانیکے لئے کافی ہوتا۔ اصول تھے۔ مختلف مفہوم کے جو اپنے محور پر دورہ کر رہے تھے اسمین ایک نتیجہ کے لئے نشو ہو رہا تھا اور ہر ایک کا کمہار اپنے مثالیہ پر صورتین تیار کر رہا تھا۔ انکے ضمنی اثر تھے اور وہ واقعات کی صورت اور جماعت انسانی کے اظہار حال کی زبان مین ظاہر ہو رہے تھے۔ کبھی اخلاقی قوت ہی تھی جسنے معاشرت اور سیاست کو اپنے زیر سایہ رکھا تھا اور کبھی سیاست ہی تھی جو اپنی قوت کا رجز پڑھ رہی تھی اور اپنے لئے تمام اصول کو اپنا بارکش بنا لیا تھا۔ محکوم اصول تیز دہار کے نیچے رقص بسمل مین مبتلا تھے اور زبان نہ تھی۔ دل تھے لیکن قوت نہ تھی۔ آنکھین تھین لیکن تیزی ضائع ہو گئی تھی۔ پتھرائی تھین اور برابر نہ دیکھ سکتی تھین۔

یہ تمام حالتین مؤلف نے اگر وضاحت سے نہین تو مختصر اشارون سے اس لئے دکھلائی تھین کہ اسکے نزدیک حسین کے واقعات اور سوانح سے انھین کسی طرح کا تعلق تھا۔ انمین اکثر زیادہ تر اسی نوعیت کی تھین جنمین صریح یا غیر صریح عکس ڈالتا تھا اور کم حالتین ایسی تھین جو خود حسین کی ذات سے ظاہر ہوئی تھین کم ظاہر ہونا اس وجہ سے تھا کہ سنہ ۶۰ھ تک حسین کا موقع خود مختارانہ نہ تہا اور نہ واقعات کی روش انکے ساتھ ویسی تھی جس زیادتی کے ساتھ جناب امیر کے لئے رہی۔ یہ باب جو محض اسلئے تھا کہ حسین اور انکی حیات پر عکس اور انکی حیات پر عکس ڈالنے والے واقعات اس طرح دکھائی جائین جس سے حسین کا نفس۔ انکی تربیت اور علم و تجربہ سے انکی ساخت سمجھی جاسکے ختم ہوا۔ اور یہ اہتمام اسلئے کیا گیا کہ سنہ ۶۰ھ کے بعد چند روز کے واقعات کا تصفیہ بغیر اسکا خیال کے نہ کیا جاسکے گا۔ کہ اتفاقات نے ایسے اور اسقدر مختلف نوعیت کے واقعات کی حسین کو تعلیم دی تھی جس سے بڑھکر شاید ہی کسی کو موقع مل سکتا ہو۔ اور چونکہ سمجھنے کی ضرورت کے موافق کہا جا چکا کہ حسین کس قدر سریع الفہم اور ذکی الحس تھے۔ یہ قیاس کرنے کی گنجائش نہ رہی کہ واقعات تو انکی حیات مین بہت ہوئے لیکن وہ انکے ہوش کے اندر نہ آئے۔ بلکہ اس طرح آئے کہ ہوش کو بجز عمل کے چارہ نہ تھا۔ مختصر لفظون مین یہ تھے حسین جو اس دن کے لئے ان قوتون اور علم و تجربے کے ساتھ تیار اور کھڑے ہوئے جنکا ذکر کیا جانے والا ہے۔

حسین کے متعلق روایات کی شرح۔

اس باب مین جو کچھ باقی ہے وہ حسین کے علم و کمال کی نفسی جو علم بخشش تہذیب۔ شائستگی۔ خودداری اور اخلاقی عظمت کی چمک ہے۔ اسکی شان ہے کہ دیکھیں کس طرح مخلوقات الہی کے لطیف احساسات کا لحاظ

کرتے تھے اور انہین دُکھانا نہین چاہتے تھے۔ اُنکی قدردانی علم اور اعلےٰ خیالی کی داد سے اور اسکی کوشش سے کر وہ کس طرح ایسی باتون پر اُنگلی رکھکر اُنہین ترقی دیا چاہتے تھے۔ دوسرے لفظون مین یہ وہ باتین ہین جنھین حسین اپنی جگہہ کرتے ہین اور جسے کوئی خارجی اثر سے نسبت نہین ہے۔ یہ بجائے خود وہ ضروری اشارہ ہین جنسے حسین کی طبیعت کے مختلف پہلو صفائی اور سادگی سے سمجھہ مین آجائین۔ بغیر اسکے کہ اسپر کوئی اسیائی ملمع ہو۔

لطافت لحاظ اور حسن تعلیم۔

مین نہین کہہ سکتا کہ اس روایت کو کون سے وقت سے نسبت دون جسمین ایک بوڑھے وضو کرنیوالے کی غلطی بتانے کے لئے لطافت لحاظ کا اہتمام کیا گیا۔ اُس سے یہ نہین کہا کہ تم غلطی کرتے ہو بلکہ صحیح طریقہ اُسے دکھا دیا۔ بوڑھے نے انکے حُسن تعلیم کی داد دی۔

حسین اور عمر عاص کے فرزند مین پُرلطف ردّ و بدل

جو غرض یہی ہو جس سے ابن عمر عاص نے حسین کے لئے محبوب اور فاضل ترین زمانہ کے الفاظ استعمال کئے لیکن حسین کو موقع ملگیا کہ وہ اُسکے لفظ اور خیال و عمل کی عدم مطابقت پر اُسے ٹوکتے۔ مین سونچتا ہون کہ اگر عبد اللہ کے الفاظ مین طنز تھا تو خود حسین نہایت گوارا تلخی سے اُسکے تیر کو اسکی طرف اسی چبھتی ہوئی عبرت سے واپس کر رہے تھے کہ بڑا قدردان فضل ہے کہ تو مجھسے افضل سے رُکگیا۔ اور اگر عبد اللہ سچی بات اقراری لہجہ مین ادا کر رہا تھا تو یقیناً اُسے اِس بے خیالی کی سزا ملی کہ وہ پیشتر کیا کر چکا تھا اور گویا حسین اُسے انابت کی طرف لا رہے تھے۔ چوٹ کھانے اور جست کرنے کے بعد عبد اللہ نے معذرت کی لیکن پھر سنبھلا اور گذشتہ لغزش کے ڈھانکنے کے لئے اُسے اس دلیل مین ایک پردہ ملگیا کہ رسول نے اطاعت والدین کا حکم دیا ہے۔ مین نہین جانتا کہ اُسے گھبراہٹ نے اِس دلیل کو صحیح سمجھایا تھا یا بالارادہ مغالطہ کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ ایک جواب تھا جسمین سچائی غلط جگہہ بٹھائی گئی تھی۔ لیکن عبد اللہ کا مقابل کوئی ایسا نہ تھا جسے اپنے کسی ممتاز بزرگ سے محض نسبی سلسلہ کا ادعا ہو اور بس۔ حسین اپنے جد بزرگوار کے صفات اور خیالات کے نواسہ بلکہ فرزند تھے۔ حسین نے اپنے جواب مین پہلے قرآن شریف سے ایک وسیع اصول پیش کیا جسمین اسکی مثال تھی کہ والدین کی پیروی سے انحراف ہوسکتا ہے مثلاً شرک مین۔ اور پھر اور قریب آئے کہ اطاعت امر معروف مین ہوتی ہے نہ کہ ایسے امر مین جو خدا کے اطاعت سے منحرف کرے۔

یہ مکالمہ علاوہ حسین کی زندہ دماغی اور نقّادی کے سمجھاتا ہے کہ حسین کو قرآن شریف اور اقوال رسول پر کس درجہ تبحر تھا۔ تبحر نہ ایسا کہ ہر کلے کا حرف اور صدا کی بیہوشانہ تقلید کی جائے بلکہ جہان عموماً عقل کو

مذہب نے طلاق نہین دیا ہے۔ عبداللہ نے اپنی ذمہ داری دوسرے کے سر ڈھکیلنے مین اپنی پناہ سمجھی تھی لیکن حسین اُنسے جنجھوڑتے ہین کہ خدا اور رسول نے تجھے اپنی ذمہ داری سے معذور نہین کر دیا تھا۔ یہ اشارے حسین کے گذشتہ کو روشن کرتے ہین کہ وہ اپنے زمانہ ہوش سے گرد وپیش کے اثرات مین محض مقلد نہ تھے بلکہ موافقت یا مخالفت کرتے تھے اپنی ذمہ داری کے احساس سے۔ اور اس مکالمہ کا دوسرا مذاق یہ ہے کہ اگر عمر عاص کا تفنن علی پر غالب آیا تو بیٹے کی دلیل کب حسین پر کوئی اثر کر سکتی تھی۔

سادی زندگی اور احسان کا صلہ

اس روایت مین اُس زمانہ کی سادی اور بے تکلف زندگی کا نقشہ ہے کہ حج کرنے چلے جارہے ہین سامان سے آگے بڑھ آئے ہین کہ بھوک پیاس معلوم ہوئی۔ ایک جھوپڑا دکھائی دیا۔ چلے گئے۔ پانی مانگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جگہہ عرب کے اُن مقامات مین تھے جہان کوئی چشمہ یا کنوان قریب نہ تھا۔ دُودھ دوہنے کی اجازت ملی اور ان لوگون نے دودھ پی کر پیاس بجھائی اور سیر چشم بڑہیا نے یہ بھی گوارا کر لیا کہ اُسکی بکری اس اتفاقی ضیافت مین صرف ہوجائے۔ ان لوگون نے اپنا نام ونشان نہ بتایا بجز اسکے کہ ہملوگ قریش سے ہین ہم سے مدینہ مین ملاقات کرنا۔ غالبًا اسلئے کہ ہمین پہچان کر بڑہیا کو ہماری ضیافت اور خاطر داری مین اپنی بساط سے زیادہ اہتمام کرنا پڑے اور کمی اسباب اُسے اندوہناک کرے۔ بڑہیا کو تنگی معیشت نے کچھہ دنون کے بعد مجبور کیا کہ وہ اپنی موجودہ پناہ سے نکل پڑی۔ اسکا فکر مین باہر نکلنا افلاس کی دوری کا سبب ہوگیا اور حسن نے بڑہیا کو پہچان کر اس قدر دیا جسکا وہ خواب نہ دیکھہ سکتی تھی۔ حسین اور عبداللہ ابن جعفر نے سبط اکبر کی تقلید کی اور شاید اسکے بعد بقیہ عمر بڑہیا آل ہاشم کے سخی اور خدمت شناس ہاتھون کی مدد سے فکر رزق کے مشقت سے بے پروا ہوگئی۔

معافی اور وقت کی حقیقی کیفیت

ہر شخص جانتا ہے کہ اگلے زمانہ مین آقا کو اپنے غلام اور کنیز پر کس درجہ قدرت حاصل تھی۔ اور نہ وہ برتاؤ لا معلوم ہین جو روم۔ یونان۔ ایران۔ مصر۔ بابل وغیرہ مین ان مجبور ذی روحون کے ساتھہ ہوتا تھا۔ اسلام نے انکی حالت کا مطالعہ کیا اور انکے ساتھہ جس رحم وانسانیت کے برتاؤ کو اصول قرار دیا۔ اُس سے انکار کرنا اسکو بھول جانا ہوگا کہ اُسوقت کے غلام اپنی غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے تھے۔ میرے خیال مین ابھی دنیا نے حقیقی تہذیب اور شایستگی مین اتنی ترقی نہین کی ہے کہ وہ اسپر اعتراض کرسکے کہ اسلام نے غلامی کو قطعًا ممنوع کیون قرار نہین دیا۔ تہذیب اور شایستگی کی حقیقی ترقی اسلام کی ایک صورت ہوگی اور اُسوقت اُلٹے اور متعصبانہ روش کے الزام خود ساقط ہوجائینگے۔ کون سے حقوق تھے جو اُنھین نہ دیئے گئے تھے اور کون سا انعام اور احسان تھا جو اُن سے اُٹھا رکھا جاتا تھا۔ اسلام کے ذمہ دار ہادیون کی نہ صرف مثالین ہین بلکہ اسکی بھی کہ عامہ ناس نے بھی اس سے

سبق حاصل کیا۔ یہ بات دوسری ہے کہ اسلام پر اعتراض کرتے وقت اُسکے برتاؤ فراموش کرکے اپنے برتاؤ جو غلامونکے ساتھ تھے پیش نظر رکھکر اسلام پر اعتراض کیا جائے ہمارے زمانہ کے متکلمین اسلام نے اسپر بحث کی ہے اور مین اسوقت اس سے زیادہ کہنا نہین چاہتا بلکہ ذمہ دار ہادی کے حلم اور آزاد کرنیکا بہانہ ڈہونڈہنے کی مثال دیتا ہون کہ ایسے موقع پر جبکہ اپنی اور اپنے کپڑونکی شان نے خود ہی مرعوب ہوجانے والے نہین معلوم غیض وغضب کا کیا اہتمام کرتے دیکھو حسین کیا کرتے ہین۔ کھانا کھارہے ہین یا کھانے کا تہیہ ہے کنیز لائی ہے کہ کسی وجہ سے کاسہ اُسکے ہاتھ سے چھوٹ پڑا۔ حسین کی نگاہ اُسپر اُٹھ گئی۔ اور کنیز کے الفاظ کہتے ہین کہ وہ تمام روح وجسم سے تھرا گئی۔ لیکن اُس نے صحیح اور حسین کے دلپسند الفاظ مین (آیہ قرآنی) معافی کا استغاثہ کیا اور ابھی اتنا ہی مُنھہ سے نکلا تھا کہ "وہ لوگ جو غصہ فرو کرتے ہین" کہ غالباً حسین نے اُسکی خوف زدہ حالت دیکھہ کر اسکا انتظار نہ کیا کہ وہ فقرہ تمام کرتی اور جلدی سے کہدیا کہ "مین نے اپنا غصہ فرو کیا" اب اُسکی جان مین جان آئی اور اُسنے بعد کا فقرہ کہا کہ "اور جو لوگون کو معاف کرتے ہین" فرمایا "مین نے تجھے معاف کیا" معافی کی خوشخبری سُنکر اُسنے تیسرا ٹکڑا بھی ادا کردیا کہ "خدا احسان کرنے والون کو دوست رکھتا ہے" اور اب حسین نے اُسی بے جنبش حالت بلکہ بڑہتے ہوئے رحم وکرم سے فرمایا کہ "مین نے تجھے خداوند تعالےٰ کی راہ مین آزاد کیا" بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ چار سو درہم بھی عطا کئے۔

مارکس ڈاڈ ڈاکٹر آف ڈیوی نی ٹی۔ مصنف "محمدؐ۔ بدھ اینڈ کرائیسٹ" زیر نظر روایت کے ذکر کے قبل کہتے ہین :۔ "مذہب کا اثر سمجھنے کے لئے انفرادی مزاج کا بھی ضرور لحاظ کرنا ہوگا۔ ہم خونخوار خالد کو اسلامی اثر کا نمونہ اُسی طرح کم قبول کرینگے جس طرح شریف النفس حسین کو" اس کتاب کے قابل مصنف کی روش اسلام اور شارع کے سمجھنے کے لئے ویسی ہی دور افتادہ اور دور انگن ہے جیسے کسی رقیب مذہب کے روشن روحانی سے امید کیجاسکتی ہے اور جو خصوصاً یا عموماً مسیحی مصنفین نے اختیار کی ہے۔ مسیحیت کے طریقہ اشاعت کی تاریخ جاننے والونکو یہ روش عجیب خیر نہین ہے قابل مصنف اُنکے سامنے لکچر دے رہا ہے جنہین جیسا خود اُسنے حوالہ دیا ہے کہ "خود تعلیم یافتہ" اسلام کے متعلق اس سے زیادہ نہین جانتے کہ ترک تعدد ازدواج کے مرتکب ہوتے ہین" یا بہت سے اس علم پر قانع ہین کہ اسکی (اسلام کی) ابتدا محمدؐ سے ہوئی یہ اپنے مقلدین کو تعدد ازدواج پر برانگیختہ کرتا اور قدریہ بنا دیتا ہے اور مسلمان شراب سے نفرت کرتے ہین"۔ مسیحیت کا لکچر دیتے وقت ڈاکٹر آف ڈیوی نی ٹی سے امید کرنا کہ اسلامی خوبی کے ذکر کے وقت وہ ایسا ڈھیلا ہوگا کہ ایسی جماعت کو یہ سمجھنے دے کہ اسلام نے ایسی خصائل سازی کی جو دور از حال تھا۔ بلکہ وہ قابل تعریف صنعت سے توڑ مروڑ کر دو متضاد حالتین ایک ہی سانس مین پیش کرتا ہے جنمین ایک اگر نیک نقشہ ہے تو

دوسری "خونخواری" کے لحاظ سے ویسی ہی درجہ کی گریہہ ہے۔ یہ ویسی ہی متناقض مثالین ہین جیسے ایک گال سے صلح اور دوسرے سے ساس بہو کے لڑوانے کا اعلان ہو۔ حالانکہ اسلام خونخواری کو منع اور عفو کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن قابل لکچرر انفرادی مزاج کے حوالے کرکے دونون کو اسلام جھاڑ دیتا ہے۔ نہ صاف صاف یہ سمجھنے دیتا ہے کہ انفرادی مزاج کی تربیت کے لئے مذہب کی ضرورت اُسکے نزدیک ہے یا نہیں۔ یا وہ مذہب کو اُسکے خالص اصول سے سمجھا چاہتا ہے۔ اُسے حقیقتاً کراہت کے ذکر سے بحث نہ ہوتی اگر نیک نفسی کو اسلامی اثر سے دور رکھنے کا اہتمام مدنظر نہ ہوتا۔ وہ بُرائی کے ساتھ بھلائی کو بھی عیار سے خارج کرکے اپنی منصفانہ روش کا اقرار لیا چاہتا ہے۔

مجھے کوئی شبہہ نہین کہ وہ اس موقع پر وہی عالمانہ اور عقلی روش پسند کرتا ہے جہان وہ "انفرادی مزاج" کو مذہب کے اثر کے سمجھنے مین کامل خودمختاری عطا کرتا ہے۔ نہ مین غلامی کا محرک ہون لیکن یہ سوال لطف سے خالی نہ ہوگا کہ اگر ابن مریم کا رحم حلم اور محبت جسکی روایتین ہم تک اُنکی زبانی پہونچی ہین جنھین نے اکثر نے اُنھیں دیکھا نہ تھا نہ کوئی سلسلہ روایات تھا اور سب پر طرہ یہ ہے کہ واقعات کے لئے الہام کی مدد لینے کی ضرورت ہوگئی ہے۔ اگر اُنکے اصول سے خارج کرکے انفرادی مزاج کے حوالے کردیا جائے تو مسیحیت کہان رہتی ہے۔ نہ مسیحیت کے لئے میرے نزدیک یہ انصاف ہوگا اگر یہ پسند حتمی مثال مین پیش کیجائے کہ اُسنے جوڈا اسقریوط بنا لئے۔ یا جیسا خود مصنف نے کہا ہے کہ "بدنام اور عیاش مزاج قبطی راہبون سے مسیحیت کا اندازہ کرنا بے انصافی ہوگی" نہ مجھے کوئی غم ہوگا اگر مسیحیت مذہب کو انفرادی خصائل کی درستی کے لئے نمونہ اور آلہ نہ قرار دے۔ انفرادی خصائل کی آزادی سوخت نہین ہوتی اگر وہ مذہب کے کسی اصول کو پسند کرتا ہے اور نہ مذہب انفرادی مزاج کی قابل تعریف خوبی کے اعتراف سے باز رہتا ہے اگرچہ وہ خوبی بظاہر کسی مذہب کے اثر سے پیدا نہ ہوئی ہو۔ اور یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ یہ مزاج کس نسل سے متاثر ہوا۔ اور اگر انفرادی مزاج قابل تعریف ہے اور مذہب کے اصول کو پسند کرتا ہے تو گویا ایک دوسرے کے مداح ہین۔ جماعت انسانی مین بلاقید مذہب بھی اچھے اور بُرے خصایل کے لوگ پائے جاتے ہین۔ اگرچہ اس حالت مین پابندی اخلاق اُسکے لئے محض پسند کرنے یا نہ کرنے کی چیز ہوگی درانحالیکہ مذہب کی پابندی نہ صرف انفرادی مزاج درست کرسکتی ہے جس سے وہ پابند اخلاق ہو بلکہ اسکے علاوہ پابندی اخلاق کو پیروی مذہب سے اور زیادہ روحانی سند عطا کرتی ہے۔ یہ عام حالت اُنکے مقابل نہین کیجاسکتی جو ذمہ داران مذہب ہون۔ اور جنکی ہر روش مین یہ قوت ہوکہ قوم اُسے اپنے لئے نمونہ قرار دے۔ حسین اسلام کے اُس سلسلہ مین آتے

جو اسلام کے ذمہ دار رہنما تھے اور اُنکا ہر فعل اسلامی روشنی سے دیکھا جاتا تہا اسلئے اُنھین بھی اپنے صفات مین اسلامی اثر سے علیحدہ کرکے محض انفرادی مزاج کے حوالہ کر دینا اُنکے واقعات سے منفرد لاعلمی ہوگی۔ اسکے علاوہ حسین کے انفرادی مزاج کا اُسوقت سے جب سے کہ وہ رحم مادر مین تھے۔ اور اُسوقت تک جبکہ اُنھون نے رحم و عفو کی یہ مثال ظاہر ہوئی اسلام اور شارع کے زیر اثر نشو ہوا تھا۔ خالد اپنی حیات کے زیادہ حصہ تک اس اثر مین نہ تہے اور اگرچہ وہ مسلمان ہوئے مگر اُنھون نے اس احتیاط سے تعلیم اسلامی کی پیروی نہ کی جس سے انکا انفرادی مزاج اسلامی تعلیم کا نمونہ کہا جاسکتا بلکہ وہ اپنی پہلی روش پر قایم رہا۔ بلکہ واقعہ بنی خزیمہ مین رسول نے یہ کہکر "خالد نے جو کچھہ کیا مین اُس سے راضی نہ تھا" اُس جگہہ اُنگلی رکھدی جہان کوئی انفرادی مزاج پیروی اسلام سے علیحدہ رہا۔

اس سب کا نتیجہ یہ ہے کہ انفرادی مزاج جو کچھہ کرتا ہے مذہب اُن تمام محرکات کے متعلق کچھہ حکم دیتا ہے اگر وہ انفرادی مزاج حلقہ مذہب مین بھی داخل ہے تو اُسکے افعال اُس مذہب کے معیار حکم سے دیکھے جائینگے یا مذہب اپنے اصول سے دیکھا جائیگا اور عمل سے سمجھا جائیگا۔ اور چونکہ حسین سے جو عفو و رحم ظاہر ہوا وہ تعلیم اسلامی کے اندر ہے اور چونکہ خود حسین اُن لوگون مین سے ایک تہے جو تعلیم اسلامی کے نمونے تہے اور چونکہ وہ خود ہمیشہ اسلامی اثر مین رہے اسلئے اُنھین اسلامی اثر کے سمجھنے مین نہ قبول کرنا کسی مذہب کی خوبیون سے عارفانہ تجاہل ہوگا۔ اور یہ موقع تو وہ تھا جہان حسین آیہ قرانی سے متاثر ہوئے تہے۔ ایک انفرادی مزاج مذہب کی ایک اعلیٰ پیشکش کو قبول کر رہا تھا۔

پُرلطف کشیدگی اور صلح۔

نہین معلوم کیا وجہ ہوئی جس سے یہ روایت تیار ہوئی کہ حسین اور محمد حنفیہ مین کشیدگی ہوگئی۔ یہہ ہی ہوتا ہے۔ خصوصاً اعزا مین اور چھیڑ یا شکایت کا کمزور تار اُسوقت تک بڑہتا جاتا ہے جب تک درگذر اور صاف دلی سے اُسکے دور کردینے کا ارادہ اور پیش قدمی نہ کیجائے۔ زیر ذکر حالت کچھہ ایسی معلوم نہین ہوتی جسمین کشیدگی زیادہ ہوتی جاتی اور موافقت کا کوئی راستہ نہ ہوتا۔ اس روایت مین لطف یہ ہے کہ تحریک صلح محمد ابن حنفیہ کرتے ہین اور تحریک موافقت حسین سے چلتے ہین۔ اسمین انصاف تہا اور دونون حضرات کی بات برابر رہنے سے کسی کی آن کو ٹھیس پہونچنے کا ہی موقع نہ تہا۔ لیکن چونکہ منانے کی ذمہ داری حسین کے حوالہ کیگئی تہی اسکے لئے ایک نہایت خوبصورت وجہ بہی لکہی ہے کہ "تم احق بالفضل ہو" اور یہ اسوجہ سے کہ اگرچہ پدری سلسلہ سے ہم تم برابر ہین لیکن مادری سلسلہ سے تم اشرف ہو" اٰلیکن کا یہ شیر مین لحاظ حسین کے ایسے ذکی الحس سے

کنیز کا تحفہ اور طبایع کا عمل۔

چاہتا تھا کہ وہ اِس خُرد انہ ناز تحکم کی قدر کرین۔ کشیدگی جاتی رہی۔ مبارک۔

ایک کنیز اپنے مالک کو تحفہ دیتی ہے۔ یہ حالت میرے نزدیک بیحد قابل رحم اور غم آلود ہے۔ ایک دست نگر اُسے کچھہ پیشکش کر رہا ہے جو اُسکا سہارا ہے۔ غالبًا وہی یا اُسکی کوئی دوسری صورت تحفہ مین دیتا ہے جو اُسے مل چکی ہتی۔ اپنے اور اپنے تحفہ کے حقیر موقع کو دیکھتا ہے لیکن پھر چاہتا ہی ہے کہ پیش کرے۔ اس موقع مین مساوات کی ایک چھپی ہوئی صورت ہے۔ اب امید ہے۔ بیم ہے۔ چہرے کے گرے ہوئے ریشے ہین۔ عجز ہے دل ہے جو ٹوٹ جانے اور قوی ہونے مین تھرّا رہا ہے۔ نہین معلوم مالک ہمارا دل رکھّے یا نہ رکھّے۔ ظاہر کہ حسّی لحاظ سے مالک کی ہر ادا کے لئے یہ ایک نازک اور محتاط موقع ہے۔ حسین الفقر و فخری کے فرزند تھے۔ جسنے اپنے خاندان سمیت بالا رادہ اس حالت کا مطالعہ اور اندازہ کیا تھا۔ حسین اُسکے فرزند تھے جنکے احکام طبایع انسانی کے کامل ملاحظہ اور گہرے مطالعہ پر مبنی تھے۔ حسین کی سریع الفہمی۔ احساس شناسی اور رحم کے سمجھنے کے لئے اسکے بعد کسی مثال کی ضرورت نہین ہے کہ ہاتھ گلدستہ کی طرف بڑھ رہا تہا اور زبان مبارک آزادی کا حکم سنا رہی ہتی۔ کنیز کی خوشی تو جانے دو۔ موقع ایسا تھا کہ دیکھنے والا چونک پڑا اور کہہ اُٹھا کہ تحفہ اور جواب مین کوئی نسبت نہین ہے۔ ایک بے حقیقت شے ایسے انعام کی مستوجب نہین ہو۔ یہان حسین اور اُنکا غیر سامنے ہے۔ دونون نے ایک حالت کو ایک وقت دیکھا تھا۔ ایک محض ریحان کا ڈنٹھل اور چند پتیان دیکھتا ہے حسین اسکے پیچھے ایک پگھلا ہوا دل دیکھتے ہین۔ جسکا مُرجھانا اور ہرا ہونا حسین کے انداز اور جواب پر موقوف تھا۔ خوش کرنے کے لئے کافی تھا کہ قبول کر لیتے۔ اور بس۔ معترض خوش ہو جاتا اور شاید ایک آدھ مرتبہ خود بھی گلدستہ پر اپنی ناک رگڑ لیتا اور اظہار اطمینان و خوشوقتی کے لئے بنتا جیسا وہ بن سکتا اور غالبًا ادھر اودھر دیکھتا کہ کوئی قدردان ہے یا نہین۔ حسین کا علوی نفس یہ تھا کہ جیسا اُنھون نے قرآن مجید کی آیت مین ظاہر فرمایا۔ حکم عام تھا۔ یہان اگر رد کرتے تو دل شکستگی ہوتی۔ رد نہ کرتے تو تعمیل ارشاد قرآنی کی حسین کے نزدیک اُس سے بہتر صورت نہ تھی جو کی۔ مثال مین آیہ قرآنی وہ پیش کیا جسمین عبدیت یا غیر عبدیت کی کوئی قید نہین ہے۔

ہو سکتا ہے کہ سائل اچھے نیے مہربان کرنے کو تعین کر رہا ہو۔ لیکن اُسکا کہنا کہ جسنے تجھ سے امید رکھی وہ محروم نہین ہوا۔ یا تم پر اعتماد کیا جاتا ہے یا تمہارے پدر بزرگوار نے فاسقون کو قتل اور اجرائے احکام مین جوش و سرگرمی ظاہر کی۔ یہ سب گذری ہوی باتون کو یاد کرنا تھا جس نے خلق کو اُن بداعمالیون سے محفوظ رکھنے کی

کوشش کی جسکا نتیجہ مغفرت کی دشواریان ہین۔ ابہی آپ ایک طرح کی عبادت (نماز) ختم کی ہتی کہ حاجت براری کی دوسری عبادت مین مشغول ہوگئے۔ اظہار انکساری کے ساتہہ معافی کی خواہش بہی ضم کردی اور چونکہ سائل کی پیس بینی خیال دلاسکتی ہتی کہ اُسے حسین کی دنیاوی حالت کے سمجہنے مین واقعہ سے زیادہ مبالغہ ہوسکتا ہے اِس لئے یہ بہی فرما دیا کہ میری شفقت مین کمی نہین ہے لیکن تغیرات زمانہ کی وجہ سے مال کی کمی ہے۔ مین اور زیادہ بخشش کرتا اگر مجہے قدرت ہوتی۔

بخشش اور عذر۔

سوال اور عطا کی حالتون کو جبر کر حسین نے دکہا دیا جسوقت سوال کی حالت کو آبرو حوالہ کرنا یا دوسرے لفظون مین آبرو کا اکرام نہ کرنا فرمایا ہے۔ اور یہ فرما کر کہ سائل کو "محروم واپس کرکے اپنی آبرو زائل نکرو" ایک نہایت لطیف جزرو کا نقشہ کہینچا ہے۔ محروم واپس کرنا دوسرے کی اس حالت کے ساتہہ ہمدردی نہین ہے جسمین وہ اسیر مجبور ہوا کہ وہ سوال کے اپنے کو تمہارے سامنے بےعزت کرتا۔ اُسے تم سے امید تہی۔ تمہارا انکار اُس اعتماد کا بُطلان ہے جو کسی کو تم سے تہا۔ درانحالیکہ ہمدردی کرنا اپنے "چہرہ کی تکریم" بہی ہوتی۔ لطیف خیال ہے جو لطیف لفظون مین ادا کیا گیا ہے جسکے پشت پر ہدایت ہے۔

سوال اور عطا کا نقش

آپ نے نہ صرف بہت سے حج کئے بلکہ پیدل تشریف لے گئے۔ حاجیون کا قافلہ ملگیا۔ اسمین پہچاننے والے لوگ بہی تہے جسمین سب سے مشہور سعد ابن ابی وقاص تہے (یہ واقعہ ۵۵ھ کے قبل کا ہے اِسلئے کہ سعد نے اِسی سنہ مین انتقال کیا) یہ تعظیماً اپنی سواری سے اُتر پڑے اس لئے کہ معلّم حج کا فرزند سواری پر نہ تہا۔ ممکن ہے کہ جاننے والونکو دیکہکر نہ پہچاننے والے بہی پہچان گئے ہون اور تہوڑی دیر مین قافلہ کا قافلہ اپنی سواریون سے اُتر گیا ہو۔ ممکن ہے کہ قافلہ کے ساتہہ مریض اور ضعیف ہون یا لوگ ہون جنمین اگرچہ کسی قسم کا ضعف لاحق نہ ہو مگر ثروت اور آرام طلبی کا مرض لاحق ہوگیا ہو اور اب اُنسے دہوپ مین تہوڑی دیر پیدل نہ چلا جاتا ہو۔ سعد ضعیف آدمی تہے۔ جناب امیر سے بہی ایک آدہ برس عمر مین زیادہ تہے۔ انہون نے نواسۂ رسول سے سوار ہوجانے کی گذارش کی۔ یہ درخواست حسین کو سمجہا دینے کے لئے کافی ہتی کہ یہ یا اور چند لوگ پیادہ چلنے سے متاذی ہورہے ہین۔ حسین کو کب گوارا تہا کہ کسی کو انکی وجہ سے کوئی تکلیف ہوتی لیکن چونکہ حسین پیدل تشریف لیجارہے تہے اور اس حالت مین لوگون کو سوار ہونے مین تکلّف ہوتا آپ نے وہ راہ ترک کردی اور دوسرے راستہ سے تشریف لیگئے۔

دوسرونکے لحاظ کو انکی تکلیف سے راحت دی۔

ایسا ہی موقع ایک مرتبہ آیا کہ سواری آگے آگے جارہی تہی اور خود پیدل تشریف لیجاتے تہے کسی نے کہا کہ آپ خدا کا بہت خوف کرتے ہین اور آپکا جواب بتاتا ہے کہ سزا و جزا کا کس درجہ اثر تہا۔ ایسے خاصان خدا کا مالک یوم الدین کی

حسین کے اثر کا اثر۔

درگاہ مین عجز و انکسار مذہب کے خلوص اور قوت واثر کی نوعیت سمجھاتا ہے۔

قدرت کے وقت اپنے اوپر اختیار اور درگذر

مجھے ایسی نصیحتین سُن لینے مین کوئی عذر نہین ہے کہ اگر کوئی تمہارے ایک کلّہ پر تھپّڑ مارے تو دوسرا بھی سامنے کردو نہ مجھے رشی گوتم کی کسی ایسی تعلیم سے چونکنا ہے کہ تمام جذبات کو فنا کردو کیونکہ بہت سی بُری مثالون مین چند خوشنما اگرچہ ناقابل عمل نصیحتون کا ہونا نفع اور ضرر کی درمیانی حالت مین ہے۔ کم سے کم انھین جذبات کے لگام دینے کے لئے کام مین لانا مفید ہوسکتا ہے۔ میرے لئے یقین کے اسباب نہین ہے کہ ابن مریم اپنے کو اپنی نصیحت کا مثالیہ ثابت کرسکے اور نہ مثالین ہین کہ رشی گوتم کے لئے ایسا موقع آیا اور اُنہین جذبات کی کوئی حرکت محسوس نہ ہوئی دوسرونکو قربانی اور قتل سے منع کرنا اور خود گوشت کھانا کچھ عملاً بہت حوصلہ افزا نہین ہے۔ یہ خبر تو ہے کہ متمول پورنا گوتم بدھ کے سامنے اقرار کرتا ہے کہ وہ سرون پرانتھ کے وحشیون کے ظلم اور سختی کو محبت اور درگذر سے دیکھے گا لیکن اُسکے بعد محبت اور درگذر کے واقعات نہین ہین جنسے خیال اور عمل کی تطبیق سمجھی جاسکے۔

اسکے علاوہ محبت اور درگذر کا صحیح اندازہ اُسوقت کیا جاسکے گا جب یہ سمجھا جاسکے کہ اسکے خلاف بھی کچھ کرنیکی قوت تھی ورنہ گرفتار بندون کے حلم کی تعریف سے بہتر نہ ہوگی۔ بقول حضرت امام حسینؑ "سب سے بڑھکر معاف کرنے والا وہ ہے جو اپنے قابو کے وقت معاف کرے"۔ یہ باتین علاوہ اِس لحاظ کے ہونگی کہ کیون جذبات ہمیشہ بُری ہی نظر سے دیکھے جائین بلکہ حقیقتاً جذبات کا محتاط اور مناسب مصرف ہماری عملی نہ کہ خیالی دنیا کے لئے زیادہ تر قابل قبول ہے۔ میرے نزدیک کنگفوزی کا خیال بہ نسبت مسیح اور بدھ کے زیادہ تر اس دنیا کا خیال ہے اور اسلام کے تصفیہ اور طرز عمل سے قریبی مناسبت ہے۔ اِن چند تمہیدی سطرون سے ہماری غرض اِس روایت کی شرح ہے کہ ایسی حالت مین جبکہ حسین اسکے لئے مطلق تیار نہ تھے کہ کوئی اُنکی شان مین پر اصرار اور دل آزار گستاخی کیا چاہتا ہے دفعتہً ایک شخص سامنے آتا ہے اور انھین پہچاننے کے بعد انھین اور انکے پدر بزرگوار کو بُرا بھلا کہنا شروع کرتا ہے۔ حسینؑ سُنتے رہے۔ انداز۔ آواز اور الفاظ مین کوئی تغیر دکھائی نہ دیا۔ یہانتک کہ بدگو کا مُنھ تھکا اور چُپ ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام دوران مین حسین کی نگاہین اُسپر تھین "مسکرا رہے تھے" ۔ نظر اور تبسم کے نیچے وہ چمک تھی جو حقیقت حال کے سمجھنے کے لئے متحرک ہوتی ہے اور اپنے سایہ سے چیزون کو روشن کردیتی ہے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ بھرا ہوا بدگو اپنے جوش مین اُس وقت تک بکتا رہا جب تک اُس نے غور سے حسین کا چہرہ اقدس نہ دیکھا اور اُسکے بعد اُسے اپنے الفاظ کی کراہت سے زیادہ حسین کے انداز نے شرمندہ کرکے چُپ کردیا۔ کب اُسے امید ہوگی کہ کوئی بُرے الفاظ ان اچھے انداز سے سُنے گا اور خیال بھی نہ ہوگا

کہ اگر اسکے بعد جواب دیگا تو اُس سے رحم۔ درگذر۔ اور محبت کے قطرے ٹپکتے ہونگے۔ بلکہ احسان اور انعام کا امیدوار کرتا ہوگا۔ اُسے "عزیز" کے لفظ سے مخاطب فرماتے ہین۔ دماغ کے علاج کرا دینے کا امیدوار کرتے ہین یا نقد روپیہ دیتے ہین اگر مزاج کا عدم اعتدال بی بی کے ستانے سے پیدا ہوگیا ہو۔ حسین کے جواب مین مزاح ہے اور یہ انکی مزاج کی اُس وقت کی صحیح صورت دکھا دیتا ہے۔ بدگوئی گستاخی رفقا کو برافروختہ کرتی ہے۔ سزا دینے پر آمادہ ہوتے ہین لیکن حسین اپنا حلم یاد دلاتے اور تسکین دے دیتے ہین کہ "کوئی چیز ہمین جنبش نہین دے سکتی"۔

اللہ اکبر!

(رام کرشن پرم ہنس نے اپنے امریکا کے سلسلہ لکچر مین اس حالت کا ذکر کیا ہے جسکی سنسکرت اصطلاح میرے حافظہ کیلئے ثقیل تھی۔ قابل لکچرر نے بھی وہ ظرف نہین دکھایا جسمین یہ حالت پائی گئی ہو)۔

ایسے زمانہ مین جبکہ آل عبا کی توہین کے علاوہ حکومت اور اُسکے روشناسونکو دین و دنیا مین کوئی دوسرا کام ہی نہ رہگیا تھا کچھ عجب نہین ہے اگر ایسے موقع آجایا کرتے ہون کہ کوئی اسلام فراموش اُنکے مُنہہ پر انھین کچھ کہکر اپنی جرأت آزمائی چاہتا ہو۔ یہ دوسری مثال بھی متذکرہ صدر ریمارک کے تابع ہو کہ سب و شتم کے دوسرے موقع پر حسین کے چہرہ مبارک پر کوئی شکن نہین دکھائی دیتی اور آپ اُن کو جو سزا دینا چاہتے تھے ان الفاظ سے منع فرماتے ہین کہ "فرشتے اُس گھر مین نہین جاتے جہان کُتا ہوتا ہے"۔ اِس سے اور کیا سمجھ مین آتا ہے بجز اسکے کہ غصہ وہ ذریعہ ہے جو اعتدال طبیعت کو جو بجائے خود رحمت خدا ہے اور جو حالت مزید رحمتون کی مستوجب ہو سکتی ہے۔ دور کرکے غیر مفید رجعت کا باعث ہوتا ہے۔ اور اُتنی دیر تک خدا کی مزید رحمتون سے محروم رکھتا ہے۔

خواہش عقد کے معنی

پیشتر اسکے اشارے کئے جا چکے ہین کہ کس طرح عباس ابن عباس اور عبداللہ ابن جعفر کو اپنا کے بنی ہاشم کی معاشرتی سیاست یا سیاست منزل مین رخنہ اندازی کی کوشش کیجا چکی تھی۔ اِس مرتبہ اِس اقدام سے کہ ام کلثوم بنت عبداللہ کی خواہش کیجائے کسی قدر زیادہ جرأت سے ایک صلح پسندانہ صورت اختیار کی گئی تھی۔ مضمون سفارت ضمنی گفتگو۔ لہجہ اور انداز سب پر شیرینی کی دبیز تہ جمانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ مروان وکیل تھا۔ عبداللہ ابن جعفر نے پھر پوری وفاداری کا ثبوت دیا اور اس معاملہ کو حسین پر محوّل کر دیا۔ مروان نے کُل باتین سوچ سوچ کر اگل دین۔ عقد ہو جانے کو بہتر کہا۔ معاویہ کو ادائی مہر کا (جسقدر ہو) ذمہ دار قرار دیا۔ خاندانون کی موجودہ صلح اور آئندہ امید صلح کا یقین دلایا۔ عبداللہ کے قرض ادا کرنیکی امید دلائی اور کسی قدر تنبیہ کی شان سے کہا کہ "ای حسین آپکو معلوم ہونا چاہیے کہ بہ نسبت یزید کے آپکو اچھا سمجھنے والے کم ہین اور بہ نسبت آپکے یزید کو اچھا سمجھنے والے زیادہ ہین

کر چکا طریدِ رسول اور اُسکے انتظارِ جواب کی صورت مجھسے پوشیدہ نہین ہے۔ نواسۂ رسول سنتا رہا۔ حسین کس طرح ٹہلتے ہے اور اُسوقت اُنکی طبیعت کی صورت کیا تھی۔ یہ میرے نزدیک اُنکے ابتدائی فقرہ کی چھوٹ سے صاف ظاہر ہے جہان وہ جواب شروع فرماتے ہین اور معلوم ہوتاہے کہ جواب کے لئے بیچین ہین کہ وہ جلد گفتگو ختم کرے۔ ابتدا ہی ادب دوست کہ ہے اُس خدا کا جس نے ہمین اپنے لئے اختیار کیا اور اپنی مخلوقات مین ہمین بزرگی دی"۔ یزید بادشاہ تھا وہ یہ سمجھتا تھا کہ اگر ہم بنی ہاشم سے شادی بیاہ کے مراسم قایم کرنے کی خواہش کرینگے تو وہ خوش ہونگے اور اپنی بڑائی سمجھینگے۔ حسین کے جواب کی ابتدا ظاہر کرتی ہے کہ وہ جسکے خاندان کو خدا نے اپنا وکیل قرار دیا ہو جو مخلوقات پر فضیلت کی ایک دلیل ہو وہ کسی صاحب اختیار کے اظہار وابستگی کو اپنے لئے کوئی منزلت نہین سمجھ سکتا۔ اِسے مشکورانہ سلسلہ مین اپنی دوسری ذاتی اور خاندانی وجاہت کا نام لیتے ہین کہ "خدا نے ہمین اپنے دین کے لئے پسند فرمایا"۔ وہی بات جسکے مٹانے کے لئے حکومت کے تمام سامان صرف ہو رہے تھے۔ ایک آگ جسکے بجھانے کے لئے کبھی اُسکے آثار پر نہر کاٹ کر لائی جاتی تھی اور کبھی ٹھنڈا فولاد استعمال کیا جاتا تھا۔ اور کبھی خنک مزاجی سے تدبیرین سوچی جاتی تھین۔ اور یہ فقرہ تھا جسکا عامۂ مسلمین تو انکار کر ہی نہین سکتے تھے لیکن معاویہ بھی معہ اپنی حکومت کے انکے زیرِ سایہ آجاتا تھا اور اگر احسان شناسی سے نہین تو کم سے کم مسلمانون مین نامقبولیت کے خوف سے انکار نہ کر سکتا۔ اسی طرح یہ فقرہ تھا جسمین حسین اظہارِ شکر فرما رہے تھے کہ خدا نے انکو اور انکے آبائے کرام کو خلق مین چن لیا۔ ظاہر ہے کہ یہ فقرے اظہارِ شکر مین کہتے ہے۔ سچے اور عین واقعہ کی زبان تھے لیکن دوسرے پہلو سے حسین ایسی شان پر کھڑے ہو کر بول رہے تھے جو بڑی سے بڑی بادشاہی کو نصیب نہین ہوئی اور بادشاہون نے اسی مین اپنی تسکین پائی کہ وہ اپنے کو مذہب کا بھی رکن اعلےٰ قرار دین۔ حسین کا اندازِ بیان بھی ملوکانہ تھا جسکی متانت مین اُنکے دبدبہ کا کہین سے کوئی جھٹکا نہین ہے۔ ساتھ ہی ساتھ دنیاوی سامان ایک طرف تھے جسکے مقابلہ مین حسین اپنے تنہا نفس کے اختیار اور پسند کا تشخص قائم کر رہے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ ابتدائی فقرات کی آمد ہی سے مروان کے کانون مین کھلبلی پیدا ہو گئی ہوگی۔ لیکن تفصیلی جواب ابھی باقی تھا اور جواب کو ایک خاص مضمون سے تعلق تھا۔

مروان نے کسی قدر سخیانہ شان سے کہا کہ "جس قدر مہر ہوگا" معاویہ ادا کریگا۔ حسین نے فرمایا "میرا منشا یہ ہے کہ مین وہی طریقہ جاری رکھون جو رسول اللہ کی بیٹی۔ بی بی اور دیگر اہلبیت کی عورتون کا مہر ہوا ہے"۔ یہان بھی شاہانہ عنایات کے مقابلہ مین حسین نے اصول اسلامی اور سنت رسول کا وقار قایم کیا ہے۔ ادائے قرض کے

متعلق فرمایا ؏ یہ بتا کہ کب ہمارے خاندان کی بیبیون نے ہمارا قرض ادا کیا ہے" ۴؎ اس فقرہ مین مجھے طنز معلوم ہوتا ہے لیکن مثالین معلوم نہ ہونیکی وجہسے ہم تصدیق نہین کرسکتے۔ صلح کے جواب مین حسین وہی فرماتے ہین جو اُنکے پدر بزرگوار فرما چکے تھے "سمجھ لے کہ ہم جو تم لوگون سے مخالفت کرتے ہین تو محض خوشنودی خدا کے لئے ہے۔ دنیا کے لئے ہم کبھی صلح نہ کرینگے"۔ اِس جواب مین حسین نہ صرف حقیقت امر کو واضح فرما رہے ہین بلکہ بنی امیہ کے اُس جوش انتقام پر پانی ڈالنے کی کوشش کر رہے ہین جو اُنھین اپنے مقتولین بدر و احد وغیرہ کے متعلق تھا۔ یہ لڑائیان جو وجہ اسلام کے لیے ہوئین اور جنمین حکم اور خوشنودی خدا کے لئے جناب امیر نے کوشش فرمائی کسی انتقامی جذبہ سے نہ تھی اور اب چونکہ بنی امیہ کو نہ صرف ادعا اسلام بلکہ خلافت اسلامی کے عنانگیری کا دعویٰ تھا اُنھین اس معاملہ کو کوئی قومی عداوت نہ سمجھنا چاہئے تھا۔ اسی فقرہ مین حسین ایسے کسی خیال کی بھی تردید کر رہے ہین جو نئی نسلون یا خود فراموش بوڑھون مین پیدا ہو گئی ہو کہ حسین یا اُنکے مقدس پیشرو بنی امیہ سے حصول انتقام کی رقابت سے جنگ کر رہے تھے۔ یا اسوقت اُنکی کنارہ کشی گذشتہ انتہا مخالفت سے تھی۔ وجہ مخالفت اگر پہلے یہ تھی کہ بنی امیہ محافظ کفر تھے تو اسوقت اپنی روش اور خصائل کے اعتبار سے ایسے نہ تھے جو مسلمانون کے امام کہے جاسکتے یا جوہر اسلام اُنکے ہاتھون مین اپنی ہیئت سے محفوظ رہ سکتا۔ اور چونکہ بنی امیہ مین اپنے گذشتہ خاصیت کے لحاظ سے کوئی تغیر نہ ہوا تھا بلکہ حصول اختیار کے حوصلے۔ اور نفاذ اختیار کے مظالم نے اُنھین اور مہیب دکھانا شروع کیا تھا یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ ہادی برحق کا سلسلہ اُس صلح کی کسی پیش آمد کا خیر مقدم کرسکتا جسکی موجودہ صورت یہ ہوتی کہ ہمارے انعام و اکرام پر شکریہ ادا کرتے رہو اور ہماری کیسی ہی روش پر آنکھ نہ اُٹھاؤ۔ ہوتا کہ حسین یا اُنکے مقدس پیشرو عام حالتون مین خاموش رہتے لیکن یہ نہین ہوسکتا تھا کہ وہ اپنے کو موافق دکھا کر بنی امیہ یا اُنکے پیشرؤنکو سند عطا کرتے۔

صحیح فرمایا حسین نے کہ "جب نسبی قرابت سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو سببی قرابت اور شادی بیاہ کب مصالحت کرا سکتے ہین" اسمین مروان اور معاویہ کی دلیل گذشتہ تجربہ سے کاٹ رہے تھے اور اُسے آیندہ کے لئے طریقۂ روش قرار دے رہے تھے۔ نسبی سلسلہ کے باوجود یہ ہوا کہ ایک کو دوسرے کا طرز عمل مختلف اغراض اور نقطۂ خیال سے پسند نہ آیا اور جب گذشتہ سلسلہ غیر مفید ہوا تو عارضی سبب صلح کی قوی امید نہین دلا سکتا تھا۔ اسکے علاوہ تاریخ سیاست مین بھی یہ کوئی مفید نسخۂ صلح ثابت نہین ہوا۔ بلکہ اکثر آلۂ ناموافقت ہوا ہے۔ مزید برآن بنی امیہ اور بنی ہاشم کی تاریخ ایسی واقع ہوئی تھی کہ بنی امیہ کو بنی ہاشم کی صداقت کا یقین تھا اگرچہ اُنکے عمل کو اپنے لیے پسند نہ کرتے تھے اس لئے کہ اسمین امتیاز اور نفع نہ تھا۔ لیکن بنی ہاشم کو بنی امیہ کی صداقت اور عمل دونون پر اعتماد نہ تھا۔ اسلئے

کہ طبعاً انھین کسی ایسے نفع سے نفرت تھی جو خلاف راستی کارروائیون سے حاصل ہو۔ نظر بران گذشتہ تجربہ کچھ ہی کیون نہ کہتا بنی ہاشم کو اسکا کیا اعتبار تھا کہ بنی امیہ کا یہ اقدام صلح ایماندارانہ اقدام صلح ہے اور اپنی کسی غرض کے پورا کرنے کے لیے نہین ہے۔ کچھہ نہ تھا۔ بلکہ اسکے برخلاف موجودہ صورت واقعات یہ کہہ رہی تھی کہ بنی امیہ اس قرابت کی سلسلہ جُنبانی سے سیاسی تقویت حاصل کر رہے ہین جو آیندہ اس کام مین لائی جاسکی کہ کوئی نامور ہاشمی اور آسانی سے زہر یا تلوار کے حوالہ کیا جاسکے۔ حضرت عبد اللہ ابن جعفر سے قطع نظر کرکے حضرت جعفر ابن ابیطالب کا درجہ اسلام مین غیر معمولی تھا اور اسلئے ایسے صاحب اثر کے حاصل کرنے کیلئے اہتمام کی طرح اہتمام کیا جارہا تھا۔ کیون ع۔ اسلئے کہ پنجتن مین کا پانچوان دبایا جاسکے!

اور جس طرح تعین مہر کے متعلق حسین شارع علیہ السلام کے صاف اور قابل عمل (بلکہ اسوقت تک کے مبالغہ خیز رقم کے لحاظ سے غیر مُعتبر) طریقہ کو اپنی پسند سے توت دے رہے تھے اسی طرح اسکے نسبت "طلب مہر" کے دوسرے قاعدہ کو بھی امارت یا غربت کے لحاظ سے کوئی امتیاز نہین دے رہے تھے۔ بلکہ مبنی بہ امارت استعجاب کو اس فقرہ سے جھڑک رہے تھے کہ "اسکی کیا ہستی ہے اُس سے اور اسکے باپ دادا سے جو لوگ افضل تھے اُنلوگون نے تو دیا ہی ہے اور اُنسے مہر لیا گیا ہے" حسین کے یہان مساوات شرع قایم رکھی۔ غربت اور امارت کے لیے دو حالت پسند نہین فرمائی نہ امارت کو شرع پر غالب آنے دیا یا شرع کو امارت کے ہاتھ بیع نہین کر دیا۔

مروان کا تمام لہجہ تقریر کی اُس شان کا نمونہ تھا جس طرح عموماً شادی بیاہ کی گفتگو مین ایک فریق دوسرے پر اپنی وجاہت قائم کرنیکی مبالغہ آمیز کوشش کیا کرتا ہے۔ اور اسوقت اہتمام مین اور زیادہ جد و جہد اسلئے تھی کہ گفتگو "بڑی ناک والے بنی ہاشم" سے تھی۔ جنہون نے قبل الاسلام ہی کسیکو اپنی نسب۔ شرافت اور وجاہت کے مقابل نہین سمجھا۔ اسی لحاظ سے مروان نے کہا تھا کہ "وہ (یزید) ایسا شخص ہے جسکا مثل وہمسر نہین ہے" حسین نے غالباً اس طرح کہ گویا انھین زبان سے ادا کرنا بھی خفیف معلوم ہوتا ہے۔ قاطع لہجہ مین جواب دیا کہ "اسکا وہ ہمسر ہے جو آج سے پہلے تھا۔ اُسکی امارت نے اُسکی ہمسری مین کچھہ زیادتی نہین کی" زیادتی نہ کرتا کمی نہین ہے لیکن وہ کبھی ہمسر نہ سمجھا جاتا تھا۔ اس موقع پر لفظ کا جواب اُسی لفظ سے دیا گیا ہے اس لئے حسین کے فرمانے کے معنی یہ تھے کہ کب مقابل سمجھے تھے جو امارت کی وجہ سے آج ہمسر سمجھے گئے تو وہی ہے جو کبھی تھا۔ شخص تو وہی نہین مٹتا ہے۔

غالباً مروان کی تمام تقریر مین سب سے زیادہ مدبرانہ فقرہ یہ تھا کہ یزید کو بہ نسبت آپکے اچھا سمجھنے والے زیادہ ہین۔ اس فقرات کے بہت سے فقرات ابتک جرح و تنقید کے حوالہ ہو چکے ہین جسمین ایسی غیر واضح دھمکیان دی گئی ہین کہ

صورت حال کے خلاف کیون کسی خیال پرچے ہو درانحالیکہ تمہارا ساتھ دینے والے عدد آ بہت کم ہین۔ اور جب
ہم ایسی کوششون مین کامیاب ہوسکے کہ تمہارے نسبی ذاتی اور صفاتی لحاظ کے باوجود ہم ایسی جماعت تیار کرسکین جو
یزید کو بہتر سمجھنے لگے تو ہمارا اتنا ممکن ہمارے لئے ممکن اور تمہارا ممکن تمہارے لئے ناممکن ہوگیا ہے اور اب تمہارے لئے
بجز غیر مفید یاس کے اور کیا رہ گیا ہے۔ اب اگر تمہارے لئے کوئی امید ہے تو یہ کہ ہمارا ساتھ دو اور ہمارے
اعمال کی رفاقت کرو۔ قیاس کے قابل ہے کہ یہ تمام انعکاس حسین کے لئے دلخراش تھے۔ موقع کی حقیقت تھی
جسمین سو مین سو آدمی ناموافقت بے سود سمجھتے۔ اگرچہ اُنھین طبعاً گوارا نہ ہوتا اور اگرچہ ایسا کرنے مین وہ
اپنا تشخص کھو بیٹھتے۔ اور یہ اس ہولی سی ظاہری وجہ سے کہ جب لوگونکو ہماری وقعت فراموش ہوگئی تو اب ہم
اپنے تشخص کے محافظ کب تک رہین گے اور یہ ہمارا تشخص ہی کس کام کا۔ یعنی ہمارا تشخص اور عامہ ناس کی قدردانی

تشخص کی دو صورتین

دو مرادف حالتین ہین۔

لیکن اگر وجوہات ہوسکتے ہین جن سے عامہ ناس یزید کی بہتری کے مُقر ہوسکے اور ایسی کوئی حالت تشخص کے
تحفظ کی تسکین ہو تو بہتر ہوگا کہ تشخص کا لفظ ایسے بُرے مفہوم مین استعمال نہ ہو۔ ورنہ مثالونکی کمی نہ ہوگی جسمین
ایسے لوگ جنکا پیشہ ہے اخلاقی خلاف ورزی ہر ایک جماعت بلکہ ہر جگہہ کی ایسی ہر طائفہ کے نزدیک اپنے تشخص کے
لحاظ سے بڑے بڑے معلم اخلاق اور عالم کے مقابلہ مین زیادہ وقیع ہین۔ تشخص کوئی تشخص ہی نہین ہے اگر وہ
اپنی حقیقی صفات کے علم پر مبنی نہ ہو۔ اور جسے اپنے ذات وصفات پر اعتبار ہو۔ وہ اسکا محتاج نہین ہے کہ
لوگ ہماری قدر کرین تو ہماری صفت صفت ہے ورنہ وہ کوئی چیز ہی نہین ہے۔ ہر زمانے مین ایسے لوگ ہوتے
ہین جو شخص کی وجاہت حکومت کے انداز نظر مین دیکھتے رہتے ہین حالانکہ حکومت کے انداز نظر کچھہ ضرور
نہین ہے کہ اخلاقی احساسات پر مبنی ہون۔ اور وہ شخص جو اپنے تشخص کا اندازہ لوگون کے اس معیار سے دیکھتا
ہے وہ حقیقتاً اپنے کو اُنسے بہتر ثابت نہین کر رہا ہے۔ ایک اگر صفت شناسی کے لئے ایسے کا محتاج ہے جسکے مصالح کے
نزدیک اکثر عیب مفید ہین تو دوسرا خود اپنے کو نہین پہچانتا اور اپنی حقیقت کو اُنسے پوچھتا ہے جو حقیقت سمجھنے
کے اہل نہین ہین۔

حسین اس سے بالاتر تھے کہ وہ کسی ایسے فقرہ سے کہ "یزید کو بہ نسبت اُنکے اچھا سمجھنے والے زیادہ ہین" متاثر ہوں
ہوتے۔ یا اُنھین اسکی زیادہ فکر ہوتی کہ چونکہ ہمین اچھا سمجھنے والے کم ہین ہم بھی اپنے اچھا سمجھوانے کے لئے
ویسے ہی کوششین کرین جیسے یزید کے لئے کی گئی ہین۔ حسین دونون طرح کے سمجھنے والون کو خوب سمجھتے تھے۔

سمجھتے تھے اپنے کو اپنی سطح پر نہ پاکر تشنیع مین مبتلا ہو جاتے تھے اور انتقام کے لئے حسین کو کبر سے نسبت دیتے تھے یا وہ جو انیٹھ جانے کے علاوہ اور کسی خوش ادائی کے مرتکب ہو سکتے تھے وہ اپنے کو بھول کر حسین کی خود داری مین قابل اعتراض کبر دیکھ لیتے تھے۔

اُسامہ کے وہی انداز جو رسول کے سامنے تھے اور حسین کی وہی عنایت جو رسول کی تھی۔

جو کچھ مین اوپر کہہ رہا تھا اُسکے سمجھنے کے لئے حسین کے خیالات اور بھی ہین۔ مثلاً جو کچھ آپ اُسامہ ابن زید کے ادائے قرض کے وقت فرماتے ہین کہ "بادشاہونکی خصلت مین سب سے زیادہ بُری اور نا قابل تعریف بات یہ ہے کہ وہ دشمن سے ڈرین اور غریبون پر سخت دلی سے رحم نہ کرین" مین سمجھتا ہون کہ "دشمن سے ڈرین" وہ مقابل کسی طرح کے مقابل سے کسی طرح کا دنیا ہے۔ حسین ذی اقتدار لوگون کی شان سے اثر لینا معیوب سمجھتے تھے لیکن اس بے اثری کو اگر وہ غربا کے ساتھ بیرحمی ہو تو اُسے سخت دلی سے فرماتے تھے۔

ہر شخص جسے اسلامی تاریخ سے رغبت ہے جانتا ہے کہ زید اور اُسامہ ابن زید کو خاندان رسالت سے کیا نسبت تھی۔ پھر بھی واقعات کی یہ صورت ہونے والی تھی کہ جناب امیر کے استقرار خلافت کے وقت اُسامہ متخلفین بیعت مین کے ایک ہوتے۔ غالباً انکا تخلف نیوٹرل رہنے سے زیادہ نہ تھا اسلئے کہ اصحاب جمل و صفین مین انکا نام نہین دکھائی دیتا۔ پھر بھی انکے موقع کے آدمی سے خاندان رسالت کے اقتدار کے وقت کوئی دلتنی کشیدگی بھی حیرت خیز تھی۔ اِسکی وجہ غالباً اسلام کا وہ برتاؤ تھا جسنے عطائے حقوق مین انسان اور انسان مین کوئی فرق نہین کیا تھا اور چونکہ زید اور اُسامہ پر رسول کی توجہ اِس سے بھی آگے بڑھی ہوئی تھی اِسلئے اُسامہ اباز قدر خود شناس سے آگے بڑھ گئے تھے۔ اسیر وہ حالتین اور تازیانہ ہو گئی تھین جسنے "ہم کیون نہ ہون" ایک زندہ اصول قرار دے رکھا تھا۔ مین نہین جانتا کہ کب اُنھون نے صورت حال کو تسلیم کیا اور کب انکے تعلقات سمجھوتہ کی حد تک قائم ہوئے۔ لیکن باوجود اس کے حسین کا عیادت کے لئے تشریف لیجانا اور زندگی ہی مین اُسامہ کے بار کو ہلکا کر دینا کہتا ہے کہ حسین اُس سلسلۂ عنایت کو فراموش نہین کرنا چاہتے تھے جو کسی وابستہ خاندان کے ساتھ تھی۔

فقرا کا حسین کو دعوت دینا۔ غربا کے ساتھ حسین کے نرم برتاؤ کی وجہ سے تھا۔

حسین کا خاصہ جو اُنھین ہر پیش اُفتادہ حالت کے سمجھنے پر آمادہ کر دیتا تھا اور اُنکی وہ ہمدردی جو خلق اللہ خصوصاً غربا کے لئے تھی غالباً اُسوقت رحم اور بجیر منادی نگاہون سے اُن فقیرون کو دیکھنے لگے جو بیٹھے ہوئے اپنی بھوک دور کر رہے تھے اور حسین کے اُن اندازنے غالباً بے سر و سامانون کو یہ جرأت دلائی کہ وہ قریب بلا لیتے۔ ہم نہین کہہ سکتے کہ سوسائٹی۔ فیشن۔ غربت کا نام لینا ذلت اور غربت کا اندازہ اور ذکر ویسی ہی شان کے خلاف

سمجھتے تھے اپنےکو اپنی سطح پر نہ پاکر تشنیع مین مبتلا ہو جاتے تھے اور انتقام کے لئے حسین کو کبر سے نسبت دیتے تھے یا وہ جو انٹیہ جانے کے علاوہ اور کسی خوش ادائی کے مرتکب ہو سکتے تھے وہ اپنے کو بھول کر حسین کی خود داری مین قابل اعتراض کبر دیکھ لیتے تھے۔

اُسامہ کے وہی انداز جو رسول کے سامنے تھے اور حسین کی وہی عنایت جو رسول کی تھی۔

جو کچھ مین اوپر کہہ رہا تھا اُسکے سمجھنے کے لئے حسین کے خیالات اور بھی ہین۔ مثلاً جو کچھ آپ اُسامہ ابن زید کے اداے قرض کے وقت فرماتے ہین کہ "بادشاہونکی خصلت مین سب سے زیادہ بُری اور ناقابل تعریف بات یہ ہے کہ وہ دشمن سے ڈرین اور غریبون پر سخت دلی سے رحم نہ کرین" مین سمجھتا ہون کہ "دشمن سے ڈرین" وہ مقابل کسی طرح کے مقابل سے۔ کسی طرح کا دنیا ہے۔ حسین ذی اقتدار لوگون کی شان سے اثر لینا معیوب سمجھتے تھے لیکن اِس بے اثری کو اگر وہ غربا کے ساتھ بیرحمی ہو تو اُسے سخت دلی سے فرماتے تھے۔

ہر شخص جسے اسلامی تاریخ سے رغبت ہے جانتا ہے کہ زید اور اُسامہ ابن زید کو خاندان رسالت سے کیا نسبت تھی۔ پھر بھی واقعات کی یہ صورت ہونے والی تھی کہ جناب امیر کے استقرار خلافت کے وقت اُسامہ متخلفین بیعت مین کے ایک ہوتے۔ غالباً انکا تخلف نیوٹرل رہنے سے زیادہ نہ تھا اسلئے کہ اصحاب جمل و صفین مین انکا نام نہین دکھائی دیتا۔ پھر بھی انکے موقع کے آدمی سے خاندان رسالت کے اقتدار کے وقت کوئی دستی کشیدگی بھی حیرت خیز تھی۔ اِسکی وجہ غالباً اسلام کا وہ برتاؤ تھا جسنے عطائے حقوق مین انسان اور انسان مین کوئی فرق نہین کیا تھا اور چونکہ زید اور اُسامہ پر رسول کی توجہ اِس سے بھی آگے بڑھی ہوئی تھی اسلئے اُسامہ ایاز قدر خود نشناس سے آگے بڑھ گئے تھے۔ اسیر وہ حالتین اور تازیانہ ہو گئی تھین جسنے "ہم کیون نہ ہون" ایک زندہ اصول قرار دے رکھا تھا۔ مین نہین جانتا کہ کب اُنھون نے صورت حال کو تسلیم کیا اور کب انکے تعلقات سمجھوتہ کی حد تک قائم ہوئے لیکن باوجود اس کے حسین کا عیادت کے لئے تشریف لیجانا اور زندگی ہی مین اُسامہ کے بار کو ہلکا کر دینا کہتا ہے کہ حسین اُس سلسلہ عنایت کو فراموش نہین کرنا چاہتے تھے جو کسی وابستہ خاندان کے ساتھ تھی۔

فقرا کا حسین کو دعوت دینا۔ غربا کے ساتھ حسین کے نرم بشرہ کی وجہ سے تھا۔

حسین کا خاصہ جو انھین ہر پیش اُفتادہ حالت کے سمجھنے پر آمادہ کر دیتا تھا اور اُنکی وہ ہمدردی جو خلق اللہ خصوصاً غربا کے لئے تھی غالباً اُسوقت رحم اور بغیر منافی نگاہون سے اُن فقیرون کو دیکھنے لگے جو بیٹھے ہوئے اپنی بھوک دور کر رہے تھے اور حسین کے اِن انداز نے غالباً بے سر و سامانون کو یہ جرات دلائی کہ وہ قریب بلا لیتے ہم نہین کہہ سکتے کہ سوسائٹی۔ فیشن۔ غربت کا نام لینا ذلت اور عزت کا اندازہ اور خود کو ویسی ہی شان کے خلاف

وغیرہ کا فرعون بے سامان مفہوم پیدا ہوا تھا یا نہین۔ اگر تھا تو اسکا اثر حسین پر نہ تھا اور وہ جناب اپنے جد بزرگوار کی اُسی نصیحت سے متاثر تھے کہ غربت سرایت نہین کرجاتی۔ اُنکے نزدیک غربت اور امارت ایک اتفاقی چیز تھی جو درجہ انسانی پر اثر نہین کرتی۔ نہ اُسے جماعت کا دور کردہ قرار دیتی ہی۔ بیٹھ گیا نیک نفس رحیم اور رحمۃ للعالمین کا فرزند اور غالباً اسکا یقین کرکے کہ اب فقرا کو تسکین ہوگئی اور وہ ہمارا اٹھ چلنا تکلیف کے ساتھ محسوس نہ کرینگے اس طرح اُٹھے کہ اُنھین بھی اپنے ساتھ اپنے گھر لیگئے اور احسان فرمایا۔ میرے خیال مین ساتھ لے جانا بھی کسی احسان کرنے کی آن سے نہ تھا بلکہ فقیرون کے خوشگوار وقت کی یاد کو رفاقت سے دیرپا کرنا تھا۔

حسینؑ کی روحانی زیارت۔

حسین کو پہچانو کہ کہان تھے اور کس طرح تھے جب وہ اعرابی کو اُسکی امید سے بدرجہا زیادہ عطا فرماتے ہین اس طرح کہ سامنے نہین آئے ہین بلکہ صرف ہاتھ بڑھا دیا ہے جسمین تھیلی ہے۔ خود پس پردہ ہین اور عذر کر رہے ہین وقت ہوتا ہے کہ پردہ چھپاتا ہے یہ وقت تھا کہ پردہ حسین کو ظاہر کر رہا تھا۔ حسین کی یہ غیرت شرح سے بالاتر ہے جہان وہ اپنا چہرہ اور آنکھین سائل کے سامنے نہین کرتے۔ کیا اس لئے کہ وہ سوال کرنے والے کی خفت نہ دیکھین۔ یا اس لئے کہ وہ امید برآنے کے بعد اظہار شکر مین پھر نہ آئے۔ حسین کسی کے ایک دردانگیز عالم اور اپنی ذاتی تسکین کے نظارہ سے اپنے کو کھینچ رہے تھے!

بادی النظر مین یہ ایک روایت ہے۔ لیکن حسین کے نفس کے شارح اور اُنکے مصور مورخ کے لئے یہ چھوٹی سی روایت گونگے واقعات کی تمام سوانح عمری سے زیادہ روشن تاریخ ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ حسینؑ آج ہمارے سامنے اُسوقت اُس طرح نہین ہین جیسے اپنے اس انداز سخا کے وقت تھے۔ لیکن کون ایسی بیہوش اور تاریک نظر ہوگی جو ایسے واقعات کو پڑھیگی اور حسین کا اُس وقت کا نقشہ اُسکے سامنے نہ پھر جائیگا۔ یہ نقشہ ایسے جسم اور روح سے کھینچا ہے جسے زمانہ اور اُسکے تغیرات مٹا نہین سکتے۔ اُس وقت تک نہین جب تک کہ حرف کاغذ کے کسی ٹکڑے پر بولین گے یا یہ واقعہ انسانی حافظہ سے منتقل ہوتا ہوا آخری انسان تک پہونچیگا۔ اور برابر اُسوقت تک حسین اپنی صورت اور اسکے ضمنی اثر سے مخلوقات الٰہی کو دکھائی دینگے۔ روایت یہین ختم نہین ہوگئی بلکہ سائل اعرابی کے ریمارک نے اسمین تھوڑا سا درد اور شامل کردیا۔ اُسے حسین کی بے نفسانہ عنایت نے رُلا دیا۔ مشکور حاجتمند "ایسے شخص" کے "زیر خاک چھپنے" اور "دست جود کے ناپدید ہوجانے" کا پیشتر سے مرثیہ کہہ رہا تھا۔ اُسکے نزدیک اپنے احساس کے سمجھانے کا یہ بہترین طریقہ تھا۔ اور شاید بہترین فطری تعریف بھی یہی۔

دور کردہ جماعت پر حسین کی نظر۔

یہ دوسری روایت بھی کم موثر نہین ہے کہ حسین ایک انسان کو کتے کے ساتھ اس طرح کچھ کھاتے اور کھیلتے دیکھتے ہین کہ گویا وہ کسی آدمی یا کسی بچہ کے ساتھ خوش فعلی کر رہا تھا۔ فوراً حسین کو خیال ہوا ہوگا کہ کیا ایسے آدمیون سے نفرت ہے۔ کیا کوئی آدمی اسے جی بہلانے کو نہین ملتا۔ اُسکے چہرہ پر افسردگی اور مایوسی دیکھکر اُسکی حالت اور موقع سمجھ گئے۔ اُسکے لئے مُفت کے بڑے لفظ استعمال نہ کئے۔ دور نہ ہٹے۔ اُسکی حالت خود اُسی سے پوچھا جواب یہ تھا کہ مین ایک درد رسیدہ ہون۔ دل خوش کرنے کو اِس کُتے کے ساتھ کھیل رہا ہون" مواقع ہوتے ہین کہ انسان کو انسانون سے نفرت ہو جاتی ہے لیکن یہ موقع تھا کہ انسانون نے ایک انسان کو جماعت کے میل جول سے دور ڈال دیا تھا اسلئے کہ اُسکا موقع اچھا نہ تھا۔ لیکن فطرت نے اُسے اپنے رحمت کی مساوات سے دور نہین کیا تھا۔ اُسمین میل جول کی خواہش تھی اور دُکھ شکھ کا احساس تھا اگر آدمی اُسکے غم غلط کرنیکے قابل نہ تہا تو جانور تھا اُسکی نگاہ مین آدمیون سے جانور اسوقت بہتر ہوگا۔ حسین کی ایک نگاہ سمجھ گئی۔ دل نے اثر لیا۔ رُک گئے۔ ہمدردی کی۔ اپنے باپ اور نانا کے سچّے فرزند کی طرح سفارش اور آزادی حاصل کرنیکے لئے اُسکے آقا کے پاس چلے۔ انکی بے غرض عنایت اور حقوق عباد کے لحاظ نے جو اثر کیا وہ کسی شرح کا محتاج نہین ہے۔

طریقہ سخا کی جدت اور تفریح۔

اِس روایت مین طریقہ سخا کی جدت ہے کہ سائل سے چند سوالات کئے جاتے ہین۔ یہان ہی مجھے تھوڑا سا مزاح معلوم ہوتا ہے۔ ہادی برحق بھی اپنی افسردگی کے وقت ایک بے وقوف کریہہ منظر اعرابی کو تلاش فرمایا کرتا تھا جسکی مضحک صورت۔ انداز۔ اور گفتگو سے تھوڑی سی تفریح ہو جاتی تھی۔ حسین اعرابی کی مضحک گھبراہٹ دیکھنا چاہتے ہین یا اُسے اپنے سوالات کے جواب بتا کر اُسکا مشنری بنانا چاہتے ہین۔ چند سوالات ہین لیکن نہایت مفید خصوصاً ایسی حالت مین جبکہ حصول علم کی آسانیان نہ تھین اور جبکہ ریگستانی اور پہاڑی مقامون مین کوئی اُستاد نہ جایا کرتا تھا۔ ایسے موقع کو حسین کیون ضائع کرتے۔ پہلے ہی فرمایا کہ "بخشش بموافق معرفت ہونی چاہئے" "پہلے کچھ سیکھو اسکے بعد انعام چاہو۔ تعلیمی سوال شروع کئے۔ اور فاضل ترین اعمال پوچھا۔ جواب ملا کہ اقرار توحید۔ توحید جو بہت کچھ پرستی اور اوہام باطلہ سے بچاتی ہے خصوصاً صحراؤن مین جہان سادہ مزاج مخلوق کو شاعرانہ وحشت اعتقاد کی بہت گنجایش ہے ایک خدا جو نہ اونگھتا ہے نہ سوتا ہے جو ہر جگہہ ہے جو تمام بندون کے افعال دیکھتا ہے اور جو اعرابی کے صحرائی جھونپڑے اور اُسکے اونٹ کے گلّہ سے دور نہین ہے۔ اور جو اصل اعتقاد ہے

خدا ہی جانے کہ برادر اعرابی کو توحید کے افضل ترین اعمال ہونے کی شرح بھی معلوم تھی یا نہ تھی لیکن حسین کیونکہ
اُسکے معدے سے زیادہ خوراک دیتے جب اصل بات پیٹ میں اُتر پڑی تھی۔ اور اس طرح بیخوف تھی کہ وہ کسی طرح کا
مشرک نہ ہوگا یعنی اسلامیت کی پہلی زبردست اصلیت اُسمین موجود ہے۔ کہدیا کہ بھئی تم نے جواب دیریکے
یعنی تصدیق سے اُسے اپنے خیال میں راسخ کردیا۔ غریب ڈر رہا ہوگا کہ پاس بھی ہوتے ہیں یا نہیں اور پاس فیل جاتا
جہنم میں غم تو اُسے انعام کا ہوتا۔ اب تو ذرا اُٹھا ہوکر جواب کے لئے مستعد ہوا ہوگا۔ اب پوچھا: "کونسی
چیز انسان کو ہلاکت سے بچاتی ہے" ۳ پہیلی ٹیڑھی تھی۔ لیکن برادر اعرابی نے سوچ سانچ کی بڑی پکی بات
کہدی کہ "خدا پر بھروسہ" دہریت اور لاادریت کی بے اعتباری۔ بے قناعتی اور اُن بے لگام کوششوں کا خیال
کرو جنمیں خدا پر بھروسہ نہ کرنے سے انسان مبتلا ہوتا ہے۔ خدا پر بھروسہ کے معنی جگناتھ جی (ہندوؤں کے اوتار کا
ایک بت جسکے ہاتھ پاؤں کٹے ہوتے ہیں) بنجانا نہیں ہے۔ بھروسہ کے معنی قوائے فکریہ اور اعضائے جسمانی کا
تعطل نہیں نہ کوشش سے باز آنا مقصود ہے بلکہ بھروسہ خدا کی شان ربوبیت کا ایک طبعی اطمینان ہے اور نتائج کے
موافق ہونے یا نہ ہونے میں تسلیم و رضا کا اظہار ہے۔ اور ساتھ ہی اُسکی تائید کی امید ہے۔ ذرا سی دعا اور
اُسکی کامیابی یا ناکامی خدا کے وجود یا عدم وجود کا معیار نہیں قرار دیجاتی۔ الٹمیٹم نہیں دیا جاتا کہ اگر میرے
موافق مزاج بات نہ ہوئی تو ہم تیرا انکار کرینگے بلکہ غم و اندوہ آتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ہم ایسے مخلوق کے
پاس آئے ہیں جو اپنی ہستی ہم سے منوانا چاہتا ہے بجائے اسکے کہ ہم اُسپر غالب آجائیں۔ اِس لئے کہ وہ مخلوق۔
خدا کے انصاف پر راضی اور اُسکے ارادے پر شاکر ہے۔ جنبش اُس سے ساقط ہوگئی ہے وہ اب اپنی تخئیل سے اوڑا
اوڑا نہیں پھرتا بلکہ ایک زبردست مرکز سے بندھا ہے یہ اُسکی طبیعت اور خیال کا اعتدال ہے اور یہ حالت ہلاکت
سے بچانے والی ہے۔ برادر اعرابی دو حصہ پاگئے۔

تیسرا سوال ہوا کہ "کس چیز سے انسان کی زینت ہے" ۴ ہم ہوتے تو بیساختہ سنت زمانہ کے لحاظ سے جبا عمامہ
ٹائی کالر۔ کف۔ مفلر وغیرہ وغیرہ کہدیتے۔ پسند کرنا دوسرے کے اختیار کی چیز تھی۔ لیکن جاہل عرب نے بھی ہمسے
اختلاف رائے کیا غالباً اُسکے نزدیک مستند بین الفریقین تھا کہ آدمی نے چیتھڑے بنائے ہیں چیتھڑوں نے آدمی نہیں بنایا۔
جواب دیا کہ "علم جسمیں حلم ملا ہو"۔ ہمکو ذرا سی وجہ شبہ کی ہو تو ہم انکار کرجائیں کہ جاہل بدوی یہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اُسنے
عالمانہ مذاق ہی نہیں بلکہ حلم سے علم کا مزاج درست کرنے سے کیا بحث۔ بہرحال اُسکا ذاتی یقین ہو یا سنی ہوئی بات ہو یا
کسی سے شاید حسین ہی نے بتا دیا ہو بات اچھی تھی۔ لیکن حالت استثنا چاہتی تھی۔ اسلئے کہ علم بغیر حلم اور حلم بغیر

علم ہو سکتا ہے۔ یہ ناقص صورت تہی یا یہ دو نون حالتین عموماً نہین پائی جاسکتی تھین اور اس طرح یہ مخصوص لوگون کے زینت کا ایک ذریعہ ہوتا۔ یہ کمزوری ایسی تہی جو فوراً حسین کے سامنے آجاتی اور وہ سوال کر بیٹھے کہ اگر یہ نہو تو جو اعرابی دوسری مرکب صفت مالداری کے ساتھ مروت کو پیش کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صورت بھی پیشتر کے اعتراض سے خالی نہ تہی۔ پھر وہی سوال کیا گیا اور اب اعرابی نے فقر کے ساتھ صبر کی قید لگائی۔ انسانی حیات کی تین واضح صورتون کی مثالین دیجا چکی تھین جن سے انسان کی زینت ہو سکتی ہے۔ اعرابی کا ہر جواب اچھا تھا لیکن پہلی حالت پر اگر حسین قناعت کرتے تو دو اور حالتین ظاہر نہ ہوتین اور بغیر ٹوکے خاموشی بہی غیر مفید تہی۔ کون جانے کہ حسین اُسے چہیڑ رہے ہون۔ اور آخر مرتبہ وہ جھنجلا بھی گیا لیکن آخری جواب بہی کم قوت دار نہ تہا کہ اگر یہ صورتین نہ ہون تو کسی کے زندہ رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ حسین ہنس دیئے اور نہ صرف زر دیت ادا کیا بلکہ اُسکے نفقہ کا بھی لحاظ فرمایا۔ اب بہادر اعرابی غالباً فاتحانہ شان سے رخصت ہو کر۔

اس روایت مین کہ حسین نے فرزدق کو کچھ عطا فرمایا درانحالیکہ مروان نے اُسے نکلوا دیا تھا عطا فرمانا خالصاً نیت سخا سے نہ تھا بلکہ ایک قوت دار زبان کا خریدنا تھا۔ زیر ذکر زمانہ مین کوئی مشہور شاعر ہمارے زمانہ کے کسی مشہور اخبار کے اڈیٹر سے غالباً اثر مین کم نہ تھا بلکہ خصوصیات زمانہ زیادتی کا حکم لگا سکتی ہین۔ حسین اُسے "عزت محفوظ" رکھنے کے لحاظ سے خرید رہے تہے اور اسکے لیے اُنکے پاس اپنے جد بزرگوار کی مثال تھی۔ عزت محفوظ رکھنے کا خیال نہ صرف شعرائے عرب کی ہجاگوئی کے لحاظ سے تھا بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ اگر کوئی آزاد شاعر بنی امیہ کا بندہ ہو جاتا تو غلط خیالی پھیلانے مین اور زیادہ اثر کرتا۔ اب چونکہ وہ بنی امیہ سے برافروختہ ہو کر آیا تھا قرین مصلحت تھا کہ وہ سنبھالا جاتا۔ آیندہ ذکر آئیگا کہ فرزدق خیر دینے کے کام آیا بلکہ ہشام ابن عبدالملک کے حج کرنے کے زمانہ مین اُسنے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی شان مین جس موقع پر فی البدیہہ قصیدہ (ھٰذا الذی یعرف البطحاء وطاتہ + والبیت یعرفہ والحل والحرم) کہا اُسنے بڑا اثر کیا۔

حسین ایک قوت دار زبان خریدتے ہین۔

وجوب صوم کی وجہ بیان فرمانا کہ "امیرون کو بھوک کا مزہ معلوم ہو کر غریبون پر رحم کرین" اپنے دین کے ایک حکم کی عام فہم تفسیر تہی۔ یہ شرح خود حسین کے رحم پسند اور غریب پرور نفس کی شرح ہے۔ حسین اس سے زیادہ شرح فرما سکتے تہے شاید اسی وقت کی ہو لیکن ہم تک صرف اسی قدر پہونچی۔ ظاہر ہے کہ اسمین حسین جو صوم کی وہ وجہ بیان فرماتے ہین جسکا فائدہ خود صائم کے لیے بجز ثواب عطا کے اور کچھ نہین ہے بلکہ فائدہ اور وکالت زیادہ تر غربا کی ہے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ سوال کرنے والا ذی مقدرت لیکن بخیل تھا جیسے عرب

وجوب صوم کی وجہ اور اُسکا طنز۔

رحم کے تعلیم کی ضرورت تھی۔ یہ نکتہ صاف ہو جاتا اگر سائل کا نام اور خصلت معلوم ہو سکتی۔ مین اس خیال سے
خالی نہین ہون کہ اِسمین تعلیمی حیثیت کا طنز بھی ہو۔

حسین کی قدر دانی علم نہ صرف اِس سے معلوم ہوتی ہے کہ اپنے بچون کے معلم کو بہت کچھ عطا کیا بلکہ اُس سے
زیادہ اِس سے کہ اپنی کثیر عطا کو معلم کی کثیر عطا (تعلیم) کے ہمپلہ نہ سمجھا۔ اُسکے نواسے جو پڑھے لکھے اسیران
جنگ کو آزاد معلم بنا دیتا تھا یا اُسکے فرزند سے جو "پوچھ لو قبل اسکے کہ مجھے نہ پاؤ"، فرما سکتا تھا ایسا خیال ظاہر
ہونا مطلق حیرت خیز نہ تھا۔

متکلمین مین اسپر تھوڑی ورد سری نہین ہوئی ہے کہ ارادہ خدا حادث ہے یا قدیم ہے۔ اشاعرہ قدامت
کے قائل ہین۔ بعض کہتے ہین کہ اگر ارادہ خدا علم خدا ہے تو اُسکی صفت ذاتی ہے اور یہ قدیم ہے لیکن عموماً بلکہ
اجماعاً پیروان آل رسالت اِسکے قائل ہین کہ ارادہ خدا حادث ہے۔ وہ ہمیشہ اور تمام باتون کے متعلق ارادہ نہین
کیا کرتا کیونکہ اگر خدا ہر امور مین مرید (ارادہ کرنے والا) ہوتا تو تمام برائیان یا کافر کا کفر بھی ارادہ خدا سے ہوتا
اور اِس طرح کفر مراد خدا ہوتا۔ پیروان آل رسالت حُسن اور قُبح عقلی کے قائل ہین۔ ظاہر ہے کہ ارادہ ایک صفت
فعلی ہے۔ حسینؑ نہایت فلسفیانہ احتیاط سے اُسے "عالم اور قادر" فرماتے ہین۔ یعنے وہ چیزونکو جانتا ہے اور
ارادہ کی قدرت رکھتا ہے۔ علم شے ارادہ شے نہین ہے۔ اب وہ کس امر کا ارادہ کرتا ہے یا کسی کا ارادہ نہین کرتا
اِسی کا تصفیہ ہر چیز کی موجودہ صورت پر کیا جائیگا۔

ناظرہ پر زور دینے کی وجہ

باوجود اسکے کہ اسحق ابن عمار حافظ قرآن تھے لیکن حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے اُنھین اپنے حافظہ سے
پڑھنے کی اجازت نہ دی بلکہ لکھے ہوئے کے پڑھنے کا حکم دیا اور یہ حدیث یاد دلائی کہ "قرآن کا دیکھنا عبادت ہے"
یہ حدیث یا حدیث کا یاد دلانا دونون کا مفہوم ایک تھا اور وہ یہ کہ حافظ اصل کتاب سے بے پرواہ نہ کر دے۔ دوسرے
لفظونمین کتاب کی مرکزیت کو نقص لحاظ سے بچایا تھا۔ اگر جناب امیر ملوکانہ شان کے باوجود قرآن کی اظہار عظمت کے
لیئے اُسے حکم بنانیکے لئے جنگی صف کے بیچ مین لائے تھے تو حسین کیونکر اُسکے احترام کے لحاظ کو محسوس نہ بتلاتے۔ یہ تھے
جنھون نے ہر طرح قرآن۔ نفس قرآن کی سچی حفاظت اور شرح کی اور اُسپر عمل کیا۔

خطبہ کی مختصر شرح

حسین اُس خدا کی تعریف کرتے ہین جو "کسی شے سے موجود نہین ہوا"، جو قایم بالذات ہے جو علت العلل ہے۔
چیز اور صورتین نمودار اور فنا ہوتی ہین اور یہ سب گویا اپنے مسبب کے ازلی ہونے کی گواہی دیتی جاتی ہین۔ خلق شدہ
چیزونمین صنعت کا نمونہ دکھائی دیتا ہے اور یہ سب اپنے صانع کا نشان دے رہے ہین۔ حسینؑ اپنے خدا کو

صفت ربوبیت سے یاد کرتے ہین۔ اور اسی خدا کی طرف واپسی کا اقرار بھی کرتے ہین اور دعا اور اظہار شکر کو نہایت خوبصورت اور تصور خیز فقرہ مین ادا کرتے ہین کہ " تو نے ابتدا کی اپنی بخشش کی قبل اسکے کہ ہمین موجود تھا " یہ الفاظ اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن ماہرین فلسفہ جانتے ہین کہ اسمین وجود باری تعالےٰ کے استنباط کے کئی طریقون کا ذکر ہے۔ مجھے اسکی تفصیل غیر ضروری ہے مجھے تو یہ کہنا ہے کہ ایک نگاہ ہے جو عالم اور اسکے تغیرات وتنوعات پر غور کر رہی ہے ایک ذات جو فطرت کے قوانین مین بیہوش نہین کھڑی ہے بلکہ کچھ دیکھ رہی ہے اور جو کچھ دیکھتی ہے اُس سے کچھ استدلال کر رہی ہے۔ علت دیکھ رہی ہے۔ معلول دیکھ رہی ہے۔ صنعت ہی اُسمین مضبوطی کی شان ہے جو بغیر شعور نہین ہو سکتی۔ کچھ غیر مدرک آلات ہین جنمین کوئی چیز کام کر رہی ہے دو نوعیت کی چیزین حیرت خیز امتزاج کا نمونہ ہین ایک وقت تھا کہ یہ امتزاج نہ تھا۔ اِس وقت ہے اور پھر نہ ہوگا لیکن یہ قانون برابر عمل کرتا رہیگا۔ تماشہ کا ختم ہونا تماشہ گر کا ختم ہونا نہین ہے بلکہ اسقدر تماشے ہین جسکی ایک کُنہ دریافت کرنا مزید کُنہ کے دریافت ہونے کا مقدمہ ہے۔ جس طرح کا بھی ہو ان چیزون مین حدوث ظاہر ہے۔ اِن چیزونکی علت فاعلی ایسی حدوث پسند نہین ہوسکتی وہ انسے الگ ہے وہ کسی چیز سے موجود نہین ہوئی۔ اب یہ نگاہ اپنی علت فاعلی کو پہچان کر اُسکی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ اور دیکھتی ہے کہ وہ ہمارا پالنے والا ہی ہے۔ محبت کا ہیجان ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی ابتدا کے بعد انتہا بھی دکھائی دیتی ہے۔ ابتدا کی پرورش بازگشت کے اقرار سے اپنے کو آیندہ رحمت کا امیدوار بناتی ہے۔ اسلئے کہ ہم نے اپنی وجود کے لئے کوئی حق قائم نہ کیا تھا اور پھر بھی تونے ہمارے موجود ہونے کے قبل اپنی رحمت کو مہیا کر دیا تو بڑا منتظم ہے۔ تو جانتا ہے کہ ہمکو اپنے موجود ہونے پر کونسی چیزونکی ضرورت ہوگی۔ تیرے شعور نے ہمین ہماری بیہوشی مین تنہا نہ چھوڑا نہ اسکا انتظار کیا کہ ہمین مانگنے کے قابل ہوتا تو تو دیتا تو ہم تیرے طرف اپنی بازگشت کے اقرار سے کیون مطمئن نہون۔

میری دانست مین شر کو خدا سے منسوب کرنا اہرمن کے قائل ہونے سے کسی طرح بہتر نہین ہے۔ یا ایک ہی خدا کو شر کے ساتھ خیر کا خالق قرار دینا ایزد اور اہرمن کو مخلوط کر دینا ہے۔ خدا خیر محض ہے اُس نے خیر اور شر کا کہین دو ڈھیر نہین لگا دیا ہے۔ خدا کے قانون کی موافقت خیر اور اُسکی مخالفت شر ہے۔ خیر اور شر دو حالتین ہین جنکے حُسن اور قبح کے سمجھنے کا معیار عقل ہے۔ نہ خیر اور شر یا حُسن اور قبح کا سمجھنا محض مذہب پر موقوف ہے بلکہ خیر اور شر یا حُسن و قبح کے وہ بھی قایل ہین جو مذہب کی پیروی نہین کرتے۔ انسان کا خاصہ اخلاق اُسے بُری باتون سے متنفر کرتا ہے اور بھلی باتون سے مطمئن کرتا ہے۔ وہ جو بُرائی کا مرتکب ہوتا ہے اُسے اچھائی سمجھکر نہین بلکہ بُرائی کو

برائی ہی کہتا ہے اگرچہ وہ مرتکب ہوا ہو۔ اور اگرچہ وہ کسی ایسی حالت میں ہو جسکی کوئی برائی سوسائٹی کے
نزدیک خود مرض و جملہ مرض براہ راست ہی کیون نہ ہو تاہم انفرادی ضمیر بغیر جسکی لئے نہین رہتا اگر حس فنا نہین
ہو گیا ہے۔ یہ صورتین تھین خیال کے رو سے جو اسوقت اسوقت کے پہلے اور اسوقت کے بعد رہینگے جسکے نسبت حسین سے
سوال کیا گیا۔ حسین کے زمانہ کو خصوصیت یہ تہی کہ اسوقت تک حکومت کا فیشن ہو گیا تھا کہ وہ جو کچھ کرے اور لوگون
پر اسکا کیسا ہی اثر کیون نہ پڑا ہو لیکن آسانی سے یہ کہدیا جائے کہ آدمی کیا کرتا ہے خدا ہی کے نزدیک تم اس برائی
کے مستحق تہے اگر خدا کو منظور نہ ہوتا تو بھلا ممکن تھا کہ تم اس بلا مین رہتے اور کوئی تمہارے ساتھ کچھ کر سکتا۔ کیا کرنا کوئی
مغالطہ سمجھکر جبکہ معاذ اللہ کی حفاظت کے لیئے تلوار تہی۔ ہوتا جو کچھ بھی ہوتا لیکن جب حسین سے پوچھا جا چکا تھا تو وہ اس
قوت دار اور صاف جواب دینے کے لئے اپنے منصب کے لحاظ سے مجبور تہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ خدا برائی کا حکم دیتا ہے
اُسنے خدا کی تکذیب کی۔ یہ ذات خداوندی سے بعید ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ "جو شخص کہتا ہے کہ خیر و شر خدا کیطرف
سے ہے اُسنے خدا کی تکذیب کی" سچ مچ خدا کی تکذیب ہے۔ اسلئے کہ کیا خداوند تعالیٰ نے اپنے بندونکو ایک صاحب
ارادہ نفس اور حق و باطل کا تمیز نہین عطا کیا ہے کہ وہ اپنے لئے اپنی راہ اختیار کرلے۔؟

بلند ادعا جو مؤید تاریخ ہو

یہ تہے جنہین اسکا ادعا ہو سکتا تھا کہ ہم اصل ہین (حج) ہر خیر کی۔ اور ہر اور نیکی ہماری فرع ہے" اور جب یہ کہہ سکتے تہے تو
یہ دوسرا فقرہ اسکا دوسرا پہلو ہے کہ "ہمارا دشمن اصل ہر شر ہے اور اُسکی فروع کل برائیان ہین" انکی تاریخ یہ کہتی ہے
کہ یہ بجز واقعہ کے اور کچھ نہین کہر ہے تہے۔ حسین ہی تو تہے جو معاویہ کو چیلنج دے رہے ہے کہ اگر یزید کو میری برائیان معلوم
ہون تو وہ بلا تردد بیان کرے۔ ایسے پاک۔ ایسے خالص۔ ایسے طاہر اگر معصوم عن الخطا سمجھے جاتے ہین تو یہ کوئی ادعائے
اعتقادی نہین ہے بلکہ انکے روزمرہ کی کہانی ہے انکا روزمرہ ایک دن۔ ایک مہینہ ایک برس ایک صدی نہین بلکہ
صدیون اس طرح گذرا کہ انہین اپنے نیک نامی کے قائم رہنے کی اُمید نہ ہونی چاہیئے تہی۔ کیا یہ حالت اس خیال کی
گنجایش رکھتی ہے کہ وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے۔ بجھانے کی تو اتنی کوشش ہوئی جس قدر ہو سکتی ہے لیکن نہین
بجھی اور اُسکا نور اب تک ہے جسمین زردی نہین آئی۔ زندہ ہے اور حیات بخشی کی قابلیت رکھتی ہے صرف شرط
یہ ہے کہ خیر کی فرع سے تعلق رکھتا ہو۔ مین نہین سونچتا کہ مذہب کے کسی پیرو کو اُسکے امام کی علویت اور چشمہ خیر ہونے
سے بہتر کیا ناز ہو سکتا ہے۔ بانیان مذاہب گذرے اور ایک اصول کی بنیاد ڈال گئے۔ وہ گذر گئے اُنکی ذات فراموش
ہو گئی اصول رہگیا جو زمانے کے ہاتھون متغیر ہوتا رہا لیکن اُس دین پر جسکے متعلق مشیت ایزدی مقتضی ہوئی تہی کہ
وہ غار حرا کے طالب علم اور اُسکی اولاد امجاد کے ہاتھون شائع ہوتا ان نفوس قدسی کا وہ گہرا نقش ہے کہ اصول

ذات سے الگ نہین کیا جاسکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانون مین اپنے اصول مذہب کے مرکز اشاعت سے جو ذاتی محبت کا جوش ہے اُسکا دوسرے مذہب مین تلاش کرنا تاریخ کو پھر سے لکھنا ہے۔

اپنی کتاب کے اِس حصہ مین ہم وہ سب کہہ چکے جسکا ہماری دانست مین کہنا ضروری تھا اگرچہ طوالت کے لحاظ سے ہمنے بہت کچھہ قلمزد کردیا جو لکھا تھا۔ اے کاش کہ یہ طویل داستانین اور اُنکا ضمنی عکس یہ کام دے سکا ہو کہ ان تمام کی روشنی کا رُخ حسین کی ذات اقدس کا تعارف کروا رہا ہو۔ داستانین داستان فہمی کیلئے نہ تھین بلکہ حسین فہمی کے لئے۔ ہماری آخری چھوٹی چھوٹی روایتین وہ تھین جو حسین سے درجہ ثانوی کا تعلق نہ رکھتی تھین کسی بزرگ کے موجود اثر یا اور کسی طرح کے اثر کا اظہار نہ تھا بلکہ جو کچھہ تھا اُس سے حسین اُس طرح ظاہر ہو رہے تھے جیسے وہ اُس وقت تھے۔ اور وہ اپنے نشو صفات مین اِس حد تک پہونچ چکے تھے کہ اپنے کو ہر خیر کی اصل اور ہر نیکی کو اپنی فرع فرما سکتے۔ یعنی نیکیان اُنکے لئے اب تقلیدی اور تعلیمی حیثیت سے بڑھکر عین اُنکا خاصہ ہو گئی تھین ہمارا دوسرا حصّہ جن واقعات کو دکھلانے والا ہے وہ حسینؑ کے اُس ادعا کا ثبوت ہوگا کہ حقیقتاً بُرائی کے مثل بھی کسی خیال کی طرف اُنکا قدم اُٹھنا اُنکے لئے محال تھا۔ اور اُن صبر شکن اور جانکاہ حالتون مین جو حسینؑ کے پہلے اور حسین کے بعد کسی کے لئے نہین ہوئی! اور جو واقعات سامنے آئے وہ ایسے نہ تھے جنکے متعلق حسینؑ کا علم۔ تجربہ اور خاصہ تصفیہ کی غلطی کرا سکتا ٭

حصّہ اوّل تمام شد

غلط نامہ صفحات

غلط	صحیح	صفحہ	سطر
پرورش	پرورش	۴	۲۱
مسر	سپر	۵	۲۲
کاخراب	کامذاق خراب	۸	۶
پرشش	پرستش	۱۳	۱۶
حیثت	حیثیت	۱۴	۱۷
عادائے	عادات	۱۵	۱۹
کری	کرین	۱۶	۱۹
سہ سوا	سند ہوتا	۱۶	۲۳
کہیا	کہیچا	۱۷	۱۴
رکھتے تو	رکھتے ہین تو	۲۴	۱۳
سرنگر	سر ٹکرا	۲۹	۱۰-۱۱
اگرچہ	—	۳۲	۱۴
یہہ بہی	یہی	۳۴	۸
لی اینڈمین	لی اینڈس	؍؍	۱۵
مناسب	مناسبت	؍؍	۱۶
ہوئے	ہوتے	۳۶	۱۵
اتفاق	اتفاقی	۳۷	۳
بعض	بعض	۳۸	۹
نہ پیدا	پیدا	۳۹	۱۳
تومن	توتوتن	۴۴	۱۵
حُسن عقل	حسن پر عقلی	۴۴	۱۶
پاس (گندہ)	پاس	۶۰	۲۰
جاہلانہ (گندہ)	جاہلانہ	۶۱	۷
بینے	بیتے	۹۷	۹
لہنا	کہنا	؍؍	۱۳
پال	پالا	۹۹	۱۷
طلحہ	ابی طلحہ	۱۰۴	۲۳
محمد (گندہ)	محمد	۱۰۵	۱۶
تو	تُو	۱۰۷	۱۹
سلاذہبن	سلاذہبت	۱۰۹	۱۱
خدا سرا	خدا آسرا	۱۱۰	۲۲
لہر	لہرا	۱۲۰	۱۳
کی	کے	۱۳۱	۱۷
لور	اور	۱۳۵	۲۲
یادی	ہادی	۱۳۶	۲
یا	دیا	۱۴۱	۱۷
سلنہ	سلنہ	۱۴۱	۱۸
زیا	زیادہ	۱۴۲	۱۹
اُسے دسمن رکھ	اُسے دشمن رکھیگا	۱۴۳	۲۳
لبعیک	لبیک	۱۴۵	۱
؍؍؍	یا	۱۴۵	۶
کوکسی	کونسی	؍؍	۲۲
باوجود (گندہ)	باوجود	۱۵۶	۸
تفرقو اس	تفرقہ نہ اس	۱۵۹	۱۳
ماوی	ہادی	۱۶۰	۲۳
اُٹھائی	اُٹھائے	۱۶۱	۱۸
دست برد (گندہ)	دست بُرد	۱۶۳	۱
نیل	فصیل	۱۶۴	۱۷
نہین	انہین	۱۶۵	۱۹
لیا	کیا	۱۶۶	۱۹
وہ امید	وہ نا امید	۱۶۶	۲۰
سرگردا	سرگردانی	؍؍	۲۱
سے بہود	سے کر بیہود	۱۶۷	۲۱
رسرح	رسوخ	۱۷۷	۱۵
ن	مین	۱۹۲	؍؍
—	نے	۱۹۲	۲۰
خالد	مالک	۲۰۲	۷
ہمرا ہوبکا	ہمراہ ہوئیگا	۲۰۳	۱۴
ایات	آیات	۲۰۵	۲۱
ی	کی	۲۰۹	۱۲

غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
آزاد ہوگا ہر طرف	آزاد ہوکر ہر طرف	۲۱۷	۱۳	نی	فی ذکر	۲۷۷	۱	ہزا	ہزار	۳۸۵	۹
لے	والے	۲۱۹	۲۰	ہوگیا	ہوگیا تھا	۲۸۰	۱۲	براالکعبہ	برب الکعبہ	۳۸۷	۱۴
قرابت مورخین	قرابت پر مورخین	۲۲۲	۱۵	خوبہا	خون بہا	〃	۲۲	مشرت	شرف	۳۸۹	۱۸
بوکرہے	بول رہے	۲۲۴	۲۳	خذدول	مخذول	۲۸۳	۲	حکو	حکومت	۳۹۶	۱۷
عمارتون	عمّال	۲۳۶	۱۳	کیا	کہا	〃	۸	جو	+	〃	۲۰
ہمدر	ہمدرد	〃	۱۵	عبدابن جعفر	عبداللہ ابن جعفر	〃	۲۱	ضروتین	ضرورتین	۳۹۸	۱۸
مزاجان	مزاجیان	۲۴۱	۱۷	رعب	رعیت	۲۹۳	۱۷	را	راضی	۴۱۴	۶
کے لحاسے (گندہ)	کے لحاظ سے	۲۴۲	۸	لکھی	لکھی ہے	۲۹۴	۱۰	ذاالحجہ	ذی الحجہ	۴۲۰	۸
چشم پرتی (گندہ)	چشم پوشی کے	۲۴۴	۵	بھڑک	جھڑک	۲۹۶	۲	زادہ (گندہ)	زادہ	۴۲۳	۲۱
محافظون	معافون	۲۴۶	۲۲	دونون (گندہ)	دونو	۲۹۸	۱۸	طحن	نحن	۴۳۰	۱۹
پاتا	پایا	۲۴۸	۱۲	جنہ اری	جنبہ داری	۳۰۹	۳	سمر	سکر	۴۶۵	۱
انداز	آندار	〃	۲۱	اسسے (گندہ)	اُس سے	۳۱۳	۳	آرا	آرہا	۴۷۰	۱۴
ستمربانون	شہربانو	۲۵۰	۹	غذیب	عذیب	۳۳۱	۱	داند	دادند	۴۷۴	۸
شاہزمان	شاہ زنان	۲۵۱	۱۴	ترضداشتیان	عرضداشتیں	〃	۷	موجو (گندہ)	موجود	۴۷۷	〃
عشتم	غنمتم	۲۵۲	۱۹	چاہتے	چاہیے	۳۳۲	۱۵	جو (گندہ)	جو	۴۸۰	۱۴
دستاویز (گندہ)	دستاویز ہے	۲۵۶	۹	آخری (گندہ)	آخری	۳۳۳	۲۳	بارہ	دوبارہ	۵۲۳	۳
او	اور	〃	۱۰	خردتون	خرد و توں	۳۴۳	۲	کے فرزندکا فرزند	کا فرزند	۵۳۹	۱۲
ردوکرتا	ردونہ کرتا	۲۵۷	۱	خس	خمس	۳۵۰	۱۸	روز (گندہ)	روز	۵۵۴	۱۱
خبط	حبط	〃	۳	رایدم	سایدم	۳۷۱	۱۰	اسکا (گندہ)	اسکا	۵۵۹	۲۳
								سیج (گندہ)	سوجھ	۵۷۴	۱۶

اغلاط حاشیہ

غلط	صحیح	صفحہ	سطر
ہمدردی جوش علاوہ (گگدیہ)	ہمدردی جوش علاوہ	۴	۵-۶-۷
جا	جانا	۱۶	۱۱
تغیر (گندہ)	تغیر	۱۷	۱
حقو	حقوق	۱۷	۹
نوی	قومی	۱۸	۵
حب جاہ (گندہ)	حب جاہ	۳۴	۱۰
شارع (گندہ)	شارع	۵۳	۱۱
ارت	امارت	۵۵	۷
بدرہ (گندہ)	بدر	۱۰۳	۱۰
انون	سلانون	۱۰۵	۷
سلام	اسلام	۱۰۹	۸
کی (گندہ)	کی	۱۴۲	۵
شکر کا امیر (گندہ)	شکر کا امیر	۱۳۹	۷
امطلوب	نامطلوب	۲۱۴	۳
مناظرہ	مناظر	۲۴۰	۲
نسان	انسان	۲۲۵	۱
نائکہ (گندہ)	تاملہ	۳۰۰	۳
ذی الحجہ سنہ ۱۳۵ (گندہ)	ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۵	۳۴۷	۸